سلسلہ مطبوعات نولکشور اکیڈمی لکھنؤ

# دیوانِ امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ

## مکمل و مستند مجموعہ دواوین خسرو

ترتیب و تہذیب

ڈاکٹر انوار الحسن

اُستاذ شعبۂ علوم مشرقیہ، لکھنؤ یونیورسٹی

ناشر

برائے نولکشور اکیڈمی

راجہ رام کمار بکڈپو وارث نولکشور بکڈپو لکھنؤ

سلسلہ مطبوعات نولکشور اکیڈیمی، لکھنؤ

# دیوان امیر خسرو دہلویؒ

مرتبہٗ

## ڈاکٹر انوار الحسن



ناشر

راجہ رام کمار بکڈپو (وارث) نولکشور بک ڈپو

سن طباعت ــــــــــــــــ ۱۹۶۷ء

تعداد اشاعت ـــــ اشاعت اوّل ـــــ ایک ہزار

قیمت مجلد ـــــــــ اٹھائیس روپیہ

# فہرست

# نذرِ خلوص

محترم ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی

پروفیسر و صدر شعبۂ فارسی و اردو لکھنؤ یونیورسٹی

کی خدمت میں

(ڈاکٹر) انوار الحسن
شعبۂ علوم مشرقیہ عربی فارسی
لکھنؤ یونیورسٹی

۱۲ر اکتوبر
۱۹۶۷ء

دانی کہ ہستم در جہاں من خسروِ شیریں زباں

گر نائی از بہرِ دلم، بہرِ زبانِ من بیا

# تعارف

سعدئ ہند حضرت خسرو دہلوی کا مکمل مجموعۂ غزلیات مع قصائد، قطعات و رباعیات پیش نظر ہے۔ حضرت خسرو کا نام محتاج تعارف نہیں۔ اس سے قبل یہ مجموعہ "کلیات دواوین خسرو" کے نام سے نولکشور پریس لکھنؤ نے متعدد بار شائع کیا لیکن اب عرصہ سے کمیاب تھا اور ضرورت تھی کہ ایک اچھا اور مستند ایڈیشن شایع ہو۔ ڈاکٹر انوار الحسن صاحب استاد شعبۂ علوم مشرقیہ عربی و فارسی لکھنؤ یونیورسٹی نے اس کی صحت و ترتیب کی طرف توجہ کی اور متعدد نسخوں سے مقابلہ کرکے از سر نو مرتب کیا اور ابتدا میں ایک مفید مقدمہ لکھ کر ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اس طرح کتاب کی ضخامت ہی میں اضافہ نہیں ہوا بلکہ اس کی افادی حیثیت بھی بڑھ گئی ہے۔ نولکشور اکیڈمی، لکھنؤ کے سلسلۂ مطبوعات کی یہ پہلی کڑی ہے جسے پیش کرتے ہوئے ہمیں مسرت ہے کہ کتاب کا معیار ظاہری حسن و نفاست کے ساتھ ساتھ افادی حیثیت سے بھی بلند ہے جس کے لئے فاضل مرتب اور عبد العلیم صدیقی منیجر و کارکنانِ راجہ رام کمار پریس لکھنؤ کی ممنون ہے۔

جنرل سکریٹری
نولکشور اکیڈمی۔ لکھنؤ

۱۵ ردسمبر ۱۹۶۷ء

# مقدمہ

## امیر خسرو دہلوی

ہندوستان کی سرزمین نے فارسی زبان کا ایک ایسا شاعر پیدا کیا جس کو ایران کے بلند پایہ شعراء کے مقابلہ میں فخر کے ساتھ پیش کیا جاسکتا ہے۔ فارسی ادب اور شاعری کا آغاز اور رواج ہندوستان میں اس وقت سے ہوا جب ایران و افغانستان کی طرف سے مسلمان فاتحین کے قدم یہاں آئے، اس وقت سے عہد حاضر تک امیر خسرو سے بڑا فارسی کا کوئی شاعر نہیں ہوا۔ ان کی عظمت کا اعتراف اہل زبان نے بھی کیا ہے۔

امیر خسرو ایک جامع کمالات شخصیت کے حامل تھے، وہ فن شاعری میں یگانۂ روزگار، علم و فضل میں باکمال، موسیقی کے مجدد و موجد، نثر نگاری میں ماہر اور دوسرے متعدد فنون لطیفہ کے مسلم الثبوت استاد تھے۔

یوں تو ہند آریائی روابط کا سلسلہ قدیم زمانہ سے قائم ہے۔ اگر آریائی نسلوں کے اس تمدن پر نظر ڈالی جائے جو پانچ ہزار سال قبل مسیح سے ساٹھ ہزار سال قبل مسیح تک ہندوستان اور ایران میں آتے اور آباد ہوتے رہے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا تمدن ایک دوسرے سے کس قدر قریب تھا۔ کیونکہ یہ ایک ہی نسل کے دو گروہ تھے، جن میں سے ایک بحر ہند کے کنارے جابسا اور دوسرے نے خلیج فارس کے ساحل پر سکونت اختیار کی، دونوں گروہوں کی زبانوں میں بھی مماثلت تھی اور رسم و رواج اور عقائد بھی ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے، ہند و ایران کے قدیم روابط کا اندازہ فردوسی کے شاہنامہ کی بعض داستانوں سے بھی ہوتا ہے، تاریخ فرشتہ نے ان روابط پر تفصیل

کے ساتھ روشنی ڈالی ہے مستند تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ ہندوستان ایران میں ۵۰۰ء قبل مسیح تعلقات قائم تھے ایرانی بادشاہوں میں دارا نے سب سے پہلے سندھ کو فتح کیا تھا۔ اور ایرانیوں کی حکومت ۳۲۵ قبل مسیح تک سندھ میں قائم رہی۔ اور اس وقت سے ایران کا ہندوستان پر گہرا اثر پڑا۔ اسلام سے پہلے اور بعد کے زمانے میں بھی ہند ایران روابط مضبوط سے مضبوط تر ہوتے گئے، اس لیے فارسی ادبیات کی تاریخ بھی ایران اور ہندوستان میں مشترک ہے۔ چوتھی صدی ہجری کے بعد سے ہندوستان کے مختلف حصوں میں ایرانیوں کی حکومتیں قائم ہوتی رہیں اور ایرانی تمدن کی جڑیں اس سرزمین میں مضبوط ہو کر پھلتی پھولتی رہیں۔ ہندوستان کی تاریخ میں تقریباً ایک ہزار سال سے زیادہ زمانہ ایسا گذرا ہے کہ جب فارسی اس ملک کی اکثر زبانوں پر فوقیت رکھتی تھی اور کئی سو سال تک اس کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل رہا۔ فارسی زبان کا اثر ہندوستانی زبانوں پر بھی پڑا۔ چھٹی صدی ہجری سے ہندوستان میں فارسی ادب کے ارتقا کی رفتار تیز ہوگئی، اور اس کا سب سے زیادہ اثر در رواج شمالی ہندوستان میں ہوا۔ اور اس زمانہ میں فارسی کے اچھے اچھے شاعر پیدا ہوئے۔ امیر خسرو اسی عہد کے ایک بلند پایہ شاعر تھے جن کے حالات زندگی اور کمالات کا اجمالی تذکرہ ہمارا موضوع ہے۔

**حالاتِ زندگی** | امیر خسرو، پٹیالی، ضلع ایٹہ (اتر پردیش) میں ۶۵۲ھ ہجری مطابق ۱۲۵۳ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے اجداد ترکمان خطا سے تعلق رکھتے تھے اور قبیلہ لاچین کے امرا میں سے تھے اور چنگیز خاں کے عہد میں ماوراءالنہر سے ہندوستان میں آکر بس گئے تھے۔ امیر خسرو کے والد ماجد امیر سیف الدین محمود شمسی ایک دلیر اور نڈر سپاہی تھے۔ بدقسمتی سے خسرو کی عمر صرف سات سال کی تھی کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ان کے نانا عماد الملک سلطان بلبن کے وزیر جنگ تھے، انھوں نے ہونہار نواسہ کو اپنے

سایۂ عاطفت میں لے لیا اور تعلیم و تربیت کی ذمہ داری خود سنبھالی۔ خسروؔ کے والد امیر سیف الدین دہلی کے بادشاہ سلطان شمس الدین التمش کے ایک معزز درباری تھے، امیر خسروؔ بھی نوجوانی میں دربارِ دہلی سے وابستہ ہو گئے، اور انھوں نے یکے بعد دیگرے گیارہ بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ اور خود پانچ بادشاہوں کے دربار سے وابستہ رہے، جن میں پہلا معز الدین کیقباد (۶۸۶ - ۶۸۹) اور آخری سلطان محمد بن تغلق (۷۲۵ - ۷۵۲) تھا۔

خسروؔ کے بچپن میں ہندوستان کے مشہور صوفی و درویش حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاؒ کا قیام ان کے نانا عماد الملک کے مکان پر تھا۔ یہ خسروؔ کی خوش قسمتی تھی کہ ان کو ایسی برگزیدہ ہستی کے فیضِ صحبت سے استفادہ کا موقع ملا، انھوں نے ہدایت کی تھی کہ "بہ طرزِ صفاہانیان مگو" خود فارسی کی کتابیں پڑھائیں۔ خسروؔ نے کم سنی ہی میں شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ خواجہ نظام الدین کے فیضان نے ان کے کلام میں سوز و گداز پیدا کر دیا۔ انھوں نے خود دیوان تحفۃ الصغر کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ "کم عمری میں شعر و رباعی کہنا شروع کیا۔ علما و عمائد مجھے دیکھ کر استعجاب کرتے تھے، میں رات دن مطالعہ اور فکرِ شعر میں غرق رہتا تھا۔ انوری، سنائی اور خاقانی، کے

---

لہ علامہ شبلی نعمانی نے شعر العجم حصہ دوم صفحہ ۱۰۸ پر خسروؔ کا سنِ ولادت ۶۵۱ھ ہجری لکھا ہے جو خود خسروؔ کے بیان سے غلط ثابت ہوتا ہے۔ خسروؔ نے اپنی پہلی مثنوی قرآن السعدین میں لکھا ہے کہ یہ مثنوی ۶۸۸ھ ہجری میں تصنیف کی اور اپنی عمر اس وقت ۳۶ سال لکھی ہے، جس سے سنِ ولادت ۶۵۲ھ ہجری ثابت ہوتا ہے۔ ان کے اشعار یہ ہیں ؎

| | |
|---|---|
| در رمضان شد بہ سعادت تمام | یافت قران نامۂ سعدین نام |
| انچہ بتاریخ ز ہجرت گزشت | بود سن شش صد و ہشتاد و ہشت |
| سالِ ایں امروز اگر بررسی | راست بگویم ہمہ شش بود و سی |

کہ دیباچہ تحفۃ الصغر، امیر خسرو۔

کلام سے مجھے بہت دلچسپی رہی اور ہر استاد کے رنگ میں شعر کہنے کی مشق کرتا رہا۔ اسی لیے میرے مجموعہ کلام میں تمام اساتذہ کی تقلید اور پیروی کے نمونے جا بجا موجود ہیں، خواجہ عزیز الدین گلاتی جو عالم متبحر اور بڑے بلند پایہ سخنور تھے ان ایام میں دہلی میں نظربند تھے۔ کسب کمال کا ذوق مجھے ان کی خدمت میں لے گیا، انھوں نے کلام سن کر تحسین و آفرین سے دل بڑھایا اور اکثر نکات و اشارات سخنوری دل نشین کیئے اور مشکل اشعار کو جن کے مطالب کی باریکی کو ذہن نہ پہونچتا تھا حل کر کے بتایا، فطری مناسبت، کثرت مطالعہ ولولۂ شوق اور شفقت بزرگان نے رفتہ رفتہ درجۂ کمال پر پہونچا دیا۔ خوش قسمتی سے شاہزادہ محمد سلطان ولی عہد سلطان غیاث الدین بلبن جیسا مربی اور اس وسیلہ سے دربار شاہی میں بار حاصل ہوا[1]"

امیر خسرو کے نانا عماد الملک کی سرکار میں دو سو ترکی اور دو سو ہندی غلاموں کے علاوہ دس ہزار ملازم تھے۔ جب خسرو کی عمر بیس۲۰ سال کی تھی اس وقت ان کے نانا نے ایک سو تیرہ برس کے سن میں وفات پائی۔ کامل ستر برس تک عہدہ عرض بیگی سلطنت پر مامور رہے تھے، ان کی وفات کے بعد خسرو نے اعظم قتلو خان کی سرکار میں جو سلطان بلبن کا بھتیجا تھا۔ ملازمت اختیار کر لی۔ ان کی مدح میں کئی قصیدے لکھے خود فرماتے ہیں۔

> کہ کچھ عرصہ بعد سامانہ جا کر شاہزادہ بغرا خان صوبہ دار سامانہ پسر سلطان بلبن کا مصاحب ہوا، اور وہ مجھ پر از حد مہربان ہو گیا۔ شبانہ روز اپنے ہمراہ رکھتا تھا۔ ۶۷۸ھ ہجری میں طغرل بیگ صوبہ دار بنگالہ نے بغاوت کی اور سلطان بلبن خود اس کے زیر کرنے کو شاہزادہ بغرا خان کو ساتھ لے کر روانہ ہوا، اور انجام کار وہاں کی حکومت بغرا خان کو دے کر دہلی واپس آ گیا اس وقت سلطان کی عمر ۷۵ برس کی تھی، میں کامل ایک سال کے سفر اور اعزہ کی مفارقت سے بے دل

---

[1] دیباچہ تحفۃ الصغر۔

اور شکستہ خاطر ہو گیا تھا۔ ملازمت چھوڑ کر شاہی لشکر کے ساتھ دلی واپس آگیا۔ واپسی پر سلطان محمد ولی عہد نے جو میری سخنوری کی شہرت سن کر مشتاق ہو گیا تھا، مجھے ملتان بلا لیا، مگر چند ہی ماہ میں مغلوں سے مقابلہ میں سلطان محمد مارا گیا۔ اس لیے سلطان محمد سلطان شہید کے نام سے مشہور رہے، مجھے بھی بہ ہزار دقت قید سے رہائی حاصل ہوئی تو دلی آیا اور وہاں سے پٹیالی آکر کچھ عرصہ قیام کیا۔ ۶۸۵ ہجری میں سلطان غیاث الدین بلبن کے انتقال کے بعد بغرا خان کا لڑکا کیقباد تخت نشین ہوا مگر میں نے اس دربار کے بجائے کچھ عرصہ کے لیے حاتم خان کی ملازمت اختیار کر لی کیونکہ دربار دلی میں ملک نظام الدین کا اقتدار تھا۔ ملک نظام الدین جلد ہی راہی ملک عدم ہوا اور پھر مجھے دربار دلی میں بادشاہ کی مصاحبت کا معزز عہدہ حاصل ہوا جو بڑا ذی علم اور میرا بھی بہت قدر دان تھا۔"[1]

امیر خسرو کی شخصیت بڑی گوناگون اور ہمہ گیر تھی۔ شاعری کا ملکہ فطری تھا۔ غزل، مثنوی، قصیدہ، قطعہ اور رباعی سبھی اصناف سخن میں طبع آزمائی کی۔ زبان[2] دانی کا حال یہ تھا کہ عربی، فارسی، سنسکرت اور بھاشا میں ان کو مہارت حاصل تھی، کمال یہ تھا کہ ان زبانوں میں شعر گوئی پر ان کو پوری قدرت حاصل تھی موسیقی کی طرف مائل ہوئے تو بقول شبلی نعمانی[3] اس فن کو اس درجہ تک پہونچایا کہ چھ سو برس کی وسیع مدت نے بھی ان کا جواب پیدا نہ کیا۔ امیر خسرو نے ہندی اور فارسی راگوں کے امتزاج سے موسیقی کی دنیا میں انقلاب پیدا

---

[1] دیباچہ تحفۃ الصغر۔ [2] خود امیر خسرو کا قول ہے ؎

من بہ زبانہائے کسان بیشترے ۔۔۔ کردہ ام از طبع ثنا ساگذرے

خوانم و دریافتہ و گفتہ ہم ۔۔۔ جستہ ز روشن شدہ زان بیش و کم

(مثنوی قران السعدین)

[3] شعر العجم جلد دوم صفحہ ۱۳۵۔

کر دیا، کتنے ہی نئے راگ ایجاد کیے اور بہت سے پرانے راگوں میں ترمیم و اصلاح کرکے ان کی شکل بدل دی۔ عشق و محبت اور سوز و گداز ان کے خمیر کے نمایاں اجزا تھے۔ عشق مجازی سے جب عشق حقیقی کی طرف مائل ہوئے تو تصوف کے بلند مدارج طے کر لیے۔ خود ان کے پیر و مرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیا جنھوں نے خسرو کو ترک اللہ کا لقب دیا تھا ان کے بارے میں فرماتے ہیں ۔

روز حشر امید دارم کہ مرا بہ سوز سینۂ این ترک بچہ بخشند [1]

تذکرہ حسینی اللہ گویا موی نے لکھا ہے کہ حضرت نظام الدین اولیا نے خسرو کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے ہیں ؎

خسرو کہ بہ شاعری نظیرش کم خاست ۔۔۔ در ملک سخنوری شہی خسرو راست
این خسرو ماست، ناصر خسرو نیست ۔۔۔ زیرا کہ خدائے ناصر خسرو ماست [2]

---

گر برائے ترک، ترکم ارّہ بر تارک نہند ۔۔۔ ترک تارک گیرم و ہرگز نہ گیرم ترک ترک

امیر خسرو کا ذہن بہت رسا تھا اور ایجاد و اختراع کی طرف بے حد مائل تھا۔ جس فن کی طرف جھکے اسے بام عروج پر لے جانے کے ساتھ ساتھ اپنی فن کارانہ صناعیوں کے نمونے بھی پیش کیے اردو ادب کی تاریخ میں انھیں اردو کا سب سے پہلا شاعر قرار دیا گیا ہے [3] اور فارسی شاعری میں تو بلا شبہ ایک مسلم الثبوت استاد تھے جن کی عظمت کا اعتراف ایرانی فضلا نے بھی کیا ہے۔

**خسرو کا مرتبہ خود ان کی نظر میں** امیر خسرو نے "غرۃ الکمال" کے دیباچہ میں شاعروں کے تین درجے متعین کیے ہیں (۱) استاد تمام: "جو کسی طرزِ خاص کا موجد

---

[1] تذکرہ دولت شاہ سمرقندی صفحہ ۲۳۹ ۔ [2] تذکرہ نتائج الافکار صفحہ ۲۱۴۔ [3] تاریخ ادب اردو سکسینہ حصہ نظم۔

ہو۔ جیسے حکیم سنائیؔ، انوریؔ، ظہیرؔ، نظامیؔ وغیرہ۔

(۲) استادِ نیم تمام:"جو خود کسی خاص طرز کا موجد نہ ہو لیکن کسی خاص طرز کا پیرو ہو اور اس میں کمال حاصل کیا ہو۔

(۳) سارق:"جو دوسروں کے مضامین چراتا ہو۔

آگے چل کر استادی کے لیے چار شرطیں بتائی ہیں۔ (۱) طرزِ خاص کا موجد ہونا۔ (۲) اس کا کلام شعراء کے انداز پر ہو۔ (۳) صوفیوں اور واعظوں کی طرح ناصحانہ انداز نہ ہو۔ (۴) غلطیاں اور لغزشیں نہ کرتا ہو۔

مذکورہ شرائط بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ چونکہ مجھ میں مذکورہ شرائط میں سے صرف دو پائی جاتی ہیں۔ یعنی نہ تو مجھ پر سرقہ کا الزام آسکتا ہے اور نہ میرا کلام صوفیوں اور واعظوں کی طرح وعظ و نصیحت پر مبنی ہے، اس لیے میں درحقیقت استاد نہیں ہوں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

بندہ را ازان چہار شرطِ استادی کہ گفتہ شد، اول شرطے کہ ملک طرز است بہ حکم عاجزئے کہ در مجرائے قلم جریان یافت کہ چندیں استاد را متبع کلمات بودہ ام ؎

چون پس روِ طرز ہر سوادم پس شاگردم نہ اوستادم

و شرطِ دوم آن کہ در نافۂ سواد بوئے خطائے نباشد، ازان نیز دم نتوانم زد، کہ نظم بندہ اگرچہ بیشتر روان است، اما جا بجا در غزل و لغز لغزیدنی ہم است۔ درین دو شرط معترفم کہ از لافِ استادی قرعہ بر فال نتوانم غلطانید۔[۱]

خسروؔ کو اپنی روانیٔ کلام کا اعتراف ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی تسلیم ہے کہ لغز اور غزل کے مضامین میں جا بجا لغزشیں بھی کر جاتے ہیں اور اسی لیے خود اپنے متعین کردہ اصول نقد

---

[۱] دیباچہ غرۃ الکمال۔

نے مطابق خود کو استادی کے لائق نہیں تصور کرتے بلکہ شاگرد اور طالب علم کہلانا پسند کرتے ہیں۔ آگے چل کر مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں نے غزل میں سعدی شیرازی مثنوی میں نظامی گنجوی۔ قصائد میں۔ رضی الدین نیشاپوری اور کمال اسماعیل اصفہانی کی اور مواعظ و حکم کے بیان میں حکیم سنائی اور خاقانی شروانی کی اتباع کی ہے جہاں تک شیریں بیانی اور قادر الکلامی کا تعلق ہے خسرو کو اس پر بجا طور پر فخر ہے۔ اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ محض ان کی شاعرانہ تعلی ہے بلکہ محض اظہارِ حقیقت ہے ؎

دانی کہ ہستم در جہان من خسروِ شیریں زبان — گر نائی از بہر دلم بہرِ زبان من بیا
سخن بشنو مگر از بندہ خسرو — جہان چون او سخن گوئے نہ دارد
بہ باغِ مجلسِ خود ہم چو بلبل — نگہ کن خسرو شیرین زبان را
اگرچہ خسروِ روئے زمیں شدم بہ سخن — ہم از وفا سوئے تو روئے بر زمیں دارم
ہر چند کہ شد خسرو سلطان سخن گویان — از بہر یکے بوسہ ہم ہست گدائے تو

اور یہ سلطانِ سخن گویان، ساری زندگی کوچۂ محبت میں گدائی کرتا رہا۔ اسی گدائی نے اس کی زبان میں ایسا سوز و گداز پیدا کیا، جس کی نظیر رومی اور سعدی کے سوا کسی دوسرے فارسی شاعر کے کلام میں نہیں ملتی۔

**امیر خسرو دوسروں کی نظر میں** | شیخ عبد الحق محدث دہلوی (صاحبِ اشعۃ اللمعات) نے انھیں سلطان الشعراء، برہان الفضلاء اور شاعری میں یگانۂ عالم کے القاب سے یاد کیا ہے۔ اور ان کے نزدیک متقدمین و متاخرین میں کوئی بھی شاعر ان کا ہم پلہ نہ تھا:

وے سلطان الشعراء و برہان الفضلاء است، در وادی سخن یگانۂ عالم و نقادۂ نوع بنی آدم است۔ وے در سخن عالمے است از عوالم خداوندی کہ پایان نہ دارد۔ آن چہ او را از مضامین و معانی در اطوار سخن و انواع آن دست داد، ہیچ کس را از شعرائے متقدمین و متاخرین نہ دادہ، و در طرز سخن بر فرمودِ شیخ خود رفتہ است

کہ فرمودہ "سخن بہ طرز اصفہانیان بگو"[1]

سلطان شہید حاکم ملتان کی دعوت پر شیخ سعدی شیرازی نے ضعف کے سبب ہندوستان نہ آسکنے کی معذرت کرتے ہوئے اسے مشورہ دیا کہ ہندوستان میں خسرو جیسا بلند مرتبہ شاعر موجود ہے اسی کی سرپرستی کرنا چاہیے۔ مجموعۂ تذکار میں لکھا ہے:

آوردہ اند کہ قاآن ملک عادلاً و عاجلاً، التماس قدوم شیخ سعدی از شیراز نمودہ و سید حسین شرقی و عموش عکرہ را با تحف گرامی و خرج کافی نزد شیخ در شیراز فرستاد۔ اما آن حضرت عذر ضعف پیری درمیان نہادہ و سفائن غزل را بہر دو مرہ بہ خط مبارک نوشتہ بر سولان سپرد و فرمود کہ در ہند خسرو بس است"[2]

خسرو کے ہم عصر مورخوں کے بیانات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ شیخ سعدی نے خسرو کی سرپرستی کے سلسلے میں زور دیتے ہوئے ان کے علمی کمالات پر روشنی ڈالی۔ ملا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں:

و شیخ بہ عذر پیری نیامد، اما بہ تربیت امیر خسرو سلطان را وصیت فرمود و سفارش او فوق الحد نوشتہ[3]

ضیاء الدین برنی خسرو کے ہم عصر مورخ اور انھیں کی طرح شاہی درباروں سے بھی وابستہ تھے۔ خسرو کے علمی کمالات کے بارے میں رقم طراز ہیں:

درین عصر علائی شعراے بودند کہ بعد از ایشان بلکہ پیش از ایشان چشم روزگار مثل ایشان نہ دیدہ است۔ لاسیما امیر خسرو کہ خسرو شاعران سلف و خلف بودہ است، و در اختراع معانی و کثرت تصنیفات و کشف رموز غریب نظیر نہ داشتہ اگر استادان نظم و نثر در یک دو فن بے ہمتا بودند، امیر خسرو در جمیع فنون ممتاز و

---

[1] اخبار الاخیار صفحہ ۹۹۔ [2] پری مغل پرشین ان انڈیا مصنفہ عبدالغنی صفحہ ۳۹۴۔ بحوالہ قلمی مسودہ مجموعۂ تذکار صفحہ ۳۹۔ [3] منتخب التواریخ جلد اول صفحہ ۱۳۰۔

مستغنی بود۔ ہم چنان ذو فنونے کہ در جمیع فن ہائے شاعری سر آمدہ و استاد باشد در سلف نہ بود، و در خلف تا قیامت پیدا آید یا نیاید۔ امیر خسرو در نظم و نثر یک رسی کتاب خانہ تصنیف کردہ است و دادِ سخنوری دادہ است۔[1]

سلطان علاء الدین خلجی کے درباری شعراء کا ذکر کرتے ہوئے ایک دوسرے موقع پر برنی نے لکھا ہے:

اگر ہم چو امیر خسرو در عہد محمودی و سنجری پیدا آمدے ظاہر و غالب آن است کہ آن پادشاہان ولایتے وا قطاعے بدو انعام دادندے۔[2]

دربار جہانگیر کا ممتاز اور فارسی کا بلند پایہ شاعر عرفی شیرازی ان کی شیریں بیانی کا ذکر اس طرح کرتا ہے ؎

بہ روحِ خسرو از ین پارسی شکر دادم     کہ کام طوطیٔ ہندوستان شود شیریں

خواجہ حافظ شیرازی انھیں طوطیٔ ہند کے نام سے یاد کرتے ہیں:

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند     زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود

مولانا جامیؒ کو اعتراف ہے کہ "خمسہ نظامی" کا جواب ہے تو وہ خسرو کی مثنویوں میں ہے۔[3]

دولت شاہ سمرقندی نے اپنے تذکرۃ الشعراء[4] میں انھیں خاتم الکلام فی آخر الزمان" اور "دُرِ دریائے معانی" کے القاب سے یاد کیا ہے، اور ان کے لیے لکھا ہے:

کمالاتِ او از شرح مستغنی است و ذاتِ مَلَک صفات او بہ غنائم عالم معنی غنی، گوہر کانِ ایقان و دُرِ دریائے عرفان است، عشقبازی حقائق را در شیوۂ مجاز

---

[1] تاریخ برنی صفحہ ۳۵۹۔ [2] تاریخ برنی صفحہ ۳۶۶۔ [3] بہارستان جامی مطبوعہ نولکشور لکھنؤ۔ [4] یہ تذکرہ خسرو کی وفات کے ۱۶۷ سال بعد ۸۹۲ھ ہجری کی تصنیف ہے۔

پرداختہ بلکہ با عرائس نفائس دقائق عشق باختہ۔ جراحات عاشقان مستہام را اشعار ملیح او نمک می پاشد و دلہائے شکستہ خستگان را زمزمۂ خسروانی او می خراشد بادشاہ خاص و عام است از آنش خسرو نام است و در ملک سخنوری این نامش تام است و در حق او مرتبۂ سخن گذاری ختم تمام است[۱]

محمد قدرت اللہ گوپاموی، صاحب تذکرۂ نتائج الافکار[۲] نے خسرو کی شیریں بیانی کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ ایک روز انھوں نے اپنے مرشد حضرت نظام الدین اولیا کی مدح میں ایک قصیدہ پیش کیا۔ موصوف کو بے حد پسند آیا تو فرمایا "انعام کیا چاہتے ہو؟ خسرو نے خواہش ظاہر کی کہ مجھے شیرینی کلام عطا کی جائے، حضرت شیخ نے فرمایا، میرے پلنگ کے نیچے شکر سے بھرا ہوا ایک برتن رکھا ہے اسے نکالو اور اپنے سر پر انڈیل لو اور اس میں سے تھوڑی سی اپنی حلق میں ڈال لو" خسرو نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی اس واقعہ کو لکھنے کے بعد قدرت اللہ نے لکھا ہے کہ

"الحق خسرو ممالک سخن و پیش رو مسالک این فن بود، صورت سخن را بہ نقش و نگار تازہ جلا بخش گردیدہ، و پیکر کلام را بہ نہایت خوبی و خوش اسلوبی حسن آرائش بخشیدہ بہ ادا بندی مضامین و معانی در وادی سخنوری یگانۂ زمانہ بصنائع بدائع و لطف اطوار در طرق نظم گستری منتخب زمانہ است۔"[۳]

مولانا آزاد بلگرامی نے امیر خسرو کو معاملہ بندی کا موجد قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔

مخفی نہ ماند کہ ہنگامہ آرائے سخن طرازی شیخ سعدی شیرازی کہ مروج طرز غزل است خال خال وقوع گوئی[۴] ہم دارد . . . . ایجاد تازہ نقوش مانوی امیر خسرو

---

[۱] تذکرہ دولت شاہ مطبوعہ لنڈن سنہ ۱۹۰۱ء صفحہ ۲۳۸۔ [۲] نتائج الافکار مطبوعہ بمبئی تصنیف ۱۲۵۶ ہجری صفحہ ۲۱۲۔ [۳] نتائج الافکار صفحہ ۲۱۲۔ [۴] لکھنؤ کی زبان میں وقوع گوئی کو معاملہ بندی کہا جاتا ہے۔ شعر العجم جلد دوم صفحہ ۱۷۶۔

دہلوی کہ معاصرِ سعدی است بانیٔ وتوحِ گوئی گردید و اساسِ آن را بلند ساخت[1]

مولانا الطاف حسین حالی نے غزل کے علاوہ دیگر اصنافِ سخن میں امیر خسروؔ کو سعدی شیرازی سے بہتر قرار دیا ہے، اور غزل گوئی میں ان کو شیخ سعدی کا پیرو بنایا ہے۔ اور اس سلسلہ میں انھوں نے خود امیر خسروؔ کے حسب ذیل اشعار کو سند کے طور پر پیش کیا ہے جو "مثنوی نہ سپہر" سے ماخوذ ہیں :

کس نہ بیند سوئے نظمِ دل گیر — کہ نہ گردد بہ دلے منزل گیر
چون نہ ماند بہ دل خلقے یاد — گرچہ شد زادہ ہمان دان کہ نہ زاد
تا بہ جائے کہ حدِ پارسیان — اندرین عہد دو تن گشت عیان
زان یکے سعدی دشانیش ہمام — ہر دو را در غزل آئین تمام
لیک اگر سوئے دگر باری دست — شعر شان ہست بدان گونہ کہ ہست[2]

بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے حیات امیر خسروؔ پر تقریظ لکھتے ہوئے ان کے متعلق لکھا ہے کہ

"اس سرزمین سے حضرت امیر خسروؔ جیسا صاحب ذوق ذی کمال و جامع صفات شخص اب تک پیدا نہ ہوا۔ وہ فارسی کے نہایت بلند پایہ شاعر ہیں۔ استادِ غزل سعدی مانے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو ان کی ہمسری کا دعویٰ ہو سکتا ہے تو وہ حضرت امیر خسروؔ ہیں۔ ان کے کلام کی فصاحت، روانی اور خاص کر سوز و گداز جس میں تصوف کی چاشنی بھی شامل ہے، اپنا جواب نہیں رکھتی۔ یوں تو سب اہل زبان کو اپنی ہی زبان کا غرّہ ہوتا ہے۔ لیکن اہلِ ایران اس معاملہ میں خاص طور پر ممتاز ہیں۔ وہ کسی غیر ایرانی کے کلام کو خاطر میں نہیں لاتے لیکن حضرت امیر خسروؔ کے سامنے انھیں بھی جھکنا پڑا ہے۔"[3]

---

[1] خزانۂ عامرہ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۵۔ [2] حیات سعدی صفحہ ۱۶۱ - ۱۶۲ مطبوعہ انصاری پریس دہلی ۱۳۰۴ھ [3] ماخوذ از تقریظ۔ حیاتِ امیر خسروؔ صفحہ ۳ مطبوعہ ٹائمز پریس کراچی مؤلف نقی محمد خاں خورجوی۔

امیر خسرو کی مختلف رنگارنگ خصوصیات سے قطع نظر یہاں ان کے شاعرانہ کمالات پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ امیر خسرو ہندوستان میں فارسی زبان کے سب سے بڑے شاعر تھے۔ ان کی زبان میں ایسی حلاوت تھی، محاورہ اور روزمرہ پر انھیں ایسا عبور تھا اور کلام میں ایسی بے پناہ روانی تھی کہ لوگ انھیں "سعدیٔ ہند" اور "طوطیٔ شیریں مقال" کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ ذہانت فطرت سے ودیعت ہوئی تھی بچپن ہی سے شعر و شاعری کا مشغلہ شروع کر دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ابھی دودھ کے دانت بھی گرنے نہ پائے تھے کہ شعر کہنے لگے۔ "دیوان غرۃ الکمال" کے دیباچہ میں خود کہتے ہیں۔

"دران صغر سن کہ دندان می افتاد، سخن می گفتم و گوہر از دہانم می ریخت۔"[1]

بچپن میں خواجہ نظام الدین اولیا کی شاگردی اور فیض صحبت نے ان کے فطری جوہر شاعری کو خوب چمکایا اور پروان چڑھایا۔ خسرو کو اپنے پیر و مرشد سے بے پناہ محبت اور عقیدت تھی۔ ۱۸ ربیع الاول ۷۲۵ ہجری کو بروز چہارشنبہ بوقت نماز عصر خواجہ نظام الدین اولیا نے چورانوے[۹۴] سال کی عمر میں وفات پائی تو امیر خسرو کے لیے یہ صدمہ جانکاہ ثابت ہوا۔ اس زمانہ میں وہ دہلی میں موجود نہ تھے بلکہ بنگال گئے ہوئے تھے۔[2] جب مرشد کے انتقال کی خبر سنی تو دیوانہ وار دلی پہونچے اور ان کی قبر کے پاس زمین پر سر رکھ کر کہا:

"سبحان اللہ! آفتاب در زیر زمین و خسرو زندہ؟"

اور پھر بے ہوش ہو گئے۔ جب دیر کے بعد ہوش آیا تو یہ شعر پڑھا ؎

گوری سوے سیج پر، مکھ پر ڈارو کیس
چل خسرو گھر آپنے سانجھ بھئی چو دیس

اس کے بعد فوراً ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، اور اپنے مرشد کی پائنتی دفن

---

[1] دیباچہ غرۃ الکمال دیوان خسرو۔ [2] خسرو محمد بن تغلق بادشاہ ہند کے ساتھ بنگال گئے تھے۔

کئے گئے ۔ محبت و عقیدت کے ایسے گہرے تعلق کی مثال ملنا مشکل ہے، خواجہؒ کو بھی امیر خسرو سے بے حد محبت تھی اور ان پر بہت زیادہ شفقت کرتے تھے ۔ مشہور ہے کہ ایک بار انھوں نے فرمایا کہ :-

"اگر خلاف شریعت نہ ہوتا تو میں یہ وصیت کر جاتا کہ خسرو کو میری قبر میں دفن کیا جائے ۔ تاکہ وہاں بھی ہم دونوں یکجا رہیں۔"

یہ خلافِ شریعت خواہش تو پوری نہ ہوئی، لیکن خسرو نے اپنے مرشد کے قدموں میں جگہ ضرور پائی۔[1]

---

[1] عدیم المثال ۷۲۵ ہجری | طوطیِ شکر مقال ۷۲۵ ہجری | سے سن وفات نکلتا ہے ۔

مولانا شہاب معمائی نے حسب ذیل قطعۂ تاریخ وفات لکھا تھا، جو خسرو کے سنگِ لحد پر کندہ ہے ؎

میر خسرو، خسروِ ملکِ سخن — آں محیطِ فضل و دریائے کمال

نثر او دلکش تر از ماءِ معین — نظم او صافی تر از آبِ زلال

بلبلِ دستاں سرائے بے قریں — طوطیِ شکر مقالِ بے مثال،

از پئے تاریخ سالِ فوتِ او — چوں نہادم سر بزانوئے خیال

شد عدیم المثل یک تاریخ او

۷۲۵ھ ہجری

دیگرے شد "طوطیِ شکر مقال"

۷۲۵ھ ہجری

**امیر خسرو کے شاعرانہ کمالات** خسرو نے تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے غزل ان کا خاص میدان تھا، قصیدہ گوئی میں بھی ان کی مہارت مسلم ہے لیکن فطری طور پر وہ مدح سرائی کو پسند نہیں کرتے تھے، جیسا کہ اُنھوں نے خود کہا ہے۔ قطعہ

از گفتنِ مدح دل بمیرد　　شعر ارچہ تر و فصیح باشد
گردد زنفش چراغ مُردہ　　گر خود نفس بہ مسیح باشد

قطعہ، رباعی، مثنوی وغیرہ اصناف سخن میں انھوں نے ہزاروں اشعار لکھے اور ان میں بیشتر نہایت بلند پایہ ہیں۔ ان کا نعتیہ کلام نہایت دلکش، روح افزا اور ایمان پرور ہے اگرچہ مقدار میں کم ہے مگر جو کچھ ہے وہ امتیازی شان کا حامل اور مقبول خاص و عام ہے۔ بقول عرفی شیرازی ؎

عرفی مشتاب ایں رہ نعت ست نہ صحراست　　آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ ست قلم را

اکثر شعرا زور بیان، اور شدت جذبات کی وجہ سے اس راہ میں بھٹکے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کوئی عبد و معبود کے امتیازات کو مٹا دیتا ہے، کوئی سراپا نگاری میں ایسی بے سر و پا باتیں کہتا ہے کہ جو حضرت محمد صلعم کے شایان شان نہیں، کسی نے نعت کی پاکیزہ صنف کو غزل بنا ڈالا، اور کوئی صرف معجزات کے ذکر پر اکتفا کرتا ہے۔ خسرو ادب شناس محبت اور رمز گاہ حقیقت تھے، وہ اپنے جذبات عقیدت کا اظہار خلوص کے ساتھ کرتے ہیں۔ لیکن پاس ادب ملحوظ رکھتے ہیں۔ محبوب رب العالمین کی مدح کرتے ہیں "رب العالمین" کے الفاظ کا سہارا لے کر ؎

احمدِ مرسل کہ زد چرخ علو یافتہ　　نامۂ تِلْکَ الرُّسُل فضل از و یافتہ
اے گفتہ بہ امتِ تو یزداں　　قَدْ جَاءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقّ
جز خدا کس قدرِ تو نشناخت نہ آنک　　کس خدا را ہم چہ تو نشناختہ

فلسفہ وحکمت کے مضامین خسرو کا موضوع سخن نہیں، وہ تو عشق کی راگنیاں گاتے ہیں، حسن کے نغمے الاپتے ہیں اور بہائے شیریں کے بیانات سے شکر افشاں رہتے ہیں۔ لیکن اگر کبھی فلسفہ وحکمت کے مضامین بیان کرتے ہیں تو اپنے مخصوص طرز میں اس طرح کہ نیش ناگوار بھی گوارا بن جاتا ہے سہ

خویش را در کوئے بے خویشی فگن     تا بہ بینی خویش را بے خویشتن
از تنم جز پیرہن موجود نیست     جانِ من جانان شد تن پیرہن

آدمی خوش دل نہ باشد گرچہ در جنت بود
آدمی خود کے تواند بود، چوں آدم نبود؟

زندگی کی بے ثباتی کے مضامین اکثر شعراء کے کلام میں ملتے ہیں۔ خسرو کی زبان سے بھی سنئے سہ

جان کہ بہ دنبالِ تست، چند عنانش کشم
چوں ز پئے ات رفتنی ست، ہم بہ تو باید سپرد

غم نیستی وہستی نہ خورد کسے کہ داند     کہ گزشت عمر و باقی نہ بود جہانِ فانی

زبان کی حلاوت اور گھلاوٹ کے لئے فارسی شاعری میں سعدی شیرازی سے زیادہ ممتاز کوئی دوسرا نہیں۔ لیکن خسرو ان کے شریک غالب نظر آتے ہیں۔ سہل ممتنع کا استعمال ان کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ پامال اور فرسودہ مضامین ان کے طرزِ ادا سے جاندار نظر آتے ہیں سہ

گر صبر کنیم جاں تواں برد     لیکن چہ کنیم چوں نہ باشد
مارا کہ بہ دیدنت ہلاکیم     تا دیدنِ تو چہ حال باشد

---

ہر ماہے اگر چہ تو شود ماہ     با روئے تو در نظر نیاید
جائے کہ تو ہم چو مہ بر آئی     مہ بیش رخت کجا بر آید

---

بامداداں بچمن نازکناں می گشتی ‏ ‏ سرویک پائے ستادہ بلب جوئے بماند

عاشقاں را بہ گہ رفتن تو باز آمدنش ‏ ‏ دل زجا می ‌رود و باز بجا می آید

بے روئے تو نوش می شود نیش ‏ ‏ وز دستِ تو نیش می شود نوش

شکر آن ست کہ اندر لب تست ‏ ‏ سخن این ست کہ ما می گوئیم

از من قرار و صبر ندانم کجا شدند ‏ ‏ من خود ز خویش ہیچ ندانم کجا شدم

غمت پرز خوں کرد دلہا سے ‏ ‏ وزاں غنچہ ہا گلشنت ساختہ

امیر خسرو کی رومانی شاعری فارسی ادب العالیہ میں نمایاں مقام کی حامل ہے۔ ان کا رنگِ تغزل رومان سے بھرا ہوا ہے۔ وہ خود آنسو بہاتے ہیں تو دوسروں کو بھی اپنے ساتھ رونے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ ہنستے ہیں تو دوسروں کو بھی ہنساتے ہیں۔ رومانی فضاؤں میں سانس لیتے ہیں تو دوسروں کو بھی وہیں کھینچ بلاتے ہیں۔ ان کا رومان اور تغزل ماورائی نہیں بلکہ اسی عالمِ آب و گِل کا رومان ہے اور تغزل صحیح معنوں میں تغزل ہے ؎

ابر باران و من و یار ستادہ بہ وداع ‏ ‏ من جدا گریہ کناں، ابر جدا، یار جدا

گل نو رسید بوئے ز بہار من نیامد ‏ ‏ چہ کنم نسیمِ گل را کہ ز یار من نیامد

دوش پنہاں می کشیدم زلفِ تو — چشم مستت ناگہاں بیدار شد

او چشم داشت بر من، من لب او گرفتم — تا بو کہ زندہ مانم زاں غمزہ در پناہش

خسرو کی خیال آفرینی انھیں ہندوستان و ایران کے اکثر شعرا سے ممتاز کرتی ہے۔ خیالات کی ندرت اور طرز ادا کی جدت میں ان کا کلام بہت سے ممتاز شعرا پر فوقیت رکھتا ہے ؎

از نرد بانِ زلف تو ہر دم بہ آفتاب — آساں سد ولیک شبے در میاں کند

توشہ جگر پختہ ام از بہر آنک — جان و دلم ہر دو سفر می کنند

زلفت ار چا ستگہ ہم پیمایم — تا بہ پایاں نا زشام رسد

گریۂ خسرو چو تنگ گرد گفت — خانہ بروم زود کہ باران رسید

بہ زلفش صد دل مظلوم در فریاد می بینم — نہ دانم رشتۂ ظلم است یا زنجیر داد است ایں

شانہ کردن زلف را چندیں چہ سود — بستہ چندیں دل بہ ہر خم ہم چناں

معاملہ بندی غزل کی جان ہے، اور خسرو بقول غلام علی آزاد بلگرامی، اس طرز کے موجد تھے ؎

دلم بہ بُرد، گرفتم کہ، دزدِ دل بنما — بہ ناز خندۂ دزدیدہ کرد و خال نمود

خوش آں شبے کہ سرم زیرِ پائے یار بماند　　　دو دیدہ در رہِ آں سروِ گل عذار بماند

---

تو خوش خفتہ بہ خواب ناز تا صبح　　　مرا بیدار باید بود تا روز

---

دوش پنہاں می کشیدم زلفِ تو　　　چشمِ مستت ناگہاں بیدار شد

---

عالم وارفتگی میں عاشق یاس و اُمید کی کشمکش میں کس طرح مبتلا ہوتا ہے۔ اور کس طرح اپنے دلِ بے قرار کو صبر و تسکین دینے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر بھی دل کی بے قراری کو قرار نہیں ملتا۔ یہ وارفتگی کی کیفیت خسرو کے کلام میں دیکھئے ؎

نیست چوں بخت وصالم بہرِ صبر از خونِ دل
ہر دمے یک جا نویسم نام تو با نام خویش

خسرو کو قنوطیت سے کوئی سروکار نہیں، شبِ ہجراں کی درازی سے بھی وہ غمگین نہیں ہوتے کیونکہ سحر کی اُمید اُن کا حوصلہ بڑھاتی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

شبِ ہجراں دراز ست ارچہ خسرو　　　مشو غمگیں کہ اُمیدِ سحر است

مصائب اور آلام کو وہ ہنسی خوشی کے ساتھ برداشت کرتے ہیں، وہ نالہ و فریاد اور گریہ و زاری کے قائل نہیں ہیں ؎

منال از جورِ محبتہا خموش و دم مزن خسرو　　　کہ اے بے صبر در عالم مصیبت بیش می آید

---

غم مخور اے دل کہ یارا بام شادی ہم رسد　　　ہر کجا دردے ست آں را عاقبت مرہم رسد

امیر خسرو کے اشعار میں اُن کی بے ساختہ اور حسین صناعی اور ردمانی انیچ اور اُن کے طرز ادا کی ندرت انھیں ان کے معاصر شعرا سے ممتاز کرتی ہے ؎

بہ کدام سرو بینم کہ زتو صبور باشم  کہ دراز ماند در دل ہوس قد بلندت

قصۂ زلفش نہ می گویم بہ کس  زاں کہ خاطرہا پریشاں می شود

پیش تو خواہیم کہ آہے کنیم  آہ کہ آں ہم نہ توانیم کرد

آفاقی صداقتوں کے بیان میں خسرو کی زبان کتنی سادگی، صفائی اور عمدگی سے بھری ہوئی نظر آتی ہے۔ ایسے موقعوں پر ان کے اسلوب کی سادگی مضمون کو دو آتشہ بنا دیتی ہے۔ بیانِ صداقت میں صداقتِ بیان ان کے ہر ہر لفظ سے ظاہر ہوتی ہے ؎

ہیچ کس نیست کہ او را بہ جہاں درد نیست  وانکہ درویشا نباشد بہ جہاں ہیچ کس است

خیالش بے دریغم می کشد گویا نمی داند  کہ چوں جاں رفت از تن باز سوئے تن نمی آید

الفاظ کے معمولی رد و بدل سے معنی آفرینی میں بھی انھیں کمال حاصل تھا ؎

یار مہمان تست اے دیدہ  مردماں را بگو بروں باشند

دلم بردں شد از غمت، غمت نے دل بروں نہ شد  زبوں شدم کہ بود کو ز دست غم زبوں نہ شد

خطا باشد کہ زلفت مشک خوانم  کہ در ہر چین، دو صد تاتار دارد

چہ خفتی خیز اے مرغِ سحر خیز    ترا روزی ہمی باید مرا روز

امیر خسرو کی قادر الکلامی کا یہ عالم ہے کہ بعض غزلوں میں شروع سے آخر تک ایک ہی صنعت کا استعمال کرتے ہیں اور کہیں بھی روانی میں فرق نہیں آتا۔[1]

تصوّف کے رموز و نکات کو خسرو سے اچھا کون نظم کر سکتا تھا وہ تو اس دریا کے شناور اور نظام الدین اولیا کے ہم نشین تھے، مسائل و معاملات تصوف پر ان کی گہری نظر تھی۔ ہمہ اوست کا تصور تصوف کے راستہ سے شاعری میں داخل ہوا۔ خسرو کی زبان سے سُنئے ؎

ہستیٔ من رفت و خیالش نہ ماند    ایں کہ تو بینی نہ منم بلکہ اوست

معرفت تصوف کا بلند ترین مقام ہے اور خسرو اس مقام کی اہمیت سے واقف تھے۔ عارف کی تعریف اس طرح کرتے ہیں ؎

بس کہ پروانہ شود سوختہ شمع ز عشق    "عارف" از سوختگی عاشق پروانہ شود

امیر خسرو کے کلام میں وہ تمام شاعرانہ محاسن بدرجۂ اتم موجود ہیں جو ایک باکمال شاعر کے لئے طرۂ امتیاز ہوتے ہیں۔ ان ہزاروں اشعار میں سے چند اشعار بطور مثال پیش کرنے سے ان کی خوبیوں کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔ جب تک کہ ان کے دیوان اور مثنویات کا مطالعہ نہ کیا جائے۔ اُنھوں نے مناظر قدرت پر بھی مسلسل غزلیں لکھی ہیں۔ برسات ہندوستان کا خاص موسم ہے اس پر بھی خسرو کی طویل غزلیں موجود ہیں۔

---

[1] دیوان میں غزل نمبر ۴۴۲ ردیف "د" میں صنعت سوال و جواب کا استعمال دیکھیے

خسرو کے کلام میں حکمت، فلسفہ، تصوف، سیاست و اخلاق سب کچھ موجود ہے اور اس کے ساتھ عاشقانہ اور رومانوی شاعری میں اپنی مثال آپ ہیں۔

اپنے ذاتی مسلک کو جو صلحِ کل اور اتحاد و یک جہتی کا معیاری نمونہ تھا، جگہ جگہ بیان کیا ہے اور دلکش اور انوکھے انداز میں فرماتے ہیں ؎

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے — من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہے

---

کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست — ہر رگِ من تار گشتہ حاجتِ زُنّار نیست
خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند — آرے آرے می کنم با خلق و عالم کار نیست

---

**تصانیف** امیر خسرو کی تصانیف کی تعداد اچھی خاصی ہے، ان میں منظومات زیادہ ہیں، انھوں نے اپنی زندگی میں تقریباً پانچ لاکھ اشعار لکھے۔

"امیر خسرو در یکے از رسائل خود بیان فرمودہ کہ اشعار من از پانصد ہزار بیت کمتر است و از چہار صد ہزار بیت بیشتر۔ و خمسہ امیر خسرو ہژدہ ہزار بیت است[1]"

ان کے دیوان چار ہیں جو خود ان کے مرتب کئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنے چاروں مجموعوں کے نام بھی خود رکھے ا:-

(۱) تحفۃ الصغر — (۲) وسط الحیوٰۃ
(۳) غرۃ الکمال — (۴) بقیہ نقیہ

(۵) اعجاز خسروی۔ ایک ضخیم کتاب ہے، جو فارسی زبان کے قواعد بلاغت پر لکھی۔

---

[1] تذکرہ دولت شاہ سمرقندی مرتبہ پروفیسر براؤن صفحہ ۲۴۱ و ۲۴۲۔

(۶) مطلع السعدین
(۷) شیریں خسرو
(۸) دیوان نہایت الکمال
(۹) لیلےٰ مجنوں
(۱۰) آئینہ سکندری
(۱۱) مثنوی قران السعدین
(۱۲) مثنوی نہ سپہر
(۱۳) مثنوی مفتاح الفتوح
(۱۴) مثنوی خضر خاں و دول رانی
(۱۵) تغلق نامہ
(۱۶) خزائن الفتوح یا تاریخ علائی
(۱۷) افضل الفواد

ان کے علاوہ بعض اور کتابیں بھی ہیں ان میں سے اکثر شائع ہو چکی ہیں۔ اور بیشتر کتابیں نولکشور پریس نے شائع کی تھیں۔ اور اب ایران سے بھی ان کی چند کتابیں شائع ہوئی ہیں۔

**دیوان امیر خسرو** امیر خسرو کے چاروں دواوین کا مجموعہ نولکشور پریس لکھنؤ نے کلیات دواوین عناصر خسرو کے نام سے شائع کیا تھا، جو عام طور پر ہندوستان و ایران میں بہت مقبول رہا۔ اس کے متعدد اڈیشن شائع ہوئے، اب جب کہ اس کی اشاعت جدید کا خیال پیدا ہوا تو مطبوعہ دیوان کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اس میں اغلاط بہت ہیں اور ان کی صحت کے سلسلہ میں بعض دوسرے قلمی و مطبوعہ نسخوں سے مدد لینا ضروری تھا۔ خوش قسمتی سے ایران کے مشہور فاضل سعید نفیسی کا مرتب کیا ہوا دیوان ایران سے شائع ہو چکا ہے۔ انھوں نے ایک مستند قلمی نسخہ کی مدد سے مرتب کیا تھا۔ یہ قلمی نسخہ ۹۶۳ھ کا لکھا ہوا ہے اور بہت خوشخط ہے۔ کاتب کا نام یوسف بن یعقوب ہے۔ سعید نفیسی نے اس نسخہ کے دو صفحات کا عکس بھی شائع کیا ہے۔ یہ نسخہ ہر حیثیت سے مکمل اور بے عیب تھا اس لئے انھوں نے اسے اپنے مقدمہ اور مفید حواشی کے ساتھ شائع کر دیا۔ میں نے نولکشوری اڈیشن اور سعید نفیسی کے اس جدید

اڈیشن کو سامنے رکھ کر پیش نظر نسخہ مرتب کیا ہے۔ جس میں سعید نفیسی کے مرتبہ اڈیشن میں جو غزلیات شامل نہ تھیں اُن کو بھی شامل کیا اور کچھ کلام جو دونوں میں نہ تھا اس کو بھی شامل کیا۔ اس سلسلہ میں قلمی نسخوں سے بھی مدد لی اور خسرو کے دوسرے مجموعوں سے بھی۔

میں نہایت اعتماد اور فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس سے زیادہ مکمل دیوان خسرو، اس سے پہلے کبھی شائع نہیں ہوا۔
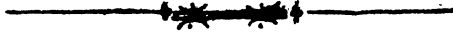
# تقریظ

## از آں جہانی منشی نول کشور بانی "مطبع نولکشور"

چندانکہ بوالاحوصلگی و بلند خیالی ایں مطبع اکثر تصانیف لطیف قدمائے
رحمہم اللہ بر طبق خواہش شائقین وقتاً فوقتاً بہ طبع رسیدہ اشاعت پذیر گردیدہ
مزید براں منظور نظر اہل نظر افتادہ بر واحد بو فور مہربانی داد قدردانی دادہ ہم چنیں فرط
مستمندے ارباب معنی نسبت کلام معجز نظام حضرت امیر خسرو دہلوی علیہ الرحمہ دریافتہ
درچار سوئے تلاش و جستجوئے آں شتافتہ اگرچہ خیالات بلند و مقالات ارجمند ایں
بزرگوار مقبول درگاہ کردگار بیشتر بر بیشتر لاکن دریں زمانہ مانند نظر پوشیدہ از نظر اگر
بمقامے در مجلس وجد و سماع قوالی غزلے از تصنیف شریف سرائید شنوندہ ذوق یاب
گشتہ جویائے دیوان فیض بنیان گردید واں حکم عنقا یافت مشتاقے مشتاق سرگرانیہا
یافت نظر بایں ہمہ تن آرزوہا بودم و روز و شب در جستجو تا ایں کہ بہ مصداق جوئندہ
یابندہ روزے در خدمت ابو حامد یوسف علی صاحب لکھنوی کہ در سرکار بھوپال علاقہ
دارند و ذی استعداد روزگار اند بر سبیل تذکرہ ذکر عدم بہم رسی دیوان ایں خسرو سخنوراں
با فرط خواہش مستمنداں بمیان آمد خصوصاً شوق درونی خود بر زبان مولوی صاحب معزی الیہ
نظر بشوق احقر مجموعۂ انتخاب چار دیوان حضرت ایشاں کہ مانند جان عزیز و نہاں
می داشتند لطف داشتہ منت بر جان مستمنداں گزاشتند چوں بمجموعۂ موصوفہ نظر کردم
شاہد آرزو در بر کردم طرفہ مجموعۂ کہ خود آں طوطی شیوا زبان ہندوستان از چار دیوان

خویش ترتیب دادہ کیفیت چار فصل عالم بلا فصل باین یک فصل بلاغت د
فصل فصاحت نہادہ و چار عنصر کمال و معنی و چار گلشن نہال معانی ذہنی نے نے چار قب
تارک سیری دخانی و چار بالش ہنر و نکتہ دانی یک یکسہ دیوان ازاں مانند مصرعہ چہارم
رباعی مصرع د فرداً فرداً بجوہر ترصیع مرصع نخستیں تحفۃ الصغر مطبوع مطابع صغیر و کبیر
دوئمیں وسط الحیوٰۃ مانند آب حیات بے نظیر سوئمیں غرۃ الکمال بکمال عزت معزز
و ممتاز چہارمیں بقیہ نقیہ بہ باقیات صالحات سرفراز قصائد لاجواب غزلیات
انتخاب قطعات برنگ قطعات فرادیس خورم و خوش رباعیات مانند چار موجۂ کوثر
دلکش باین چار ارکان معنی مجموعہ را چار عنصر خسروی گفتن لطیفۂ غیبی و نکتہ لاریبی چنانچہ
در دیباچۂ مصنف بشرح اسمائے دواوین ازیں نکتہ ایمائے مبین بہ ہفتدہ نیکو
مبرہن بوصور ہیچ غیر مرتب نعمت برخود بالیدم واز غایت شادمانی در پیرہن
نہ گنجیدم خواستم کہ تنہا متلذذ نباشم ایں اعلائے اعلیٰ برسماہ طبع نہم و بہمانی ارباب
زماں و ہم نسخہ ممدوحہ مکتوبہ قدیم زماں بر قرب عہد مصنف نشان از غایت
کہنگی و کرم خوردگی جابجا حروف الفاظ مانا بہ نقوش موہومی بل نامشاہد غیر مرئی
در تلاش نسخۂ دیگر آں ہمت برگماشتم و در چار سوئے جستجو قریب دہ سال تگاپو داشتم
دریں مدت از کدامی کتاب خانۂ رئیس شہر و دیار نسخۂ دیگر بہم نرسید رفع شکوک
مقامات مخدوش نہ گردید آخر بہ خاطر عاطر چناں ترادید و بصفۂ سینۂ خورشید
ارادہ الٰہی بدیں گونہ تابید کہ تا کے ایں معشوقہ زیبا و جذیرہ رعنا را کہ در پردہ بایدداشت
نقاب احتجاب از چہرہ باید افراشت یعنی بطبع ایں مجموعہ باید پرداخت و بر توکل
الٰہی تکیہ باید ساخت کہ ہمیشہ کار و بار ایں مطبع بہ حمایت توکل و توفیق الٰہی رونق پذیرو
باشاہد تمنا بغلگیر بنا بر علیہ ہماں نسخہ برائے نقل بر داشتن مقرر شد و در حل مقامات
مخدوش غور و امعان نظر شد ارباب تصحیح مطبع کمال خوض و فکر را کار فرمودند و بقدر

امکان بہ تصحیح آں سعی و کوشش نمودند برایں ہم بعض بعض مقام حل نگردیدند و بسبب نامحسوس و مخدوش بودن بہ فہم نرسیدند ہم چناں آن مقام سادہ گزاشتہ شدند و از تصرف بری داشتہ شدند چہ در کلام ہمچو علام تصرف محض تکلف و تکلف صرف تصرف لہذا از ناظرین با تمکین اُمید چنیں ست کہ مطبوع شدن ہمچو نسخۂ عزیز الوجود را غنیمت دانستہ سادہ بودن مقامات مذکور بعد ز مسطور تصور خواہند فرمود و نسبت جد و جہد جلیلہ و سعی و کوشش نبیلۂ ارباب مطبع نظر کردہ بہ دعائے خیر یاد خواہند نمود۔

---
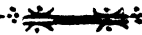
# دیباچہ

## از حضرت امیر خسرو دہلوی رح

حمدے کہ بقیہ نقیہ آں در تحریر برابر آید آں در نثار آمد و ستایشے کہ حلیۂ جلیلۂ آں
در تقریر فزاید و صفحات و رموز اسرار مرآں خالقے کہ مخلوقات و مصنوعات ابدائع
و صنائع کتم عدم بہ صحرائے وجود پدید آورد و در دفتر آسماں بر مدار زمین بیاض روز
و ظلمت شب را مندرج گردانند مگر در کنہ و کیفیت آں قلم اوصاف واصفان شکستہ
و مرغ روح عاقلاں در کشف حقیقت آں پر انداختہ و خلعت ضعیف ناسوتی را مستعد
سر اسرار لاہوت ساختہ و ملک و ملکوت را بہ صنعت غریب بہر صورت کہ خواست از جناب
کبریا و جبروت پرداختہ زہے حکیمے کہ منجم حکمش چندیں ہزار دقائق حکمت از دو حرف
ریختۂ خامۂ ادراک روزنامچۂ افلاک را استخراج کرد یعنی ہر چہ ازیں گرہ آرد و حرف امر
کہ نیم دائرہ یک نقطہ است نہ پرکار پرکار گردوں پدید آورد و چندیں ہزار نقطۂ نبوت در
دائرۂ ایں دائرۂ خاک باستظہار رسانید الف و حا و میم احمد را کہ نقطہ نہ دارد در دائرۂ
نقطہ ساختہ بواسطۂ او سپہر لولاک لما خلقت الافلاک کہ شکل پرکار دارد در آورد
نزدیک بعضے حکما نقطۂ وجود ندارد و نقطۂ وجود محمدی علیہ السلام منور در عدم بود کہ دائرہ
موجودات بواسطۂ او در مرکز کون مدار یافت اینکہ ہنوز در سمت عدم در وے بود ظرف
است والحمد للہ تعالے ع ظرفیست کہ ہستی ہمہ زو یافت نمود ؛ بدانکہ روایان دور
کہ رموز معانی بر ایشاں واضح سست دانند کہ صحف کاتب ہر قسمے از اقسام منظوم و

منشور رعنایئے عالی ست کہ جز قرآن و احادیث و اقاویل علمائے دین بالائے آں صحف نتواں گذاشتن و نگاشتن ازاں روکہ ہر توحید او شفاعے ست از آب "مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ" و ہر صورت ہر مصباح و نعت گوئی کہ خالی ست از حقیقت یٰسٓ وَالْقُرآنِ الْحَکِیْمِ وسواد شعر و نصائح او گوئی سایہ ایست از "شَجَرَۃٌ طَیِّبَۃٌ اَصْلُہَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُہَا فِی السَّمَآءِ" و موعظہ ہر قطعہ گوئی عصارہ ایست از خلاصہ "یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ" و روح ہر غزلے کہ گوئی تمہ ایست از "اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ" و لوازم ہر وصف اگر گوئی رائحہ ایست از رو لحہ "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ" فالحاصل در اوصاف نظم و نثر خوش خیال حبذا اصفائے طبیعی کہ عطیۂ آیت الٰہی بہ فکر ریاضے تشبیہی چوں نے از نیے و کاہے از کوہے بیروں توانم داد چنانکہ عنصر یان مصنوعات کا تب از ان جا کہ در طبع گردد زیرا کہ دریں وقت اکثر طبائع بغزل میل دارد و از اں روز بازار فارس گرم ست و راویان سخن میخوانند تا از شعلۂ غزل محرق مجلس را گرم گردانند اکنوں مصلحت آں دیدم کہ بہ ہوائے دل خویش کہ کثافت طبیعت او آب گشتہ است از نائرہ قلم روانہ گردانم و در اوصاف ہر غزل چہار تشبیہ بہ چہار عنصر برائے نمونہ شعر بر آئینہ تخیل حکما از چہار طبع خویش رواں سازم تا بدانند ؎

تا بدانند کہ یک طبع بود ہست چہار — کہ ہمی زاید از و معدن حیوان و نبات

معلوم خواطر اصحاب طبع باد کہ بمرتبۂ اول غزلیات بمثابۂ خاک سرد و خشک و کثیف و نازک ست ایں غزلہا نیز بہ نسبت صنائع و بدائع خشک و تکلیفات سرد و کثیف تکلفات و بہ کثافت میل کند چوں بکام پرداخت آں دیوان اول تحفۃ الصغر است ایں طفل خاک را کہ ایام خاکبازی ست با طفلان و ہر صنفے رغبتے تمام غزلہائے دیوان بریں افتادہ است ؎

سہل باشد نباشد آں بسیار — کاں چناں اندک ست نے بسیار

مرتبۂ آں بود دوم مرتبۂ دوم غزلہا آب بود چوں آب بر خیال لطیف و از خاک برتر ست و از کدورات الفاظ کثیف مصفا و سطر الحیوۃ است گرم و تر افتادہ است گوئی آبے ست

که از آتشِ طبعِ خویش جوشش بسیار یافته است از محلِ مائیت بمرتبۂ هوائیت رسیده و در مائیتِ خویش مانده و مرتبہ سوم غزلهائیست برشته باد چوں خاصیتِ آب گرم و تر افتاده است و ایں غزلها لطیف ترست و روان تر و برتر و از بس لطافت خلل پذیر نبود و ایں غزلها نیز مانندِ باد گرم و تر افتاده است و از غزلهائے که مانندِ آب لطیف و روان تر و عالم بے پرواز آتشِ طبع قوت بسیار یافته است و از مقامِ هوائیت بمرتبۂ مائیت رسیده و ایں زاں غرة الکمال ست غزلهائے او نیز بریں نوع افتاده است باید که خواننده بطبع وفا و تاویل نماید و مرتبۂ چهارم غزلهائے مثالِ آتش ست چنانکه آتش بعلو میل دارد و هیچ سر به پستی فرو دنیارد و تنزل را در وے راه نبود و هیچ طبعے از و بلند تر نبود و باد و نه رسد چنانکه حرارت خاصۂ آتش ست در دلهائے نرم چوں آتش در پنبه گزرد و دلِ آهنیں را قدرے نرم سازد و اگر دلے ست که درد عشق زرے ندارد نیک بسوزاند و خاکستر گرداند غزلهائے بقیه نقتیه بعد ازیں اگر شعلهٔ روشن و آتشِ طبعِ وقاد که در شعر بود امید ست که ازیں غزلهائے سوزاں بلند کرهٔ اسیر را سراسر آتش پارے گردانم بمثابتے که شعلهٔ سوزاں آں از خرمنِ آں د در خوشۂ عطارد گیرد چنانکه اشراق آں در چرخ افتد و مشعلۂ آفتاب را آب گرداند خسروا سخن بسیار می گوئی و مبالغت می نمائی و عذر استغفار کن که وقت ست الٰهی بعزت صفدری که گفت انا افصح العرب والعجم که به آب توبه آتش دروغهائے راست کرده را از روئے لوحِ دلِ من بشوئے و ایں شاعرِ دروغ زن را بسوئے راستی راه نمائی که او در دروغگوئی خود چناں به تنگ آمده ام که نیام شکارِ تیغ بلکه خلاصۂ کفر خویش ستائش دیباچۂ خویش کرده ام و حضرتِ رسالت صلے اللہ علیه وسلم فرموده است که "کل شاعرٍ کذابٌ" دانی که حاصلِ ایمانِ من چه باشد که کذب را بکمال رسانیده ام خود را بحکمِ آنکه دریں فن مدعی ام و قصۂ کل شاعر کذاب در حقِ من ثابت شده است و اهل ادب گفته اند که کاذب فاعل ست و کذب ازاں قوی ترست اگر در شروع هر یک

قیام نمایم از غرض اصل باز مانم الغرض آنہا کہ از یں دروغ زنانندہ راست آرندہ شعر ند خاصۂ من کہ مبالغتہا یم گاہے رسیدہ است ؎

کہ اگر راست خواہی خسرو را — کذب ایں جا خلاصۂ کذب است

اے کشایندۂ زبان دربار صدیقاں بر تسبیح ذکر خویش و اے آرندہ و آرایندہ دل گہربار محبان بہ تہلیل و تحمید خویش کہ من درآمدہ را چوں ہنگام صندوق صدق رسد کلمۂ وافر فتوح لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ را کلید آں صندوق گرداں و خاتمہ کار کاتب و ناظم و قاری و ناظر را بدولت ایمان مشرف گرداں بحق محمد و آلہ و صحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین

# ساقی نامہ[1]

بیا تا بہ شادی و فرخندگی | برآریم باہم دمے[2] زندگی
بہم صحبتاں دوستگانی[3] دہیم | نشینیم و دادِ جوانی دہیم
اگر باز کاویم بنیاد را | بنا بر غم است آدمی زاد را
چو غم را کرانہ پدیدار نیست | بہ از شاد بودن دگر کار نیست
کسانے کہ رخت از جہاں بردہ اند | ہمہ در غم زیستن مردہ اند
ہمہ کس طلب گار عمر ند و بس | کسے را بہ مُردن نیاید ہوس
بقا را چو تنگ است جائے درنگ | چہ داریم بیہودہ دل نیز تنگ
یک امروز در خوشدلی رو نہیم | غم دی و فردا بہ یک سُو نہیم
دل امروز در بند فردا مماں | نگر تا بہ فردا نیابی اماں
بہ عمرے کہ نقد ست وا از غم تہی ست | غم عمر نسیہ خوری ابلہی ست
چو خواہی غم و شادمانی گذشت | جہاں خوش گذار ار توانی گذشت
بہ مے تازہ گرداں دل ریش را | رہا کن حسابِ کم و بیش را
بیا ساقی آں جامِ شادی فزائے | کہ بنیادِ غم را در آرد ز پائے
بمن دہ کہ راحت بہ جانم دہد | ز خونابۂ دہر امانم دہد

---

[1] ماخوذ از آئینۂ سکندری طبع علی گڑھ ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء (کہ در مابعد بعلامت آس مذکور ست) ص۱۲۵

[2] ت : دوست کامی ، [3] آس ص۱۲۶

بیا مطرب آں بربط خوش نوا — کہ بے مغزیش مغز را شد دوا
بزن تا چو برباید از مغز ہوش — بدل جانِ نو ریزد از راہ گوش
بیا ساقی آں چشمۂ زندگی — کہ یابد ازو عمر پایندگی
مرا دہ کہ من خضر پنہانیم — ثنا گوے اسکندرِ ثانیم
بیا[1] مطرب آں نغمہ زن رود — کزو آب جیحوں در آید برود
برآور بداں گونہ بانگ رباب — کہ اسکندر خفتہ خیزد ز خواب
بیا[2] ساقی اندر قدح پے بہ پے — بہ عاشق نوازی فرو ریز مے
مے کو بہ عشق آشنائی دہد — ز تشویش خویشم رہائی دہد
بیا مطرب آں پردہ ہاے کلیم — کزو گشت پوشیدہ عقل سلیم
نوازش چناں کن کہ جانِ نژند — شود رستہ زیں عقل نا سودمند
بیا ساقیا دردہ آں خوب[3] جام — کہ شد قرۃ العین مستانش نام
چناں گوش من پر کن از بانگ نوش — کہ بیروں دود پند دانا ز گوش
بیا مطرب آں حجرۂ[4] طفل دوش — چو طفلاں ببر گیر و بنواز خوش
نوائے کہ تعلیم کرد از نخست — بزن چوب تا باز گوید درست
بیا[5] ساقی آں بادۂ تلخ فام — کہ شیرینیِ عیش ریزد بہ کام
بدہ تا بہ شیرینی آرم بکار — کہ تلخی بسے دیدم از روزگار
بیا مطربا برکش آواز[6] تر — دماغ مرا ترکن از ساز[7] تر
رواں کن کہ خشک ست رود رباب — ازاں دست چوں ابر بارانش[8] آب

---

۱ آس (ص۳۰)، آ: ایں   ۲ آس ص۱۳۱   ۳ آس (ص۱۲) خونِ خام
۴ م آ: حجرہ   ۵ آس ص۱۵   ۶ م آ: تیز   ۸ آس ص۱۶ بارانِ آب

بیا ساقی آن شربتِ خوشگوار — که زو بزم گردد چو خرم[1] بهار
بده تا چو در تن درآرد توان — گلِ زردِ من زو شود ارغوان
بیا مطربا سازِ[2] کن تمام — بدین ارغنون ساز طنبور نام
که گر چون عروسانش در بر نهی — مے پرده[3] ہدا زکد دے تہی
بیا ساقی آن گنجدان نشاط — که اندیشه را در نوردد بساط
بده[3] تا بساطِ سخن نو کنم — وزو مجلس آرای خسرو کنم
بیا مطربا ساز کن چنگ را — بنالش درآر آن تر آہنگ را
رہے[4] گیر کز ذوق آواز وے — حریفان نه گردند محتاج مے
بیا[5] ساقی آن بادهٔ دلنواز — دلِ آہنینِ من آئینه ساز
مے صاف کاید چو ما را به تن — توان دید جان آشکارا به تن
بیا مطربا نغمهٔ خوش برآر — بزاری یکے قولِ دلکش برآر
بزن زان زبان[6]‌هاے[7] درنگ — که شد راه زن ہمچو تیغِ فرنگ
خوشا خرگهِ گرم در ماه دے — ہم از تابِ آتش ہم از تاب[8] مے
مے روشن و ساقیِ چون شکر — به ریشم زنی ساده زان خوب تر
کبابے و نقلے و ہم خوابهٔ — که جانے ستاند به ہر لابهٔ
کسے کیں تمناش ہمره بود — اگر بیش ازیں جوید ابله بود
مشو ابله اے مردِ عشرت پسند — ز عشرت دمے چند شو بہره مند
به کف گیر جام درفشنده[9] را — درو ریز یاقوت رخشنده را

---

[1] آس: ص ۱۰۳ [2] آ: بر؛ تی: تر [3] در تی این بیت را حذف کرده و در آ ممسوخ آورده این طور: بدہ با بساط سخن نو کنم ؛ وزو مجلس آرای خوشبو کنم، تصحیح از روی آس ص ۱۰۴ [4] آ: ذوق و آواز [5] آس: (ص ۱۰۵)، ساقیا زان [6] آس: زبان [7] آتی: دانی، تصحیح از آس [8] آس: تاب [9] تی آ: درخشنده تصحیح از روی آس۔

بیا[1] ساقی آن ارغوانی شراب ‌‌ ‌ ‌ که محراب زردشتیان شد خراب[2]

بده تا به مستی کنم خواب خوش ‌ ‌ ‌ ‌ کنم آتش غم بدان آب خوش

بیا مطرب آن زخمهٔ[3] گرز یک فغان ‌ ‌ ‌ ‌ کشد[4] زاهدان را به کوے مغان

چنان زن که آتش زند سینه را ‌ ‌ ‌ ‌ ز سر نو کند داغ دیرینه را

بیا[5] ساقی آن ساغر دلکشاے ‌ ‌ ‌ ‌ که صورت نمایست[6] معنی فزاے

بده تا دل از روے مصفّا کنیم ‌ ‌ ‌ ‌ دو دریاے معنی به یک جا کنیم

بیا[7] مطرب آن نالے راکن بدست ‌ ‌ ‌ ‌ کز ارغنونهاے یونان شکست

چنان بلبلش کن که عنقاے ردم ‌ ‌ ‌ ‌ ازاں زاغ[8] گوید به هر مرز و بوم

بیا ساقی آن سلسبیل حیات ‌ ‌ ‌ ‌ که شوید همه تیرگیها ز ذات

بده تا چو منزل به خاکم کشد ‌ ‌ ‌ ‌ ز آلایش خاک پاکم کشد

بیا مطرب آن علم باریک را ‌ ‌ ‌ ‌ که روشن کند جان تاریک را

فرد گوے زان گونه سوزان[9] تر ‌ ‌ ‌ ‌ که دستار عالم ربایی[10] ز سر

بیا ساقی آن کیمیاے وجود ‌ ‌ ‌ ‌ که بے همتان را در آرد به جود

به من ده که تا شادمانی کنم ‌ ‌ ‌ ‌ ز گنج سخن دُر فشانی کنم

بیا مطربا مو به مو باز جوے ‌ ‌ ‌ ‌ ز موے کمانچه نواے چو موے

که تا چون به مستان رسد[11] ساز او ‌ ‌ ‌ ‌ گوارا شود مے بر آواز او

گر آسایشے داری[12] از روزگار ‌ ‌ ‌ ‌ جمال عزیزان غنیمت شمار

دل از روے هم صحبتان شاد کن ‌ ‌ ‌ ‌ به نقل و به مے مجلس آباد کن

به جمعیت دوستان روے نه ‌ ‌ ‌ ‌ پراگندگی را به یکسوے نه

---

[1] آس ص۱۶۱۔ [2] قیا [3] آس: زنبا [4] آس: چغنه [5] آس: کند [6] آس ص۱۴۳ [7] در آس محذوف [8] آس: باز [9] آس ص۲۱۲، کشد [10] آس: ربایند [11] آس ص۲۴ رسد [12] آس: خوابی

ز بادِ بهاری هوا مشکبوست[1] عروسِ چمن ز آبِ گل شسته روست

شده جلوه گر نازنینانِ باغ رُخ آراسته هر یکے چوں چراغ

بساطِ گل از سبزه گلشن شده چراغِ گل از باد روشن شده

شده مشکبو غنچه در زیرِ پوست چو تعویذِ مشکیں به بازوے دوست

بنفشه سرِ زلف را خم زده گره در دلِ غنچهٔ[3] غم زده

کشاده[4] گل لعل جلبابِ نور نظاره کناں چشمِ نرگس ز دُور

زبس تریِ اندامِ زیباے گل شده لرز[5] لرزاں سراپاے گل

شده سُرخ گل مفرشِ بوستاں به صحرا بروں آمده دوستاں

بروں کرده سوسن زبانِ خموش همی کرد و هر دم تقاضاے نوش

هوا بر سرِ سبزه می ریخت سیم مرا عنبر همی کرد بر گل نسیم

به هر چشمه منقارِ بط آب گیر چو مقراضِ زرّیں به قطعِ حریر

به هر شاخ مرغِ ارغنوں ساخته به هر نغمه گلبن سر انداخته

ازاں نغمه کو غارتِ هوش کرد مغنّی ترنّم فراموش کرد

غزل خوانیِ بلبلِ صبح خیز تمنّاے میخوارگاں کرده تیز

ز آوازِ درّاج در رقصِ تذرو سبک گشته در خاستن پاے سرو

ز نالیدنِ قُمریِ خوش نوا کبوتر معلّق زناں در هوا

بیا ساقی آں جامِ دریا دروں کز و گوهر مردم آید بروں

بده تا نشاطِ[6] دروں آرد دم بروں سنگ و گوهر بروں آرد دم

بیا مطرب آں مایهٔ دلخوشی که صوفی کند زو ملامت کشی

---

۱ اتش (ص ۱۲۹) مشکبوے ۲ اتش: روے ۳ اتش: محکم ۴ در نسخه محذوف
۵ نسخه: لرزه لرزاں، اتش: پاره پاره ۶ اتش (ص ۲۲۶) نشاطے بروں۔

بده تا دمے خرقہ بازی کنیم　　بہ مے دلقِ خود را نمازی کنیم

بیا ساقی آں بادۂ بے غمار　　فروشوے ازیں جانِ خاکی غبار

کہ چوں گم شود جان غمناک ما　　نہ ریزد کسے جرعہ بر خاکِ ما

بیا مطرب آواز بر کش بلند　　بروں کن غم از سینہ ہائے نژند

ز سر نو کن آئینِ عشاق را　　بقلقل[۵۱] درآر ایں کہن طاق را

بیا[۵۲] ساقی آں مے کہ کامِ من ست　　بمن دہ کہ درخوردِ جامِ من ست

مرا با حریفانِ من نوش باد　　حریفانِ بدرا فراموش باد

بیا مطربا ساز کن پردہ را　　بسوز ایں دلِ عشق پروردہ را

رسید از بتاں جانِ خسرو بہ کام
بہ یک زخم کن کارِ او را تمام

---

[۵۱] آتش (ص۲۷۹): بقلقل　[۵۲] آتش: (ص۲۹۲)۔

غزلیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱ — ت

ابر می بارد و من میشوم از یار جدا — چون کنم دل بچنیں روز ز دلدار جدا

ابر و باران و من و یار ستاده بوداع — من جدا گریه کناں ابر جدا ، یار جدا

سبزه نوخیز و هوا خرم و بستاں سرسبز — بلبل روے سیه مانده ز گلزار جدا

اے مرا در ته هر موے ز زلفت بندے — چه کنی بند ز بندم همه یک بار جدا

دیده از بهر تو خوں بار شد ، اے مردم چشم — مردمی کن مشو از دیدهٔ خوں بار جدا

نعمت دیده نه خواهم که بماند پس ازیں — مانده چوں دیده ازآں نعمت دیدار جدا

یده صد رخنه شد ا ربهر تو ، خاکے ز رهت — زود بر گیر و بکن رخنهٔ دیدار جدا

مید هم جان مرو از من ، دگرت باور نیست — پیش ازآں خواهی تو بستان و نگهدار جدا

حسن تو دیر نپاید چو ز خسرو رفتی
گل بسے دیر نه ماند چو شد از خار جدا

۲ — ب

صد هزاراں آفریں جان آفریں پاک را — کافرید از آب و گل سروے چو تو چالاک را

تلخ میگوئی و من می بینمت از دور و بس — زهر کے آید فرو گر ننگرم تریاک را

غنچهٔ[۱] دل ته بته بے گلرخان خون است ازآنکه — بوستاں زنداں نماید مردم غمناک را

چوں ترا بینم هم از چشم خودم در رشک ، ازآنکه — گرد تر دامن رخت ایں بے چشمهاے پاک را

گر بکویت خاک گردم نیست غم لیکن غم است — کز سر کویت نخواهد باد بردایں خاک را

---

۱ در نسخهٔ ن : در چمن هم خوش نیم بے تو تو هم میدانی آنکه —

شهسوارا عیب فتراکست صید چون منی　　گاه بستن عذر خواهی کن ز من فتراک را
چون[1] دلم زد چاک شد اے پندگو راضی نیم　　از رگ جانِ خود ار دوزی در این دل چاک را
چشمهٔ عمرست و خلقی در پیش جیفے تو لیست　　آشنائی با چنان دریا چنین خاشاک را

نالهٔ جانسوز خسرو کو بدلها شعله زد
۳　　رحمتے ناموخت آن سنگین دل بے باک را

مرا[2] دردیست اندر دل که درمان نیستش یارا　　من و دردت، چو تو درمان نمی خواهی دل ما را
منم امروز و صحرائے و آب ناخوش از دیده　　چو مجنون آب خوش هرگز نداری وحش صحرا را
شبت خوش باد و خواب مستیت سلطان من هم خوش　　شبے گرچه نیاری یاد بیداران شبها را
ز عشق ار عاشقے میرد، گنه بر عشق ننهد کس　　که بهر غرقه کردن عیب نتوان کرد دریا را
بمیرند و برون ندهند مشتاقان دم حسرت　　کله ناگه مبادا کج شود آن سرو بالا را
به نومیدی بسر شد روزگار من که یک روزے　　عنان گیری نکرد امید هم عمر گران ما را

مزن لاف صبوری خسروا در عشق، کاین صرصر
۴　　به رقص آرد چو نفخ صور کوه پاے برجا را

گر[3] از مے تلخ میکن آن دو لعل شکر افشان را　　که تا هر کس بگستاخی نبیند آن گلستان را
کنم دعوی عشق یار و آنگه زد و فا جویم　　نهے عشق از پے شورت و دست خواهم داشتن آن را
بران تازه‌تر زان شعله خاکستر شود جانم　　نفس بگشایم و دم میدهم سوزاک پنهان را
بریدم زلف او را سر، که هنگام پریشانی　　شهادت گوید آن زاهد چو دید آن کافرستان را
نهان با خویش میگویم که هست آن شوخ زان من　　مگر روزے دو بر سه ماند، زبانے میدهم جان را
ازو یارب نپرسی دم را سوزی بجاے او　　چو سیری نیست از آزاد خلق آن ناپشیمان را
بیار آن نامهٔ مجنون که گیرم سبق رسوائی　　بخون دل چو خسرو شست لوح صبر و سامان را

---

[1] چون دلم چاک از تو خدا اے پند رامی گو کیم ـ در "ن" [2] تا نهایة [3] سه شعر ابیات محذوف در نسخهٔ "ن"

۵

زمانہ شکل دیگر گشت و رفت آں مہربانیہا — ہمہ خونابہ حسرت شد ست آں دوستکامی ہا

عزیزانے کہ از صحبت گراں تر بودہ اند انجاں — چو بردلہا گراں گشتند بردند آں گرانیہا

نشاں ہمدماں جلے نمی بینم چہ شد آہے — زمانہ محو کرد از سر، دگر رہ آں گرانیہا

کنوں در گنج مہماں زمینند آنکہ دیدستی — پری رویان زیور کردہ را در میہمانیہا

چو مشک ما ہمہ کافور شد از سردی عالم — جواناں را زما دل سرد شد کو آں جوانیہا

دگر سوزیم در عالم کسے دلسوز ما نبود — زبس کز مہربانان رفت، سوز مہربانیہا

مخندائے کامران عیش، بر تلخیٔ عیش من — کہ من ہم داشتم اندازۂ خود کامرانیہا

کسے کامروز در شادیست فردا بینیش در غم — نوید و ماتم غم داں نوائے شادمانیہا

بنقد خوشدلی مفروش دہ روز حیات خود — کہ خواہد رایگاں رفتن متاع کامرانیہا

غم آرد یاد شادی ہائے رفتہ در دل خسرو

چو یاد تندرستی ز زمان شادمانیہا

ع

۶

بیم است کہ سودایت دیوانہ کند مارا — در شہر بہ بدنامی افسانہ کند مارا

بہر تو ز عقل و دین بیگانہ شدم آہے — ترسم کہ غمت از جان بیگانہ کند مارا

در ہجر چناں گشتم ناچیز کہ گر خواہد — زلفت بسر یک مو در شانہ کند مارا

زاں سلسلۂ گیسو منشور نجاتم دہ — زاں پیش کہ زنجیرت دیوانہ کند مارا

زیں گونہ ضعیف ار من در زلف تو آویزم — مشاطہ بجائے مو، در شانہ کند مارا

من[۶] می زدۂ دوشم شاید کہ خیال تو — امروز بیک ساغر مستانہ کند مارا

چوں شمع بتاں گشتی بیش آے کہ تا خسرو

برآتش روے تو پروانہ کند مارا

۷

آں[۷] طرہ بروے مہ بنہاد سر خود را — از خط غبار آں رخ پوشید چو خور خود را

---

۶؎ بیت محذوف در ن    ۵؎ این غزل محذوف در ت ۔ ۷؎ این غزل محذوف در ن "

چون دید گل رویش در صحن چمن زاں گل ایثار قدومش کرد از شرم زر خود را
مانند قدش بستاں چوں دید سہی سروے زیر قدش سبزہ بنہاد سر خود را
دیدم بر قبیب او بنشستہ سگ کویش گفتم کہ فلاں اکنوں وایافت خر خود را
اے ناصح بیہودہ چندیں چہ دہی پندم بگذار مرا بگذار، بے خانہ سر خود را
زاں بند قبا دارم پیوستہ بدل غصہ کاندر پے جان من بربست بر خود را

گفتا ز درم خسرو، منزل بدگر جا کن
گفتم کہ سگ خانہ نگذاشت در خود را

چنانی در نظر نظارگاں را کہ رونق بشکنی مہ پارگاں را
چناں نالاں ہمی گردم بکویت کہ دل خوں میشود نظارگاں را
تو در خواب خوش و من تو ہر شب شمارم در سحر سیارگاں را
زبس کایں رنج من بہ می گردد زمن بگرفتہ دل غمخوارگاں را
دوائے درد من بر تست لیکن تو چارہ کے کنی بیچارگاں را
روی گر اے صبا در خانۂ او بگوئی قصہ آوارگاں را

دل دیوانۂ خسرو نکو نیست
چہ گوئیم بد پری رخسارگاں را

صبا نو کرد باغ و بوستاں را پیالہ داد نرگس ارغواں را
بخط سبز، صحرا نسخہ برداشت سواد روشن دارالجناں را
سحر گاہاں چکید از قطرۂ ابر گلو تر گشت مرغ صبح خواں را
مزاج از قطرہ ہا خوش کرد نرگس چو بیماری کہ یابد ناردواں را
بنفشہ گوژ پیش سرو گوئی تواضع می کند پیر جواں را

---

[۱] ۵ و [۲] ۵ ہر دو غزلیات محذوف در نسخۂ ن

نگر بوسے نمی خواہد ز سوسن | کہ غنچہ تنگ می گیرد دہاں را
الا اے بلبل آخر بانگ برزن | کہ سوسن گرد، می نارد زباں را
نگارا بلبل اینک می کند بانگ | رواں کن در چمن سرو رواں را
مرا گفتی "مبیں درمن، بگل بیں" | بگل نسبت مکن، روئے چناں را
جوانی می رود از دست، بر باد | برو لنگر بنہ رطل گراں را
گل اندک عمر و چنداں باد در سر | چہ گونہ خندہ ناید گلستاں را

بباغ مجلس خود ہمچو بلبل
۱۰ نگہ کن خسرو شیریں زباں را

[۱]گل من سبزہ زارے کرد پیدا | زمانہ نو بہارے کرد پیدا
درایں موسم کہ از تاثیر نوروز | جہاں، نوروز گارے کرد پیدا
ز کوہ ابر، سنگ ژالہ افتاد | ز رگل را عیارے کرد پیدا
شدم موے و فرو رفتم بر ویش | ہمانم خار خارے کرد پیدا
نہانی خار خارے داشت آں شوخ | بحمد اللہ کہ یارے کرد پیدا

ببیں خسرو اگر جانت بکار است
۱۱ کہ جاں را باز کارے کرد پیدا

[۲]چو بکشائی لب شکر شکن را | لبالب در شکر گیری سخن را
لبت گوید دلیری کن ببوسے | مرا زہرہ نباشد، صد چو من را
بدل آتش زدی و میدہی دم | بخواہی سوخت جان ممتحن را
شدی در بوستاں روزے بگلگشت | نمودی روئے خوبان چمن را
دو دیدہ نسبت نرگس را کہ بیند | از آنکہ باز روے یاسمن را
ولے از سنگ نبود جوں دل تو | بت سنگین یغما و ختن را

---

[۱] و [۲] محذوف در نسخہ "ن"

دل خسرو شکستی آه، گر من
کنم آگاه شاهِ بت شکن را ۱۲

در آمد در دل آں سلطان دلها | دل من زنده شد زان جان دلها
همی کارو بکویش تخم جان خلق | که می بارد ازآں باران دلها
زبس دلها که درکوے تو افتاد | شده زاغ و زغن مهمان دلها
بگرما از سوادِ چشم من کن | سیه چترِ خود اے سلطان دلها
زہے مهتاب عالم سوز کافگند | رخت در عرصهٔ ویران دلها
عذابے دارم از تو گرچه هستی | ز رحمت آیتے در شأن دلها
نگویم دردِ خود، کس را که نشناخت | طبیب کالبد درمان دلها
تو می خور گرچه مشتاقاں کبابند | بروے آتش سوزان دلها
دل خسرو شد از نو، بت پرستے
تو تا بردی همه ایمان دلها ۱۳

زہے وصف لبت ذکر زبانها | دہانت در سخن اکسیر جانها
چو می خندد لب شکر فشانت | ز حیرت باز می ماند دہانها
ز چشمت کو بدل تخم وفا ریخت | مرا در سینه میریزد سنانها
فلک را آه مظلومے چو من سوخت | چرا آتش نبارد ز آسمانها
مرا با شکل رسوائی خوش افتاد | بخندید اے رفیقاں از گرانها
شبے کردم به بستان نالهٔ درد | رہا کردند مرغان آشیانها
ازایں ره رفت خسرو خلق گویند
چو بیند جا بجا از خون فشانها

---

سلہ غزل محذوف در ن

۱۴ بله[1]

بهر شکار آمد برون کژ کرده ابرو ناز را — صانع خدای کاین کمان داد آن شکار انداز را

او میرود جولان کنان وز بهر دیدن هر زمان — جانها همی آید برون صد عاشق جانباز را

تا کی ز چشم نیکوان بر جان و دل ناوک خورم — ای کاش تیری آمدی این دیده‌های باز را

خلقی به بند گشتنم دین دیده در غماز یم — من بین که بهر خون خود دل میدهم غماز را

عاشق که میسوزد دلش از طعنه باکش کی بود — شمعی که آتش می‌خورد آتش خمارد گاز را

دل بانگ وزدی ها کند کش بشنوی فریاد من — از ناله هم غیرت برم وز دم بدل آواز را

طایک جان از جهان گذشت افتادگان را بر درت — بر نیم بسمل کشتگان دستوری ده باز را

سوی تو ای طاوس جان دل میپراند این گدا — زان سان که سوی کبک و بط خاد جهان شهباز را

اعظم خلیفه قطب دین آنکو همای همتش
بالاتر از هفتم فلک، دارد محل پرواز را

۱۵

جان من از آرام شد، آرام جان من کجا — هجرم نشان فتنه شد فتنه نشان من کجا

آمد بهار مشک دم سنبل دمید و لاله هم — سبزه بصحرا زد قدم سرو روان من کجا

از گریه ماندم پا بگل وز دوستان گشتم خجل — جان از جهان بگسست دل، دجان و جهان من کجا

در کار غم شد مویم بی پرده شد مستوریم — تلخ است عیش از دوریم شکرفشان من کجا

شخصم ضعیف و دیده تر زان ریسمان وزین گهر — اینک مهیا شد گهر لاغر میان من کجا

هردم جگر در سوز و تاب اندیده ریزم خون ناب — اینک می و اینک کباب آن میهمان من کجا

من چو آن مهربان دارم ز خاموشی نهان — او هم نیارد بر زبان کان بی زبان من کجا

جان است آن یار نکو رفته دل خسرو در او
گر دل نه رفته است این بگو این گو که جان من کجا

۱۶

بشکفت[2] گلها در چمن، ای گلستان من بیا — سرو ایستاده منتظر، سرو روان من بیا

---

۱؎ و ۲؎ محذوف در نسخه "من"

از گریهٔ من هر طرف، پر لاله و گل شد زمین — وقتی بگلگشت ای صنم، در گلستان من بیا

حیف است دیدن بی رخت، در بوستان آخر گهی — ای گل نهان از باغبان، در بوستان من بیا

هر طرهٔ تو آفتی هر نرگس تو فتنه ای — گرچه بلای عالمی، از بهر جان من بیا

تلخی که گوئی نیست آن، از تلخی هجرت فزون — با این همه تلخی خود، شکر فشان من بیا

دانی که هستم در جهان، من خسرو شیرین زبان

گر نائی از بهر دلم، بهر زبان من بیا

۱۷ — و

وقت گل است نوش کن باده چون گلاب را — بلبل نغمه ساز کن بلبلهٔ شراب را

ساغر لاله هر زمان یاد نشاط می دهد — بین که چه موسمی است خوش نقل و می و کباب را

مرغ چو در سرود شد بال کشید در زمین — سبزه بساط سبز و تر از پی رقص آب را

نیست حیات شکرین کاخر شب شکرلبان — هر طرفی بهوس می تلخ کنند خواب را

چون بسوال گویدم ساقی مست عاشقان — هان قدحی چگونه ای بحاضرم ایها جواب را[۱]

گرد سفید برق را تا بنشاند از هوا — موج بلند می شود چشمهٔ آفتاب را

نی غلطم که آفتاب اوج از آن گرفت تا — بوسه زند به پیش شه حاشیهٔ جناب را

خون[۲] خدنگ او سبب خون زد و دیده پرنده شد — سیر کجا کند مگس حوصلهٔ عقاب را

خانهٔ خسرو از روش هست صبا که هر زمان

از رخ فکر مدح تو دور کند نقاب را

۱۸[۳]

شکل دل بردن که تو داری نباشد دلبری را — خواب بندیهای چشمت کم بود جادوگری را

چون زحیران شد زحل در طالعی کی بهم آن پا — این سعادت هست ندهد جز مبارک اختری را

زین هوس مردم که وقتی سر نهم بر آستانت — بین چه جائی می نهم من هم چنین اما بر سری را

---

۱ بعدهٔ در نسخهٔ ن بیت ذیل اضافه است: ۲ چند ز عقل و درد سر باده بیار ساقیا، صد ره ترا و سر ما اهل عقل عنی ناب را ۲ شعر محذوف در ن ۳ این غزل محذوف در نسخهٔ ن ٭

چند گوئی سوز خود روشن کن ار داری زبانے  چون نه خیزد شعله تا کے دم دمم خاکسترے را
بر من بد روز بس، کز غم قیامت هاست هر شب  روز من روزے مبادا تا قیامت کافرے را
می زنندم طعنه کاخر دل که گم کردی بجوئی  من که خود را کرده ام گم چون بجویم دیگرے را
دوستان گویند تا گر مرد خواهی بر در او  دولتم نبود که گردم خاک از آنگونه درے را
کے چو من سوزند یاران گرچه دل سوزند لیکن  عود چون سوزد نبود دل گرمی هم مجمرے را

آه پنهانی خود خوردن که خسرو راست زان بت
بوالعجب تر زین فرو بردن که یارد خنجرے را

۱۹

گرچه[۵۱] از ما دل گسستی صحبت دیرینه را  جا مده بارے تو در دل دوستان دینه را
خورد عاشق چیست، پیکان هاے زهرآلود هجر  وصل، چون یار تو باشد ناز جو لوزینه را
بسکه خوش دل با غم شبهاے درد خویش را  دوست میدارم چو طفل کور دل، آدینه را
محتسب گو تا چو من صوفی رسوا را بشهر  گشت فرماید به گردن بسته این پشمینه را

طعنه زد بر بیدلان خسرو که شد زین سان خراب
فرقتت از جان او خوش می کشد این کینه را

۲۰

تا نظر[۵۲] سوئے دو چشم تست یاران ترا  کے بود بیکارے آن مردم شکاران ترا
تا شدند اندر کشش دو چشم تو خنجر گذار  شغل ها فرمود اجل خنجر گذاران ترا
نوجوان گشتی و شکل ناز را نشناختی  جائے سکین نیست زین پس بیقراران ترا
هر که را امروز خواندی باز فردا گشتیش  بارک الله این چه اقبال ست یاران ترا
تا دلم خوش کردی از امید پیکان زیستن  نام شد باران رحمت، تیرباران ترا
شرمسار یک نظر گشتیم و هست از چشم تو  یک نظر دیگر توقع شرمساران ترا
از لب تو تشنگان محروم و ساغر بهرمند  مرحمے باید هم آخر دلفگاران ترا

---

[۵۱] تا [۵۲] هر دو غزلیات محذوف در ن

خون تیره می خورند از چشم تو عشاق تو — نوش بادا این مئے عیادت دردخواران ترا

شاه حسنے و بلا و فتنہ پیشت یادگار
شرم بادا از قتل خسرو کارزاران ترا

۲۱[1]

این چہ روزاست این کہ یار از در درآمد مرمرا — وه چہ کاراست اینکہ از جاناں برآمد مرمرا
این چہ بوئے ست اینکہ جا اندر دماغ جاں گرفت — این چہ روزاست اینکہ در چشم تر آمد مرمرا
از گلستان وفا برخاست بادے ناگہاں — مشک در بالیں و گل در بستر آمد مرمرا
ناگہاں آمد چو آب زندگانی بر سرم — زنده امروزم کہ آب اندر سر آمد مرمرا
گردنم می خواست تا در چنبر آرد زلف تو — اینک اینک گردن اندر چنبر آمد مرمرا
گو برو ساقی کہ جاں از روئے جاناں مست شد — گو قدح بشکن کہ مے در ساغر آمد مرمرا
گر کسے را در جہاں از طلعت دیدار خویش — طالعے آمد نکو نیکو تر آمد مرمرا

خسروم گر خود سلیمانی کنم دعوی رواست
کافتاب رفتہ بار دیگر آمد مرمرا

۲۲[2]

گنج عشق تو نہاں شد در دل ویران ما — میزند زاں شعلہ دائم آتشے در جان ما
ای طبیب از ما گذر، درمان درد ما مجوے — تا کند جانان ما از لطف خود، درمان ما
یوسف عہد خودی توائے صنم با این جمال — میرسد شاہی ترا بر دلبران سلطان ما
دی خراماں در چمن، ناگہ گذشتی، لاله گفت — نیست مثل آں صنوبر در ہمہ بستان ما
از تب و تاب غم ہجراں، چو ما را دل بسوخت — خود نہ گفتی این گذر چہ نیست در ہجران ما؟
چشم ما می گرید از سوز غمت شب تا بروز — ہیچ رحمے نایدت بر دیدۂ گریان ما

می کنم شادی کہ گفتا غمزه اش از ناز دوش
خسروا نزدیک آں شد تا شوی قربان ما

---

۱؎ و ۲؎ ہر دو غزلیات محذوف در نسخہ ن

۲۳

در[۱] خم گیسوے کافر کیش داری تارہا — بہر گرہ کردن پاکاں ست ایں زنارہا

پردہ بردار از رخے کاں مایۂ دیوانگی ست — کز دماغ عاقلاں بیروں برد پندارہا

فتنہ دور است و آفت کار زار حسن تو — حسن را آرے بود ایں گونہ دست اندازہا

آشتی دہ با لبم لب را کہ آزارم بکام — کز پسِ آں آشتی خوش باشد ایں آزارہا

خار خارے در دل ست و غنچہ ہاے خوں بر آں — چوں کنم چوں خود جز ایں گل نشکند زیں خارہا

عاشق کاہ و علف دل نیست بل نقل سگاں ست — چوں دل گاواں کہ بفروشند در بازارہا

گفتمش جاں می کنم خوں می خورم بہر تو، گفت

خسروا مشتاق را جز ایں نہ باشد کارہا

۲۴

گم[۲] شدم در سر آں کوے مجوئید مرا — او مرا کشت، شدم زندہ، مپوئید مرا

عشرے از گم شدنم رفت و نمی آیم باز — چوں چنیں است شما نیز مجوئید مرا

بر درش مردم و آں خاک بہ اعضاے من ست — ہم بداں خاک در آرید و مشوئید مرا

عاشق و مستم و رسوائی خویشم ہوس است — ہر چہ خواہم کہ کنم ہیچ مگوئید مرا

خسروم من گلے از خون دل خود رستہ

بوئے من ہست جگر سوز، مبوئید مرا

۲۵

اے[۳] شدہ ماہ نما دیدۂ بدخوے مرا — دیدہ ای ہیچ گر آں ماہ جفاجوے مرا

نتواند کہ کسے را نہ کشد با آں روے — واگذارید بمن آں بت بدخوے مرا

اَرّہ گر از پے آں روے نہندم بر سر — شانہ اے دانم کا د راست کند موے مرا

گفتم "ایں سر بہ یکے ضربت چوگاں بنواز" — گفت "خواہی کہ تو معزول کنی گوے مرا"

ترسم از بوے دل سوختہ تا خوش گردد — می رسانی بہ وے اے باد صبا بوے مرا

شد ز من سوختہ خلقے و ز دودِ دلِ من — آتشے گیرد ہر روز سر کوے مرا

---

۱ لغایتہ ۳ ہر سہ غزلیات محذوف در نسخۂ ن

گفتی افتادہ بماں بر درمن؟ چوں خیزم؟ خاک ناخوردہ ہنوز ایں سرو بہلوے مرا
بسکہ گریہ زغمت روے بزانو خسرو
بیم زنگار شد آئینہ زانوے مرا

۲۶

دہ[1] کہ از سوز درونم خبرے نیست ترا در غمت مردم و بامن نظرے نیست ترا
بر سر کوئے تو فریاد کہ از راہ وفا خاک رہ گشتم و بر من گذرے نیست ترا
دارم آں سر، کہ سرم در سر و کار تو شود با من دل شدہ ہرچند سرے نیست ترا
دیگراں گرچہ دم از مہر و وفاے تو زنند بہ وفائے تو، کہ چوں من دگرے نیست ترا
خسروا نالہ و فریاد بجاے نہ رسد
یارب ایں گریۂ خونیں اثرے نیست ترا

۲۷

خبرت[2] ہست کہ از خویش خبر نیست مرا؟ گذرے کن کہ زغم راہ گذر نیست مرا
گر سرم در سر سودات رود نیست عجب سر سودائے تو دارم غم سر نیست مرا
ز آب دیدہ کہ بصد خون دلش پروردم ہیچ حاصل بجز از خون جگر نیست مرا
محنت زلف تو تا یافت ظفر بر دل من بمراد دل خود ہیچ ظفر نیست مرا
بے رخت اشک ہمی بارم و گل میکارم غیر ازیں کار کنوں کار دگر نیست مرا
بر سر زلف توزاں روے نظر ممکن نیست کہ توانائیے چوں باد سحر نیست مرا
دل پروانہ صفت، گرچہ پر و بال بسوخت ہمچناں زآتش عشق تو اثر نیست مرا
علم آں شمع کہ در سوز چناں بے خبرم کہ گرم سر ببرند ہیچ خبر نیست مرا
تا کہ آمد رخ زیبات بچشم خسرو
بر گل و لالہ کنوں میل نظر نیست مرا

۲۸

قدر[3] سے بخند و از رخ بقمرے نماے ما را سخنے بگوے و از لب شکرے نماے ما را

---

[1] [2] و [3] مرسہ غزلیات محذوف در ن

سخنے چو گوہر تر، صدفِ لب تو دارد　　سخن صدف رہا کن، گہرے نمائے مارا

بنظر ندیدہ ام من، اثر دہان تنگت　　اگرت بود دہانے، اثرے نمائے مارا

منم اندریں تمنا کہ ببینم از تو بوئے　　چو صبا خرامشے کن، اثرے نمائے مارا

ز خیال طرۂ تو، چو شب است روز عمرم　　بکرشمہ خندہ اے زن، سحرے نمائے مارا

بزبان خویش گفتی کہ "گذر کنم بکویت"　　مگذر ز گفتہ خود، گذرے نمائے مارا

چو منت ہزار عاشق بود اے صنم ولیکن

ہمہ جہاں چو خسرو دگرے نمائے مارا

۲۹　　ع

ہر کہ زیر پیرہن بیند مرا　　مردہ اے اندر کفن بیند مرا

خویش را من خود کسے دانم و لے　　یار اگر از چشم من بیند مرا

آرزو دارم قصاص از دستِ دوست　　تا بداں ساں مرد و زن بیند مرا

بر سر راہش کشیدم زار زار　　بو کہ آں پیماں شکن بیند مرا

بیدلے کش عیب می کردم کجاست؟　　تا بکام خویشتن بیند مرا

نازنینا زیں ہوس مُردم کہ خلق　　با تو روزے در سخن بیند مرا

باد، ہر روزے بجولاں گاہ تو　　خاک خواری بر دہن بیند مرا

گر بیاید باز مرغ نامہ بر　　طعمۂ زاغ و زغن بیند مرا

جوئے خوں راند بجائے جوئے شیر

خسرو دم، گر کوہ کن بیند مرا

۳۰

ای[1] شہ جہانے بندہ چوں من مر ترا　　نیست چوں من بندہ اے دیگر ترا

دل چو نطفہ در رحم، خوں می خورد　　تا چرا زاد ایں چنیں مادر ترا

از برائے آفت جان من ست　　شانہ گر رہ می کند بر سر ترا

---

[1] غزل محذوف در نسخۂ ن

لشکرِ فتنہ بکش، عالم بہ گیر — فتنہ شد چوں جلگی لشکر ترا

عالمے را از تو شد پیمانہ پُر — پُر نہ گشت از خونِ کس ساغر ترا

من ز جورت موشدم، وز آہِ من — جز میان، چیزے نہ شد لاغر ترا

نامسلمانی مکن شرمے بدار

۳۱ چند گویم حالِ خسرو مر ترا

باغمِ[۱] عشقِ تو می سازیم ما — با تو پنہاں عشق می بازیم ما

در ہوائے وصلِ جاں افروزِ تو — پائے بندِ در گہِ نازیم ما

ہر دمی کن برقع از رخ بر فگن — تا دل و دیں ہر دو در بازیم ما

یک زماں از سر بنہ گردن کشی — تا بہ گردوں سر بر افرازیم ما

گر نہ خواہی گشت با ما مہرباں — خانۂ ہستی بر اندازیم ما

بعد ازیں با کس نہ پیوندیم دل — بعد ازیں با خود نہ پردازیم ما

چوں ز خسرو دردِ دل بشنید، گفت

۳۲ "غم مخور، روزیت بنوازیم ما"

شاخِ[۲] نرگس را ببرد اینک صبا — سہل باشد بردن از گورے عصا

از خیالِ سبزہ خاکِ بوستاں — چشم می دوزیم کہ گردد توتیا

تا عروسِ گل بدست آید مگر — سیم را چوں آب میریزد صبا

یارِ سیم اندامِ من آخر کجاست؟ — یا رب او سیمرغ شد یا کیمیا؟

غنچہ اے ماند دلم پُر خون و تنگ — اے نسیمِ زلفِ تو بادِ صبا

خوش بیا کز حسرتِ دیدارِ تو — زندگانی خوش نمی آید مرا

دیگراں را شمعِ مجلس گشتہ ای — گر نہ خواہی سوختن خسرو را بیا

---

۱ و ۲ غزلیات محذوف در نسخۂ ن

۳۳

وه[۱] که اگر روی تو، در نظر آید مرا — بیش ز خورشید و مه روی نماید مرا

بستهٔ تست این دلم باد گرانم مبند — کاش که با دیگران دل بگشاید مرا

جان من آن روز رفت کم بخت آمد به پیش — یار هم آن روز بیش، بیش نیاید مرا

خون مرا آب کرد گریه که در خدمتت — بیش ز من دور باد، هیچ نیاید مرا

دل بشنیدم که دوش لعل تو بوسید و مرد — بیش چنین مردنی زلیست نشاید مرا

سینهٔ خسرو ز تست آینه زنگ خورد
مصقل وصل تو کو تا بزداید مرا ؟

۳۴

ای[۲] بدی کرده باز چشم بد آموز را — هین بهمین گاه چرخ ناوک دلدوز را

هر چه رسد سر بنه، زانکه میسر نه شد — نیکوئی آموختن چرخ بد آموز را

سوختهٔ غم مدار دل بچنین غم از آنک — دل بکسے برد سوخت مرگ جگرسوز را

پیر شدی گوژپشت دل بکش از دست نفس — زانکه کمان کس نداد، دشمن کین توز را

چون تو شدی از میان از تو برون دگر — جمله فرامش کنند یاد کن آن روز را

خود چو بدیدی که رفت عمر بسان پرید — از پی فردا مدار حاصل امروز را

نقد تو مغتنم خوش است زانکه چو فردا بروز
قدر نباشد بروز شمع شب افروز را

۳۵ ب

طاقت دوری نماند، عاشق دل تنگ را — آگهی کس نداد، آن پسر شنگ[۳] را

بنده نخواند کنون جز غزل نو خطان — کاب دو چشم بشست دفتر فرهنگ را

اشک من گوژپشت دید گه نالهٔ چرخ — گفت که ای خوش نوا ترک مکن چنگ را

---

[۱] و [۲] غزلیات محذوف در ن [۳] بعده در نسخهٔ ن بیت ذیل زائد است —

گاه خرامیدنش یک نظرے هر که دید — پیش فرامش نه کرد آن قد و آن رنگ را

هست شکسته دلم، خواست شکستن بتر — سخت گره بر مزن گیسوے شب رنگ را

دوغن زریا و رخت، اشک جگر سوز من — شد بهوا پر بسوخت، مرغ شب آهنگ را

با دل سنگینت هیچ کرد نیارم همی — گرچه کز تیر آه رخنه کنم سنگ را

گر[1] بکنی آشتی جان بفروشم ولیک — تو به بها می خری جان کسے جنگ را

در طلبت عاشقاں گر قدم از سر کنند — هیچ نپرسند بناز منزل و فرسنگ را

خوش بسرا چشم قسمت تنگ و من اندر عجب — باز کجا می کشی این همه نیرنگ را

گرد جهاں شهره شد، قصهٔ خسرو، ولیک
عشق بصحرا نهاد، راز دل تنگ را

٣٦

اے[2] رخ زیباے تو آئینه سینه ها — روے ترا در خیال زیں نمط آئینه ها

غمزه مزن کاں خیال تا بجگرها نشست — تیغ بلا رگ دمید واے که بر سینه ها

بس که ز رویت نمود خانهٔ مرا هر خیال — بر همه دیوارهاست پیش من آئینه ها

صبر نمودی مرا از نظرے پیش ازیں — حسن توام تو به داد، زاں همه پیشینه ها

دل که ز دعوائے صبر لاف همی زد کنوں — بیں که چه خوش می کشد هجر از و کینه ها

شعلهٔ دیرینه را داغ ز دل رفته بود — نو سپرے تازه کرد آں همه دیرینه ها

توبه شکن صوفیا خرقه به مے شو که هست — بر قصب شاهداں خرقهٔ پشمینه ها

چرخ بشد ساقیا دوش مے باصفا
درد به خسرو رساں، زاں همه دوشینه ها

٣٧

آں[3] شه تبوے میداں، خوش می رود سوارا — یارب نگاه داری آں شهسوار مارا

غارت نمود زلفش، بنیاد زهد و تقوٰے — تاراج کرد لعلش، اسباب پادشا را

جولاں کند سمندش، چوں سم او به بوسم — کو بر زمیں ز مانے، ننهد ز ناز پا را

---

[1] بیت محذوف در ن [2] و [3] غزلیات محذوف در نسخهٔ ن

خواہم کہ در رکابش، باشم ولیک نتواں  کز خود عنان زلفش، بربود ایں گدا را

گفتی کہ یاد کردم، گہ گہ ز حال خسرو
کردی چرا فرامش، زیں گونہ ایں گدا را

۳۸

وشیں لبے کہ لعلش، نو کرد جام جم را  ہست از بیش خرابی، درویش و محتشم را

من خاک پاے مستی، کانجا کہ ریخت جرعہ  لغزید پاے رنداں، صد صاحب کرم را

کرد شراب عشقم، از تیغ می زنی حد  ای مست محتسب کش، حد لیست ایں ستم را

فتی کہ غم ہمی خور، من خود خورم ولیکن  ای گنج شادمانی، اندازہ ایست غم را

ز حاجی بیاباں، پرسید ذوق زمزم  چہ آگہی ز کعبہ، بر ندہ حرم را

ہست آرزوے جاناں، کز خلق رو بتابم  من اختیار کردم، خلوت گہ عدم را

چوں کشتی است بارے، در ہست بیش در کم
تسلیم گرد خسرو، بگذار بیش و کم را

۳۹

فتی ز دل بروں کن، غم ہاے بیکراں را  تو پیش چشم واں گہ، جاے گلہ زباں را

دل ز من ببردی، از نالہ شب نخفتم  اے دزد بشنو آخر، فریاد پاسباں را

گذشت از نہایت. بیخوابی من آرے  دشوار صبح باشد، شبہاے بیکراں را

ند تیغہ جہانے، بر جان من نہادی  واں گہ بہ لاغ گوئی اندیشہ نیست جاں را

سوائے شہر گشتم، از بسکہ دیدۂ من  دم دم ہمی تراود، خونابۂ نہاں را

ز آہ سوزناکم، دود از جہاں بر آمد  بے تو جہاں چہ باشد، آتش زنم جہاں را

اغ غلامی از من ہست از دریغ، بلے  از بیع کن مشرف، مملوک رایگاں را

ں روئے نازنیں را یکدم ببوے من کن  تا بیشتر ببینم، نسرین و ارغواں را

شاید اگر بخندد بر روزگار خسرو  آنکس کہ دیدہ باشد، رخسارہ اے جہاں را

---

له و سله بیت محذوف در ن  له غزل محذوف در نسخہ ن،

[۴۰] دیدم لبے زمانۂ مرد آزمائے را — سازندہ نیست ہیچ امیر و گدائے را

جز باد دم ترنم این تنگنائے نیست — چون غلغل تہی نفس تنگنائے را

چندین مکن دماغ بکافور و مشک تر — بر عاریت شناس کف عطر سائے را

در خود مبین بکبر، کہ از بہر عکس کار — اینہا بس است بہرہ، تن خودنمائے را

جائی کہ جائے بر سر شاہان مگس کند — نبود محل اوج پریدن، ہمائے را

آنانکہ گفتہ اند طلاق عروس کون — کابین این عروس دہند این سرائے را

تاریکی زمانہ چو روشن کند بہ مہر — صفوت چو نیست آدمی تیرہ رائے را

بے زادن بلا چو نباشد چہ ساختند — کشت سراب این فلک فتنہ زائے را

روزے کہ می رود، سخن خسروا زعمر
الا ہمان قدر کہ پرستی خدائے را

[۴۱] جان بر لب است عاشق بخت آزمائے را — دستور سینۂ بخندہ، لب جانفزائے را

گفتی بمہر و مہ نگر و ترک من بگوے — این رو کہ داد، مہر و مہ خودنمائے را

جانا چنان خرام کہ گاہ نظارہ خلق — از فرق خویش باز ندانند پائے را

زان شوخ چون رخا طلبم من کہ بر درش — ہرگز زننگ می نگرد این گدائے را

دہ کشتی اے صبا چو بر آن کوے بگذری — آسیب بر چہ می زنی آن بوسہ جائے را

مطرب بزن رہے دمبین زہد من از آنک — بر سبحۂ من است شرف، چنگ و نائے را

نازک مگوے ساعد خوبان کہ خرد کرد — چندین ہزار بازوے زور آزمائے را

لہ دوست عشق چون ہمہ چشم است گوش نیست
چہ جائے پند خسرو شوریدہ رائے را

---

۴۰ و ۴۱ غزلیات محذوف در نسخۂ ن

۴۲

[۱] هنگام آشتی است بت خشمناک را — دل خوش کنیم لذت روحی فداک را

از خشم بود تا بسر ابرویش گره — من نان شکنجه ساخته بودم هلاک را

خوش وقت آنکه گفت مرا پای من ببوس — شرمنده وار بوسه زد این بنده خاک را

جانا مبر ز بنده از این پس که بر درت — کرده است پر ز خون جگر صحن خاک را

بس کز بلای آشتی چون تو جنگجوی — آورده ام شفیع شهیدان پاک را

چه راز مژه اشارت لطفم ندانی آنک — سوزن ستان بود جگر چاک چاک را

خوشنود اگر بجان شود آن دوست خسروا
عاشق بخویش ره ندهد ترس و باک را

۴۳

[۲] آنکو شناخت گردش خورشید و ماه را — جوید برای خفتن خود خوابگاه را

از میں اعتبار بپیچم بگل رخت — زیرا قیاس نیست درازی راه را

ای سرفراز، تیغ اجل در قفا رسید — سر راست دار، کج چه نهادی کلاه را

چون رستن گیاه ز خونهای مردم است — من خون دهم ز مردم دیده گیاه را

من ماه را طلوع نخواهم بخاک از آن — گم کرده ام بخاک، رخی همچو ماه را

خسرو چو بخت خویش جهان را کند سیاه
راه از برون دهد ز جگر دود آه را

۴۴

[۳] باز آرزوی آن بت چین می کند مرا — معلوم شد که فتنه کمین می کند مرا

می خواندم گدای خود و گوئی آن ز لطف — ملک دو کون زیر نگین می کند مرا

از من مپرس گر چه دل و دست شد بباد — در روی بین که بی دل و دین می کند مرا

نه من باختیار چنین مست و بیخودم — چیزی است در دلم که چنین می کند مرا

آه از تو می کنند همه عاشقان و من — از دست دل، که سوخته این می کند مرا

---

[۱] تا [۳] غزلیات محذوف در ن ـ

صد منت خیال تو بر خسرو است از آنک
گہ گہ بہ خواب با تو قرین می کند مرا

۴۵

زدور نیست میسر نظر بروے تو ما را — چہ دولتے است تعالی اللہ از قد تو قبا را
از آنگہے کہ تو سلطان بملک دل بنشستی — نشاط و خواب بہ شبہا حرام گشت گدا را
ز تیغ کش بحضورم کہ پادشاہ تبانی — بدور باش فراقم مکش ز بہر خدا را
دریغ جاں کہ یکے بیش نیست، ورنہ ز رحمت — بہ نرخ نیک خریدن تواں، متاع بلا را[۱]
خرامش سر کو کن گر از گہے بکرشمہ — کہ زیر خاک کنی زندہ کشتگاں بلا را
مفرحے کہ طبیباں دہند دوست ندارم — کہ برد لذت دردت زکام، ذوق دوا را
چو جان دہم قدمے سویم آوری کہ عزیزاں — گلے دریغ ندارند خاک اہل وفا را
نہ من اسیر تبانم بہ اختیار ولیکن — گسست می نتوانند کسے کمند قضا را
نسیم ہم نہ رسد زو، گہے کہ زندہ بمانم — مگر کہ بر سر کویش گذر نماند صبا را

بچشم خسرو از آنگہ کہ جا گرفت خیالش
ز آب چشم بہر سو گلے شگفت صبا را

۴۶

زمانہ حلۂ نو بست روے صحرا را[۲] — کشید دل بچمن لعبتان رعنا را
ہواے گل ز خوشی یاد می دہد لیکن — چہ سود چوں تو فراموش نمی شوی ما را
چو مے خوری بسرم نیز جرعہ اے می ریز — کہ مردمی نبود بادہ نوش تنہا را
فروختم بیکے جرعہ گنج عقل، آرے — شراب خوارہ نہ بیند کساد کالا را
نسیم باد صبا از براے جلوۂ باغ — کشید بر رخ رنگین حریر دیبا را
زمین سبزۂ رنگین بہ چرخ می ماند — بتا ز موے بیا و بخت جان اعدا را

---

[۱] بعدہٗ در نسخۂ ن بیت ذیل رقم شدہ ــ اگرچہ بر دل من ماند یادگار جفایت مباد آنکہ رود از درون یاد تو ما را [۲] غزل محذوف در ن۔

ز فر مدح تو صد منت است بر خسرو
ضمیر مدح سرا و زبان گویا را

۴۷

زہے برنجیده برلاله مشک سارا را | شکسته رونق خورشید گوهر آرا را
اگر ز روے تو شمع هدایتے نه بود | ز تیرگی که برون آورد دل صارا را
نصیب حسن گرفت آن بت سمرقندی | چو کشور دل ما خطهٔ بخارا را
ز شوق آن لب شیریں و ماتم فرهاد | ز دیده میرود اینک شکر شکر خا را

دو بوسه از لب خود خسرو را خدا را خواه
بود که بشنود آن سنگدل خدا را را

۴۸

شفاعت آمده اے دوست دیدهٔ خود را | کز او مپوش گل نو دمیدهٔ خود را
رسید خیل غمت ور نه ایستد جانم | کجا برم بدن غم رسیدهٔ خود را
بگوش ره ندهی نالهٔ مرا چه کنم | چه ناشنیده کند کس شنیدهٔ خود را
بروسیاهی داغ حبش مکن برئه | مرا ایں غلام درم ناخریدهٔ خود را
چنیں که من ز تو لب می گزم کم ار گوئی | که مرهمے برسانم گزیدهٔ خود را
بچاه شوق فرو مانده‌ام خداوندا | فرو گذاشت مکن آفریدهٔ خود را
نه بیدن دلم ایں بود کز تو ام نبرد | کنوں بدام که جویم پریدهٔ خود را
درآئی باز تبن اے دل برآتش من | بسوز ایں تن محنت کشیدهٔ خود را

ز باد زلف تو شوریده بود از آن خسرو
بباد داد دل آرمیدهٔ خود را

۴۹

بهار پرده برانداخت روے نیکو را | نمونه گشت جهاں بوستان مینو را
یکے در ابر بهارے نگر ز رشتهٔ صبح | چه گونه میگسلد دانه‌هاے لولو را

---

؎ تا ؎ هر سه غزلیات محذوف در نسخهٔ ن ۔

سفرچہ گو نہ تواں کرد و در چنیں و قتے — زدست چوں بتواں داد رعے نیکو را؟
بباغ غرقہ بخون ست لالہ دانی چیست؟ — زتیغ کوہ بریدہ است روزگار او را
بوقت صبحدم آواز می دہد بلبل — درون باغ ترنم کنانِ خوشگو را
بیا کہ تا بچمن در رویم و بنشینیم — ببوے گل بکف آریم جام گلبو را
چو دست تر شود از بادہ آنگہے خسرو
قفا زنیم مر ایں عالم جفا جو را

۵۰
شناخت آنکہ غم و محنت جدائی را[1] — بمیرد و نبرد سلک آشنائی را
بہ اختیار نگرد دکس از عزیزاں دور — ولے چہ چارہ کنم فرصت قضائی را
مکن بشمع و مہ نسبت رخ دوست — کہ فرق ہاست بسے نور آشنائی را
بہ تیغ پارہ کہ از تن برند و خوں ریزند — بداں کہ گر یۂ خوں می کند جدائی را
ضرورت ست کہ خوانیم لوح صبر و فراق — چو نیست نقش دگر خامۂ خطائی را
بیاد وصل، دل سوختہ کند شادم — چنانکہ مژدہ دہ باغ روستائی را
اگر مشاہدۂ نقد نیست نقد ایں ست — خزینہ اے شعرائے دست بے نوائی را
مخر بہ نیم جو آں صحبتے کہ باغرض است — کہ راحتے نبود صحبت ریائی را
وفاے یار موافق مگیر سہل کہ آں — مفرحے است عجب سحر جانفزائی را
چو عاشقی، بخرابات مست رداے ل — باہل زہد بماں توبۂ ریائی ر
چو خسروا، ز فراقست ہر زماں دردے
ہوس نبرد خرد مند دیر پائی را

۵۱
گذشت[2] عمر و ہنوز از تقلب و سوط — نشستہ ام مترصد میان خوف ورد
چو خاک بر سر راہ امید منتظرم — کز آں دیار رساند صبا نسیم وف

[1] و [2] غزلیات محذوف در نسخۂ ن ۔

برای کس چو نگردد فلک پے تقدیر | عنان خویش گذارم باقتضاے قضا
میان صومعہ و دیر گرچہ فرقے نیست | چو من بہ خویش نباشم چہ اختیار مرا
کسے کہ بر در میخانہ تکیہ گاہے یافت | چہ التفات نماید بہ مسند دارا
خوش آں کسے کہ دریں دور مید ہد دستش | حریف جنس و دمے صاف و گوشۂ تنہا
زبسکہ قصۂ دردم رود بہر طرفے | چو من ضعیف شد از بار غم نسیم صبا
درون پردۂ رنداں مخالفے چوں نیست | بیار ساقی عشاق ساغر صہبا

غریق بحر محبت اگر شوی خسرو
دُر یقیں بکف آور زقعر ایں دریا

۵۲

ای صبا[له] بوسہ زن زمین در او را | در بر نخد لب چو شکر او را
چوں کسے قلب بہ شکند کہ ہمہ کس | دل دہد طرۂ دلا در او را
زاں نمیرند کز نظارۂ رویش | چشم بر شد غلام و چاکر او را
کعبہ گر ہست قبلۂ ہمہ عالم | چہ خبر زاں شرف کبوتر او را
نوخط من چو تو بہ سبزہ خرامی | خاک ریزد صبا خط تر او را
رد سوے سرو تا فرو بنشیند | زانکہ بادیست ہر زماں سر او را
دل مدہ غمزہ را بکشتن خلقے | حاجت سنگ نیست خنجر او را
چوں بسے شب گذشت و خواب نیامد | اے دل اکنوں بجو برادر او را

خسروا بوسے از لبت چو در او
شو بہ گریہ آستانۂ در او را

۵۳

مہر[له] بگنجاے لعل مے گوں را | مست کن عاشقان مجنوں را
رخ نمودی و جان من بردی | اثر ایں بود فال میموں را

---

له و له غزلیات محذوف در نسخہ ن ۔

دل من کشتهٔ بقاے تو باد | چه توان کرد حکم بے چون را
از درون هم نمیروی بیرون | که گرفتی درون و بیرون را
نام لیلی بر آید اندر نقش | گر بہ بیزند خاک مجنون را
گریہ کردم بخندہ بکشادی | لب شکر فشان مے گون را
بیش شد از لب تو گریۂ من | شہد ہرچند کم کند خون را
ہردم الحمد می زنم بہ رخت | زانکہ خوانند بر گل افسون را
گفت خسرو بگیر دت ماناک
خاصیت ہست کسب افیون را

۵۴ [ا]

الا دمعی سارعت دالہوا | وقد ذاب قلبی ہو والنوا
اسیر است از آں میر خوبان دلم | بدردے کہ ہرگز ندیدم دوا
اذا اشرق الشمس من صدغہ | فنعم الہوانی جبنانی ہوا
دلم خون شد و نا یدار باورت | برایں ماجرا چشم اینک گوا
وکی الموالی علی جہت | ولکنہ فی ہوادی لوا
بتا نا مسلمانئے می کنی | کہ در کافرستان نہ باشد روا
وقد وقد البین نیرانہ | ترقی وخانی بجوء ہوا
بماندم من اندر چنیں حالتے
نگفتی کہ حالت چہ شد خسروا

۵۵ ت

بگذشت و نظر نہ کرد مارا | بگذاشت نہ صبر فرد مارا
ما بے خبر از نظارہ بودیم | جاں رفت و خبر نہ کرد مارا
گر دیدہ بخاک در نیر زد | از دور نشست گرد مارا

---

[ا] غزل محذوف در نسخہ ن ۔

ای بیخبر آن کہ پند گوئید | بہر دل یاوہ گرد مارا
دانید کہ نے باختیار است | چشم تر و روے زرد مارا
صد شربت عافیت شمارا | یک چاشنئ زدرد مارا
خاکسترے از وجود ما ماند | بس کاتش عشق خورد مارا

ہرچند بسوخت خسرو از شوق
این شعلہ مباد سرد مارا

۵۶

اے زلف چلیپاے تو غارت گر دینہا | وے کردہ گمان دہنت دفع یقینہا
کافر نہ کند با دل من آنچہ تو کردی | یعنی کہ در اسلام روا باشد از اینہا
زیں ساں کہ بہ کشتی بشکر خندہ جہانے | خواہم کہ بدنداں کشم از لعل تو کینہا
از ناصیۂ ما نہ شود خاک درش دور | چوں صندل بت برہمناں را ز جبینہا
من خود شدم از کیش وگر خود صنم اینست | بسیار شود در سر و کارش دل و دینہا
در کعبۂ مقصود رسیدن کہ تواند | در بادیۂ ہجر تو از فتنہ کمینہا
نالم بسر کوے تو ہر صبح بامید | چوں مطرب دَر ہاے کرم پاس نشینہا
کر مہر گیا بایدت اے دوست طلب کن | ہر جا کہ چکد آب دو چشم بزمینہا

دشوار رود مہر تو کاندر دلِ خسرو
ماندست چو نقشے کہ بماند بہ نگینہا

۵۷

ای باد برقع برفگن آں روے آتشناک را
وے دیدہ گر صفرا کنم آبے بزن ایں خاک را
اے دیدہ کز تیغ ستم ریزی مرا خون دمبدم
یا جان من بستان زغم، یا جان دہ ایں غمناک را
ریزی تو خون بر آستان شویم من از اشک رواں

کالودہ دیدن چوں تواں آں آستان پاک را

زاں غمزہ عزم کیں مکن تاراج عقل و دین مکن
تاراج دین تلقین مکن آں ہندوے بے باک را

آں دم کہ می پوشی قبا مخرام از بہر خدا
پوشیدہ دار از چشم ما آں قامت چالاک را

سرہاے سرداران دین بستی چو بر فتراک زیں
زیں ساں میفگن بر زمیں دنبالۂ فتراک را

تا شمع حسن افروختی پروانہ وارم سوختی
پردہ دری آموختی ایں دامن صد چاک را

ہرگز لبے ندہی بمن، ور بوسہاے گوئی برن
آیم چو نزدیک دہن، رہ گم شود ادراک را

جانم چو رفت از تن بروں وصلم چہ کار آید کنوں
ایں زہر بگذشت از فسوں ضایع مکن تریاک را

گوئی برآمد گاہ خواب، اندر دل شب آفتاب
آں دم کز آہ صبح تاب آتش زنم افلاک را

خسرو کہ ایں حسن بود کز سوز عشق از بس بود
یک ذرہ آتش بس بود صد خرمن خاشاک را

۵۸ ب

اے شہسوار، ترم ترک راں سمند را | بیں زیر پاے دیدۂ ایں مستمند را
تا مردماں ترنج ببرند و دست ہم | یوسف رخا کشیدہ ترک راں سمند را[۱]
سرو بلند را نہ رسد دست بوسیت | ایں دست کے رسد بتو سرو بلند را

---

۱؎ بیت محذوف در نسخہ ن

پاے گریزم از شکن گیسوے تو نیست | مپکش چنانکہ دانی اسیر کمند را
چشم از تو دور دانۂ دل گر ز تو بسوخت | از سوختن گزیر نہ باشد سپند را
زآمد شد خیال تو ترسم کہ بے غرض | قصاب پرورش نہ کند گوسفند را
پندکسم بدل نہ نشیند کہ دل ز شوق | پر شد چنانکہ جاے نماند ست پند را

در عاشقی ملامت خسرو بود چنانکہ
بر ریش تازہ داغ نہی درد مند را

۵۹

باز دل گم گشت در کویش من دیوانہ را | از کجا کردم نگہ آں شکل قلاشانہ را
گاہ گاہ اے باد کانجا ہات می افتد گذر | زآشنایان کہن یادے دہ آں بیگانہ را
ہر شب از ہر سوے درمی آید ہر دل خیال | از کدامیں سو نگہدارم من ایں دیوانہ را
شمع گو "در جاں بگیر" و سینہ گو "آتش بسوز" | شمع از آنہا نیست کو رحمت کند پروانہ را
عمر بگذشت و حدیث درد ما آخر نہ شد | شب بآخر شد کنوں کوتہ کنم افسانہ را
جاں زنظارہ خراب و نازا وز اندازہ بیش | ما بوے مست و ساقی پر دہد پیمانہ را
آخر اے دل وقتے اندر کوے ماگردی گذر | ایں چنیں یکبارگی کردی فراموش خانہ را
حاجتم نبود کہ فرمائی بترک ننگ و نام | زانکہ رسوائی نیاموزد کسے دیوانہ را

خسرو مست نہ سوز دل و ز ذوق عالم بیخبر
مرغ آتش خوارہ کے لذت شناسد دانہ را

۶۰

آوردہ ام شفیع دل زار خویش را | پندے بدہ دو نرگس خونخوار خویش را
اے دوستے کہ ہست خراش دلم ز تو | مرہم نمی دہی دل افگار خویش را
مُردم کہ نازکی دگرانبار می شوی | جانم کہ بر تو می فگند بار خویش را
از رشک چشم خویش نہ بینم رخ تو من | تو ہم مبین در آئینہ رخسار خویش را
آزاد بندہ اے کہ بہایت فتادہ مرد | وآزاد کرد جان گرفتار خویش را

بنماے قد خویش کہ از بہر دیدنت — سر برکنیم بخت نگوں سار خویش را
سرہا[۵] بسے زدی سر من ہم زن از طفیل — از سر رواج دہ روش کار خویش را
دشنام از زبان تو ام می کند ہوس — تعظیم کن بایں قدرے یار خویش را
چوں خسروا ز دو دیدہ خورد خوں سزد اگر
سازد نمک دو چشم جگر خوار خویش را

۶۱ — ب

بشگافت غم ایں جان جگر خوارۂ ما را — یارب چہ وبال آمدہ سیارۂ ما را
رفتند رفیقاں، دل صد پارہ ببردند — کردند رہا دامن صد پارۂ ما را
گر بہرہ ایشاں روی اے باد در آں راہ — زنہار بجوئی دل آوارۂ ما را
شبہا بدل از سوز جگر می کشدم آہ — آہ ار نہ رستی بت عیارۂ ما را
روزے نہ کند یاد کہ شبہاے جدائی — چوں می گذرد عاشق بیچارۂ ما را
بوے جگر سوختہ بگرفت ہمہ کوے — آتش بزن ایں کلبۂ خونخوارۂ ما را
دیدند سرشکم ہمہ ہمسایہ و گفتند — ایں سیل عجب گر نبرد خانۂ ما را
جز خستہ و افگار نخواہد دل خسرو
خوئیست بدیں بخت ستمگارۂ ما را

۶۲

باز خدنگ شوق زد عشق در آب و خاک ما — نطع حریف پاک شد دامن چشم پاک ما
ہر طرفے و قصہ اے ور چہ کہ پوشم آستیں — پردۂ راز کے شود دامن چاک چاک ما
شاہد مست بے خبر خفتہ، چہ دارد آگہی — تا ہمہ شب چہ میرود بر دل دردناک ما
گر کشیم بہ تیغ کش، نہ بہ نمودن رخت — زانکہ نہ بایستد اینقدر مرتبہ ہلاک ما
جان و رے است در تنم بدل سگان خویش کن — تا نبود بملک تو زحمت اشتراک ما
اے کہ بکشتی از جفا خسرو مستمند را — پاے وفا چہ، ار گہی رنجہ کنی بخاک ما

---

[۵] بیت محذوف درن۔

۶۳

بس بود این که سوی خود راه دہی نسیم را — چشم ز دخشاں مکن عارض ہمچو سیم را

ما و نسیم صبح دم بوی تو و ہلاک جاں — نیست امید زیستن سوختهٔ جحیم را

من بہوای یک سخن تو ہمه تلخ بر زباں — چند نمک پراگنی این جگر دو نیم را

تو چو بہشت در نہاں ما و دلی و سوزشی — دوزخی از کجا خورد مائدهٔ نعیم را

من ز بخود شدم چنیں شہرهٔ کوی ہا دلی — شد رخ نیکواں بلا عقل و دل سلیم را

شیفتهٔ رخ بتاں باز نه آید از سخن — مست بگوش کی کند کن مکن حکیم را

عشق چو مرد را برد موی کشاں بمیکده — موی سفید ننگرد پیر سیه گلیم را

چوں بجہم شراب در غرقه بماند چوں منی — ہم ز شراب غسل ده دُرد کش قدیم را

قصه خسرو از دروں گر بغزل بروں دہد

دشنهٔ سینہا کند زمزمهٔ ندیم را

۶۴

بشگفت گل در بوستاں آں غنچهٔ خنداں کجا؟ — شد وقت عیش دوستاں آں لاله و ریحاں کجا؟

ہر بار کو در خنده شد چوں من ہزارش بنده شد — صد مرده زاں لب زنده شد در مرادرماں کجا؟

گویند ترک غم بگو تدبیر سامانی بجو — درمانده را تدبیر کو، دیوانه را ساماں کجا؟

از بخت روزی با طرب خضر آبخورد و شست لب — جویاں سکندر در طلب تا چشمهٔ حیواں کجا؟

می گفت با من مرزباں گر جاں دہی یابی اماں — من می برم فرماں بجاں آں یار بی فرماں کجا؟

گفتم توئی اندر تنم یا ہست جان روشنم — گفتی که آری آں منم گر آں توئی پس جاں کجا؟

گفتی صبوری پیش کن مسکینی از حد بیش کن — نه نیم از آں خویش کن من کردم ایں آں کجا؟

پیدا اگر رست بعد از ہبی در کوی ما باشد رہی — از نوک مژگاں گه گہی آں پرسش پنہاں کجا؟

زیں پیش با تو ہر زماں می بودی از ہمدماں

خسرو نه ہست آخر ہماں آں عہد و آں پیماں کجا؟

۶۵

بہوائے باد پیش دیگراں دہ جلوہ بستاں را    مرا بگذار تا می بینم آں سرو خراماں را

گرفتار خیالات لبش گشتم ہمیں باشد    اثر ہر گہ مگس در خواب بیند شکرستاں را

باین مقدار رنجے ہم بر آں خاطر نمی خواہم    کہ از خونم پشیمانی بود آں ناپشیماں را

سیہ کردی بسر خط تا نخوانم نامہ حسنت    مرا بگذار تا بارے ببوسم مہر عنواں را

مپرس از من کہ چوں می باشد آخر جان غمناکت؟    کہ من دیریست کز یاد غمش فرامش کردہ ام جاں را

زنندم سنگ چوں بہرت تو ہم بفرست یک سنگے    کہ میرم ہم در آں ذوق و بجاں بوسہ دہم آں را

ورت بدنامی است از من بیک غمزہ بکش زارم    چرا بر خویش مشکل می کنی ایں کار آساں را

چو خواہی کشتن اے جان نیہاں ایں یک سخن بشنو    بیک امروز اے شفیع من کن آں لبہائے خنداں را

بدو[1] گفتم کہ چون کشتی مرا ترکن زباں بازی"    بگفت افتاد چوں صیدم چہ حاجت تیرباراں را

ہنوز[2] ایمان و دین بسیار غارت کردنی داری    مسلمانی میاموز آں دو چشم نامسلماں را

پریشانی کہ من دارم ز زلفت ہم مرا ہادا

چہ گونہ گوید ایں خسرو کہ آں زلف پریشاں را؟

۶۶    ع

برقع برافگن اے پری حسن بلا انگیز را    تا کلک صورت بشکند ایں عقل رنگ آمیز را

شب خوش نخفتم ہیچ گہ زاں دم کہ بہر خون من    شد آشنائی با صبا آں زلف عنبر بیز را

دانم قیاس بخت خود کم رانم از زلفت سخن    لیکن تمنا می کنم فتراک صید آویز را

بگذشت کار از زیستن غیر اے طبیب خیرہ کش    بیمار مسکیں را مگو تا بشکند پرہیز را

تہ ملا یکسر ہیزم است آنجا کہ عشقت شعلہ زد    شرمت نباید سوختن خاشاک ریزہ انگیز را

چوں خاک گشتم در رہت چوں ایستادی نیستت    بارے چو بر ما بگذری آہستہ راں شبدیز را

شد عشق جانم را بلا، بے غمزہ چشم صنم    قصاب ما نامہرباں چہ حرم تیغ تیز را

عیاری[3] ما را رسن در ملاست از آں کنگرہ    ایں اشک شبرو را بگو آں نالۂ شب خیز را

---

۱ تا ۳ ہر سہ ابیات محذوف در ن۔

**بو کہ زکوٰۃ حسن خود بینی بہ خسرو یک نظر**
**اینک شفیع آوردہ ام این دیدۂ خونریز را**

۶۷

ہر تو خلقے می کشد آخر من بدنام را — بس می نیابم چوں کنم وہ این دل خودکام را [ب]

یک شب بیا مے دیدمت آنگہ بیاد پائے تو — رنگیں بساطے می کنم از خون دل آں بام را

خواہم کہ خون خود چو مے در گردن جامت کنم — دانی چہ دولت میدہی ہر ساعت از لب جام را

تا چند ہر دم از صبا در جنبش آید زلف تو؟ — آخر دمے آرام دہ دلہاے بے آرام را

گر آب چشمے نیستت بارے کم از نظارہ لے — ایں دم کہ آتش در زدم بازار ننگ و نام را

نگرفت در تو سوز من اکنوں کہ خواہم چارہ اے — دوزخ مگر پختہ کند ایں شعلہ ہاے خام را

من عاشقم اے پند گو نبود گوارا نم کہ تو — از عافیت شربت دہی جان بلا آشام را

زینساں کہ دل در عاشقی بگسست تقوٰی را رسن — نتواں لگام از شرع کرد ایں توسن بدرام را

گر کشتہ شد خسرو ز غم تہمت چہ بر خوباں نہم
چوں چرخ خنجر میدہد در کشتنم بہرام را

۶۸

پردۂ عاشقاں درد پردہ کند چو رخے را — ہر طرفے دلے فتد شانہ کند چو موے را [ت]

دل کہ ز خلق می برد نیست برائے مردمے — طعمہ فراخ می کند بہر سگاں کوے را

وہ کہ نداری آگہی از دل بے قرار ما — چند بباد بردہی طرۂ مشکبوے را

روے بما کن و مکن دیدۂ ما و خاک در — سجدہ رواست ہر طرف قبلۂ چار سوے را

گرچہ غبار عاشقاں می ننشیند از درت — دور مکن بدیں گنہ جاں بہانہ جوے را

ہرچہ کہ بینش غنیمت، تیرہ ترست روز من — منت آئینہ منہ بخت سیاہ روے را

قصۂ ما مگر کنوں آب دو دیدہ گویدت — زانکہ ببست حیرتت حقۂ گفت و گوے را

---

[ت] بعد ازیں در نسخہ ب بیت ذیل ہم اضافہ است :

بر سر و پائے جاں بود ناز کرشمہ ہائے تو — داد بہانہ ہا بسے جان بہانہ جوے را

دارم امید خنده اے، بو کہ بگنجد م سخن　　تنگ مگیر بیش ازایں بستۂ تنگ خوے را

خسرو اگر غمت خورد ناله بس است خدمتش

واجب جا و شاں دہند از پے ہاے و ہوے را

۶۹

بسے شب با مہے بودم کجا شد آں ہمہ شبہا　　کنوں ہم ہست شب لیکن سیاہ از دو دیار ہا

خوش آں شبہا کہ پیشش بودمے گہ مست گہ سرخوش　　جہانم می شود تاریک چوں یاد آرم آں شبہا

ہمی کردم حدیث ابروُ و مژگان او ہردم　　چو طفلاں سورۂ نون والقلم خوانان بمکتبہا

چہ باشد گر شبے پرسد کہ در شبہاے تنہائی　　غریبے زیر دیوارش چہ گونہ می کند شبہا

بیا اے جان ہر قالب کہ تا زندہ شوند از سر　　بکویت عاشقاں کز جاں تہی کردند قالبہا

مرنج از بہر جان خسرو، اگرچہ می کشد یارت

کہ باشد خوبرویاں را بسے زیں گونہ مذہبہا

چو در چمن روے از خندہ لب مبند آنجا　　کہ تا دگر نہ کند غنچہ زہر خند آں جا

رخ تو دیدم و گفتی "سپند سوز مرا"　　چو جاں بجاست چہ سوز د کسے سپند آنجا

کساں بکوے تو پندم دہند و در جائے　　کہ دیدہ روے تو بیند چہ جاے پند آنجا

بخانۂ تو ہمہ روز بامداد بود　　کہ آفتاب نیارد شدن بلند آنجا

بشانہ شست تو می بافت زلف چوں زنجیر　　مگیر سخت کہ دیوانہ الیست چند آنجا

کجا روم کہ زکوے تو ہر کجا کہ روم　　رسد زجعد کمندت خم کمند آں جا

ززلفش آمدے اے باد، حال دلہا چیست　　چہ گونہ اند اسیران مستمند آں جا

بر آستان تو ہر کس برحمتے مخصوص

مگر کہ خسرو بیچارہ دردمند آں جا

۷۱

جاناں بہ پرسش یاد کن روزے من گم بودہ را　　آخر برحمت باز کن آں چشم خواب آلودہ را

---

۵ بیت محذوف در ن۔

ناخوانده سوی آمدم ناگفته رفتی از برم — یعنی سیاست ایں بود فرمان نافرموده را

رفتی ہمانا وہ کہ من زندہ بمانم در غمت — یا رب کجا یابم دگر آں صبر وقتے بوده را

باز آے و بنشیں ساعتے آخر چہ کم خواہد شدن — گر شاد گردانی دمے یاران غم فرسوده را

کشتی مرا و نیستم غم جز غم نادیدنت — گر می توانی باز بخش ایں جان نابخشوده را

ناصح[1] بترک گل رخاں، تا چند پندم میدہی — چوں خار خارم بہ نہ شد بگذار ایں بیہوده را

بیہوده[2] ساقی در قدح بیہوشئ عشاق را — گوئی فزوں با بنده داد آں ساغر بیہوده را

دستے بسودم بر لبت تلخی بگفتی چیست ایں — کز زہر دادی چاشنی چندیں نبات سوده را

سوداے خسرو ہر شبے پایاں ندارد ہیچ گہ
آخر گرہ بر زن یکے آں جعد نا پیموده را

۴۷

چو خواہی برد روزے عاقبت ایں جان مفتون را
ت
گہ از گاہے بمن بنماے ہارے صنع بیچوں را

تو می کن ہرچہ خواہی من نیارم دم زدن زیرا
کہ گرچہ خوں کند سلطان نیارند از پئے خوں را

نخواہم داد دربان ترا بہر دروں زحمت
بسندست آنکہ بوسم گہ گہے دیوار بیروں را

دل من نامہ اے دردست و خون دیدہ عنوانش
بس از غمازی عنواں بروں بر حال مضموں را

شب آمد روز عیشم را و من با سوختہ جانے
ہمی جویم چراغ افروختہ آں روز میموں را

نہ شبہاے من بدروز ازاینسا نست بے پایاں

---

۱ و ۲ ہر دو بیت محذوف ۔ درن ۔

ولے یارب مبادا روز نیک آں زلف شب گوں را

تو آں مرغے کہ آزادی و در دامے نیفتادی

سزد گر شکر گوئی روز و شب بخت ہمایوں را

چو لیلیٰ بیند آں مجنوں شراب از خون خود نوشد

بہ از سنگ ستمگاراں نہ باشد نقل مجنوں را

ہمہ کس فتنہ شد بر گفتۂ خسرو مگر چشمت

اثر در جادواں ہرگز نباشد سحر و افسوں را

۴۳ چہ اقبال ست ایں یارب کہ دولت دادہ رو ما را
کہ در کوے فراموشاں گذر شد یار زیبا را

کمر بند من آمد نزد من خندہ زناں امشب
توقف کن کہ بختے بنگرم پروین و جوزا را

بحمد اللہ کہ بیداری شبہایم نہ شد ضائع
بدیدم خفتہ در آغوش خود آں سرو بالا را

بتشویش دہل رنجہ مشو اے نوبتی امشب
کہ خفتن در بر یار ست بیداران شبہا را

تماشا[۱] می کنم ایں قد، قیامت میکند یارب
کہ خواہم تا قیامت یاد کردن ایں تماشا را

کجا بودی اے گلبرگ خنداں است گویا من
کہ چوں حب دادہ ای امروز گلرویاں رعنا را

رسیدی[۲] ہمچو شاخ گل کدا ایں باد آوردت
کہ ہرگز می نہ پرسیدی بیک شاخ گلے ما را

توئی بامن معاذ اللہ زتو کے آید ایں یاری
منم با تو عفاک اللہ مرا کے باشد ایں یارا

چہ گوئی خسروا چندیں حدیث وصل نابودہ
خیال ست اینکہ رہ دادی بسوے خویش سودا را

۴۴ دیوانہ می کنی دل و جان خراب را
مشکن بناز سلسلۂ مشک ناب را

بزرام اگرچہ ریختن خون بود وبال
تو خون من بریز زبہر ثواب را

بوے وصال در خور ایں روزگار نیست
ضایع مکن بدلق گدایان، گلاب را

---

[۱] و [۲] ہر دو بیت محذوف۔ درن۔

اے عشق شغل تو چو بمن ناکسے رسید   آخر کسے نماند جهان خراب را
از چاشنی درد جدائی چه آگهند   یک شب کسان که تلخ نکردند خواب را
طوفان فشان بدیده و قحط وفا بدهر   تقویم حکم کے کند این فتح باب را
تا گفتمش بکش ز مژه تیغ رانده بود   ما بنده ایم غمزهٔ حاضر جواب را
گر خاطرش بکشتن بیچارگان خوش ست   یارب، که یار تاوکا دکن صواب را
آفت جمال شاهد و ساقیست بیهده   بد نام کرده اند بمستی شراب را
خونابه می چکاندم از گریه سوز دل   خوش گریه ایست بر سر آتش کباب را

خسرو ز سوز گریه نیارد نگاه داشت
آرے سفال گرم بجوش آرد آب را

۷۵ ت

دلم در عاشقی آواره شد آواره تر بادا   تنم از بیدلی بیچاره شد بیچاره تر بادا
بتاراج عزیزان زلف تو عیاری دارد   بخونریز غریبان چشم تو عیاره تر بادا
رخت تازه است و بهر مردن خود تازه تر خواهم   دلت خاره است و بهر کشتن من خاره تر بادا
گر اے زاهد دعاے خیر می گوئی مرا این گو   که آن آوارهٔ کوے بتان آواره تر بادا
همه گویند کز خون خوارش خلقے بجان آمد   من این گویم که بهر جان من خونخواره تر بادا
دل من پاره گشت از غم نه زانگونه که به گردد   دگر جانان بدین شادست یارب پاره تر بادا

چو با تر دامنی خود کرد خسرو با دو چشم تر
بآب چشم پاکان دامنش همواره، تر بادا

۷۶ و

رفت آنکه چشم راحت، خوش می غنود ما را   عشق آمد و بر آورد، از سینه دود ما را
تاراج خوبروئے ملک جان در آمد   آن دل که بود وقتے گوئی نبود ما را
پا سنگ خویش بودم در گوشهٔ صبوری   بادے ز سویت آمد اندر ربود ما را
هر روز در شب غم خوش می کند سر آنم   آن دیدنی که اول خوش می نمود ما را

از خاک هستی ما گرد عدم بر آمد — اے کاشکے نبودے ننگ وجود ما را
ممکن نگشت توبہ ما را ز روے خوباں — گیتی بہ محنت و غم چند آزمود ما را
امروز کو کہ بیند سرمست و بت پرستم — آں کو بہ نیک نامی دی می ستود ما را
تیغے ز درد باید محنت زداے عاشق — کز صیقل محبت نتواں زدود ما را

خسرو چو نیست زاہا کز تو برد بخشتن
این بند ہاے رسمی دادن چہ سود ما را

[۸۷] [ع]
رفت صبوری تمام، سوختہ شد سینہ را — شعلہ فروزاں ہنوز، آتش دیرینہ را
غم کہ مرا در دل ست کس نکند باورم — بیش کہ پارہ کنم واے من این سینہ را
رخ بنما بر مراد گر نہ بخون منی — آب لبسیری مدہ تشنۂ دیرینہ را
توبہ زدے کردہ بود دل کہ تو ساقی شدی — باز ہماں حال شد احمد پارینہ را
من چو ز سر خواستم چشم تو بیکا رجست — خنجر نودہ بدست ترک کہن کینہ را
صوفی ما شد خراب دوش بیک بانگ چنگ — بیش بہ ریشم کشید خرقۂ پشمینہ را

بر سر خسرو اگر طعنہ زند ہر کسے
روے سیاہ مراست عیب تو آئینہ را

[۸۸] [ب]
رسید باد صبا تازہ کرد جان مرا — نہفتہ داد بمن بوے دلستان مرا
نخفت نرگس، فریاد کم کن اے بلبل — کنوں کہ خواب گرفتست ناتوان مرا
صبا سواد چمن را چو نسخہ کرد بر آب — بگل نمود کہ بنگر خط روان مرا
مرا گذر بگلستان لبش است لیک چہ سود — کہ سوے من گذرے نیست گلستان مرا
گماں ہمی بردم کز فراق او بزیم — غم نہفتہ یقین می کند گمان مرا
نشان نماند ز نقشم کجاست عارض او — کہ در کشد قلم این نقش بے نشان مرا
فغان من ز کجا بشنود بگوش آں شوخ — کہ خود نمی شنود گوش من فغان مرا

پرید جانب او مرغ روح و بامن گفت — کہ من شدم، تو نگہدار آشیان مرا
خوش آں دمے کہ درآید سفیدہ دم زدرم — پر از ستارہ و مہ ساخت خانمان مرا
سرم[1] بہ بید و بدستم نہاد و راہ نمود — کہ خیز و رو سر خود گیر و بخش جان مرا
نہاد بہ لب من لب، نماند جائے سخن — کہ مہر کرد بانگشتری دہان مرا
روائے صبا و بگو سرو رفتہ را باز آے — بنو بہار بدل کن سیلے خزانہ مرا
اسیر[2] زلف ویم باخودم ببر ای باد — وگرنہ زاغ بردبا تو استخوان مرا
ز رفتن تو بجاں آمدم نمی دانم — کہ رفتنت ز کجا خواست ہر جان مرا

دل شکستۂ خسرو بجانب تو شتافت
غریب نیست نگہدار میہمان مرا

۷۹ — ع

شبم خیال تو بس با قمر چہ کار مرا — من و چو کوہ شبے، با سحر چہ کار مرا
من آستاں تو بوسم حدیث لب نہ کنم — چو من بخاک خوشم با شکر چہ کار مرا
نہ بینم آں لب خنداں ز بیم جاں یک رہ — ز دو سنگ خورم، با گہر چہ کار مرا
پدر بزاد مرا بہر آں کہ تو کشیم — وگرنہ با چو تو زیبا پسر، چہ کار مرا
اگر قضا ست کہ میرم بعشق تو آر — بکار ہائے قضا و قدر چہ کار مرا
بطاعتم طلبند و بہ عشرتم خوانند — من و غم تو، بکار دگر چہ کار مرا

طلاق دادہ دل و عقل و ہوش را خسرو
بگشت کوے تو با ایں حشر چہ کار مرا

۸۰ — و

عشق از پے جاں گرفت مارا — حلقے بزباں گرفت مارا
خرسند بعافیت نبودیم — اینک حق آں گرفت مارا
سرو قد او بناز و فتنہ — ہر لحظہ رواں گرفت مارا

---

[1] و [2] بیت محذوف در ن۔

اے دیدہ چہ ریزی از بروں آب ❊ کایں شعلہ بجاں گرفت ما را
اے خواب برو کہ باز امشب ❊ سودائے فلاں گرفت ما را
گویند کہ مرگ طرفہ خوابیست ❊ ایں خواب گراں گرفت ما را
ترسم کہ بروں برد ز عالم ❊ ایں غم کہ عناں گرفت ما را
خندید بر اہل درد خسرو
درد دل شاں گرفت ما را

۵۸۱

گرچہ بربود عقل و دین مرا ❊ بد مگوئید نازنین مرا
گوشش از بار درگراں گشتست ❊ نشنود نالۂ حزین مرا
آخر اے باغباں سیکے بنمائے ❊ بمن آں سرو راستین مرا
گرمئے می کند رقیب خنک ❊ گر بسوزد دل غمین مرا
عشق[۱] در کار خوبرویاں کن ❊ زہد و تقوی و کفر و دین مرا
دست[۲] در گل ہمی زنم لیکن ❊ خار می کرد آستین مرا
چشم[۳] من بر نگین نقش دہانش ❊ داد انگشتری نگین مرا
سوختہ بینمش اگر اثرے است ❊ در سحر آہ آتشین مرا
خسروا بگذر از سرم کہ ز اشک
بیم غرق است ہم نشین مرا

۵۸۲

سرے دارم کہ ساماں نیست او را ❊ بدل دردے، کہ درماں نیست او را
براہ[۴] انتظارم ہست چشمے ❊ کہ خوابے ہم پریشاں نیست او را
بعشق[۵] از گریہ ہم ماندم چہ گویم ❊ بر از کشتی کہ باراں نیست او را
فرامش کرد عمرم روز را زآنک ❊ شبے دارم کہ پایاں نیست او را

[۱] تا [۵] ہر پنج بیت محذوف در نسخۂ ن۔

ترا ملکیست اے سلطان دلہا | کہ جز دلہاے ویراں نیست او را
خطت[۱] نوخیز و لب سادہ از آن ست | خوش آں مضمون کہ عنواں نیست او را
رخے داری یگانہ در نکوئی | کہ ثانی ماہ تاباں نیست او را
گدایں مور خطت را کہ در حسن | بہا ملک سلیماں نیست او را

زخسرو رو مپیچ ار گشت ناچیز
خیالے ہست اگر جاں نیست او را

ع

سے۳۸

گیرم کہ می نیرزم من بندہ ہمدمے را | آخر ہر پرستشی ہم جائے است مردمی را
غمزہ زناں چنیں ہم بیرحم وار مگذر | دانی کہ ہست آخر جانے ہر آدمی را
آندم کہ من بیادت میرم بگوشۂ غم | روح اللہم نباید از بہر ہمدمی را
از جان خویشتن ہم رازت نہفتہ دارم | زیرا کہ می نشاید بیگانہ محرمی را
از شاخ عیش ما را برگی نماند برجا | گوئی خزاں در آمد گلزار خرمی را
با ہر غمے کہ آید راضی شواے دل آنرا | ما را نیافریدند از بہر بیغمی را

زاں رہ کہ تو گذشتی چوں سرو خوش خراماں
خسرو بیاد پایت می بوسد آں زمی را

ب

سے۳۹

گذشت آرزو از حد بپاے بوس تو ما را | سلام مردم چشمم کہ گویدآں کف پا را
تو میروی و زہر سو کرشمہ می چکد از تو | کہ داد ایں روش و شکل، سرو سبز قبا را
مراست یاد جمالت بدل چنانکہ بدیدہ | خیال خوان کریماں بروز فاقہ گدا را
بروں خرام دمے تا برآورند شہادت | چو بنگرند خلائق کمال صنع خدا را
سخن ز خواستن خط مشکبار تو گفتم | بخاست موے براندام آہوان ختا را
چو در جفات بمیرم بخوانی آنچہ نوشتم | بر آستان تو از خون دیدہ، حرف وفا را

---

[۱] بیت محذوف در نسخہ ا ن ۔

فلک که می برد از تیغ بند بند عزیزاں    گماں مبر که رساند بهم دو یار جدا را
در آں مبیں تو که شوربست آب دیدهٔ عاشق    که پرورش جز از ایں آب نیست مهر گیا را
صبا نسیم تو آورد و تازه شد دل خسرو
چنیں گلے نه شگفت ست هیچ گاه صبا را

۸۵    و
من بهوس همی خورم ناوک سینه دوز را    تا نکنی ملامتے غمزهٔ کینه توز را
دین هزار پارسا در سر گیسوے تو شد    چند بناکساں دهی سلسلهٔ رموز را؟
گویم وصل، گوییم رو که هنوز چند گه    واے که چوں بروں برم از دل ایں هنوز را
قصهٔ عشق، خود رود پیش فسردگاں ولے    سنگتراش کے خرد گوهر شب فروز را
ساقیِ نیم مستِ من جام لبالب آر تا    نقل معاشراں کنم ایں دل خام سوز را
بس که ز آه ناکساں تیره شده است روز من    نیست دو دیده بنگرم ایں شب تیره روز را
جان چو خسروی و بس زخم تو ده که بر کسے
بارے اگر همی زنی تیر درون دوز را

۸۶[1]    غ
من و بے چاک زلف آں بت و بیداری شبها    کجا خسپد کسے کش می خلد در سینه عقربها
همه شب ورد تب غم می پزم با زلف او حالے    چه سوداهاست ایں یارب که با خود می پزم شبها
گهے غم میخورم گه خون و میسوزم بصد زاری    چه پرهیزے ندارم جاں نخواهم برد ازیں تبها
چه شورے کرد در آں کافر ز بوے بوئے مسلمانی    چنیں کز یاریم می خیزد از هر خانه یاربها
دعاے دوستی از خوں نویسد اهل درد من    بخون دیده دشنامے که بشنیدم از آں لبها
زخون دل وضو سازم چو آرم سوے او سجده    بود عشاق را آرے بسے زیں گونه مذهبها
بناله آں نولے باربد بر می کشد خسرو
که جانها پارے کوباں می جهد بیروں ز قالبها

---

[1] بیت محذوف در ن

ت ۸۷

تازگئے که دیده ام آن رخ همچو لاله را　　سوزم و بر نیاورم پیش وے آه و ناله را
تا چو سگان فغان کنند از رخش اہل فلک　　ساخت مه چهارده آن بت بچه ساله را
عقل نماند در سرے صبر نماند در دلے　　بر گل و لاله کس چنیں گره نه نهد گلاله را
سوخته از غمت اگر سوے چمن گذر کند　　در دل خود گماں برد شعله گرم لاله را
بوسه اگر همی دهی بر لب خود حواله کن　　رشوت تست جان من از پے ایں حواله را
من بنظاره اے خوشم وصل چه حد من بود　　حوصله مگس مداں کو بخورد نواله را
دل خط و وام داد ست، هوش خرد سپرد مست　　جانت هنوز دادنی پاره مکن قباله را
تو ز پیاله میخوری من همه خوں، که دمبدم　　حق لبم همی دهی از لب خود پیاله را

دل که فسرده تر بود هم بگذارش آورد
ناله خسروش چناں کاتش تیز ژاله را

۸۸

یارب که داد آینه آن بت پرست را　　کو دید حسن خویش و ز ما برد دست را
خوں میخورد، بسینه دروں میرود بلاست　　یارب که راه مید هد آن ترک مست را
دیوانه بتاں نه کند رو به کعبه زانک　　تعظیم کعبه کفر بود بت پرست را
جانا، نه رفتنی است چه دلها ز زلف تو　　چندیں گره چه میزنی آن لعب شست را
مخرام زیں نمط که بشهر از خرامشت　　بر جا نماند یک قدم اهل نشست را
چندیں چه غمزه می زنی از بهر کشتنم　　صید تو زنده نیست مکن رنجه شست را

خسرو چو جاں نیافت بعشق تو مرد نیست
زیں ره بخوں دیده چه شوئی تو دست را

ت ۸۹

وقتے اندر سر کوئے گذرے بود مرا　　وندراں کوئے نهانی نظرے بود مرا
جاں بجایست ولے زنده نیم من، زیرا　　مایه عمر بجز جاں دگرے بود مرا

مست گشتم که شبش دیدم و در خواب هنوز — بگه صبح ز مستی اثرے بود مرا
همه کس را خورد خواب و من بیچاره خراب — بارے از جنس صبوری قدرے بود مرا
بارے از دیده مریزید گلابی که به عمر — لذت از عشق همیں درد سرے بود مرا
هیچ یاد آمدت اے فتنه که وقتے زیں پیش — عاشق سوخته در بدرے بود مرا
خواستم دی که نثارے بکنم پیش خیال — لیک آلوده بدامان جگرے بود مرا
نه روم پیش که یاد آیدم و دیوانه شوم — آنکه گه گه به گلستاں گذرے بود مرا

پاسباں روز هم از قصهٔ خسرو بشنود
کامشب از گریه چه ناخوش سحرے بود مرا

۹۰ — و

دیوانه کرد زلف تو در یک نظر مرا — فریاد ازاں دو سلسلهٔ مشک تر مرا
سنگین دل تو سخت تر از سنگ مرمر ست — کوه غم است بر دل ازاں سنگ، مرمرا
دی[۱] غمزهٔ تو کرد اشارت بسوے لب — تا بوسه اے دهد ز شکر خوب تر مرا
ردیف[۲] گل و لبت شکر و ایں عجب که نیست — جز درد سر بحاصل ازاں گل شکر مرا
گفتم لب ترا که مرا عشوه اے بده — از خود نداد عشوه کسے برا مگر مرا
چوں من ترا درون دل خویش داشتم — آخر چه دشنه داشته اے در جگر مرا

با خسرو ت شمار وصال است هر شبے
یک شب هم از طفیلی خسرو شمر مرا

۹۱ — غ

که ره نمود ندانم قبائے تنگ ترا — که در کشید ببر سرو لاله رنگ ترا
چنیں که چشم ترا خواب بسته می دارد — که باز دارد ازیں خواب چشم شنگ ترا
نمی گذاره در دنبال چشم تو سرمه — قوی بگوشه نهاد دست نام و ننگ ترا
خدنگ غمزه ازاں دیده میکند روشن — کنوں که دیده سپر ساختم خدنگ ترا

---

[۱] و [۲] ابیات محذوف درن ۔

چہ گویمت کہ دل تنگ تو کرا ماند　　اگر تو خوردہ نگیری دہان تنگ ترا

کرشمہائے تو ازبسکہ ہست ناز آمیز　　نہ آشتی تو داند کسے، نہ جنگ ترا

دل تو نیست مرا در غم و عجب سنگے　　کہ طاقت آرد زخم دل چو سنگ ترا

زمن بپاسخ شیرین تلخ جاں می بر　　کہ در من است اثر شکر و شرنگ ترا

بہ بوسہ عذر چہ گوئی کہ تنم مگر چوبے است　　کہ راہوار کند چوب پائے لنگ ترا

دو چشم خسرو ازیں پس حیال آں خط سبز
کزیں دو آئینہ نتواں زدود زنگ ترا

۹۴
بازدار اے پسر غمزۂ نیم خواب را　　تا نبرد بجادوے جان و دل خراب را

از پے نقل مجلست ہست برآتشم جگر　　چاشنئے نمی کنی گوشۂ ایں کباب را

از سر دست مشتری چرا دست نشوید آسماں　　کاب برنجیت روے تو چشمۂ آفتاب را

دوش بخواب گوئیم در بر من نشستہ ای　　معذرتے کنم کنوں از دل و دیدہ خواب را

بوسہ بدہ کہ میرو دہجر، کشاں بکشتنم　　منتظر لب توام باز بدہ جواب را

کشتنِ ماست مستیت ار چہ شراب خوردہ ای　　بہر خدا کہ سوئے خود راہ مدہ شراب را

خسرو خستہ را مکش زانکہ ندامتت بود
دہ کہ رہا نمی کند خوے تو ایں شتاب را

۹۵
دلبرا عمر نیست تا من دو دست میدارم ترا　　در غمت میسوزم و گفتن نمی یارم ترا

وہ کہ بر من گر ز غمت می میرم و جاں میدہم　　آگہی نیست از دل افکار بیمارم ترا

اے بتو روشن دو چشمم گر در آری سر بمن　　از عزیزے ہمچو نور دیدہ میدارم ترا

داری اندر سر کہ بگذاری مرا و من بر آنک　　در جمیع عمر خویش از دست نگذارم ترا

خواری و آزار بر من گر بہ تیغ آید ز تو　　خارم اندر دیدہ گر با گل بیازارم ترا

---

۱ تا ۶ ابیات محذوف در ن

یک زمان از پائے نه نشینم بجستجوئے تو     یا کنم سر را فدایت یا بدست آرم ترا

نیست شرطِ دوست با یاران پرنیت جفا

شرم دار آخر که من یارِ وفادارم ترا

۹۴[1]

بے روئے تو خوش کردم من تلخیٔ هجران را     با شربتِ دیدارت بخو نه کنم جان را

از بسکه دلِ خلقے گم شد به زنخدانت     خون گر شود ار کاوند آن چاهِ زنخدان را

دی شانه زدے گیسو، افتاد بسے دلها     گرد آر دمے آخر دلهائے پریشان را

در جیبِ وجودِ کس نه گذاشته ای نقدے     یک لطف بکن زیں پس مکشائے گریبان را

تو می روی و دلها دنبال دوان هر سو     چون خلق که بستاند نظارهٔ سلطان را

بدبخت دلے دارم دیوانهٔ بت رویان     یارب که مبادا ایں دل هندو و مسلمان را

گویند که از خوبان بدنام شدی خسرو

چون دل نه کند فرمان خسرو چه کند آن را؟

۹۵[2]

جان به خاموشی برآمد بے زبانِ چند را     کو، یک امروز نوازش، میهمانِ چند را

دی چو بیرون آمدی خو کرده از هر قطره‌ای     گشت طوفانِ بلا خان و مانِ چند را

من ز تو محروم، و خلقے در گمان ایں هم خوش است     باد یارب و زنیکو، بدگمانِ چند را

چند طعنه عاقلان، یک زمان بیرون خرام     سوخته چون می کنی نامهربانِ چند را

یک یکے اندر کوئے تو بے داغِ آهِ من نماند     وه که آخر چند سوزم بے زبانِ چند را

گر نه گردد خاک در کویت، چه کار آید تنم     بهر ایں پروردم آخر استخوانِ چند را

صد چو خسرو مسکین جان پیش آخر خنده‌ای

زانکه شد هنگامِ "نسیں" ناتوانِ چند را

۹۶[3]

شب بروز آمد بسے کز دل نهادی یاد را     جان ز تن آمد برون بوئے نه دادی باد را

---

۱ و ۲ و ۳ غزلیات زائد در نسخهٔ ن.

سر به دیوار سرایت می زنم تا بنگری — زانکه تا باز شکاری خوش بود صیاد را

بازوی هجرت قوی در کشتن بیچارگان — چون قصاص افزون کند عادت شود جلاد را

جان بفریادم برآمد لیک صد جان آرزو — بشنوی گر راه ندهی سوی جان فریاد را

ای که میگویی که وقتی لوح صبرت یاد بود — سالها شد تا فراموش کرده ام آن یاد را

اینهمه خونابه کاشامم همی زین روز بد — بهتر این ویرانه خلل انداز این بنیاد را

چند گریم چون سیه روزی عشقم از قضاست — آب گریه شستن تواند داغ مادرزاد را

تا بسوی گفت شیرین ست دل خاره کوه — کندلی زناخن، چه گل چیدن بود فرهاد را

نوک مژگان تو در دل ماند خسرو را چنان
که در رگ بیمار نشتر بشکند فصاد را

۹۶ ب

من ز بهر دوست دارم جان عشق اندیش را — کز سگان لاغ او کردم دل درویش را

عشق بیش از بیش و من بسیار از کم کمترم — من کم از کم چون کشم آن بار بیش از بیش را

نی غلط کردم که خوبان هم بخویشتن دهند — ره نمای دوست سوی خویشتن مر خویش را

وقت را خوش دار بهر روی بتان چون فتنه ست — یاد کن آخر فراموش گشتگان خویش را

عقل اگر گوید که عشق از سر بنه معذور دار — دور کن از سر ز بهر عقل خیال اندیش را

جان فدای دوست کن کم زان کن هندوی ای — کز وفای شوی در آتش بسوزد خویش را

درد گنج راحت ست ار مرده یابی طبع را — داغ عین مرهم ست ار پخته بینی ریش را

من دل و دیده نخواهم داشتن بازی دریغ — تیر تا باقی بود، ترکان کافر کیش را

خسروا گر انگبین می خواهی از شکر لبان
اول اندر کام شیرین کن زبان خویش را

۹۷ غ

ساقیا پیش آر جام با صفای خویش را — روی ما بین و به باده رونمای خویش را

---

۹۶ و ۹۷ هر دو غزلیات در نسخهٔ ن زاید ست.

کبک رفتارا یکے بخرام پا بر لاله سارے — بے حنا کن لعل پائے لاله سارے خویش را

دی شدی در باغ و گل از بہر گرد افشاندنت — کرد صد پرکاله دامانِ قبائے خویش را

ہر طرف بہر مبارک بادِ نوروزِ بہار — می فرستد گل بہ کف کرده صبائے خویش را

کبک کہساری بہ رد، اے لاله بر ہر تیغ کوه — گام چنداں زد کہ پُر خوں کرد پائے خویش را

یک دم امروز از چمن، ما را بہ مجلس راه ده
تا ستانیم از تو جامِ باصفائے خویش را

۹۹ ب

بسکہ اندر[1] دل فرو بردم ہوائے خویش را — شعلہ افزوں تر برآمد سوزِ داغِ خویش را

دشمنے دارم کہ جاں قربانیٔ او می کنم — زانکہ تیرے در خورست ایں کافرِ بدکیش را

عشق گنجد در دلِ تنگی نہ گنجد در جہاں — ویں سخن در دل نہ گنجد عقلِ دوراندیش را

چاشنیٔ دردِ دل آنکس کہ نشناسد عشق — بر دلِ مجروح خود مرہم شناسد نیش را

اشک طوفاں ریز، بہر جستنِ وصلم چہ سود — شُست نتواں چوں بختِ بُراں درویش را

خسروا دیده فرو بند و مبیں روئے رقیب
زانکہ مرہم خوش نہ باشد دیده ہائے ریش را

۱۰۰

باز برقع[2] بر رخ چوں ماه بربستی نقاب — گوئیا در زیرِ ابرے رفت ناگہ آفتاب

ہمچو لالہ داغ دارم بر دل از ہجرانِ تو — شد شکر بر آتشِ عشقت مرا جاں کباب

خسروم زیں قصہ می آید کہ من لب بستہ ام — بے محابا از چہ میبوسد کفِ پایت کلاب

ترک من تا بہر رفتن بستہ ای آخر میاں — در کنارم سیلِ دیده خوں ہمی راند چو آب

یک خدنگے ز ترکشت برکش ز بہر جانِ من — ناوکِ از مژگاں چہ حاجت بہر قتلم بیحساب

ہمچو غنچہ تر بتہ خوں شد دلِ من اے طبیب — شربتے فرما از آں لب گر ہمی جوئی صواب

اے جدا افتاده از ما، ما بتو پیوستہ ایم — تا بتو پیوستہ خسرو کرده از غیر اجتناب

---

[1] ایں غزل در نسخۂ آن زائد است [2] غزل محذوف در آن.

١٠١

روز عید است من و مے ناب چو گلاب — که از آن جام شود تازه ام این جان خراب

جان من از هوس آن لب بت آمد اکنون — با لب آرم قدح و جان نهم اندر شکر آب

روزه دارے که کشاید ز لبش نکهت مشک — این زمان در دهنش نیست مگر بوے شراب

آنکه خیزان و فتان بود به مسجد زین پیش — هست در میکده خیزان و فتان مست و خراب

وقت که او گرد همی گشت به دور مجلس — می رود دور کنان جانب مجلس بشتاب

مے حلال است کنون خاصه که از دست حریف — در قدح میچکد آب نمک آلود کباب

ساقیا نوش چنان کن که صدا باز دهد — بر سر شارع مے گنبد سیمین حباب

هر که را بیست گل و مے بدماغ هست و را — آن و ما غنیمت که دیگر نکندے بو گلاب

بندهٔ خسرو به دعاے تو که آن حبل متین
دست همت زد و پیچید طناب اطناب

١٠٢

زاد چون از صبح روشن آفتاب — ساقی خورشید و در ده شراب

لعل نه دهی آن عرق در ده که چون — گل بر آرد هم گل است و هم گلاب

خرم آن کو غرق می باشد مدام — چون خیال دوست و مے هاے ناب

عاشقی با پارسائی هم خوش است — همچنان کاندر میان باده آب

هست ما را نانهٔ نے مے پرست — کو گهم بریان کند گاهے کباب

نیم شب کامد مرا بیدار کرد — من همان دولت همی دیدم بخواب

بیخودی زد را هم از نے تا به صبح — خانه خالی بود و او مست و خراب

آخر شب صبح را کردم غلط — زانکه هم رویش بد و هم ماهتاب

زلف بر کف شب همی پنداشتم — کز بنا گوشش بر آمد آفتاب

خاست از خواب و شرابم داد و گفت — نوش کن بر پادشاه کامیاب

---

١٠١ و ١٠٢ غزلیات محذوف در ن

شاہ قطب الدین کلید ہفت ملک
کز درش دارد جہانے فتح باب

۱۰۳
قند بیست آتشین، وشمع سعا انگبیں لب — ماہ سہر کسوت، مہر ہلال غبغب
قطران مشک، خالش، از مشک گل مسلسل — کافور آب، خاکش، از شیر و مئے مرکب
ترک جہاں فروزش، گنجے زنیم رو زش — موئے طلسم سوزش، مار مسلسل از قصب
گر آسمانی وہ، در برج مہ نبودے — سعد زمیں گرفتی از وے وبال کوکب
خسرو ز شوق لعلش، تا چند سوزی آخر
بارے دمے برآں آے، از سوزش تب شب

۱۰۴
میریزد آذری ز تو اے جانفزائے آب — ما تشنہ ایم تشنہ، خود رانمائے آب
خاک در تو بر سر و چشم پر آب ماست — پیوستہ گرچہ خاک شود زیر پائے آب
آب حیاتی و نشوی آشنائے من — تا چشمہائے من نشود آشنائے آب
چوں در کنار آب خرامی خیال تو — گوئی کہ ہست مردمک چشمہائے آب
اے چشمۂ زلال مروکز برائے تو — مردم چنانکہ مردم آبی برائے آب
می نالم و برائے تو می ریزم آب چشم — ایں نالۂ من است بگو یا صدائے آب
آب رواں کجا رسد اندر سرشک من — خواہی ببرس د آب رواں ماجرائے آب
زیں پیشتر بدیدۂ من جائے آب بود — اکنوں ببیں کہ ہست ہمہ خوں بجائے آب
از آب چشم بندہ بگردد اگرچہ ہست — سنگین دل تو سخت تراز آسیائے آب
بگداختم چو آب بسوزے مرا بدل — کس دل چنیں بسنگ نشاید بجائے آب
اکنوں کہ آب چشم بلا گشت مر مرا — چشم مرا کہ باز خرد از بلائے آب
خسروا زیں سپس نہ گذارد عنان تو — گو برق بار آتش گو ابر زائے آب

---

سلہ و سلہ ۵۲ ہر دو غزلیات محذوف درن۔

ای نازنین که ماه منی امشب — رحمی بکن چو شاه منی امشب

خوش بنشین باده بکش پاک — خواب مکن چو ماه منی امشب

بر خانه چه باشد دمی چون تو — همچو یوسف بچاه منی امشب

بر فرق من نشین که ز بس عزت — هم تاج و هم کلاه منی امشب

وصل بتان اگر ز گنه باشد — ایمن نشین ز آه منی امشب

سیل چشم چو ز خون است بشناس — هر جا که گریهٔ عشاق راه منی امشب

فردا که روی نزید خسرو
بس آتش بکاه منی امشب

زهی نموده از آن زلف و عارض و رخ خوب — یکی سواد و دوم نقطه و سیم مکتوب

سواد و نقطه و مکتوب دست بر دل من — یکی بلا و دوم فتنه و سیم آشوب

بلا و فتنه و آشوب او بود ما را — یکی مراد و دوم مونس و سیم مطلوب

مراد و مونس و مطلوب هر سه از من شد — یکی جدا و دوم غالب و سیم مغلوب

جدا و غالب و مغلوب هر سه باز آید — یکی غلام و دوم دولت و سیم مرکوب

غلام و دولت و مرکوب با سه چیز خوش است — یکی حضور و دوم شادی و سیم محبوب

حضور و شادی و محبوب من بود خسرو
یکی شراب و دوم ساقی و سیم محبوب

چه آفت است ندانم این بزیر نقاب — که تا نمود دل آنچه سینه گشت خراب

تو رخ بپوش که از هفت پرده بنماید — چو آفتاب فروزنده از چهار نقاب

تو زلف را ز کله بشکنی عجب نبود — که دل به کنگر خورشید پرورد بنقاب

مرا ز ابروی تو شبهه می رود به نماز — که سجده میکنم و صورتست در محراب

---

سلہ تا سلہ هر سه غزلیات محذوف در ن.

تو میکشی کسے را کہ می شود بہوش — ذبیحہ را چہ خبر تا چہ می کند قصّاب

مرا کہ سوختہ گشتم ز آفتاب رخت — از آں لب ار بتوانی بشربتے دریاب

دے سؤال مرا در جواب می لنگی — مگر کہ در شکر آلودہ گشت پائے ذباب

شتاب می کندم عمر در فراق مکوش — ترا کہ از پس عمرے بدیدہ ام مشتاب

چہ سحرہا کہ بدرج تو کردہ ام پیدا
کہ خسروا سخنم خواندہ ای اولوالالباب

۱۰۸

اگر بگوشہ[1] نشیناں نماید آں رخ خوب — بغمزہ دل برباید ز سالک مجذوب

بلائے مردم اہل نظر بود چشمت — بناز اگر بدر آئی زہے تب اے محبوب

دہان یار نباید رقیب را در چشم — کہ خردہ بیں نبود ہیچ دیدۂ معیوب

فراق روے چو تو یوسفی کسے داند — کہ روشنش شود آب دو دیدۂ یعقوب

چو نامۂ تو کشایم شود پُر آبم چشم — بہیچ رو نتوانم کہ خوانم آں مکتوب

کشد برائے تو خسرو جفائے مدعیاں
کہ بہر دوست ز کرماں جفا کشد ایوب

۱۰۹ غ

اے تمامی[2] خواب من بردہ ز چشم نیمخواب — وے سراسر تاب من بردہ ز زلف نیم تاب

تاب زلفت سر بسر آلودۂ خون منست — گر نخواہی ریخت خونم زلف را چندیں متاب

زلف مشکینت کمند افگند بر آہوے چیں — نافہ را خوں بستہ شد در ناف از آں مشکیں طناب

گل چناں بے آب شد در عہد رخسارت کہ گر — خرمنے از گل بسوزی قطرہ لے ندہد گلاب

خط تو نارستہ می بناید اندر زیر پوست — ہمچناں سبزہ ای نو رستہ اندر زیر آب

گریہ را در دل فرو خوردم ہمہ خوناب شد — چوں نمک در خورد بے خونابہ آنہم کباب

مست گشتم زاں شراب آلودہ لبہائے تنگ — مست چوں گشتم ندانم چوں تنگ بود آں شراب

---

[1] و [2] غزلیات محذوف در ن

روز من سالیست بی تو زانکه بهر دیدنت — عمرم از رفتن بجا ماندست با چندین شتاب

باز میگیری زبانم در سوال بوسه ای — یا گرفته می شود در لب شیرینی جواب

گرم و سردی دیده این دل کز خط رخسار تو — نیمه ای در سایه ماند و نیمه ای در آفتاب

خواهم از زلف تو تاب آرم که بند جان کنم — زلف در بازی در آمد چون توان در دو تاب

گر نقابی بر رخ رخشان کشی از روشنی — روی تو پیدا شود پنهان شود در روی نقاب

چون[۱] شدی در تاب از من و از دشنام رقیب — سگ زبان بیرون کند چون گرم گردد آفتاب

شب ز مستی چشم تو شمشیر مژگان برکشید
خواست بر خسرو زند کش در میان بگرفت خواب

۱۱۱ — ب

ماهرویا بخون من مشتاب — کشتن عاشقان که دید صواب؟

چشمت از خون من بریخت چه شد — ترک با تیغ بود و مست و خراب

تا گل از شرم رویت آب شود — یک زمان برفگن ز چهره نقاب

مثل خود در جهان کجا بینی — گه در آئینه بنگری و در آب

آرزو می کند مرا با تو — گوشهٔ خلوت و شراب و کباب

وین تمناست در سرم همه عمر — زین هوس را چشم من نگیرد خواب

دز غم روی شاهدان ما را — تا یکی پند می دهند اصحاب

هر که دعوی کند ز خوبان صبر — نشنود "کل مدع کذاب"

چه ملامت کنید خسرو را
فاتقوا الله یا اولوا الالباب

۱۱۲ — ت

ای ز تو خورشید چرخ در مرض تف و تاب
از من تاریک روز، طلعت روشن متاب

---

[۱] بیت محذوف در ن

چشمۂ خورشید را آب نہ باشد و سے
چوں تو ز تفت ہوا خوے کنی اے آفتاب
زلف تو کژ پیچ پیچ ہر سرِ موئے کژ ست
کژ بنشیند و لیک راست مگوید جواب
بستۂ زلف تو گشت روئے دل من سیاہ
گو ز من آباد کرد خانۂ چشم خراب
چند بہ وہم و خیال از لب تو چاشنی
کام چہ شیریں کند خوردن حلوا بہ خواب
من ز خیال لبت نیستم آگہ ز خویش
مستی نعت دم نگر نسیہ چہ بینی شراب
بر من و رسوائیم گر تو کنی خندہ اے
بس بود م از لبت تا بود ایں فتح باب
جاں بہ فدائے رُخے کش چو نظارہ کنی
صبر نہ گیرد قرار عمر نہ داند شتاب
دست نہ شوید ز تو خسرو اگر چہ ز عشق
از پے پا شستنت خون دل من شد آب
شکّرت[ا] را شد اگر چہ سپہ مور مُرتّب
مگسے نیز نہ خواہم کہ کند سایہ بر آں لب
منم و قامت شاہد بر دائے خواجہ مؤذن
تو در مسجد خود زن "وَاِلیٰ رَبّکَ فَارْغَبْ"

---

[ا] لہ

سر درویش نہ دارد خبر از تاج سلاطین
بر ہے کاں پسر آید سر ما وسم مرکب
بہ کرشمہ سر ابرو مکن از بہر خدا خشم
کہ ز محراب تو بر شد بہ فلک نعرۂ یارب
لب لعل تو بہ ہنگام شکر خندۂ پنہاں
ز پے بُردن دلہا چو فسونے است مجرّب
مکن اے شیخ نصیحت کہ مکن سجدہ بتاں را
چہ بود مذہب ما ایں نہ تواں گشت ز مذہب
بہ خیال سر زلفت خبر از خواب نہ دارم
چہ دراز ست شبم دید کسے روئے چنیں شب
اگر ایں سوختہ گوید سخن بوس و کنارے
مکنش عیب کہ ہست ایں ہذیان گفتنش از تب
کہ بود خسرو مدبر کہ دہد سر بہ تو بارے
بہ سر کنگر زلفت سر پیراہن مقرب

۱۱۳
اے ترا در دیدۂ من جائے خواب     غ
دیدۂ بے خوابم از تو جائے آب
شب چو خوابم نیست بہر دیدنت
چند سازم خویش را عمداً بخواب
گل شد از عکس رخت در چشم من
ز آتش دل می کشم زاں گل گلاب

با خیال زلف و رویت چشم من
نیمہ اے ابرست و نیمے آفتاب
زاں لب میگوں کہ ہوش از من ببرد
خوں ہمی گریم چو بر آتش کباب
از لبت دارم سوالے چوں کنم
تنگ می آید دہانت در جواب
مست گشتم بسکہ خوردم خون دل
چوں نہ گردم مست با چندیں شراب
ہست خورشید قیامت روئے تو
خط مشکیں دفتر یوم الحساب
زاں قیامت عالمے در جنت است
بندہ خسرو تا قیامت در عذاب

۱۱۴ — و
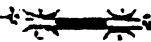
اے ترک کماں ابرو من کشتۂ ابرویت | ملک ہمہ چین و ہند ندہم بیکے مویت
وقتے بہ طفیلم گوے ہوا از سرم آخر | تا چند بہر زخمے حسرت خورم از کویت ؟
گفتی کہ بدیں سودا غمناک چہ میگردی | آوارہ دے دارم در حلقۂ گیسویت
مسجد چہ روم چندیں، آخر چہ نمازست ایں | رویم بسوے قبلہ دل جانب ابرویت
شبہا ہمہ کس خفتہ جز من کہ بہ بیداری | افسانۂ دل گویم در پیش سگ کویت
گر نام گلے گویم گہ نام گلستانے | زیں گونہ در اندازم ہر جا سخن از رویت
بوئے گل ازیں پیشم در باغ نمودے رہ | بادی نوزید از تو گرہ شدم از بویت
جاں در طلبت ہمرہ تا باز رہد زیں غم | فریاد کہ بادے ہم ناید گہی از سویت
پیش تو بگو گلے بت سوزندہ چہ ہندویم | بر آینہ ریز آں گہ خاکستر ہندویت

سر در خم چوگانت راضیست بدیں خسرو
آں بخت کرا کارد سر در خم بازویت

۱۱۵ — غ

امشب شب من نور ز مہتاب دگر داشت | وز گریۂ شادی جگرم آب دگر داشت
دل ہیچ بہ شیرینی جاں میل نمی کرد | مسکین سر آرائش جلاب دگر داشت
ہنگام سحر خلق بمحراب و دل من | زابروے بتے روئے بمحراب دگر داشت
قرباں شوم و چوں نشوم والے کہ آں چشم | بر جان من از ہر مژہ قصاب دگر داشت[1]
گشتم بنظر مست و نخفتم تہ پایش | جان از سکرات اجلم خواب دگر داشت[2]

---

[1] بعدہٗ درن بیت ذیل اضافہ است ؎
نالند ز مہتاب سگاں دیں سگ شب گرد | فریاد کہ فریاد ز مہتاب دگر داشت

[2] بعدہٗ درن دو بیت ذیل ست ؎
جاں مژۂ دوق ابدی داد بہ دل را انکہ | ہر غمزۂ او ناوک پرتاب دگر داشت
نہ صد گرہ سخت بہ دل بستگی من | زلفش کہ بہ ہر مو شکن و تاب دگر داشت

نئے داشت خبر از خود و نے از مئے و مجلس
خسرو کہ خرابی ز مئے ناب دگر داشت

۱۱۶

تقدیر[1] کہ یک چند مرا از تو جدا داشت
از جان گلہ دارم کہ مرا زندہ چرا داشت

اندوہ جدائی ز کسے پرس کہ یک چند
دور فلک از صحبت یارانش جدا داشت

دیوار ترا من ملئے خار نخواہم
ہجرت بدلم گرچہ کہ صد رخنہ روا داشت

داغے دگر این ست کہ از گریہ بشستم
آں داغ کہ امانت ز خون دل ما داشت

صوفی کہ خرامیدن تو دید بصد صدق
بدرید مصلاً و کلہ در تہ پا داشت

خسرو بوفائے تو دہد جاں کہ در آفاق
گویند ہمہ کاں سگ دیوانہ وفا داشت

۱۱۷ غ

بے شاہد رعنا بتماشا نتواں رفت
بے سرو خرامندہ بصحرا نتواں رفت

دی رفت سوئے باغ وندانست غم ما
این نیز ندانست کہ بے ما نتواں رفت

صحرا و چمن پہلوئے من ہست بسے لیک
ہمرہ تو شوائے دوست کہ تنہا نتواں رفت

کردیم[2] رہا جان و دل از بہر رخت زانک
با غمزدگاں سوئے تماشا نتواں رفت

مائیم[3] و سر کوئے تو کز پیش نخوانی
اینجا بتواں مرد وازاینجا نتواں رفت

گفتم کہ ز کویت بروم تا برم جان
گفتن بتواں جان من، اما نتواں رفت

اے قافلہ در بادیہ ام پائے فرو ماند
بگذر تو کہ در کعبہ بایں پا نتواں رفت

مپسند کہ در پیش لبت مردہ بمانم
نازیستہ از پیش مسیحا نتواں رفت

---

[1] غزل محذوف درن

[2] ، [3] ہر دو بیت محذوف درن

خسرو پس ازیں مذہب خورشید پرستی
مومن شدہ در قبلۂ ترسا نتواں رفت

۱۱۸

افسوس[1] ازیں عمر کہ بر باد ہوا رفت — کاری بجہاں نے براد دل ما رفت
خورشید من از اوج جوانی چو برآمد — بس ذرۂ سرگشتہ کہ بر باد ہوا رفت
گفتن ز در خویش مرا گفت کہ بگذار — زیں کوچہ کہ داند کہ چو تو چند گدا رفت
کس را چہ غم از رفت دل سوختۂ من — بودہ است از آن من، اگر رفت مرا رفت
آں صبر کہ می گفتم من کوہ گراں سنگ — بادی بوزید از تو ندانم کہ کجا رفت
گفتم کہ زیم بے تو ز دوری مکش اکنوں — گر از من درویش حدیثے بخطا رفت
رنجہ نشوم گر بجفا سر بریم زانک — بسیار چنیں ہا بسر اہل وفا رفت
تو دیر بزی کز گل بارانت نشاں نیست — ہر ذرّہ کہ از کوی تو با باد صبا رفت

مارا چہ حد صبر بہ ہجر تو کہ خسرو
آمد بہ درت باز بہ سر آنکہ بپا رفت

۱۱۹

ب

تا بر سر بازار بستی قدمش رفت — بس حرمس مرداں کہ بباد ستمش رفت
ہر صبر و سلامت کہ دل سوختہ را بود — اندر شکن سلسلۂ خم بہ خمش رفت
یوسف چو گذر کرد ببازار جمالش — ہر مایہ کہ او داشت بہ عقدہ درمش رفت
یکروز بشادی وصالش نرسانید — آں عمر گرانمایہ کہ ما را بغمش رفت
آلودہ نشد ہیچ گہے دامن نازش — زاں خون عزیزاں کہ بزیر قدمش رفت
بسیار سر افگندہ بشمشیر سیاست — اے دولت آں سر کہ بہ تیغ کرمش رفت

---

[1] غزل محذوف درن

رفت[1] از قلم حکم که درشش رود جان | القصہ ہماں رفت که اندر قدمش رفت
جاں دید چو خونریزی سلطان خیالش | بستہ کفن و تیغ و بزیر علمش رفت

بربادوے امشب شب خسرو بدرازی
کوتاه نشد گرچه همه بیش و کمش رفت

۱۲۰

جز صورت[1] تو ماه سما را چه تواں گفت | جز طرۂ تو دام بلا را چه تواں گفت
آں روے که داده است خدایت صفت آں | هم خود تو بگو بهر خدا را چه تواں گفت
چوں ماه نو انگشت نمایست دهانت | آں خاتم انگشت نما را چه تواں گفت
شد بستۂ زلفین تو خوں در دل نافه | دلبستگی مشک خطا را چه تواں گفت
هر لحظه صبا بر سر گل پرورد از ناز | از کردۂ تو باد صبا را چه تواں گفت
شب اشک و دم سرد مرا دید خیالت | پس گفت کہ ایں باد هوا را چه تواں گفت

گر چشم مرا ابر گهر بار تواں خواند
خاک کف شمس الامرا را چه تواں گفت

۱۲۱ ب

بیچاره کسے کو بغم خوش پسراں زیست | کز دیده و دل در پے ایشاں نگراں زیست
گر یافت کسے از لب بے خط اثر ذوق | تا زیست در اندیشۂ ساده شکراں زیست
ہمچوں کمر زر همه با کوفتگی ساخت | آں یار که بر پشتۂ زرین کمراں زیست
چوں یار از آں دگراں شد بکشش اے ہجر | زیرا نتوانیم بجان دگراں زیست
چون غم کشدم زان لب و زان روئے کنم یاد | تا چند تواں بر صفت حیله گراں زیست
اندر روش زنده دلاں زنده کسے نیست | جز کشتۂ خوباں که در آں مردۂ آں زیست

---

[1] بیت محذوف درن

[2] غزل محذوف درن

ترسم کہ بمیرد بتہ کفش ملامت
خسرو کہ بدنبالۂ شیریں لبیراں زیست

۱۲۲ ت

در ہجر توام کار بجز آہ و فغاں نیست | در پیش توام داں کہ زبانم بدہاں نیست
بے دوست اگر خلق بجاں میزید و سر | ہم جان سردوست کہ ما را سرآں نیست
سہلست اگر ہر دو جہان باز گذارند | از بہر نگارے کہ چو او در دو جہاں نیست
ما زندہ بدوئیم کہ جان میرود از ما | بروئے کہ معشوقہ زید منت آں نیست
مشنو سخن عاشقے از ہرزہ زباناں | کایں کار دلست اے پسر و کار زباں نیست
گفتی کہ ہم آغوش خیالم بچہ سانی | خواب خوش مجنون بیر دوست نہاں نیست

خسرو ز تو کز دل بستد صاحب حسنے
خوش باش کہ یوسف بہ یکے قلب گراں نیست

۱۲۳

آباد تر آن سینہ کہ از عشق خرابست | آزادی آں دل کہ در آن زلف بتابست
کو غمزدہ اے تا کند از نالۂ من رقص | کایں نالۂ من زمزمۂ چنگ و ربابست
جستم بسؤال آب حیاتے ز لب دوست | او بر شکنان گشت ز من کایں چہ جوابست
اے آنکہ بفردوس نہ بینی بلطافت | من دانم و من کز تو بر ایں دل چہ عذابست
در پیش دل خویش ہر افسانہ کہ گفتم | گفتی کہ فسونے ز پئے بستن خوابست
دان سبلت زاہد کہ بہ تسبیح بریدی | زانست کہ امروز مگس ران شرابست
گر لعل تو احیا کندم دیر شد این دیر | زآمد شد سلطان خیال تو خرابست
دہ بادہ مکن از پئے نقل غم خود را | کا خر دل مسکین من است این نہ کبابست

---

ملہ و ملہ ہر دو بیت محذوف درن | ملہ غزل محذوف درن

خسرو که غریق است به تسلیم که مارا
کشتی نه و مقصود بر آن جانب آبست

۱۲۴

خرم[۱] دل آنکس که بر خسار تو دیده است — یا زان لب شیرین سخن تلخ شنیده است
زان زلف مسلسل که همی بر شکند باد — از روی تو بنگر که در آن زیر چه دیده است
بر قافلهٔ صبر مرا نیست ولایت — امروز که مژگان تو لشکر نکشیده است
این اشک بچشم من از آن جای گرفته است — کاندر طلب وصل تو بسیار دویده است
شبهاست چو گل غرقه بخونم که بسویم — از باغ وصال تو نسیمی نوزیده است
آری شب امید همه غمزدگان را — صبحی است که تا روز قیامت ندمیده است
طاقت چو ندارم که رسانم بتو خود را — فریاد رس اید و ست که طاقت برسیده است

خسرو تن بیجانت بگلزار زمانه
مرغی است که او از قفس سینه پریده است

۱۲۵

مارا[۲] چه غم امروز که معشوقه بکام است — عالم بمراد دل و اقبال غلام است
صیدی که دل خلق جهان بود بدامش — المنة لله که امروز بدام است
از طاق دو ابروی تو لی کعبهٔ مقصود — خلقی به گمانند که تا کعبه کدام است
چشم تو اگر خون دلم ریخت عجب نیست — او را چه توان گفت که او مست مدام است

خسرو که سلامت نکند عیب مگیرش
عاشق که ترا دید چه پروای سلام است

---

[۱] و [۲] غزلیات محذوف در ن

۱۲۶

روی[له] تو به پیش نظر آسایش جانست — آزادگی جان من از بست بما نست

در شهر چو تو فتنه و مردم کش و بے داد — من زیستن خلق ندانم که چسانست

کو دل شده اے کت نظرے دیده و مرده — جانش بعدم رفته و سویت نگرانست

ترکے که دو ابروش نشسته است بدلها — قربانش [illegible] است اگرچش دو کمانست

کے برچو تو خورشید رسم من که بخواری — بر خاک در تو سر من نیز گرانست

عشق است زاہل خرد افسونش چه داند — ہرچند که بنیاد خرد از ہمه انست

گر خون جگر گریه کند عاشق مشهوت
آن دانش که حیضش زره دیده روانست

۱۲۷

زلف[له] تو بهر آب مصفا نتوان شست — الا که بخونابهٔ دلها نتوان شست

ہر شب من واز گریه سر کوئے تو شستن — بدبختی این دیده که آن پا نتوان شست

دریا زپے بخت بد از دیده چه ریزم — چون بخت بد خویش بدریا نتوان شست

عشق از دل ما کم نتوان کرد که ذاتی است — چون مایهٔ آتش که ز خارا نتوان شست

از دردی خم شوی مصلائے من امشب — کز آب دگر این لته ما نتوان شست

نوشیم می و بر سر خود جرعه فشانیم — ہر جاے که جرعه چکد آنجا نتوان شست

ایدوست بخسرو برسان شربت دردی
کز زمزم و کعبه دم سگ را نتوان شست

۱۲۸

اے عید دوم آمده روے چو نگارت — قربان شده زان عید چو من بنده ہزارت

---

له د، غزلیات محذوف درن

مه را چه ولایت که کشد لشکر انجم | چون تافته شد طرّهٔ خورشید سوارت
آن روز ز پرکار لبشد دائرهٔ ما | کامد بدر از پردهٔ خط دائرهٔ وارت
آموخته[۱] شد مردمک دیده چو طفلان | با خط خوش از تختهٔ سیمین عذارت
نقشیست که تا آنرا که همی خوانیش ابرو | اندر سر آن نرگس پرمست خمارت
دی خنده زنان سوی چمن طوف نمودی | پیغام گل آورد مگر باد بهارت
نرگس[۲] همه تن گل شد و در چشم تو افتاد | تا روشنی دیده بیابد زغبارت
لیکن[۳] چه کنم روی تو دیدن نتواند | چشمی که درونش بصرست و نه بصارت
خانه[۴] مکن ای دوست درین جاگه پرنم | کس برگذر سیل نکرد دست عمارت[۵]

با آنکه بعمری بچشد خسرو بیدل
یارب که چه شیرینست لب نوش وکنارت

۱۲۹

ای قبلهٔ[۶] صاحب نظران روی چو ماهت | سرفتنهٔ خوبان جهان چشم سیاهت
تو پادشه کشور حسنی و ملاحت | خوبان جهانند همه خیل و سپاهت
هرگه که زبازار روی جانب خانه | چون اشک روان گردم وگیرم سر راهت
نزدیک توام چون نگذارند رقیبان | دزدیده بیایم، کنم از دور نگاهت

خسرو چه کنی ناله و هر دم چه کشی آه
آن سرو روان را چه غم از ناله و آهت

۱۳۰

دلی کش صبر نبود آن من نیست | کسی کو دل دهد جانان من نیست

---

۱ تا ۵ ابیات محذوف در ن   ۶ درین بیتی زائداست ۷ در یک دگر آورد دوا بودستی تو سرها ؛؛ هشدار نگر از پی خونم شده یارت ۸ غزل محذوف در ن

کبابم ساخت این خون نابہ، لانست — گنہ بر دیدۂ گریان من نیست
ہمہ مضمونِ من شہرے فرد خواند — کہ مُہرِ صبر بر عنوان من نیست
تو میسوزانے دل ونگرِی تواے چشم — کہ شعلہ درخور طوفان من نیست
رخش[1] دیدم بدل گفتم چہ گوئی — کہ یعنی این بلا برجان من نیست
نصیحت از خرد جستم خرد گفت — کہ بر دیوانگان فرمان من نیست
شب[2] دوشینہ جاں سوزش چناں رفت — کہ زان اوست گوئی زان من نیست
چو تیرم زد، کشید آلودۂ خون — بخندہ گفت کایں پیکان من نیست

بسوز خسروا دلہا چہ نیکوست
کہ گوش خلق بر افغان من نیست

۱۳۱

دلے[3] کازاد باشد آن من نیست — کسے کو شاد باشد جان من نیست
گدایاں جاں نہندش لیک این سہل — خراج دولت سلطان من نیست
خوش آں شوخے کہ تیرم زد پس آنگہ — کشید و گفت کایں پیکان من نیست
کدامیں منت است از سوز شوقش؟ — کہ بر جان و دل بریان من نیست
زغم ہم پیش غم نالم کہ شبہا — کسے جز مونس دل جانِ من نیست

بکش ہر ساں کہ خواہی چوں منے را
کہ زان تست خسرو زان من نیست

۱۳۲

بہ[4] بالین غریبانت گذر نیست — ز حال مستمندانت خبر نیست
ز تو پروائے ہستی نیست مارا — ترا پروائے ماگر ہست وگر نیست

---

[1] و [2] ابیات محذوف درن — [3]، [4] غزلیات محذوف درن

تویٔ منظور من در هر دو عالم — مرا بر دنیا و عقبیٰ نظر نیست
یکایک تلخیٔ دوران چشیدم — ز هجران هیچ شربت تلخ تر نیست
اسیر هجر و نومید از وصالم — شبم تاریک و امید سحر نیست
همی خواهم که رویت باز بینم — بجز اینم در جهان کام دگر نیست
دلے خالی نمی بینم ز دردت — کدامین دل که خونش در جگر نیست
درین ره سرفرازی آنکسے راست — که او را بیم جان و خوف سر نیست
رخ و زلف تو شد غائب ز چشمم — من شوریده دل را خواب و خور نیست
مکن بیچاره خسرو را ز در دور
که او را خود جز این در هیچ در نیست

١٣٢ — ت

دل ما را ز دست غم امان نیست — نشان شادمانی در جهان نیست
جهان پر آشنا و من بغم غرق — که دریائے محبت را کران نیست
کسے کو یکزمان در عمر خوش بود — مرا اندر همه عمر آن زمان نیست
فلک را دعوئے مهرست لیکن — گواهی میدهد دل کان چنان نیست
بیک جان خواستم یک جام شادی — بزد دورِ چرخ گفته رایگان نیست
دو ششش نقش کسان زین نرد ما را — دو یک بر کعبتین استخوان نیست
ندانم[1] کاهش جان من اینست — سخن هم آنچنان هم ناز و آن نیست
بلائے عقل عشقم بود اکنون — بلا این شد که از عشقم امان نیست
گر[2] افتد آشتی با بخت سنگیت — اگر نقد خصومت درمیان نیست

---

[1] و [2] ابیات محذوف در ن

حدیثِ خوشدلی و آں گہ بعالم
زباں کردار خسرو جائے آں نیست

۱۳۴

مرا[1] در آرزویت غم ندیم است
بر تو گر نیست روشن، حق علیم است

بخاک پائے تو خوردیم سوگند
از آں معنی کہ سوگندے عظیم است

چو دل با ابرویت پیوستہ بودم
از آں بیچارہ مسکیں دل دو نیم است

چہ دریاہائے خوں دارم بہ دل من
یقیں در جان من دُرِّ یتیم است

بداں رُو عشق میورزم وگر فاش
مرا از طعنۂ مردم چہ بیم است

اگر اشکم بہر سوئے رواں است
ولے دل بر سر کویت مقیم است

چو غنچہ باش خسرو در جگر خون
اگر مقصودت از زلفش نسیم است

۱۳۵

گرفتہ[2] در بر، اندامِ تو، سیم است
برادر خواندۂ زلفت، نسیم است

از آں زلفِ سیہ بر مشکن آں را
بنا گوش ترا دُرِّ یتیم است

برعنائی چنیں مخرام غافل
کہ از چشم بد اندر راہ بیم است

دل من در غمت نیمے نماندہ است
وز این یک غم دل صد کس دو نیم است

ز یاد خندۂ مردم فریبت
مرا دو دیدہ پُر دُرِّ یتیم است

بعہدِ فتنہ و آشوبِ زلفت
کسے کو خوش زید رند حکیم است

کتابِ صبر خواندہ بندہ خسرو
کہ ہر شب مجلسِ غم را ندیم است

---

[1] و [2] غزلیات محذوف در لثا

۱۳۶

زمن نازک میانے دور ماندست
دلے رفتست و جانے دور ماندست

بگوئید از زبان من کہ آں جا
دلے از بے زبانے دور ماندست

پُر از خونست جوئے دیدۂ من
کہ از سرو روانے دور ماندست

ہلاک جان من آں پیر داند
کہ رونے از جوانے دور ماندست

خراشیدہ بود آواز مرغے
کہ او از گلستانے دور ماندست

غم و درد غریبی از کسے پرس
کہ او از خان ومانے دور ماندست

گماہی میدہ اے شب زاریم را
کہ از من بدگمانے دور ماندست

شبے یادش دہی از خسروائے باد
کزیں دَر، پاسبانے دور ماندست

۱۳۷

دل مسکین[1] من در بند ماندہ ست
اسیر یار شکر خند ماندہ ست

نماند اندر دل من درد را جاے
مدہ پندم نہ جائے پند ماندہ ست

نصیحت گوئے من بختے دعا گو
کہ یک بیچارہ اے در بند ماندہ ست

بجان پیوند کردم عاشقی را
کنوں جاں رفت وآں پیوند ماندہ ست

من امشب بارے از دوری بمردم
ہنوز اے پاسباں شب چند ماندہ ست

رباوے ساز کن اے مطرب صبح
کہ مطرب ہم بزیر افگند ماندہ ست

بتا از در مراں بیچارہ اے را
کہ در کوے تو حاجتمند ماندہ ست

بہ مئے سوگند خوردم جرعہ اے بخش
کہ مارا در گلو سوگند ماندہ ست

---

لہ بیت محذوف درن
لہ غزل محذوف درن

"زغم" گفتی کہ "خسرو زندہ چوں ماند؟"
دروغ گفتہ ٔ خرسند ماندہ ست

۱۳۸

مجو صبرم[1] کہ جائے آں نماندہ ست — مراں از در کہ پائے آں نماندہ ست
مبیں در سجدہ ہائے زر قم اے بت — کہ ایں طاعت سزائے آں نماندہ ست
ببوسم پائے بت را واں نیرزد — کہ در سینہ صفائے آں نماندہ ست
دلے دارم کہ ماندہ ست از پئے عشق — خرد جوئی براے آں نماندہ ست
دلا بگذار جاں بدہم درایں کو — کہ ہنگام رواے آں نماندہ ست
خموش اے پند گو چوں من نماندم — زمن بگذر کہ جاے آں نماندہ ست

کساں در باغ و من در گوشۂ غم
کہ خسرو را ہواے آں نماندہ ست

۱۳۹

نگارا[2] چوں تو زیبا کس ندیدہ ست — چناں روئے نگارا کس ندیدہ ست
نہاں میدار از من خویشتن را — چنیں خود آشکارا کس ندیدہ ست
بیا امروز تا سیرت بہ بینم — مگو فردا کہ فردا کس ندیدہ ست
تماشا میکنم در باغ رویت — وزیں خوشتر تماشا کس ندیدہ ست
ز آب دیدہ پیدا گشت رازم — بدیں ساں آب صحرا کس ندیدہ ست
مرا گوئی کہ "دل بر جائے خود دار" — دل عشاق بر جا کس ندیدہ ست

زخسرو دل کہ دزدیدی، بدہ باز
مگو "دیدہ ست کس یا کس ندیدہ ست"

---

لہ رکھ غزلیات محذوف درن

۱۴۰

مرا وقتے دلے آزاد بودست — درونم بے غم و جاں شاد بودست
نمک زد شوخی اندر جان و نوکرد — جراحتہا کہ در بنیاد بودست
چہ خوش بودست عقل مصلحت جو — کہ چندے زیں بلا آزاد بودست
نگارا ہیچ گاہے یاد داری؟ — کزیں بیچارگانت یاد بودست
شب آمد، باد بردا زجاے خویشم — کہ بوے زلفِ تو با باد بودست
بفریادت بخواندم دی و مُردم — کہ جانم ہمرہِ فریاد بودست

جفاکش خسروا گر دوست پیوست
نصیب عاشقاں بیداد بودست

۱۴۱

منم امروز و صد تیمار در دست — نہ دل در دست مے نے دلدار در دست
بیا ساقی دلم از دست رفتہ ست — ہمی آید کنوں دشوار در دست
نگارا دست آزارم گشادی — چہ می آید از ایں آزار در دست
توئی از روز تا شب در تماشا — چمن آئینۂ گلزار در دست
منم از جست وجوئے تو چو مرغے — گل اندر دیدہ ماندہ خار در دست
ہمہ شب گردِ کویت بہرِ مرہم — ہمی گردد دل افگار در دست

مدہ از دست خسرو را، کہ دارد
ز تو مشتے غم و تیمار در دست

۱۴۲

صبا گردے از آں زلف دوتا خواست — بہر سو بوئے از مشک ختا خواست

---

لہ غزل محذوف درن

بلائے خفتہ سر بر داشت گوئی | مرا موئے کزآں زلفِ دوتا خواست
گریباں میدرم ہر صبح چوں گل | ہمہ رسوائی من از صبا خواست
نظرہا[1] از زکوۃ حسن میداد | زہم افتاد کز ہر سو گدا خواست
متاع عقل و جان و دل ہمہ سوخت | من این آتش ندانم کز کجا خواست
تو تار زلف بستی بند در بند | زہر بندے مرا دردے جدا خواست
امیدم بود کز دستش برم جاں | ولیکن خط مشکینش بلا خواست
کنوں ما و لب لعل و خط سبز | کہ تقوی را رقم از کار ما خواست

تماشا را بیا زیں سوے بارے
کنوں کز گریۂ خسرو گیا خواست

۱۴۳

گل امشب[2] آخر شب مست برخاست | بجام لالہ گوں مجلس بیا راست
نشستہ سبزہ زیں سو، پائے در بند | ستادہ سرد از آں سو جانب راست
صبا میرفت و نرگس از غنودن | بہر سوئے ہمی افتاد و می خاست
من اندر باغ بودم خفتہ تا یار | بنامیزد چو ماہی بے کم و کاست

چو رفتن خواست از پہلوے خسرو
برآمد از دلم فریاد بے خواست

۱۴۴

نسیم[2] آں گل شب گیر چوں است | جسانش بینم و تدبیر چوں است
نگوئی ایں چنیں بہر دل من | کہ آں بالاے ہمچوں تیر چوں است
زلب آید ہمی بوئے شرابش | دہانش داد بوئے شیر چوں است

---

[1] بیت محذوف در ن [2] رسہ غزلیات محذوف در ن

من از وے نیم کشتِ غمزہ گشتم — ہنوزم تا بسر تقدیر چوں است
اگر چشمش بکشتن کرد تقصیر — لبش در عذر آں تقصیر چوں است
بپرسد ہرگز آں مست جوانی — کہ حال تو بہ آں پیر چوں است
بگاہ خفتنِ تشویش عشاق — ز آہ و نالۂ شب گیر چوں است
ز زلفش سوخت جان خسرو آرے
بگو آں دام مردم گیر چوں است

۱۴۵

و

من و شب زندگانی من اینست — دل و غم شادمانی من اینست
ہمہ شب خونِ دل نوشم بیادش — شرابِ ارغوانی من اینست
ہمی نالم بشب بیداری ہجر — سرودِ میہمانی من اینست
بہ بندد چشم من بر من خیالش — کہ شبہا یار جانی من اینست
تو عشقش گاہ میرم گر زیم باز — طریقِ زندگانی من اینست
رہا کن تا بمیرم زیر پایت — کہ عمرِ جاودانی من اینست
بس است ایں قیمتِ خسرو کہ گوئی
غلامِ رایگانی من اینست

۱۴۶

بہر[1] بیتے کہ وصف آں رخان ست — چو نیکو بنگری شہ بیت آنست
کمر کرد بستہ او ہست جانم — مرا جانے است آں ہم در میانست
ندارم درمیان تو سخن ہیچ — ولے جاں را سخن دراں دہانست
بما کو میکند چشم تو شوخی — کہ شوخی شیوہ ہائے سرخوشانست

---

[1] غزل محذوف در ن

بہر موزلف تو دارد دو صد دل　　چہ وزدے بُرد دلے نا جہر بالست

دلم را برد و جاں را کشُت چشمت

جہانگیرست و ہم صاحب قرآن ست

۱۴۷

بیا[1] کز رفتنت جانم خراب ست　　دل از سوز نمکدانت کباب ست

درنگ آمدن اے عمر کم کن　　کہ عمرِ از بہر رفتن در شتاب ست

من آیم ہر شبے سوئے تو لیکن　　ہمہ شب خانۂ من ماہتاب ست

سیہ شد روے ما از تو کہ رویت　　زوال روز مارا آفتاب ست

ندارد چشمۂ خورشید آبے　　کز آں چشمہ تو بردی ہر چہ آب ست

نباشد ہیچ بوے نافہ از مشک　　ولے موے تو یکسر مشک ناب ست

چو بر شیریں لبت از رخ چکد خو　　تمامی آب آں شربت گلاب ست

مرا گر یک سوالے از لب تست　　ز چشمت دہ جوابِ ناصواب ست

سخن گوید چو خسرو پیش چشمش

زبونِ غمزۂ حاضر جواب ست

۱۴۸　　و

مرا داغ تو بر جان یادگارست　　فدایش باد جاں، چوں داغ یارست

اگر جاں میرود گو رو غمے نیست　　تو باقی ماں کہ مارا با تو کارست

بصحبتِ عاشقاں میرم کہ گویند　　سگے ہمخوابۂ یارانِ غارست

شدم بیخود کرشمہ کمترک کن　　کہ من را بادہ دو مئے مست کارست

ز ذوق من کہ در مئے پیر گشتم　　چہ داند پارسا کیں شیرخوارست؟

[1] غزل محذوف مدن

غلام آں بتم کز ناز نینے — نظر ہم بر چناں اندام یار ست
مرا ز غذا نست بے تو خانہ ہر چند — در و بام از خیالت پر نگار ست[1]
بکویت زرد رو شد خسرو آرے
ہوائے نیکواں ناسازگار ست

۱۴۹[2]

مرا از روے خوباں قبلہ پیش ست — مسلماناں ندانم کاین چہ کیش ست
بزن سنگ اے ملامت گو ز ہر سو — کہ ما را چشم ہائے عقل پیش ست
نگنجد جان درونِ سینۂ عشق — نگنجد غم کہ او ہم زان خویش ست
بخون گرم دل پیوست با یار — بس اے گریہ کہ می وصل سر یش ست
بہم دردے تواں گفتن غمش زانک — لبالب انگبینت زیر نیش ست
چو سر ہم ہست خاک رہ برانجم — کہ چشم از سودن راہ تو ریش ست
باستقبالِ روزی میکشد دل — بزن اے کافر ار تیرے بکیش ست
مگو خسرو کہ عشقم آشنا شد
حذر کان آشنائے گرگ و میش ست

۱۵۰

مرا در سر ہوائے نازنینے ست — کز او تاراج شد ہر جا کہ دینے ست[3]

---

[1] بعد ازیں در نسخۂ ن بیت ذیل اضافہ است ؎
دو چشمم را ز کویت رتبۂ خاک ٭ زیادت کن کہ مزدِ انتظار ست
[2] غزل محذوف در ن [3] بعد ازیں ابیات ذیل در نسخۂ ن زاید است ؎
نہ خواہد رفت مہرش از دل من — اگرچہ با منش ہر لحظہ کینے ست
پریشاں حالتے ست از یاد زلفش — بہ گیتی ہر کجا خلوت نشینے ست
ہجوم جان مشتاقاں بر آں لب — چو غوغائے مگس بر انگبینے ست

تنم چون خاک شد رنجه مکن پای — ترا هم زیر پا آخر زمینے ست
بهار من توئی زانم چه سود است — که در عالم گلے یا یاسمینے ست
دل[۱] از پیشت سلامت چون توان برد — که در هر گوشهٔ چشمت کمینے ست
مجو آخر تو هشیاری ز خسرو
که عشق و عقل را دیرینه کینے ست

## ۱۵۱

نگارا[۲] روز عیش و شادمانیست — هوائے سبزه و صوت و اغانی ست
مرا بے تو چه جائے زندگانیست؟ — که دل بے عشق و جان بے شادمانی ست
ز چشم خویش ترسانم برویت — که عشقت سرنوشت آسمانی ست
ز بدخوئی جگر خود کرد چشمت — مگر بدخوئیش از ناتوانی ست
چرا دل برد و منکر گشت زلفت — که بر هر موے او از خون نشانی ست
مزن مژگان ز بهر آلوده بر من — عنایت کن که وقت مهربانی ست
همه کس همنشین تست جز من — که مرگم همنشین زندگانی ست
کمر را با میانت عهد بندی ست — سخن را با دهانت کامرانی ست
فغان من بگوش خویش بشنو
که بزمت را نوائے خسروانیست

## ۱۵۲

ندانستم[۳] که اهلیت گناه ست — ایا این ره که می پویم چه راه ست
ز جور روزگار و طعن دشمن — جهان پیش جهان بینم سیاه ست
نه هر مردے تواند گرد مردی — سوار شیر دل پشت سپاه ست

---

۱؎ بیت محذوف درن

۲؎ و ۳؎ غزلیات محذوف درن

کساں را بر درِ ہر کس پناہے　　مرا بر درگہِ لطفش پناہ ست
اگر آہے کشم در ہم کشد روے
مگر آئینہ را تندی ز آہ ست

۱۵۳

بیا ساقی کہ ایام بہار ست　　سمن مست ست و نرگس در خمار ست
مئے و مطرب کہ ایام نشاط ست　　بدہ ساقی تو جامے کش بہار ست
سواد بوستاں از خط سبزہ　　چو روئے نو خطان گلعذار ست
بساط سبزہ زاں می گستر د باد　　کہ شاہ شاخ راہ نگام بار ست
بپای سرو بین کز لالہ و گل
چو دست خوبرویاں پر نگار ست

۱۵۴

نگویم در تو عیبے اے پسر ہست　　ولیکن بیوفائی ایں قدر ہست
نہ در ہجر تو ام خواب و قرار ست　　نہ در عشق توام از خود خبر ہست
از آں ناوک کہ از چشم تو بر من　　ہنوزم زخم پیکاں در جگر ہست
دمے غائب نہ اے از پیش چشمم　　اگر دوری، خیالت در نظر ہست
سبک باشد سرِ خالی ز سودا　　من و سودائے جاناں تا کہ سر ہست
نہ پندارم کہ در گلزار فردوس　　ز رخسارت گلے پاکیزہ تر ہست
تعالی اللہ قباپوشی کہ او را　　کمر بر مو و موئے تا کمر ہست
تمنائے دلم کردی و دادم　　بفرما گر تمنائے دگر ہست

---

لہ　ئے غزلیات محذوف درن

شب ہجراں درازست ارچہ خسرو
مشو غمگیں کہ امیدِ سحر ہست

**۱۵۵** ت

دلم زو شب حدیث نازمی گفت ٭ ہمی گفت آں حدیث و بازمی گفت
نمی آمد مرا خواب از غمِ دوست ٭ ز ہجراں سرگذشتے بازمی گفت
نہاں می مُردم و می زیستم باز ٭ کہ جاں با من سخن زاں نازمی گفت
خوش آں مرغے کہ می آمد ازاں باغ ٭ کبوتر را سلام بازمی گفت
دل من مست بود و قصۂ دوست ٭ گہے از انجام و گہ ز آغازمی گفت
ز نقش عقل مینالید با چشم ٭ جفائے دزد با غمازمی گفت

چو چنگ غم زدہ در گریہ خسرو
سرود عاشقاں با سازمی گفت

**۱۵۶** ت

جفا کز دے بریں جانِ زبوں رفت ٭ نگویم گرچہ از گفتن فزوں رفت
ہم اول روز کامد پیش چشمم ٭ ز راہ دیدہ در جانم دروں رفت
نہ من مردہ نہ زندہ زانکہ ہر بار ٭ کہ او آمد بدل جانم بروں رفت
خطش آغاز شد بیچارہ جانم ٭ نرفت از پیش، ایں خواہد کنوں رفت
دلم می گفت از دوشب سرگذشتے ٭ ہمہ شب تا بروز از دیدہ خوں رفت
ہمیں دانم خبر کامد سحرگاہ ٭ ز بیہوشی نمی دانم کہ چوں رفت

---

[1] بعد ازیں در نسخۂ ن بیت ذیل زائد ست ؎

مرا می کشت یادِ آں کہ روزے ٭ بغمزہ با من آں بت رازمی گفت
خیالِ غمزہ از پیکانِ دلدوز ٭ پیام ترکِ تیرانداز می گفت

نشد از جادوے ہم جان خسرو
ہمہ عمرش بتعویذ و فسوں رفت

۱۵۷

تماشاگاہ جاں باشد خیالت[1] تماشاگاہ دلہا زلف و خالت
بغلطم بے خبر چوں قرعۂ فال چو بینم طلعت فرخندہ فالت
مدار ایں چشم من چوں دلو پر آب کہ باشد آفتاب من وبالت
اشارت کردی از ابرو بخونم مرا بارے مبارک شد جمالت
نہ جان از لب دروں آمد نہ بیروں بلا شد عشق پابوس خیالت
چہ خوش می میخوری از خون نابم اگر ننگی نیارد زیں سفالت

چو حالم شد پریشاں بے تو آخر
بگو آخر کہ خسرو چیست حالت

۱۵۸

بیا اے دیدۂ شہرے بسویت جہانے گم شدہ در جستجویت
بلاۓ فتنہ کار افزائے چشمت جفاؤ کینہ دست افزار خویت
کہ باشد آینہ آہ ہزار آہ کہ در آغوش گیرد نقش رویت
مبادا بگسلد یک مویت ارچہ جہاں آویخت در یک تار مویت
کنم از آب دیدہ لب نمازی چو پائے ہر سگے بوسم بکویت
بدہ دل گر توانی بیدلے را کہ خواہد داد جاں در آرزویت
نہ ام عاشق چو من از بیم مردن نہ بینم سیر در روئے نکویت
چو زنبور سیہ گرد سر گل بگردم بر سرت بیخود ز بویت

---

[1] در ن غزل محذوف است

زحیرت باز خسرو ماندہ بیہوش
خموشی بودے اندر گفت وگویت

۱۵۹ ت

دریاب کہ جاں خراب گشتست | دل زآتش غم کباب گشتست
خون جگر آب شد زعشقت | زہرہ نہ کہ گویم آب گشتست
پیش کہ کشایم این کہ زلفت؟ | در گردن من طناب گشتست
یک رہ بمن خراب کن گشت | دل بیں کہ چساں خراب گشتست [۱]
دانم کہ زمہر عارض تست | اشکم کہ چو لعل ناب گشتست
زلف تو سیہ چرا است دانی؟ | بسیار در آفتاب گشتست

درکشتن خسرو آرزویت
بشتاب کہ بس شتاب گشتست

۱۶۰ ب

بازش ہوس شکار برخاست | وز دلشدگاں قرار برخاست
او مرکب ناز راندو از خلق | ہر سوئے فغاں زار برخاست
او[۲] پیش شکار مست بگذشت | فریاد از آں شکار برخاست
من[۳] خاک شوم برآں زمینے | کز توسن او غبار برخاست
صبر[۴] و دل و نام و ننگ مابرد | عشق آمد و ہرچہار برخاست
عاشق[۵] نہ یکے ہزار جان داد | نالہ نہ یکے ہزار برخاست

---

[۱] بیت محذوف در ن [۲] تا [۴] ابیات محذوف در ن

[۵] بعد ازیں در نسخۂ ن بیت ذیل زائد است ؎

خوب دگرش بہ دیدن آید ٭ شاد آمد و شرمسار برخاست

از رنج منش چه شد زیادت — وز کشتن من چه کار برخاست؟
اے عقل بروز ما کہ نتوان — زیں میکده هوشیار برخاست

با درد خوشم که نام مرہم
از خسرو دل فگار برخاست

۱۶۱ — ب

خط کز لب آں پسر دمیدست — افسونست که بر شکر دمیدست
بنگر که ز آب دیدهٔ کیست — آں سبزهٔ خوش که بر دمیدست
از رشک رُخت سحر دمِ سرد — بر آئینهٔ قمر دمیدست
برخاست ز آتشِ رخت دود — از بس که خط تو بر دمیدست

آخر شکرے بده به خسرو
زاں لب که نبات بر دمیدست

۱۶۲ — ب

عشق تو بلائے جاں پسندست — یک خنده از آں دہاں پسندست
یک گردشِ چشم تو بمستی — فتنه بهماں جهاں پسندست
بیهوده[له] بصید میزنی تیر — آں جاشنی کماں پسندست
گر من دل گم شده نیابم — بر هیچو توئی گماں پسندست
گفتی که دعائے صبر میخواں — نام تو برایں زباں پسندست
اے چرخِ بلا چه می فرستی — مارا غم آں جهاں پسندست
گر دولتِ وصل نیست مارا — بد نامی مردماں پسندست

---

له در نسخهٔ ن بیت ذیل بعد ازیں اضافه است
تیغ از پے کشتنم چه حاجت ⁂ یک ناز بکن هماں پسنداست

اندر تب غم طپید خسرو
آن نرگس ناتواں پسندست

۱۶۳

مارا[1] دل زار مستمند است | وا ویختۂ خمِ کمند است
اے جان کسے دل رہے را | می پرس کہ نیک دردمند است
بد گوئی کہ سرد گردد ایں دل | کز آتش شوق ہرگز نہ است
تلخی نشنیدم از لبت ہیچ | یا خود مئے تو ہنوز قند است
خاماں بنہاں دہند پندم | با سوختۂ اے چہ جائے پند است
جاں در خمِ زلفِ تو ست بنمائے | تا بنگرمش کہ در چہ بند است
تا خط تو نو دمید گل را | بر سبزہ ہزار ریشخند است
خواہم سر سرو را بہ بُرّم | کز قد تو یک سرے بلند است
آں روئے کہ چشم بد از آں دور
بنمائے کہ خسروش پسند است

۱۶۴

چشمم[2] کہ بروے تو فتادہ ست | بر آفت خود نظر نہادہ ست
راہے ست برائے بُردنِ جاں | ابروئے کجت میاں کشادہ ست
خط تو در و نہ مرا سوخت | شک نیست کز آفتاب زادہ ست
زلفت سر و پا شکستہ زاں ست | کز سرو بلند او فتادہ ست
انصاف من شکستہ بستان | زاں طرہ کہ داد ظلم دادہ ست
گفتی "زِ لبم بنوش بادہ" | خون میںوشم چہ جائے بادہ ست

---

[1] و [2] غزلیات محذوف درن

خسرو تو بے قرار باتست
دل را چہ کنم کہ خود فتادہ ست

۱۶۵

ب

آنجاست دل من و ہم آنجاست — کان کج کلہ بلند بالاست
خوابش دیدیم دوش و مستیم — کان خواب ہنوز در سراست
آہستہ رواے صبا بدان بام — کان مستِ شبانہ من آنجاست
رحمے نکند بر این دل پیر — یارے کہ چو بخت خویش برناست[1]
از دوزخ اگر نشان بپرسند — من گویم خوابگاہِ تنہاست
می کش کہ بہر چہار مذہب — خونم بدرست وخانہ یغماست
گفتند دلت خوشست آرے — در گونۂ روے بندہ پیداست
خون میکنی و خبر نداری — بیچارہ کسے کہ ناشکیباست

خسرو جان دہ کہ اندرین راہ
کارے بسخن نمی شود راست

۱۶۶

زلف تو ہنوز تابدار است — چشمت بکرشمہ در خمار است
بہ گفتی کہ "وفا نیاید از من" — سوگند مخور کہ استوار است
خون شد دل من بگوے اے باد — کان جان عزیز در چہ کار است
کشتنش بکدام بوستانست؟ — سروش بکدام جوئبار است
من گریۂ خویش دوست دارم — کز درد کسیم یادگار است
کارم غم عشق و بیقراریست — تا عمر عزیز برقرار است

---

[1] بیت محذوف در ن

اے شاہسوار آہواں را	تیرِ تو نکو ترین شکارست
عاشق کہ غم تو خورد وآں گہ	شادی طلبد حرام خوارست
با تو بمثل ہلاک خسرو
دیوانہ و موسم بہارست

۱۶۷

چشمت کہ میان خواب نازست	یارب کہ چہ شوخ و دلنوازست
ہر لحظہ زِ نیشِ غمزۂ تو	صد رخنہ بروزہ ونمازست
خونہا ہمہ خورد این چہ شکل ست	دلہا ہمہ برد ایں چہ نازست
محمود بخاک شد ہنوزش	دل سوئے کرشمۂ ایازست
شبہا غم خود بہ شمع گویم	کو نیز ز محرمان رازست
سوزندہ کسیم نیست جز شمع	کاں سوختۂ سر گدازست
فریادرسی کہ درہمہ وقت	بر غمزدگاں در تو بازست
جانا تو بخواب شو کہ مستی	افسانۂ عاشقاں درازست
سوز دل و آب چشم خسرو
بپذیر کہ از سر نیازست

۱۶۸

یک[2] موے ترا ہزار دام است	یک روے ترا ہزار نام است
زاں سرو ببوستاں بلند است	کز قدِ تو قایم المقام است
گرمہ بتو ناتمام پیوست	رخسار تو، ماہ من تمام است
زلف سیہت فتادہ در پاے	بہرِ دلِ خلق، پاے دام است

---

لہ بیت محذوف درن	ٹہ غزل محذوف درن

دانا لب تو اگر ببوسد — فتوا ندہد کہ مۓ حرام است
می نگذارد دل از تو زیراک — تو آبی و آن سفال خام است
خسرو بتو ہم عناں نخواہد
زین توسن چرخ بد لگام است

۱۶۹

زلف سیہ تو مشک چین است — بالاۓ تو سرو راستین است
لعل تو نگین خاتم حسن — وآن خط تو نقش آن نگین است
گر موم بود میان خاتم — در خاتم لعل انگبین است
ماہست رخت درآن سخن نیست — قندیست لبت، سخن درین است
ہر لحظہ کشد بکشتنم تیغ — چشم تو کہ شوخ و نازنین است
گفتم کہ ترا کمین غلامم — گر ہست گناہ من ہمین است
مارا[1] زلب تو نیست قسمے — تدبیر چہ سود قسمت این است
تو غمزہ چہ میزنی بخسرو؟
کین تیر سپہر در کمین است

۱۷۰

ب

مۓ نوش کہ دور شادمانیست — خوش باش کہ روز کامرانیست
سر برمکش از شراب کایام — از تیغ اجل بسر فشانیست
این[2] دل کہ ز عشق میخورد خون — با دشمن خود بدوستگانیست
مغرور مشو ببانگ ناۓ — کآواز درای کاروانیست
ہر دم کہ بخوشدلی برآید — سرمایۂ حاصل جوانیست

---

[1] بیت محذوف درن — [2] بیت محذوف درن

ساقی دل مردہ زندہ گردان — زآں مئے کہ چو آب زندگانیست
عشق آمد و عقل رخت بربست — این ہم ز کمال کاردانیست
بیخوابیٔ و عاشقی است کارم — سگ بہر وفاؤ پاسبانیست
خسرو بگزاف چند لافی
بانگ دہل از تہی میانیست

۱۷۱

اے خواندہ بتان حسن شاہت — وز قلب شکستگان سپاہت
دود یست بر آتش جہاں سوز — آں سبزۂ خط کہ شد سیاہت
شد در زنخت ہزار جاں غرق — از خوے چو برآب گشت چاہت
ہر لحظہ جراحتے ست در جاں — بینم چو ز دور گاہ گاہت
وزدم نظر از دو چشم خود نیز — وزدیدہ چو بنگرم بماہت
تفسیدہ[۱] چو بر خورد بمیرد — ز آرزوے نمیکنم نگاہت
شد گریہ ام ارچہ پاسے گیرت — بردن نتواں بدین زراہت
بسیار[۲] شد آہ خلق ہشدار — کین باد نیفگند کلاہت
گر خون ریزی ز صد چو خسرو
رخسارہ بس است عذرخواہت

۱۷۲

دیوانہ شدم در آرزویت — اے چشم جہانیاں بہ رویت
جان تو کہ بد شدست حالم — واں بد ہمہ از رخ نکویت
دی روے تو دیدم و بمردم — شرمندہ ماندہ ام ز رویت

---

[۱] بیت محذوف در ن — [۲] بیت محذوف در ن

پرسی کہ "چگونہ ای زمن دور"؟ — دور از تو، چہ پرسیم، "چو مویت"

خاک[1] تن من سرشتہ چونست — درخور نشد آب ازین سبویت

مائیم و تحیّر و خموشی — و آفاق ہمہ بگفت و گویت

گفتی تو کہ آب خوردم آورد

امروز بدیدہ ام چو جویت[2]

۱۷۳

وقتے غبارے زاستان بفرست سوئے چاکرت — تا کے تہی چشمی کند با دیدہ ام خاک درت؟

دستے بدہ اے آشنا درماندگاں را چونکہ شد — غرقہ بہر یک قطرہ خوں صد دل بر خسار ترت

دریافتم دل وزدیت از غمزۂ غمّاز تو — آں پردۂ ما باز شد چوں گشت پیدا گوہرت

اے ابر گر گاہے بگو آں چشمۂ خورشید را — در قعر دریا خشک شد از تشنگی نیلوفرت

گرچہ ز رحمت آیتے بشنہا عذابے بر دلم — از بس کہ آیاتِ الم خوانم ہمہ شب از برت

آخر کم از نظارۂ اے از دور در نخل قدرت — دستِ امیدم کوتہ ست از شاخ سبز نو برت

در بند پرواز ست جاں بگذار سیرت بنگرم — زیں ساں کہ بینم حال خود مہماں کہ بینم دیگرت

میکن جفا تا بیش تو میریزم از دیدہ گہر — زیرا کہ تو زیبا رخی، زیں بہ نباشد زیورت

گوئی نخندہ خسروا از آن تو ام گرچہ نہ ای

تسکین جان خویش را ناچار دارم باورت

۱۷۴

روز نوروز ست ساقی جام صہبا برگرفت — ہر کسے با شاہد و مئے راہ صحرا برگرفت

گرد[3] رہ بر چشم خود نرگس کہ در دش ہم نکرد — خوبروئے را کہ پا بہر تماشا برگرفت

---

[1] بیت محذوف در ن [2] در نسخۂ ن مقطع ہم موجود است ؎

خسرو بہ کمند تو اسیر است ٭٭ بیچارہ کجا رود ز کویت [3] بیت محذوف در ن

سرو[a] با خوباں خرامش کرد و مے میخواست لیک ... با نگردش پا اگرچہ بیشتر پا بر گرفت
بست صحرا چون کف دست و برا و لالہ چو جام ... خوش کفِ دستے کہ چندیں جام صہبا بر گرفت
نرگس اندر پیش گل گر جام مے بر سر کشید ... باغبانش مست ولا یعقل از آنجا بر گرفت
لالہ[b] را سودائے خامے بود با صد تربت ابر ... از دماغ لالہ نتوانست سودا بر گرفت
در چمن رفتم کہ نرگس چینم از پہلوئے گل ... چشم نتوانستم از روہائے زیبا بر گرفت

کار با دیوانگی افتاد خسرو را از آنک
سوز مے خوردن نخواہد ساقی ما بر گرفت

۱۷۵

شہسوارم آمد و از سینہ جاں را بر گرفت ... دولت بادے کہ آن سرو رواں را بر گرفت
یار جان بود و درین تن بود جان آمد و دل ... یار را گفت این چہ باشد با تو جاں را بر گرفت
دی کہ کرد ابرو بلند آن یار خلقے را بکشت ... گوئیا ترکے بخونریزی کماں را بر گرفت
سرخ گل کز آب چشم من بکوے او دمید ... گریۂ خون کرد بر روے ہر کہ آں را بر گرفت

گفتمش گویم غم خود چوں بدیدم دم نماند
زاں کہ حیرت از لب خسرو زباں را بر گرفت

۱۷۶

ہر قدم[c] کاندر رہ آن سر خراماں بر گرفت ... دیدہ خاک راہ او و داماں بداماں بر گرفت
سر بصد زاری نہادم بارہا بر پاے او ... کافرم گر ہیچ گاہ آں نامسلماں بر گرفت
جان بہ پنہانی ز ما بر بود و پیدا ہم نکرد ... دل بدشواری بما بر بست و آساں بر گرفت
دل کہ اندر زلف او گم گشت نتواں یافتن ... چشم کاں بر روے او افتاد نتواں بر گرفت
باد نو روزے کہ صد نقش آورد بر روے آب ... دید لعلش را قدم از آب حیواں بر گرفت

---

[a] و [b] ابیات محذوف درن
[c] غزل محذوف درن

خوے او خاص از پئے ما بیوفائی شیوه کرده — یا جهان رسم وفاداری ز دوران بد گرفت

هر در افشانی که خسرو کرد از نوک قلم
چشم خون افشان او از نوک مژگان بر گرفت

۱۷۷

روزگارے شد که دل با داغ هجران خو گرفت — از نصیحت باز کے گردد دلے کان خو گرفت
مشکل ست آزاد بودن، دل که با دلبر نشست — مرد نیست از تن جدائی دل که با جان خو گرفت
عقل[1] بیرون شد ز من پرسیدمش کین چیست گفت — ما که هشیاریم با دیوانه نتوان خو گرفت
من شبے چون کوه دارم زین دل کوتاه روز — خرم آن ذره که با خورشید تابان خو گرفت
آگهی کے دارد از اسکندر تشنه جگر — خضر تنها خوار کو با آب حیوان خو گرفت[2]
دل بزلفت ماند از بوے مسلمانی مجو — زانکه عمرے رفت کو در کافرستان خو گرفت
گر خیالت مونس دل شد مرا بازش مدار — هم بمن بگذار کیں یوسف بزندان خو گرفت

مردمان گویند خسرو چونی از سرکوب عشق
چون بود گوئے که آن با زخم چوگان خو گرفت؟

۱۷۸

سرو[3] دید آن قد رعنائی از آن بالا گرفت — در چمن ها لاجرم کارش از آن بالا گرفت
با قدش نسبت ندارد قامتِ سرو بلند — راست میگوئیم و برما نیست این کس را گرفت
جز حدیثِ تیر او در دل نمی آید مرا — تا خیال آن کمان ابرو به چشم جا گرفت
حق آن قرص رخ و آن لب نمیداند رقیب — خواهد آن نان و نمک روزے دو چشمش را گرفت

---

[1] بیت محذوف در ن    [2] در نسخهٔ ن بیت ذیل زائد است ــ
طاقت رویت ندارم گرچه می دانم از آنک ٭٭ چشم بے اقبال من با پلکے دربان خو گرفت
[3] غزل محذوف در ن

من که پیچیدم بفکر آن دو زلف عنبرین
عاقبت زین فکر پایان مرا سودا گرفت

دوش میگفتم ز سوز دل حدیثی با چراغ
در سر شمع آتش افتاد و ز سر تا پا گرفت

خسروا تا یافت ما و جان ما در کوی دوست
شد مقیم آن سر کو دوش از ما گرفت

۱۷۹

باز جانا[1] آتش شوق تو در جان جا گرفت
خانهٔ صبر از غمت سر تا بسر سودا گرفت

سرو نازم رقص رقصان دی درآمد در سماع
حلقه حلقه عاشقان را جان و دل یغما گرفت

آتشی بسینه اگرچه مدتی میسوخت بست
عاقبت شعله زد و از راه دل بالا گرفت

من بنقد امروز با وصل بتانم در بهشت
زاهد بیچاره در دل وعدهٔ فردا گرفت

هر محبی کو قدم در راه عشق از صدق زد
پیش محبوب او بر آخر پایهٔ اعلا گرفت

دولت خسرو همین باشد که او در کوی دوست
با سگانش همنشین شد منصب والا گرفت

۱۸۰

و

آفت دین مسلمانی جز آن عیار نیست
تشنهٔ خون مسلمانان جز آن خونخوار نیست

ما و عشق یار اگر در قبله و در بتکده
عاشقان دوست را با کفر و ایمان کار نیست

یک قدم بر جان خود نه یک قدم بر دو جهان
زین نکوتر رهبر دان عشق را رفتار نیست

بر تن شیرین نظاهم هست بار از نازکی
بر دل فرهاد کوه بیستون هم بار نیست

در جهاد نفس عاشق را کم از غازی مدان
گاه سربازی مقامی کمتر از عیار نیست

ای برهمن بازده ور ده کرده اسلام را
یا چو من گمراه را در پیش بت اهم بار نیست

---

[1] غزل محذوف درن

چند گویندم که رُو زنار بندے بت پرست
از تن خسرو کدامین رگ که آن زنار نیست

۱۸۱

ت

اے کہ بے خاک دست در دیدۂ من نور نیست
گر مثل جان میرود ترک تُو ام مقدور نیست

روز نے اندر کوے خود بینی قیامت خواستہ
زآنکہ آہ دردمنداں کم ز نفخ صور نیست

سخ چہ پوشی چوں حدیث حسن تو پنہاں نماند
گل بصد پردہ دروں از بوے خود مستور نیست

گرگنا ہم ہست در دین نظر معذور دار
زیں گنہ گرجاں رود این نیز چنداں دور نیست

سنگ[1] دربان ارچہ مزد جانست نیز از درمراں
کز پے مردن رسیدا ینجا وے مزدور نیست

بہر پرسش آمدی وز دیدنت جاں میرود
کشتنست اے جان من پرسیدنِ نجور نیست

در شبِ تاریک کہ ہجرانم بسر شد روزگار
چوں توان کردن چو شمع بخت مارا نور نیست

دل ز سلطانِ خیال قطاعِ غم شد چون کنم
شحنۂ جاں را ز سلطانِ خرد منشور نیست

گریہ گر شد گشتہ نالہ زہر گریہ بے سود
چوں ہزار امید بریک کام دل منصور نیست

اے خیال یار صورت میکنی در دل مرا
صبر خسرو را رقم در دفتر شاپور نیست

۱۸۲

ماہ[2] تاباں ست و ہمچوں روے تو تابندہ نیست
ابر باراں ست و ہمچوں چشم من بارندہ نیست

پیش رفتارت نیاید راہ کبکم در نظر
گر روندہ ہست لیکن ہمچو تو آیندہ نیست

خوب بسیار است، دل بردن نیارد ہمچو تو
شوخ و عیار و مقام پیشہ و بازندہ نیست

چوں بلاے نیست، چشمت را بکشتن باز کن
ہر کہ در عہدت برگ خویش میرد زندہ نیست

دل کرا سوزد درایں غم ہم من دل سوختہ
جز دل من چوں کسے پہلوے من سوزندہ نیست

---

[1] بہت محذوف دران [2] غزل در نسخۂ ان محذوف

در وفائے یار باید باخت بارے جان خویش　　　چونکہ جان بیوفا با ہیچکس پاینده نیست

چند دیده بر زمین ساید ز عشق پائے تو

چشم خسرو، کو، بجا کے از دولت مانده نیست

۱۸۳

چون بگیتی ہرچہ می آید روان خواهد گذشت[۱]　　　خرم آنکس کو بنکونام از جہان خواهد گذشت

ناوک گردون کہ آید آز ہمہ نظاره کن　　　کز کیان بگذشت و تا نیز از کیان خواهد گذشت

جز یک کس نگذرد یک تیر بین در کیش چرخ　　　کش یکے تیر است لیک از ہمگنان خواهد گذشت

آن کہ میگوید کہ "خواہم دید پایانِ جہان"　　　بسکہ بالائے پیر و جوان خواهد گذشت

گر جوان گر پیر، چون ما بگذریم از این جہان　　　گو بخواہی دید کو، تا بر چسان خواهد گذشت

چون گریزم از جفائے آسمان، چون عاقبت　　　سیل کز بام آید اندر ناودان خواهد گذشت

کاروان دوستان بسیار بگذشت و ہنوز　　　بین کزین ره چند ازینسان کاروان خواهد گذشت

ہر کہ ہست آخر نہ در زیر زمینش رفتنست　　　خود گرفتم در بلندی ز آسمان خواهد گذشت

مہرجانے دیہارے کایدت، خوش باش ازانک　　　چند چند از تو بہار و مہرجان خواهد گذشت

خسروا بستان متاعے در دکان روزگار

کاین بہار عمر ناگہ رایگان خواهد گذشت

۱۸۴

دیدمش امروز و شب در دل کنون خواهد گذشت　　　باز تا شب بر من بیچاره چون خواهد گذشت

گفتمش جان در میان کن، زد به بر دل، چون برم　　　کو میان جان شبے صد ره فزون خواهد گذشت

امشب اے جان کہن بیرون گذر بیگانہ وار　　　کاشنائے دیگرم در دل درون خواهد گذشت

آن عقوبت ہا کہ در روز قیامت گفتہ اند　　　اندرین شبہائے غم بر من کنون خواهد گذشت

---

[۱] غزل در نسخۂ ن محذوف

جانم خود بادے بیک جرعہ نگوں کن بر سرم | کاش روزے چوں ہمہ عمرم نگوں خواہد گذشت
جور میکن تا بصد جاں میکشم کز آسماں | ہر چہ آید بر سر خاک زبوں خواہد گذشت
راز خون آلود خود اے دل مدہ با من بروں | کایں ورق خام است حرف از نے زدن خواہد گذشت
دیدۂ دل را در بلا افگند دخواہی دید فاش | در میان دیدۂ و دل موج خوں خواہد گذشت

خسروا گر عاشقی مسوز دلے بکشاے زانک
دودِ ایں روزن ز چرخ آبگوں خواہد گذشت

**۱۸۵**

ہا غمش خو کردم امشب گرچہ بزاری گذشت | یاد میکردم از آں شبہا کہ در یاری گذشت
خواب ہم ناید گہے تا دیدمے وقتے مگر | زاں شبِ فرخ کہ با یارم بہ بیداری گذشت
بر درش سودم ہمہ شب دیدہ و چشم مرا | عزتے بود ار چہ بر خاک درش خواری گذشت
مردماں گویند چونی در خیالِ زلفِ او | چون بود مرغے کہ عمرش در گرفتاری گذشت؟
نوش بادا بر من و تو شربت عیش ار چہ دوش | بر تو در می خوردن و بر من بدشواری گذشت
گرچہ در ہجر توام جز خوردن غم کار نیست | ہم فسوس من ز عمرے کاں بہ بیکاری گذشت
ناخوش آں وقتے کہ بر زندہ دلاں بے عشق رفت | ضائع آں روزے کہ بر مستاں بہشیاری گذشت
ماجرائے دوش میپرسی کہ چون بگذشت حال | اے سرت گردم چہ میپرسی؟ "بدسواری گذشت"

دل گراں شد ار چہ از بارِ غمت خسرو از آنک
شخص چون مویش ز عالم با سبکباری گذشت

**۱۸۶**

چوں گذر بر خاک داری بر سر ایں باد چیست | چوں ز گل بنیاد داری دل بر ایں بنیاد چیست؟
کار چون تقدیر دارد زاختراں رنجش چراست | چون کند سلطاں سیاست نالہ از جلاد چیست؟

---

لہ بیت محذوف درن | کہ غزل محذوف درن

یا همیں با چون همه رخسار و زلف نیکوانست — نام این شیریں چرا شد نام آں شمشاد چیست؟

چوں بقا را در جهاں چندیں خرد سرمایه نیست — این بر ریشت باد چندیں در بروت باد چیست؟

دولت و محنت چو بر دو بر کسے تابنده نیست — زیں دولت غمگیں چرا شد زاں دولت شاد چیست؟

آفت مردم طمع شد از خود و مردم مرنج — مرغ را دانه بلا شد طعنه بر صیاد چیست؟

خوں خلقے ریزی و ناگه گرت ریزند خوں — چوں ستم خود میکنی از دیگراں فریاد چیست؟

چند تن پروردن اے از عالم دل بے خبر — چوں دلت ویرانه است این آب و گل آباد چیست؟

یار کے داند که خسرو میخورد غم چوں شکر
بر دل شیریں چه روشن کاندرو فرهاد چیست؟

۱۸۷

یار اگر برگشت در تیمار بودن هم خوشست — در شکیبائی به بوے یار بودن هم خوشست

عزتے گر نیست یارا نزد خوباں عیب نیست — عاشقاں را پیش خوباں خوار بودن هم خوشست

جنگهاے او خوشست ار آشتی را جا بود — در عتاب و خشم در آزار بودن هم خوشست

گرچه خفتن خوش بود با یار در شبهاے وصل — لیک در شبهاے غم بیدار بودن هم خوشست

اندک اندک گه گهی با یار بودن خوش بود — ور میسر گرددم بسیار بودن هم خوشست

چوں مسلماں بود نمی توانم از دستِ بتاں — پیش بت بربسته زنار بودن هم خوشست

گرچه از من شیر مردی ناید اندر کوے عشق — چوں سگانم شهرهٔ بازار بودن هم خوشست

خسرو اگر در نمی گنجی بخلوت گاه دوست
همنشیں با عاشقانِ زار بودن هم خوشست

۱۸۸

یار دل برداشت و زرنج دل ما غم نداشت[1] — زهره ام گرداب و تیمار من در هم نداشت

---

[1] غزل محذوف در نسخهٔ ان.

گریه با کردم که خون شد سنگ خارا را جگر — سنگدل یارم که چشمش قطره‌ای زان نم نداشت

ماجرای درد خود بر روی او صد بار بیش — یک بیک گفتیم و او را ذره‌ای زان غم نداشت

دی بردن رفتم فغان با کردم و بگریستم — بود او در خواب مستی و غم عالم نداشت

دوش بیخود بوده ام در بستر غم تا بچاشت — همچنان میسوخت شمع و دیدهٔ من دم نداشت

ای که گوئی خوشدلی یارب همین در عهد ما — گشت پنهان یا کسی خود از بنی آدم نداشت

صبر خود یکبارگی زانگونه از ما برگذشت — هیچ گه گوئی که با ما آشنائی هم نداشت

دیر زی ای عشق کز اقبال تو پاینده بود — از متاع اندوه و غم هیچ چیزی کم نداشت

این دل خسرو که از عشق جوانان پخته شد

همچنان خون ماند کز شیرین لبی مرهم نداشت

١٨٩

رفت یار و آرزوی او ز بان من نرفت[۱] — نقش او از پیش چشم خون فشان من نرفت

کس بهجرانش چو جان مستمند من نسوخت — کس بدنبالش بجز اشک روان من نرفت

من بدان بودم که پایش گیرم و میرم بدست — چون کنم کو گاه رفتن در میان من نرفت

اندر آن ساعت که از پیش من شوریده بخت — رفت آن بدخو چرا آن لحظه جان من نرفت

دل ز من دزدید و سرتا پای او جستم نبود — زیر زلفش بود و در آنجا گمان من نرفت

آن زمان کان قامت چون تیر بر من میگذشت — وه چرا پیکانی اندر استخوان من نرفت

بسکه مرغ نامه بر را ز آه خسرو پر بسوخت

نامهٔ دردم بدان نامهربان من نرفت

١٩٠

آن سوار کجکله کز ناز سلطان منست[۲] — بس خرابیها کزو در جان ویران منست

---

۱ غزل محذوف در نسخهٔ ا ن — ۲ غزل محذوف در ن

خون من در گردنم کامروز دیدم روے او — چنگ من فرداے محشر ہم بدامان منست
ہر کہ در جا حور دارد، خانہ پندارد بہشت — من کزو دُورم حذ درت خانہ زندان منست
تا جدا ماندم ز تو، جز غم ندارم مونسے — یار شبہاے فراقت چشم گریان منست
بسکہ صحرا گیرم از غم تا درون خالی کنم — ہر گیاہے مونس غمہاے پنہان منست
جان کشتم از تو کہ ہمخوابہ نگردد با تو، لیک — من ندانم کاین توئی در سینہ یا جان منست؟
شاہ عشقم خاک گوید مسند جمشید یم — دولت و اقبال من حال پریشان منست

خسرو نظم دے از سر نوشت آسمان
نامہٴ دردم کہ نام دوست عنوان منست

۱۹۱

سرو بستان ملاحت قامت رعناے تست[۱] — نور چشم عاشقان خستہ خاک پاے تست
من نہ تنہا گشتہ ام شیداے درد جان من — ہر کرا جان و دل و دینے بود شیداے تست
نیر اعظم کہ لاف از قرب عیسیٰ میزند — ذرہ‌اے از پرتو رخسار مہ سیماے تست
در درون مسجد و دیر و خرابات و کنشت — ہر کجا رفتم ہمہ شور تو و غوغاے تست
جانہ از غیرت ز دست جاہلان سوزید ازآنک — سرو را گویند مانند قد رعناے تست
تا بملک دلبری سلطان شدی اے شاہ حسن — ہر کجا سلطانی و شاہی بود لالاے تست

وعدہٴ دیدار خود کردی بفردا زان سبب
جان خسرو منتظر بر وعدہٴ فرداے تست

۱۹۲

خرم آن چشمے کہ ہر روزش نظر بر روے تست[۲] — شادی آن دل کہ ہر دم در دماغش بوے تست
من ز تنہائی بخون غرق و تو بپہلوے کسان — خون من در گردن آن کس کہ در پہلوے تست

---

۱ و ۲ غزلیات محذوف در ن

گفتیم زان زلف و رخ کارایش آن را مدام — شانه بر پشت تو و آیینه بر زانوی تست

بر رخت دنبالهٔ زلف تو پایان شب است — و آفتاب صبحدم اندر سفیدی روی تست

نافهٔ خود را اگرچه ز آهو میکشد با این همه — پوستین پوشی ز زنجیر خم گیسوی تست

بر شکر خواند افسون بهر دلجوئی ولیک — شکری کو خود فسون خواند ز دلجوی تست

موی ابرو را گره نتوان زدن لیکن ز کبر — صد گره بیش است بر هر موکه در ابروی تست

هیچ شب از موی تو تا روز نی یارم گسست — این درازی شب من بی گسستن موی تست

هندوان را زنده سوزند این چنین مرده مسوز

بندهٔ خسرو را که ترک است آخر و هندوی تست

۱۹۳

آنکه[ط] زلف و عارض او غیرت روز و شب است — جان من از مهر و ماه روش همدم در تب است

رشک عناب است یا خود پستهٔ خندان او — سیب سیمین است خود یا آن ترنج غبغب است

بازا بر چشم من بسیار باران شد مگر — ماه خرمن سوز من امشب بقلب عقرب است

بسکه فریادم شب هجران بگردون میرود — قدسیان را از تظلم کار یارب یارب است

می شمارم هر شبی اختر از آب چشم و صبح — نیست روشن کاختر بختم کدامین کوکب است

ساقیا بر لب رسان جامی و آنگه ده بما — زانکه ما را چون قدح از تشنگی جان بر لب است

ترک هر مذهب گرفتم زانکه نزد پیر دیر — ذکر مذهب لاابالی نا اختلاف مذهب است

ما و مجنون در ازل نوشیده ایم از یک شراب — درمیان ما از آن رو اتحاد مشرب است

لاف دانائی مزن خسرو مگر دیوانه ای

در دبستانی که پیر عقل طفل مکتب است

۱۹۴

دل ز انعامت[ب] مها با التفاتی قانع است — دیده در ماه اگر بیند رخت خوش طالع است

---

ط و ب غزلیات محذوف در ن

گر برفت از شوق رویت دل ز دستم باک نیست
دل برفت و جان برفت و عقل و دین خوش قانع ست

نقطهٔ خالش برخ منشور حسن ست و نشان ست
ملک لطف و دلبری را روی خویش جامع ست

جنت و دوزخ بهشت و مردگی عین حیات
بی تو جنت دوزخ ست و زندگانی ضائع ست

چون بنفشه خم گرفته قامتم در هجر تو
همچو نرگس چشم من باز است و اشکش دامع ست

کاکل مشکین پریشان بر رخ چون مه فگن
تا بپندارند کاے بر رخ مه واقع ست

همچو ابر بی حیا سرگشته و برگشته باد
هر که خسرو را ز ماه روی خوبت مانع ست

۱۹۵

شربت وصلت بجویم کار من خون خوردنست
من خوشم تو مبهم آنجا هارسان کازردنست

جان من از مایهٔ غم های تو پرورده شد
خلق غم گویند و نزد بنده جان پروردنست

کشتن من بر رقیب انداز و خود رنجه مشو
زانکه خون چون منی نه لائق آن گردنست

یار محمل راند و سرگشته دلم دنبال او
دیده کردم من که جان در رخت بیرون بردنست

چاک دامن مژدهٔ بدنامیم داد ای سرشک
یاریش کن کو مرا در بند رسوا کردن است

ای ملامت گوی من جای که تابد آفتاب
ذرهٔ سرگشته را چه جای گرد آوردنست

پند گو با گفتگو کم کن که پیکان خورده را
درد کشیدن بیش از آن رنج است کاندر خوردنست

بس کن ای مطرب که شهر از شعله های من بسوخت
روغن خود آتشی را ریز کاندر مردن است

قصهٔ عشق ارچه بر جان همز ند محرم چو نیست
خسروا تن زن که نه جای سخن گستردنست

۱۹۶

هر مژه از غمزهٔ خون ریز تو ناوک زنی ست
کاندرون هر جگر زان زخم ناوک روزنی ست[۱]

چشمت آفت غمزه فتنه خط قیامت رخ بلاست
آشنائی با چنین خصمان نه حد چون منی ست

---

۱؎ بیت محذوف در نسخهٔ ن

جان که زارم میکشد از یاد چون تو دوستے — جان من از تو چه پنهان آشکارا دشمنے ست

چشم ار بے تو جهان بیند بگیرش عیب از آنک — خیره بے دیدهٔ آلودهٔ تر دامنے ست

ساقیا گر مے خورم بے تو نگوئی کان مے است — مردمم را شربتے و آتشم را روغنے ست

اندر آن مجلس که خود را زنده سوزد اہل عشق — اے بسا مرد خدا کو کمتر از ہندو زنے ست

عندلیبان را غذاے روح باشد بوے گل — مرغ دشتے است آنکہ عاشق بر جو و بر ارزنے ست

ہر شبے خسرو که کوبد سینه در کویت به درد
زیر دیوارِ تو سلطان پاسبان چوبک زنے ست

۱۹۷

تا خیال روے او را دیده در تب دیده است — مردم چشم بخون در اشک ما غلطیده است

تا چرا با شمع روشن آتش تب یار شد — دل چو دود زلف او بر خود بسے پیچیده است

بر لبش ہر داغ جانسوزی که بس تبخاله شد — زان جراحت بر دل و جان من شوریده است

دوش بر بالین یارم شمع از غم پیش من — تا سحر بیچاره بر جان ہمچو من لرزیده است

چون بنوک غمزه آن بت از لب من خون کشاد — در تن من ہم ز غیرت خون من شوریده است

چون ندارد طاقتے کز آب بر خیزد دمے — نرگس بیمار یارم در دو سه جون دیده است

دوش چون آمد خیال سرو قدش پیش من
تا سحر خسرو بجالیش گرد سر گردیده است

۱۹۸ [له]

تا خیال نقطهٔ خالت سواد چشم ماست — خاک پایت موم چشم مرا چون توتیاست

حاجت کحل الجواہر نیست آنکس را که نیست — سرمه از گرد ره توسن که نور چشم ماست

تا گل رخسار تو بشگفت در باغ وجود — عشق بازان را چو بلبل کار با ہر برگ نوست

---

[له] و [له] ہر دو غزلیات محذوف در نسخهٔ ن

تا بطاق ابرویت آورده ام روی نیاز — می نه پندارم نمازم اندرین قبله رواست

نافهٔ آهوی چینی گو ز زلفت دم زند — نیست کآهوی مرا زانکه در اصلش خطاست

جعد مرغولت که در هر تار او صد حلقه است — دام دلهای اسیران گرفتار و بلاست

هر که در کوی تو بوی برد از عالم گذشت — هر که از درد تو نصیبی یافت فارغ از دواست

جام ما از دست هشیاران مجلس تیره گشت — مفلسان از خود گذشته، درد آشامی کجاست

بی رخ و زلف سیاهش از هواداری خویش
خسرو دل خسته را همدم بروز و شب صباست

۱۹۹

بی رخت[1] از پا فتادم بی لبت رفتم ز دست — قدر گل بلبل شناسد قدر باده می پرست

زاهدا از بدنامیم دیگر مترسان زانکه من — گر برآرم نام نیکو پیش بدنامان بداست

آشنائی در وجود جوهر خسرو دم نماند — مشکل ما هست اکنون آن دهان نیست هست

سوی چشمانش مبینید ای رقیبان زینهار — غارت دین میکنند آن کافران نیم مست

حلقه های زلف ترکان بو العجب دام بلاست — هر که افتاد اندر آن دام از گرفتاری برست

درمیان ما و تو حایل نباشد بحر و کوه — رهروان را که بود اندیشه از بالا و پست

از وجود خاکی من گرچه گرمه خاسته ست — عاقبت خواهد به آب دیده در کویت نشست

گر بقدرت سرفرازی میکند طوبی بخلد — روز حشر از رشک خواهم شاخ های او شکست

همچو خسرو کی رهد از بند خویش و هر دو کون
هر که دل در حلقهٔ زنجیر گیسوی نه بست

۲۰۰

بسکه[2] زلف سرکشت در کار دلها در نشست — هیچ کس در شهر از این سودای بی پایان نرست

---

[1] و [2] هر دو غزلیات محذوف در نسخهٔ ان

عاشقان گشته براهت خاک و من در غیرتم　　کان غبار غیر بر دامان تو خواهد نشست

توسنت در سینهٔ من نعل در آتش نهاد　　هست از آنجا آتشی کز نعل یکران تو جست

سوختی جان مرا و حال من پرسی که چیست　　ای عفاک الله چگویم جان من هست آنچه هست

آبروی من که رفت از تو، اگر خون ریزیم　　هم بهای پندوی پاکان که بشویم از تو دست

صد هزاران مصلی دستور خرد را محو کرد　　زلف تو گر عامل دلهاست یا خوان شکست

من زخوان خود خراب و در کمین جان خیال　　دزد گرد آن گرد کالا باده نوش افتاده مست

ده که کینش بود با خسرو که از خویش بگذشت
وز پی دشواری جان کندنش از غمزه خست

۲۰۱

ساقیا مژده که امروزم سر دیوانگی ست　　جام پر گردان که مرگم در تهی پیمانگی ست

من به عشقت جان دهم تا رحمت آری بر تنم　　این عنایت در میان دوستان بیگانگی ست

زاهد العویذ خود ضایع مکن بر من از آنک　　عشق من ضایع نخواهد شد که دیو خانگی ست

قصه‌های درد خوانم هر شبی با بخت خویش　　وین همه بیداری من زین دراز افسانگی ست

بسکه در زنجیر خوبانم مسلسل شد سخن　　هر غزل از دفتر من مایهٔ دیوانگی ست

شمع شهری نی چه شد رست، ار بسوزد باک نیست　　لذت از آتش گرفتن مذهب پروانگی ست

طعنه‌های دشمنان مشتاق را تلخ سراست　　نام رسوائی بکوی عاشقان فرزانگی ست

نیست آن مردانگی کاندر غزا کافر کشی　　در صف عشاق خود را کشتن اندر [illegible]انگی ست

خسروا سلطان عشق از میکشد یاری مخواه
زان که معزولست عقل و صحبت بیگانگی ست

۲۰۲

خانه‌ام[۱] ویران شد از سودای خوبان عاقبت　　گشت دل مدهوش و دل شیدای خوبان عاقبت

---

۱؎ غزل محذوف در نسخهٔ ن

ہست سر بر دوش من بارے وبارے میکشم | تا مگر اندازمش در پاے خوباں عاقبت
ماے آں دارم کہ خونم را بریزند اہل حسن | شد موافق راے من با راے خوباں عاقبت
گرچہ بے مہرند مہرویاں بعشاق اے رقیب | جان عاشق میشود ماواے خوباں عاقبت
صبر و ہوشم از سواد زلف جاناں گشت کم | شد ہمیں سود من از سوداے خوباں عاقبت
بار ہا گفتم کہ "ندہم دل بخوباں" لیک دل | گشت از جاں بندۂ مولاۓ خوباں عاقبت

بر دل مجروح خسرو دلبراں را نیست رحم
جاں بزاری داد از سوداۓ خوباں عاقبت

۲۰۳

روز[۱] از دست جفا آخر عناں بستامنت | داد خود دانم از ایں پس بر چہ ساں بستامنت
رو دِ اشکم گر، گریباں گیردم از دست تو | دامنت گیرم گہے وانصاف جاں بستامنت
عمر دیگر گوشد زیں پس من و لعل لبت | یا بمیرم یا حیات جاوداں بستامنت
روے بر خاک دیت مالم، وگر فرماں دہی | خاک آں در ہم بزرخ زعفراں بستامنت
بر نمک میخواہم انگشتے زنم لب را مدزد | ہم بشرط چاشنی بوسے زجاں بستامنت
ور ببیعت جاں قبول، وزر ندارم چوں کنم؟ | رنگ روے خود مگر زاں آستاں بستامنت

"یوسف عہدی" اگر خسرو بود، قیمت گرت
ور دہم ملک دو عالم رایگاں بستامنت

۲۰۴

بیقرارم[۲] کرد زلف بیقرار کافرت | ناتوانم کرد چشم جادوے افسوں گرت
رگ بروں آمد مرا از پوست در عشقت، مگوے | کز بہر آں خط مشکیں بباید مسطرت
گر زنم جامہ بنیل و یا شوم غرقہ در آب | شادیم زیرا تو خورشیدی و من نیلوفرت

---

[۱] غزل محذوف در نسخۂ ن
[۲] غزل در نسخۂ ن موجود نیست

گر برآئی بر سپهر و یا خرامی بر زمین — "آفتاب کشورت" خوانند و "شاه لشکرت"

با چنان خونین لبے کاید همی زو بوے شیر — خون من میخور حلالست آن چو شیر مادرت

چشم من دور از نگویم مردم چشم منی — زانکه هر ساعت همی بینم بر آب دیگرت

نوک مژگانت ز تیرے میشکافد هر زمان — سینه ام بشگاف و بنگر گر نباشد باورت

سینهٔ من بر مثال شانه گردد شاخ شاخ — وه مبادا تار موے کژ ببینم بر سرت

مار زلفت حلقه حلقه در دل خسرو نشست
هر دم از آنگه نگرد در غمزهٔ جادو گرت

٢٠٥

عاشق سوخته دل زنده بجانِ دگر است — زین جهانش چه خبر کو بجهان دگر است

بس که از خون دلم لالهٔ خونین بشگفت — هر کجا مینگرم لاله ستانے دگر است

اے طبیب از سر بیمار قدم باز مگیر — چاره اے ساز که بیمار زمانے دگر است

عاقبت خواستی از من چو دل من آن نیز — در سر کوے تو آن وصف نشانے دگر است

حاصل از دوست بجز گریه ندارم لیکن — در دل یار یقینم که گمانے دگر است

یکسر موے میانِ تو عجب باریک است — هر سر موے تو زان نکته بیانے دگر است

آفتاب ارچه ز اعیان جهان ست و لیک — بر رخ خوب تو آن هم نگرانے دگر است

شد بموے ز لبت زنده چو خسرو جاوید
کز لطافت لب شیرین تو جانے دگر است

٢٠٦

در شب هجر که امروز قیامت بتر است — مردم دیدهٔ من غرقه بخون جگر است

ساکن از آب شود آتش و یا از دیده — غرق آبیم و هنوز آتش ما تیز تر است

---

له و له هر دو غزلیات در نسخهٔ ان موجود نیست

بطراوت رخ تو رشک گل سیراب است | به تبسم دهنت غیرت تنگ شکرست
اے صبا گر گذری بر سر آن کو، برسان | خبر ما بر آں کس کہ ز ما بے خبرست
قاصد کعبہ ز مقصود ندارد خبرے | گرچہ در بادیہ بیچارہ بجاں در خطرست
گر خیال تو بہ مہمان من آید روزے | جگر سوختہ ام در نظرش ما حضرست
بے تو از دست غم ہجر زپا افتادم | بسر من گذرے کن کہ جہاں برگذرست
مردمان منکر عشقند منم کشتۂ او | شیوۂ ما دگر و شیوۂ مردم دگرست

گر بنوشد قدمے خسرو مسکیں گہ گاہ
عیب او پوش کہ ایں شیوۂ اہل نظرست

۲۰۷

برگ[1] ریز آمد و برگ گل و گلزار برفت | سرخ روے رخ لالہ و گل نار برفت
سرو شگفت و چمن سبز شد و نرگس خفت | گو بروا ز بر من ایں ہمہ چوں یار برفت
نزد من باد خزاں دوش غبار آلودہ | ق آمد و گفت کہ "سرو تو ز گلزار برفت"
خواستم تا بروم در طلب رفتۂ خویش | یادم آمد رخ او پائے من از کار برفت
در دو دیدہ اشک چو باز آمدن خویش ندید | دل بینداخت ہم اندر رہ و خونبار برفت
خون دل گرچہ کہ بسیار برفت، اندک ماند | صبر ہر چند کہ بود، اندک و بسیار برفت
باد خارے زرہ گل رخ من می آورد | جانم آویخت در آں خار و گرفتار برفت
ہرچہ از عقل فزوں شد ہمہ عمرم جو جو | اندر ایں غارت غم جملہ بیک بارہ رفت

گلہ کرد آں بت شیریں ز بر خسرو چیست
خلہ کرد آں گل نسریں ز بر خار برفت

۲۰۸

رفتی از پیش من و نقش تو از پیش نہ رفت | کیست کو دید برخسار تو وز پیش نہ رفت

---

[1] غزل در نسخۂ ان محذوف است

تا ترا[1] دیدم، کم رفت خیالت ز دلم | کم چه باشد که خود خاطر من بیش نه رفت
هیچ[2] گاهے بسوے بند نیائی، آرے | هیچ کارے بمرادِ دل درویش نه رفت
شب[3] کنی وعدهٔ و فردات ز خاطر برود | از تو ایں ناز و فراموشی و فردیش نه رفت
بے سبب[4] نیست گذرہاے خیالت بر من | بے سبب گرگ مکابر بسوے میش نه رفت
تیر مژگان ترا جستنِ دلها کیش ست | عالمے کشته شد و تیرِ تو از کیش نه رفت
من رسوا شده را خود کش و مشکن برقیب | که بدیں روز کسے پیش بداندیش نه رفت
دل بمرهم چه گذاریم که بر یادِ لبت | هیچ وقتے دلِ ما را نمک از ریش نه رفت

خسروا تن زن و بنشیں پسِ کارِ خود از آنک
جگرت خون شد و کارِ دلت از پیش نه رفت

۲۰۹

فتنهٔ[5] اهلِ نظر چوں بجهاں طلعتِ اوست | نظر عاشق شیدا همه بر صورتِ اوست
عشق آں روے بلائے دلِ من می طلبم | هر که را معرفتے هست بلا نعمتِ اوست
باغباں سروِ سهی را مکن از باغ رواں | کایں نظرهاے خلائق همه بر قامتِ اوست
هوس زاهدِ بیچاره بهشت است و نعیم | طلب عاشقِ شیدا همگی رحمتِ اوست
بر درِ پیرِ مغاں رفتم و جستم نظرے | ایں همه بخشش ازآں یک نظر همتِ اوست

خسروا رخاک کفِ پاے بتاں گشت چه باک
هر که در کوے بتاں خاک شود همتِ اوست

۲۱۰

ترک من[6] دی بره مست و خراماں بگذشت | حالِ چندیں دلِ آسوده زساماں بگذشت
خلق دریافت بهوش که همو می گذرد | گرد غمازی خود گرچه که پنهاں بگذشت

---

[1] تا [4] ایں ابیات در نسخهٔ ن موجود نیست     [5] و [6] هر دو غزلیات در نسخهٔ ن موجود نیست

دیدم آں روئے چو خورشید و زدم عطر کہ تا | نرود او و شنید و خوش و خنداں بگذشت
شب ز خونابۂ دل خاک درش می‌شستم | کامد اندر دل من ناگہ و گریاں بگذشت
دی ہمی گفت کہ جامہ مدرا ز دیدن من | گریہ افتاد بداماں و گریباں بگذشت
زیستن خواستمے از پے روئیش زیں پیش | دیر زی تو، کہ کنوں کار ز آساں بگذشت
چند گوئی کہ کنوں با تو سخن خواہم گفت | چہ کنی مرہم ریشی کہ ز درماں بگذشت

خسرو از گفتہ پشیمانست کہ حال دل گفت
کہ غمے در دلش آمد کہ پشیماں بگذشت

۲۱۱

شد ہوا[1] سرد، کنوں موسم خرگاہ کجاست؟ | بادہ روشن و رخسارۂ دلخواہ کجاست؟
آتش اینک دل و مے گریۂ خونیں تن من | خرگہ گرم و لے ماہ سحر گاہ کجاست؟
دی ہمی رفت و زبس دیدہ کہ غلطید بخاک | گفت "یارب کہ کجا پائے نہم راہ کجاست؟"
ہر شب اے دیدہ کہ بر چرخ ستارہ شمری | جان من عزم سفر کرد بگو "راہ کجاست؟"
من بر آنم ز زنخدانت کہ بر چاہ افتم | یک زماں ترک زنخ گیر بگو راہ کجاست؟
ماہ من کور شد ایں دیدہ ز بیداری شب | آخر از زلف نپرسی کہ سحرگاہ کجاست؟
گفتی" از طرۂ کوتہ شب تو روز کنم" | اے بریدہ سر آں طرۂ کوتاہ کجاست؟

عزم رہ دارد خسرو ز پے تو بہ رہِ عشق
توشہ، اینک غم دل، بارگہ شاہ کجاست؟

۲۱۲

بند جانم ز خم سلسلۂ موے کسے ست | زخم جانم ز کماں خانۂ ابروے کسے ست
شب ز غم چوں گذرانم من تنہا ماندہ؟ | اے خوش آں کس کہ شبش تکیہ بہ پہلوے کسے ست

---

[1] در نسخۂ ن موجود نیست

گریه[۱] امروز نمی ایستدم کاندر خواب — دیده ام شب که زخم گوئی تو بر روے کسے ست

از کجا آمدی اے باد که دیوانه شدم — بوئے گل نیست که می آیدم این بوے کسے ست

پند خود بیهده ضائع مکن اے صاحب پند — کز توام نیست خبر زانکه دلم سوے کسے ست

دل من دور نه رفت ست نکو میدانم — باز جوئید همان جاش که در موے کسے ست

بو که از گم شدهٔ خویش نشانے یابم — روز و شب گشتم و هر جا که سر کوے کسے ست

از دل و دیدهٔ و جاں هر چه دهم راضی نیست — یارب این ترک جفا پیشه چه بد خوے کسے ست

گر تو منکر شوی اے شوخ بدانند همه کس! — کاین بلاے دلم از نرگس جادوے کسے ست

سر[۲] ابروے تو گردم، گرهش باز کشائے — که کمانت نه باندازهٔ بازوے کسے ست

همه بهر دگران ست زکوٰة حسنت
آخر این خسرو بیچاره دعاگوئے کسے ست

۲۱۳[۳]

کشتهٔ تیغ جفایت دلِ درویش من ست — خستهٔ تیر بلایت جگرِ ریشِ من ست

نیک خواهے که کند منع ز عشقِ تو مرا — منکرے دان بحقیقت که بد اندیش من ست

هر گروهے بگزیدند بعالم دینے — عاشقی دین من و بیخبری کیش من ست

صبر دارم کم و شوقِ رخ او از حد بیش — غیر ازاین نیست دگر هر چه کم و بیش من ست

گفتم "از نوشِ لبت کام که یابد؟" گفتا — "آنکه مجروح تو، از غمزهٔ چون نیش من ست"

گر دل از ما ببرید و بتو پیوست چه باز — آشنا با تو و بیگانه زمن خویش من ست

جان ازاین بادیه خسرو نتوان برد بجهد
آه ازین وادیٔ خونخوار که در پیش من ست

۲۱۴[۴]

هر که را در سر زلف صنمے دسترس است — برود گر بسر راه همان رشته بس است

---

[۱] و [۲] ایں ابیات در نسخهٔ ن محذوف اند۔ [۳] و [۴] هر دو غزلیات در نسخهٔ ن محذوف اند

هیچ کس نیست که او را بجهان دردے نیست — وانکه دردیش نباشد بجهان هیچ کس است
پخته شد در هوس دوست دل بریانم — بجز این هرچه که پخت این دل بریان هوس است
گل رخا روے تو آن را که درآمد در چشم — هر کرا گل بدو چشم آیدش او هم چو خس است
عاشقاں راست شب و ابهی از روز حیات — زلف کز روے چو روزت قدرے باز پس است
زلف تو درد لم آمد، نفسم بسته بماند — زار میگریم و چندیں گرہم در نفس است

از لب خود شکرے دہ که ز حسرت خسرو
دست مالاں رخ آلوده بخوں چوں مگس است

### ۲۱۵

یارب[۱] اندر سر هر موے تو چنداں چه خم است — زیر آن موے رخت از گل خنداں چه کم است
چند گوئی که مکن صورت جور از چشمم — مردم چشم تو خود صورت جور و ستم است
ما چو از زلف تو زنار ببستیم، اکنوں — هم بروے تو اگر روے مرا بر صنم است
گاه گاہے که دمے نیم دمے همچو مسیح — زندگانی اگرم هست همان نیم دم است
لے لب از خون دلم شسته ز بهر خونم — تا چه دانست که لب هاے ترا در شکم است
دل من سوے عدم رفت به همراهی صبر — از لب خود خبرے پرس که راه عدم است
ماند با خط تو چسپیده سیاهی دو چشم — زانکه خط تو تر و دیدۀ من نیز نم است
چه سبب خط ترا ماه بود در فرمان — مگر از خامۀ دستور عطارد رقم است

مگر از جرعۀ جام کرمت شسته شود
دل خسرو که بیالوده ز اندوه و غم است

### ۲۱۶

روزگارے[۲] است که در خاطرم آشوب فلان است — روزگارم چو سر زلف پریشانش ازآن است

---

[۱] و [۲] هر دو غزلیات در نسخۀ ان موجود نیست

در همه شهر چو افسانه بگفتند زن و مرد — قصهٔ ما که برانیم که از خلق نهان ست
همچنان در عقب روی نکو میرود دل — گر همی خواهد و گرنه چه کند موی کشان ست
کنه از جانب ما میکند و میشکند عهد — هر چه فرماید اگر چه نه چنانست چنان ست
حاکم ست ار بکشد ور بکشد یا بنوازد — چه کنم بر سر مملوک خودش حکم روان ست
ما همانیم که بودیم و زیادت به ارادت — یار مشکل همه آنست که با ماند همان ست

میرود غافل و آنگه نکند نیز نگاهی
زانکه خسرو ز پیش نعره زنان جامه دران ست

۲۱۷ — غ

عشق با جان هم ز سینه برون خواهد رفت — تا نمانی که بتعویذ و فسون خواهد رفت
دل گرفتار و جگر خسته و تن زار هنوز — تا جفا بر سر مسکین زبون خواهد رفت
کاذی بر سرم افتاد و دلم خود شده بود — نیم جانی که بجا بود کنون خواهد رفت
چند پویم بدر تو، دل که من گم شده را — جان درآید شده کوی تو برون خواهد رفت
چند خونابه خورم هیچ گهی از دل من — یارب این سلسلهٔ غالیه گون خواهد رفت

چند گوئی که فراموش کن او را خسرو
آخر این روی نکو از دل چون خواهد رفت

۲۱۸ — غ

تا نمانی ز دلم یار برون خواهد رفت — گرچه بر من ستم از شرح برون خواهد رفت
ترک من تاختن آورد بدین جان خراب — جان که زین پیش نه رفتست کنون خواهد رفت
مست و دیوانه وش از خانه برون می آئی — باز تا بر سر بازار چه خون خواهد رفت
مردمی[۱] کرد که میخواست بپرسم نامش — نانکه میدانم و در دیده درون خواهد رفت

---

۱ بیت محذوف است در نسخهٔ ن

سیری بینم و من مردن خود میدانم — وه که از پیش دلم تشکل تو چون خواهد رفت
میکنم شکر غمت کوست مرا همره و بس — جان در آن روز که از سینه برون خواهد رفت

خسروا چند غزل خوانی تا غم ببرد
این نه دیویست که از سحر و فسون خواهد رفت

۲۱۹

با ز شب آمد و خواب از سر من بیرون رفت — تا شبم چون گذرد روز ندانم چون رفت
مونسم نیست بجز گوشهٔ غم بے تو از آنک — هر که آمد ز پے دیدن من محزون رفت
سر ببالین تنها دم ز فراق تو شبے — که بتا روز ببالین ز دو چشم خون رفت
این نثارے ست که جز خاک قبولش نکند — بر درت هر چه ازین دیدهٔ در مکنون رفت
دو خداوند به یک خانه موافق نه بود — تو درون آمدی از دل جان بیرون رفت
من نه تنهایم در عهد تو بیدل مانده — که دل شهرے از آن نرگس پرافسون رفت
مرگ فرهاد نه آن بود و هلاک مجنون — که برایشان ز جدائی غم و درد افزون رفت
کشتن این بود که شیرین سوے فرهاد گذشت — مردن آن بود که لیلیٰ به سر مجنون رفت

همه را داغ کند یارب و درد ندرسد
یارب خسرو که ز دست تو بر گردون رفت

۲۲۰

بادِ نوروز چو دنبالهٔ جان نه داشت — دل ما را اثر بوے کسے شیدا داشت
از کجا گشت پدید این همه خوبان یارب ؟ — آسمان این چه بلا بود که بهر ما داشت
عشق بنشست بجان خانهٔ دل کرد خراب — که من سوخته را بر سر این سودا داشت
خلق گویند که گر جنت بکار است ہمیں — چه کنم چون نتوانم دل خود برجا داشت

نه رود باغ کز آن دیده که دیدت خسرو
نتواند بگل و لالهٔ نازیبا داشت

---

لہ غزل محذوف است در نسخهٔ ن

۲۲۱ (ت)

دوش لعل تو مرا تا بسحر مهمان داشت — مردهٔ هجر ز بوی تو همه شب جان داشت

روی تو دیدم[1] و شد درد فراموش مرا — سینه کز ناوک هجرت بجگر پیکان داشت

باز با زلف تو بدخو شد و اینک پس ازین — دل دیوانه بزنجیر نگه نتوان داشت

سوزش سینهٔ من دید و کنارم نگرفت — که هنوز این تن بد روز تب هجران داشت

ای که گوئی تو که در پیش صنم سجده چه شد — این بدان گوی که آن دم خبر از ایمان داشت

جان که از کوی تو بگریخت بشش خوش بادا — جای او باد نگهداشت که جای آن داشت

نظری کردم و دزدیده مرا جان بخشید — کز رقیبان خنکی زدی من پنهان داشت

خسروا مشب شرف بندگی جانان یافت
نکس امروز سر مایهٔ سلطان داشت

۲۲۲ (غ)

تا زید بندهٔ، غم عشق بجان خواهد داشت — سر بخاک رهٔ آن سرو روان خواهد داشت

ای پسر عهد جوانی ست زکوتی می ده — روزگارت نه همه عمر جوان خواهد داشت

چشم و ابرو منما زان که بلا خواهد خاست — فتنه گر دست بدان تیر و کمان خواهد داشت

بوسه[2] ده لیک بپروانهٔ آن غمزه مده — که ز شوخی همه عمرم بزیان خواهد داشت

میکشی خلق که از حسن خودم این سود است — مکن این سود که در وی زیان خواهد داشت

توبه کردی ز جفا، نیست مرا باور از آنک — ناز خوبی و جوانیت بر آن خواهد داشت[3]

---

[1] بعد ازین در نسخهٔ ن بیت ذیل هم نائدست ؎
دل من گرچه به بیداد شد از زلف تو تنگ ※ ملک او شد که به سلطان رخت فرمان داشت

[2] بیت محذوف در نسخهٔ ن

[3] بعد ازین در نسخهٔ ن بیت ذیل نائدست ؎
عشق گفتیم ز دل راز نهان می دارد ※ گفت من دانم و او چند نهان خواهد است

گفتی از من بروم ہیچ مرا یاد کنی — ایں حکایت بکسے گوے کہ جاں خواہد داشت

خسروا از تو چرا صبر گزیرست چنیں

چند ازیں واقعہ خود را بہ کراں خواہد داشت

۲۲۳

ساقیا بادہ دہ امروز کہ جاناں ایں جاست — سر گلزار ندارم کہ بتاں ایں جاست[ب]

دیگرم نقل و شرابے بنود گو کم باش — گریۂ تلخ و شکر خندۂ پنہاں ایں جاست

نالہ چندیں مکن اے فاختہ کامتب در باغ — با گلے ساز کہ آں سرو خراماں ایں جاست

ہم زدر باز رواے باد و نسیم گل را — باز بر باز کہ آں غنچۂ خنداں ایں جاست

خواہ اے جان برو و خواہ ہمی باش کہ من — مردنی نیستم امروز کہ جاناں ایں جاست

اے مگس چند بگرد لب آں مست پری — کنجہاے دہنش بیں شکرستاں ایں جاست[لہ]

سالہا آں دل گم گشتہ کہ جستی خسرو

ہم ہمیں جاش طلب زلف پریشاں ایں جاست

۲۲۴

ہر کس آں جا کہ مے و شاہد و گلشن آں جاست — من ہماں جا کہ دل گمشدۂ من آں جاست[ت]

ہر شب اے غم چہ رسی در طلب دل آں جا — آخر آں سوختۂ سوختہ خرمن آں جاست

گم شدہ جاں بشب تیرہ و چشمم برہ ست — ہم بر آں بام کہ خود آں مہ روشن آں جاست

گفتی اے دوست کہ بگریز و بر جان زیں کوے — چوں گریزم کہ گروگان دل دشمن آں جاست

سر محراب ندارم، من و کوے بت پس ازیں — کہ بت و بتکدۂ گبر و برہمن آں جاست

---

لہ در نسخۂ ن دو بیت ذیل ہم زائد ست ؎

پار در سینۂ من در سکرات اجلم — دست بر سینۂ من سائے و بہ بیں جاں ایں جاست

خندہ ضائع مکن اے کان نمک در ہر جائے — پارہ ہائے جگر سوختہ بریاں ایں جاست

شب نہ گنجیدم در جامہ کہ گفت از تو صبا — کہ منم جان غریبے و مرا تن آں جاست

ماند در نالہ ہم اندر غم تو خسرو از آنک

بلبل ایں جاست ولیکن گل و سوسن آں جاست

۲۲۵

گر بگوئیم کہ درونِ دلِ من پنہاں چیست؟ — خود بگوئی و بدانی کہ غم ہجراں چیست؟

خستگانِ تو کہ دُور از تو نہ نزدیکِ تو اند — تو چہ دانی کہ ہمہ شب بدل ایشاں چیست؟

کشتنم خواہی، اینک سر و اینک خنجر — میکشی یا بزیم چند گہے فرماں چیست؟

درد تو آتش و آب از دل و چشمم بکشاد — بجز از سوختن و غرقہ شدن طوفاں چیست؟

عشق داند کہ زمیں را زچہ شو ید اشکم — نوح داند کہ جہاں را سبب طوفاں چیست؟

دارم امید کہ چوں بخت در آرم ببرت — تا ز تو بخت من بے سر و بے ساماں چیست؟

آنکہ را بکشتم زاں کہ بردم بخیال — کاں شکر خندہ بزیر لب تو پنہاں چیست؟

ور نخواہی بشکر کشتن من مسکیں را — لب شیریں شکنت را شکر دنداں چیست؟

زلف را پرس اگرت نیست یقیں کز زلفت

حال خسرو لشب تیرۂ بے پایاں چیست؟

۲۲۶

آں کہ بردہ ست دلم زلف پریشاں ایں ست — آں کہ کشتہ ست مرا نرگس فتّاں ایں ست

آمد آں سرو خراماں و بناگہ بنشست — وہ کہ باجاں رود از سر و خراماں ایں ست

ز آشنائی خطرم باشد و میگفت حکیم — دانم آں زود کش و دیر پشیماں ایں ست

گر غمے گیردت از کشتنِ من عیب مگیر — چہ کنم خاصیتِ خونِ مسلماں ایں ست

من بگویم بہ تو سوزِ خود و تو می خندی — آں کہ بر سوختہ ریزند نمک آں ایں ست

---

لہ و ۲ہ غزلیات محذوف در نسخۂ ن

همه شب جان من ست وغم خوبان تا روز — عاقبت در سر ایشان رود از جان این بهت

تیغ عشق است محابا نباشد خسرو

سر تسلیم فرود آر که فرمان این ست

۲۲۷

یا رب اندر دلِ چاک آن گلِ خندان چونست؟ — ماهِ تابانِ من اندر شبِ هجران چونست؟

من چو یعقوب ز گریه شده ام دیده سفید — آخر آن یوسفِ گم گشته بزندان چونست؟

من در این خاک بزندانِ غم از دوریِ او — او ز من دور بصحرا و بیابان چونست؟

گوهرے بود کزین دیده بغلطید بخاک — دیده خود خاک شد آن گوهرِ غلطان چونست؟

بر تن[1] نازکِ او برگِ گلے بود دریغ — هست انبارِ گل اکنون بتهٔ آن چونست؟

همه[2] جان بود ز بس لطف چو جان بے تن — این زمان در تهٔ گل با تنِ پنهان چونست[3]؟

مردمان باز مپرسید ز خسرو که کنون

درغمِ دوست ترا دیدهٔ گریان چونست؟

۲۲۸

زلف[4] بشکستنش که بر مو دلِ دیگر بسته ست — بر دلِ من همه درهائے خرد در بسته ست

مژه ها آخته چشمش بچه سان زنده رهم — من از آن ترک که صد دشنه و خنجر بسته ست

الهی باشد بیم سر و لاف یاری — با سوارے که بفتراک بسے سر بسته ست

زیب اگر آنست که بر قامتِ او دیدم باغ — تهمتے بیهده بر سرو و صنوبر بسته ست

روزے آن نرگسِ پرخواب بدیدم بکشاد — مردمی نیست که بر غمزدگان در بسته ست

---

[1] و [2] بیت زائد در نسخهٔ ان  [3] در نسخهٔ ان بیت ذیل زائد ست

سبزه چون خضر ز پیراهنِ خاکش بر خاست — در هوائے عدم آن چشمهٔ حیوان چوست؟

[4] در نسخهٔ ان غزل محذوف ست

حاست

مرد حاجی بہ بیاباں و خبرکے دارد
کعبہ زاں نامہ کہ برپائے کبوتر بستہ ست

۲۲۹ ب

اے خوش آں وقت کہ مارا دلِ بے غم بودست — خاطر از وسوسۂ عشق فراہم بودست
لذتِ عیش و طرب جملہ برفت از کامم — خوردنم گوئی کہ پیوستہ ہمیں غم بودست
دل ندارم غمِ جاناں زچہ بتوانم خورد — پیش ازیں گرچہ غمے بود دلے ہم بودست
دوش من بودم و تنہائی و در مجلس درد — نقلِ یادِ تو، مئے اشک دمادم بودست
کس چہ داند کہ چہ رفت از غم تو برمن دوش — از شبِ تیرہ خبر پرس کہ محرم بودست
صبر را داد دل آواز چو طاقت برسید — دم نزد گوئی از آں جانب عالم بودست
دیدہ ام خوب بسے لیک چو تو کم دیدم — عشق بودست مرا لیک چنیں کم بودست
عیسیٰ جانی و یک روز دمم میدادی — زندگانیم کہ بودست ہماں دم بودست

یک شبے شربت لب بخش، بہ مسکیں خسرو
صد شب از وسوسۂ ہجر تو درہم بودست

۲۳۰ ب

ہر کرا کن مکنِ ہوش و خرد در کار ست — مشنو از وے سخن عشق کہ او ہشیار ست
اے کہ برجاں نہی منتِ تیرِ خوباں — پا ازیں دائرہ گرد آر کہ رہ پُر خار ست
نامہ گو باش سیہ روئے ہم از رسوائی — دل کشیدن زخط خوش پسراں دشوار ست
اے مؤذن کہ مرا جانب مسجد خوانی — کار خود کن کہ مرا با مئے و شاہد کار ست
تن کہ بروے نہ وزد باد ہوائے مردست — دل کہ در وے نبود زندگیٔ مردار ست
غازیٔ پیر کند ریش بخوں سرخ و منم — مفسد پیر و خضاب مے چوں گلنار ست
آنچہ دارد در دیدہ کشد خلق شراب — دارویٔ دیدۂ من خاکِ درِ خمّار ست

همه بت پرستم من مگره که تو زاهد خوانی        دیں که تسبیح بدستم نگری زنّارست

خسروا در دل افسرده نگیرد غمِ عشق

هست جائے اثرِ سوز بنک که انگارست

۲۳۱

در سرم[1] تا ز سرِ زلف تو سودائے هست        دلِ شیدائے مرا با تو تمنائے هست

در رهِ عشق منه زاهد بیچاره قدم        گر ز بیگانهٔ و خویشت غم و پروائے هست

دل که از غمزه ربودی بسرِ زلف سیاه        گرچه دزدے است سیه کار دل آسائے هست

باغبان تا گلِ صدبرگِ رخِ خوابِ تو دید        در چمن بیش نگوید گل رعنائے هست

هندوے خال مبارک به رخت مقبل شد        گشت پرویز که در سلک تو لالائے هست

هر شبے در غمِ هجرت شبِ یلدا است مرا        که بسا لے بجهان یک شب یلدائے هست

چوب خشک است به پیشِ قدِ تو هر سروے        گرچه او را بچمن قامت و بالائے هست

مُردم از حسرتِ دیدار و نگفتی روزے        که مرا سوختهٔ غم زده رسوائے هست

دعویٔ هستی و ناموس مکن خسرو هیچ

تا ترا میلِ نظر بر رُخ زیبائے هست

۲۳۲

ب

ستمے کز تو کشد مرد ستم نتوان گفت        نامِ بیدادِ تو جز لطف و کرم نتوان گفت

آرزوئے تو ز روے دگراں کم نشود        حاجتِ کعبه بدیدارِ حرم نتوان گفت

حسن[2] تو خانه برانداز مسلمانا نست        نازهم یارب زنهار که کم نتوان گفت

رشکم آید که برم نام تو پیش دگراں        ذکر انصاف تو در پیش تو هم نتوان گفت[3]

---

[1] ایں غزل در نسخهٔ ن محذوف است        [2] بیت محذوف در نسخهٔ ن

[3] در نسخهٔ ن بیت ذیل زائدست

تا چه سرهائے عزیزاں به درت خاک شدست ؛؛ وه که آں خاک قدم خاک قدم نتواں گفت

چون منے باید تا باد رسش آید غم من  
تو که دیوانه و مستی بتو غم نتوان گفت

سخن تو به و آں گر ز جمال خوباں  
به که دادند سر زیر علم نتوان گفت

غازیے از پے دیں برہمنے را میکشت  
گفت از بہر سر ترک صنم نتوان گفت

خسروا گر کشدت یار مگو کایں ستم ست  
عدل خوباں ہمہ بیہودہ ستم نتوان گفت

## ۲۲۳ ت

سر آں قامت چوں سرو رواں خواہم گشت  
خاک آں سلسلۂ مشک فشاں خواہم گشت

دود دلہاست دریں خانہ مرا بو آمد  
سگ کویم ہمہ شب نعرہ زناں خواہم گشت

سوختہ چند کشم آہ نہانی آخر  
وہ کہ دیوانہ شدہ گرد جہاں خواہم گشت

وقت[۱] ست اکنوں اے دیدۂ و وقت مانیست  
کہ من امشب بسر کوے فلاں خواہم گشت

بندۂ عشقم و آناں کہ دریں غم مردند  
تا زیم گرد سر تربت شاں خواہم گشت

آخر ایں عمر گرامی ست کہ بر میگذرد  
وعدہ تا کے نہ دگر بار جواں خواہم گشت

من بدیں دیدہ گہے سیر ترا خواہم دید  
تا کے آخر بدرت دیدہ کناں خواہم گشت

حد خسروا گر ایں است کہ پیشت میرد  
جاں چہ باشد کہ ز بہرت من ازاں خواہم گشت

## ۲۲۴ غ

خبرے دہ بمن اے باد کہ جاناں چونست ؟  
آں گل تازہ و آں غنچہ دہاں چونست ؟

باکہ مے میخورد آں ظالم و در خوردن مے  
آں رخ پر خوے او آں زلف پریشاں چونست ؟

چشم[۲] بد خوش کہ ہشیار نباشد مست ست  
لب میگونش کہ دیوانہ بود آں چونست ؟

رخ[۳] و زلفش را می دانم بارے کہ خوشند  
دل دیوانۂ من پہلوے ایشاں چونست ؟

---

۱ تا ۳ ایں ابیات در نسخۂ ن محذوف ست

روزہا شد کہ دلم رفت و در آں زلف بماند — یا رب آں یوسفِ گم گشتہ بزنداں چونست؟
گل برعنائی و نازست بمجلس یارے — حال آں بلبلِ آشفتہ بہ بستاں چونست؟
ہم بجان و سرِ جاناں کہ کم و بیش مگوے — گو ہمیں یک سخن راست کہ جاناں چونست؟
خنک سالست درین عہد وفارا اے اشک — زاں حوالی کہ تو میائی باراں چونست؟
پست شد خسرو مسکیں بہ لگدکوب فراق
مور در خاک فرو رفت سلیماں چونست؟

## ۲۳۵

نہ مرا[1] خواب بچشم و نہ مرا دل در دست — چشم و دل ہر دو بر رخسار تو آشفتہ و مست
پردہ بدرید کس، ایں راز نخواہد پوشید — غنچہ بشکافت سرش، باز نخواہد پیوست
اے کہ از سحر دو چشم تو پری بستہ شود — آدمی نیست کہ چشم از تو تواند بربست
تا بگلزار جہاں سرو بلندت برخاست — ہر نہالے کہ نشاندند بہ بستاں بنشست
بہر خوں ریز مرا دست چہ مالی چندیں؟ — خون من بہ کہ بریزی و بمالی بر دست
ہر کہ جاں در رہ جاناں ندہد مردہ بود — مردہ ہم بد بود اگر در تنِ او جانے ہست
چشم خسرو نتواں بست کہ در خواب مبیں
منع ہندو نتواں کرد کہ صورت مپرست

## ۲۳۶

شب[2] و روز من ہنالم ز جفائے چشم مستت — چہ کنم کہ در نگیرد بہ دلِ ستم پرستت
بخم کمندِ زلفت ہمہ عالم اندر آمد — بچہ ساں رہم ز بندت، بکجا روم ز دستت؟
دلِ من بخاک جوئی کو نیابیش از ایں پس — کہ بماند پارہ در گل ز غبار زلف پستت
ہمہ وقت شستِ زلفت، منِ خستہ را چو آتش — تو چہ میکشی، نگوئی کہ چنیں خوش است شستت

---

۱ و ۲ غزلیات محذوف در ن

چو کشائی و به بندی بخمار چشم نرگس — شکند هزار توبه ز یکی کشاد دستت
ز دلم بباغ حسنت همه باد تند خسپند — تو بُنی ارچه شاخ نازک نتوان بدین شکستت
نبود فسردگان را سر دست کامی ما — که ز خون دیده باشد مے عاشقان مستت

نفسی نشین و دل ده که برفت جان خسرو
بگشاد چشم تیری که ز نوک غمزه خستت

۲۳۷

صفتی[1] است آب حیوان ز دهان نوش خندت — اثری ست جان شیرین ز لبان همچو قندت
بکدام سرو بینم که ز تو صبور باشم؟ — که دراز ماند در دل، هوس قد بلندت
به خزان هجر مردم چه کمت شود که ما را — بغلط گلی شگفتی ز دهان نوشخندت
منم و هزار پیچش ز خیال زلف در دل — بکجا روم که جانم نرهد از خم کمندت؟
به رهت فتاده مردم رو شے نما بجولان — که چو مردن ست بارے بره سُم سمندت
ز تو دور چند سوزم بمیان آتش غم؟ — همه غیرتم ز عود و همه رشکم از سپندت
بزن اے رفیق آتش که اثر نماندم تا — تو رہی ز مالش من، من سوخته زبندت

مپز این خیال خسرو که بعشق در نمانی
بُود ارچه ز اهل شهرے شب و روز مستمندت

۲۳۸

منم[2] و خیال بازی شب و روز با جمالت — چه شود اگر بپرسی نفسی که چیست حالت؟
خط جمله خوبرویان که برائے ملک دلها — ز قضاست حجت تو رقمے ست از جلالت
سر من بگاه جولان ز درت مباد یکسو — که خوش آن بلند بختان که رسند در پایمالت
بکدام نقد حسرت بتوان خرید حالے؟ — که بنرخ نیم گنجد دو جهان خرید حالت

---

[1] و [2] غزلیات محذوف در ن

گنی ار چه ذرّه ذرّه تن من روا ندارم — چو تو آفتاب وش را که بود گہے زوالت

بکشم ز چشم دیده ز برائے آں که جاں را — چه کند چنیں کلوخے به گذر گہِ خیالت

ز فراق سوخت خسرو نکند ز بخت خواہش

که غرض بود نه یارے که زنم دم از وصالت

۲۳۹

اثرے نماند باقی ز من اندر آرزویت — چه کنم که سیر دیدن نتواں رخ نکویت

ہمه روز گرد کویت، ہمه شب بر آستانت — غرضے جز ایں ندارم که نظر کنم بر رویت

پس ازیں بدیده خواہم بطواف کویت آمد — که بسود تا بزانو قدمم بجست و جویت

بوفا که در پذیری که من انبے وفایت — دل خوں گرفته کردم خورشِ سگان کویت

خرد و ضمیر و ہوشم، دل و دیده نیز ہم شد — ز ہمه خیال خالی بجز از خیال رویت

من اگر نمی توانم حق خدمت زیادت — کم ازیں که جان شیریں بدہم در آرزویت

ز نسیم جانفزایت دل مرده زنده گردد — ز کدام باغے اے گل که چنیں خوش ست بویت؟

بتنِ چو تارِ مویت نہی ار دو صد جہاں غم — ندہم ہیچ حلے دو جہاں بتارِ مویت

پس ازیں چه جائے آنت که ز حال خود بگویم

که فسانه گشت خسرو بجہاں ز جست و جویت

۲۴۰

گرچه سرو باغ را بالا خوشست — با قدِ رعنائے تو ما را خوشست

زہر عشقت کام عیشم تلخ کرد — ہست تلخ ایں چاشنی امّا خوشست

گر غمت غیرے خورد ناخوش شوم — خوردنِ غمہا مرا تنہا خوشست

بے تو من بارے نیم خوش ہیچ وقت — وقت تو خوش که ترا بے ما خوشست

شعلهٔ[۱] در دل، یار در جاں کے دمد — ناتوانے کش تپ و حلوا خوشست

---

۱ بیت محذوف در ن

جان سنگیں میکنم تا زنده ام　　مردن فرہاد با خارا خوشست
گفت فردا زلف مشکینم نگر　　امشبم بر بوے آں فردا خوشست[۱]
گفتیم "ناخوش چرائی، خسروا"
"چوں کنم، چوں شکل آں بالا خوشست"

۲۴۱

بار عشقت[۲] بر دلم بارے خوشست　　کارِ من عشق است و ایں کارے خوشست
جاں دہم در پاش ارچہ بیوفاست　　دل بدو بخشم کہ دلدارے خوشست
بلبل شوریده را از عشق گل　　در چمن با صحبت خارے خوشست
راستی را سرو در نشو و نماست　　از قدِ یارم نمودارے خوشست
ہیچ بیمارے نباشد خوش ولے　　چشم جادوے تو بیمارے خوشست
تیرِ چشمِ او جہاں درخوں گرفت
لیک از دستت کماں دارے خوشست

۲۴۲

عاشقاں را زخم بے مرہم خوشست　　بیدلاں را دیدۂ پرنم خوشست
گر سخن در گوشِ جاناں میرسد　　گفت وگوئے ہر کہ در عالم خوشست
گر بتاں از دردِ عشاق آگہند　　ہر کجا دردیست بے مرہم خوشست
ہر کسے کو غم خورد ناخوش بود　　من غمِ خوباں خورم کایں غم خوشست
جانِ من آزارِ دل چندیں مجو　　خود دریں ایام، دلہا کم خوشست

---

[۱] بعد ازیں در نسخۂ ن بیت ذیل زائدست ؎
چوں تو نالے چیست ایں جورِ رقیب　　خار میدانی کہ با خرما خوش ست
[۲] غزل محذوف در نسخۂ ن

زلف را بہر خدا شانہ مزن — ہمچناں آشفتہ کُو درہم خوشست
دیدنت خوبست گر خود ساعتیست — پادشاہی گر ہمہ یکدم خوشست
وصل تو خوش بود وقتے دیر زماں — ناخوشی ہائے فراقت ہم خوشست

خسروا با بیدلی خو کن کہ دل
ہم در آں گیسوے خم در خم خوشست

۲۴۳ ت

کارہا لائے تو تا بالا گرفت — در ہمہ دلہا خیالت جا گرفت
ہر کہ رفتار تو دید از بیم جاں — ہم ترا بہر شفاعت پا گرفت
تا ندیدیم بلائے جان ترا — دیدہ دنبال دل شیدا گرفت
می گرفتم لذتے از عمر خویش — کامدی تو ور دل من جا گرفت
ما چنیں کز دل گرفتاریم ہست — حق بدستت گر دلت از ما گرفت
چند سوزم وہ کہ روے دل سیہ — کز دے اندر جانم ایں سودا گرفت

بیدلاں را طعنہ زد خسرو بسوخت
تا کجا ایں آہ دل او را گرفت

۲۴۴

یارب موجب دل از ما بر گرفت — یار دیگر کرد و کار از سر گرفت
دل ز ہجرش برگ درد و غم بساخت — جاں ز شوقش ترک خواب و خور گرفت
آنچہ کرد آخر مسلمانے نماند — ایں چہ شد یارب جہاں کافر گرفت
بد ہمی گفتند و می نشنید ہیچ — عاقبت گفت بدانش در گرفت
دل غبار سوز خود بیروں فگند — عالمے در خون و خاکستر گرفت
پاک میکردم سرشک آہم بجست — آتش اندر آستین تر گرفت

لعل او در دلبری استاد بود | خط کاں زاستاد بالاتر گرفت
مردماں گویند دل برگیر ازو | روے اگر اینست نتواں برگرفت

جان خسرو از پے ایں روز راست
کو بخون عاشقاں خنجر گرفت

۲۴۵

مردم از کوے تو چوں بیدل نہ رفت | ہر کہ در میخانہ شد عاقل نہ رفت
عمر[1] در سر شد بہ رسوائیِ عشق | وین ہوس از جان بے حاصل نہ رفت
کارواں بگذشت و محمل ماند دور | وز دلِ من یادِ آن محمل نہ رفت
برکشیدم تنگ تن را سوے صبر | لاشہ لاغر بود تا منزل نہ رفت
ماؤ غرقِ بحرِ ہجراں، چوں کنیم | کشتیٔ درویش در ساحل نہ رفت
با کسے دستے وصالے داشتیم | سالہا بگذشت و آں از دل نہ رفت

شکر کن خسرو بلاے عشق را
زاں کہ ایں فیض ست گر قابل نہ رفت

۲۴۶[2]

از تو بر خاطر مرا آزار نیست | بے تو در ملک جہانم کار نیست
گر بجاے من ترا عشاق ہست | جز تو در عالم مرا دلدار نیست
تا نخواہی صحبت اغیار ہست | در بجان جوئی وصالِ یار نیست
فتنہ انگیزے بلا جوے و کثر | در جہاں چوں آں بتِ عیار نیست
در سرا بستانِ فردوسِ بریں | مثل رویت یک گلِ بے خار نیست
در ہمہ بازارِ صرافانِ عشق | ہمچو روے زردِ من دینار نیست
چوں لبش از مصر شکر برنخاست | چوں دو زلفش مشک در تاتار نیست

---

[1] در نسخۂ ن بعد ازیں بیتِ ذیل اضافہ است — | مہر رویش در دلم پنہاں نہ ماند
آفتاب اندر حجابِ گل نہ رفت

[2] غزل محذوف در نسخۂ ن

چشم او را گفتم اے خونخوار مست | در جہاں مستے چو تو خونخوار نیست
گفت ترکِ مست چون خنجر کشید | جز بلا انگیزی او را کار نیست
چند بارِ ہجر بر جانم نہی | بردنش چون عاشقاں را نیست
اے دلِ بیچارہ یک چندے بساز | طاقتم ہربار بود ایں بار نیست
غم برا حوالِ جہاں تا کے خوری ؟
خسروا اگر مر ترا غمخوار نیست

۲۴۷

مفلسی[1] از پادشاہی خوشتر است | مفسدی از پارسائی خوشتر است
پادشاہی راست درد وے | چوں نگہ کردم گدائی خوشتر است
پادشاہاں چوں بخود ندہند راہ | با فقیراں بے نوائی خوشتر است
آدمی چوں کبر در سر میکند | باسگِ کو، آشنائی خوشتر است
دل کہ از سودائے خوباں بشکند | آں شکست از مومیائی خوشتر است
آشکارا عشق بازی با بتاں | از پسے زہدِ ریائی خوشتر است
نیست لذت عشق را بعد از وصال | عشقبازاں را جدائی خوشتر است
عشق دوناں خسروا از سر بنہ
عشق با سرِّ خدائی خوشتر است

۲۴۸

یارِ ما[2] را عزم ورائے دیگر است | باز در بندِ جفائے دیگر است
در نظر می آیدم گل ہا بسے | چوں کنم آں روئے جائے دیگر است
گر یکے چشم بر وئیش روشن است | خاکِ پائیش توتیائے دیگر است
ساقیا مے دہ کہ بر یادِ دلبرت | بادہ امروزم صفائے دیگر است
بار قیباں ساختن بیچارگی ست | محنتِ ہجراں بلائے دیگر است

---

[1] [2] ہر دو غزلیات در نسخۂ ن محذوف است

دوستدارانت بسے ہستند لیک
خسروِ مسکیں، گدائے دیگر است

۲۴۹
ترکِ من طرّہ مشوّش کردہ است | لالہ از مشکیں منقّش کردہ است
روئے ہمچوں آتش او زابرواں | ماہ را نعلے در آتش کردہ است
میکشاید از نظر تیرِ بلا | میکند رنجہ، بہ آرش کرد است
سرخوش از بادہ بُود پیوستہ او | لیک با بادہ سرے خوش کرداست
غمزہ ہائے چشمِ مخمورش مدام | دل بداں لعل شکر وش کردہ است
رشتۂ صبرِ مرا بگسستہ است | زلف تو بس کہ کشاکش کردہ است
زاں پریشاں شد چو مو خسرو، مگر
یادِ آں زلفِ مشوش کردہ است

۲۵۰
سہ[1] غلام توست بار وئے کہ ہست | مشک خاک تست با بوئے کہ ہست
دست بست آئینہ پیشت ایستاد | روئے دیگر یافت بارو ئے کہ ہست
خوئے ناسازت نخواہد شد دگر | ہم نخواہد ساخت باخوئے کہ ہست
تیغ برکش کز پے فرمان تست | جان و دل راپشت و پہلوئے کہ ہست
آب خورد آورد غم راسوئے ما | کآب چشمم را بہر سوئے کہ ہست
اے طبیب از من بروکایں دردِ عشق | بہ نخواہد شد بدارو ئے کہ ہست
چند مستوری کنی کز بہر تو
شہرہ شد خسرو بہر کوئے کہ ہست

۲۵۱ [2]
روئے خوبت دلبری را پایہ ایست | آرزو را خوب تر پیرایہ ایست
چرخ با چنداں ستم حسن تراست | کہ ز مادر مہرباں تر دایہ ایست

---

[1] غزل در نسخۂ ن محذوف است [2] ہر دو غزلیات در نسخۂ ن موجود نیست

چوں بعہدِ دولتِ رخسارِ تو　　نالہ را از چرخ برتر پایہ ایست
لحظۂ با بندہ بنشیں کایں قدر　　زندگانی را عجب سرمایہ ایست
در غمت از آہ خسرو تا سحر
شب نخسپید ہر کجا ہمسایہ ایست

۲۵۲
آمد آں یارے کہ در دل جائے اوست　　راحتِ جاں صورتِ زیبائے اوست
آشنائے تازہ کرد ایں سر کہ او　　ز آشنایانِ قدیم پائے اوست
یک قبا جانم کہ از تن رفتہ بود　　دیدم آں گہ در تہ یک تائے اوست
لذتِ خود کردۂ خود باز یافت　　دل کہ بد خو کردۂ حلوائے اوست
خارہا بس نیش سختم میزنند　　گرچہ ناوک رستۂ خرمائے اوست
بر دلم کوہِ غم و دل برقدش　　وہ چہ بار است ایں کہ بربالائے اوست
خسروا گر دل ستد تو درمیاں
کیستی آں داند کہ آں کالائے اوست

۲۵۳
رنگے[۱] از حسنِ تو در روئے گل است　　وز لب لعلت خیالے در مُل است
از خیالِ نرگسِ جادوئے تو　　در چمن ہا چشمِ نرگس بر گُل است
از نسیمِ صبح کے بیروں رود　　بوئے گل کاندر دماغ بلبل است
از کمندِ عنبریں گیسوے تو　　ملتہب دل کے شود گر دلدل است
رحم کن بر خسرو ار بشنیدہ ای
کز فغانش عالمی در غلغل است

۲۵۴
اے نسیمِ صبحدم[۲] یارم کجاست؟　　غم ز حد بگذشت غمخوارم کجاست؟
خواب در چشمم نمی آید بہ شب　　آں چراغ چشم بیدارم کجاست؟

---

[۱] تا [۲] ہر سہ غزلیات در نسخۂ ن موجود نیست

دوست گفت "آشفتہ گرد و زار باش" دوستاں آشفتۂ و زارم کجاست؟
نیستم آسودہ از کارش دمے یار آں آسودہ از کارم کجاست؟
تا بگوش او رسانم حال خویش
نالہ ہائے خسرو زارم کجاست؟

۲۵۵ [له]
چشم فتانت کہ دی بر رو نخفت فتنہ را بیدار کردہ او نخفت
تا ز جوئے لب خط سبزت بخاست سبزۂ تر بر لب ہر جو نخفت
گل بر آمد با تو و بادش برو پشت دستے زد کہ تو بر تو نخفت
من نخفتم در فراقت ہیچ گاہ چشم من در حسرت آں رو نخفت
نے خود آں نرگس بخونم راہ داشت بخت من کاں غمزۂ بدخو نخفت
ہر کہ پہلوئے تو خود در خواب دید تا قیامت ہم بر آں پہلو نخفت
بازوئے خسرو چو زیر سر نیافت
کرد تنہا زیر سر بازو نخفت

۲۵۶
صد دل اندر زلف شب گوں سوختہ ست گوئیا در شب چراغ افروختہ ست
ہر کہ او سودائے زلفت می پزد عود را چوں ہیزم تر سوختہ ست
دل بشمشیر جفا بشگافتہ ست واں کہ از تیر مژہ بر دوختہ ست
گریہ چنداں شد کہ در خون دلم مردم چشم آشنا آموختہ ست
اے مسلماناں یکے بازم خرید
کو مرا بر دست غم بفروختہ ست

۲۵۷ [سه]
اے دہانت چشمۂ آب حیات شمع رویت آفتاب کائنات
تا دلم از شادی وصلت نماند از کمند غم نمی یابم نجات

---

[له] تا [سه] ہر سہ غزلیات در نسخۂ ن موجود نیست

گریہ را بپسند ہردم، تا بکے	پیش چشم از گریہ جیحون و فرات؟
ز آتش ہجرت تن خاکی بسوخت	تا کدامین باد آرد سوئے مات؟
ہر کہ بے تو زندہ ماند، مردہ بہ	جز وصالت نیست مقصود از حیات
گر ندیدی سبزہ اے بر آب خضر	گرد آن شکر ببین، رُستہ نبات
بت پرستاں گر ز تو آگہ شوند	یاد نارند از بتانِ سومنات
از شرابِ شب نشیناں در خمار	بَاتِ کَاسًا یَا حَبِیْبِی بِالْغَدَاۃ

ہمچو ذرہ در ہوائے مہر تو
نیست خسرو را دمے صبر و ثبات

۲۵۸
شکریں[1] لعل تو کان نمک است	گرچہ شکر نہ مکانِ نمک است
خود نمک از لب تو چاشنی است	ویں سخن ہم ز زبانِ نمک است
حسن بر لعلِ تو خط می آورد	زاں کہ او عاملِ کانِ نمک است
میگذارد لبت از بوسہ زدن	چہ تواں کرد از آنِ نمک است
چشمِ من بیں ز خیالِ لب تو	کہ شب و روز میانِ نمک است
می بیں ریش از ایں گریۂ من	آخر آں آب زیانِ نمک است

بارے اندیشۂ خسرو میکن
کہ بحق جملہ جہانِ نمک است

۲۵۹
نرگسِ مستِ[2] تو خواب آلودہ است	لبِ لعل تو شراب آلودہ است
آگہ از نالۂ من کے گردد؟	چشمِ مست تو کہ خواب آلودہ است
خوئے گز عارض تو باز شدہ است	برگ گل را بگلاب آلودہ است
لبِ تو در دلِ من بنشستہ است	نمکے را بہ کباب آلودہ است

---

[1] و [2] ہر دو غزلیات در نسخۂ ن موجود نیست

از تری خواست چکیدن آرے — لب تو کز مے ناب آلودہ است
سخن تلخ تو زاں شیریں است — کہ شکر راہِ جواب آلودہ است
بندہ خسرو چہ گنہ کرد امروز
کہ حدیثت بعتاب آلودہ است

۲۶۰

اے کہ از روے توحیات جانست — دیدہ حایت شدہ جائے آنست
ماہ را از رخ چوں خورشیدت — در شب چار دہم نقصانست
سخن اندر لبِ تو دل ببرد — دل چہ باشد سخن اندر جانست
بے لبت ہر لبِ لعلے کہ گزم — سنگ ریزہ بہ تہِ دندانست
ناتوانم، کہ غمت با من کرد — ہرچہ از جور و جفا بتوانست
سلک درگشت مرا ز آب دو چشم — تارِ ہر رشتہ کہ در دامانست
بہ گہِ گریہ سوادِ چشمم — تیرہ گوئی کہ شب بارانست
گفتنیم "غم مخور و آساں گیر" — این بگفتن ہمہ آسانست
دور از شعلۂ آہِ خسرو
کہ دلش سوختۂ ہجرانست

۲۶۱ غ[1]

تیر کدا ایں بلاست کاں بکمانِ تو نیست؟ — دست کہ ایں دل است کاں بعنانِ تو نیست
دچہ ہمہ نیکواں از دلِ ما راجع است — زاں کہ بخط ہائے شاں ہیچ نشانِ تو نیست
عشقم اگر میکشد تو مکش اے پند گو — جانِ منست آخر ایں وائے کہ جانِ تو نیست
بے دلیم گفت از آں صد دلش افزوں کف — ہرچہ کشم سوے خویش گوید از آنِ تو نیست
نام وفا بردہ ای شرم نہ داری ز خلق — عرض متاعے بکن کاں بدکانِ تو نیست

---

[1] غزل در نسخۂ ن موجود نیست

بازمدار، آرکنم رخنۂ دل پُر زخاک　　دودکش این دل است غالیہ دانِ تونیست
کورشد[۵۱] این دل فتاد درچہِ تاریکِ غم　　باد ازاین کورتر گر نگران تونیست
تیغ زن و وارہاں خسرو درمانده را
سودو لیست این وزان ہیچ زیان تونیست

۲۶۲　　غ

درد سر دوستاں آه و فغان منست　　کاہش جان طبیب درد نہان منست
چند تواں دید وائے بر دل مسکیں جفا　　گیر کہ بیگانہ شد آخر از آن منست
ازدم سرد فراق برگِ حیا تم نماند　　آفتِ این برگ ریز باد خزان منست
گریہ کہ از سوزِ دل گرم برون میدہم　　قطرۂ آبست، لیک شعلۂ جانِ منست
دل کہ زمن گم شده ست بر تو گماں میبرم　　ہست ترا خود یقیں ہرچہ گمانِ منست
شوئی ہم از خونِ دل خاک سر کوئے خویش　　تابرود ہرکجا نام و نشانِ منست
بے خبر[۵۲] پند گو بیہده جان میکند　　از پئے مردن بعشق کوه گران منست
می رود آن شوخ ومن گرچہ کنم نالہ بیش　　باز نیاید از آنک عمر روان منست
دوش بخسرو زلطف گفت " غلام منی"
مرتبۂ این خطاب نرخِ گران منست

۲۶۳[۵۳]

عمر بپایاں رسید در ہوس روئے دوست　　برگ صبوری کراست بے رخ نیکوئے دوست
گرہمہ عالم شوند منکر ما گو شوید　　دور نخواہیم شد ماز سر کوئے دوست
قبلۂ اسلامیاں کعبہ بود در جہاں　　قبلۂ عشاق نیست جز خم ابروئے دوست
اے نفسِ صبحدم گر نہی آنجا قدم　　خست دلم راہ بجو در شکن موئے دوست

---

[۵۱] و [۵۲] ہر دو بیت محذوف در نسخہ ن　　[۵۳] غزل محذوف در نسخہ ن

جاں بفشانم ز شوق در رہ بادِ صبا     گر برساند با صبحدمے بوے دوست

روزِ قیامت کہ خلق روے بہرسو کنند
خسرو مسکین نکرد میل بجز سوے دوست

۲۶۴ غ

ہر کہ نگہ در تو کرد بیش بہ بستاں نہ رفت     وآرزوے روےِ تو از گل و ریحاں نہ رفت

تا تو نمودی جمال نقش ہمہ نیکواں     رفت بروں از دلم نقش تو از جاں نہ رفت

خصم بسے طعنہ زد دوست بسے پند داد     چشم بسوے تو بود گوش بہ ایشاں نہ رفت

سیل ملامت رسید کوہ غم از جا ببرد     صبح قیامت دمید ویں شب ہجراں نہ رفت

دیدہ کہ چو نرگس چرا کور نباشد مدام     دیدہ کہ بالاے آں سرو خراماں نہ رفت

مستی و بدنامیم عیب نگیرم از آنک     عاشق بیچارا را کار بسامان نہ رفت

گر ہمہ جام بلاست نوش کن و صبر گوے     ایں کہ ز کامت ہنوز تلخی ہجراں نہ رفت

یار کہ بکشادِ شست بر دلِ مجروحِ من     تیر برون رفت لیک چاشنی از جاں نہ رفت

رفتنِ خسرو خطاست بر سر کوے بتاں
مورچہ بہر حیات بر رہِ سلطاں نہ رفت

۲۶۵

خوش بود آں بیدلے کز غم امانیش نیست     مردہ بود آں دلے کاہ و فغانیش نیست

بہر خدا اے جواں تا بتوانی مدار     حرمت پیری کہ میل سوے جوانیش نیست

کاش نبودے مرا تہمت جاے بتن     کش اگر از یار اماں از غم امانیش نیست

سینہ کہ بیدل بماند آہ و فغانیش ہست     دل کہ ز ہجراں بسوخت نام و نشانیش نیست

بوسہ بقیمت دہد جاں ببرد رایگاں     قیمت بوسیش ہست منت جانیش نیست

---

لہ غزل محذوف در نسخۂ ن

سرو قدا ز دلِ من گریہ زارم از آن تک — خشک بود آن چمن کآب روانیش نیست
گر دم سردے کشم روے مگردان ز من — نیست گلے کاندر او باد خزانیش نیست
پستۂ بستہ دہن پیش، دہانت گہے — لب ز سخن تر نکرد کآب دہانیش نیست

قصۂ خسرو بخواں چوں تو درون دلی
گر ز ہمہ کس نہانیست از تو نہانیش نیست

۲۶۶ غ

نیست دلے کاندر او داغ جفائے تو نیست — کیست کہ اندر سرش باد ہوائے تو نیست؟
دل کہ ز جاں خواستست بہر تو بیگانہ دار — با ہمہ مردانگی مرد جفائے تو نیست
خشم کنی بیگناہ بر شکنے بے سبب — کوری بخت منست ورنہ خطائے تو نیست
بر در تو ہر کسے خاص شد الا کہ من[۱] — ہیچ کساں را مگر رہ بہ سرائے تو نیست
صبر بامید وصل بر و یدل شستہ بود — ہجر دروں رفت وگفت "خیز کہ جائے تو نیست"
گفتی "اگر میخری نقدِ حیاتم بہاست" — گر ہمہ تا محشرست نیم بہائے تو نیست

خسرو اگر سوختست نے ز پے دیگریست
سوختہ تر باد ازیں گر ز برائے تو نیست

۲۶۷

در چمن[۲] جانِ من، سرو خراماں یکے است — نرگس رعناش دو، غنچۂ خنداں یکے است
گفت بغمزہ لبش "جاں دہ و بوسی ستاں" — کاش دو صد جاں بُدے سنگ کہ مرا جاں یکے است
من ز غم گلرخے ژالہ فشانم چو اشک — ابر دریں واقعہ با من گریاں یکے است
طرفِ چمن میری، طعنہ زناں سرو را — بیش خجالت مدہ راہ خواناں یکے است

خسرو دل خستہ را بندۂ صورت نگر
چونکہ بمعنی ہمی بندۂ و سلطاں یکے است

---

۱؎ ایں شعر محذوف در نسخۂ ن — ۲؎ غزل محذوف در نسخۂ ن

۲۶۸

آں کہ مزاج دلش، باز ندانم کہ چیست؟ | رفتنِ او کشتن است، باز ندانم کہ چیست؟
این ستم از پشت کوژ جنگ حریفانِ عشق | زار بنالم ولے خاز ندانم کہ چیست؟
مست شبانہ ست یار خواب خمارے بسر | بوئے لبش از مئے ست کاز ندانم کہ چیست؟
یار بہانہ طلب با منِ شوریدہ بخت | نیست بداں ساں کہ بود باز ندانم کہ چیست؟

خسروِ مسکیں از و، شہرۂ ہر کوئے شد
واں دل او را ہنوز راز ندانم کہ چیست؟

۲۶۹

دردِ دلم را طبیب چارہ ندانست | مرہم ایں ریش پارہ پارہ ندانست
رازِ دلت را بصبر گفت بہوشاں | حال دل غرقہ را کنارہ ندانست
خال بناگوش او زگوشہ نشیناں | بوچہاں دل کہ گوشوارہ ندانست
قافلۂ عقل را بساعد سیمیں | راہ بجائے برد کہ بارہ ندانست

سختی از آں دیدی خسروا کہ با دل
قاعدۂ آں دل چو خارہ ندانست

۲۷۰

چوں غم ہجرانِ او ندانشت نہایت | عاقبت اندوہِ عشق کرد سرایت
وقت نیامد بتا کہ از سر انصاف | سوئے ضعیفاں نظر کنی بعنایت
غایتِ آنہا کہ از جفائے تو دیدم | نورِ یقیں داشت در دلم بسرایت
گر تنم از دستِ غم زپائے در آمد | سر نکشم تا منم، ز قید وفایت
گر تو بہ تیغم زنی خلاص نباشد | زخم تو خوشتر کہ از رقیب حمایت
شرحِ غمِ عشق بیش از ایں زچہ گویم | شوقِ من و جورِ او، رسید بغایت
اے بتِ نامہرباں شوخ ستمگر | از تو کنم یا ز روزگار شکایت

---

لہ تا سہ ہر سہ غزلیات محذوف در نسخۂ ن

آنچه من از روزگار سفله کشیدیم
پیش تو گویم ز روزگار حکایت

۲۷۱

اے سرکشیده[1] از من، من سرکشم به پشتیت — گر از طریقِ خویشی بینم از آنِ خویشت
مائیم و غنچۂ دل، موقوفِ بندِ عشقت — گو باد تا بگوید، احوالِ من به پیشت
نتوان بشرح دادن، با صد جریدۂ گل — حسنے ز وصفِ رویت وصفے ز شرح پیشت
تا داده از لبِ تو، دل را گل انگبینے — زنبورِ جانِ من شد، مژگان همچو نیشت
چون بینمت بمناگه خواهم که جائے سازم — در سینۂ فگارم، اندر درونِ ریشت
لطفے به بنده خسرو از تیرِ غمزۂ تو
آماج کرد سینه، بیرون نشد ز کیشت

۲۷۲

چون[2] در سخن در آمد لعلِ شکر مقالت — آبِ حیات ریزد، از چشمۂ زلالت
دانی که چیست مه را اندر میان سیاهی؟ — "یک نسخه ایست مظلم، از دفترِ کمالت؟
بیچاره من بماندم محروم از جهان رو — تا چشم کیست یا رب پیوسته در حبالت؟
از شام تا سحرگه، از گریه می بسوزم — هردم اگر نیاید پروانۂ وصالت
از بسکه در فراقت بیمار کرد پرسش — یکبارگی بماندم شرمندۂ خیالت
نزدیک شد هلاکم پرسیدنی نه کردی — کاے دور مانده از من در هجر چیست حالت
کافر دلا اگرچه کردی حرام وصلم — بادا چو شیرِ مادر خونهاے ما حلالت
چون میکشیم بارے از روے خود میفگن — بگذار تا برآید جانم به پیشِ خالت
صد ساله قصۂ خود گویم که کم نگردد — والله اگر نباشد اندیشۂ ملالت

---

[1] و [2] هر دو غزلیات محذوف در نسخۂ ان

تو آن نہ ای کہ کردی یکدم فرامش از جان
با آن کہ می نبیند خسرو ہزار سالت

۲۷۳

و

چابک ترا ز تو در ہمہ عالم سوار نیست
زیبا ترا ز تو در ہمہ عالم نگار نیست

سرو[1] بلند نیست چو قدِ بلندِ تو
یا آنکہ ہست لائقِ بوس و کنار نیست

صبرم بقدر دانہ خشخاص ہم نماند
زانم بدیدہ خواب و بہ تنہا قرار نیست

آں را کہ صد ہزار دلِ آرمیدہ بود
در نوبتِ غمِ تو یکے از ہزار نیست

دادی نویدِ وصل، توقف روا مدار
دانی کہ اعتماد برین روزگار نیست

از وعدہ در گذر کہ شکیبائیم نماند
وز عشق بر شکن کہ گرانتظار نیست

ایں ہا کہ کرد بر دلِ خسرو فراقِ تو
از غم بپرس گر زِ منّت استوار نیست

۲۷۴

خوش خلعتے[2] ست جسم، و لے استوار نیست
خوش حلتے ست عمر و لے پایدار نیست

خوش منزلے ست عرصہ روئے زمیں دریغ
کانجا مجالِ عیش و مقام قرار نیست

ہر چند بہترینِ صُوَر شکلِ آدمی ست
لیکن ہمہ چو سرو قدِ گل عذار نیست

دل در جہاں مبند کہ کس را ازیں عروس
جز آب دیدہ خونِ جگر در کنار نیست

مرسے کہ در شمار بُوَد این زماں کجاست
کو را دراں زمانہ غم بے شمار نیست

غرّہ مشو زِ جاہِ مجازی بہ اعتبار
کایں جاہ را بنزد خدا اعتبار نیست

زنہار اختیار مکن ہیچ منزلے
کانجا بدستِ ہیچ کسے اختیار نیست

---

[1] بیت محذوف درن
[2] غزل محذوف درن

## ۲۷۵

ب

شب نیست کز تو بر سر هر کو نفیر نیست — واندیشهٔ تو در دل برنا و پیر نیست

صد سر فدای پای تو باد ار چه در حرم — تو میروی و خون کست پای گیر نیست

بی رحم وار چند زنی غمزه بر دلم — وه کاین دست آخر و آماج تیر نیست

عطار گو مبند دکان زانکه من ز دوست — بوی شنیده ام که مشک و عبیر نیست

ای آنکه کوشش از پی سامان من کنی — بگذار کاین خرابه عمارت پذیر نیست

زلف بتان بگردن شیران نهد کمند — آزاد آن دلی که بدین بند اسیر نیست

در فتنه و بلا چه کند گر نه اوفتد
خسرو کش از نظارهٔ خوبان گزیر نیست

## ۲۷۶

بیدار شو[۱] دلا که جهان جای خواب نیست — ایمن در این خرابه نشستن صواب نیست

از خفتگان خواب چه پرسی که حال چیست؟ — زان خواب خوش که هیچ کسی را جواب نیست

چون هیچ دوست نیست وفادار زیر خاک — معمور خسته ای که چو گور خراب نیست

چون مست را خبر نبود از جفای دهر — بر هوشیار به ز شراب و کباب نیست

طیب حیات خواستن از آسمان خطاست — کز شیشهٔ ذلیل امید صواب نیست

ساقی ز جام عشق بخسرو رسان نمی
زیرا که مست کارتر از وی شراب نیست

## ۲۷۷

بیرون[۲] میا ز پرده که ما را شکیب نیست — اینک بلند گفتمت از کس حجیب نیست

تا پای در رکاب لطافت نهاده ای — اشکم کدام روز که پا در رکیب نیست؟

---

۱ و ۲ هر دو غزلیات در نسخهٔ ان محذوف اند

پیشِ رُخت که بر ورقِ لاله خط کشید | گر دفترِ گُل است که هم در جیب نیست؟
دل با رُخت چگونه نگردد فریفته؟ | از صورتِ تو چیست که آن دلفریب نیست؟
چون دل ز دست رفت که راهِ امید بود | بر چشمِ تست دیگر و بر کس عتیب نیست

میلے نمی کند سوئے خسرو چو آبِ خضر
با آن که میلِ آب جز اندر نشیب نیست

۲۷۸

مستِ ترا[1] به هیچ مئے احتیاج نیست | رنجِ مرا ز هیچ طبیبے علاج نیست
اے مه مشو مقابلِ چشمم که با رُخش | ما را به هیچ وجه به تو احتیاج نیست
با من مگو حکایتِ جمشید و افسرش | خاکِ درِ سرائے مغاں کم ز تاج نیست
با دوست عرضِ حاجتِ خود چند میکنی؟ | او واقف است حاجتِ چندیں لجاج نیست
نقدِ دلے که سکۂ وحدت نیافته ست | آں قلب را به هیچ ولایت رواج نیست
تاراج گشت مُلکِ دل از جورِ نیکواں | اے دل برو که بر دهِ ویراں خراج نیست

خسرو ندید مثلِ تو در کائنات هیچ
زاهلِ نظر که جز صفتِ چشم کاج نیست

۲۷۹

ناوک[2] زنے چو غمزۂ او در زمانه نیست | چون جانِ من خدنگِ بلا را نشانه نیست
دیوانه گشت و خلق بصحرا فتاد از آنک | در شهر بے حکایتِ تو هیچ خانه نیست
جز با خطِ تو عشق نبازند عاشقاں | در خطِ دیگراں رقمِ عاشقانه نیست
من در دمِ پسیں، تو بهانه گماں بری | معلوم گرددت نفسی، کایں بهانه نیست
صعب آتشے ست عشق، که گشتند صبر و دل | خاکستر و درون و بروں شاں زبانه نیست

---

[1] و [2] هر دو غزلیات در نسخهٔ ن محذوف اند

مشنو حدیث ہجراں در بیانِ عشق — دانی کہ احسن القصص اندر فسانہ نیست

جاں خاکِ آستانہ کہ پیمانِ عاشقاں — یک ذرۂ غبار برآں آستانہ نیست

اے پندگو، چہ درپے جانم نشستہ ای؟ — انگار کاں پرندہ درایں آشیانہ نیست

کوہِ گراں ز نالۂ ماکم شود برقص

خسرو بنائے نغمہ مزناں ایں ترانہ نیست

۲۸۰

اے دل غمگیں مباش کہ جاناں رسیدنی ست — درکام تشنہ چشمۂ حیواں رسیدنی ست [ب]

اے درد[۱]مند ہجر، مینداز دل ز درد — کاینک طبیب آمد و درماں رسیدنی ست[۲]

اے گلستانِ عمر ز سر، برگ تازہ کن — کاں مرغ آشیاں بگلستاں رسیدنی ست

پروانہ وار پیش روم بہر سوختن — کاں شمع دیدہ در شبِ ہجراں رسیدنی ست

دررہ بساطِ لعل، ز خونِ جگر کشم — کاں نازنیں چو سروِ خراماں رسیدنی ست

جانے کہ از فراق رہا کرد خانہ را — یاد آورید کار زدے جاں رسیدنی ست

با خویش میزدم کہ فراق ار چنیں بود — کایں جاشتیت در بُنِ زنداں رسیدنی ست

کاوردبخت مژدہ کہ خسرو تو غم مخور

تیر بلا بسینہ فراواں رسیدنی ست

۲۸۱[۳]

ہر سو کہ با ہزار کرشمہ خرام تست — صد دل فتادہ پیش، بہر نیم گام تست

وہ آں توئی ویا مہِ گردوں ویا خیال — ماہے کہ گاہ گاہ ببالائے بام تست

---

[۱] بیت محذوف در ن [۲] بعد ازیں در نسخۂ ن بیت ذیل اضافہ ست ۵

اے آب دیدہ ، یختی گرد کن گہر ؛؛ کاں بادشاہ دررہ ویراں رسیدنی ست

[۳] غزل محذوف در ن

جانم فدائے زلفِ تو آندم کہ بر سمت      "کایں چیست موے بافتہ؟" گوئی "کہ دام تست"

خود را ز تو سلام کنم زاں ہمی زیم      میرم از ایں گماں نبرم کایں سلام تست

مستی گزرنم تمام بسوز و عجب مدار      زیں ساں کہ دل بہ پختن سودائے خام تست

چوں میکشتی مرا زلف خویش بیش ازیں      یکجرعہ اے بریز کہ اے کشتہ تمام تست

خونم نگیں نگیں کہ فرو می چکد ز چشم      ہر ہر نگیں ز کلکِ وفا نقش نام تست

جائے کہ ہست در کفِ اندیشہ ہا گرو      بر رخ ز خوں قبالہ نوشتم کہ نام تست

خسرو کہ ہندوانہ سخن کج کج آورد

یک خندہ کن وظیفۂ او چوں غلام تست

## ۲۸۲

ت

اے غمزہ زن کہ تیر جفا در کمانِ تست      آہستہ تر کہ دست دلم در عنانِ تست

بنمائے رخ کہ شاد برانم ز دیدنت      روزے دو سہ کہ غمزدہ مہمانِ تست

جانہا بباد داد کہ دایم شکستہ باد      آں گیسوئے کہ بر سر سرو روانِ تست

داغیست از شرارۂ آہِ کسے مگر      خالِ سیہ کہ بر رخِ چوں ارغوانِ تست

گر[1] ہر زماں بخانۂ دیگر شوی نیاز      میزیبدت کہ بر ہمہ عالم از آنِ تست

زاں میزیم کہ بر دہن انگشتری نہم      شبہا دایں خیال برم کان دہانِ تست

گفتم "بکش کہ باز رہم" "ناوک مژہ      بنمود و گفت" این ہمہ از بہر جانِ تست"

فریاد خسرو از شنوی شب بکوئے خویش

رنجہ مشو کہ فاختۂ بوستانِ تست

## ۲۸۳

ت

اے آرزوئے دیدہ دلم در ہوائے تست      جانم اسیر سلسلۂ مشکسائے تست

---

[1] بیت محذوف در نسخۂ ن

هستند در دعائے رہے جملہ مرد ماں | بہر نجات عشق و رہے درد جائے تست
گہ خشم وگہ کرشمہ وگہ عشوہ گاہ ناز | مسکیں کسے کہ شیفتہ و مبتلائے تست
تا چند تیغ بر کشی و سر طلب کنی | اینک سرے کہ میطلبی زیر پائے تست
ما جاں فدائے خنجر تسلیم کردہ ایم | خواہی بجش وخواہ بکش رای رائے تست
گفتی کہ ابر گشت فلانے ز آب چشم | ایں ابر نیست کاندر ہوائے تست
دل رفت و نیز سینہ تہی شد ز آبِ چشم | اے صبر باز گرد کہ آن جائے جائے تست
اے خط سبز بر لبِ جاناں خضر توئی | مارا مکش چو آبِ خضر آشنائے تست

اے قرص آفتاب کہ دوری ز دست ما
آخر لبے بجش کہ خسرو گدائے تست

۲۸۴

جاناں کرشمہ تو رہِ عقل و دیں زدہ ست | فریاد ازاں کرشمہ کہ راہم چنیں زدہ ست
فتنہ بگوشہ ہائے دو چشمت نہاں شدہ | آفت بکنجہائے دہانت کمیں زدہ ست
ماریست گرد عقرب زیں حلقہ جدائے | آں جعد حلقہ حلقہ کہ در زیر دیں زدہ ست
تا باد برد بوئے تو در باغ پیشِ سرد | از باد، لالہ زار کلہ بر زمیں زدہ ست
از بہر آں کہ لاف جمالِ تو میزند | صد بار باد بر دہن یاسمیں زدہ ست
گفتم بہ دل کہ بر تو کہ زد ناوکِ جفا | سوئے تو کرد اشارتِ پنہاں کہ ایں زدہ ست[۲]

خسرو تو کیستی کہ در آئی درایں شمار
کایں عشق تیغ بر سر ہر مرد دیں زدہ ست

---

[۱] بیت محذوف در نسخہ ن

[۲] بعد ازیں در نسخہ ن بیت ذیل اضافہ ست

چشم تو رائے زد کہ کشد بندہ را بظلم * انصاف می دہم کہ چہ رائے چنیں زدہ ست

### ۲۸۵

خونخوار چشم تو که رهِ مرد وزن زده ست | هر شب بخوابگاهِ من ممتحن زده ست

من خاک راه بوسم و، از خود بغیر تم | آه از صبا که بوسه ترا بر دهن زده ست

دل دامنت گرفت و رها چون کند کسے | پیرے که بوئے یوسفش از پیرهن زده ست

گرگه بیامدی بسوئے کاروانِ صبر | لیکن بلائے غمزهٔ تو راه من زده ست[1] .

اے پارسا چه سرزنیم تو، که مے فروش | صد کوزه بر سرِ منِ تو به شکن زده ست

دی گفتی "آه میزنی" از مات شرم نیست | آتش زدست در منِ و زاں یک سخن زده ست

روزم چو بے وے ست شبش خواب دیده ام | کاں جانِ پاک تکیه به پهلوے من زده ست

بر کوه باد نالهٔ خسرو نه بر دلت
کایں تیشه ایست سخت که آں کوهکن زده ست

### ۲۸۶

تا دیده در[2] جمال تو دیدن گرفته است | خونابه ها ز چشم چکیدن گرفته است

مهر و مه است در نظرم کم ز ذره اے | تا خاک آب دیده کشیدن گرفته است

چون کرده ایم نسبتِ گلُ با جمالِ او | دل هم ز شوق جامه دریدن گرفته است

کے پندِ واعظم بنشیند بگوشِ دل | گوشم که خواریٔ نوشنیدن گرفته است

در جاں هزار گونه جراحت پدید شد | لب را بقهر ما چو گزیدن گرفته است

دل را هوائے شربت و آبِ زلال نیست | در عاشقی چو زهر چشیدن گرفته است

تا گفته ای که جانب خسرو همی روم
اشکش ز دیده پیش دویدن گرفته است

---

[1] بعد ازیں در نسخهٔ ن بیت ذیل اضافه است
ساقی بیا که شب بمیاں کرد زهد و رفت | زاں یک غزل که صبحدم آں راه زن زده ست
[2] غزل در نسخهٔ ن موجود نیست

**۲۸۷**

بنگر کہ[1] اشک دامن ما چوں گرفتہ است — کو تیغ غمزہ اے کہ مرا خوں گرفتہ است

زلفش بدیدہ مشتِ خیالش بطرفِ چشم — سغمسے فگندہ خوش لبِ جیحوں گرفتہ است

ما میخوریم دم بدم از اشک جامِ خوں — تا بر لب آں صنم مئے گلگوں گرفتہ است

در گریہ یافت دیدہ خیالات ابروئیت — دل گیر بود زلفِ تو ویں خوں گرفتہ است

بہرِ خیالِ خاکِ قدومِ تو چشمِ ما — بر ہر مژہ دو صد دُرِ مکنوں گرفتہ است

از عشقِ دوست سینۂ خسرو شدہ بسوز
یعنی درون در آتش و بیروں گرفتہ است

**۲۸۸**

لشکر کشید عشق و دلم ترک جاں گرفت — صبر گریزپائے سر اندر جہاں گرفت

گفتی کہ "ترک من کن و آزاد شو ز غم" — آساں بترک ہمچو توئی چوں تواں گرفت؟

اے آشنا کہ گریہ کناں پند میدہی — آب از بروں مریز کہ آتش بجاں گرفت

نظارہ ہم نکرد گہِ سوختن مرا — آں کس کہ آتشم زد و از من کراں گرفت

در طوقِ بندگیش رود دل بعاقبت — ہر فاختہ کہ خدمتِ سرورواں گرفت

اکنوں کہ تازیانۂ ہجراں کشید دل — جانِ رمیدہ را کہ تواند عناں گرفت

خسرو کز او ست تشنۂ شمشیر آبدار
ز آتش چہ غم کہ دشمنش اندر زباں گرفت

**۲۸۹**

چشمت[2] بعشوہ جان دو صد ناتواں گرفت — گر عشوہ اینست جان و جہاں میتواں گرفت

رویت بزلف بس دل و جانہا کہ صید کرد — ایں گل بدامِ خویش چہ خوش بلبلاں گرفت

---

[1] غزل در نسخۂ ن موجود نیست

[2] غزل در نسخۂ ن محذوف است

هر تیر غمزہ اے کہ بینداخت بر دلم | دل چوں الف میانۂ جانش رواں گرفت
در گریہ نامِ زلفِ تو بگذشت بر زباں | گریہ گرہ ببست وز حیرت زباں گرفت
جانم زبانِ لست درا و مست ہم سخن | گفتی نمی تواں کرنباشد، بجاں گرفت
حلقِ رقیب بستہ شد از رغبتِ تنم | اے وائے بر سگے کہ بحلق استخواں گرفت

سلطانِ ملکِ عشقِ تو خسرو بحکم شد
تا سوے بے نشانی اروئیت نشاں گرفت

۲۹۰

زلفت بظلم گرچہ جہانے فرو گرفت | نتواں ہمہ جہاں بہ پئے تارمو گرفت
درماہتاب دوش ندانم چہ شدی | یا مست بدید وچادر شب پیش رو گرفت
من چوں کنم کہ روے دگر خوش نمیکند | ایں چشمِ رودسیہ کہ بہ روئے تو خو گرفت
دستے زبانِ طعن کشادم بہ بیدلی | اینک دلِ خراب مرا حقِّ او گرفت
بوسیدم آں لب وز شکر میکند سخن | یعنی بخواہد این نمکم در گلو گرفت
ساقی بیار مے کہ چناں سوخت دل ز عشق | کز سوز ایں کباب ہمہ خانہ بو گرفت
اے پردہ پوش قصۂ من، بگذر از سرم | کایں سرگذشتِ من ہمہ بازار و کو گرفت
بس پارسا کہ از ہوس شاہدانِ مست | در میکدہ درآمد و بر سر سبو گرفت

جاں بردہ بود خسروِ مسکیں ز نیکواں
عشقِ تو ناگہانش درآمد فرو گرفت

۲۹۱[1]

امشب کہ چشمِ من بہ تہِ پائے او بخفت | جاں رخ نہادہ بر رخِ زیبائے او بخفت
شب تا بہ صبح دیدۂ من بود و پائے او | چشمم نخفت ہیچ وے پائے او بخفت

---

[1] غزل محذوف در نسخۂ ن

مردم ز دیده در طلبش رفت وآن نگار — از راه دیگر آمد و برجائے او نخفت
با هر مژه عتاب دگر داشتم ولیک — سرمست بود نرگس رعنائے او نخفت
از رشک تا به صبح نخفتم که جعدِ او — پیچیده در میانش و بالائے او نخفت
آن جعد تیره پشت بمن کرد و دُر و بافت — کاندر رهش ز هر چه مولائے او نخفت

نومید باد دیدهٔ خسرو ز روئے او
گر چشم من شبے به تمنائے او نخفت

## ۲۹۲

آب حیات من که نم از من دریغ داشت — خاک رهش شدم قدم از من دریغ داشت
من هر شبے نشسته ز هجرش به روز غم — او پرسشے به روز غم از من دریغ داشت
گر گه بهوئے او شدمے زنده پیش ازیں — آن نیز باد صبحدم از من دریغ داشت
صد دوست بیش کشت، نه من نیز دوستم؟ — آخر چه شد که این کرم از من دریغ داشت؟
من در سر قلم زدم آتش ز دودِ آه — او دودهٔ سر قلم از من دریغ داشت
کاغذ نگر نماند که آن ناخدائے ترس — از نوک خامه یک رقم از من دریغ داشت
کردند اگر وفا کم و گر بیش نیکوان — او هر چه هست بیش و کم از من دریغ داشت[1]

خسرو چگونه بند کند صبر را که یار
موئے ز زلفِ خم بخم از من دریغ داشت

## ۲۹۳

زیر کله نمونهٔ[2] روئے تو مه نداشت — کس ماه را نمونه به زیر کلهِ نداشت

---

[1] در نسخهٔ ن دو بیت ذیل زائد است
گفتم ز فرق تا به قدم حلقه چون رکاب — وان شهسوار من قدم از من دریغ داشت
بر دیگران نوشت بسے نامه وفا — بر حاشیه سلام هم از من دریغ داشت

[2] غزل محذوف در نسخهٔ ن

بگرفت چار سوئے رخت زلف و هیچ وقت — یک شب جهاں چو روئے تو در چارده نداشت
در ضبط آفتاب نشد ملک نیم روز — کز زلف عنبریں تو قیر سیه نداشت
دوش آتشے بسینه همی زد هوائے تو — بگریخت اشک و سوخته شد دل چو ره نداشت
خونم بخورد و چشمِ تو لب تر نکرد از آنک — دُو دِ دگر نوشت و خطِ تو نگه نداشت
با ایں همه وفائے تو دارد میانِ جاں — دل خود به درست رفت چو او کس نگه نداشت
از خون نوشته ام بدو رخ ماجرائے عشق — ازبسکه در سفینهٔ دل جایگه نداشت

یک وعدهٔ تو در حقِ خسرو بسر نشد
گوئی که باد بود که بارِ گنه نداشت

## ۲۹۴

اے باد[۱] از آں بهار خبر ده که تا کجاست — وز دیده زاں نگار خبر ده که تا کجاست؟
گر هیچ در رهِ گذرانش رسیده ای — یک ره از آں سوار خبر ده که تا کجاست؟
من همچو گل بسوختم از آفتابِ غم — آں سرو سایه دار خبر ده که تا کجاست؟
من زاب دیده شربتِ غم نوش میکنم — آں لعلِ خوشگوار خبر ده که تا کجاست؟
خونم زغم چو نافه بماند اندرونِ پوست — آں زلفِ مشکبار خبر ده که تا کجاست؟
جانم چو سرمه سوده شد از سنگِ آرزو — آں چشمِ پُر خمار خبر ده که تا کجاست؟
اے پیک تیز رو برو آں یار را بپرس — کز من برفت یار خبر ده که تا کجاست؟
اے مرغ نامه بر پرِ تو گر نوشته شد — باز آئے زینهار خبر ده که تا کجاست؟

خسرو که ایں حدیث زیارے شنیده ای
بر پرّ و زاں دیار خبر ده که تا کجاست؟

## ۲۹۵ — و

آں ترک نازنیں که جهانے شکار اوست — دلها اسیر سلسلهٔ مشکبار اوست

---

۱ غزل محذوف در ن

واندیشه نیست گر طلب جاں کند ز من — اندیشهٔ من از دل نا استوار اوست
بادا فدائے زلف و رخ و قامت و لبش — یک جان من که سوختهٔ هر چهار اوست
آں ناخدائے ترس، همه روز مست ناز — دیوانهٔ چو من همه شب در خمار اوست
گر[1] دل برد ز دست، بگو کہ حق اوست — ور جاں کند شکار، بکن گو کہ کار اوست
دل شد ز دست و سوز دلم ماند، هم خوشم — کاین داغ در درونهٔ من یادگار اوست
خونم[2] کہ آب میکنی، اے دیده رنج نیست — لیکن میاز دیده کہ آنجا گذار اوست
ما را از آرزوئے لبت جاں بلب رسید — اے بخت آنکه همچو توئی در کنار اوست

خسرو گرت خیال پرستش اماں دهد
زنهارش استوار نداری کہ یار اوست

## ۲۹۶[3]

مائیم کافتاب غلام جمال ماست — صد عید نو در ابروئے همچوں هلال ماست
روشن کہ می نماید از آئینهٔ سپهر — آں آفتاب نیست، خیال جمال ماست
تا چشم اختراں نرسد در کمال ما — چرخ کبود پردهٔ عین الکمال ماست
در پیش ما بهائے جهانست کنجدے — آں نیست کنجدے، اگر آں هست خال ماست
از عشق ما کسے نزید وانکه میزید — از کاهلیٔ غمزهٔ مردم شکال ماست
عاشق کشیم و سایهٔ رحمت نیفگنیم — کایں مرحمت بمذهب خوباں وبال ماست
عشاق پیش ما دو جهاں میکشند، لیک — ایں پیشکش چه در خور عز و جلال ماست
آں عاشقے کہ گشت گم اندر خیال او — او خود نماند واں کہ بود هم خیال ماست

پامال گشت در ره ما خسرو و دیت
او را همیں بس است کہ او پائمال ماست

---

[1] بیت محذوف در ن  [2] بیت محذوف در ن  [3] غزل محذوف در ن

۲۹۷

اے پیرِ خاک پائے تو نورِ سعادت است | مقراض تو بہ تو چو لاے شہادتست
ہستی تو آں نظام کہ نون خطاب تو | محراب راست کردہ برائے عبادتست
دیدم آنکہ طلعت تو و بیدا ریش نبود | ہست آں سگے کہ خفتن صبحش لعبادتست
تو شمع صبح شعلۂ شوقے کہ از تو خواست | زاں ہر یکے شرارہ چراغ ہدایت است
علامہ اے کہ معرفت انبیاش ہست | او را بہ پیش تو محلِ استفادتست
در عہدِ تو قیامِ جہاں از وجودِ تست | مانند صورتے کہ قیامش بمادتست
ہر یک مریدِ تو چو ہلالےست از رکوع | ہر شب ہلال و ارازآں در زیادتست
بتواں مرید گفت مرید ترا کہ اوست | آں مردمے کہ فتنۂ عینِ سعادتست

امید کز تو واصل گردد چو خرد و پیر
خسرو کہ بے وصال چو حرف ارادتست

۲۹۸

از لعلِ آتشینِ تو دل کانِ آتش است | زاں لعل سوختہ است دل و جانِ آتش است
بشکن بتان آذر از آں رو خلیل وار | کاں روے تو نہ روئے گلستانِ آتش است
سرگشتہ عاشق از تو بگو گوے چوں برد | دل اسپ روم و روئے تو میدانِ آتش است
دی تیر میکشادی و میسوختی مرا | بر تیر نے ز غمزہ و پیکانِ آتش است
ایں تن کہ سوز عشق بر آورد داد ازاو | کشتی چوب بر سرِ طوفانِ آتش است

خسرو تنے چو کاہ و فراقے درونہ سوز
درویش خانہ از خس و مہمان آتش است

۲۹۹

از بندِ زلف غمزدگاں را سبب فراست | وز قند لعل دل شدگاں را طرب فرست

---

له تا سه ہر سہ غزلیات در نسخۂ ن موجود نیست

ازمن بہ فن لب آمدہ جانے ربودہ ای　　　یک بوسہ نامزد کن و بازم بلب فرست
تو ماہ و من چو تار قصب در غمت ضعیف　　　اے ماہتاب، نور بتار قصب فرست
امروز چوں بخندہ رطب لب کشودہ ای　　　مارا خبر از آں رطب بوالعجب فرست
سلطانے از پے تو فرستاد جان، تو نیز
از وعدۂ وصال بجانش طرب فرست

۳۰۰

ت

باز آں حریف بر سر سودائے دیگرست　　　ہر ساعتے بخون منش رائے دیگرست
دل بردہ رخ بپردہ نہاں میکند ز من　　　ایں وجہ جز بپردہ تقاضائے دیگرست
راضی نہ می شود بہ دل و دیدہ ہجر او　　　ایں دزد در تفحص کالائے دیگرست
پندم مدہ کہ نشنوم اے نیکخواہ از آنک　　　من با توام ولے دل و جاں جائے دیگرست[1]
دیوانہ گشت خلق کہ از سحر چشم او　　　ہر دم بشہر فتنہ و غوغائے دیگرست
از بہر آنکہ دست نماید بجادواں　　　ہر ساعدش یدا بید بیضائے دیگرست[2]
خسرو بیک نظارۂ رویش ز دست شد
ویں دیدہ را ہنوز تمنائے دیگرست

۳۰۱

ویں غنچۂ شکر شکن از نقل دان کیست؟　　　یارب کہ این درخت گل از بوستان کیست؟
باز آں بلا کہ میرسد از بہر جان کیست؟　　　باز آں پسر کہ میگذرد از کدام کوست؟

---

[1] بعد ازیں در نسخۂ ن بیت ذیل زائدست ؎
خارا دلست یار و لے کاندہش کشد　　　※　　　آں را تو دل مگوے کہ خارائے دیگرست
[2] ایں بیت در نسخۂ ن محذوف است و بجایش بیت ذیل اضافہ است ؎
گر بہ بوسۂ بہ خسرد زرد روئیم　　　※　　　کیں زعفران در خور حلوائے دیگرست

از خون نشان تازه همی بینمش بلب — تا خود که باز گشته و آں خون نشان کیست ؟

میگفت دی که بر من آواره بر گذشت — کاو نگار کرد بپائے من این استخوان کیست ؟

شب ناله ام شنید و بپرسید از رقیب — من شب نخفته ام، همه شب این فغان کیست ؟

خون میرود ز دیده و جاں میرود ز تن — آن زخمها ز غمزهٔ نامهربانِ کیست ؟

ایں سوزشے که در دلِ آوارهٔ منست — داغ کسے ست، لیک ندانم از آنِ کیست ؟

اے باد اگر برائے من آورده ای پیام — بار دگر بگو بخدا از زبانِ کیست ؟

جانا اگر شبے دهنت بر دهن نهم — خود را بخواب ساز و مگو کاین دهانِ کیست ؟

بیدار از آنست مه که بشب پاسبان تست

خسرو که خواب می نکند پاسبانِ کیست ؟

۳۰۲

لعل لبت[1] بچاشنی از انگبیں به است — رشکِ رخت بنازکی از یاسمیں به است

ده فرق درمیان تو و آفتاب چیست — دید آسماں بسوئے تو و گفت این به است

درباغ سرو راست بسے دیده ام ولے — چیزے که سرو راست همیں راستیں به است

مائیم سرزده قلمے کز پے خطش — نامه سیاه پیرهنی کاغذیں به است

از آب تیغ شسته شود هر گنه که هست — بر جرم عشق غمزهٔ آں نازنیں به است

اے شوخ تا تو در دل من جائے کرده ای — این است دوزخے که ز خلد بریں به است

یک تلخی آر ز دست من تلخ عیش را — آلودهٔ لبت که ز صد انگبیں به است

گفتی "بخت نگون و دولت نگونست خسروا"

مارا همیں نگونه[2] بر انگشتریں به است

---

[1] غزل محذوف در نسخهٔ ن — [2] یعنی نگینه

۳۰۳

گر باغ پُر شگوفہ و گلزار خرم است | مارا چہ سود چون دل ما بستۂ غم است
چوں باد صبح گرد غم آباد کائنات | بسیار گشتہ ایم ولے شادماں کم است
جز سیلِ غم نبارد از ایں سقفِ نیلگون | مسکیں کسے کہ ساکنِ ایں سبز طارم است
جز خونِ دل مدام نباشد شراب او | ہر جا یکے فقیر در اطرافِ عالم است
اہلِ تمیز خوار و حقیر ند نزد خلق | جاہل نبز دِ خویش بغایت مُسلّم است
چشمِ طرب چگونہ تواں داشتن ز چرخ | کایں خیرہ گرد نیز ز اصحابِ ماتم است
زابنائے روزگار وفائے ندید کس | رحمت برآں کسے کہ بایشاں نہ ہمدم است
حقا کہ یک پیالۂ دردے و پارۂ غم | خوشتر بسے ز جام و سراپردۂ جم است

خسرو برو بکنج قناعت قرار گیر
مے نوش و سر متاب زیارے کہ محرم است

۳۰۴

آن خطِ پُر بلا کہ در آغاز رستن است | با او چہ فتنہ ہا کہ در آغازِ رستن است
ساکن ترے کہ میدمد آن سبزہ بر گلت | تر کاہلی سبزہ کہ از ناز رستن ہست
آغازِ خط بما منما و مکش از آنک | ہر آفتے کہ ہست در آغاز رستن است
با ما روا مدار کہ آید بروں ز پوست | آں دشمنِ کسے است کہ در ساز رستن است

ترسم کہ رازِ خسرو از ایں دل بروں دہد
خط با لبت نہفتہ کہ در ناز رستن است

۳۰۵

از عشق اگر دلت چو کباب بےبتابہ ایست | دل باشد آر، ز نرخ کباب کباب بہ ایست

لہ تا ۳۰۵ ایں غزلیات در نسخۂ ن موجود نیست

هر دل که در تنے به هوائے مقید است<br>دل نیست آن که شاهدے اندر نقاب است

ناخوش تر است بوئے تو هرچند کز غرور<br>بر گلخنت ز مشک و ز عنبر گلاب است

اے آنکه آب خوش خوری از تشنگی فسق<br>باقی ز آب خورد تو بانگ شراب است

ره رو که تا بلند کنی ز اطلس فلک<br>در پائے آن بلند قدم پلئے تا به است

در زنده عیب زنده دلان نیست خود به نقص<br>در آب خضر اگرچه گلش آفتابه است

از شیشهٔ سپهر طلب مے که در صفت<br>بر روے فرشته هم چو مگس بر قرابه است

خسرو کجاست صورت معنی دهد جمال<br>ز آئینهٔ دلے که سیه همچو تابه است

۳۰۶

من کیستم[1] که کین غمت با چو من کسے ست<br>طوفان آتشے چه بدنبالهٔ خسے ست؟

خود را ببین در آئینه و انصاف ما بده<br>کز چون توئی جدا شدن اندازهٔ کسے ست؟

گر زانکه باد هجر مرا برد همچو خس<br>زین سان بخاک کوئے تو خاشاک و خس بسے ست؟

اے باد چون رسد همه را از زکوة حسن<br>یادش دهی که از همه وا مانده واپسے ست؟

چون گویمش بروے کماز نسبت است دور<br>خط عذار او چو گلیمے بر اطلسے ست؟

بے سرو خود چه جائے گلستانست خسروا<br>باغ بهار بے رخ معشوق مجلسے ست

۳۰۷

اے آفتاب[2] تافته از روئے انورت<br>وے کوفته نبات ز لعل چو شکرت

شکل صنوبر قد تو چون پدید شد<br>بشگفت سرو از قد همچون صنوبرت

خواهد که بوئے تو بکشد باد صبح اگر<br>یا بد نسیمے از سر زلف معنبرت

---

[1] و [2] غزلیات محذوف در نسخهٔ ن

| | |
|---|---|
| موئے تو سر بسر ہمہ مشک است و ہر دمے | از نافہ پوست باز کند مشک از فرت |
| اے کوہ حلم، حلم ترا چوں پدید کوہ | بے سنگ شد ز غیرت ذاتِ موقّرت |
| تا صیتِ گوہر تو بدستِ صدف فتاد | دریا تمام آب شد از شرمِ گوہرت |

سرگشتہ اند خاک ترا خسروان دہر
زاں خاک گشت خسرو بیچارہ بر درت

۳۰۸

| | |
|---|---|
| گیرم کہ نیست پرسشِ آزادگاں فنت | کم زاں کہ گاہ آگہی باشد از منت |
| خورشید وار یک نظرے کن کہ بر درند | سرگشتہ صد ہزار چو ذرات روزنت [1] |
| تو دانی و کساں، بحلت باد خونِ من | بارے ز بارِ من بُوَد آزاد گردنت |
| افتادگاں کہ بر سر کویت شدند خاک | دامن کشاں مرو کہ نگیرند دامنت |
| تو آفتابِ حسنی و من در شبِ فراق | وین تیرہ روزیم شدہ چون روز روشنت [2] |
| مُردم از این ہوس کہ چو جان در برت کشم | کز جانست زندہ ہر کس و جانِ من از تنت |

بہر خدائے چہرہ، ز نامحرماں بپوش
خسرو بس ست بلبلِ نالاں بگلشنت

۳۰۹
غ

| | |
|---|---|
| ازاں گہے کہ دل من بر سوئے یار منست | زہے دراز کہ شبہائے انتظارِ منست |
| زمن [3] نماند نشان و دلم بزلف تو ماند | بگوش داری جانا کہ یادگارِ منست |

---

[1] بعد ازیں در نسخۂ ان بیت ذیل اضافہ است ؎

ترکی و بہر رزم زرہ نیست حاجتت ⁂ می باشد آب دیدۂ عشاق جوشنت

[2] در نسخۂ ان بیت ذیل بعد ازیں اضافہ است ؎

پیکاں درون دل مکن اے پند گو زباں ⁂ نے خار پاست این کہ بر آید بسوزنت

[3] بیت محذوف در نسخۂ ان

مگر تو خود کنی این لطف ورنہ میدانم | کہ آں جمال نہ درخوردِ روزگارِ منست
مرا بمستی معذور دار اے ہشیار | کہ ایں زمام نہ در دستِ اختیارِ منست
چو لالہ غرق بخونم، چو گل گریباں چاک | زہے شگفتہ کہ امسال نو بہارِ منست
ہزار بار ہمی گفتمت اے دلِ بدخو | کہ عشقبازی بانیکواں نہ کارِ منست
نشانِ خاک ستم کشتہ ایست در رہِ عشق | ہر آں غبار کہ بردامنِ نگارِ منست

بہ تیغ در حقِ خسرو حقِ جفا بگذار
خدائے خیر دہادش کہ حق گذارِ منست

۳۱۰

زبس کہ گوش جہانے پُر از فغانِ منست | بشہر بر سر ہر کوئے داستانِ منست
زبیدلی اگرم جاں رود عجب نبود | چو دل نمیدہم آنکہ دلستانِ منست
دعائے عمر کنندم ولے قبول مباد | مرا چو زندہ نمیخواہد آنکہ جانِ منست
ز زخمِ[۱] چابکِ ہجراں دمے رسم بعدم | اگر نہ پنجۂ امید در عنانِ منست
چو شمع سوختم ار نام گفتمش، ہمہ شب | مرا زبانہ آتش ہمیں زبانِ منست
میانِ جان وتنم دوری افتد وترسم | ز دوریے کہ میانِ تو و میانِ منست
تو در میان من از جان خستہ تنگ میا | کہ یک دو روز دریں خانہ میہمانِ منست
مبیں گدائی من بر درت کہ در ہمت | توانگرم کہ غمت گنج شایگانِ منست
درونِ[۲] من ہمہ شب چوں چراغ میسوزد | مگر فتیلۂ آں مغز استخوانِ منست

توزانِ من نشوی گرچہ بختِ آنم نیست
ہمیں بس است کہ گوئی کہ خسرو آنِ منست

۳۱۱

زخونِ دل کہ برخسار ماجرائے منست | بخواں بلطف کہ دیباچۂ وفائے منست

ب

---

۱ و ۲ ہر دو بیت محذوف در نسخۂ ن

نفس رسیده بآخر، ہوس نماند جز این — که بشنوم ز تو کاین مردن از برائے منست
درون[۱] جان تو ئی از بہر آنش دارم دوست — و گرنہ جان مرا بے تو یک بلائے منست
فضول بیں تو که جائے ہمی نہم خود را — که زیرِ پائے سگِ کوئے دوست جائے منست
چہ[۲] حدِ دعویٔ نیلوفر، آنکه لافِ غرور — زند که چشمۂ خورشید آشنائے منست
بسوختم ز دل و ہم بہ پیشِ دل گفتم — که روئے ایں دلِ بد روزِ من بلائے منست
کجا روم که مرا کرد بوے او گمراہ؟ — که ہر سپیدۂ دم آں بوے آشنائے منست

بنال پیش درش خسروا که آں سلطان
شناختست که ایں نالہ گدائے منست

۳۱۲

رخت[۳] ولایتِ چشمِ پُر آب را بگرفت — غمت درونۂ جانِ خراب را بگرفت
چگونه خواب برد دیده را ز ہجرانش؟ — چنیں که خونِ جگر جائے آب را بگرفت
گرفت خطِ لب چوں آبِ زندگانیٔ او — بسانِ سبزه که لبہائے آب را بگرفت
سؤال کردم بوسه ازاں لبِ چو شکر — سخن درآمد و راہِ جواب را بگرفت
ز غیرتِ رُخِ او آفتاب خواست ز چرخ — فرو فتد که ذنب آفتاب را بگرفت

رواست گر بزند خیمه بر فلک خسرو
کہ آں کمند چو مشکیں طناب را بگرفت

۳۱۳

مہے گذشت که آں مہ بسوئے ما نگذشت — شبے نرفت که بر جانِ ما بلا نگذشت
مرا ز عارضِ او دیر شد گلے نشگفت — چو گلبنے که برا و ہیچ گه صبا نگذشت
گذشت در دلِ من صد ہزار تیرِ جفا — که ہیچ در دلِ آں یارِ بے وفا نگذشت

---

۱ و ۲ ہر دو بیت محذوف در نسخۂ ن — ۳ غزل محذوف در نسخۂ ن

مسیح من چو مرا دم نداد، جاں دادم | ولیک عمر ندانم گذشت یا نگذشت
بریخت چشم مرا آب واں بتِ بدخو | چہ آب ریختگی کاں بروے ما نگذشت
کبوترے نبرد سوے دوست نامۂ من | کز آتشِ دلِ من مرغ در ہوا نگذشت

چہ سود ملک سلیمانت خسروا بسخن
چو ہدہدِ تو گہے جانبِ صبا نگذشت

۳۱۴

مرا کرشمۂ آں ترک گلعذار بکشت | مرا شکنجۂ آں جعدِ ہمچو مار بکشت
سوار میشد و یک شکل و صد ہزار نظر | ہم اولیں نظرم شکل آں سوار بکشت
نگر کہ بادِ صبا بر درخش گلگونش | کجاں سوختگاں را چراغ وار بکشت
طلب کہ میکند امروز خونِ من کہ مرا | کمانِ عشق بہ پیکانِ آبدار بکشت
باشکار و نہاں چونکہ زانِ خوشتم دید | نہانیم بہ خود خواند و آشکار بکشت
ہزار بار ازاں ترک خیرہ کش فریاد | کہ ہمچو من نہ یکے بلکہ صد ہزار بکشت

چو ماہیے کہ در افتد بدام خسرو را
بقیدِ زلف در افگند و زار زار بکشت

۳۱۵

چو چشمِ مستِ تو در خوابگاہِ ناز بخفت | بر آستانت مرا سخت حیلہ ساز بخفت
زناز بازی چشمت امید وار شدم | ولے دریغ کہ چشمت بخواب ناز بخفت
درایں ہوس کہ بہ بیند بخواب چشم ترا | بخفت و نرگس و بیدار گشت و باز بخفت
بباغ با تو ہمی کرد سرو پاے دراز | بیک طپانچہ کہ بادش بزد دراز بخفت
تصورِ تو بخوبی نگنجدم بخیال | حقیقت است کہ در پردۂ مجاز بخفت

---

۵۱ و ۵۲ ہر دو بیت محذوف در نسخۂ ن | ۵۳ غزل محذوف در ن

رخ آں گہیم ننودی کہ من زدست شدم — چہ سود جلوۂ محمود چوں ایاز بخفت
زخاک ہائے نماندہ ست چشمِ خسرو باز
بخاک پات کہ ایں چشم ہائے باز بخفت

۳۱۶

شبِ فراق سیاہ و مرا سیاہ ترست — کہ شام تا سحرم زلف یار در نظر است
چگونہ تیرہ نباشد زخم کہ شمع مراد ؟ — نمی فروزد از ایں آتشے کہ در جگر است
مگو کہ چند شوی بے خبر ز مستیِ عشق — کسے کہ مستیش از عشق نیست بیخبر است
ہر آں بلا کہ رسد از بداں رسد ہمہ را — ز نیکوانست مرا ہر بلا کہ گرد سر است
نفیر[1] و نالۂ خلق از جفائے خار بود — اگر ز بلبل پرسی جفائے گل بتر است
بہ تشنگیِ بیابانِ عشق شد معلوم — کہ سایہ نشیں سلامت نہ مرد ایں سفر است
بپائے بوس ہوس بردنم فضول بود — ہمیں بس است کہ بالینم آستان در است
مگو کہ گر بکشد عشق مات عیب مگیر — چہ جائے عیب کہ خود عشق را ہمیں ہنر است
تو مست بودی و خسرو خراب تو سحرے
گذشت عمر و ہنوزم خمارِ آں سحر است

۳۱۷

ہنوز آں رخ چوں ماہ پیش چشم من است — شکنج جانم از آں زلف درہم و شکن است
چہ سود بختن سودا چو شمع جانم سوخت — ز آتشے کہ مرا در درونہ شعلہ زن است
شبم کہ تا بقیامت امید صبحش نیست — نہ ایں شب است کہ بختِ سیاہ روزِ من است
بطعن و سرزنش اے پند گو چہ ترسانی ؟ — سرِ مرا کہ قدم گاہِ سنگِ مرد و زن است
ہزار نامۂ اسلام پارہ کرد خطیب — کہ باز نامۂ کفر ہزار برہمن است

---

[1] بیت محذوف در ن

مگو کہ بر لبِ تو لب نہادہ ام در خواب | مرا کجاں بلب آمد چہ جائے ایں سخن است
نہ آں چناں ست کہ حاجت نگہ تواند داشت | لطافتے کہ بہ بالائے سروِ نارون است

چہ خوانیم سوے گلزار؟ ترکِ خسرو گیر
کجا اسیرِ رخت را سیرِ گل و سمن است؟

۳۱۸

کسے کہ عشق[1] نباز د نہ آدمی، سنگ است | بلائے عشق کشد ہر کہ آدمی رنگ است
چہ نقش بندی با نا ندیشہ اے کہ بے عشق است؟ | چہ روئے بینی از آئینہ اے کہ در زنگ است؟
ہزار پارہ کنم جاں مگر کہ در گنجد | کہ چشم خوباں ہمچوں دہانِ شاں تنگ است
رہا کنید کہ تن در دہم بہ بد نامی | کہ نام نیک در آئینِ عاشقی ننگ است
سماع در دلِ من کار کرد، سینہ بسوخت | ہنوز مطرب ما را ترانہ در چنگ است
ز شوق جامہ بصد پارہ گشت ہمچوں گل | ہنوز بلبلِ ما را بنالہ آہنگ است
تُرا اے صنم کہ مرا در دلی، چہ سود از آں؟ | کہ درمیانِ من و دل ہزار فرسنگ است
بجنگ تیغ مکش سر بہ آشتی بر گیر | کہ حاصل است بہ صلحت ہر آنچہ در جنگ است

بخشم میروی و در توکے رسد خسرو
کہ در از و قدم سست و بارکے لنگ است

۳۱۹

شگوفہ غالیہ[2] بو گشت و باغ گل رنگ است | ہوائے بادہ صافی و نغمۂ چنگ است
بیا و بندِ قبا باز کن دمے بنشیں | کہ عشق بر دلِ من چوں قبائے تو تنگ است
اگر ز غمزہ بد آموز می کند، مشنو | از آنکہ در سر او صد ہزار نیرنگ است
شمائلِ تو مرا کشت و ویں ہمہ فتنہ | از آں کلاہِ کج و تکمۂ شکر رنگ است

---

[1] و [2] ایں غزلیات در نسخۂ ن موجود نیست

مکن ز سنگدلی جور بر منِ مسکیں     کہ آخر ایں دلِ مسکیں دل است نے سنگ است

ز دستِ خسروِ مسکیں پیالۂ بستاں

کہ او غلامِ شہنشاہِ ہفت اورنگ است

۳۲۰

چہ داغہاست کہ بر سینۂ فگارم نیست؟     چہ دردہاست کہ بر جانِ بیقرارم نیست؟

دلم ز کوششش خوں گشت و کامِ دل نرسید     چہ سود دارد و کوشش چو بخت یارم نیست؟

بخاک کوئے لبازم چو خاک یار نیم     بر آستانہ بمیرم چہ بہتش یارم نیست؟

خوشم بدولتِ خواری و مُلکِ تنہائی     کہ التفاتِ کسے را بروزگارم نیست

مرا[1] مپرس کہ دردم نہاں نخواہد ماند     کہ اعتماد بر ایں چشمِ اشکبارم نیست

نفس بآخرم آمد از آں دہن سخنے     کہ بہر کوئے عدم ہیچ یادگارم نیست

ملامتش رسد از خونم ایں ہمی کشدم     وگرنہ بیم ز شمشیرِ آبدارم نیست

ز بس کہ در دلِ خسرو سوارِ کینہ نشست

بعمر یک نفسے بر پئے غبارم نیست

۳۲۱

مرا بعشق دلِ خویش نیز محرم نیست     کہ می زندم بیگانگی ز ہمدم نیست

تو رُخ نمودی و عشاق را وجود نماند     کہ پیشِ چشمۂ خورشید روز شبنم نیست

بہ زلفِ تو ہمہ دلہائے سرد راست گذر     وگرنہ حالش ازیں گونہ نیز درہم نیست

ہزار سال ترا بینم و نگردم سیر     ولے دریغ کہ بنیادِ عمر محکم نیست

یکے[2] ز تیغ و یکے از سناں ہمی ترسد     مگوئے ہیچ کز اینہا غم و از آں ہم نیست

بجانِ خسرو اگر زاں کہ صد ہزار غمست

درونِ جانِ تو اینست غم، دگر غم نیست

---

[1] بیت محذوف در ن     [2] بیت محذوف ست در نسخۂ ن

۳۲۲

بیا بیا[1] کہ مرا طاقت جدائی نیست ‏ رہا مکن کہ دلم را ز غم رہائی نیست

دلم ببردی و گر سر جدا کنم ز تنم ‏ بجان تو کہ دلم را سر جدائی نیست

بریز جرعہ کہ ہنگامۂ غمت گرم است ‏ بگیر بادہ کہ ہنگام پارسائی نیست

اگر ربودہ بزلف تو شد دلم چہ عجب ‏ چو کار زلف تو الا کہ دلربائی نیست

بر آب دیدہ روانی تو ہمی خواہم ‏ اگرچہ آب مرا بر درت روائی نیست

مرا بپرسی کہ آخر مرا ز تو غم نیست ‏ اگر نیائی ہست و گر بیائی نیست

بہ بندہ خسرو بوسے بدہ، مکن حکمت

کہ بندہ نیز حکیم است اگر ستائی نیست

۳۲۳

کدام سنگدلت شیوۂ جفا آموخت؟ ‏ کہ ناز و شوخیت از بہر جانِ ما آموخت؟

کتابِ صبر ہماں روز من فروشستم ‏ کہ خوبی تو ترا تختۂ جفا آموخت؟

فلک نگر کہ چہ خط کرد بر جریدۂ حسن ‏ جفا درست و وفا داریت خطا آموخت؟

جراحتِ جگر خستگاں چہ می پرسی؟ ‏ ز غمزہ پرس کہ ایں شوخی از کجا آموخت

دلے نماند کہ از تن نبرد ویش عمداً ‏ معلّم تو کہ بودہ ست کایں دعا آموخت؟

ز من کہ عاشق و مستم صلاح کار مجو ‏ چہ جائے زرگری آں را کہ کیمیا آموخت؟

چہ روز بود کہ آمد خیالِ تو در چشم؟ ‏ کہ غرق کرد مرا و خود آشنا آموخت

دل رقیب نسوزد ز آہ من، چہ کنم؟ ‏ نمی تواں سگ دیوانہ را وفا آموخت

نیافت خسروِ گم گشتہ خویش را با آنک

ز گرد نامۂ تو خط والضحیٰ آموخت

---

[1] غزل محذوف ست در نسخۂ ن

۲۲۴

سپیده[1] دم که زمانه ز رخ نقاب انداخت — بزلفِ تیرهٔ شب نورِ صبح تاب انداخت
کلید زر شد و بگشاد آفتاب فلک — بدیدها که شب تیره قفل خواب انداخت
سحر جواهرِ انجم یگان یگان دزدید — چو صبح پرده دریدش، برآفتاب انداخت
چگونه صبح بخندد، که بر روئے ابر سیاه — سفید کرد و زدیبا برا و نقاب انداخت
بدید از دلِ دیر سیاه شب روشن — کمانِ چرخ همان تیر کز شهاب انداخت
به کنج روزن و در گشت ماهتاب نهان — چو مهر خنجرِ کیں سوئے ماهتاب انداخت
بر آخر آمد و شب را بوقتِ صبح نفس — که تیغ خورد و ز خورشید خون ناب انداخت
به رفت شب ز پئے زنده داشتن خود را — به پرتوِ نظرِ شیخ کامیاب انداخت

فلک جنابا، بپذیر بندهٔ خسرو را
چو خویش را بجنابِ فلک جناب انداخت

۲۲۵

چه تیر[2] بود که چشم تو ناگهاں انداخت؟ — که بر نشانهٔ دلہائے عاشقاں انداخت
شمائلِ قدِ رعنا و طبعِ موزونت — هزار فتنه و آشوب در جہاں انداخت
چه کرد پیشِ رخت گل که گل فروش اورا — بدست خود بگلو بسته ریسماں انداخت
کمال حسن تو جائے رسید در عالم — که خلق را بد و خورشید در گماں انداخت
وفا و مهرِ تو لے یار بے وفا مارا — جدا ز خدمتِ یاران و دوستاں انداخت

بهر نفس غمِ عشقت هزار تیرِ بلا
بنزدِ خسروِ مسکین ناتواں انداخت

۲۲۶

رخ تو رشتهٔ زلف از برائے آں آویخت — که آفتاب بداں رشته میتواں آویخت

---

[1] غزل در نسخهٔ ن محذوف
[2] ایں غزل در نسخهٔ ن موجود نیست

روان شدی دُمرا از میان ہمچوں موئے | با آشکار بستی و در نہاں آویخت

چہ کرد پیش رُخت گل کہ گل فروش او را | بدست خود بگلو بستہ ریسماں آویخت

دلم چو رشتۂ قندیل از آتشِ رُخِ خویش | بسوختی و بمحراب ابروان آویخت

بماند تا بہ قیامت بموئے آویزاں | کسے کہ یکسر موئے دراں میاں آویخت

عناں کشادہ بدنبالۂ تو آبِ دو چشم | دو دستہ مردمکِ دیدہ در عناں آویخت

دلم ز دیدہ بروں شد، بماند در مژگاں | گریز کرد ز باراں بناودان آویخت

ز چشم ابروئے او گوشہ گیر شو خسرو
ز ترکِ مست حذر بہ چو در کماں آویخت

۳۲۷

کجاست دل کہ غمت را نہاں تواند داشت؟ | بصبر کوشد و خود را بر آں تواند داشت

بکام دشمنم از ہجر و دوستی نہ کہ او | دلے بسوئے منِ ناتواں تواند داشت

کشید خصمِ تو تیغ و مرا شفیعے نہ | کہ دست مصلحتے درمیاں تواند داشت

ببرد دزدِ غمِ دل کہ یار خواب آلود | چگونہ پاس دلِ دوستاں تواند داشت

خراب[1] چشمِ خودم وین نہ آں مے ست کہ غم | شراب خوار مرا میہماں تواند داشت

بسوزم[2] نزنم دم کہ نیست ہمدردے | کہ رازِ سوختہ‌ای را نہاں تواند داشت

ہمی[3] کشند کہ نامش مبر، چو در دلم اوست | زباں چگونہ زبان در دہاں تواند داشت

نماند از مہ و خورشید نازنینِ مرا | حیات باد کہ او جا بایشاں تواند داشت

متاع عمر کہ بر باد میرود از دست | مگر کہ لشکرِ رطل گراں تواند داشت

عنایتے بکن اے دوست بندہ خسرو را
سرِ نیاز بر آں آستاں تواند داشت

---

[1] تا [3] ابیات محذوف در نسخۂ ن

### ۳۲۸

نگارِ من کہ ز جنبیدنِ صبا خفتہ ست — بگوی بہرِ دلم اے صبا کجا خفتہ ست

درایں غمم کہ صبا داگرہ بہ تار بُوَد — برآں حریر کہ آں یارِ بیوفا خفتہ ست

بیا[1] بگوی کہ "باز از چہ زندہ ای و ہنوز — مگر کہ فتنۂ آں چشمِ پُر بلا خفتہ ست"؟

محتسب[2] امین، اگر گورِ عاشقاں آواز — ہمی رسد کہ "مپندار خونِ ما خفتہ ست"

کسے کہ دعوئ بیداریٔ خرد کردہ است — بہ یک نظارۂ تو دیدہ ام بجا خفتہ ست

بجانماں ہمہ کس خوابِ زندگی دارد — جز آں کہ او ز پے ہم آغوشِ خود جدا خفتہ ست

حساب وصل مداں خسروا اگر شیریں
بخواب در برِ فرہاد مبتلا خفتہ ست

### ۳۲۹

ترا[3] بہ دین و دیانت دروں بباید راست — کہ کار راست چو دین و دیانت آید راست

نماید ار کم خویشت فزوں مشو خوش ز آنک — یکے بہ دیدۂ احوال دو می نماید راست

تو دیدہ راست کن، از آنکہ روی مرغ کہ پیر — نہ جملہ راست رود گرچہ کس کشاید راست

رفیق راست گزیں، کادمی میانِ کساں — اگرچہ راست درآید بداں کہ باید راست

حکیم پہلوئے بدخو چناں نشاز رہِ دُور — کہ در میانِ مخالف کسے سر آید راست

تو ہم خطا کنی ار باشدت در اصل خطا — کہ از مشیمۂ کژ آدمی نیاید راست

مرا بوادئ سرکم کہ عاقبت رہِ دور
رسد بجائ خسرو اگر گراید راست

### ۳۳۰

ہلالِ عید[4] جہاں را بنورِ خویش آراست — شراب چوں شفق و جام چوں ہلال کجاست

---

[1] و [2] ابیات محذوف در نسخۂ ان [3] و [4] ہر دو غزل در نسخۂ ان محذوف ست

نگر شرابِ شفق خورد شب زجامِ ہلال — کہ ہر گہر کہ در او بود جلہ درصحرا است
نگر نثارِ جواہر کہ شب کند بر چرخ — ہلال خم شد وجنبید تا آتش پشت دوتاست
بہ نیم دائرہ ماند ہلال در گردش — ہزار نقطہ زنقشِ ستارگاں پیداست
شراب شد بہ عمل آرو مایۂ عملش — کہ ہم مقاطعۂ پیکرش بجوا ہدخواست
کمر ببند وگرہ زن جعد ور وشن کن — کہ کوتہ است وشب آفتابِ جوزاست

نہ دائرہ ست زمۂ درمیانِ شیشہ کہ آں
خیال حلقہ اے ازگوشِ شاہدِ رعناست

۳۳۱

بیا کہ بے تو دلِ خستہ غرقِ خونابست — مرا نہ طاقت صبر و نہ زہرۂ خوابست
شبِ امید مرا روزِ روشنائی نیست — جز از رُخِ تو کہ درتیرہ شب چو مہتابست
یکے ببیں کہ دل من چگونہ می سوزد — درونِ زلف تو گوئی کہ کرمِ شب تابست
دو چشم تو کہ ہمی کعبتین غلطانست — مقام رست و لے معتکف بمحرابست
ز جورِ چشمِ تو تن در دہم بہ بیماری — چو نقدِ عافیت اندر زمانہ نایابست
رخِ چو آبِ حیاتِ تو آب بندہ بریخت — ہنوز دوستیٔ بندہ ہم برآں آبست
گر آب دیدہ کنم طعنہاۓ سخت مزن — کہ ہیچو خشت زدن درمیانۂ آبست
حکایتِ من و تو پوست باز کرد زمن — نگر شنو مثل گوسفند و قصّابست

تو قلب میزنی و بدنگویدت خسرو
چو نیست آں زتو ایں از سپہر قلّابست

۳۳۲

بہارِ[1] غالیہ در دامنِ صبا سودہ ست — بہ بوستاں زگل و لالہ تودہ برتودہ ست

---

[1] و [2] ہردو غزلیات در نسخۂ ان محذوف ست

ز شرم بخشش ابر، آفتاب رخ بنهفت — چناں کہ پیش کسے پیش روئے بنمودہ ست

میان غنچہ و گل ہیچ کس نمی گنجد — مگر صبا کہ بے درمیانِ شان بودہ ست

بیار بادۂ پیمانۂ گراں، اگر عمر — کسے کہ بادہ نخوردہ ست باد پیمودہ ست

بریز خونِ صراحی کہ ایں جہاں صد خوں
بریختہ ست کہ دستش گہے نیالودہ ست

۳۲۳

براں لبے[له] کہ شکر با حلاوتش شوراست — ہزار ملکِ سلیماں بہائے یک موراست

یقیں کہ صورت جاناں تمام بتواں دید — ازاں صفا کہ دراں سینہ چو بلوراست

بکوئے تو نہ عجب گورِ عاشقاں، عجب است — کہ ہم خود از گلِ عشاق خشت بر گوراست

دکانِ زہد ببستند عاشقاں امروز — کہ از سواریت آفاق پُر شر و شوراست

ہزار جلوۂ مقصود میکند گردوں — ولے چہ سود کہ چشمِ امید ما کوراست

فرازِ کنگرۂ وصل کے تواں رفتن — کہ رشتہ کوتہ و بازوئے بخت بے زوراست

ربودہ چشمِ تو ہم دین و ہم دلِ خسرو
مگر کہ عادتِ آں ترک غارت و عوراست

۳۲۴

مرا بشوئے[له] تو پیوند دوستی خام است — بر آفتاب ز ذرہ چہ جائے پیغام است

ہزار جانِ مقدس شدند خاکستر — ہنوز پختنِ سودات از آدمی خام است

بیار ساقی دریائے مے کہ جانم سوخت — زجاجۂ دلِ من گرچہ دود نغ آشام است

ازاں چراغ کہ دلہائے خلق میسوزند — چراغ ہا بسرِ کوئے تو ہر شام است

خطاست نسبتِ بالائے تو بسرو، کہ سرو — نہ شوخ و شنگ خرام است و مست خودکام است

---

له وله ہر دو غزلیات در نسخۂ ن محذوف است

دلم کہ بستہ ای بازدہ کہ لاف زنم — کہ این خرابہ ز سلطانِ خویش انعام است

زکوٰۃ حسن کم از یک نظارہ آخر کار
گدائے کوئے توام گرچہ خسروم نام است

۳۳۵

رسید[1] فصل گل و باد عنبرافشان ست — نگار خانۂ جانان بہشت رضوان ست

بہ سرو باغ کہ بیند کنوں کہ در ہر باغ — ہزار سرو بہر گوشہائے خرامان ست

کنوں بسوئے چمن بے بہشتیاں نہ روم — کہ ہرچہ ذوق بہشت ست روئے خاماں ست

عجب کہ جام نمی افتد از کفِ نرگس — چنانکہ او بغنودن فتان و خیزان ست

حریفِ معنی گل را بجاں خرد ہر چند — کہ سہل قیمت و کالائے ہزار نان ست

بگوشہائے چمن برگِ گل چو زمرۂ گوش — در اُو ز قطرہ نگر تا چو درِّ غلطان ست

ز خارہ بودی و دامانِ کوہ از لالہ — کنوں ز اطلس لعلش نگر کہ دامان ست

زمیں بباغ ندید آفتاب از پے شاخ — نگر ز خانہ کہ در سایہائے بستان ست

چنیں کہ نرگس و گل چشم را بصحن چمن — ہمی نہند مگر آستانِ سلطان ست

شگفتہ باد گلِ دولت تو تا بہ اُبَد
گلے کہ بلبلِ او خسرو ثنا خواں ست

۳۳۶

ہنوز آنکہ[2] نشینیم با تو در سینہ ست — ہنوز در دلِ من آں ہوائے دیرینہ ست

ہنوز مستم از آں مے کہ روز یم دادی — ہنوز در دلِ من آں خمارِ دیرینہ ست

مئے کہ پیشِ تو با خونِ دل بخوردم — بدیدم آں مے و آں خوں ہنوز در سینہ ست

گذشت آں مہ و ایں لحظہ بیش میگوئی — تصور یست کہ در خواب یا در آئینہ ست

---

[1] و [2] ہر دو غزلیات در نسخۂ ن محذوف است

نگر کہ چند شدست تا بنات نعش شدہ است | ز مہر چرخ کہ با او ہمیشہ در کینہ ست
کسے کہ حاصلِ فردا شناخت بر امروز | نہ نسبت دل کہ اگر نسبت کودکِ دینہ ست
چو حال ایں ست بدہ ساقی آں سفالِ شراب | کہ بر رخِ آں بترکِ ہزار گنجینہ ست
مے مغانہ برسم قلندر آر و ببیں | کہ ماہ روزہ و وقتِ نمازِ آدینہ ست

حذر ز پنبۂ بے پشم امرداں خسرو
کہ پنبہ گشتہ از او صد ہزار پشمینہ ست

۳۳۷

شوقِ[1] تو ام باز گریبان گرفت | اشکِ رواں آمد و داماں گرفت
سہل بود ترکِ دو عالم ولے | ترکِ رخ و زلفِ تو نتواں گرفت
جانِ منی، بے تو نفس چوں زنم؟ | زانکہ مرا بے تو دل از جان گرفت
ہر کہ چنیں فرصتے از دست داد | بس سرِ انگشت بدنداں گرفت
عارضِ او تا بدر آورد خط | خردہ بسے بر مہِ تاباں گرفت
خالِ تو بر لعلِ لبت دست یافت | مورچہ اے ملکِ سلیمان گرفت
دل طلبِ کعبۂ روئے تو کرد | حلقۂ آں زلفِ پریشاں گرفت
ما و مے و طرفِ گلستان و یار | بادِ صبا طرفِ گلستان گرفت
بے مہِ رخسار و شبِ زلفِ او | خاطرم از شمعِ شبستان گرفت

خسروِ بیدل ز دو عالم بہ رست
وز دو جہاں دامنِ جاناں گرفت

۳۳۸

جاں[2] کہ چنیں تپ کش سودائے تست | نعلِ بہائے سمِ شہبائے تست

---

[1] و [2] ہر دو غزلیات در نسخۂ ان محذوف است

دل که سراسیمهٔ کوئے غمست — نامزدِ زلفِ مطرّائے تست
عقل که اُو خوب ترین جوهریست — پیشکشِ نرگسِ شهلائے تست
پرده برافگن که هزاران چو من — منتظرِ عارضِ زیبائے تست
آنچه ز تو حاجتِ خسرو بُود
در بَرِش اندازِ کرم و لائے تُست

۳۳۹
آنکه دلم شیفتهٔ روئے اوست — شیفته تر می کندم ایں چه خوست؟
دوش بگفتم که "دهانت نیست" — گفت که "بسیار درایں گفتگوست"
به که رخ از خلق بپوشد زانک — دیدهٔ بد آفتِ روئے نکوست
هستیٔ من رفت و خیالش نماند — اینکه تو بینی نه منم، بلکه اوست
عاشقم، ار گریه کنم عیب نیست — آب که بر روئے منست آبِ جوست
بسکه دلِ[۱] گم شده جویم بخاک — قامتِ من بیں که چگونه دوتوست
خسرو ازیں گونه که در خود گم ست
عاقبتش در طلبِ جستجوست

۳۴۰ ب
حسن که اندیشه بکارش گم ست — کے به حدِ معرفتِ مردم ست؟
پرده برافگن که گرِ والضحیٰ ست — زاں که رهے در تو نه خود گم ست
بارگے آهسته تر، اے هوشیار — زاں که صفِ مورِ بزیرِ سُم ست
ایں تنِ چوبیں که بصد پاره باد — پختنِ سودائے ترا هیزم ست
خواب بافسوں مگر آریم زانک — خوابگهِ غمزده پُر کژدم ست
بختِ بدم به نشود ز آبِ چشم — زاں که سعادت نه درایں انجم ست

---

[۱] ایں بیت در نسخهٔ ن محذوف است و بجایش بیتِ ذیل اضافه است ؎
ترکِ جهاں بینم با وصلِ یار ٭٭ کارِ جهاں بیں که چها آرزوست

من بصفائے رسم از دُردِ خُم؟ | فتنۂ ساقیم چو دَم دردم ست
اے کہ نہی مرغِ حرم، نامِ من | حسرتِ من بر مگسانِ خم ست

خسروا از عشق نزیبد نہ تطبع
عنصرِ عشاق مگر بے خم ست

۳۴۱

شاخِ گل از نسیم جلوہ گر ست | وقتِ گلبانگِ بلبل سحر ست
خار پہلوئے گل نشاند از آنک | بانگ بلبل بگوش ہائے در ست
باغ در رقص و جنبش ست از آنک | خون بستہ ز بہر نیشتر ست
چونکہ پیوند تست گل، اے خار | نیش در حق او نہ از ہنر ست
آخر اے گل نگر ز چندیں سیم | کہ ترا یک دو سہ قراضۂ زر ست
خلق را یاد میدہد ز شراب | آں کہ از لالہ کوہ کاسہ گر ست
لالہ از مے پیالہ می گیرد | آں کہ پیمانہ پر شود دگر ست
غنچہ را بیں فراہمی دہنش | گوئیا بوسہ جائے آں لب ر ست
چشم مستت کشندہ ایست عجب | خواب مستیش از آں کشندہ تر ست
ساقی من روانہ کن از کف | کشتیِ من کہ عمر بر گذر ست
باغ را از نشاط و عیش خبر | اے خوش آں کس کہ مست و بیخبر ست

خسروا چند از گنہ ترسی
رو، کہ عفو خدائے معتبر ست

۳۴۲

دامن گل ز ابر پُر گہر است | باغ را زیب و زینت دگر است
غنچہ بر باد دادہ دل، چو کنار | چشم بر گل کہ مو بر دئے فراست
ہر یکے جام کش رسید از دور | نرگس افتادہ مست و بے خبر است

---

۱ بیت محذوف در ن ۲ ایں غزل در نسخۂ ن محذوف است ۳ غزل محذوف در ن

همه از سرو می برد بلبل | نیک یکبارگی بلند بر است
هر چه تسخیر "کَیفَ یُحیِی الأرض" | خواند بلبل بخطِ سبزه در است
گل ورق راست کرده از شبنم | جهرهٔ آں ورق همه گہر است
دوستاں راکنوں ز بہرِ نشاط | جانب باغ و بوستاں گذر است
ورقِ گل اگر لطیف افتاد | خطِ سبزه از آں لطیف تر است

نه رود سوئے باغ خسرو از آنک
باغ او بزمِ شاه نامور است

۳۴۳

شب گذشتہ ست و اوّلِ سحر ست | بانگِ بلبل بے نوید گر ست[۱]
وقتِ او خوش که در چنیں وقتے | باده بر دست و نازنیں ببر ست
کشتیِ باده نه بکف، بارے | عمر ازیں ساں رَوَد چو بر گذر است
چند گوئی که مست و بیخبری؟ | هر که او مست نیست بے خبر ست[۱]
صرفهٔ خشک زاهداں را باد | هر چه ماراست در شراب تر ست
گر چه بدمستی است عیبِ حریف | کندنِ ریشِ محتسب هنر ست
گر بمیخانه مفسدانِ شراب | بادشا هند، بنده خاکِ در ست

خسروا چند از گنه ترسی؟
رَو که عفوِ خدائے معتبر ست

۳۴۴

موئے[۲] را نیست ایں میاں که تراست | پسته را نیست ایں دہاں که تراست
قامتِ راست سرو را مانند | سرو باشد چنیں رواں که تراست

---

[۱] بعد ازیں در نسخهٔ ن بیت ذیل اضافه است ؎

ساقیا غوطه ده مرا در مے ※ کز آتشِ شام شعله در جگر ست

[۲] غزل محذوف در ن

جاں بردی وُ خوش ہنوز نہ ای — دست بر دل نہ ایں زماں کہ تراست
تا جہا بر تو کردے من، اگر — حسن بودے مرا چناں کہ تراست
بر رُخِ زردِ من بخند و بگو — خندہ انگیز زعفراں کہ تراست
گو ئیا بیشتر برائے زرہست — ایں سخن بر سر زباں کہ تراست

کشتہ گشتم ز ابروے تو، مکش
بر دلِ خسرو ایں کماں کہ تراست

### ۳۴۵

ہر کہ در[1] پیشِ چشمِ روشنِ ماست — گوئیا[2] "آفت دل و تنِ ماست"
چشمِ ما گر غمی شود ماناک — آں ہماں آفتابِ روشنِ ماست
لالہ ہا میدمد زخونِ دو چشم — گردِ من آں بہار و گلشنِ ماست
غمزہ زن جانِ من و گر میرم — غم مخور خونِ ما بگردنِ ماست
ما چو ہندوے سومنات بعشق — بُت پرستیم و دل برہمنِ ماست

گفتم: "از ہجر سوخت خسرو" گفت!
"چند ازیں ذرہ ہا بہ روزنِ ماست"

### ۳۴۶

عشق اگرچہ نشانِ بختِ بدست — نزدِ عاشق سعادتِ ابدست
ہر کہ جوید مرادے از معشوق — گوئی او عاشقِ مرادِ خود است
گرچہ صد روز نیک عاشق راست — بہتریں روز اسیر روزِ بدست
دیگراں بہرِ تو چرا میرند؟ — مُردنم ایں کہ اندریں حسدست
ہمہ عیب است بادہ وُ، ہنرش — شستنِ ما زمایۂ خرد است

پر رسیم توبہ شد، زہے خسرو
شد و لے آرزو یکے بصدست

---

[1] غزل در نسخۂ ن موجود نیست   [2] بیت محذوف در ن

۳۴۷

باغمت[۱] شادیِ جهاں ہوس است     شادیِ من ہمیں غمِ تو بس است

از دہانِ تو چوں نفس نہ زنم     مَرمرا بیم تنگیِ نفس است

نیم خالِ لب توام بکشد     زہر اگر خود ہمہ پرِ مگس است

از سرِ خشم اگر بخائیے لب     بر لبت بوسہ دادنم ہوس است

گر کسے بر درِ تو جوید بار     چند گوئی کہ بار او چہ بس است

ہمہ شب گرد کوے او گردم     ہر کہ بیند گمانش بر عسس است

بندہ خسرو بنالہ در رہِ عشق
کاروانِ غمِ ترا جرس است

۳۴۸

ایں[۲] جفا کاریت کہ نو بنو است     مگر ایں جانِ کشتہ رادرو است

چوں ترا نیست نیم کنجد شرم     گفت من نزدِ تو بنیم جو است

چشم بر کشتنم گماشتہ ای     چہ کنم گوش تو سخن شنو است

شد عنانم ز دست چہ تواں کرد؟     توسن صبر نیک تیز دو است

عقل با مرہمے فروختہ شد     جانِ مسکیں بیک نفس گرو است

سر زخاکت ببینم وپس ازایں     زندہ مانم بداں کہ عمر نو است

خسروا لشکرِ خطش بدوید
دل نگہدار وقت زاغ رو است

۳۴۹

رخ تو[۳] نور دیدۂ قمر است     لبِ تو سرخ روئیِ شکر است

با توام یکسر آمدہ بدلم     کہ کند ہر یکے گدا و سر است

کار دیگر مکن، مکن شوخی     زاں کہ اے شوخ کار تو دگر است

---

۱ و ۲ ایں غزلیات در نسخۂ ن موجود نیست     ۳ غزل در نسخۂ ن نیست

گر ز پائے خودم دہی خاکے | خاک پائے تو سرمۂ بصر است
زار زار از غم تو می میرم | چوں نہ زور است بندہ را نہ زر است
نظرے کن کز آں دو چشم سیاہ | دیدہ در انتظارِ یک نظر است

بندہ خسرو در آرزوئے لبت
نمکِ تو کہ نیش دو جگر است

۳۵۰

تن پاکت کہ زیرِ پیرہن است | "وحدہٗ لاشریک لہٗ" چہ تن است
ہست پیراہنت چو قطرۂ آب | کہ تنک گشتہ بر گل و سمن است
با خودم کش درونِ پیراہن | کہ تو جانی و جانِ من بدن است
تا زیم، در غمِ تو جامہ درم | ور زپسِ مرگ نوبتِ کفن است
دل[۱] بسے بردہ ای، نکو بشناس | آں کہ خستہ ترست از آنِ من است
اندر آ و میانِ جاں بنشیں | کہ تو جانی و جاں ترا بدن است
گفتہ ای "ترکِ تو نخواہم گفت" | ترکِ من گو چہ جائے ایں سخن است
دہن تنگ رو حدیثِ فراخ | چوں ہمی گوئی آخر ایں چہ فن است[۲]

۳۵۱

روئے نیکوئے تو زمہ کم نیست | جز ترا نیکوئی مسلّم نیست
دہنت ذرہ و کم از ذرہ ست | رخ ز خورشید ذرہ لے کم نیست[۳]
نسبتے ہست در دہانِ تو لیک | درمیانِ تو نسبتے ہم نیست

---

[۱] بیت محذوف در ن [۲] در نسخۂ ن بیت محذوف و بجایش بیت ذیل اضافہ ہست ؎

دل خسرو خوش ست با تنگی ❋ کہ مرا یادگار از آں دہن است

[۳] در نسخۂ ن بعد ازیں بیت ذیل اضافہ است ؎

بے دہانی و ملکِ خوبی را ❋ چوں سلیماں شدی کہ خاتم نیست

چشمِ من خاکِ جسمِ من تر کرد — گرچہ یک قطرہ ہم دراو غم نیست
گر جہانِ غم است در دلِ من — چوں تو اندر دلِ منی، غم نیست
تازہ کن جانِ خسرو از غمِ خویش
کایں جراحت سزائے مرہم نیست

۳۵۲

سروؔ[1] را با قدِ تو ہستی نیست — میلش اِلّا بسوئے پستی نیست
در دہان و میانت می بینم — نیستی ہست لیک ہستی نیست
گاہ گاہم بقبلہ بودے رو — تا تو در پیشِ من نشستی نیست
زُہد با عشق در نیامیزد — بُت پرستی، خدا پرستی نیست
برگِ صبرے کہ پیش ازاینم بود — سرِ من تا تو بر شکستی نیست
تا ترا[2] دستِ جور بر سرِ ماست — کارِ ما جُز کہ زیر دستی نیست
مست گفتی زعشق خسرو را
عشق دیوانگی ست مستی نیست

۳۵۳

یارِ ما دل زدوستاں برداشت — مہرِ دیرینہ از میاں برداشت
من نخواہم کشید ہرچہ کند — دل کہ از وے نمیتواں برداشت
دی بہ تندی بلند کرد ابرو — از پے کُشتنم کماں برداشت
عہدِ[3] کردم کہ دردِ دل نکنم — دردِ دل مُہر از زباں برداشت
در دلِ او نکرد کار، ارچہ — سنگ از افغانِ من فغاں برداشت[4]

---

[1] در نسخۂ ن ایں غزل محذوف است [2] ایں بیت در نسخۂ ن محذوف ست و بجایش بیت ذیل اضافہ است ؎ خواستم جاں بہ عُذر پیش برم ✱ ہجر خود رفت و پیش از آں برداشت
[3] در نسخۂ ن بعدش بیت ذیل اضافہ است ؎
جہد کردم کہ نالہ نہ کنم ✱ دردِ دل مہرم از زباں برداشت

چشمِ او ہیچ گم نخواہد شد    دل بیامد مرا زجاں برداشت
رفتم امروز، تا نخواہد گشت    سر نخواہم ز آستاں برداشت

ترکِ سودائے خام کن خسرو
کہ وفا رخت ازیں دکاں برداشت

۳۵۴

ترک مستم کہ قصد ایماں داشت    چشم او میلِ غارتِ جاں داشت
خون من چوں شراب می جوشد    وز دلم ہم کباب بریاں داشت
دیدہ درمے فشاند در دامن    گوئیا آستین، مرجاں داشت
درِ باغِ بہشت بکشادند    باد گوئی کلید رضواں داشت
غنچہ را دید چوں نسیم صبا    ہمچو من دست در گریباں داشت
رازم از پردہ بر ملا افتاد    چند شاید بصبر پنہاں داشت

خسرو[1] ترکِ جاں بباید گفت
کہ بیک دل دو دوست نتواں داشت

۳۵۵

از رخت[2] ارغواں نمودار است    وز رخم زعفراں نمودار است
نقشِ سودا کہ ہست بر جانم    لب و خطش ازآں نمودار است
آں ستارہ کہ ریخت مژگانم    از زمیں آسماں نمودار است
ز آتشِ دودِ شعلۂ دوزخ    سینۂ عاشقاں نمودار است
نرگسِ ناتوانِ جادو یت    از فریب جہاں نمودار است
سر زلفت ز دودِ دل نقشیست    لب لعلت زجاں نمودار است
دیدم از توتیائے بینائی    خاکِ آں آستاں نمودار است

---

[1] بیت محذوف در ن    [2] غزل محذوف در ن

لالہ زار و سرشکِ خسرو بین
از بہار و خزاں نو دار است

۳۵۶
ترکِ من دی سخن بہ رہ می گفت — ہر کہ رویش بدید، مہ می گفت
او ہمی رفت و خلق در عقبش — وحدہٗ لاشریک لہٗ می گفت
دل بصد حیلہ می گریخت ز عشق — دیدہ از خویش صد گنہ می گفت
غلغلے می شنیدم از دہنش — دل سخن از درونِ چہ می گفت
دل خطش[1] را زوال جاں میخواند — نیم شب را زوال گہ می گفت
گفتمش[2] تیر می زنی بر دل — خندہ می زد بنازونہ می گفت
خسروا از دو راہجو مدہوشاں
نظرے می فگند وہ می گفت

۳۵۷
آنچہ بر[3] جانِ من زغم رفتہ ست — ہمہ از دست آں صنم رفتہ ست
می نویسد بجونِ من تعویذ — چہ تواں کرد چوں قلم رفتہ ست
پائے در رہ نہاد و مہر گذاشت — زاں کہ در راہ مہر کم رفتہ ست
بر ستم می رود زمن یا رب — بر کسے ہرگز ایں ستم رفتہ ست؟
جاں بدنبالِ او رواں کردم — گر نیاید حیات ہم رفتہ ست
خسروا باشبِ فراق بساز
کافتاب تو در عدم رفتہ ست

ت
۳۵۸
گل ز رخسارۂ تو بے آب ست — مہ ز نظارۂ تو بیتاب ست
مژہ ہائے کژ و دل آویزت — کجھائے دکانِ قصّاب ست
با خیالِ تو مردمِ چشمم — گاہ ہم خانہ گاہ ہم خواب ست

---

[1] و [2] ہر دو بیت محذوف درن — [3] درنسخۂ ن غزل محذوف ست

امشبے کآمدی بخانۂ من | شمع رامیکشم، کہ مہتاب ست
گر گذاری بوسم ابرویت | بہر تعظیم راکہ محراب ست
اے دل خستہ غرق خوں از تو | ہمچو خستہ میانِ عناب ست

غرق شد ز آشنائیت خسرو
زاں کش از دیدہ بر لب آب ست

۳۵۹

غ

ہر کہ روئے دید جاں دانست | لب شیرینت را ہماں دانست
حسن تو عالمے بخواہد سوخت | ہم در آغاز میتواں دانست[1]
نرخ کردی بوسہ اے جانے | بندہ بخرید و رائگاں دانست
ذقنت چہ نمود و دل بخیال | بوسہ زد مگر دہاں دانست
دل ز ہجر تو بسکہ تنگ آمد | مرگ را عمر جاوداں دانست
دل بکویت تن ضعیف مرا | زاغ بہ بود و استخواں دانست[2]

بیش ازیں غم نبود خسرو را
غم کہ دانست ایں زماں دانست

۳۶۰

بندہ[3] را با تو دوستداری خوست | گرچہ تو بندہ را نداری دوست
آں نہ چشمے ست کز کرشمۂ ناز | دیدہ را ہر نظر کہ ہست دراوست
گر دابروئے تست جائے نماز | باز در چشم بندہ آب وضوست
بامن ار زلفِ تو بداست چہ باک؟ | ہر چہ بد نیست روئے تو نیکوست

---

[1] بعد ازیں در نسخۂ ن بیت ذیل اضافہ است ؎
غمزۂ تو زباں کشید ز من ٭ کہ مرا نیک بے زباں دانست

[2] بعد ازیں در نسخۂ ن بیت ذیل اضافہ است ؎
کرد بر من دلت بہ نادانی ٭ ہر چہ از جور بیکراں دانست

[3] در نسخۂ ن غزل محذوف ست

فتنهٔ چشمِ تو نمی خسپد | زاں کش از غمزہ خار در پہلوست
چوں تو بر لب نمی نہی لب را | شکر اندر لب تو، تو بر توست

وصفِ زلفِ تو کرد خسرو ازاں ست
کز لطفش ہمہ جہاں خوشبوست

۳۶۱

سرِ زلفِ تو تا بجنبیدست | بوئے مشکِ ختا بجنبیدست
بوئے خوں آمد از صبا ناگہ | عاشقی را ہوا بجنبیدست
تا بجنبید[۱] زلفِ او از باد | نافِ آہو زجا بجنبیدست
مادۂ دیوانگی دگرکاں زلف | باز بر جانِ ما بجنبیدست
جوش[۲] دلہا بگردِ او گوئی | قلب صد بادرا بجنبیدست
دی[۳] شنیدم ز آہ سردنش | دلِ چوں آسیا بجنبیدست

یاد خسرو نمی کند یارب
کایں سخن از کجا بجنبیدست

۳۶۲

نگارِ[۴] من امشب سر ناز داشت | بر افتادگاں چشم بد ساز داشت
بیک جام بادہ بصحرا افگند | دلم ہرچہ در پردۂ راز داشت
بسوزش نمی دیدم از بیم جاں | کہ چشمم مرا از نظر باز داشت
رہ من زد ایں راز ماندہ سرشک | کہ دو چشم او مستی آغاز داشت
ہمہ شب چو پروانہ میسوختم | کہ شمع من از دیگراں کاز داشت
دلِ من کہ تیہے درا ماندہ بود | بنالہ خراشے درآواز داشت

کنوں یاد دارد ز خسرو سگے
کہ مرغے دراں باغ پرواز داشت

---

[۱] تا [۳] ابیات محذوف درن [۴] درنسخہ ن غزل محذوف ست

۳۶۳

دلم برد و بوئے وفائے نداشت — دلش رازِ غم آشنائے نداشت
تحمل بسے کرد گل در بہار — ولے پیشِ رویش بقائے نداشت
زہے جاں بہ جاناں سپردہ، دریغ — کہ در خورد ہمت صلائے نداشت
صبوری بروں شد ضروری ز من — کہ در سینۂ تنگ جائے نداشت
کنوں[۱] شیشہ را بر طبیب آورم — کہ زاہد قبول دعائے نداشت
فلک عاشقی را چو بر من گماشت — جز ایں در خزینہ بلائے نداشت
چہ بینم بہ بیہودہ در باغِ دہر — کہ ہرگز نسیم وفائے نداشت
فراہم نشد ریش عاشق کہن — کہ پیکانِ خوباں خطائے نداشت

بہ زنجیرِ او خسروا دل مبند
کہ سلطاں نظر بر گدائے نداشت

۳۶۴

گلستاں نسیمِ سحر یافتہ ست — صبا غنچہ را خفتہ در یافتہ ست
چناں خواب دیدست نرگس بخواب — کہ گوئی کہ او جامِ زر یافتہ ست
خبر نیست مر بلبلِ مست را — کہ از مستیش گل خبر یافتہ ست
نسیمِ چمن مشک در خاک ریخت — مگر بوئے آں خوش پسر یافتہ ست
چہ گویم کہ سنگیں دلش ہیچ وقت — ز سوزِ دلِ من اثر یافتہ ست
بہ پائے خیالت فرو ریخت چشم — دُرے کاں بخونِ جگر یافتہ ست

بسا شب کہ بیدار خسرو نشست
کہ شامِ غمش را سحر یافتہ ست

۳۶۵ غ

دل من بجانانے آویختست — چو دزدے کز ایوانے آویختست

---

۱ بیت محذوف در ن

فدا[۱] باد جانها بدان زلف، کش — بهر تار مو جانے آویختست
چه زنار کفرست هر موئے او — که در هر یک ایمانے آویختست
بتان[۲] امرزن سنگ اے پارسا — بهر بت مسلمانے آویختست[۳]

زہے دولت صید جانم که او
بفتراک سلطانے آویختست

۳۶۶ غ

صبا کو به بوئے تو جان پرور است — دل خلق را سوئے تو رهبر است
بدنبالۂ زلف مگذار کار — دلے را کز آن زلف درهم تر است
[illegible]ن برازین چشم پر خون من — که از خون چرا آستانت تر است
سراندازیم به که دانی ز در — که سر بے در دوست دردسر است
دریغست خاک درت بر سرم — که این سر نه لائق بدان افسر است
زہے طعن جاوید خورشید را — که گویند معشوق نیلوفر است
مگس قند و پروانه آتش گزید — هوس دیگر و عاشقی دیگر است
کجا یابم آن خانه ویران شده — که هر شب بجان خراب اندر است
چه داند ملک خفته در خواب ناز — که نالان که امشب بپیش در است

---

۱ بیت محذوف است در نسخهٔ ن ۲ در نسخهٔ ن ابیات ذیل اضافه است

۔ نه بینم جهان کم جگر پاره اے — ز هر نوک مژگانے آویختست
غمم سهل گیرند و مسکیں کسے — که در زلف جانانے آویختست
خراشیده باشد دل بلبلے — که در شاخ بستانے آویختست
چو خسرو اسیر تو شد زخمتے — که در دش به درمانے آویختست

۳ بعد ازیں در نسخهٔ ن بیت ذیل زائدست

۔ به میرم درین سوز من عاقبت ⁂ که هیزم بسے از شعله خاکستر است

زدۂ بارئ دیدہ، خسرو مرنج
کہ خود عاشقاں راہمیں زیوراست

۳۴۷

کجا دولتِ وصلش آرم بدست؟[1] | کہ جز باد چیزے ندارم بدست
سرِ زلف او تا نگیرد قرار | کے آید دلِ بیقرارم بدست؟
گہش می فشانم سرِ خود بپائے | چہ چارہ، نبود اختیارم بدست؟
سرآمد دریں آرزو روزِ غم | کہ افتد شبے زلفِ یارم بدست
نہ بُد بر کفم بادہ بریادِ آں | کہ بادست از او یادگارم بدست

ببازم سرِ خویش خسرو اگر
گہے دامنِ وصلش آرم بدست

۳۴۸ غ

بتے کز وَیَم رُو بہ دیوانگی ست | اگر جاں تواں برد فرزانگی ست
زدم دی بزنجیرِ گیسوش دست | مرا گفت "بازایں چہ دیوانگی ست؟"
دلم بردبر بوسہ پروانہ وار | ستد جاں کہ ایں حقِ پروانگی ست
ورونم پُر از یار گشت و ہنوز | ازآں سوکہ یارست بیگانگی ست
نگارا خیالِ ترا مُدّتے ست | کہ با مردمِ دیدہ ہم خانگی ست
مرا کشتی آخر ترا کس نہ گفت | کہ بیچارہ کشتن نہ مردانگی ست

شُد از عشقِ خالِ تو خسرو ہلاک
چو مرغے کہ مرگش زبے دانگی ست

---

[1] غزل محذوف درن

۳۶۹ بهار آمد و گلهای بوستان بشگفت — بخوش دلی و طرب روی دوستان بشگفت
بدان صفت که گل از باد نشگفد به چمن — زباده باده کشان را بهار جان بشگفت
به دیده پرس که آبش چو آب در غلطید — زمی چو عارض خوبان دلستان بشگفت
گل از شراب بدان سان که نشگفد در جام — بکوی دوست گل از خون عاشقان بشگفت
بتان بترس قدم می نهند بر لاله — که همچو شعلهٔ آتش به بوستان بشگفت
ز بس که غنچه دم بسته از صبا دم زد — درون پوست نگنجید و در زمان بشگفت
چنان که گل بر خوی مصطفی اشگفت چاک — زخم زسوزن خاک ره بتان بشگفت

نسیم مشک جهان گیر شد چو خسرو را
زیاد مدحت تو غنچه در دهان بشگفت

۳۷۰ بدان بهانه که خشمست بس فراوانت — جفا بکن که بر آن کرده نیست تاوانت
چه که چاک به دامان جانم افگندست — بهان بهیست که طالع شد از گریبانت
کسی که جان به سر یک نظاره خواهد داد — رهاش کن که نگه می کند فراوانت
به نزد دوست دلم باز گو نه کن که در او — کنی نظاره که چندست داغ پنهانت
نگر که از زنخت چند دل به چاه افتاد — که تا لب است پر از جان چه زنخدانت
درونت در جگرم سوخته کشتم هر چند — که سر به سر زنمک ساخته ست یزدانت

به نیم خنده چو صد جان دهی چو خسرو را
به نیم جان چه توان داد مزد دندانت

۳۷۱ خم تهی گشت و هنوزم جان ز می سیراب نیست — خون خود دادا آخر ای دل گر شراب ناب نیست

---

ے تا ے ہر سہ غزلیات از نسخۂ ن نقل کردہ شد و غزل در تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی ہم موجود ست ص ۲۴۳

نالۂ زنجیرِ مجنوں ارغنونِ عاشقاں ست
ذوقِ آں اندازۂ گوشِ اولوالالباب نیست

عشق خصمِ من بس ست اے چرخ تو زحمت مکش
ہر کجا جلاد باشد حاجتِ قصاب نیست

پادشا گو "خوں بریزد" شحنہ گو "گردن بزن"
بہرِ جانے ترکِ جاناں مذہبِ احباب نیست

ہاں و ہاں اے عقل از غم خواریِ ما در گذر
کاندریں رہ بہتر از دیوانگی اسباب نیست

گر جمالِ دوست نبود، با خیالش ہم خوشم
خانۂ درویش را شمعے بہ از مہتاب نیست

کافرا، مردم شکارا، یک زماں آہستہ باش
کآہوئے بیچارہ را با تیرِ ترکاں تاب نیست

گفتی اندر خواب "گہ گہ روئے خود بنمائیمت"
ایں سخن بیگانہ را گو، کآشنا را خواب نیست

تشنہ[1] خواہی مردن اے دل، زاں زنخداں بر گذر
کاں چہ اُو گر بکاوی، خوں برآید آب نیست

خسروا[2] زنار بند اول، پس آں گہ سجدہ کن
پیشِ آں ابرو کہ بتخانہ ست، آں محراب نیست

(ت)

۳۷۲

صد بلا[3] فتاد و صد فتنہ بخاست
عاشقِ بیچارہ را عبرت کجاست

دی دلِ دیوانۂ ما گم شدہ ست
بر درش آں خوں کہ بینی آشناست

زلفِ پستش کار فرمائے اجل
چشمِ مستش چاشنی گیرِ بلاست

کافرا، محرابِ ابرو کج مکن،
کہ بہ زاری چشمِ خلقے در دعاست

نرخِ جانہا سخت ارزاں شد، بلے
عہدِ شست و روزِ بازارِ جفاست

با چناں بادے کہ خوباں داشتند
پیشِ تو از ہیچ کس گردے نخاست

بے دلاں را طعنِ رسوائی مزن
ہیچ کس دانی کہ خود را بد نخواست

عاشق و رندست از تشویشِ تو
ہر کجا گوشہ نشین و پارساست

ہر زماں گوئی کہ "حالِ دل بگوئے"
ایں کسے را گوئے کو را دل بجاست

---

[1] و [2] ہر دو بیت در تذکرہ دولت شاہ محذوف ست۔ [3] غزل در نسخۂ ن موجود ست

گفتی "اندر سینۂ تنگِ تو چیست"؟ داغہائے دوستانِ بے وفاست

خسروا مشغول یاران شو بہ زود

کز برائے شب ہمہ غم پیشِ ماست

(غ)

۳۷۳

گر ترا ناز[1] و بر خوبی آئین ست — وائے بر دل اگرچہ سنگین ست

علیشم ار، بدرود، بلائے نیست — تو نکو می روی بلا این ست

می روی و نہ می روی از دل — این چہ شکل خوش وچہ آئین ست

گر دلِ من کباب شد، تو بخند — کان نمک شو زمیست، شیرین ست

مے بہ میرم گر آبِ چشمے نیست — خندہ اے کن کہ وقتِ لیسین ست

ہر شب از آب چشم د بیداری — چشم من آشنائے بر دین ست

از خیالت بہ سجدہ جائے دلم — اوّلِ شب نماز پیشین ست

نہ کنی گر نگاہ معذوری

کت چو خسرو ہزار مسکین ست

(غ)

۳۷۴

یار چون با ماست[2]، بہر دیدنش تعجیل چیست؟ — یوسف اندر مصرِ دل، در دیدہ رودِ نیل چیست؟

آن بتان اندر سینہ سوزان دلم قندیل وار — چون دلم بتخانہ شد، بتخانہ را قندیل چیست؟

کشتنِ خود خواستم از غمزۂ خون ریز او — گفت صید انداز را کن صید را تعجیل چیست؟

چون جمالت آیتِ رحمت شد اندر شانِ خلق — آخر این چندین بہرِ کشتنم تاویل چیست؟

اے کہ خسرو را نصیحت می کنی از بہرِ عشق

پند چون می نشنود بیہودہ قال و قیل چیست؟

---

[1] و [2] ہر دو غزلیات از نسخہ ن نقل کردہ شد

۳۷۵ (ت)

باز مست[1] آمدنش نازکناں از جائے ست    مراں یکسکار درآں کنج دہاں از جائے ست
دل سبک می شودم دوش مگر غائب بود    این زماں در سرش، این خوابِ گراں از جائے ست
باز دیوانہ دلم سلسلۂ صبر کسے ست    آبِ چشمم بہ چپ و راست دواں از جائے ست
من نہ تو صبر نہ دارم ، تو نکو می دانی    این ہمہ نازِ تو لئے جانِ جہاں از جائے ست
چند خونابۂ من بینی و نادان کردی    اشکِ من آخر ازیں گونہ رواں از جائے ست
یارب، ہیچ گلے نشگفدائے باد ازآنک    با تو امروز نسیم ست کہ آں از جائے ست

خود گرفتم کہ بپوشد غم خود را خسرو
نامت آخر شب و روزش بزباں از جائے ست

۳۷۶

اے داشتہ[2] بسر ز رعونت کلاہ کج    سرکج مکن کہ کنج بُوَدَش جائے گاہ کج
سیلئ باد بیں کہ چساں افگند بخاک    غنچہ کہ می نہد دو سہ روزے کلاہ کج
از چشم راست بیں ہمہ را، کز کژے بود    گردن بر مداں ز تکبر نگاہ کج
در نیک کوش کت بد و نیک از طبیعت ست    کز خاک راست راست برآید گیاہ کج
گمراہیت مبادیہ ہائے کج افگند    تو راہ راست گیر ور دار رہت راہ کج
دنیا بعہدِ تو نشود بر مراد تو    کز زور دست تشنہ نشد راہ جاہ کج

خسرو حساب خویش ترا داد راست بند
تو خواہ راست داں سخنش را و خواہ کج

۳۷۷

توانگری[3] بدلست اے گدائے باصد گنج    چو راحتے نہ رسانی مشو عذاب الیخ
ہماں ست گنج کہ دیدی چو خاک ہر گنجے    کہ زیر خاک نہی، خاک بر سر آں گنج
خرد ز بہرِ کمال و کنیش آلتِ مال    چو ابلہاں بہ تراز و کند سفال مسنج

---

[1] غزل از نسخۂ ن نقل کردہ شد    [2] و [3] ہر دو غزلیات محذوف است در نسخۂ ن

زخوئے زشت پس از مردنت چہ عجب؟ — کہ استخوانت کند جنگ چوں صفِ شطرنج

نہ زندہ، مردہ بود آنکہ سنگ پیوستہ — تنش برنگ سبو دا و روح درا فرنج

زبہرِ سیم و درم صد شکنجہ بیش کنی — کہ ایستادہ نماز او فند بزانت شکنج

تو پنجہ در تو زدہ شیر چرخ و تو با خود — گرفتہ راست سہ پنجاہ در سرائے سپنج

چناں بہ لذتِ نقشی، کہ گر شود ممکن — بحرصِ حصن شتم در فزائے اندر ہنج

خوئے چکاں کہ شود خونت آب درّہ دیں — نہ آں خوے کہ چکد از رُخت کرشمہ وُ غنج

ببارِ گل زخوے باغباں دمد نہ زآب — گماں مبر تو کہ بے رنج بر دمد نارنج

اگرچہ ناخوشت آید نصیحتِ خسرو
شفاست آں نہ، از تلخئ ہلیلہ مرنج

۳۷۸

بروں[1] زجام دما دم مجوے دیگر ہیچ — بجز صراحی وُ مطرب مخواہ تو ہم ہیچ

مجوئے ہیچ کہ دنیا طفیلِ ہمتِ اوست — کہ پیشِ ہمتِ او ہست ملکِ عالم ہیچ

غمست حاصلم از عمر و من بدیں شادم — کہ گرچہ ہست غمم نیست از غمم غم نیست

دلم زعشق تو شد ذرّہ اے وآں ہم خوں — تنم زمہرِ تو شد سایہ اے وآں ہم ہیچ

تنم چو موئے بُرا از تاب د ہیچ و در وے خم — دلِ میانِ تو یک مُو و اندر آں خم ہیچ

از آں دوائے دلِ خستہ در جہاں تنگست — کہ نیستش بجز از بستۂ تو مرہم ہیچ

دَم از جہاں چہ زنی ہمدمے طلب خسرو
بجز کسی کہ جہاں یک دم ست و آں دم ہیچ

۳۷۹

(غ)

زمن در ہجرِ او ہر دم فغان زار می آید — خوش آں چشمے کہ آں ہر دم برآں رخسار می آید

سبا زے سوئے من آمد نشوخی دل زمن بستد — بدو گفتم چہ خواہی کرد؟ گفتا "کار می آید"

چو رفتم بر درش بسیار دربان گفت کایں مسکیں — گرفتار است گوئی کہ ایں طرف بسیار می آید

---

[1] غزل درن محذوف ست

گر از نادیدنش روزے بمیرم نیست دشوارے | ولے زودیش نخواهم دید، آں دشوار می آید
نشستی ۱؎ در دل و گوئی که دل در من نهاں کردی | نمی دانی که آخر بر دلم ایں بار می آید
سحرگاهاں شنید افغان من همسایه، گفت ایں سو | که خواهد بود یارب کایں فغان زار می آید
کجائی اے که طعن بے دلاں کردی کنوں دل را | نگهدار ار توانی کاینک آں عیّار می آید
رقیبا یک عنایت کن، خرامیدن مده او را | که بر من هرچه می آید ازاں رفتار می آید
صفائے ساعدش دیدی کفِ دستش نگر اکنوں | که گل چیدست و برکف کرده از گلزار می آید
مرا می گفت دی هرکس، چو رفتم از درت بیخود | "که ایں صوفی مگر از خانهٔ خمار می آید

مگو بارے که در بندِ تو بیزار اے شدی خسرو
کسے آساں ز جانِ خویشتن بیزار می آید

۳۸۰

شد از عشقت ۲؎ دلم خون و جگر افگار و جاں برباد | کجا یارب مرا ایں چشم خونیں بر رخت افتاد
مرا گر بود روزے طاقت و صبرے بشد از دل | اگر میداشتم دانائی و عقلے برفت از یاد
بجو غیر خرابی زیں دلِ ویرانِ من دیگر | کلاں معموره، کش وقتی تو میدیدی نماند آباد
کسے تلخی من داند که بیند خندهٔ شیریں | کسے خوں خوردنم داند که بیند گریهٔ فرهاد
غمت خواهد دهد برباد جانم را برسوائی | بخواهم داد جاں برباد ازیں غم، هرچه باد اباد
مرا تا کے غمِ هجرِ تو پامالِ جفا دارد | بپرس فریادِ مظلومے که از دست غمت فریاد
شب است و بزم عشرت ساز شد بے وهم با محرم | بمجلس باده گرداں گشت و ساقی در شراب افتاد

چو شب سلطان بیدار است، خسرو دادِ خود بستاں
که فردا روز خواهد شد، کسے دادت نخواهد داد

۳۸۱

ندانم تا چه ۳؎ باد است ایں که از گلزار می آید | که از بوئے خوشِ گیسوئے آں دلدار می آید
بیا ساقی و بیش از مردنم مے ده، که جاں در تن | باستقبال خواهد شد، که بوئے یار می آید

۱؎ بیت محذوف در ن    ۲؎ و ۳؎ هر دو غزل محذوف در نسخهٔ ن

مگر بیدار شد بختم کزاں روئے کہ در خوابم
نبود امید پیش دیدهٔ بیدار می آید

زبادہ خون بہائے خویش می نوشم کہ باز از وے
مرا در سینہ غم ہائے کہن در کار می آید

بلا گر بر سرم آید بیا من زاں نمی ترسم
بلا این ست کو اندر دلم بسیار می آید

چو تو با دیگرانے مُردن آساں شد مرا زیرا
بجانِ دیگرانم زیستن دشوار می آید

بیا دِ پایت از مژگاں ہمی روبد رہت خسرو
ندارد آگہی از دیدہ، خود بر خار می آید

۳۸۲

نگارم در گلستاں رفت و خارم پیش می آید[ا]
زخارا ہم کنوں بر من ہزاراں نیش می آید

رقیبش مہربانی کشت و مارا دشمن جاں شد
دلم را اے پسر بنگر چہ محنت بیش می آید

بلا و محنتِ ہجراں چہ حالست ایں کہ پیوستہ
نصیب جانِ مجروحِ منِ درویش می آید

زبیگانہ نمی نالم مرا معلوم شد لے مہ
کہ غمہائے جہاں یکسر مرا از خویش می آید

منال از جور و محنتہا خموش و دم مزن خسرو
کہ بر بے صبر در عالم مصیبت بیش می آید

۳۸۳

صبا می جنبد و آں مست مارا خواب می آید
کہ از دم ہائے سردِ من جہاں بیتاب می آید[ب]

از آں مہتاب جاں افروز کاں شب بود مہمانم
جہاں تیرہ ست بر من چوں شبِ مہتاب می آید

من ایں جا زار می سوزم بتاریکی و تنہائی
وہ اے ہمسایۂ غافل ترا چوں خواب می آید

غمِ لیلی اگر از جاں دست شستن می نفرماید
نہ بیہودہ ست کاندر چشم مجنوں خواب می آید

گر بیا لم مگیر اے محتسب چوں می پرستم من
کزیں رو امانِ تر بوئے شرابِ ناب می آید

نہ بینی دامن اے زاہد، نگوئی تلخم اے واعظ
کہ آں دردی کش دیرینہ در محراب می آید

خرامیدن نگہ کن آں بہشتے را کہ پنداری
زجوئے انگبیں سیلے ست کز جلاب می آید

فرو پوشید جاں را کاں بے مہر می بیند
نگہدارید دلہا را کہ آں قلاب می آید

---

[ا] غزل محذوف در نسخۂ ن

[ب] ایں بیت در نسخۂ ن محذوف ست

همه نازاست و شوخی و کرشمه خسروا دل نه
که بهر کشتنت بایں همه اسباب می آید

۳۸۴

زمستاں می رود ایام شادی پیش می آید | زباد صبح مارا بوئے آں بدکیش می آید
صبا می جنبد و بازم پریشاں می کند از سر | دل بدبخت اگر وقتے بحال خویش می آید
رسید ایام گل آں شوخ خواہد رفت در بستاں | ازآں روزے کہ می ترسیدم اینک پیش می آید
سر دیوانگی را مژده دہ اے سنگِ بدنامی | کہ باز آں فتنه بہر عقل و در اندیش[^1] می آید
چه غم میدارد ت بخرام خوش خوش جانِ من چندیں | رہا کن تا نمک بر سینه ہائے ریش می آید
بجاں زن تیر نه بر دیده تا ایں یک دم باقی | کنم نظاره اے تا از کدامیں کیش می آید
مکش بارے که میخواہد برائے تیر باراں انت | درآں حضرت کجا یاد دلِ درویش می آید

نیارم بر دنام لب بدزدے غمزه زن گہ گہ
کہ خسرو نه زہر نوش بہر نیش می آید

۳۸۵[^2]

مگر غنچه زروئے یار من شرمنده می آید | کہ با چنداں نکوروئی نقاب افگنده می آید
نگار من کہ دی گیسو کشاں رفته ست در بستاں | کنار لاله را اینک پر از مشک آگنده می آید
مبارک روئے جاناں دید خواہم عاقبت روزے | چه فال ست اینکه یارب بر زبانِ بنده می آید
من امروز از طریق اشک خوں آلود خود دیدم | کہ بنیاد دل بر خونِ من برکنده می آید
بعاقل عشق ندہد جاں زمرده کس نه ریزد خوں | همه بریکاں بہ خوباں بر درون زنده می آید

[^1]: بعد ازیں در نسخه ان بیت ذیل اضافه است
ازیں خرمن نه ماند کاه و برگے نگری اے دیده ؛ کہ پیش ست آتشم ہر چند باراں بیش می آید
[^2]: غزل محذوف در نسخه ن

الا اے ابرِ نوروزے اگر عاشق نۂ ای بر کس    مکن بے موجبے گریہ کہ گل را خندہ می آید
نہ گوئی آخر اے بلبل کہ گل با سیم نو بر نو    چرا در بزمِ سلطاں با لباسِ تر ندہ می آید؟
خجستہ آفتاب در شرف سلطان جلال الدین
کز و ہر دم جہاں را طالعِ فرخندہ می آید

۳۸۶

مرا بازا ز طریقِ ساقیٔ خود یاد می آید[1]    غمِ دیرینہ بازم در دلِ ناشاد می آید
ازاں سو می رسد ہجرش کشیدہ تیغ در کشتن    وزاں سو بختم از بہر مبارک باد می آید
فرو خوردن نمی آرم فغانِ زارِ خود پیشش    کہ سگ چوں دزد را دریافت در فریاد می آید
بر و اے خواب یا رِ من نۂ ای زیرا کہ من امشب    سرِ زلفِ پریشانِ کسے ام یاد می آید
خرابم کردہ بود و رفتہ بود اے مسلماناں    کہ باز آں یارِ بد خو یم بر آں بنیاد می آید
حیانت دوست می دارم کہ غیرت می برد جانم    ز تو بر دیگرے گر خود ہمہ بیداد می آید
جگر سوز ست مشنو جان من افسانۂ خسرو
کز و بوئے دلِ شوریدۂ فرہاد می آید

۳۸۷

چہ شد کاں سروِ سیم اندام سوئے من نمی آید؟[2]    دلم بتہ مردہ شد بوئے ازاں گلشن نمی آید
کدامیں کس رہِ من زد کہ در رہ شد عیاں گیرش؟    کہ آں سرمستِ جعد انداز مردافگن نمی آید
زمانے نیست جانِ من گریباں گیریٔ ہجرش    کہ جانِ عاشقاں از جیب تا دامن نمی آید
خیالش بے دریغم می کشد گویا نہ می داند    کہ چوں جاں رفت از تن باز سوئے تن نمی آید
مگوئید اے مسلماناں کہ منگر در رخِ خوباں    بدیں معذور داریدم کہ ایں از من نمی آید
خراماں میرود در چشم و صد خارِ مژہ در رہ    کہ دامن گیرش آنہا یک سرِ سوزن نمی آید

---

[1] و [2] ہر دو غزل محذوف در نسخۂ ن

قبا پوشیده هوشم می برد چون خواهدم کشتن | چرا یک بار باری توی پیراهن نمی آید؟

از آنم روزنِ دیده از آن تاریک می باشد | که هیچ آن آفتابِ من ازین روزن نمی آید

من و مه خود بگو تاریک نبود چون مرا دیده | که در چشمِ من آن رخسارهٔ روشن نمی آید

دلِ دیوانهٔ خسرو که در زنجیرِ زلفت شد

بصد زنجیر آن دیوانه در مسکن نمی آید

۳۸۸

به گل گشتِ چمن چون گلستانِ من برون آید | به هم راهی او اشکِ روانِ من برون آید

فغانِ من برون آید چو گیرم نامِ او ترسم | که ناگه جانِ من هم با فغانِ من برون آید

چو در محشر بهم آرند خاکِ هر کس از هر جا | مرا بس کز سرِ کویش نشانِ من برون آید

فسونِ خواب بندی من ست این تا سحر گویی | حدیثِ او که تنها از زبانِ من برون آید

مرا گویند در دل کیست آن کت میکشد چندین | خیالت آشکارا از نهانِ من برون آید

چنانم سوخت هجرانت که چون در گل فرو ریزم | هنوز آن دود در داز استخوانِ من برون آید

برون آ از دلم جانا و یا نزدیکِ خویشم خوان | که نزدیکست از دوری که جانِ من برون آید[1]

ز بهرِ فال اگر خسرو کتابِ عشق بگشاید

ز اوّل صفحهٔ غم داستانِ من برون آید

۳۸۹ غ

چه فرّخ ساعتی باشد که یار از در درون آید | به گلزارِ خزان دیده بهار از در درون آید

جوانی خاک کردم بر درش، روزی بگفت آن مه | که آن پیرِ پریشان روزگار از در درون آید

بمان ای جان این ساعت، همان لحظه فرو ریزی | که آن سنگین دلِ نا استوار از در درون آید

---

[1] در نسخهٔ ان بیت ذیل زائدست ؎

مرا گویند هم با تو رود عشقش زهی دولت ※ که سلطانے ز عالم هم عنانِ من برون آید

درخود بیش ازآن می بوسم و شادم بدیں سودا | که روز عاقبت آن شہسوار از در درون آید

نوید کشتنم داد ست و من خودگی نزیم آن دم؟ | که آن سرمست من دیوانه وار از در درون آید

زمن[1] عذرے نخواہی اے رقیب آن ناپشیمان را

که چون من مرده بودم شرمسار از در درون آید

۳۹۰

مبادا[2] کز نگار آن خیره کش یکسر درون آید | کز آن رخسار گرد آلود شہرے در جنون آید

مرا کشت آن سواری و اپسینه اے دم حسرت! | برو گر گه نگر بختے غبار اندر درون آید

چه لطف است آنکه بر سر میکند خاک آب حیوان را | بزیر پاش غلطان هم دوان سر نگون آید

مخند اے درد نادیده ز آب چشم مشتاقان | مبادا هیچ کس را کایں بلا از در درون آید

زمن پرسی و بس گوئی که "خون هر چه میگریی" | نمی دانی که آخر هر کجا بُرّند خون آید

تو خود دانی که نتوان زیست بے تو لیک حیرانم | که ترک دوستان مهربان از دوست چون آید

کدامیں سگ بود خسرو که تاب زلف تو آرد؟

که گر شیر اندر آن زنجیر بربندی زبون آید

۳۹۱

سحرگاهاں[3] که باد از سوے گل عنبر فشاں آید | چو گل جامه درم کانم ز گل بوئے نشاں آید

نگارا دیده در ره مانده ام دیں آرزو در دل | که یارب نازنیں یارے چو تو بر من جہاں آید

---

۱ بعد ازیں در نسخهٔ ن سه بیت ذیل زائد ست ـ

به هجران رشت جانم وه که آساں چوں بود از دل | کسے کز بعد چندیں انتظار از در درون آید

غم عشق آمد ست و رفت جانم می دهد بیرون | هنوزم نیست غم گر غم کساں از در درون آید

دلا بیهوده می سوزی مپندار ما خولیا چندیں | که داد آن بخت خسرو را که یار از در درون آید

۲ و ۳ هردو غزل محذوف در ن ـ

حذر کن از دمِ سردِ گرفتاراں، مبادا آں دم ... کز اینساں، تند بادے بر جہاں سرد رواں آید

غمت ہر شب بہ سر در کشتنم واں گہ اماں یابم ... کہ از بہرِ شفاعت را خیالت در میاں آید

بدینساں چوں نہ ید عاشق کہ از بہرِ خراشِ آں ... زباں خنجر شود در دل چو نامت بر زباں آید

مکش چندیں مسلماں را کہ جانے ماندہ در قالب ... ہناں مرغے ست جاں کو باز سوئے آشیاں آید

بہ رسمِ بندگی بپذیر خسرو را چہ کم گردد؟
بہ سلکِ بندگانت گر غلامے رایگاں آید

۳۹۲

مرا ہر شب ز دیدہ[1] خونِ دل غلطاں فرود آید ... چہ پنداری؟ شراب عاشقی آساں فرود آید

دل و عقل آں ہمہ گے عشق، ایں کجا باشد دا آخر؟ ... کہ مرغ کعبہ در بتخانۂ ویراں فرود آید

سحر گہ خشک دیدی زآہِ من اے مرغ بستاں ہا ... شباں گہ باش تا از چشمِ من باراں فرود آید

عناں گیری نکرد آں بیوفا یکرہ مرا روزے ... کہ در ویرانۂ بیچارگاں مہماں فرود آید

گہے جولانِ او در جاں گہے میدانِ او در دِل ... غلامِ آں سوارم من کہ اندر جاں فرود آید

نمی یابم چو خارِ پاش بالے باشمش در رہ ... مگر بر فرقِ من گردے از آں جولاں فرود آید

نمک بارد بہ ہر سو کان جگر گوشہ رود واں گہ ... ہمہ بر جانِ سوزانِ دلِ بریاں فرود آید

بدینساں کز بلندی، گفتِ خسرو رفت بر گردوں
چہ باشد یک سخن گر در دلِ جاناں فرود آید

۳۹۳

کہ می آید چنیں[2] یارب، مگر مہ بر زمیں آمد؟ ... چہ گرد است اینکہ می خیزد کہ با جاں ہمنشیں آمد

کہ میراند چنینت را کہ میداں عنبر آگیں شد؟ ... کہ ایں بادِ می جنبد کہ بوئے یاسمیں آمد

---

[1] غزل محذوف در ن    [2] بیت محذوف ست در نسخۂ ن و بجایش بیت ذیل ست ~

بیامد پیش ازیں یک بار جاں تسلیم ادا کردم ※ کنوں تسلیم شو اے جاں کہ باز آں نازنیں آمد

چناں نقاشِ چیں حیراں بماند از پیچشِ زلفش | کہ تاریکی بہ بینشِ دیدۂ نقاشِ چیں آمد
صبوری را دلم در خاک می جوید، نمی یابد | غبارِ کیست ایں یارب کہ در جانِ حزیں آمد
نہ چندیں آب چشمِ آخر برآں آئینہ زنگاری | برآ اے سبزۂ رنگیں کہ باراں بر زمیں آمد
بتی و آفتِ تقویٰ و دیں، آخر نمیدانی؟ | کہ در شہرِ مسلماناں نباید ایں چنیں آمد
خیالش[۱] باز گردا، گرد دل میگرد دم امشب | الا اے دوستاں یاری، کہ دشمن در کمیں آمد

زبہر چاک دامانی چہ جائے طعن بر خسرو
کہ او را تیغ در دست و سر اندر آستیں آمد

۳۹۴ — غ

پس از ماہیم دوش از وعدۂ دیدار خواب آمد | گہے برخاستم کاندر سر من آفتاب آمد
پس از بیداری بسیار دیدم، لیک نے سیرش | کز اول دیدنش ہم راحتم افزود و خواب آمد[۲]
ز شادی گریہ گوید و بچشمِ خویش می دیدم | کہ دیدم روئے آں خورشید و اندر دیدہ آب آمد
رواں شد مردمِ دیدہ کہ بوسد سمِ شبدیزش | کہ آں ماہِ سریع السیر در عین شتاب آمد
نہ گرد است ایں کہ ہست آں گرد دولت گرد در راہش
کہ زیر رایتِ منصور چوں خاں کامیاب آمد

۳۹۵ — غ

نہ از نقاشِ چیں ہرگز چنیں صورتگری آمد | نہ ایں ناز و کرشمہ از بتانِ آذری آمد

---

[۱] بیت محذوف در ن و بجایش بیت ذیل اضافہ است ؎
ز چندیں آب چشمِ آخر بداں آئینہ زنگاری ⁂ برائے سبزۂ رنگیں کہ باراں بر زمیں آمد
[۲] در ن ابیات ذیل اضافہ است ؎
رخش پژمردہ دیدم بر سمش از گریش می گرد | لبش خاموش بود و گونہ رخ در جواب آمد
مہش را سلخ کرد از نازکی مہتاب در شبہا | اگرچہ آفتابِ من میانِ ماہتاب آمد

مکن نازو بکش ما را مسلمانی ست این آخر؟ — اگر عاشق شدم جانان چه کردم کافری آمد

چو بیهوش[۵۱] خیالم دید شب می گفت همسایه — کرامشب بازآن دیوانهٔ ما را پری آمد

چه رشد کامروز آب چشم من بی خواست می آید — دگرگون می شود این دل مگر آن لشکری آمد

ز خوبان داعیها دارم برین دل وای مسکینی — که با این دشمنان دوست رویش داوری آمد

غلام عشق شو خسرو بزیر تیغ گردن نه
حدیث عقل را مشنو که کارش سرسری آمد

۳۹۶

چه پنداری که من از عاشقی دیوانه خواهم شد؟ — ز رسوائی اگرچه در جهان افسانه خواهم شد

رسید آن آدمی رو باز و آمد در نظر دانم — بپلی دیگران امروز من در خانه خواهم شد

ز بس زیباست لاف عشقبازی خودپرستان را — چو با عشق آشنا گشتم ز خود بیگانه خواهم شد

گهی پیش رقیبان ستمگر گریه خواهم کرد — گهی در راه مرغان خبرش دانه خواهم شد

نگار مست بگذشتی بکوی زاهدان روزی — برون شد صوفی از مسجد که در میخانه خواهم شد

مگر لعل لبت[۵۲] بوسم چو می در شیشه جا آرم — مگر جعد ترت گیرم چو مو در شانه خواهم شد

چو آتش می زنی در من سپند روی تو گردم — چو شمع جان شدی گرد سرت پروانه خواهم شد

الا ای باد شبگیری به گلبرگ بناگوشش — بجنبان زلف زنجیرش که من دیوانه خواهم شد

سر اندر آستین و تیغ در دست ست خسرو را
گر اکنون بر سر کویت روم دیوانه خواهم شد

۳۹۷

به پیران شهر[۵۳] به کوی عاشقی رندانه خواهم شد — ببوی آن پری روی ز سر دیوانه خواهم شد

چنین کاندر زبان خلقی گرفتندم به بیهوده — بشهر و کو به بدنامی دگر افسانه خواهم شد

---

۵۱ و ۵۲ ابیات محذوف در ن — ۵۳ غزل محذوف در ن

بروناصح چہ ترسانی مرا از طعنۂ مردم — صلاح از من چہ می جوئی کہ دُرمیخانہ خواہم شد
بخاکِ پائے او بیاں بہ بستم با سگ کویش — رودگر سرو رایں پیماں ازیں پیماں نخواہم شد
بہ دام زلفش افگندم زدستِ خال و خطِ او — چو من مرغے چہ دانستم کہ صید دانہ خواہم شد
بہ شہر امروز آں دلبر چو شد شہرہ بہ دلجوئی — بہ عشقش دادہ دین و دل کنوں مستانہ خواہم شد
برسوائی و قلاشی چو خسرو آشنا گشتم
زعقل و مصلحت آخر بہ کل بیگانہ خواہم شد

۳۹۸

من از جور[1] و جفائے دلبراں دیوانہ خواہم شد — ز خویش و آشنا از دستِ دل بیگانہ خواہم شد
زبس کافسانۂ خود بادر و دیوانہ می گویم — بہ رسوائی میانِ مردماں افسانہ خواہم شد
چو دیدم خال و خطِ آں پری رُو را بہ دل گفتم — گرفتارا رشوم در دام او، زیں دانہ خواہم شد
ملامت گو، بہ رسوائی مترساں ہوشیاراں را — کہ من بے پا و سر در کوئے او مستانہ خواہم شد
بہ دل گفتم "چرائی بیوفا؟" گفتا: "برو خسرو"
گذار از من کہ من در خدمتِ جانانہ خواہم شد

۳۹۹

مرو زینساں[2] کہ ہر سُو جامۂ جاں چاک خواہد شد — جہانے در سرِ ایں غمزۂ بے باک خواہد شد
خدا را زو نپرسی و مرا سوزے بجائے او — کہ کشتہ عالمے زاں نرگس بے باک خواہد شد
تو مبزن غمزہ تا من میخورم خوش خوش سنانِ تو — چہ غم دارد ترا اگر سینۂ من چاک خواہد شد
زہے شادی کہ او آید، ببیند حالِ من، لیکن — من ایں شادی نہ میخواہم کہ او غمناک خواہد شد
بسوزم خویشتن از جورِ بخت بد، ولے ترسم — کہ آتش سوختہ از سنگِ ایں خاشاک خواہد شد
مبیں زیں سو کہ جانم از خیالِ مہرہ چشمت — چو کنجشک گروہ کردہ در تا باک خواہد شد

---

[1] و [2] ہر دو غزل محذوف در ن

خیال خط تو همراه جانم باشد آں روزے | که نام من ز لوح زندگانی خاک خواهد شد

از آں لب تلخ میگوئی مترس از خندۂ خسرو
که هر زهرے که می آید بر آں تریاک خواهد شد

۴۰۰

شبے[1] اے باد سوئے آں رخ گلگوں نخواهی شد | بکوئے آں فریب انگیز پُر افسوں نه خواهی شد
مرا با اے برآمد جاں ز بیداری و تنهائی | برآں بد گو که خواهی شد هم از اکنوں نخواهی شد
رسید آں نازنیں اینک الا اے صبر ترسا دل | ستادی کرده ای نیکو اگر بیروں نه خواهی شد
من امشب فرصتے دارم که سیرش بنگرم، لیکن | هم اندر دیدنِ اول دلا گر خوں نه خواهی شد
بلائے جاں ست آں زنجیرِ جعد اے عاشق مسکیں | چو می بینی درا ویزی که تو مجنوں نه خواهی شد
نگارا ز آبِ چشمِ من دلت کشته ست میدانم | که از بختِ بدِ من باز دیگرگوں نه خواهی شد

دل و دیں بیهده بر بوے زلفت می کنم ضائع
از آنِ خویش خسرو را تو کافر چوں نه خواهی شد

۴۰۱

سخن می گفتم از لبهاش در کامم زباں گم شد | گرفتم ناگهاں نامش، حدیثم در دهاں گم شد
دل گم گشته را در هر خمِ زلفش همی جستم | که ناگه چشمِ بدخویش سوئے جاں رفت و جاں گم شد
نهادند[2] اهلِ طاعت دست و پائے زهد را لیکن | چو دیدند آں کرشمه دست و پائے همگناں گم شد
چه جائے طعنه گر در خانه نارم یاد در کوئے | که در هر ذره در کویش هزاراں خان و ماں گم شد
من اندر عشق خواهم مردکے جاں می برد هرکس؟ | از آں وادی که در وے صد هزاراں کارواں گم شد
درِ مقصود بر عشاق مسکیں باز کے گردد؟ | چو در خاکِ درِ خوباں کلیدِ بختِ شاں گم شد
قدم تلکے دریغ آخر کنوں از حالِ مسکیناں | که عاشق خاک گشت و جانش اندر خاکداں گم شد

---

[1] غزل محذوف در ن

[2] بیت محذوف در ن

مرا گویند بدگویاں جہاں خور غم مخور چندیں
چو خسرو گم شد اندر خود، حساب آں جہاں گم شد

۴۰۲

زعارض طرّہ بالا کن کہ کار خلق درہم شد
علم برکش، کہ بر خوبانت سلطانی مسلّم شد

فگندی برقع از روئے و ز یعقوباں بشد دیدہ
گذشتی بر سر بازار و حسنِ یوسفاں گم شد

دلم می خواستی پارہ عفاک اللہ چناں دیدی
مرا می خواستی رسوا بحمد اللہ کہ آں ہم شد

کہ داند خاک من دور از سر کویت کجا افتد؟
خوش آں سرہا کہ در راہِ تو خاک نعل دہم شد

ترا دادم دل و تن خال را و جاں دو چشمت را
من و شفقت کنوں گر سوئے خویشم سینہ بے غم شد

گریباں گیری اے زاہد چہ فرمائی رقیباں را
کز او در عہد حسنش دامنِ صحبت فراہم شد

بروں افتاد چوں نامحرماں از پردۂ دل جاں
از آں گہ کاندریں پردہ خیالِ دوست محرم شد

عنانش گیر و مگذار اے رقیب از خانہ بیرونش
کہ از دہلئے سرد عاشقاں در تاب درہم شد

زباں گر تیشۂ فرہاد گردد بند گویاں را
چہ غم چوں در دلِ خسرو بنائے دوست محکم شد

۴۰۳

کسے را کہ ایں[له] چنیں زلف و بناگوش آں چناں باشد
اگر در دیدہ و دل جائے دارد جائے آں باشد

بلائے گشت حسنت بر زمیں و ہیچو تو ماہے
اگر بر آسماں باشد بلائے آسماں باشد

مرا چوں ہر دمے سالے ست اندر حسرتِ رویش
در ایں حسرت اگر صد سالہ گردم یک زماں باشد

بے خواہم میانت را بگیرم، وہ ہمی ترسم
کہ تنگ آئی ز من بے آں کہ چیزے درمیاں باشد

چو از غم پارہ شد جانت لبا کن از لبِ لعلت
بہ دنداں برکنم چیزے کہ آں پیوند جاں باشد

بہ بوسے می فروشم جاں، بشرط آں کہ اندر وے
اگر جز مہر خود بینی مرا جاں رایگاں باشد

---

له غزل در نسخہ ان محذوف ست

جواہر بندی از تن البتہ بہر بند زلفت شد ‏ ‏ بہ بندم دل بجائے گر ازیں بندم اماں باشد

دل خود را بزلفِ چون خودی بربند تا دانی ‏ ‏ کہ جانِ چون منی اندر دلِ شب بے چساں باشد

درونم ز آتش اندیشہ بند از بند می سوزد

عفا اللہ کو کس را تپ اندر استخواں باشد

۴۰۴

ترا از وجہ[1] دل بردن ورائے حسن آں باشد ‏ ‏ کہ دیگر خوبرویاں را ندانم آں چناں باشد

لبانت آں چناں بوسم کہ جانم بر لباں آید ‏ ‏ کنارت آں زماں گیرم کہ عمرم در میاں باشد

تو خود کے بر سرم آئی ولے ایں دولت دہر ستم ‏ ‏ نثار خاک پایت را کمینہ تحفہ جاں باشد

بیفشاں جرعہ اے ساقی کہ آئی بر سرم روزے ‏ ‏ کہ خشتِ قالبم خاکِ سر کوئے مغاں باشد

خیالِ قد و رویش را درونِ دیدہ جا کردم ‏ ‏ کہ جائے سرو و گل آں بہ کہ در آبِ رواں باشد

ز حالِ زارِ بیماراں و زلفِ شامِ شب گیرش

کسے داند کہ چوں خسرو ضعیف و ناتواں باشد

۴۰۵ ‏ ب

مرا تا آشنائی با بتانِ دلربا باشد ‏ ‏ محال ست ایں کہ جانم با صبوری آشنا باشد[2]

نہ پنداری ز بہرش بہنادیدہ ست ایں دیدہ ‏ ‏ حقش بگذارم ار یک شب ترا در زیر پا باشد

صبا گو بوئے آرد تا زید بیچارہ مسکینے ‏ ‏ کہ او را زندگی زیں گونہ بر باد ہوا باشد

ز ہجرش بس کہ در خود گم شدم آگاہیم نبود ‏ ‏ کہ ہر شب من کجا و او کجا و دل کجا باشد

گرفتاریِ من در گیسوئے جاناں کسے داند

کہ در دامِ بلائے ہمچو خسرو مبتلا باشد

---

[1] غزل در نسخۂ ن محذوف است ‏ ‏ [2] بعدہ درین بیت ذیل اضافہ است سے

نہ خواہد مردہ کس خود را ولے من زیں خوشم زیرا ※ ز جانِ خویش در رنجم کہ پہلویت چرا باشد

۴۰۶

مبارک[1] بامدادے کاں جمال اندر نظر باشد — خجستہ طالعے کاں ماہ را بر ما گذر باشد

گرت بیند کسے کز زندگی، دل خبر دارد — عجب نبود اگر تا زندہ باشد بے خبر باشد

نظر از دور در جاناں بداں ماند کہ کافر را — بہشت از دور بنماید، کاں سوز دگر باشد

ندانم چوں شود حالم کہ می میرم ز نادیدن — وگر وقتیش بینم آں خود از مردن بتر باشد

مکن عیب از پے تردامنی، شاہد پرستے را — کہ از خونابہ سرتاپائے او ہموارہ تر باشد

مرا گفتی "بدستِ خود عقوبت ہا کنم با تو" — بہ کشتن راضیم، گر خوں بہایم ایں قدر باشد

نہ من آنم کہ برگیرم سر از خاکِ درت ہرگز — مگر وقتے کہ زیرِ خاک خشتم زیرِ سر باشد

مگو اے پندگو، اندوہ بیہودہ مخور چندیں
چہ خار از پا کشی آں را کہ پیکاں در جگر باشد

۴۰۷

سخن در پردہ[2] می گوئی زباں دانی ہمیں باشد — دلم از غمزہ می جوئی فسوں خوانی ہمیں باشد

اگر فرماں دہی برمن طریقِ بندگی دارم — چو می دانی طریقِ بندہ فرمانی ہمیں باشد

مرا کشتی بہ تیغِ غم، نہ می گویم "پشیماں شو" — سرے زلفوں در جنباں پشیمانی ہمیں باشد

سلیماں دولتی، از رخ چرا خط می کشی برمن؟ — بہ موراں می دہی خاتم سلیمانی ہمیں باشد

ز ہر مو بستہ ای زنار و می گوئی مسلمانم — بگوئید اے مسلماناں مسلمانی ہمیں باشد

درِ خوباں زدی خسرو ہمی دانم سزا دیدی
سزائے آں چناں کارے نہ می دانی ہمیں باشد

۴۰۸

خوشتم کردی بہ دشنامی توقع بیش می باشد — بہ حقِ آں کہ در ذکرت زبانم ریش می باشد

---

[1] و [2] ہر دو غزل درن محذوف ست

به بازی گویم گرگه کر سویم باز کن چشمے
کسے را ایں بگوکش دیده وقتے بیش می باشد

نه دانم تا چساں بیروں روی از جانِ مشتاقاں؟
که هر چیت بیش می بینم تمنا بیش می باشد

گر از لب[۱] شربتے نه دہی بکشتن ہم نمی ارزم
چرا در کاربات آخر چنیں فروش می باشد

بر[۲] وا اے جان ناخشنود کاینها نیست جای آنکو
که بر خود پادشاهی در دل درویش می باشد

برہمن را بتا اندر خانه باشد من بتر زویم
که بت پوشیده در جان من بدکیش می باشد

کجا آں[۳] بخت دارد کار زویش در کنار آید
گدائے کو شبے تا روز کنج اندیش می باشد

زغیرت سوختم اے جاں مزن بر دیگراں غمزه
که خسرو را ہمیشه در جگر ایں ریش می باشد

۴۰۹

به چشم تا خیال[۴] لعل آں قصاب می گردد
دما دم دُرِّ اشکِ من بخون ناب می گردد

دما دم سجده می آرم من بیدل بهر ساعت
خیال طاق ابروئے توام محراب می گردد

همی گردد خیال رویت اندر خانهٔ چشمم
مثال ماہیے کاندر میان آب می گردد

سر زلفت سرش بر باد خواهد داد می دانم
که رسوا می شود دزدے که در مهتاب می گردد

تو سلطاں وار بنشیں و مترس از خسروے چوں من
که او از گریه دریائے ما نایاب می گردد

۴۱۰

هنوزت ناز[۵] گرد چشم خواب آلود می گردد
هنوز از تو شکیب عاشقاں نابود می گردد

به صد جاں بنده ام آں غمزه را با آں که می دانم
که مرگم گرد آں پیکانِ زهرآلود می گردد

---

۱ تا ۳ هر سه بیت درن محذوف ست و بجایش بیت ذیل ست ؎

مرا گویند "برجا دار دل تا کے پریشانی؟" ؛؛ کجا ایں دل که می دارم بجائے خویش می باشد

۴ و ۵ هردو غزل محذوف درن

چہ پرسی حال شبہائے کسے کس چوں تو غمخوارے — ہمہ شب از درونِ جانِ غم فرسود می گردد
جگر می سوزدم جانا مشو ناخوش ز بوئے من — اگر در گردِ دامانِ تو بوئے عود می گردد

تو معذوری اگر در روئے خسرو چشم نکشائی
چنیں کز آہ او ہر دم جہاں پُر دود می گردد

غ

۴۱۱

ہمہ شب در دلم آں کافرِ خوں خوار می گردد — حریر بسترم در زیر پہلو خار می گردد
سرم را خاک خواہی دیدن اندر کوئے او روزے — کہ دیوانہ دلم گردِ بلا بسیار می گردد
مشو رنجہ بہ تیر افگندن اے ترک کماں ابرو — کہ مسکیں صید، ہم از دیدنت مردار می گردد
نہ پندارم کہ ہرگز چوں گُل رویت بدست آید — صبا کو روز و شب بر گردِ ہر گلزار می گردد
چرا صد جا نگردد غنچۂ دل پارہ ہمچوں گل — کہ آں سروِ رواں در دل دمے صد بار می گردد
تو بارے بادِ ما اے دل کہ آنجا مدخلے داری — کہ مسکیں کالبد گردِ در و دیوار می گردد
اسیرِ عشق را معذور دار اے پند گو بگذر — کہ چوں ساقی بکار آید خرد بیکار می گردد
ز شہر افغاں برآمد در خرابیہا فتم اکنوں — کہ از فریادِ من دلہائے خلق افگار می گردد

چہ غم او را کہ در ہر شہر رسوا می شود، خسرو
ببیں تا چند سگ چوں او بہ ہر بازار می گردد

۴۱۲

کسے کش چوں توئی در دل ہمہ شب تا سحر گردد[1] — تعالی اللہ چگونہ خونش اندر چشم تر گردد
کہ گوید حال من پیشت کجا یاد آورد سلطاں؟ — ز سر گشتہ گدائے کو بہ خواری دربدر گردد؟
بیاباں گیرم از غم ہر دم و دہمانی ز افغاں — کہ از خوں ہائے چشم روئے صحرا پُر جگر گردد
خیالت گر در آب آید کند آبِ حیات آں را — بداں گو نہ کہ ہم در روئے خیالت جان ور گردد

---

[1] غزل محذوف در ن

گل ردیت نزارم کرد زاں گونہ کہ ایں تن را　　اگر آسیب بوئے گل رسد زیر و زبر گردد
اگر نازم بوصل آخر نگاہے سوئے مسکینے　　نظربازی رہا کن تا مقابل باز گردد؟
سیہ روزے چو من کے روشنی بیند چنیں کاینک　　شبم تاریک وازدودِ دلم تاریک تر گردد

سرت گردند خسرو بر سر کوئے تو سرگرداں
بدیں حیات مگر با عاشقانت سربسر گردد

۴۱۳

سپہر ہفتمیں[۱] کانجا بسے برج رواں گردد　　بہر برجے خیالے دہ کہ خورشید رواں گردد
چہ مشکل است آں مہ بہر کشتن خلقے بنامی زد　　گہ از دزدیدہ بنماید گہ از شوخی نہاں گردد
ز حسن خود چہ در سر می کنی بادلے درختِ گل　　نہالِ نیم خیزش باش تا سرور رواں گردد
کہ گر دارد ز شادی جان گرہ را در آں ساعت　　کہ جاں گرد خیال او خیالش گرد جاں گردد
نیاید کوہ جور از وے گران لیک ایں گراں جورے　　کہ در پیشش نیارد دم زدن کش دل گراں گردد
مگو "کز دیدنم نگری کہ رسوا می کنی ما را"　　چہ بندم حیلہ چوں بے خواست چشمم من رواں گردد
رخے سویم نہ ودرما نگاہ حیرتے افگن　　از آں پیشتر کہ زیر خاک مہرہ رایگاں گردد
وصال اہل ہوس جوید خسرو را الہی ایں دولت　　کرا در کوئے او بدنام و خلقے بدگماں گردد

کجا گردد بکام من فلک کاں مہ رسد زیں سو
وگر گردد ہم از فرمان شاہِ کامراں گردد

۴۱۴

دلم را گاہ آں آمد کہ کام از عیش برگیرد　　ز دستِ ساقیِ دوراں چو گردوں جام زر گیرد
ملامت می کند ما را خرد در عشق ورزیدن　　دل عاشق کجا قول خرد را معتبر گیرد؟
بعیاری کسے آرد شبے معشوق خود در بر　　کہ جاں برکف نہد تا روز ترک خواب و خور گیرد

---

[۱] و [۲] ہر دو غزل محذوف درن

زراز خلوت ما شمع چوں روشن کند رمزے — بگو پروانہ تا خادم زبان شمع بر گیرد

اگر لشکر کشد سلطان بہ ویرانی، چہ غم باشد — گدائے را کہ صد کشور بہ یک آہ سحر گیرد

گر از دستِ غمت خسرو شود فانی نہ دارد غم

بہ پایت گرد ہد جاں را حیاتِ نو ز سر گیرد

۴۱۵

پسند ست آں کہ زلف اندر رہا گوشت علم گیرد — مفرما عارض چوں سیم را کز خط حشم گیرد

چو سبزہ خویش را خط تو خواند جائے آں دارد — کہ گل از خندہ بر خاک افتد و غنچہ شکم گیرد

پس از ناہیبت می بینم، مرِ من کج مکن ابرو — گرہ مفگن بہ پیشانی کہ مہ در غرّہ کم گیرد

دلم سوئے دہانت می رود چوں در تو می بینم — مگر می خواہد از بیم فنا راہ عدم گیرد

خیالت بیشتر می بینم اندر دیدۂ پُر نم — اگرچہ روئے در آئینہ نماید چہ دم گیرد

ستم در عہدِ تو زاں گونہ خونیں شد کہ ہر ساعت — اجل بہرِ شفاعت آید و دستِ ستم گیرد

مرا[۱] بر تختِ وصلت ناخن مائی نگردد تر — اگر اطراف عالم سر بسر سیلاب غم گیرد

حدیثِ دیدہ و دل چوں نویسد سوئے تو خسرو

کہ کاغذ تر شود از گریہ، آتش در قلم گیرد

۴۱۶ — غ

خوشم کآبِ دو چشمِ من ہمہ روئے زمیں گیرد — مبادا گرد غیرے دامن آں نازنیں گیرد

از آں افسانہ ہائے خوش کہ دل می گوید از عشقش — من بد بخت را ترسم کہ روز واپسیں گیرد

چو بر مائی بخونم آستیں، جاناکہ من بارے — ز خونِ خویش بیزارم ترا گر آستیں گیرد

نشاندی فتنہ را در گوشۂ چشم آں گہے گفتم — "کہ عالم کفر و گمراہی از آں گوشہ نشیں گیرد"

چہ باشد حال من جائے کہ ہمسایہ شود بہش — چو آں مستِ خانہ بوئے ورد و یاسمیں گیرد

---

[۱] بیت در ن محذوف ست

چو در تا باک جانم دید شب گفتا مکن مسکیں　　چه شیریں جاں کند چوں پاش اندر انگبیں گیرد

میا در پیش چشم کس به سینه روئے تو خسرو
روا داری که آتش در منِ اندوهگیں گیرد

۴۱۷

سوار چابک من باز عزم لشکری دارد　　دل من یار برد، امسال با جاں داوری دارد

من اندر خاک میدانش لگدکوب ستم گشتم　　هنوز آں شهسوار من سر جولاں گری دارد

به هر شکلے که می آید ز من جاں می برد بارے　　که می گوید که ایں شیوه ز بهر دلبری دارد

مسلماناں نگهدارید بیچاره دل خود را　　که تیر انداز من مست ست و کیش کافری دارد

ندارم آں چناں بختے که خوانده بندهٔ خویشم　　غلام دولت آنم که با او چاکری دارد

توئی دیوانه‌اش جانا که داری سایهٔ گیسو　　دلم دیوانه‌تر از تو که آسیب پری دارد

مثل گر یک سخن با من بگوید عاقبت آں را　　نیارد بر زبان و سرزنش چوں بر پری دارد

مرا چوں می کشی، جانا شفاعت می کند جانم　　نه میگوید مکش، اما سخن در لاغری دارد

به بدنامی برآمد نام خسرو از پے دیده
نه یک تر دامنی دارد که صد دامن تری دارد

۴۱۸

مه روزه رسید و آفتابم روزه می دارد　　چه سود از روزه کز گرمی جهانے را بیازارد؟

نه دندانش[۱] روزه را رخنه کند بس از لب شیریں　　لبالب رخنه‌هائے روزه زاں شکر بیارآرد

دهانش را که بوئے مشک می آید گه روزه　　از آں خط ست کز پیراهن لب مشک می کارد

به شب هم فرض شد بر عاشقاں کوئے او روزه　　که هر کاں روئے چوں مه دید شب را روز پندارد

نگارا روزه‌ام چندم قضا شد در ره هجرت　　مپوشاں روئے تا جانم قضائے روزه بگذارد

---

۱ بیت محذوف در ن

هلالے گشتم از روزه کمندِ زلف را بفگن
کہ تا خورشید بربندد از آں بالا فرود آرد

مرا صوم وصالت از تو و کافر کند خلقم
کہ ابرویت نمازے در دو محرابم روا دارد

بہ روزه مؤمناں رغبت کنند حلوا البشیرینی
بہ کویت زاں رسد خسرو کہ آں جا شهدی بارد

۴۱۹

اگر آں[1] جادوے خوں خواره نرگس در افسوں آرد
بسا آلوده را کس دست بیتابی زبوں آرد

مرا بارے برآمد جاں، ازایں جان درون مانده
کسے باشد کہ دل بشگافد و او را بروں آرد

گلہ از باد می کردم کہ نا روزد بجز گردے
بریده آرزومندم کہ آں دولت کنوں آرد

زبس دلہا کہ مانند او بیختہ در زلفِ مشکینش
گہے ز وبوے مشک آرد صبا، گر بوے خوں آرد

مرا گویند سودا و جنوں آرد رخِ نیکو
بجاں درمانده ام، اے کاش سودا و جنوں آرد

زبہر آزمودن را عناں دیدم، سزد آں دم
مبادا ہیچ دشمن را دل اندر آزموں آرد

نمودی سیرم و کشتی و ے از تشنگی مرده
بہ یک بار آں چناں بد شربتے را تاب چوں آرد

بجاے جوے شیر از چشم خسرو جوے خوں آید
چو فرہاد ار زخانہ رو بکوه بے ستوں آرد

غ

۴۲۰

میا غمزه زناں بیروں کہ ہوے در جہاں فتد
دلے بے خانماں را آتش اندر خانماں افتد

اگر من از سجود آستانت کشتنی گشتم
ہم آنجا کش، کہ تا بارے سرم بر آستاں افتد

پس از مردن بزاغاں ده تن اندوه پرور دم
نخواہم تا سگ کوے ترا ایں استخواں افتد

دلم پر خوں[2] دمی نازم بر و پیش، گرچہ می دانم
کزیں سیلاب روزے رخنہ بر بنیادِ جاں افتد

ہمہ کس در دریغ من کہ چوں می میرد ایں مسکیں
مرا ایں آرزو کو را نظر بر من چساں افتد

---

[1] غزل محذوف در ن
[2] بیت محذوف در ن

زبدمهری[1] نمی افتد نظر بر روی آن مه را — مبادا در جهان کس را مه نامهربان افتد
بگویش گر چه می نالم بدرد اما بدین شادم — که وقتی ناله ام در گوش آن نامهربان افتد
اگر بادامش[2] ترگوید که با چشم تو می مانم — چنان سنگش زنم بر سر که مغزش در دهان افتد
اگر بیند[3] جمالش را بروز جنگ اسپاهی — چنان بیخود شود ناگه که از دستش کمان افتد
همه کس دوست بیش رود ولیکن دوست آن دارد — که یاد آرد ز تو چون روزگاری در میان افتد

مترس از بیم جان خسروا گر در عشق می لافی
که باشد بسمل عاشق را اگر جانے زیان افتد

۴۲۱

بروی چون[4] گلت هرگه که این چشم ترم افتد — همه شب تا سحر خار و خسک در بسترم افتد
مرا هم چشم من کشته ست و هست اینها هم از من — که لعلے دم بدم زین دیده پر گوهرم افتد
زگریه زیر دیوار تو هم غمناک و هم شادم — غم آن کافتد و شادی آن کان بر سرم افتد
چه سوزی هر دمم، یک باره سوز و هم بباد ده — که ترسم شعله افتد هر کجا خاکسترم افتد

بدینسان خسروا چون زنده مانم، ده که گر روزے
نبینم ناگهش، سودائے روز دیگرم افتد

۴۲۲

چو زلفش فتنه[5] شد بر جان، دلم آباد کے ماند؟ — غم هجران ز حد بیرون، درونم شاد کے ماند؟
مکن عیب ار بنالد جان چو نقد تن همه بردی — کسے کش خانه غارت گشت بے فریاد کے ماند؟
ملامت بیهده ست آزادگان را بر سر کویت — کسے کان روئے بیند از بلا آزاد کے ماند؟

---

[1] تا [3] هر سه بیت محذوف در ن و به جایش بیت ذیل اضافه است
چنین کان مست و غلطان می رود دولے رقیبِ بد ⁂ مده رخصت که می ترسم خرابی در جهان افتد
[4] و [5] هر دو غزل محذوف در ن

دلے داری کہ در روے نازموده ست از بلا ہرگز
من ار چہ درد خود گویم بر آں دل یاد کے ماند؟

خرابی ہاست بر جانِ من از دستِ خیالِ تو
چو سلطاں تیغ کیں بر داشت ملک آباد کے ماند؟

در آں دم کز کرشمہ ناز در سر می کند شیریں
صبوری در دلِ شوریدهٔ فرہاد کے ماند؟

بہ قلاشی و رسوائی چہ جائے طعن بر خسرو
چو عشق افتاد در سر عقل را بنیاد کے ماند؟

۴۲۳

ہمش گویم[له] ولیکن مہ سخن گفتن نہ می داند
گلش گویم ولیکن گل گہر سفتن نہ می داند

ز شب بیداری من تا سحر چشمش کجا داند؟
کہ او شب تا سحر کارے بجز خفتن نہ می داند

اگر گویم کہ حالِ من کسے آنجا نہ می گوید
صبا دانم کہ می داند ولے گفتن نہ می داند

بجانش افتاد زلف و یافت دستے بر لبش لیکن
زمیں رفتہ ست پیوستہ شکر گفتن نہ می داند

ہمہ آشفتگی خواہد سرِ زلف پریشانش
ز خسرو گو "بیاموزد" گر آشفتن نہ می داند

۴۲۴ ب

چہ پوشی پردہ بر روے کہ آں پنہاں نمی ماند
دگر در پردہ می داری کسے را جاں نمی ماند

من درویش رسوائے جہاں گشتم بحمد اللہ
چہ شبہہ عشق و درویشی بسے پنہاں نمی ماند

مگو "کلئے دیدہ در روے من حیران چہ ماندستی"؟
کدامیں دیدہ کاندر روئے او حیراں نمی ماند؟[۲ه]

ز چشم کافرت کز غمزہ لشکر می کشد ہر سو
بہفت اقلیم تن یک منزل آباداں نمی ماند

سزای بندہ چوں دل بدیں خوش می کنم دل را
کہ پیوستہ مزاج آدمی یکساں نمی ماند

کرم کن در حق خسرو کہ جاویداں ہمی ماند
چو می دانی کسے در دہر جاویداں نمی ماند

---

له غزل محذوف در ن
۲ه در ن بعدہ بیت ذیل اضافہ است ؎

بہ یادِ روئے تو چنداں کہ سوئے ماہ می بینم ※ ہمی ماند بہ تو چیزے ولے چنداں نہ می ماند

۴۲۵

نہے از وردِ[1] خود یک چشم را بینم نمی بیند    کہ ہیچ آں سہل گیرِ بیوفا را غم نمی بیند

چنیں کز خواب و ہر شب پریشانست چندیں دل    خدایا ہرگز او خواب پریشاں کم نمی بیند

نمی خواہد رہے روئے تو بیند از جفا جاناں    ولے دیوانہ می گردد گرت یک دم نمی بیند

بگویش تا بپرہیزد ز آہِ سردِ مشتاقاں    رقیب آں زلف را کز خود پریشاں ہم نمی بیند

سخنہائے تو در دل ماند ما را یاس آنست ایں    کہ تنہا رفت و کس را چشم بر ہم ہم نمی بیند

منِ مسکیں غلامِ عشقم اے عقل از سرم بگذر    کہ ایں سلطاں ترا در کارِ خود محرم نمی بیند

زبے سنگی بخشت کور شد کارم ہنوز اے دل    بنا و عہد و پیمانِ ترا محکم نمی بیند

اگر نیمی کہ خسرو نیم کشتہ گشت از چشمت
زنیم جاں در آں گیسوئے خم در خم نمی بیند

۴۲۶    ب

بتِ محمل نشین من نگر حالم نمی داند    کہ می بندد براین دل بار و محمل تند می راند

جنازہ در رہ وا و بختہ دل چوں جرس با او    نفیر و نالۂ دل ہم با آواز جرس ماند

سگے دنبال آں محمل طفیلِ او دواں من ہم    منش لبیک می گویم چو او سگ را ہمی خواند

شتربانا فرود آ در زمانے محملش ورنہ    ز آب چشم من ترسم شتر در گل فرو ماند

کجا در دل بماند جاں اگر جاناں بروں آید    کسے کو ہم سگے دیدن زمام از دست بستاند

چو من مردم دریں وادی رہائے سیلاب چشم من    زمیں را گرد بنشانی شترجلے کہ بنشاند

دم سردم رہائے باد لطفے کن، مبر ہرسو    ہم آں سو بر مگر گردے از آں رخسار بنشاند[2]

خروش اشتر او ہستاز بار گراں خسرو
کہ ریزد کاروان دل گرا و محمل بجنباند

---

[1] غزل محذوف درن

[2] بعدہ درن بیت ذیل زائد است [illegible]

دریں دیرانہ خواہم داد جاں ار بر سرم ناید ※ بگولے ساربان بارے سرِ ناقہ بگرداند

۴۲۷

چو جان عاشقاں[1] آں ماه را سلطان و خاں سازد ⁂ جهانے بیش او خود را غلام رایگاں سازد

خراماں می رود آں شوخ و در وے عالمے حیراں ⁂ بزرگ آں صانعے کز آب آں سرو رواں سازد

برابرو خال دارد آں بت و جانم فدائے او ⁂ در آں دم کو پے دل طعمهٔ زاغ و کماں سازد

سر آں چشم گردم چوں بناز و شیوهٔ و شوخی ⁂ گہے مستی نماید گاه خود را ناتواں سازد

هزاراں راہبیں چوں خاک در کویش پراگنده ⁂ که آں با زنده شطرنج هوس زیں استخواں سازد

اماں هرگز نباشد عاشق بیچاره را از غم ⁂ مگر آں گه که کوئے خویش را دارالاماں سازد

به بیماری غم خسرو برائے زیستن هردم
نوائے خویش را از خونِ دل تعویذِ جاں سازد

۴۲۸

دمے نبود[2] که آں غمزه جهانے خوں نمی سازد ⁂ ولے دعوے چوں اشکم بر رخ گلگوں نمی سازد

نمی گردد بچشم او خیال من به پیراهن ⁂ یقینم شد که او جامه دگر گلگوں نمی سازد

منم یک قطرهٔ خون دل و لے ایں چشم از آهم ⁂ دمے در عشق تو نبود که چوں جیحوں نمی سازد

مباش از لالهٔ خونیں کم اے عشاق خوں افشاں ⁂ نگردد سرخ تا او زا جگر ها خوں نمی سازد

خیال تیر قدش را که او از دل گذر دارد ⁂ دلم همچوں الف هرگز زجاں بیروں نمی سازد

مرا گفتی "به تو سازم و لے وقتے که سوزی دل" ⁂ از آں وقتے که دل سوزم ولے اکنوں نمی سازد

نگه میدار چشمت را زگریه بر درش خسرو
که گر دریا شود روزے بداں در چوں نمی سازد

۴۲۹

زبانے نیست کز دست تو جان من نمی سوزد ⁂ کدامیں سینه کاں غمزهٔ پرفن نمی سوزد[3]

---

[1] و [2] هر دو غزل محذوف در ن   [3] بعده در ن بیت ذیل زائد ست

مگر ترکیب فانوس ست جانا استخوان من ⁂ دروں می سوزدم چوں شمع پیراهن نمی سوزد

زهجرم بر جگر داغی ز عشقم هر نفس درد / من از غم سوختم جانا، دلت بر من نمی سوزد
مگو چندین که "کز این سوز اک بیهوده بکش دامن" / که دل می سوزم و جان کسی دامن نمی سوزد
بدینسان کز تب هجران تنم در زیر پیراهن / همی سوزد، عجب دارم که پیراهن نمی سوزد
همه شب زار می سوزم بتاریکی و تنهائی / که با من هیچ دل سوزی برای مسکن نمی سوزد
چراغ من نمی سوزد شبانی دهلی سرد من / چراغ خانهٔ همسایه هم روشن نمی سوزد
[1] چو تو در باغ می آئی هم از لطف رخ خود دل / که بیشت ز آتش خجلت گل و سوسن نمی سوزد
غم خسرو همی دانی و ناداں می کنی خود را
مرا این سوخت ورنه طعنهٔ دشمن نمی سوزد

۴۳۰

همه مستیِ خلق از ساغر و پیمانه می خیزد / مرا دیوانگی زان نرگس مستانه می خیزد
خوشم با آه گرم امشب، مده تشویشم ای گریه / که خوش می سوزدم این آتشی کز خانه می خیزد
همه شب با خیال، افسانه های درد خود گویم / مرا از جمله بیخوابی از آن افسانه می خیزد
خیالش در دلم می گشت، پرسیدم "چه می جوئی؟" / "گیاه دوستی" گفتا: "ازین ویرانه می خیزد"
من از خود سوختم نازتوای شمع نکورویان / هلاک جان پروانه هم از پروانه می خیزد
لبت گر می خورد خونم گنهگارم به یک بوسه / چه کردم کان خطت از گرد لب خصمانه می خیزد
مپوش آن خال را بهر خدا از دیدهٔ مردم / که مسکین مرغ غافل را بلا از دانه می خیزد
چه یاری باشد این آخر که ناری رحم بر خسرو
چنین کز درد او افغان ز صد بیگانه می خیزد

۴۳۱

هوائی می رسد[2] کز سر گریبان چاک خواهم زد / کلاه عافیت با سر بهم بر خاک خواهم زد

---

[1] بیت محذوف درن

[2] غزل درن محذوف ست

برآں گل رخ چو راہم نیست، سوئے باغ خواہم شد | بیادش پیش ہر سروے گریباں چاک خواہم زد
مرا ایں بس کہ بر خاکم سوارہ بگذری روزے | گذشت ست آنکہ من دست اندر آں فتراک خواہم زد
بہ تلخیٔ فراق اے پندگو، بگذار جاں بدہم | گذشت ست آں کہ من ایں زہر را تریاک خواہم زد
بجانِ تو کہ جاں طاباک باشد در دمِ آخر | دمِ مہر و وفایت ہم در آں طاباک خواہم زد
ز خونم گرچہ ناپاک ست کاں، در کوی ہم کامشب | من آبے بر درش زیں دیدۂ نمناک خواہم زد

از ایں پس خسروا دیوانگی، زیرا نماند آں دل
کہ لاف صبر پیش آں بت چالاک خواہم زد

۴۳۲

دلت[1] ہر لحظہ می گردد کجا روئے وفا روید؟ | غلط خود می کنم در سنگ غلطاں کے گیا روید
زبس دلہا کہ در کویت فرو شد، ہر زماں آں جا | ہمہ باراں خوں بارد، ہمہ مردم گیا روید
دلم سنگ است و من از تو زبان کند می خواہم | چگونہ خوشۂ گندم ز روئے آسیا روید
بنا گوش بنفشہ سرکش ست از نالش سبزہ | کہ تا آں سبزہ در زیر بنا گوشش چرا روید
بسے دیدم کہ گل ہائے معیّن روید از بستاں | نہ دیدم بوستانے کاندر آں مشک ختا روید
خطے باشد بہ خوں زا قرارِ دل از بندگیٔ او | ہر آں سبزہ کہ بر خاکِ درت از خون ما روید
بود از غصہ ہائے دل بہم پیوستہ تو بر تو | گلے کز آبِ چشمِ ما بہ کویت جا بجا روید

دلِ خسرو کہ از بادِ حوادث دانۂ غم شد
نمی داند کہ در کشتِ وفاداری کجا روید؟

۴۳۳

مشو[2] پنہاں بروں آ عالمے را جاں بیا ساید | زہے آسایش جانے کہ از جاناں بیا ساید
مکن منعم چو سیرے نیست از رویت چہ کم گردد؟ | اگر بے توشۂ از نعمت سلطاں بیا ساید

---

۱ و ۲ ہر دو غزل در ن محذوف ست

نگہ کن تا چہ لذت باشد ار بنوازیم جانا — کہ گر پیکاں زنی بر سینۂ من جاں بیاساید
مرا دردے ست کآسایش نیابد جز بیک تیرت — عجب دردے کہ جانِ خستہ از پیکاں بیاساید
از آں بدخو کرشمہ بار دو غم بر دہد جانم — ہمیں بار آورد کشتی کز آں باراں بیاساید
براہ عشق کآں جا صد سکندر جاں دہد تشنہ — زہے بخت خضر کز چشمۂ حیواں بیاساید
تنِ نازک کجا تاب خرابیہائے عشق آرد؟ — چگونہ مرغ خانہ در دہِ ویراں بیاساید؟
دل و جانم کہ ناساید بجز از دیدنِ خوباں
نہ پنداری کہ خسرو تا ازیں ساں بیاساید

۴۳۴

رخے داری کہ وصف[1] آں بخاطر در نمی گنجد — شراب لذتم دیدار در ساغر نمی گنجد
کسے را در دہان تنگ خود چندیں شکر گنجد — کہ تو می خندی و اندر جہاں شکر نمی گنجد
کجا چیدہ بود آں موہمہ کز لب بروں آری — زتنگی در دہان تو چو موئے در نمی گنجد
خیالت چوں بچشم آمد بروں شد مردم چشمم — کہ در یک دیدہ مردم دو مردم در نمی گنجد
مرا سودائے آں خط ہمچو دفتر ساخت تو بر تو — بگردانم ورق اکنوں کہ در دفتر نمی گنجد
درآ در چشم و بیروں کن خیالات دگر کاں جا — نگنجد مو، کہ دو سلطاں بیک کشور نمی گنجد
مرا گوئی کہ "دل بر یار دیگر نہ" نہم لیکن — ہمیں در دل تو می گنجی کسے دیگر نمی گنجد
ز ہجرت موئے شد خسرو ولے از شادیٔ وصلت
ببیں آں موئے را بارے کہ در کشور نمی گنجد

۴۳۵ — ت

چو ترک مست من[2] ہر لحظہ سوئے دگر غلتد — شود نظارہ گی دیوانہ وز و مست تر غلتد
بہ چوگاں بازی آں ساعت کہ توسن را جہاں آرد — بمیداں در خم چوگانش از ہر سوئے سر غلتد

---

[1] و [2] ہر دو غزل محذوف در ن

نگردد آلوده روئے آں سوار من همی خواهد — که افتد در زمیں خورشید و اندر خاک درغلتد

شبش خوش باد، روز از دیدهٔ بیخواب پرخونم — چو او بر فرش عیش خویش مست و بیخبر غلتد

نغلتد کس چو من در شیوه هائے عاشقی در خوں — مگر مجنوں دگر زنده شود زینساں که درغلتد

بسے غلتید خسرو بهر خواب و نامدش اکنوں
تو بنما چشم غلتانش که در خواب دگر غلتد

۴۳۶

چه خوش صبحے[1] دمید امشب مرا از روئے یار خود — گلستان حیاتم تازه گشت از نو بهار خود

مگر هجراں قیامت بود کاں بگذشت خود بر من — در فردوس دیدم باز از روئے نگار خود

شمار غم نمی دانم که پیش دوستاں گویم — که من چیزے نمی دانم ز درد بیشمار خود

دل و جاں، کز پے من رنجها دیدند در هجراں — نمودم هر دو را آں روئے کردم شرمسار خود

مرا آسوده بالے دیده گرچه رنجه شد پایش — که مالیدم همه شب دیده را بر پائے یار خود

چو من بے دولتے، آں گه نظر در چوں تو دلدارے — چه بخت ست این و چه اقبال، حیرانم بکار خود

دو بوسم لطف کردی دوش و شدم هم در یکے بیهش — رها کن تا ز سر گیرم که گم کردم شمار خود

جوابت ایں که می گوئی به پیش مردماں خسرو
ترا کو خواب تا بینی از ایں ها در کنار خود؟

۴۳۷ — ب

دروغ و راستی کاں غمزهٔ غماز پیوندد — دَرَد صد پردهٔ عاشق ز لبهاں باز پیوندد

بلا را نو کند، رسم و طریق فتنه نو سازد — چو او اول کرشمه با طریق ناز پیوندد

بسینه نارسیده بگذرد و اندر جگر شیند — خدنگے با کماں کاں ترک تیرانداز پیوندد

بخونِ گرم دل پیوست با او گر بری دل را — چو خوں گرم ست هر صد بار دیگر باز پیوندد

---

[1] غزل محذوف در ن

مرا چه حد وصلت این قدر بس قرب باشد — سخن با یکدگر کآواز با آواز پیوندد
چه باشد حال من جائے که هر شب بهر تاراجم — خیالش ساخته با این دل ناساز پیوندد

همی گویند "جاں خواهی، مجو پیوند از خسرو"
ز بهر زیستن گنجشک با شهباز پیوندد

۴۳۸ غ

بتے کو هر دمم دشنامهائے شکریں بخشد — برا ز دشنام نبود گر نبات و انگبیں بخشد
بعینه گر جفا گوید برنجم، کانست حق من — برنجم اگر جائے جفایم آفریں بخشد
خوش آں[1] دزدیده خندیدن برین دیوانه مسکیں — که موئے را بهمه ملک سلیماں آں نگیں بخشد
قدش خوں می خورد در دل من از وے جگر خوردن — نهالے کایں خورش یابد ضرورت بر همیں بخشد
چو سنگ نازنیناں گل بود بر روئے مشتاقیں — من از دیده بریزم هر گلے کاں نازنیں بخشد
چه باشد گر چو مهر مسلمانی بود در وے — خدا آں نامسلماں را مگر ایمان و دیں بخشد

عجب بخشنده ئے شد چشم خسرو بر سر کویش
که خاکِ در کند دریوزه و دُرِّ ثمیں بخشد

۴۳۹[2]

دلم بروں شد از غمت، غمت نه دل بروں نشد — زبوں شدم، که بود کو ز دست غم زبوں نشد؟
بر جلوه گاه نیکواں که هست جلوهٔ بلا — کسے درون پرده شد که از بلا بروں نشد
ز آبِ چشم عاشقاں کجا ز دیده تر کند؟ — ز شوخیٔ شکر لباں دل کسے که خوں نشد
چه نالها که کرد دل که یار از آں خود کند — رخ نکوئی مرا چه حیلت ست چوں نشد
چو مردنی شدم ز غم چه جویم از کسے دعا — که از دعائے مرداں حیات کس فزوں نشد

ندانم ایں که چوں زیم حیات دل چساں بود؟

---

[1] بیت محذوف است در ن

[2] غزل محذوف است در ن

زجادوے کہ از دل خسرو بصد فسوں نشد

۴۴۰

دل باز بہ جوش آمد، جانان کہ می آید
بیمار بہ ہوش آمد درمان کہ می آید

وہ[1] جان کساں ہر سو صد قلب دواں از پس
خوانیش چنیں لشکر سلطان کہ می آید

اے[2] دل تو نمی گفتی کاینک زپے مردن
اسباب مہیا کن آں جان کہ می آید

خود نامۂ خویش آور داز بہرِ قصاصِ من
سر خاکِ رہِ قاصد فرمان کہ می آید

سیلِ مژہ رارخنہ انباشتہ شد یارب
کایں آب بہ چشمِ من تازان کہ می آید

خسرو بہ رہش بارے قرباں شد و بریاں ہم
تا باز ببیں کاں مہماں کہ می آید

۴۴۱

مارا تو صنم باشی دیگر بہ چہ کار آید؟
بالعل جگر سوزت جاں در چہ شمار آید؟

خنجر کشی از مژگاں بر سینۂ من چوں من
بے تیغ شدم کشتہ، خنجر بہ چہ کار آید؟

کاں[3] زخطِ ہندویت جائے کہ کشد مارا
یارب کہ بہندستاں کافر بہ چہ کار آید؟

دل[4] از پے آں خواہم تا خوں شود از عشقت
گر کار بدیں ناید دیگر بہ چہ کار آید؟

از گوہر[5] عشق خود زیور کنمت بنگر
خوبی چو فزوں باشد زیور بہ چہ کار آید؟

بر جان و دل خسرو ہر لحظہ نہد بارے
کایں عاشق مسکیں ہم دیگر بہ چہ کار آید؟

---

[1] و [2] ہر دو بیت درن محذوف و بجایش دو بیت ذیل ست ؎

زاں خال و خط مشکیں باجملہ بلا دیدم
ایں آیتِ رحمت بیں در شان کہ می آید

اے ترک مگو آخر بہر دل مسکینے
کز سوئے تو بر جانم پیکان کہ می آید

[3] تا [5] ہر سہ بیت محذوف درن و بجایش ابیات ذیل ست ؎

شد خستہ درون من از بیم جفا کیشاں
چو می نہ دہد دادم، داور بہ چہ کار آید

اختر شمرم ہر شب در طالع خود لیکن
چوں کار قضا دارد اختر بہ چہ کار آید

۴۴۲      غ

شمع من اگر یک شب از خانه برون آید     از هر طرفی صد جان پروانه برون آید

صد جامه قبا گردد از هر طرفی چون او     کژ کرده کلاه از سر مستانه برون آید

من بیخبر و طفلان سنگی بکف از هر سو     شسته بکمین تا کی دیوانه برون آید

فریاد که از یاری عمری به جفا باشم     چون گاه وفا باشد بیگانه برون آید

هر روز بری جویم، از بخت محال است این     خوشه ز پی کشتن ماه از دانه برون آید

گر وجه قرار من هست از رخ تو مردن     وه کز خط تو ناگه پروانه برون آید

در کشتن خود یارم من از تو چه غم دارم
گر جان ز پی خسرو خصمانه برون آید

۴۴۳      ت

از شیفتگان چون من، سرباز برون ناید     از سیمبران چون تو، طنّاز برون ناید

یک بار ترا دیدم جانِ شده باز آمد     از دیده مشو یک سو تا باز برون ناید

تو جان دلم پرسی من در رخِ تو حیران     خواهم که سخن گویم آواز برون ناید

گفتی که "شدی رسوا" سهل است بر یک بوسه     بربند دهانم را تا راز برون ناید

خود کیست[1] نمی دانی آن شوخ که پیوسته     در سینه درون باشد از ناز برون ناید

دیوانهٔ خوبان را عیار نگیرد کس     تا در قدمِ اول جانباز برون ناید[2]

از بس که فراوان زد دستانِ غمش خسرو
ناله هم از و زین پس ناساز برون ناید

---

[1] بیت محذوف درن

[2] بعدهٔ درن بیت ذیل زائدست ؎

خوا تو معاذ الله حقا که عجب دارم ٭ کز جان من مسکین ز آغاز برون ناید

۴۴۴

گفتم کہ[1] "ترا آخر دل خانہ نمی باید" ؟ | گفتا کہ "بے گنجم ویرانہ نمی باید"
گفتم کہ "بسوزم جاں بر آتش روئے تو" | گفتا کہ "چراغم را پروانہ نمی باید"
گفتم کہ "شوم محرم در مجلسِ خاصِ تو" | گفتا کہ "حریفِ ما دیوانہ نمی باید"
گفتم کہ "بدامِ غم ہر لحظہ مرا مفگن" | گفتا کہ "چنیں مرغے بے دانہ نمی باید"
گفتم کہ "زعشقم دہ پروانۂ آزادی" | گفتا "خطِ عارض بس پروانہ نمی باید"

گفتم "کہ بود مونس در ہجر تو خسروؔ را؟"
گفتا کہ "خیالِ ما بیگانہ نمی باید"

۴۴۵

آں دل بہ[1] چہ کار آید کاں خانۂ تو نبود | واں موئے چہ بند دل گر خانۂ تو نبود
آں کس سرِ تو دارد بس از سرِ خود ترسد | دیوانۂ خود باشد دیوانۂ تو نبود
خوابِ اجلم گیرد از غایتِ بے خوابی | گر مونسِ من ہر شب افسانۂ تو نبود
محروم تریں مرغم خالِ لبِ خود بنما | حسرت نخورم بارے گر دانۂ تو نبود

دیوانہ بماند ہر دہ روزہ برات جاں
گر خسروؔ مسکیں را پروانۂ تو نبود

۴۴۶ غ

چشمت گہے از غمزہ ہشیار نہ خواہد شد | ویں دل زخراش او بے خار نہ خواہد شد
گر تیغ زنی بر تن، ور نیش زنی بر جاں | ناگاہ رود جانش، بیمار نہ خواہد شد
عشقت ز پے کشتن مردانہ بکار آمد | شادم ز غمت بارے بیکار نہ خواہد شد
بر ما فتد ار تابی زاں رخ چہ شوی رنجہ؟ | مہتاب ز افتادن افگار نہ خواہد شد

---

[1] در نسخہ ہر دو غزل درن محذوف ست

بیهوده چه گویم خون اصلاح دل خود را — تقویم چو از جدول طومار نه خواهد شد

خونخوار بود خسرو عاشق ز چنین باده

مست است که تا محشر هشیار نه خواهد شد

۴۴۷

ت

آن را که سر و کارے با چون تو نگار افتد — سر پیش تو در بازد چون کار بکار افتد

سنگست نه دل کو را با زلف تو افتد خوش — بس طرفه بود سنگے کو بر سر مار افتد

افتد چو تو برخیزی در پائے تو صد عاشق — زین جمله چه برخیزد با آن که هزار افتد

جان خاک شود زین غم کز زلف تو وا ماند — گل خشک شود بر جا گر باد بهار افتد

صد گریه کند مردم تا تو بکنار آئی — صد موج زند دریا تا در بکنار افتد

از ناوک مژگانت افغان نکنم هرگز — گه گه گذر بلبل هم بر سر خار افتد

القصه برآورد ای گرد ز دل خسرو

هم دیده نه می خواهد کش با تو غبار افتد

۴۴۸

دردا[1] که دگر ما را آن یار نمی پرسد — احوال دل پرخون دلدار نمی پرسد

می پرسم و می جویم در هر نفسے صد بار — او در همه عمر خود یک بار نمی پرسد

یار از سر یاری با ما سخنے می گفت — امسال بدشنامی چون یار نمی پرسد

بیمار تپ هجرم آن ماه طبیب من — دردا که طبیب من بیمار نمی پرسد

گر یار نمی پرسد خسرو چه کند آن را

شاه است و گدایان را از عار نمی پرسد

۴۴۹

ماهے که به سوئے[2][3] خود صد دل نگران بیند — از شوخی و رعنائی کے سوئے کساں بیند؟

---

[1] درین محذوف است

[2] و [3] هر دو غزل محذوف درین

گوید کہ نہ خواہم من می میرم ازاین حسرت ۔۔۔ کس را نبود خوابے او خواب چساں بیند؟
بیش ست غمِ یعقوب از دیدنِ پیراہن ۔۔۔ کز حسرتِ آئینہ در آئینہ داں بیند
یارے کہ ہوس دارد ہم نازِ رخِ مردم کش ۔۔۔ بگذار کہ بیچارہ یک چند جہاں بیند
از حسنِ بتاں وعدہ خونریز جفا باشد ۔۔۔ بر تو چو کند رحمت قصاب زیاں بیند
در جوئے رود ہر کس چشمِ من و خونِ دل ۔۔۔ کاں کو دل خوش دارد در آب رواں بیند
عذرش بہ چساں خواہم کاندر دلش آیدغم ۔۔۔ از خونِ دو چشمِ من ہر جا کہ نشاں بیند

تو باز جہاں خواہی فریاد کز ایں خسرو
شد پیر کنوں خود را کے باز جواں بیند

۴۵۰

چوں بہر خرامیدن یارم ز زمیں خیزد ۔۔۔ بس دشنہ کہ یاراں را اندر دل و دیں خیزد
سرو قدِ نو خیزش بنشست مرا در دل ۔۔۔ نہ دل کہ بجاں شیند سروے کہ چنیں خیزد
شبہا کہ کنم نالہ بر یاد قدش از من ۔۔۔ قامت شنود مؤذن چوں بانگ پسیں خیزد
گوئی کہ صبا دل را بر داشت ز جائے خود ۔۔۔ چوں در تک اسپ خود آں ماہ ززیں خیزد
ترساں گذرم سویش کز گوشۂ چشمِ او ۔۔۔ با تیر و کماں ناگہ ترکے ز کمیں خیزد
من سوختۂ عشقم تو دم دہیم اے دل ۔۔۔ ایں سوختہ را آتش آخر ہم ازایں خیزد

گر لعل لبش یا بدزاں گو نہ گزد خسرو
کز کار بر آں خاتم صد نقش نگیں خیزد

۴۵۱

دولت نہ بزور[1] است و بزاری چہ تواں کرد ۔۔۔ با بندہ نداری سر یاری چہ تواں کرد؟
من بر سر آنم کہ کنم جاں بفدایت ۔۔۔ آں سرو[2] صلم چو نداری چہ تواں کرد؟

---

[1] و [2] ہر دو غزل محذوف ددن

صبرست دوائے دلِ بیچارۂ محزوں — اے دل چو تو بے صبر و قراری چہ تواں کرد؟
اے مردمکِ دیدہ، اگر تیغ فراقش — خونِ جگرِ ریخت بزاری چہ تواں کرد؟
بے یادِ تو یک لحظہ نفس می نزنم من — اے دوست گرم یاد نداری چہ تواں کرد؟
گر بندۂ بیچارہ نوازند، توانند — ورنیز براانند بزاری چہ تواں کرد؟
جاں در سرِ کار تو کند خسروِ بیدل
لیکن تو بآں سر چو نداری چہ تواں کرد؟

۴۵۲

حاصل اگر از زلف[1] تو یکبار تواں کرد — صد زاہد دیں بستۂ زنار تواں کرد
دیوانہ شود زندہ، وے خلق بمیرند — گر نقش جمالِ تو بدیوار تواں کرد
آں تیز نگہ کردن تو جانب عشاق — نیشے ست کزآں صد جگر افگار تواں کرد
داری چو ہوس بُردنِ دل، پیشِ درِ تو — دلہا بتواں بردن و انبار تواں کرد
عشق چو توئی گرچہ کہ سوزند بلائے ست — کائے ست کہ جاں در سرِ ایں کار تواں کرد
آں دم کہ بگرییم ز ہجرانِ تو با خویش — ماتم زدہ اے چند درآں یار تواں کرد
بر خسروِ بیچارہ ز اندوہ دل خویش
بر مورچہ گر کوہ گراں بار تواں کرد

۴۵۳

تا غمزۂ خونریزِ تو قصدِ دلِ ما کرد — بیچارہ دلم را ہدفِ تیر بلا کرد
درخواب بنبیند رُخ آرام دگر بار — ہر دل کہ طمع در طلب وصلِ شما کرد[2]
چندیں چہ کنی جور و جفا بر منِ مسکیں — با یارِ وفادار کسے جور و جفا کرد
ہرگز بجہاں نیک ندیدہ ست و نبیند — آں کس کہ مرا دور چنیں از تو جدا کرد

---

[1] غزل محذوف درن
[2] درن بعدۂ بیت ذیل زائد است ؎
چوں نیست دلم را ز غمت روئے رہائی ٭٭ دل مصلحتِ خویش بہ لطف تو رہا کرد

دیروز چو من شکرِ وصالِ تو نہ گفتم — امروز مرا سوزِ فراقِ تو سزا کرد

باجانِ دلِ خسروِ بے چارہ کہ مسکیں
ہجرانِ تو اے دوست چہ گویم کہ چہا کرد؟

۴۵۴ — د

زلفینِ تو[1] سرگشتہ چو بادِ سحرم کرد — خاکِ سرِ کویت چو صبا در بدرم کرد
من خود ز تو دیوانۂ مطلق شدہ بودم — زنجیرِ سرِ زلفِ تو دیوانہ ترم کرد
گفتم "بمن افگن نظرے چشم ببستی" — تا چشمِ خوش بستۂ آں یک نظرم کرد
اندر نظرم داشت خیالِ تو وُ اشکم — سر تا قدم آلودۂ خونِ جگرم کرد
بفروخت مرا بر کفِ اندیشہ خیالت — من ایں قدر ارزم کہ خیالِ تو کرم کرد
آسودہ دلے داشتم و بیخبر از عشق — ناگاہ در آمد غمِ تو بے خبرم کرد

خسرو طلبِ وصلِ تو می کرد کہ ہجرت
زاں جائے حوالت بسرائے دگرم کرد

۴۵۵ — غ

یک دل بہ سرِ کوئے تو آباد نیابند — یک جاں زخمِ زلفِ تو آزاد نیابند
از بس کہ گرفتارِ غمت شد ہمہ دلہا — آفاق بگردند و دلے شاد نیابند
روزے کہ روی مست و خراماں سوئے بازار — در شہر یکے صومعہ آباد نیابند
مے کش کہ بہ تسلیم نہادم سرِ خود، زانک — در کشتن خوباں زکسے داد نیابند
جاں مسکین داز بہر وفا، دم مزن اے دل — کایں مزد ز خوبانِ پری زاد نیابند
ناخوردہ خراشے ز سرِ تیشۂ ہجراں — سنگے بہ سرِ تربتِ فرہاد نیابند

---

[1] غزل محذوف در ن — ۵۴ درن بعدہٗ بیت ذیل زائد ست — ۵
گفتی خبرت گر کُہے از بادِ بہ پرسیم ؛ از خاک طلب کیں خبر از باد نیابند

با بخت چہ کارم ز پے وصل، کہ ہرگز؟ مدبر صفتاں گنج بہ بنیاد نیابند

خسرو ز برائے دل گم گشتہ چہ نالی؟
دانی کہ دل رفتہ بہ فریاد نیابند؟

۴۵۶

ت

عشاق حیات از لبِ خندانِ تو یابند خوباں عملِ فتنہ ز دیوانِ تو یابند

بینیم مرا از جیب سپہر و نکشد دل کاں مرکہ برد دل ز گریبانِ تو یابند

شاید کہ بہ شکرانہ و ہندت سر دیگر آناں کہ سرِ خویش بچوگانِ تو یابند

اے بخت کسانے کہ بر غمِ منِ محروم بوسیدنِ پائے سگ دربانِ تو یابند

گر خاک وجودم پس مرگ ببیزند زنگار گرفتہ ہمہ پیکانِ تو یابند

فردائے قیامت کہ بانصاف رسد خلق بس دست تظلم کہ بدامانِ تو یابند

ہر جا کہ گریزد دل سوداز دۂ من بازش بسرِ زلفِ پریشانِ تو یابند

عشق ار کشدم منتِ ہجرانِ تو بر من کایں مرتبہ از دولتِ ہجرانِ تو یابند

بر سوختگاں کم نیکے خندہ کہ بارے دردِ جگرِ خود ز نمکدانِ تو یابند

دریوزۂ جاں می کند از لعلِ تو خسرو
کایں چاشنی از چشمۂ حیوانِ تو یابند

۴۵۷

غ

شب دلشدگاں دیدۂ بیدار نہ بندند الا کہ بخوں چشم گہربار نہ بندند

چوں من ز دل خویش شوم سوختہ، زنہار ایں تہمتِ بیہودہ در آں یار نہ بندند

من عاشق و مستم، رہِ زہدم منمائید کابریشمِ طنبور بہ طومار نہ بندند

بر من کہ درِ توبہ ببستند، غمے نیست باید کہ نروم تا درِ خمار نہ بندند[1]

---

[1] بعدہٗ درن بیت ذیل زائدست ؎

آناں کہ حق صحبتِ تو باز شناسد ※ ناکردہ وضو رشتۂ زنار نہ بندند

پُر پیچ و شکسته دل عاشق بود، زانک | دل کاں بتو بندند بگلزار نه بندند

خسرو نکند نسبت عشق تو بخود، زانک
شاهی و بفتراک تو مردار نه بندند

۴۵۸

صد جاں به یکے دانک ببازار فروشند | خوباں بدل و جاں زچه رخسار فروشند؟[۱]
جاں میکشدش سوئے خود و دل بسوئے خویش | بر دست گراں هر دو خریدار فروشند
با آنکه ستانیم بصد جاں مکن آخر | نے اشکنه اے دوست بخروار فروشند
ایں دل چو ز سودائے تو افتاد ببازار | آنجا طلب ایں جیفه، که مردار فروشند
نایند ببازار بتاں اهل سلامت | کانجا همه جان و دل افگار فروشند

بارے سخن عاشقی از بهر چه گویند؟
آناں که چو خسرو همه گفتار فروشند

۴۵۹

من بندهٔ آں روئے که دیدن نگذارند | دیوانهٔ زلفے که کشیدن نگذارند
از تشنگیم شعله زناں سینه و، از دور | شربت بنمایند و چشیدن نگذارند[۲]
صد دیده و دل منتظر تیر تو، فریاد | کش با من بیچاره رسیدن نگذارند

---

[۱] بعدهٔ درں بیت ذیل زائد ست ــه
باغمزه بگو گزند گراں بیشترش کش ※ یاراں به محلّے که بُود بار فروشند

[۲] بعدهٔ درں چهار بیت ذیل اضافه است ــه
چوں زیستنی نیستم از هستم و ارسنے | اے دوست چه وقت ست که دیدن نگذارند
یارب چه عذابے ست بریں مرغ گرفتار | بسمل نه پسندند و پریدن نه گذارند
گفتم "سخنے بشنوم و جاں دهم اکنوں | محرومم به میرم چو شنیدن نه گذارند
امروز صبا از جگرم بوئے گرفت ست | زنهار گزاں سوش وزیدن نه گذارند

صد چاک شده سینهٔ صد پاره شده دل — این ہجراں جامہ دریدن نگذارند

صد خارِ جفا خورد ز ہجرانِ تو خسرو

آه ار گلے از روئے تو چیدن نگذارند

۴۶۰

مائیم درون سوخته[1] بیروں شدۂ چند — در سلسلۂ لیلی و مجنوں شدۂ چند

خوردیم بسے خونِ دل از تو، تو ہم آخر — یک مے بخور از دست جگر خوں شدۂ چند

چوں حالِ دگرگوں شدہ ز اندوہ تو مارا — تو روئے نگرداں ز دگرگوں شدۂ چند

اے مرغ چہ خوانی سوئے باغ از غمِ ہجر — بگذار درایں بادیہ بیروں شدۂ چند

در عشق فدا شد دل و جان و تنِ خسرو

اینک نگر از بخت ہمایوں شدۂ چند

۴۶۱

اے کز رخِ تو دیدہ ہمہ جان و جہاں دید — در حیرت آنم کہ ترا چوں بتواں دید

با قدِ تو بلبل سخنِ سرو ہمی گفت — آں دید گلِ سوری و در سر دِرواں دید

بیچارہ دلم در شکنِ زلفِ تو خوں شد — آرے چہ کند مصلحتِ وقت در آں دید

جاں از شکرِ وصل تو بے بہرہ ماندہ ست — زیرا کہ در آں خوردنِ زہرے بگماں دید

مارا بدہانت نرسد دست، خوش آں کس

کز چاشنئ لعل تو دستے بدہاں دید

۴۶۲

ہندوے مرا[3] کشتنِ ترکانہ ببینید — زو سینۂ من چوں بت و بتخانہ ببینید

گہ خشم و گہے عشوہ و گہ شوخی و گہ ناز — بد مستی آں نرگسِ مستانہ ببینید

---

[1] تا [3] ہر سہ غزلیات درین نسخہ ان موجود نیست

آباد بر آں بت نکنم زو گلہ، لیکن | لب تا جگرم زو ہمہ پروانہ ببینید
خونہاست گرہ بستہ بچشم من ازاں خاک | ایں خوشہ برم مید ہدٰ آں دانہ ببینید
اے سیم برائے کہ شما رید گدایم | از قطب زماں بخشش شاہانہ ببینید
خسرو نہ کند جز سخن آں لب شیریں
شیرینی ایں گفتہ و افسانہ ببینید

۴۶۳

باد آمد و بوئے زنگارم نہ رسانید | پنہاں سخنے از لب یارم نہ رسانید
فریاد من خستہ رسانید بکویش | فریاد، کہ در گوش نگارم نہ رسانید
افسوس کہ بگذشت ہمہ عمر با فسوس | بخت آرزوئے دل بکنارم نہ رسانید
ایام جوانی بسر زلف بتاں شد | اقبال بسر رشتہ کارم نہ رسانید
چوں بلبل دی با نفس سرد بمردم | ایام بگلہائے بہارم نہ رسانید
گفتم کہ خورم تیرے و ایمن شوم آں نیز | آں کافر دیوانہ سوارم نہ رسانید
مشتاق[1] ملک خاک شدم بر در دہلیز | دولت بسرا پردہ یارم نہ رسانید
صد شربت خوں داد بخسرو زغم عشق
یک جرعہ وقت خمارم نہ رسانید

۴۶۴

بوئے ز سر زلف[2] نگارے بہ من آرید | یک تار از آں طرہ مشکیں بہ من آرید
مخمورم و جانم بسوئے مے نگراں ست | آں بادہ کہ در داد نخستیں، بہ من آرید
خواہید کہ از خاک برآیم پس صد سال | از میکدہ بوئے مئے رنگیں بہ من آرید
ہر گہ کہ غمے گشت پدید از دل، گفتم | غم را نخورد جز دل غمگیں، بہ من آرید

---

[1] بیت محذوف در ن
[2] غزل محذوف در ن

جاں می سپرد از غمِ ہجرانِ تو خسرو
روزے خبرِ عاشقِ مسکیں بہ من آرید

**۴۶۵** و

باد آمد و زاں سروِ خراماں خبر آورد ⁂ در کالبدِ سوختہ، جانِ دگر آورد
امروز ہم از اول صبحم سرِ مستی ست ⁂ ایں بوئے کہ بودہ ست کہ بادِ سحر آورد[۱] ؟
ہرگز نہ رود از دلِ من گریۂ آں شب ⁂ کش ذرۂ پہلو شدہ از خاکِ در آورد
من آب[۲] طلب کردم ازیں دیدہ دریں سوز ⁂ او خود ہمہ پرگالۂ خونِ جگر آورد
ہاں اے[۳] دلِ عاصی چہ شود حالِ تو کاینک ⁂ سلطاں لغز آمدہ بر جاں حشر آورد
یارب[۴] چہ شد او، در تنِ نالاں کہ جا کرد ⁂ آں جانِ بروں رفتہ کہ در جاں سفر آورد
زاں مرغ کہ شب نالہ ہمی کرد بپرسید ⁂ جائے گلِ خنداں مرا در نظر آورد
خونِ من دل سوختہ در گردنِ قاصد ⁂ کاں نامہ کہ آورد از او دیر تر آورد

خسرو نگہش دار کہ اکسیرِ حیات ست
گردے کہ صبا دوش از آں رہگذر آورد

**۴۶۶**

یک خندہ بزن زاں لبِ لعلِ شکر آلود ⁂ بر عاشقِ مسکیں کہ رخ از خونِ تر آلود
یک شب ز برائے دلِ من محرمِ من باش ⁂ بشنو ز دلم چند حدیثِ جگر آلود

---

[۱] درن بعدہ بیت ذیل اضافہ است ؎

صد منت باد ست کہ آں دیدہ کز آں راہ ⁂ من سرمہ طلب کردم و او خاک در آورد

[۲] قبل ازیں درن بیت ذیل اضافہ است ؎

اے دیدۂ خونریز ہماں آب کہ داری ⁂ کیمیا آتشِ اندوہ ز من دود برآمد

[۳] و [۴] ہر دو بیت محذوف درن

مانا کہ بپرسی ز دل من کہ چہ کردی ؟ در کوئے تو کز خوں ہمہ دیوار و در آلود
جاناکہ گرفتار لبت گشت چہ دانی ؟ پرواز مجو از مگسانِ شکر آلود[1]
آسودہ بخاکِ درت اینک سرِ خسرو
زاں صندلِ راحت کہ ازیں دردِ سر آلود

۴۶۷
اے ہمنفسان یک نفسم باز گذارید دست از منِ دیوانۂ سرگشتہ بدارید
بے نام و نشانم بخرابات بجنشید بیگانہ ز خویشم، بر خویشم مگذارید
یا معتکفم بر سر سجادہ نشانید یا مست و خرابم بدرِ میکدہ آرید
گر زاں کہ صلاح از منِ آشفتہ بجوئید در خانہ کنید و درِ خمار برآرید
دستِ من و دامانِ شما جملہ رقیباں گر دامنِ معشوق بدستم بسپارید
در عشق علم کردم و در مذہبِ عشاق منصور شوم گر بسرِ دار برآرید
وقت ست اگر خسروِ مسکین و گدا را
از خیلِ گدایانِ درِ خویش شمارید

۴۶۸ غ
دل رفت بسوئے تو، ہماں سوئے کرشمہ ماند جاں کرد برہ حملۂ و آں نیز بروں ماند
از کوئے تو باز آمد و بر آتشِ دل سوخت ہر نامۂ صبرے کہ ازیں پیش دلم خواند
اندر دلم ایں بود کہ بگذشت ہمہ عمر ویں دیدہ نثارے بہ تہ پائے تو افشاند
آب از جگرم خورد و برم نیز جگر داد بالات نہالے کہ در آب و گل ما نشاند

---

[1] درن بعدہٗ دو بیت ذیل زائد اند ۔

عاشق کہ نہ میوۂ رخ زرد چہ خیزد عشق ست در و عشق کہ مے را بہ زر آلود
نزلِ غمِ تو باد حرامم بہ فراقت گر جستم دلم ہیچ گہ از خواب و خور آلود

[2] غزل درن محذوف ست۔

پرسند عزیزان و نخوانم بر خود زانک ✱ کس بر جگر سوخته مهماں نتواں ماند

کردیم بر حل نرگس بازندهٔ او را
خسرو همه هستی که بیک داد لبش خواند

۴۶۹

ای زلف تو دام دل دانا و خردمند ✱ دشوار جهد دل که درافتاد درایں بند
اندر دل من بود نهالی ز صبوری ✱ بادی بوزید از تو وُ از بیخ برافگند
بودیم خردمند، که زد عشق تو بر ما ✱ دیوانگی آورد و نماندیم خردمند
ای باد بجنباں سرآں زلف تو بخشای ✱ بر حال پریشان پریشاں شدهٔ چند
درآرزوی یک سخن تلخ همه دم ✱ روزی نشد از دولت آں لعل شکرخند
اصحاب هوس چاشنی عشق چه دانند؟ ✱ لذت ندهد تشنهٔ می را شکر و قند
بگذار که بیروں رود از رخنهٔ دل زار ✱ کایں پرده نمانده ست کنوں قابل پیوند

هرگز نرود نقش رخت از دل خسرو
زاں گونه که از ران سگاں داغ خداوند

۴۷۰

عاقل ندهد عاشق دل سوخته را پند ✱ سلطان ننهد بندهٔ محنت زده را بند
ای یار عزیز اندر دوری تو چه دانی؟ ✱ من دانم و یعقوب، فراق رخ فرزند

---

لـه بعد ازیں درن بیت ذیل زائد ست ـه
آں یار بر دل در شد و تن خدمت او کرد ✱ بستند در دل خرد و هوش بروں ماند
لـه درن بیت ذیل بعدهٔ زائد ست ـه
شیریں ست دروغ تو هم ارچه زنی لاف ✱ حلوا نتواں خورد بدیں ساں که تو گوئی
لـه غزل درن محذوف ست ـ

عیبم مکن اے خواجہ کہ در عالمِ معنی — جہل ست خردمندی و دیوانہ خردمند
تا جاں بود، از مہرِ رخش بر نکنم دل — گر میر نہد بندم دگر پیر دہد پند
آں فتنہ کدام است کہ بنیاد جہانے؟ — چوں پردہ ز رخسار برافگند، برافگند؟
بر من مفشاں دست تعنت کہ بشمشیر — از لعل تو دل بر نکنم، چوں مگس از قند
در دیدۂ من حسرتِ رخسار تو تا کے؟ — در سینۂ من آتشِ ہجرانِ تو تا چند؟

ناچار چو شد بندۂ فرمانِ تو خسرو
چوں گردنِ طاعت ننہد پیشِ خداوند؟

۱۷۴

رو نے نگرایں[1] بستہ درِ ما بکشائید — وز لطفِ منِ گم شدہ را راہ نمایند
گر خلقِ جہاں حالِ منِ خستہ بدانند — از عینِ تحیر سرِ انگشت بخایند
عمرے ست کہ از جورِ فلک با غم و دردم — زیں بیش مگر درد بدردم بفزایند
زنہار کہ دل در فلکِ دہر نبندی — وقتے ست کہ از روئے ترحم بکشایند

تا کے درِ بختِ منِ بے چارہ ببندند؟
کایشاں ز جہاں یکسرہ بے مہر و وفایند

۱۷۵

آں سروِ[2] خرامندہ کہ جستم بہ بر آمد — واں بخت کہ پیش آمدہ بد، پیش تر آمد
شادی ہمہ غم بود ز برنا مدنِ کار — آں غم ہمہ شادی شد و آں کار بر آمد
بر لالۂ گل برگ دما غم رسد امروز — کز زلف تو ام بوئے نسیمِ سحر آمد
آئینہ جاں روے نمامی گشت پیش — کائینۂ رخسارِ تو ام در نظر آمد
شیرینیِ لعلت نہ رود از بنِ دنداں — کہ لعلِ تو ام در بنِ دنداں شکر آمد

---

[1] و [2] ہر دو غزلیات در نسخۂ ن موجود نیست

در مردمِ من مردمکِ دیده نگنجد — اکنوں که مرا روئے تو در چشمِ تر آمد

در پائے تو خسرو چه کند گر نکند جاں ؟

اکنوں که مرا روئے تو در چشمِ تر آمد

۴۷۳

هر سر که بسودائے تو از پائے در آمد — از خاکِ کفِ پائے تو آش تاجِ سر آمد

دست از همه خوبانِ جهاں شست به پاکی — چشمم تو خیالِ تو آش از دیده در آمد

ہمچوں نفسِ بادِ صبا غالیه بر شد — هر دم که بسودائے تو از سینه بر آمد

سیلابِ سرشک از غمِ هجرانِ تو ام دوش — تا دوش بُد، امروز به بالائے سر آمد

گفتم که غمِ عشقِ تو بیروں رود از دل — دردا که برفت آں غم و بارِ دگر آمد

یارب چه تواں کرد که میخواری و رندی — پیشِ همه عیب است و مرا ایں هنر آمد

گر عادتِ بختِ من و خوئے تو چنیں است — مشکل بُود از کلبهٔ احزاں بدر آمد

سنگ است و سبو عشقِ تو و قلبِ سلیم — بشکست چو زلفِ تو که بر یک دگر آمد

خسرو زدمِ بادِ سحری طلبد جاں

کز بوئے تو جاں در دمِ بادِ سحر آمد

۴۷۴

ترسم که از اطرافِ[۵۲] جهاں دود بر آید — گر آه من از جانِ غم اندود بر آید

بر بوئے تو آتش زده ام مجمرهٔ دل — از وے چه عجب گر نفسِ عود بر آید

آتشکدهٔ دلِ برِ ما، چند بپوشم ؟ — شک نیست که از آتشِ ما دود بر آید

دل خود چه متاع است که از ما طلبد دوست ؟ — حقّا که اگر جاں طلبد زود بر آید

هر دل که ندارد خبر از حسنِ ایازی — شرط است که گردِ دلِ محمود بر آید

---

۵۱ غزل در نسخهٔ ان موجود نیست

۵۲ غزل محذوف است در ن

بعدِ من اگر گوش نہی بر سرِ خاکم     از خاک ہمہ نغمۂ داؤد بر آید

خسرو نتواند کہ کند فکر وصالت
کارے ست کہ با طالعِ مسعود بر آید

۴۷۵

ت

گر بار دگر ماہِ من از بام بر آید     بس فتنہ کہ از گردشِ ایام بر آید

فریادِ اسیران ہمہ شب در خمِ گیسو     چوں بانگ گدایاں کہ گہِ شام بر آید

زنہار کہ آں بندِ قبا چست نہ بندی     کز نازکیش بخیہ بر اندام بر آید

او کردہ ترش گوشۂ ابرو ز سرِ خشم     من منتظرِ لب کہ چہ دشنام بر آید

اے ساقیٔ بدمست مزن تیغ کہ در تن     خوں آں قدرم نیست کہ در جام بر آید[1]

آں را کہ بہشتی صفتے داغ نہ کردہ ست     گر از تہِ دوزخ کشی اش خام بر آید

[2] بر نامد اگر جانِ من اے ہجر مکن جہد     گر یار ہمیں است ہنا کام بر آید

در کنگرۂ عشق گرا فند کلہ از سر     صاحب قدمے کو کہ بیک گام بر آید

جاناں چہ با فسانہ گذاری غمِ عشاق     ایں نیست مہمے کہ بہ پیغام بر آید

خسروا گرت نیست مرادے مخور افسوس
زیرا کہ ہمہ کار بہنگام بر آید

۴۷۶

د

سرو چو تو در خلخ و نوشاد نباشد     ایں نازکی اندر گل و شمشاد نباشد

چوں تو خوشی اے دوست بویرانیٔ دلہا     آباد تر آں سینہ کہ آباد نباشد

---

[1] درن بعدہٗ بیت ذیل اضافہ است ــــ

اے رندِ خرابات سبو بر سرِ من نہ ※ تا در ہمہ شہرم بہ بدی نام بر آید

[2] بیت محذوف درن

[3] بیت محذوف درن

غمہا خورم و نالہ بگوشت نہ رسانم ‌ ‌ ‌ کاسودہ دلاں را سر فریاد نباشد
گفتی کہ "سرت خاک کنم بر سر ایں کو" ‌ ‌ ‌ اے خاک بر آں سر کہ بدیں شاد نباشد
آں روز مبادا کہ کنم از تو فراموش ‌ ‌ ‌ ہر چند کہ روزیت زمن یاد نباشد
معذور ہمی دارمت ار جور کنی، زانک ‌ ‌ ‌ در مذہب خوباں روش داد نباشد
مگریز ز درماندگیِ جان اسیراں ‌ ‌ ‌ کانجا کہ تو باشی دلے آباد نباشد
طعنہ مزن اے زاہد اگر توبہ شکستم ‌ ‌ ‌ صد توبہ کند عاشق و بنیاد نباشد

ہر چند کہ خسرو بسخن پے نبرد دل
چوں نرگس جادوے تو استاد نباشد

۴۷۷ ‌ ‌ ‌ د

یک روز[۱] بہ عمرے زمنت یاد نیاید ‌ ‌ ‌ یک شب رہم از کوئے غمت شاد نیاید
از بوئے تو آمیختہ شد وہ دلم آخر ‌ ‌ ‌ کمتر شود ایں شعلہ اگر باد نیاید
یارب کہ مئے خوش دلیت باد گوارا ‌ ‌ ‌ ہر چند کہ از مات گہے یاد نیاید
فردا ش مخوانید ببالیں گرِ من، زانک ‌ ‌ ‌ شیریں بہ سر تربتِ فرہاد نیاید
جانم کہ بہ ویرانۂ غم ماند مخوانید ‌ ‌ ‌ کایں باغ خراب است وزو باد نیاید
دشوار نباشد دگرم بندگیِ دل ‌ ‌ ‌ آزاد کس از جانِ خود آزاد نیاید
نوروز در آید ز بلائے ہمہ مرغاں ‌ ‌ ‌ بلبل ز پئے رفتنِ صیاد نیاید
دیوانہ بگردم من ازاں کوئے بکاں کوے ‌ ‌ ‌ دیوانہ وش آں ترکِ پری زاد نیاید

خسرو چو کند نالہ چو فرہاد شبے نیست
کز نالۂ او کوہ بفریاد نیاید

۴۷۸ ‌ ‌ ‌ و

بر آبِ رخت یک گلِ سیراب نیاید ‌ ‌ ‌ آں نخ از لبت آید زمے ناب نیاید

---
[۱] غزل درن مفقود است

دانم که لبت بنده نوازست و لیکن — آن بہ، که مگس بر سر جلّاب نیاید
معذوری اگر نعمت دلت را اثرے نیست — کاین معجز عیسیٰ است ز قصّاب نیاید
شبہا من دیوانه و یار و دو سہ ہمدم — من نالم و یارانِ مرا خواب نیاید
از دل نه کشاید گرہِ گریه ام آرے — ماتم چو بُوَد سخت به چشم آب نیاید
ما بهرِ صلاح رخ ساقی نگذاریم — کانرا که تبه هست به محراب نیاید

چه عیش بُوَد آں که کُنی بر دلِ خسرو
از چشم تو یک ناوکِ پُر تاب نیاید

۴۷۹

روزے اگر آں ماه به مهمانِ من آید — دورانِ فلک در ته فرمانِ من آید
دیوانه دلے داشتم آواره شد از من — کے باز دریں سینهٔ ویرانِ من آید؟
هر صبح دم از گریه شود خونِ دلم آب — گر باد نسیمِ گُلِ خندانِ من آید
من دانم و من جا شتی درد تو جانا — حاشا که طبیب از پےِ درمانِ من آید
جانم تو ستاں باز تنم خاک ستاند — آں دم که اجل در طلبِ جانِ من آید
در کوئے تو نالیم، که پریشاں شود دل — گر چشم تو بر حالِ پریشانِ من آید

دانی که چها می گذرد بر دلِ خسرو؟
در گوشِ تو گر نالهٔ و افغانِ من آید

۴۸۰

گر چشم منٔ از صورتِ تو دُور نباشد — دُور از تو دلم خستهٔ و رنجور نباشد

---

۱ درن بعدهٔ بیت ذیل زائد است

۲ آمدنت را که از بخت کنم زانکه ✻ در کلبهٔ درویشی تو مهتاب نیاید

۳ بیت محذوف درن — ۴ غزل درن محذوف ست

مهجور شوم از تو و جز آهِ سحرگاه — سوزنده کسے بر منِ مهجور نباشد

آن دیده چه آید که بروئے تو نیاید؟ — آن چشم چه بیند که درو نور نباشد

صد رنگ برانگیخت ز خونِ دلِ خسرو

نقش تو که در خامهٔ شاپور نباشد

۱۸۳

سروے چو تو در باغچه و در تتّه نباشد — گل مثلِ رخِ خوبِ تو البتّه نباشد

دو زیم قبا بر قدت از گلِ سوری — تا خلعتِ زیبائے تو از لتّه نباشد

این شکل و شمایل که تو کافر بچه داری — در چین و ختا و ختن و ختّه نباشد

بدخواه ترا در دو جہان روئے سیه باد — در دیدهٔ خصمِ تو بجز متّه نباشد[1]

در جنّت و فردوس کسے را نه گذارند — تا داغِ غلامئ تو اش پتّه نباشد[2]

چون موئے شد از فکرِ میانت تنِ خسرو

تا همچو رقیبت خنک و کتّه نباشد

۴۸۲

بے نرگسِ تو خواب ندانم که چه باشد[3] — زلفت کشم و تاب ندانم که چه باشد

آن شب که بتا چشمِ تو در خواب ببینم — در دیدهٔ خود خواب ندانم که چه باشد

تا طاق دو ابروے تو محرابِ بتان شد — بت جویم و محراب ندانم که چه باشد

چون چاهِ زنخدانِ تو از دور ببینم — تشنه شوم و آب ندانم که چه باشد

---

[1] بیت محذوف درن

[2] درنسخهٔ ن ابیات ذیل زائد ست ؎

لقمانی مسکین نکند میل به جنّت — در صحنِ بهشت ار طبقِ پتّه نباشد

از بشت رقیب تو کشم تسمهٔ چندین — تا کبجهٔ اسپ تو از پتّه نباشد

[3] غزل درن محذوف ست

گویند کہ در یاب در ایں واقعہ خود را — می گریم و دریاب ندانم کہ چہ باشد
باغے ست عجب وصلِ تو، میپرس ز خسرو
من بندہ دراں باب ندانم کہ چہ باشد

۴۸۳ و

دل بستۂ بالائے یکے تنگ قبا شد — بازایں زبرائے دلِ تنگم چہ بلا شد؟
دی کرد سلامے سوئے من آنکہ چناں بود — دردے کہ چنیں کش برہ افتاد و تا شد
نہ روز قرار و نہ شبم، ہیچ ندانم — کاں صبر کہ وقتے بدلم بود کجا شد
پامال شد آں دل کہ زما برد بہ رفتار — خود بیں کہ چنیں چند دلش در تہِ پا شد
میرفت سوار او و بنظارہ ز ہر سو — شد جامہ قبا، جامۂ جاں نیز قبا شد[له]
برباد ہوا داد بسے چوں دلِ خسرو
ہر ذرہ کہ از گردِ رہِ او بہوا شد

۴۸۴

تا جان مرا از لبِ لعلِ تو خبر شد — قوتِ دلِ ریشم ہمگی خونِ جگر شد
گلگوں شدہ بُد روئے من از اشکِ عقیقی — از خاکِ درت کاو رُخم باز چو زر شد
صاحب نظرے ہست مسلّم من اے جان — کز خاکِ کفِ پائے تو ام کحلِ بصر شد
ہر سر کہ نشد خاکِ درِ دوست بمعنی — در راہِ یقیں سرمۂ اربابِ نظر شد
تا گشت پریشاں سرِ زلفت چو دلِ من — دیوانگیم در ہمہ شہر سمر شد

---

له درن ابیات ذیل زائدست

دل خوں شدہ اندر سرِ آں غمزہ شعبدہ — جانے کہ بصد حیلہ ازاں طرّہ جدا شد
یاماں موافق ہمہ فارغ ز غم و درد — ہر جا کہ غمے بود نصیبِ دلِ ما شد

له غزل محذوف درن

خسروا گر آں لعلِ تو خواہد بکنش عیب
چوں قسمتِ طوطیِ سخنم گوے شکر شد

ت

۴۸۵

آباد نہ شد دل کہ خرابِ پسراں شد
حسنِ پسراں آفتِ صاحب نظراں شد

بس دانۂ دلہا کہ ز تن برُد بہ تاراج
آں مور کہ بر گردِ لبِ سادہ دلاں شد

دلہائے عزیزاں ثمرِ آں جملہ نگینہا
کاندر کمرِ آرایشِ زرّیں کمراں شد

افسردہ جمالِ خطِ خوباں چہ شناسد؟
کیں سرمہ نہ شایستۂ ناقص بصراں شد

آں خواجہ کہ می گفت کہ دارم خبر از عقل
در عشق در آمد یکے از بے خبراں شد

جز حسرت و مردن نبود چارۂ عشاق
فریاد و فغاں عربدۂ حیلہ گراں شد

اے صبر دلم دہ قدرے، بو کہ تواں زیست
کاں دل کہ مرا بود از آنِ دگراں شد

بس عاقلِ شمعِ خرد افروختہ روشن
کز کردۂ دل، سوختۂ خوش پسراں شد

خسرو ز رخِ خوب دمے توبہ نمی کرد
ناگاہ بدید آں رخِ زیبا، نگراں شد

ب

۴۸۶

آں کودکِ نورُستہ کہ سیمیں بدنی شد
چوں شُستُ لب از شیر چہ شیریں دہنی شد

بس غنچۂ دل را کہ کند چاک بہر سو
آں گل کہ بہ نوروزِ جوانی چمنی شد

آں یوسفِ جاں بسکہ دریں سینہ در آمد
گویم کہ تنم گرد تنش پیرہنی شد

سلطان مرا عمر فزوں باد بدولت
کز دولتِ او خلعتِ عاشق کفنی شد

بس[1] مرد خدائے کہ چو در عشق در آمد
گلگونۂ خوں کرد بہ رخسار و زنی شد

وقتے کہ مۓ لعل براں روے کشیدم
اینک ہمہ خونابہ حالے چو منی شد

---

[1] بیت محذوف در ن

چوں جاں دہم از خاک من اے میر ولایت ‎ ‎ بتخانہ بر آری کہ دلم برہمنی شد

خسرو ز مزاجِ دلِ من خشم گرفت ست
کز کردۂ تو با دلِ خویشتنش سخنی شد

غ

۴۸۷

مارا غم آں شوخ اگر بندہ نہ سازد ‎ ‎ ایں غمزدہ با حالِ پراگندہ نہ سازد[1]

سرتا بہ قدم جملہ ہنر دارد و خوبی ‎ ‎ عیبش ہمہ آن ست کہ با بندہ نہ سازد

اکنوں کہ مرا کشت بگوئید کہ بارے ‎ ‎ خود را بہ ستم عکس و شرمندہ نہ سازد

جانا ز غمت مُردم و از جور بہ ار ستم ‎ ‎ گر بارِ دگر لعلِ تو ام زندہ نہ سازد

گفتی کہ[2] با فتادگیِ خویش دلت سوخت ‎ ‎ خود را کہ بود پیش تو کافگندہ نہ سازد؟

آخر ز دلِ خسروِ بے چارہ بروں رو
کایں خانہ درایں آتشِ سوزندہ نہ سازد

۴۸۸

جانا اگرم دردِ تو دیوانہ نہ سازد ‎ ‎ خلقے ہمہ از دلِ من افسانہ نہ سازد[1]

خون می‌لے دل ز جگر ہم بدہ آبے ‎ ‎ کایں سوختہ را شربتِ بیگانہ نہ سازد

بادہ بہ سفال آر کہ ما دُرد کشانیم ‎ ‎ کس از پئے ما ساغر و پیمانہ نہ سازد

خاکِ رہِ عشاق بریزد سرم آرے ‎ ‎ دولت بہ سرِ ہیچ کساں خانہ نہ سازد

---

[1] بعدہٗ درن بیت ذیل زائد ست ـ
شیریں دہنش نازدہ صنع خدالیست ‎ ‎ ورنہ لبِ مردم ز شکر خندہ نہ سازد

[2] بیت محذوف درن ‎ ‎ [1] درن بیت ذیل زائد ست ـ
چیزے ست دریں دل کہ جنیبی شوم از نے ‎ ‎ عاقل بہ ستم خود را دیوانہ نہ سازد

چوں عاشق صادق شدی ایمن نشیں زانک — شمشیر بلا بر سر مردانہ نہ سازد
آں را کہ بود سوختگی چشم و چراغش — چوں سرمہ ز خاکستر پروانہ نہ سازد
سودائے بتاں از سر خسرو شدنی نیست
کایں مرغ وطن جز کہ بہ ویرانہ نہ سازد

۴۸۹

جاں تشنگی[1] از شربت عناب تو دارد — دلبستگی از سنبل پر تاب تو دارد
شبہا ہمہ بیدار بود مردم چشمم — تا چشم بر آں نرگس پر خواب تو دارد
چوں دفتر گل باز کند مرغ سحر خواں — شرح شکن طرۂ پر تاب تو دارد
مسکیں چہ کند بر گل صد برگ نیازے — گر دست دگر نے ہمہ از ناب تو دارد
در عشق نماز آں کہ درا نیست نیازے — سر بر خط ابروئے چو محراب تو دارد
خورشید جہاں تابی و من ذرۂ خاکی
ہر ذرۂ سرگشتہ کجا تاب تو دارد

۴۹۰ غ

دیوانہ دلم زلف پریشان کہ دارد — جانم شکن طرۂ بے جان کہ دارد
خالے ست بہ کنج لب خوں خوارۂ او وائے — کاں داغ برائے دل بریان کہ دارد
خلقے بسر کوے وے از شوق بمردند — آں مست شبانہ خبر از جان کہ دارد
ہر صبح رود بوئی من خستہ و یا رب — ایں باد گذر بر سر بستان کہ دارد
در خانۂ دل آمد و بیروں نرود ہیچ — زیں ترک بپرسید کہ "فرمان کہ دارد؟"
یک شہر پر از فتنہ و تو بے خبر آرے — کافر صفتاں را غم ایمان کہ دارد؟
بیچارہ دلم ایں جگر سوختہ کز تست — نزدیک بر دیش نمکدان کہ دارد؟

---

[1] درین غزل محذوف ست

این سر کہ لگد کوب تو شد گر تو نہ خواہی
خسرو چہ کند در رہِ جولان کہ دارد؟

۴۹۱

روئے کہ تو داری گلِ سیراب نہ دارد — شیرینیٔ لعلت شکرِ ناب نہ دارد
قدّے کہ تو داری نبود سرو رواں را — چوں زلفِ تو چیں سنبلِ پُرتاب نہ دارد
در خواب تواں دید خیالِ رخِ خوبت — اما چہ کنم دیدۂ من خواب نہ دارد
زاں لحظہ کہ زاہد خمِ ابروئے ترا دید — پروائے نماز و سرِ محراب نہ دارد
خسرو بہ خیالِ خط و لعلِ تو شب و روز
جز فکرِ لبِ کشت و مئے ناب نہ دارد

۴۹۲

دل نیست کہ در وے غمِ دلدار نہ گنجد — سنداں بود آں دل کہ درو او یار نہ گنجد
در دل چو بود عشق، نہ گنجد خرد و عقل — در مجلسِ خاصِ ملک اغیار نہ گنجد
آں را سخنِ عشق رسد کو بدل از دوست — صد تیرِ بلا گنجد و آزار نہ گنجد
جانا بدلِ تنگ من اندوہِ تو بسیار — ور گنجد و صبر اندک و بسیار نہ گنجد
گفتی کہ "غم دیدۂ و دل خور، مگری زار" — خوشیٔ دل و دیدہ دریں کار نہ گنجد
گر حسن فروشی بہ دگر جلوہ بروں کے — تا در ہمہ بازار خریدار نہ گنجد
خواہیم کہ نقلے ز دہاں تو بخواہیم — بیہودہ چہ گوئیم چو گفتار نہ گنجد
دیوار و درت در دلِ من خانہ گرفتند — ہر چند کہ در دل در و دیوار نہ گنجد
کو شد کہ رہد خسرو بیدل ز غمت لیک
با حکمِ قضا حیلہ و ہنجار نہ گنجد

۴۹۳

چوں[1] مرغِ سحر از غمِ گلزار بہ نالد — از غم دلِ دیوانۂ من زار بہ نالد

---

[1] غزل درن محذوف ست — [2] غزل محذوف درن

هرگہ کہ بگوشش برسد نالۂ زارم ¦ بر دردِ من سوختہ دل زار بنالد
بر سوزشِ من جانِ زن و مرد بسوزد ¦ وز نالۂ زارم در و دیوار بنالد
اے آں کہ ز دردت خبرے نیست مکن عیب ¦ گر سوختۂ از دل افگار بنالد
خسرو اگر از درد بنالد چہ تواں گفت
عیبے نتواں کرد کہ بیمار بنالد

۴۹۴

یارم چو بخندہ دہنِ بستہ کشاید ¦ وائے آں کہ ببویش نظرِ بستہ کشاید
مردیم بکویش، مگر آں نرگسِ پُر خواب ¦ بر ما چہ شود گر بصرِ بستہ کشاید
آں کس کہ کمر بستہ بخونِ ہمہ شہرے ست ¦ در کلبۂ ما کے کمرِ بستہ کشاید
گر من بہ چمن نالہ کنم غنچہ از آں درد ¦ ہرگز نتواند کہ سرِ بستہ کشاید
بندی درِ خود بر من و حلقہ نزنم زانک ¦ آں بخت ندارم کہ درِ بستہ کشاید
از خار ببندد گذرِ چشم و ندانم ¦ جز تو دگرے کایں گذرِ بستہ کشاید
از گریہ جگر بست دلم اہل دلے کو؟
کز چہرۂ خسرو جگرِ بستہ کشاید

۴۹۵ ¦ ب

جائے گذرت اے بتِ چالاک نیفتد ¦ کز ہر طرفے در جگرے چاک نیفتد
در عرصۂ بستانِ جہاں، سرو قبا پوش ¦ خیزد بے اما چو تو چالاک نیفتد
گر در رہِ پائے تو نخواہد کہ کند فرش ¦ نورِ مہ و خورشید بر افلاک نیفتد[2]
ہر بار میا پیشِ منِ خستۂ بے دل ¦ تا ایں دلِ بدبخت بناپاک نیفتد

---

[1] غزل محذوف در ن
[2] در ن بیت ذیل اضافہ است ؎
خواہم کہ ز سر خیزم و در پائے تو افتم ※ جاں باز چو من عاشق بے باک نیفتد

اے شوخ مکن لاغ کہ خوش کرد ترا عشق　　شعلہ زپے لاغ بہ خاشاک نیفتد
خوش می گذری بے خبر از گریۂ خسرو
ہش دار کت آہِ دلِ غمناک نیفتد

۴۹۶

آں را کہ غمے باشد و گفتن نتواند[1]　　شب تا بسحر نالد و خفتن نتواند
از ما بشنو قصۂ ما ورنہ چہ حاصل　　پیغام کہ باد آرد و گفتن نتواند
بے بوئے وصالت نکشاید دلِ تنگم　　بے بادِ صبا غنچہ شگفتن نتواند
از اشک زدم آب ہمہ کوئے تو تا باد　　خاشاک سرِ کوئے تو رفتن نتواند
شوریدہ تواند کہ کند ترکِ سرِ خویش　　ترک سرِ کوئے تو گرفتن نتواند
اندر دلِ ما عکسِ رخِ خوبِ تو پیدا ست　　ز آئینہ کسے چہرہ نہفتن نتواند
جوئیدہ چہ سہل ست کہ بر خود نکند سہل
فرہاد چو خسرو رہِ رفتن نتواند

۴۹۷

من سرو ندیدم کہ ببالائے تو ماند[2]　　بالائے تو سروے ست کہ گل می شگفاند
بگذار کہ ایں عاشقِ دل سوختہ بے تو　　یک لحظہ نماند کہ بیک جائے نماند
ترسم کہ بکامِ دلِ دشمن بنشینم　　با آں کہ فلک با تو بکامم بنشاند
فریاد کہ از تشنگیم جاں بلب آمد　　کس نیست کہ آبے بہ لبِ تشنہ رساند
فریاد کہ بیداد زحد بردی و، از تو　　فریادرسے نیست کہ دادم بستاند
دیوانہ اے در سلسلہ گر بوئے تو یابد　　دیوانہ شود، سلسلہ درہم گسلاند
وقت ست کہ بیدار شود دیدۂ بختم　　وز چنگِ غم و درد و عذابم برہاند
آساں شود ایں مشکلِ درویش تو امشب　　کاحوال جہاں جملہ بیک حال نماند

---

[1] و [2] ہر دو غزل محذوف است در ن

مابندۂ خسرو کہ بسختی بنہد دل
ہم عاقبتش بخت بمقصود رساند

۴۹۸

ہر کس کہ تقرّب[1] وصالِ تو نہ جوید | واندر رہ ادراک جمال تو نہ پوید
فردا کہ شب وعدۂ دیدار سر آید | رہبر نبود سوے تو چنداں کہ نہ جوید
فردا کہ تو در گلشنِ فردوس خرامی | طوبیٰ ز ادب آں ست کہ در راہ نروید
شک نیست کہ چرخ از پے صد دور بیاید | مہر تو ز ہر ذرۂ خاکم کہ بروید
فریاد ز غوغاے رقیباں کہ نماند | تا با تو کسے درد دلِ خویش نگوید

دیدار حرام ست کسے را کہ چو خسرو
از دیدہ بخونِ دلِ خود دست بشوید

۴۹۹

کجا بودی بگو اے سروِ آزاد؟ | کہ روئیت دیدم و اقبال رو داد
بہر جانب ہمی رفتم ز مستی | کہ ناگہ چشم مستت بر من افتاد
لبت ہمشیرہ شد با جانِ شیریں | بداں گونہ کہ عشق و فتنہ ہمزاد
بگرداں روے از من گر توانی | کہ من پابستم و تو مرغ آزاد
تو نازک[2] چوں را فغانم نرنجی؟ | کہ از فریاد کوہ آید بہ فریاد
بدم چندیں چہ خاکستر شد ایں دل | کہ گر ما خوردگاں را خوش بود باد

بکویش خاک شد بیچارہ خسرو
فدائے خاک پاے آں صنم باد

---

[1] غزل محذوف در ن     [2] بیت محذوف در ن و بہ جایش دو بیت ذیل اضافہ است

نصیحت گو تو دردِ من نہ دانی | کہ من یک بسملم تو مرغ آزاد
چو با جاں خواست رفتن یادش اے دل | رہا کن تا بمیرم ہم دریں یاد

۵۰۰

ندانم تا ترا در دل چه افتاد؟ | که دادی صحبت دیرینه از یاد
بمردم ای نه رویت چشم بد دور | کجا این دیده بر روی تو افتاد؟
تغافل کردنت بی فتنه ای نیست | فریب صید و باشد خواب صیاد
مرا گرد سر آن چشم بیمار | بگردان لیک قربان کن نه آزاد
چو یاد عاشقان در دل غم آرد | نمی دارم روا کز من کنی یاد
چو ذوق عشقبازی می شناسم | من از تو جور خواهم، دیگران داد
مسلمانان بسلطان باز گوئید | که ره می افتد اندر شهر آباد
تو از من کی بری گر مهربانی؟ | بنا میزد دلی داری چو فولاد
اگر من شاد خواهم بی تو دل را | مبادا هیچ گه یارب دلم شاد
دلا وقت جفا فریاد کم کن | که هنگام وفا خوش نیست فریاد

مکن خسرو حدیث عشق شیرین
اگر با خود نداری سنگ فرهاد

۵۰۱

برفت آن دل که با صبر آشنا بود | چه می گویم نمی دانم کجا بود؟
همه شب دیده ام خفتن نداده ست | که بوی گل رخ من با صبا بود[2]
منال ای بلبل از بدعهدی گل | که تا بوده ست خوبی بیوفا بود
زما یادش دهی گه گاه ای باد | گذشت آن وقت کاو را یاد ما بود
غنیمت دان وصال ای همنشینش | خوش آن وقتی که آن دولت مرا بود

---

[1] غزل درن محذوف است [2] درن بیت ذیل اضافه است سه

از آن بی دل زند فریاد بلبل ؛؛ که او سال تمام از گل جدا بود

توای زاہد کہ اندر کوئے اوئی — چگونہ می توانی پارسا بود
ز در بیرون مرا بیگانہ دارم — کہ ایں بیگانہ وقتے آشنا بود
غمت بس بوْد بد گفتن چہ حاجت؟
ترا گر کشتنِ خسرو رضا بود

۵۰۲

مرا[1] با تو کہ شب بیداری بود — ز تو نازے واز من زاری بود
نہ بُد جاے دلیری در غمِ عشق — کہ بخت خفتہ را بیداری بود
صبوری گرچہ بس دیوانگی کرد — شبش با آشنایاں یاری بود
بشغلِ دیدنت خوش بود جانم — اگرچہ خلق را بیکاری بود
نظر بازی مرادی داشت باآنک — دلِ درماندہ را دشواری بود
جمالت آشتی داد آں کہ یک چند — میانِ جان وتن بیزاری بود
جز از خونِ دلم شربت نمی خورد — کہ چشمت را عجب بیماری بود
فراواں گرم پرسی کرد آں ہم — ز آبِ دیدہ ام دلداری بود
غنیمت داشت خسرو عزّتِ خویش
کہ بختِ خفتہ را بیداری بود

۵۰۳

شکر پیشِ لبت شیریں نگویند — رخت را لالہ و نسریں نگویند
ز دیدہ می کنم شکرِ جفایت — اگرچہ ظلم را تحسیں نہ گویند
من از تو کشتہ گشتم واے وصدواے — گرت حالِ من مسکیں نہ گویند
دل گم گشتہ گر یابم نشانش — در آں گیسوے چیں در چیں نہ گویند

---

[1] غزل درن محذوف است

دلا گر جاں ستد خواہش مکن زانک | بتا خیرے سخن چندیں نہ گویند
چنانش[1] لطف ہا کردہ است زنہار | کہ باآں کافرے دیں نہ گویند
کند خلقے دعائے صبر و عاشق | زکین عاشقاں آمیں نہ گویند
برا و من عاشقم و ر پرسد آں ماہ | ہمہ چیزش بگویند ایں نہ گویند

کساں کایں قصۂ خسرو شنیدند
حدیث خسرو و شیریں نہ گویند

۵۰۴

سخن[2] پیشِ رخش زیبا مگوئید | حدیثِ لالہ خود آنجا مگوئید
ہمی گویند کاں یکتا چہ نیکوست | درا و شرحے ست کاں یکتا مگوئید
من از غم گر بمیرم خود کساں را | بگوئید ایں خبر، او را مگوئید
پیامے بشنوید از من ولیکن | نباشد یار تا تنہا مگوئید
من از تیغ کرشمہ کشتہ گشتم | کشندہ حاضر است اما مگوئید
دہن نزدیکِ رخسارش میارید | سخن در گوشِ آں از ما مگوئید
بگوئیدش غم و رنج من و دل | ولیکن از زبانِ ما مگوئید

چہ باشد ابر پیشِ چشمِ خسرو
بہ بازی قطرہ با دریا مگوئید

۵۰۵

ت

رخ آں شوخ پنہانی ببینید | کمال صنع یزدانی ببینید
درآں شکل و درآں چشم و درآں رو | ہمہ عالم بہ حیرانی ببینید
دلم برد و چو گفتم کافری کرد | مسلماناں مسلمانی ببینید

---

[1] بیت محذوف در ن

[2] غزل در ن محذوف است

زنخ را تا بپوشیده ست از خط ‌‌ ‌ ‌ ‌ ‌ در آں چہ حالِ زندانی ببینید
منِ بیچارہ را کشتہ ست خوش خوش ‌ ‌ ‌ ‌ ہمی خندد پشیمانی ببینید[ل]
چہ دارید م زعشق اے دوستاں باز ‌ ‌ ‌ ‌ رخ آں دشمنِ جانی ببینید
مرا از نالہ و زآہِ دم سرد ‌ ‌ ‌ ‌ زدل تا سینہ ویرانی ببینید
ہمی جوید وفا از خوبرویاں ‌ ‌ ‌ ‌ دلم را حدِّ نادانی ببینید
رخ خسرو غبار آلود می دید
برآں در نقشِ پیشانی ببینید

۵۰۶

لب از تو وز شکر پیمانہ اے چند ‌ ‌ ‌ ‌ رخ از تو وز ختن بتخانہ اے چند
چو در پیمودن آرے خرمنِ حسن ‌ ‌ ‌ ‌ روا کن سوئے مہ پیمانہ اے چند
درازی ہست در موئے تو چنداں ‌ ‌ ‌ ‌ کہ می باید بہر مو شانہ اے چند
بیا زار دگرت زاں شانہ موئے ‌ ‌ ‌ ‌ بہ پیشت بشکنم دندانہ اے چند
سرِ آں روئے آتشناک گردم ‌ ‌ ‌ ‌ بباید شمع را پروانہ اے چند
بزلف و عارضت دلہائے سوزاں ‌ ‌ ‌ ‌ شب ست و آتش و دیوانہ اے چند
مخسپ امشب کہ از بیخوابیِ خویش ‌ ‌ ‌ ‌ بگویم پیش تو افسانہ اے چند
زچشمم دانہ دانہ می چکد آب ‌ ‌ ‌ ‌ چو مرغاں قانعم با دانہ اے چند
خوشم با عشق تو بے عقل و بے جان ‌ ‌ ‌ ‌ نگنجد در میاں بیگانہ اے چند
برآ گردِ دلم کز جستجویت ‌ ‌ ‌ ‌ مرا ہم کشتہ شد ویرانہ اے چند

---

ل بعدہٗ درن بیت ذیل زائد است ؎
بہ بینید آشکارا روئے آں ماہ ؛؛؛ دلم را داغ پنہانی ببینید
ل درن غزل محذوف است

براتم کن ز لب بوسی د بنو لیس — ہم از خونِ دلم پروانہ اے چند
وگر نیست زندا ز غمزۂ مست
۵۰۷ — زخسرو بشنود افسانہ اے چند

زاہلِ عقل بپسند د خرد مند — کہ دارد رفتنی را پائے در بند
نصیب امروز برگیر از متاعے — کہ فردا گرد دش غیرے خداوند
لباسِ زندگی بر خود مکن تنگ — کہ چوں شد پارہ نتواں کرد پیوند
بصورت خوش مشو از روئے معنی — نئے خامہ نکوتر از نئے قند
نصیحت گوہرے داں کاں نزیبد — مگر در گوشِ دانا و خرد مند
مخور غم بہر فرزندے و مالے — کہ مالت دیں بس ست و صبر فرزند
بر عنائی منہ بر خاکیاں پائے — کہ ایشاں ہمچو تو بودند یکچند[1]
شنوا دوست پند، اما چو خسرو
مشو کو گوید و خود نشنود پند
۵۰۸

مرا تا با[2] تو افتادہ ست پیوند — نہ در گوشم نصیحت رفت و نہ پند
دل من می جہد ہر لحظہ از جائے — بہ دیدارت چنانم آرزو مند
نہ دارم صبر اگر باور نہ داری — بگیر اینک بیا دستم ببو گند
کہ نئے رسمِ محبّت من نہادم — کہ رفتہ ست اول ایں حکم از خداوند
ز بامِ آسماں فرّاشِ فطرت — بر آمد، زیر پا ایں طشت افگند
دلم خوں ست از شوقِ وصالت — چو مادر در فراقِ کشتہ فرزند

---

[1] درین بیت ذیل زائد است س
اگر خواہی نہ بینی رنج بسیار ※ بہ اندک مایہ راحت باش خورسند
[2] غزل درین محذوف است

هزاراں چشمہ از چشمم روان ست — کہ سنگیں تر غمے دارم ز الوند
نباشد حالِ مشتاقانِ بیدل — زجاناں بیش ازایں مہجور خرسند
بروئے خسروِ بیجان دلِ زار
تنِ بیچارہ بے جاں بیش پسند

۵۰۹

ازآں اہل نظر درغم اسیرند — کہ منظوراں بغایت بے نظیرند
دیت ازخوبرویاں جست باید — بہرجائے کہ مشتاقاں بمیرند
نیایند اہل دل درچشم خوباں — کہ ایناں تنگ چشم آناں حقیرند
کساں کز دست ودل خونیں بخوردند — اگر پیرند ہم طفلے بر شیرند
زہے عمیر درازِ عاشقاں گر — شب ہجراں حساب عمر گیرند
بدیدارے کہ بنمایندم از دور — پذیرفتم بجاں گرجاں پذیرند
درونِ دیدہ شانم نیکواں را — اگرچہ راست در بالا چو تیرند
ز دردت مردمانِ چشم خسروؔ
درآبِ دیدہ مرغ آب گیرند

۵۱۰

لبت[1] راجاں تواں خواندن ولیکن — نہ می دانم کہ آں خط راچہ خوانند
مرنج اے پاک دامن! عاشقانت — اگر بر چشم تر دامن نشانند
"نخواہم زیست، زخمِ عشق کاری ست — رقیباں را بگو تیغم نرانند"
مکن بر ما نصیحت ضائع اے شیخ — کہ مستاں لذت تقویٰ ندانند
بگو پیشِ صبا گہ گہ پس از ما — کہ اہلِ خاک خدمت می رسانند
بجائے کز گلِ رویت چکد خوئے
دو چشمِ خسروؔ آنجا خوں فشانند

---

[1] غزل محذوف درن

۵۱۱ چو نقشِ صورتش در آب و گل ماند — دلم در بندِ خوبان چگل ماند
بداں میم دہان زرد غنچہ لا صفے — بصد رُو پیش آں رو منفعل ماند
گلِ سیراب من در باغ بشگفت — گلِ صد برگ از رُویش خجل ماند
خدنگِ غمزۂ تر کاں شکارے — گذشت از دل ولے پیکاں بہ دل ماند
چو دید آں قد و آں قامت صنوبر — ز حیرت در چمن پا یش بگِل ماند
بشہرِ عشق ہر کو رفت روزے — گرفتار ہوائے معتدل ماند

بقرباں خونِ خسرو ریز، مندیش
کہ قتلِ او مباح و خوں بحل ماند

۵۱۲ بہر دردے و غمے دل مبتلا شد — چرا یک بارہ یار از ما جدا شد؟
بہ بیداد دوستانِ خود بہ یک بار — دریغا حاجتِ دشمن روا شد
بہ رندی و بشوخی و بصد ناز — دل از من برد و آں گہ پارسا شد
شب از ہمسایہ ہا فریاد برخاست — مرا نالیدنِ شبہا بلا شد

وفا و مہربانی کرد با خلق
چو در خسرو آمد بیوفا شد

۵۱۳ دلم زیں ساں کہ زار و مبتلا شد — از آں نا مہربانِ بیوفا شد
مبادا زاہ کس آں روئے راخوئے — اگر چہ جانِ مسکیناں بنا شد
بیا بر دوستاں اے جاں روا کن — ہر آں تیرت کہ بر دشمن قضا شد
مرادت گر ہلاکِ چوں منے بود — بحمد اللہ کہ آں حاجت روا شد
مرا وقتے خوشے بودہ ست در دل — مسلماناں ندانم تا کجا شد؟

---

لہ و لہ سر دو غزل محذوف در ن — سہ در ن بیت ذیل زائد است ؎
شب از ہمسایگاں فریاد برخاست ٭٭ مرا نالیدنِ شبہا بلا شد

دم سرو خراں را سکتہ نوزد — چمن بے برگ و بلبل بے نوا شد
چرا می نالد ایں مرغ چمن زار — مگر او نیز از یاراں جدا شد
مکن بر خسروِ دل خستہ جورے
اگر او لطف ناکردہ رہا شد

۵۱۴

چو ماہ[1] روزہ از اوجِ سما شد — زدو رِ روزہ دوراں بے ضیا شد
برابروئے ہلالِ عید بنگر — ہلالِ ابر دم از من جدا شد
از آں آبے کہ بگذشتت از سرِ خم — پیالہ با صراحی آشنا شد
مرا کآبِ دو چشم از سر گذشتہ ست — عجب بنگر کہ گل بودہ صبا شد
گلش را سبزہ نارستہ کیا رست — چناں مردم مگر مردم کیا شد
از آں محرابِ ابرو یاد کردم — نمازے چند نیز از من قضا شد
نگر مجنوں شناسد حالِ من چیست — کہ در ہجرانِ لیلیٰ مبتلا شد
ہمہ گل می دمد از دیدہ در چشم — خیالِ روئے او مارا بلا شد
در آبِ دیدہ سرگرداں چہ ماندہ ست — مگر سنگیں دلِ من آشنا شد
دو چشمِ خسرو از باریدنِ در
کفِ شاہنشہِ باراں عطا شد

۵۱۵

بملکِ فتنہ تا زلفش علم شد — زجا بہا عارضِ او را حشم شد
فرشتہ گر گناہے می نوشتے — رخت چوں دید مرفوع القلم شد[2]
نشیں یک دم کہ یابد نیم عمرے — گرفتارے کہ عمرِ او دو دم شد
نہ می دیدی بمن از ننگ دیدی — مرنج ارزیں قدر قدر تو کم شد

---

[1] غزل درن محذوف است [2] درن بیت ذیل زائد است ؎
زخاموشی بہ خواہی کشت مارا ٭ دو لعلت بہر جانِ ما بہم شد

کسے بدرد وزیٔ خسرو شناسد
که او درماندهٔ شبہاۓ غم شد

۵۱۶

دل[۱] عاشق چرا شیدا نباشد　　بعشق اندر جهاں رسوا نباشد
نگوئی تا بکے اے شوخ دلبر؟　　ترا پرواۓ حال ما نباشد
به بستانِ لطافت سرو باشد　　وے چوں قد او رعنا نباشد
کدامیں دیده در وے نیست حیراں؟　　مگر چشمے که او بینا نباشد
نه دل باشد که غافل باشد از یار　　نه سر باشد که پُر سودا نباشد

بسوۓ دل ز خسرو در تو بستم
که با غیر توُ ام پروا نباشد

۵۱۷

دل[۲] ما را شکیب از جاں نباشد　　ورا ز جاں باشد از جاں نباشد
مرا دشوار از او باشد صبوری　　ز جاناں دل صبور آساں نباشد
نباشد ناله عیب از دردمندی　　که دردش باشد و درماں نباشد
مرا چوں عشق مهماں ست حاکم　　فضولی ترا زایں مهماں نباشد
غمت شد در دلِ شوریده ساکن　　که جاۓ گنج جز ویراں نباشد
ندارد مه جمالِ روۓ خوبت　　وگر ایں باشد اما آں نباشد

خیالت گر بمہمانِ من آید
دلم را جز جگر مہماں نباشد

۵۱۸

وفا در نیکواں چنداں نباشد　　ترا خود ہیچ بوۓ زاں نباشد
مرا گوئید منگر در جواناں　　که خوبی جز بلاۓ جاں نباشد
نظر در روۓ تو خود کرده ام من　　بلے خود کرده را درماں نباشد

---

[۱] غزل محذوف در ن
[۲] غزل در ن محذوف است

دلم بر بُت پرستی خوگرفته ست — مسلماں بودنم امکاں نباشد

مرا بهرِ تو کافر میکند خلق — خود اہلِ عشق را ایماں نباشد

مرو از سینہ بیروں گرچہ دانم — کہ یوسف را سرِ زنداں نباشد

ز ہجراں سوخت خسرو دہ کہ در عشق

چہ نیکو باشد از ہجراں نباشد

۵۱۹

کسے کز[1] عاشقی بیزار باشد — اگر طاعت کند بیکار باشد

مفرح خاطرے کازار بیند — مبارک سینۂ کافگار باشد

دے کز نیکواں دردے ندارد — چو سنگے داں کہ در دیوار باشد

جگر خواری کن آنجا گر توانی — کہ مہمانِ شکر بسیار باشد

تو خفتہ حالِ بیداراں چہ دانی — کسے داند کہ او بیدار باشد

غلط کردم ستم میکن کہ خوبی — ترا از داد کردن عار باشد

نوازش کن کہ خسرو عاشقِ تست

کہ آسایش کشتی دشوار باشد

۵۲۰

بتے مانند[2] تو مہوش نباشد — دگر باشد چو تو سرکش نباشد

توئی طرفہ سوارے زاں کہ خورشید — بود برابر د برابرش نباشد

زآہم تیر بتاں ہم مرا کش — ترا گر تیر در ترکش نباشد

خوشم من گر کشی زارم اگرچہ — کسے در کشتنِ خود خوش نباشد

ندانم زیستن در خونِ خسرو

اگر آں چشم کافر وش نباشد

۵۲۱

چمن[3] را رنگ و بو چندیں نباشد — چمن را جعد مشک آگیں نباشد

---

[1] غزل محذوف در ن   [2] و [3] ہر دو غزل در نسخۂ ن موجود نیست

لبت را جاں نخواہم حاشَ لِلّٰہ — کہ جاں ہرگز چنیں شیریں نباشد
بہ زیبائی رُخت را مہ نہ گویم — کہ مہ را مشتری چندیں نباشد
جمالِ خوب کے باشد پری را؟ — کہ شب یار و زہم بالیں نباشد
ترا ہرگز خود اے بدعہد بے مہر — غمِ حالِ منِ مسکیں نباشد
مسلماناں من آں بت می پرستم — کہ در بتخانہ ہاے چیں نباشد
شما دیں از منِ بیدل مجوئید — کہ ہرگز بیدلاں را دیں نباشد

مرا گوئید در ہجراں مخور غم
کسے بے دوست چوں غمگیں نباشد

۵۲۲

دلے دارم[1] کہ جز جاناں نخواہد — ہمیں معشوقہ خواہد جاں نخواہد
اگر جاں خواہد از دے خوبروے — رواں بدہد ز من فرماں نخواہد
مرا گوئید "ساماں نداری" — کسے از عاشقاں ساماں نخواہد
گذر در کوئے ما آں دوزخی راست — کہ جا در روضۂ رضواں نخواہد
سرم زیں پس و شمشیرِ خوباں — کسے تا خونِ من زالیشاں نخواہد
مفرما صبر کاں را ہر کہ دیدہ ست — صبوری از منِ حیراں نخواہد
غم آمد در دلِ تنگم، ندانست — کہ در تنگی کسے مہماں نخواہد

بہ رنجم گر تو خسرو را نہ خواہی
تو خواہی لیک ایں حرماں نہ خواہد

۵۲۳

دلم بے[2] وصلِ جاناں جاں نہ خواہد — کہ عاشق جانِ بے جاناں نہ خواہد
دلِ دیوانگاں عاقل نہ گردد — سرِ شوریدگاں ساماں نہ خواہد
طبیبِ عاشقاں درماں نہ سازد — مریضِ عاشقی درماں نہ خواہد

---

[1] و [2] ہر دو غزل در نسخۂ ا ن موجود نیست

اگر صد روضہ بر آدم کنی عرض | بروں از گلشنِ رضواں نہ خواہد
ور ش صد ابنِ یامین ہست یعقوب | بغیر از یوسفِ کنعاں نہ خواہد
اگر گویم، خلافِ عقل باشد | کہ مفلس ملکتِ خوباں نہ خواہد
کجا خسرو لبِ شیریں نہ جوید؟ | چرا بلبل گُلِ خنداں نہ خواہد
دلم جز روے و موے گل عذاراں | تماشائے گُل و ریحاں نہ خواہد
ز رُو دیش می گریزد زلفِ مشکیں | کہ بند و صحبتِ خاقاں نہ خواہد

از آں خسرو ز دہلی رفت بیروں
کہ ملکِ ہند دیٖ سلطاں نہ خواہد

۵۲۴

از آں[1] سنبل کہ گُل سر بار دارد | گُلِ طبعِ مرا بر خار دارد
نہ دارد گوئیا قطعاً سرِ من | سرِ زلفش کہ سر بسیار دارد
خطِ شیریں بہ زیرِ لب چو طوطی ست | کہ شکر پارہ در منقار دارد
تو خورشیدی و جانم ذرّہ آسا | ہوائے عشقت اے دلدار دارد
خطا باشد کہ زلفت مشک خوانم | کہ در ہر چیں دو صد تاتار دارد
نَیَم بلبل چرا آں زاغِ زلفت | نشیمن گاہ در گلزار دارد

زبارِ ہجر خسرو بر نگردد
کہ با روے وصالش کار دارد

۵۲۵

سوادِ[2] من کہ رہ در سینہ دارد | زباں پُر مہر و دل پُر کینہ دارد
خیال اسپ او شطرنج بازی | ہمہ با استخوانِ سینہ دارد
زشم بوسیدنِ شکّر دہاناں | سمندِ او بپا شیرینہ دارد
از ایں عیش ما و درویشی چو درویش | ہوس پوشیدہ پشمینہ دارد

---

[1] و [2] ہر دو غزل درن محذوف است

کند بر ما جفا ہا وُ ندانند کہ حقِ صحبتِ دیرینہ دارد
ازایں مرنیست امروزینہ ایں جور کہ دل بر دوستاں پُرکینہ دارد

دلِ خسرو بیا مالد نترسد
مگر پا بر سرِ گنجینہ دارد

۵۲۶
فلکؔ باکس دلِ یکتا نہ دارد زصد دیدہ یکے بینا نہ دارد
درختِ دہر سرتا پائے خاراست توکل جوئی دٗ او اصلانہ دارد
جہاں از مردمیہا مرداں را نویدے می دہد امانہ دارد
کسے از ہفت بامِ چرخ بگذشت کہ باغِ ہشت درباد انہ دارد
کسے کایں جا مُرَبّع می نشنید درایوانِ متمّن جاندارد

چرا خسرو نیندیشی تو امروز؟
ازاں فردا کہ بس فردانہ دارد

۵۲۷
بتے کز دیدنش جاں مست گردد درونِ جانِ من پیوست گردد
مگو" کز دیدنِ من چیست حالت" چو دیوانہ کہ از مئے مست گردد
چو در گیسو گرہ بندی، بسا دل کہ اقطاعِ ترا دربست گردد
دلے کز سنگ صد بار آہنیں تر زیک پیکانِ چشمت پست گردد
ببیں درجانِ من، مخرام جانا کہ دیدہ زیرِ پایت پست گردد

اگر خامہ کند وصفِ جمالت
کہ خسرو را قلم در دستِ گردد

۵۲۸
جفا کن بو کہ ایں دل باز گردد دمے با جانِ من دمساز گردد

---

۱؎ غزل دراں محذوف است ۲؎ غزل محذوف دراں

بہ رعنائی چنیں مخرام و مستیز | کہ شہرے نیم کشتِ ناز گردد ۱؎
چو نامت گویم و نالہ برآرم | دل و جاں ہمرہِ آواز گردد
چو ما مُردیم بکشا روے و بگذار | کہ درہائے قیامت باز گردد
چہ جائے عافیت باشد دلے را؟ | کہ گردِ غمزۂ غمّاز گردد
گر آہو چند تگ دارد نشاید | کہ گرد ترک تیرانداز گردد

کند افسانۂ روز بد خویش
شبے گر خسروت ہمراز گردد

۵۲۹ ۲؎

زہر تن چشم او جاں را بدزدد | زہر دل زلفش ایماں را بدزدد
ہزاراں عمر باید مزدِ دُزدیش | چو آں عیارِ ما جاں را بدزدد
بتِ محمل نشیں زاں رہ کہ رفتہ ست | رہے خواہد بیاباں را بدزدد
خوش آں ساعت کہ از دے بوسہ خواہم | وے آں لب ہائے خنداں را بدزدد
چو دزدانم کشد آں دُرّ و گوہر | چو گاہِ خندہ دنداں را بدزدد
غمش وز دیدہ عقلے را کہ دیدہ ست | ز دیدہ اشکِ غلطاں را بدزدد

نخسپد کس شب از افغانِ خسرو
اگرچہ در دل افغاں را بدزدد

۵۳۰ ۳؎

زمانہ چوں تو دل جوئے ندارد | فلک مثل تو مہ روئے ندارد
بنامی زد نسیمے کاں تو داری | گلِ سوری از آں بوئے ندارد
چو بدخوئی کند چشمِ تو با من | دلم گوید کہ بد خوئے ندارد

---

۱؎ در ن بعدہٗ بیت ذیل نیز آمدہ است ؎
نہ گویم حالِ خود باکس نہ خواہم | کہ کس با دردِ من انباز گردد
۲؎ غزل در ن محذوف است ۳؎ غزل محذوف در ن

تنِ من موئے شد بہرِ میانت | چو بہرہ از میاں موئے ندارد
سرِ من بر سرِ زانوست از تو | سرِ من ہیچ زانوئے ندارد

سخن بشنو نگر از بندہ خسرو
جہاں چوں او سخنگوئے ندارد

۵۳۱

دلے کو چوں تو دلدارے ندارد | براہلِ عشق مقدارے ندارد
زسرتا پائے زلفت یک شکن نیست | کہ در ہر مو گرفتارے ندارد
نہ دانم زاہدے کز کفرِ زلفت | بہ زیرِ خرقہ زنّارے ندارد
کدا میں گل بہ بستاں سرخ روید؟ | کہ از تو در جگر خارے ندارد
دہانِ پستہ ماند با دہانت | ولیکن نغز گفتارے ندارد
کسے کو روئے تو دیدہ ست ہرگز | نظر بر بندِ غم خوارے ندارد
من از خم خانہ اے دردی کشیدم | کہ آنجا محتسب کارے ندارد
کہ آب خوش خورد از عقل آں کس | کہ رہ در کوئے خمّارے ندارد
بیا و دست گیرا فتادہ اے را | کہ جز تو در جہاں یارے ندارد

مگو کز ہجرِ من چوں ست خسرو
امیدِ زیستن بارے ندارد

۵۳۲

دلِ من خوں شد و جاناں نداند | دگر گوئیم قدرِ آں نداند
مسلماناں کرا گویم غمِ عشق | کہ کس کارِ مرا ساماں نداند
مسیحا مردہ داند زندہ کردن | ولے دردِ مرا درماں نداند
چہ سود ایں رنج دیدن چوں منے را | کہ اندوہِ من ایں ناداں نداند
دلِ دیوانہ اے خود کام دارم | کہ فرمانِ مرا فرماں نداند

---

لہ غزل محذوف درن

کسے کاشفتۂ او گشت، زنہار | کہ کارِ عیش را ساماں نداند
مسلماں نیست او در مذہبِ ما | کہ کفرِ عاشقاں ایماں نداند
نباشد عشقبازاں را سرِ عقل | کہ دردِ عاشقی چنداں نداند
یکی سرو رواں ہمسایۂ ماست | کہ رفتن جز میانِ جاں نداند
گہے باشد کہ در مستی لبش را | ببوسم کایں خبر رنداں نداند
نگارینا دل سنگیت ہرگز | حقِ آزردۂ ہجراں نداند

نداند رفت خسرو جز بہ کویت
کہ بلبل جز رہ بستاں نداند

۵۳۳ و

دلم جز کوئے تو مسکن نداند | تماشائے گل و گلشن نداند
ہر آں نظارگی کاں روئے بیند | بجائے خود رہ مسکن نداند
بہ ہر چشمے دریغ ست آں چناں روئے | کہ نامحرم در او دیدن نداند
بجو جرعہ ریخت ہجراں خونِ من وائے | کہ آں ساقیِ مردافگن نداند
گر آں مہ خستم را در یابی اے باد | بہ گوئی آں چناں کز من نداند
فرو خور آہ را اے جان و میسوز | کہ دودِ ما رہِ روزن نداند
حدیثِ درد با افسردگاں نیست | کہ ایں رہ دل شناسد تن نداند

---

لہ بیت محذوف درن | لہ درن دو بیت ذیل زائد است ؎

تو چشم و غمزہ را کشتن بیاموز | کہ کس ایں شیوہ رازی شاں نداند
خیالت بیں بہ چشم تا نہ گوئی | کہ گل رستن بہ شورستاں نداند

لہ بیت محذوف درن | لہ درن بیت ذیل زائد است ؎

بہ روئے سرو توہم باعقل دل گیر ؛؛ کہ ما مستیم و عقل ایں فن نداند

خدا یا دوست کامش دار هر چند
که در دِ خسرو آں دشمن نداند

۵۲۴

اگر چشم تو روزے بر مه افتد ... مه از خورشید باشد در ته افتد
وگر شکلِ زنخدانت ببیند ... روانی آب حیواں در چه افتد
چو در خندیدن آید باغِ رویت ... گل اندر دیدهٔ مهر و مه افتد
کند پیوند عمر از صبح رویت ... چو روزِ عمر گل را کوته افتد
نه خواهم بعد ازیں مه را ببینم ... گذر گر بر منت بعد از مه افتد
برویت خواهم الحمدی بخوانم ... غلط ترسم که در بسم الله افتد
چو خواهد عارضت عشاق را غض ... نظر بر من پس از چندیں گه افتد[۱]

فغاں اے جاں که خسرو در فراقت
چناں افتاد کآتش در که افتد

۵۲۵

صبے[۲] چوں او بدستِ من نیفتد ... دگر افتد چنیں روشن نیفتد
نمی دانم چه سر دارد که تیغش ... مرا خود هرگز از گردن نیفتد
ز بختِ خود پریشانم که یک شب ... سر زلفش بدستِ من نیفتد
نه بیند کس دگر گل را شگفته ... اگر بوئے تو در گلشن نیفتد
تو ناوک می زنی از غمزه و من ... بر او لرزاں که بر دشمن نیفتد
مرد دامن کشاں تا گرد غیرے ... ز خاکِ ره بر آں دشمن نیفتد

---

۱ درین بیت ذیل زائد است ؎

دلم را در سر زلفت ره افتاد ٭ غریباں را به هندستان ره افتد

۲ غزل درین مخدوف است

چو خسرو از توام اے چشم روشن
نظر بر ہیچ سیمیں تن نیفتد

۵۲۶

گر اُو[1] بے یاد ما در مے نیفتد — فراموشیش پے در پے نیفتد
نصیحت می کنم دل را کہ باز آئے — ولیکن دل از اینا پے نیفتد
بریزم خونِ خود بر آستانت — اگرچہ از رُخت ہر پے نیفتد
گہے بر من نیفتد چشمِ مستت — نہ گوئی بامنت تا کے نیفتد
چہ پرسی باتن و جانے پُر از درد؟ — ہماں داں آتش اندر نے نیفتد

اگرچہ افتاد خسرو زو بصد رنج
خدایا رنج من بروئے نیفتد

۵۲۷

خطے[2] از لعلِ جاناں می برآید — کہ دُود از روزنِ جاں می برآید
سرِ زلفش بنفشہ دستہ بستہ — زِ اَطرافِ گلستاں می برآید
برآمد ماہِ تاباں در شب ایں جا — شبے از ماہِ تاباں می برآید
ز کافورِ تو سنبل می زند سر — ز یاقوتِ تو ریحاں می برآید
مسلماناں نگہدارید خود را — کہ کفرِ کج ز ایماں می برآید

دلِ خسرو در آں زلف است دائم
از آں خاطر پریشاں می برآید

۵۲۸

بر سالے[3] کے چنیں ماہے برآید؟ — وگر آید، زچہ گاہے برآید؟
زِ رخسارش، زحسنِ جعدِ مشکیں — کجا از تیرہ شب ماہے برآید؟
اگر آئینۂ حسن ست روشن — بگیرد زنگ، اگر آہے برآید
بسا خرمن کہ یک دم بسوزد — از آں آتش کہ ناگاہے برآید

---

[1] غزل محذوف در ن [2] غزل محذوف در ن [3] غزل محذوف در ن

هم شب تا سحر بیدار باشم | بود کاں مہ سحرگاہے برآید

گدائے گر بکوئے دل فروشد | کہ از جاں بگذرد شاہے برآید

عجب نبود دراں میخانہ خسرو

گر از بیکار گمراہے برآید

۵۳۹

مہ او چوں برماہے بر نیاید | شہے زینساں بہ گاہے بر نیاید

چو زلف کافر ہندو نژادت | ز ہندستاں سیاہے بر نیاید

بہ اورنگ ملاحت تا بہ محشر | چو او گل چہرہ شاہے بر نیاید

دل افروزی چو او خورشید تاباں | ز طرف بارگاہے بر نیاید

گر او را سرو گویم راست ناید | کہ با قدش گیاہے بر نیاید

زمانے نگذرد کز خاک کویش | نفیر دادخواہے بر نیاید

گنہگارم چراکاں آتشم نیست | کز او دود گناہے بر نیاید

برو خسرو کہ آہنگ درائے

دریں کشور ز راہے بر نیاید

ب

۵۴۰

مبر زلف تو یاری را نشاید | کہ دشمن دوستداری را نشاید

اگرچہ زلفت آرد تاب بازی | ولے باد بہاری را نشاید

دلا خود را بہ چشم او مدہ زانک | مقام استواری را نشاید

حریفش بودہ ام شب مگری اے چشم | کہ ایں شربت خماری را نشاید

بجاں کندن رہا کن نیم کشتہ | کہ ایں تن زخم کاری را نشاید

خرابم کرد چشمت راست گفتند | کہ ترک مست یاری را نشاید

---

ب غزل در ن محذوف است

مراں از درکہ خسروؔ بندۂ تست
عزیزش کن کہ خواری را نشاید

۵۴۱
کسیت از آشنایاں یاد ناید — چنیں بیگانہ بودن ہم نشاید
کہ داد آں بخت خوش روزے کہ یارا — ز درہمچوں تو خورشیدے درآید
شبم کالبستن است از قید اندوہ — نہ پندارم کزو صبحے برآید
مخواں در بوستانم اے دوست — کہ آں جا ہم دلم کم می کشاید
زمانے می دہم دل را ولیکن — نہد برجاں ز دیدہ چند باید[ا]؟
مبرآں ناز بازی کردمے باد — کہ مرگِ من ترا بازی نماید
رہے بنا کہ نتواں زیستے بے تو — ولیکن خویش را می آزماید
نگیرد جز گرفتاران دل را
غزلہائے کہ خسروؔ می سراید

۵۴۲
ببیں[۲] تا دیدہ چند افسوں نماید — کہ خود را چوں توئی بیروں نماید
چو طالع شد رُخ میمونت مارا — زمانہ طالع میموں نماید
چو خورشید رُخش بینم مرا چشم — بہر دم نقش دیگرگوں نماید
بخرمنہا سخن سنجد ترازو — لبت چوں خندۂ موزوں نماید
اگر در روئے زردِ من نہ بینی — زہے ایں روکسے را چوں نماید
مبیں در چشم من چندیں کہ بسیار
بچو اندر شیر بینی خوں نماید

۵۴۳
غ
صبا آمد وے دل باز نامد — غریبِ ما بمنزل باز نامد

---

[ا] درین بیت ذیل زائد است — مرا گفتی کہ جاں می باید از تو ٭٭ من بیچارہ را دیگر چہ باید
[۲] غزل درین محذوف است

بدریا غرق شد رخت صبوری | کہ کشتی سوئے ساحل باز نامد
دل ما رفت با محمل نشینے | رود جاں ہم کہ محمل باز نابد[۱]
گرفتارست دل اے پندگو بس | کزیں افسانہا دل باز نامد
بعشقم مست بگذارید زیراک | کس از میخانہ عاقل باز نامد
خلاصِ غیر کن اے زلفِ لیلیٰ | کہ مجنوں را ازآں دل باز نامد
نصیحت زندگاں را کرد باید | کزافسوں مرغِ بسمل باز نامد

بوادیٔ غمش گم گشت خسرو
کہ کس از راہ مشکل باز نامد

۵۴۴

نگارا[۲] از منِ مسکیں چہ خیزد؟ | چرا ہجر تو با ما می ستیزد؟
ہمی خیزد ز زلفت نالۂ دل | چو آں آواز کز زنجیر خیزد
میو شاں روئے را بگذار کز شرم | شود گل آب و در پیشت بریزد
منم خاکِ تو چندیم چہ بیزی؟ | کسے خود خاک را چندیں نہ بیزد

چو جا در سینۂ خسرو گرفتی
درونِ او ز جاں بیروں گریزد

۵۴۵

غمِ من[۳] شادیٔ کس را نہ پرسد | مند گر نرخ اطلس را نہ پرسد
چہ می پرسی؟ مپرس از آتش من | بوقتِ سوختن خس را نہ پرسد
بصد جاں پیشِ او میرم اگر او | فراموشانِ وا پس را نہ پرسد
رقیبت گفت "کے آیم برِ تو؟" | بلا در آمدن کس را نہ پرسد

---

[۱] درن بیت ذیل زائد است ؎
بدریا غرق شد رختِ صبوری ؛ کہ کشتی سوئے ساحل باز نابد
[۲] غزل محذوف درن [۳] غزل محذوف درن

میرس از خسرواں خسرو دمِ عشق
کہ بلبل نام کرگس را نہ پرسد ۵۴۶

از یادِ[1] تو دل جدا نہ خواهد شد — وز بندِ تو جاں رہا نہ خواهد شد
دل را بہ تو دادم و نہ می دانی — چوں می دانم مرا نہ خواهد شد
پیوندِ تو از تو نگسلم ہرگز — تا جامۂ جاں قبا نہ خواهد شد
در بوسہ دمے شمار گو میکن — من می شمرم دغا نہ خواهد شد
یارب بہ کجا گریزم از تیرت؟ — ہر جا کہ روم خطا نہ خواهد شد
میگو سخنے، مترس از غمزہ — مست است و بریں گوا نہ خواهد شد
دردے دارم بسینہ از عشقت — کاں دردِ کہن دوا نہ خواهد شد
گفتی کہ "غلام من نہ شد خسرو"
ہم خواهد شد، چرا نہ خواهد شد؟ ۵۴۷

امشب بتِ ما بنزدِ ما بود — ماهش بہ وبال مبتلا بود
در باغِ وصال می گذشتم — گل در جیب و سرو راستا بود
بیگانہ کسے نبود گر بود — دل محرم و دیدہ آشنا بود
ہوش و دل و صبر باز آمد — ایں ہر دو سہ چند گہ کجا بود؟
از بیخودی آں زماں کہ دیدم — در یوسفِ خود بے بہا بود
می رفت و لے از آبِ چشمم — زنجیرِ مسلسلش بپا بود
ناگہ بہ چمن رواں شد آں مہ — چون سرو کہ بر سر گیا بود[2]

---

[1] غزل محذوف در ن۔ [2] ابیاتِ ذیل در ن زائد اند — آورد خطے کہ نو غلامے ؛ بر بالائش براستی گوا بود
آں عیسیٰ اگر دمم نہ دادے ؛ امید بہ زیستن کرا بود؟ — بر قبلۂ طاقِ ابروانش ؛ حاجت کہ بہ خواستم روا بود
ہنگامِ سحر کشید گیسو ؛ شب رفت، ہنوز بر بجا بود

در خواب غلط بماند خسرو
کایں خواب مرا نبود یا بود

۵۴۸

وقتے دلِ ما از آنِ ما بود　　وانددر دلِ یارِ ما وفا بود
بیگانہ چناں شد آں دل از من　　گوئی تو کہ سالہا جدا بود
صد شکر کہ ہم بہ کوئے او ماند　　آں دل کہ زِ من ہزار جا بود
دیدہ آں کہ خمارِ چشمِ مستش　　خمّار شدار چہ پارسا بود
دی دید مرا و زیستم، لیک　　نادید کہ گردِ آں بلا بود
ہر مور خطش مرا فرو برد　　آں مور چہ گوئی اژدہا بود
خسرو کہ درا و گم ست گوئی
افسانۂ اوست بود و نابود

۵۴۹

عشق آمد و دل ز دست ما برد　　تدبیر ز عقلِ مبتلا برد
عیش و طرب و قرار و تمکیں　　یک یک ز دلم جُدا جُدا برد
ہر دل کہ بسینۂ کسے دید　　یا در کفِ غم سپرد و یا برد
یار آمد و ساخت خانہ در دل　　شاہ آمد و خانۂ گدا برد
ما را کہ ز غم خیالِ گشتیم　　بادِ سرِ زلفِ او زجا برد
سیلابِ غمش در آمد از شہر　　بازارِ ہزار پارسا برد
شب صورت او بخواب دیدم　　تا چشم زدم بہم، مرا برد
دل را می برد سیلِ دیدہ　　اشکم بہ دیدہ خواب را برد
ایں دیدۂ من کہ کور بادا　　پیشِ ہمہ آبروئے ما برد

---

تا ابیات محذوف در ن

مسکیں دلِ بے قرار خسرو
غم، ہیچ ندانمش کجا بُرد ؟

۵۵۰

یارے دلِ ما برائیگاں بُرد — تا دل طلبیم باز جاں بُرد
عشق آمد و گردنِ خرد زد — دُزد آمد و سر زپاسباں برد
ماندیم از آں حریف دل دُزد — زد قلعه و مہرہ رائیگاں بُرد
اے ترک کہ جنبش رکابت — از پنجۂ جا بکاں عناں برد
بگذار کہ در اجل بمیرم — ایں لاشہ کہ آب کارواں برد
دل بر تو بہ کشتنم گماں داشت — شد عاقبت آنچہ او گماں برد
عاشق نہ خود از درِ تو شد دور — بازاغ چہ حیلہ کاستخواں برد ؟[1]
جاں دادم و درد تو خریدم
ایں را تو ببر کہ خسرو آں برد

۵۵۱

تابِ رُخت آفتاب ناورد — زو قالبِ تو شراب ناورد
آں خالِ چو ذرہ، ہوشِ من برد — خشخاش تو ہیچ خواب ناورد
دل دعوئ صابری ہمی کرد — چوں روئے تو دید تاب ناورد
دی بر تو صبا پیامِ من برد — چوں باز آمد جواب ناورد
از گریہ کہ چوں سرم بدردست — چشمم قدرے گلاب ناورد
ایں دیدہ کدام رازِ دل بود ؟ — کز گریہ بروئے آب ناورد
زلفِ تو دلِ مرا بدزدید — رحمت بمن خراب ناورد

---

[1] درین ابیات ذیل اضافہ اند — آں کس کہ ہم زدا آشنا بود — بر تختہ خبر نمی تواں برد
لیکن زجفائے تو تظلم — خواہم بر شاہِ کامراں برد
جمشید زماں کہ در بلندی — ایوانش سبق ز آسماں برد

افسوس کہ خسرو وشش گرفتہ
بیشِ شہِ کامیاب ناورد

۵۵۲ ب

اے ہم نفساں کہ پیشِ یارید　　　این شکر چرا نمی گذارید ؟
مارا مکشید چوں غریباں　　　ہر چند شما ازایں دیارید
جاں خواہم دادزیرِ پایش　　　امروز مرا بمن گذارید
بر دوست برید جان و عقلم　　　کالا ہمہ خصم را سپارید
اے دیدہ و دل اگر بگریید　　　شاید کہ شما گناہگارید
اے محنت و غم سگِ شمایم　　　کز دوست مرا بیادگارید
اے طائفہ اے کہ دردِ تان نیست　　　ہیہات کہ درکدام کارید
گر در دلِ تاں غمے نہ گنجد
بر سینۂ خسرو وش گمارید

۵۵۳

با یار[1] ز من خبر بہ گوئید　　　ویں رازِ نہفتہ تو بہ گوئید
مارا دل و دیدہ بندگی گفت　　　درخدمت آں پسر بہ گوئید
ترکِ رخِ خوب گفتنی نیست　　　ہر چیز کز آں بتر بہ گوئید
جاں می رود و مرا خبر نیست　　　جانانِ مرا خبر بہ گوئید
چشمش منِ مستمند را کشت　　　درگوش وے ایں قدر بہ گوئید
گر ہیچ رخ ولبش بدید ید　　　زرخ گل و گل شکر بہ گوئید
پنہاں چو نماند راز خسرو
در کوچہ و بام و در بہ گوئید

---

[1] غزل محذوف درن

۵۵۴
از رنگِ رخت قمر تواں کرد — وز لعلِ لبت شکر تواں کرد
گر از دہنت خبر تواں یافت — در راہِ عدم سفر تواں کرد
ما ئیم دو دیدہ وقف کردہ — سویت نظرے اگر تواں کرد
بردار ز روئے طرہ کایں دم — شامِ غمِ ما سحر تواں کرد
خسرو چو اسیر گشت بروے
میکن کہ ازایں بتر تواں کرد

۵۵۵
فریاد[۱] ز غمزۂ تو فریاد — کزوے شغبے بعالم افتاد
فریاد رسی، کہ رفت بر چرخ — مارا ز کرشمۂ تو فریاد
تو مردمِ چشمِ ماؤ مارا — بر گوشۂ دل نیاوری یاد
دریاب مرا کہ آہم از غم — چوں صورِ صدائے خسرو درداد
گر واسطۂ وصال نبود
آں کیست کہ نیست با غمت شاد؟

۵۵۶
خطے[۱] کہ قرینِ حال باشد — شک نیست کہ بے مثال باشد
سروے کہ بقامتِ تو مانہ — در قامتِ اعتدال باشد
آں دم کہ تو شرحِ حال گوئی — دانی کہ مرا چہ حال باشد
افسوس بود کہ چوں توئی را — با ہیچو منے وصال باشد
آں را کہ بیادِ تست مشغول — از ہر دو جہاں ملال باشد
ہرگز نکنم خیالِ خوابے — تا در سرم آں خیال باشد
در عہدِ تو آں کجے صبوری — اے دوست کرا مجال باشد
دیگر نکند نشاط پرواز — مرغے کہ شکستہ بال باشد

---
[۱] تا [۱] غزلیات محذوف درن

گویند که بنده می نوازی
خسرو به صفتِ نعان باشد

۵۵۷

ت

گر مه چو تو با جمال باشد — خورشید کم از هلال باشد
بر روے زمیں نظیر رویت — در آئینه هم خیال باشد
ما را که به دیدنت بلا کیم — نادیدنِ تو چه حال باشد
در عهدِ تو واں گهے صبوری — اے دوست کرا مجال باشد
می خواهم سیر بینم آں رخ — گر دستوری ز خال باشد
می کن ستم و جفا که خوبی — گر لطف کنی وبال باشد
بنمائے بگاهِ کشتنم روے — تا خونِ منت حلال باشد
کوته عمر است عاشق ار چه — روزیش هزار سال باشد
تا کے سخنِ وفا، رها کن — خوبی و وفا محال باشد
بوسے ست طمع دل رهی را — اندازهٔ ایں سوال باشد

بشنو ز کرم حدیثِ خسرو
هر چند ترا ملال باشد

۵۵۸

آں را که غمِ تو یار باشد — با خوش دلیش چه کار باشد
صوفی چو شکست توبه، ساقی — مگذار که هوشیار باشد
مستے که سبو کشد مپندار — کو را قدم استوار باشد
مے حاجت نیست مستیم را — در چشم تو تا خمار باشد
جاں دادم و داغِ عشق بردم — کاں جا زِ تو یادگار باشد
معذور بود ز ناله بلبل — جائے که گل و بهار باشد

---

۱ تا ۴ محذوف درن

مرہم چو نمی پذیرد ایں دل　　بگذار کہ تا نگار باشد
خسرو بہ غلامیت عزیزست
گر خوار کنیش خوار باشد

۵۵۹

گر یار[1] بہ دل دروں نہ باشد　　صبر از دل من بروں نہ باشد
بے خواب و قرار ماندم، آرے　　دل گم شدہ را سکوں نہ باشد
گر صبر کنیم جاں تواں برد　　لیکن چہ کنیم چوں نہ باشد؟
اے دوست زگریہ ہم بہ ماندم　　کاندر تنِ مردہ خوں نہ باشد
دل برد ز خسرو آرزویت
جاں برد و لے کنوں نہ باشد

۵۶۰

آں دوست کہ بود خصم جاں شد　　آں صبر کہ داشتم نہاں شد
ما خود بہ حضور مردہ بودیم　　خاصہ کہ فراق درمیاں شد
افسوس کہ شادیے نہ دیدم　　ویں عمر عزیز رائیگاں شد
اے دوست نیافتیم کامے　　دشمن بہ دروغ بدگماں شد
گفتم کہ اسیر گردی اے دل　　دیدی کہ بعاقبت ہماں شد
دل بر دگرے نہم، ولیکن　　عاشق بستم نہ می تواں شد
دی دلبر من سوار می رفت　　اشکم بہ دوید و ہم عناں شد
مطرب غزلے ز شوق برخواند　　خونابہ ز چشم من رواں شد
از گریۂ من رقیب بدخوئے　　با آں ہمہ خشم مہرباں شد
از بسکہ علاج درد من کرد　　بیچارہ طبیب ناتواں شد

---

[1] غزل محذوف است درن

خسرو بہ کجا بہ سبت راہے؟
گیرم ہمہ خلق یک زباں شد

۵۶۱

فریاد کہ عشق کہنہ نو شد | جاں در کفِ عاشقی گرو شد
آزردہ دلے کہ بود، گم گشت | دیرینہ غمے کہ بود نو شد
یارے کہ زما حدیث نشنود | اندر حقِ ما سخن شنو شد
رویش دیدم دلم بمقتاد | پایش بہ چہِ ذقن بگو شد
بادِ سرِ زلفِ او بجنبید | صد خرمنِ صبر جو بجو شد
دادم بہ قضا عنانِ خسرو
چوں اسپِ نشاط تیز دو شد

۵۶۲

جانا چو توئی دگر نیاید | مردم ز تو خوب تر نیاید
ہم رنگ رخت سمن نہ گیرد | ہم تنگِ لبت شکر نیاید
روزے کہ تو بر نخیزی از خواب | خورشید بلند بر نیاید
ہر ماہے اگرچہ تو شود ماہ | با روے تو در نظر نیاید
یک دل نہ رود ز شستِ زلفت | کز غمزہ صیدِ دگر نیاید
سنگے کہ ز آسماں نیفتد[ا] | جز بر خرِ شیشہ گر نیاید
با خاکِ درت رواست ما را | گر سرمہ بچشم در نیاید
خسرو ز غمت عناں نہ تابد
تا مرکبِ عمر سر نیاید

---

ا بیت محذوف درن وبہ جایش ذیل زائد است ے
یرے کہ کشاید اشتیاقت ⁂ جز بر دلِ بے سپر نیاید

۵۶۳ هنگامِ گل ست و باده باید — ساقی و حریفِ ساده باید ع
گر غنچه گره بر ابرو افگند — پیشانیِ گل کشاده باید
ساقی بر خیز و یار بنشان — کاین شسته و آن ستاده باید
جان ست بجامِ اهلِ دل را — جانے که بکف نهاده باید
وان گاه حریفِ ساده و مست — در دستِ من او فتاده باید
خسرو ز بتان کرشمه بد نیست
معشوق ترا خود مراده باید ب

۵۶۴
چون سروِ تو از قبا بر آید — آه از منِ مبتلا بر آید
با یادِ خطِ تو زنده گردم — گر از گلِ من گیا بر آید
جائے که تو هم چو مه بر آئی — مه پیشِ رخت کجا بر آید
مه لے بر نآید برابرِ تو — گر فرمائی برابر آید
از قبلهٔ ابروئے تو هر شب — بس دست که در دعا بر آید
پیش آئے که بهرِ دیدنِ تو — جان منتظر است تا بر آید
چنگم که ز دستِ تو نفیرم — از هر سرِ مو جدا بر آید
یک لحظه به کارِ او فرو شو — تا کامِ سگے گدا بر آید
با تو دلِ من چو بر نیاید — بیم است که جانِ ما بر آید ۲
خسرو که در آبِ دیده غرق ست
باز آکه بآشنا بر آید

۵۶۵
گر دلبرِ من بر من آید ۳ — دل در بر و روح در تن آید

---

۱ بیت محذوف در ن۔ ۲ در ن بیت ذیل زائد است سه
تا چند در انتظار داریش ✲ می آئی زود، یا بر آید ؟
۳ غزل محذوف در ن

شہباز ہوا گرفتہ ام باز | وقت است کہ در نشیمن آید
ترسم کہ در انتظار ر ویش | رویم بہ نماز خفتن آید
شد موسم آنکہ در گلستاں | بلبل بہ نوا بگفتن آید
ابر آب زند ز دیدہ برخاک | فرّاش صبا برفتن آید
وز نالۂ مرغ و گریۂ ابر | گل خندد و در شگفتن آید
ساقی کشد انتظارِ بلبل | تا باز گلے بہ گلشن آید

چوں شمع ستادہ ام بیک پا
پروانہ اگر بکشتن آید

۵۶۶

یارے کہ طریقِ ناز دارد | گر دل برو کہ باز دارد
آں شوخ ز بہرِ کشتنِ ما | صد شیوۂ جاں گداز دارد
در زلف بتاں مپیچ اے دل | کایں رشتہ سیر دراز دارد
بے چارہ کسے کہ بر درِ تو | یک سینۂ و صد نیاز دارد
در گریۂ شوق آستینم | از خونِ جگر طراز دارد
نے نے غلطم، خوش آنکہ یارے | عاشق کش و دل نواز دارد
کو بادہ و یار سادہ امروز | صوفی نہ سر نماز دارد
یک تو بہ کس درست نگذاشت | چشمت کہ ہزار ناز دارد
محمود سزد کہ نشنود پند | زیرا کہ دلش ایاز دارد

بشنو کہ بوصفِ عشق، خسرو
گفتِ خوش و دلنواز دارد

۵۶۷

گل[1] رنگِ نگارِ مانہ دارد | بوئے خوشِ یارِ مانہ دارد

---

[1] مقطع محذوف است درن [2] غزل محذوف درن

مائیم و دیارِ بے نشانی — کس میلِ دیارِ ما نہ دارد
ما کار بہ کارِ کس نہ داریم — کس کار بکارِ ما نہ دارد
با ما سخنِ سمن مگوئید — کو بوئے بہارِ ما نہ دارد
با ما صوتِ چمن مخوانید — کاؤ نقشِ نگارِ ما نہ دارد
لالہ ز چہ سرخ گشت گر بزم؟ — از لالہ عذارِ ما نہ دارد

خوں بار چو خسرو از کنارت
کاؤ میلِ کنارِ ما نہ دارد

۵۶۸

بے یادِ تو[1] غم جہاں نہ سوزد — بے آہ و من آسماں نہ سوزد
پیشِ رخ آتشینِ تو شمع — سوز ندے چناں نہ سوزد
گر شمع نہ خوالمت مشو گرم — ز آتش گفتن زباں نہ سوزد
بے رنگِ رخ تو ز آتشِ غم — سرمایۂ دوستاں نہ سوزد
سوز دلِ خود اگر بہ گویم — دل نیست کہ در نہاں نہ سوزد
آتش بچناں دے درافگن — کاندر غم دوستاں نہ سوزد
از غمزہ مسوز عالمے را — تابندہ در آں میاں نہ سوزد

زینساں کہ بسوخت خسرو از آہ
نبود عجب ار جہاں نہ سوزد

۵۶۹

چشمم ہمہ[2] روز خوں تراود — من دانم و دل کہ چوں تراود؟
نتراودم پیشِ ہیچ مردم — کز مردمِ دیدہ خوں تراود
دل گر ز تو تختہ شد محال است — کایں حال بہ آزموں تراود
نادیدہ مگوے راز اے دوست — زیرا کہ رواں بروں تراود

---

[1] و [2] ہر دو غزل محذوف ددن

من دست بشویم از تو هرچند　　لیکن دیده فزون تراود
گر عقل مرا کسے بکاود　　دانم کہ ازاو جنون تراود
افسوں چہ کنی بہ ریش خسرو
کایں بیشتر از فسوں تراود

۵۷۰
آں کیست کہ از خدا نہ ترسد؟　　وز شست ید قضا نہ ترسد
فرعون چو دید دست موسیٰ　　کوراست کہ از عصا نہ ترسد
آں را کہ چو مصطفیٰ دلیل است　　در قافلہ از بلا نہ ترسد
یوسف بدو کون می فروشند　　کو مرد کہ از بہا نہ ترسد؟
خورشید کہ چتر وار شاہ است　　از سایۂ ہر گدا نہ ترسد
آتش ہمگی گل ست و ریحاں　　آں را کہ جز از خدا نہ ترسد
خسرو بہ طواف کوئے جاناں
گر سر برود ز پا نہ ترسد

۵۷۱
بیداد[1] غم از دلم بہ گوید　　در ماتم من فلک بہ موید
اشکم چو زند بر آسماں موج　　در خرمن ماہ خوشہ روید
بل کز مدد سرشک خونیں　　بر صفحۂ دیدہ لالہ روید
ہر صبح طلایہ دار آدم　　در راہ فلک دو اسبہ پوید
از غصۂ ہجر او بجانم　　کز دیدۂ من دیت بجوید
سلطانی پائے سست از دست
ترسم کہ ز دیدہ دست شوید

---

[1] وله ہر دو غزل محذوف درن

۵۷۲

نالہ برآید[۱] بہ طرف کاں بت خراماں در رسد  فریادِ بلبل خوش بود چوں گل بہ بستاں در رسد

من خود نہ خواہم برد جاں زیں سختیِ ہجراں ولے  اے عمر چنداں صبر کن کاں سست پیماں در رسد

آمد خیالش نیم شب جاں دادم و گشتم خجل  خجلت بود درویش را ایکدم چو مہماں در رسد

شب در میانِ کشتگاں بشنید چوں نالیدنم  گفتا کہ مسکیں یک دو شب ایں ہم بہ پایاں در رسد

اے دل کہ بدخوئی کنی از دیدنش چشمِ مرا  معلوم گردد باش تا شبہائے ہجراں در رسد

امروز میرم پیشِ تو الّا خریدارِ دل شوی  بر تو چہ منت جانِ من فردا کہ فرماں در رسد

آزردہ تر زاں است دل پیشت کہ بود اول بسے  ویرانہ ویراں تر شود جائے کہ سلطاں در رسد

بر پنج روزِ نیکوئی چندیں مناز و بد مکن  تا چشم را برہم زنی بینی کہ پایاں در رسد

گر خسروا می سوزدت از خامیش رنجہ مشو

بسیار باید تا ہنوز آں شوخِ ناداں در رسد

۵۷۳

در رہ[۲] بماند ایں چشمِ تر کاں شوخ مہماں کے رسد؟  لب تشنہ را خوں در جگر تا آبِ حیواں کے رسد؟

شبہا کہ من خوار و زبوں باشم ز ہجراں بے سکوں  غلطاں میانِ خاک و خوں تا شب بہ پایاں کے رسد؟

شب مونسم زہرہ است و مہ دیں روز تنہائی رسد  روزم دو دیدہ سوئے رہ ماندہ کہ جاناں کے رسد؟

چندے صبا بر بوئے او گوئی گلِ خوشبوئے من  ایں گو کہ در پہلوئے من سروِ خراماں کے رسد؟

زاندوہ و غم بیچارہ من ماندہ اسیر و ممتحن  زیں دستِ تیغ و آں کفن تا از تو فرماں کے رسد؟

ہاں اے خیالِ فتنہ جو جانم برآمد ز آرزو  کافر دلا آخر بگو کاں نامسلماں کے رسد؟

پیچاں چو جعدم از جفا لاغر چو مویم از عفا  درہم چو زلفم از صبا کاں موپریشاں کے رسد؟

بردی دلِ حیلت گرم نا بخشی از لب شکّرم  ایں رفت بالے از سرم تا خود ہنوز آں کے رسد؟

---

۱، ۲ ہر دو غزل محذوف در ن

سر بر سر شمشیر شد جان و دل از تن سیر شد
رفتند یاراں دیر شد خسرو بدیشاں کے رسد؟

۵۷۴

برنامد[1] آہے از دلم زلفت پریشاں از چہ شد؟ — پیشت نکردم گریہ لبہات خنداں از چہ شد؟
تیرے زدی و ننگری گیرم کہ من ندہم بر دل — ہم خود بگو کاخر صد رخنہ در جاں از چہ شد؟
بے من نبودی یک زماں اکنوں نیائی سوئے من — کاں آشنا بود آں چناں بیگانہ زینساں از چہ شد؟
روشن شد اندر شہر دگو ایں سوزش پنہان من — دور است بارے شمع دل پروانہ بریاں از چہ شد؟
خوابم نہ، از مہر لبت بینم پریشاں خواب ہا — بادے ز تو نامہ برم خوابم پریشاں از چہ شد؟

از داغ خسرو در جگر خلقے کجا دارد خبر؟
عاشق شناسد کایں چنیں بیمار و حیراں از چہ شد؟

۵۷۵

دیرینہ دردے داشتم بازم ہماں آغاز شد — بود آسماں بر خون من باد و غمت انباز شد
دوش آمد آں شمع بتاں من خود ز غیرت سوختم — کز بہر مردن گرد او پروانہ را پرواز شد
از بعد عمرے دیدمش گفتم بگویم حال خود — از بخت بے اقبال من چشمش بخواب ناز شد
زلفش دلم دزدید و زد از بوئے زلفش بوئے خوں — من چوں کنم پنہاں کہ خود ہم دزد دہم غماز شد
دی خندہ زد بر زخم من من خود ز شادی گم شدم — گوئی کہ بر اہل گنہ درہائے رحمت باز شد
میرفت جاں اندیدنش او دید و گفت اے بیوفا — من حاضر و تو میروی شرمندہ در تن باز شد
چوں[2] جاں ز تیرش خستہ شد گفتم کہ شد جان دگر — کردند اشارت سوئے او کاں ترک تیر انداز شد
شب[3] مردہ بودم پاسباں گرز و زن گفتم قدرے — اے پاسباں فریاد رس کامشب ہماں آغاز شد

گر گہ شنیدی نالہ ام خسرو نماند آں نالہ ہم
می سوزم و اینش سزا عودے کہ بے آواز شد

---

[1] غزل محذوف در ن    [2] و [3] ہر دو بیت محذوف است در ن

۵۷۶

ملا نه کردی[1] گر حلال از لب شراب ناب خود
باری بهل کن یک نظر وقتی در آن جلاب خود

من خود ز بس بیطاقتی میخواهم از تو خنده ای
لیکن تو خونِ من بکن در گردن عناب خود

نزدیک شد جان دادنم آخر چه کم گردد ز تو
گر یک نظر ضایع کنی بر عاشقِ بی تاب خود

بر آستانت گه گهی چوب ز دربان خورده ام
درویش بد خو کرده را فتحی ببخش از باب خود

بسیار عاشق خاک شد در کویت از اشکم مکش
بگذار گردی زان طرف بر طرهٔ پر تاب خود

خوش خفتمی زین پیش تا خاک درت شد بر سرم
در خاک می جویم کنون تلمی بیابم آب خود

هم چشم بستم از جهان هم دل گسستم از بتان
خونابهٔ چشم و دلم هم هم چنان بر آب خود

چون در حق عشاق خود از غمزه دادی داد خون
بر جانِ خسرو هم بنه آن دشنهٔ قصاب خود

۵۷۷

مارا چه جان باشد که تو بر ما فشانی نازِ خود
بر شیر مردان تیز کن چشمِ شکار اندازِ خود

صد جان ست نرخِ نازِ تو از بهرِ جانِ سوخته
بر چون منی ضائع مکن، بشناس قدرِ نازِ خود

جان باختم در کوی تو رنجه شدی چه کم شود؟
گر طاقت آری باز پرس از عاشقِ جانبازِ خود

هر گاه گاهی از دلم خواهم بر آرم ناله ای
گر خود به حیرت گم شوم گر گم کنم آوازِ خود

بسته نمی گردد شبی چشمم به جز خونِ جگر
بسته چنین بینم مگر بشتها دو چشمِ بازِ خود

درد وست اندر جانِ من کس چون منی باور کند
چون کس ندارد دردِ من پیش که گویم رازِ خود؟

خود کشت خسرو خویش را کافتد ترا بر وی نظر
بیهوده تهمت می نهی بر غمزهٔ غمازِ خود

۵۷۸

سیمین تن[2] و خارا دلی گر گفتمش یارا بود
گر بت نه ای که در بستر تن سیم و دل خارا بود؟

---

[1] تا [2] بر سر غزل محذوف در ن

عنبر چہ ساں منسبت کنم بازلفِ تو؟ کز زلف تو | بوئے دل آید، دیں کجا در عنبرِ سارا بود؟
نازو کرشمہ آفت است از بہرِ دلہا دلبراں | ورنہ بہ زیبائی چہ کم نقشے کہ بر دیبا بود؟
گفتم "کہ گر ہمتائے خود خواہی، مرو خورشید بیں" | گفتا "کہ بینم آئینہ گر ایں ہوس با ما بود"
خفتن نہ تنہا در لحد راحت، بود فریاد ازاں | خوابے کہ دور از دوستاں مشتاق را تنہا بود

خسرو گر از عشقت بود رنجے، مرنج از نیکواں
باشد گنہ چشمِ مرا نہ روئے زیبا را بود

۵۷۹

آرام جانم[1] می رود دل را صبوری چوں بود؟ | آں کس شناسد حالِ من، کوہم چو من دل خوں بود
بر بست چوں جوزا کمر آمد بہ جوزا زاں قمر | یعنی کہ ایں عزمِ سفر بر طالعِ میموں بود
گویند "حالِ خود بگو پیشش مگر تابد عناں" | ایں بلکے گفتن تواں کو از دلم بیروں بود
ایں دُر کہ از چشم افگنم بگسست جیبِ دامنم | چوں ریسمانی شد تنم کاندر دُرِ مکنوں بود
زاں لب کہ پنہانم گزد چوں مار در جانم گزد | ماری گر پیدا گزد کے در خورِ افسوں بود
لیلیٰ دموے او براو، آں کس کہ دیدش مو بمو | داند کہ زنجیر از چہ رو، بر گردنِ مجنوں بود
جعد و خطش جویم ہمی زیں تار مویے چوں نخے | خود عاشقاں را در دمے سودائے گوناگوں بود
رنجم مبادا بر تنے چوں من مبادا دشمنے | من دانم و ہمچوں منے کاندر دو جہاں چوں بود

وہ کاں پری وش ناگہاں زیں دیدۂ تر شد نہاں[2]
از خسرو آموزد فغاں فرہاد اگر اکنوں بود

۵۸۰

باز آں بلائے عاشقاں لینک بہ صحرا می رود | دیوانہ باز آید ہمی آں کو تماشا می رود
کشتہ کشاں[3] را سو بسو جہانِ خود در جستجو | من در نہاں لرزاں از او، و او آشکارا می رود

---

[1] دریں غزل محذوف است   [2] دریں بیت ذیل زائد است ؎
او دیدہ دمن در ستم کائے من ہلاکِ آں قدم ؛ در خود نہ خواہد گشت ہم ہیچش مگو تا می رود

از ما زمانے یاد کن ویران دلے آباد کن — امروز بارے شاد کن جانے کہ فردا می رود

گر نے بہ بوسم در کفن اے بادِ گل بوئے چمن — آں جا فشانی خاکِ من کاں سروِ رعنا می رود

دل را بہ حیلہ بر زماں دل می دہم تا بے تواں — چوں باز از دستم عناں بستہ بہاں جا می رود

نظارگی را از بروں سمل ست و دستے پر زخوں — اے یوسف ایں جا بیں کہ چوں خونِ زلیخا می رود؟

اے پاسبانِ آں سرا، تو نیز پنداری چو ما — لیکن چہ آگاہے ترا زاں شب کہ بر ما می رود؟

گرچہ شدم شیدا از او، ہم نیست کامِ ما از او
بیہودہ خسرو را از او عمرے بسودا می رود

۵۸۱

می خواہد[1] آں سرو رواں کامروز در صحرا شود — تا چند پیراہن چو گل ہر جا بتے یکتا شود

صد چشم پاکاں در رہش و ین دیدہ آلودہ ہم — آں بخت کو کاں شوخ را ایں دیدہ زیر پا شود

گفتم "فلاں دیوانہ شد" گفتا "چہ غم دارد مرا؟" — عاشق چرا می شد؟ "کنوں چوں شد رہا کن تا شود"

بد خوئے من تو آں نہ ای کاساں دل بیروں شوی — عمرم در ایں بندہ رود جانم در ایں سودا شود

تقوی فرو شد پارسا تا تو نیائی در نظر — آں دم کہ تو پیدا شوی بازار او پیدا شود

چہ جائے آں کم عاقلاں گویند "با خود وارہش" — دل کاں بہ عشق از جائے شد از عقل چوں بر جا شود؟

سرمست و غلتاں مے بکف در پیشِ مسجد کن گذر — صوفی کہ لافِ زہد زد بگذار تا رسوا شود

منگر کہ خسرو ہیچ تو بیہودہ گوئی می کند
بلبل چو بیند روئے گل دیوانہ و شیدا شود

۵۸۲

جانم فدائے[2] قامتے کافاق را حیراں کند — از ناز چوں گردد رواں رود در میانِ جاں کند

گر جور و گر رحمت کند من راضیم از جان و دل — بگذار خود کامِ مرا تا ہر چہ خواہد آں کند

---

۱ و ۲ ہر دو غزل محذوف درن

جانا برآب چشم من خنده به رعنائی مزن — هر قطره کز چشمم چکد صد خانه را ویران کند
من بر درش جان می کنم در آرزوی یک نظر — با آن که دشوار آیدش کارِ مرا آسان کند
ای آن که پندم می دهی کز دل برون کن یار را — از دیده فرمانت کنم گر دل مرا فرمان کند
بیهوده چندین بُتا خون در مسلمانی مکن — اسلام کی داند کسی کو غارت ایمان کند؟

گر خسرو اریزدت بپرسش مکن، گردن بنه
کز مصلحت نبود برون هر خون کآن سلطان کند

۵۸۳

شب کان[1] مه من بر دلم از غمزه پیکان بشکند — از چشم طوفان بار من، از گریه طوفان بشکند
هر لحظه ز د غم حاصلم در خاک و در خون منزلم — آن رو لختی کاندر دلم از غمزه پیکان بشکند
گر عاشقان را از ستم بشکست، او را عیب نیست — امیدوارم کان صنم ما را بدینسان بشکند
با آن که زو دل خسته ام خود را برا و بر بسته ام — چون عهد او بشکسته ام خواهم که پیمان بشکند
زان سنگِ جانِ ممتحن مسکین دل بے سنگِ من — آن شوخ از سنگ محن جز جوهر جان بشکند

خسرو به جست و جوی او آید همیشه سوی او
بالش اگر در کوی او دستِ رقیبان بشکند

۵۸۴

خاطر به سوی[2] دلبری هر لحظه ما را می کشد — آن جا که ما را می کشد این دل همان جا می کشد
یاری که از خاطر مرا هرگز دمی غائب نشد — خطِ فراموشی چرا در دفتر ما می کشد
جانا دگر در کوی خود بادِ صبا را ره مده — کو زلفِ مشکینِ ترا هر لحظه در پا می کشد
آمد بهار رشکِ بود در خانه منشیں ای صنم — کز بهر عشرت هر گلی خیمه به صحرا می کشد
ای دل چه ترسانی مرا طعنه که دشمن می زند — هر کس که عاشق می شود دلبیار از اینها می کشد

---

[1] و [2] هر دو غزل محذوف بدن

اے دل اگر افتد ترا ناگہ بر آں مہ رُو نظر　　در زلفِ او مسکن مکن کاں سر بہ سودا می کشد

بر جانِ خسرو رحم کن کاندر رہِ ہجراں سر بہ سر
از فرقتِ رخسارِ تو بیچارہ تنہا می کشد

۵۸۵

شمشیر کینے باز آں صنم بر قصدِ دلہا می کشد　　جاں ہم کشد بارِ غمش دل خود نہ تنہا می کشد

خطے کہ از دودِ دلم برگردِ آں لب سبزہ شد　　ما را از آں سبزی ہمہ خاطر بہ صحرا می کشد

مائل بہ سروِ قدِّ او باشد دلِ خستہ مرا　　عاشق کہ صاحب ہمت است میلش بہ بالا می کشد

آں غمزہ خوں ریز او خونم بہ ریزد عاقبت　　سختی دلِ قصاب را در زیر خونہا می کشد

در عاشقی ثابت قدم ہرگز نباشد آں کہ او　　از کوئے یارِ دلستاں از بیمِ جاں پا می کشد

عشقت چو کالائے من است جورِ رقیباں می کشم　　تاجر جفائے دزد را از بہرِ کالا می کشد

چشمم کہ از ہجرِ رخت زیں پیش چوں قلزم بُدے
اکنوں چو جیحوں شد رواں میلش بہ دریا می کشد

۵۸۶

نازک رخِ جانانِ من [۱] بوئے گلِ خنداں دہد　　خوش وقت بادِ صبح دم کاو بوئے آں بستاں دہد

دی بندہ زاں سروِ رواں چوں عشوہ بستد داد جاں　　ناچار پیشِ نیکواں ہر کایں ستاند آں دہد

دردے کہ از جاناں بود راحت فزائے جاں بود　　یک دردِ دیگر آں بود کاو وعدہ درماں دہد

یک لحظہ اے مقصودِ من بشنو زیانِ سودِ من　　تا اشک خوں آلودِ من شرحِ غمِ ہجراں دہد

خسرو شبے و یار نے پیدا اگرش ندہی بمن
کم زاں کہ بر باید شبے بوسے دو سر پنہاں دہد

---

[۱] و [۲] ہر دو غزل محذوف در ن

۵۸۷

گر گشتِ آں[1] سرو رواں روزے سوئے گلشن فتد
هم گل به غنچه در خزد هم سرو در سوسن فتد

خاکِ رہش بر سر کنم مقصودم آں کاں خاک اگر
افتد ز سر بارے همه در دیدهٔ روشن فتد

منت پذیرم گر زند تیغ رقیبت گردنم
آں سر که نبود بر درت آں به که از گردن فتد

تیغ تو بهرِ عاشقاں تیر تو بهرِ مخلصاں
مسکیں کسے کش دوستی یا همچو تو دشمن فتد

چوں خاک گردم در رهِ وصلت همیں باشد دمم
کائی که از تو سایه اے بالائے قبرِ من فتد

باشد هوس نه عاشقے یا از برائے شهرتے
رعنائے عاشق پیشه را چاک ار به پیراهن فتد

روزے ز بختِ من نگر کز وصل گیرد داستاں
نادر که با نامم بهم در کارِ مرد و زن فتد

خسرو طفیلِ عاشقاں می سوزد از سودائے تو
سوزد طفیلِ دانه خس آتش چو در خرمن فتد

۵۸۸

شبهائے عاشق[2] را گهے صبحِ طرب کمتر دمد
کز ناوکِ غمزه زناں پیکانش در بستر دمد

شیریں نباتے خاسته گرد لبِ شکّر فشانش
شیریں چرا نبود به گو آں سبزه کز شکر دمد

هر شب که آید بر دلم آں غمزهٔ خوں ریزِ او
هر موئے من خارے شود زاں غنچهٔ خونِ تر دمد

من کشتهٔ یک پاسخش او در سخن با دیگراں
من مردهٔ روح اللهم دم جانبِ دیگر دمد

از بس که سرها خاک شد دلها هم، اندر کوئے او
نبود عجب گر از زمیں دل روید و یا سر دمد

تا سوخته نبود دلے دردے نه گیرد سوزِ من
آتش کجا خیزد کسے گردم به خاکستر دمد

---

[1] غزل محذوف در ن
[2] غزل محذوف در ن

گفتم "که اے خورشیدِ حشر آخر ازیں سو تابشے"
گفتا "که خسرو، باش تا صبحِ قیامت بر دمد"

۵۸۹

چند ز دوریت بینمت وه که دلم کباب شد؟ — چند ز غصه خوں خورم وائے که خونم آب شد؟
شورشِ بخت ہست خود خنده نمی زنی دگر — چند ہنوز تِ ایں نمک چوں جگرم کباب شد
دی که کلہ نہاده کز مست و خراب می شدی — در نظرِ که آمدی خانۂ من خراب شد
رختِ وجودِ من ہمه غارتِ فتنه گشت تا — ہندوی طرۂ توام رہزنِ خورد و خواب شد
گر غمِ خویش گویمت خشم کنی چه حیله چوں — قصۂ من ز زر وزید در خورِ ایں جواب شد[1]
خسروِ خسته دردِ خود گفت شبے به مجلسے
دیدۂ دوستاں ہمه غرقه بخونِ ناب شد

۵۹۰

سالِ نوا است[2] و عشقِ نو عشرتِ یارِ من چه شد؟ — بیں که ز زاری و فغاں شخص نزارِ من چه شد؟
گر فلکِ ستیزه گر مہر نمائے کینه گر — بست بکینِ من کمر مہرِ نگارِ من چه شد؟
گر تنِ من ز خشمِ تو خستۂ تیرِ غمزه شد — یاد فداش، "گو" بر د جان "نگارِ من چه شد؟
آهِ من ار ز بیخودی می نرسد به گوشِ او — تا خبرش کند ز من نالۂ زارِ من چه شد؟
غمِ رخِ چوں زرِ مرا شود بر آستانِ او — گیر که خاک شد ز رم، سنگِ عیارِ من چه شد؟
خسروم و چو طوطیاں در ہوسِ شکر لباں
تا شکرے به من دہد خندۂ یارِ من چه شد؟

۵۹۱

چوں ز نسیمِ صبح[ب] دم زلفِ تو در ہوا شود — سنگ بود نه آدمی ہر که نه مبتلا شود

---

[1] درن بیت ذیل زائد است — سوخته بود دل ز تو حسنِ رخِ تو شد فزوں / سوخته تر شود کنوں چوں مہت آفتاب شد

[2] غزل محذوف درن

هر سحرے کہ ترک من سر ز خمار برکند ‏ بس کہ نماز مردماں هر طرفے قضا شود

حسن تو هم بہ کودکے آفت شهر گشت اگر ‏ زیں چہ کہ هست ذرّہ اے برگذرد و بلا شود

ایں همہ نسخہ کہ آینہ می ببرد ز روئے تو ‏ گر نہ بہ مهر و مہ رسد پس تو بگو "کجا شود؟"

باد خزاں کہ بشکند شاخ جوانی چمن ‏ بر سر زلف ار شبے برگذرد، صبا شود

سبزۂ خط نهاں مکن تا بچشم نظارہ اے ‏ پیش کہ در بیان گل سبزۂ تو گیا شود

بر سر کویت از طرب گرچہ غلط شود سرا ‏ وعدۂ وصل تو شبے گر بہ غلط وفا شود

طعنہ زنند هر کسے شاد بزی و غم مخور
خسرو خستہ می زند گر ز غمش رها شود

## ۵۹۲

شاه سوار من نگر مست و خراب می رود ‏ هر کہ رخ چو ماه او دید، ز تاب می رود

کرده خراب خانہ ها جان من خراب هم ‏ هست خطائے مطلق آں گرچہ صواب می رود

چشم رسید نش مباد ارچہ ز بهر کشتنم ‏ چشم بد و نہ می رسد بس کہ شتاب می رود

او بہ کمیں کشتنم، من بہ غم جوانیش ‏ بس کہ هزار خستہ را چشم پر آب می رود

سیر نہ بینمش گهے زاں کہ نہ خفتہ یک شبے ‏ چون نش بہ بینم، از خوشی دیده بہ خواب می رود

وه چہ حیات باشد ایں کز غم تو بهشتیے ‏ او ز میان شام غم شب بہ عذاب می رود

دی بسؤال بوسہ اے خواست مرا کشد کنوں
خسرو خوں گرفتہ بیں بهر جواب می رود

## ۵۹۳

هر کہ چو تو بہ نیکوئی آفت عقل و جاں بود ‏ [2] خون هزار بے گنہ ریزد و جائے آں بود

ماند زبان و دل بہ شد از غم تو مراد خود ‏ عاشق خستہ تا بود بے دل و بے زباں بود

---

[1] بیت محذوف در ن ‏ [2] غزل محذوف در ن

تو به کمینِ آں که من کشته شوم به کوئے تو — من به دعائے آں که تا عمرِ تو جاوداں بود
تو به عتاب حاضری چو به سنت نظر فتد — من به قصاص راضیم گرز توام اماں بود
من ز عتاب چشم تو بد نه کنم که در جہاں — تندی و خشم و بدخوئی عادتِ نیکواں بود
در سر و کار عاشقی ہر که نه باخت خانماں — عاشقِ دوست نیست او عاشقِ خان و ماں بود
دولت اگر نه می کند سوئے منِ گدا گذر — تو گذرے کن ایں طرف دولتِ من ہماں بود
چوں تو به باغ بگذری گل نه رسد به بوئے تو — لیک رسد به قامتت سرو اگر رواں بود
زلف گذشت بر لبت تیره شدی به روئے من — بوسه کسے اگر زند سوئے منت گماں بود

خسروِ خسته را چو جاں در سر و کار عشق شد
بوسه مضائقه مکن تاش به جائے جاں بود

۵۹۴

زلفِ تو باز فتنه را[۱] رشته دراز می دہد — خطِّ تو اہلِ عشق را سبقِ نیاز می دہد
میکش و میزباں مرا زیں روشے که ہر زماں — چشم تو جاں ہمی برد لعلِ تو باز می دہد
کے محل سگ چو من لاف وفائے آں شہے — کز دل شیر اژدہا طعمهٔ باز می دہد
نازکر گو میش مکن کے غم جانِ من خورد؟ — آں که دمے ہزار جاں را تپ ناز می دہد
کشت شب سیه مرا، کرد فراق بسملم — طرفه مؤذّنے که او بانگ نماز می دہد
چہرهٔ من ہمی کند مایهٔ عشق نام ہا — گریهٔ خوں کش ازدام سبحهٔ راز می دہد

ہمچو گیاه خسرو ست آں که فسوس می کند
گر پسرِ سبکتگیں دل به ایاز می دہد

۵۹۵

ہر که دمے[۲] به یادِ آں دلبر مه لقا زند — شاه پیاده بر درش آید و مرحبا زند

[۱] غزل محذوف درن [۲] غزل محذوف درن

در ہمہ عمر یک نفس روئے نتابم از درش | گر دو ہزار مدعی طعنہ ام از قفا زند
بر گلِ تازہ رنگ و بو برگ و نوا اگر بنو | لافِ محبت از چہ رو بلبلِ خوش نوا زند؟
ہم نفسے ز کوئے او غیرِ صبا ندیدہ ام | کو نفسے بہ پیشم از رہگذرِ صفا زند؟
نالۂ زار شد رواں جانبِ دوست اے صبا | زود رساں کہ حلقۂ بر درِ آشنا زند

سیلِ سرشک و خونِ دل چند بود روا بگو
تا کہ ز روئے مردمی دیدہ بہ روئے ما زند

۵۹۶

بہ چہ کار آیدم آں دل کہ نہ در کارِ تو آید؟ | گل درآں دیدہ ہزاراں کہ نہ بر خارِ تو آید
آنچہ من دیدم ازاں غمزۂ بے مہرِ تو، یارب | پیشِ آں نرگسِ خوں ریز جگر خوارِ تو آید
گشت[1] بیماریٔ شبہام سزا ایں بود آں را | کہ بسانِ منِ بد روز گرفتارِ تو آید
گریہ ہا صدمۂ دیوار تو ریزم کہ گر افتد | بر من افتد نہ کہ غیرے تہِ دیوارِ تو آید
منت سنگ زناں بر سر و بر دیدۂ عاشق | ہا چناں کو کبہ گر بر سرِ بازارِ تو آید
جاں کہ بگریخت بہ تلخیٔ فراقِ تو مرا نش | کہ بدریوزۂ بہائے شکر بارِ تو آید
نیست افسوسے اگر چرخ بسوزد ہمہ دلہا | سر بسر سوختہ است آنچہ نہ در کارِ تو آید

جانِ خراشست سخنہائے خراشیدۂ خسرو
مانہ خواہیم کہ ایں مرغ بہ گلزارِ تو آید

۵۹۷

خرم[2] آں روز کہ دیدارِ تو پیشِ نظر آید | ضائع آں عمر کہ بے دیدنِ رویت بسر آید
چہ خبر مردہ دلاں را ز خراشِ جگرِ من؟ | درد جائے ست کہ پیکاں بہ دلِ جان در آید
دلِ گم گشتۂ ما را خبر اے دوست چہ پرسی؟ | دل نہ ز آنگونہ نہ ما رفت کہ از وے خبر آید
ہدفِ تیرِ تو جانے ست بجائے سپر اینجا | چو گنہگار سنم، نیز مرا بر سپر آید

---

[1] بیت محذوف درن [2] غزل محذوف درن

چوں نگہ در تو کنم اے دو جہاں ہدیۂ دیت — حاش للہ کہ مرا ہر دو جہاں در نظر آید

من و شب دور ز روئے تو خبر از روزنہ دارم — آفتاب ار چہ ہمہ روز دراں خانہ بر آید

گریۂ خسروِ بےچارہ بتا سہل نہ گیری

کہ خرابی کند آں سیل کہ از چشمِ تر آید

## ۵۹۸

چند گاہے دگر از چشم تو در ناز بہ ماند — اے بسا دل کہ دراں طرۂ طنّاز بہ ماند [ت]

کعبتینی تو کہ غلتانی از آں چشم مقام — اے بسا سیل کز آں چشم رواں باز بہ ماند

روئے تو دیدم و خط دور رساند بہ چشمت — ترسم آں دود بہ دنبالۂ غمّاز بہ ماند

زر نہ دارم ز پے وصل تنے دارم چوں زر — لیکن آں تیر بہ دنداں بتۂ گاز بہ ماند

ناز کم کن کہ نکوئی بہ کسے دیر نہ ماند — زشت باشد کہ نکوئی برود، ناز بہ ماند

دل خسرو بہ جفا سوختی و راز برون شد

پردۂ دل چو بسوزد ز کجا راز بہ ماند؟

## ۵۹۹

باز شب افتاد و مارا دل ہماں جاں شد کہ بود — باز جانم را ہماں آغاز سودا شد کہ بود

عشق کہنہ نو شد، اے دل شغلِ غم نو کن کہ باز — فتنہ در جاں ہم بداں ساں کارفرما شد کہ بود

ما و بت را سجدہ زیں پس آں ہم ار افتد قبول — کاں ہمہ زہد و نماز رسمی از ما شد، کہ بود

پائمالِ مرکبم کن دیں بگو بہر دیت — آں کہ شد ریزِ مرا خاکِ قدمہا شد کہ بود

تو بہ اے آلودہ خسرو کرد یک چندے و باز

منّت ایزد را کہ ہم زاں گونہ رسوا شد کہ بود

---

ت بیت محذوف در ن و بہ جایش بیت ذیل اضافہ است ے

خاتم اندر دہن انگشت بہ گیرد نہ دہانت ۔ دزد دہانش ار کشی انگشت دہن باز بہ ماند ۱۲

۶۰۰

دوش ما بودیم[۱] و آں مہ روئے و شب مہتاب بود | روئے او کردہ ست لطفِ زلفِ او در تاب بود

داستانِ عشق کز ابروئے او می خواند دل | سورۂ یوسف نوشتہ بر سرِ محراب بود

بہر سجدہ پیشِ پایش ہم بہ خاکِ پائے او | دیدہ را بے نم بہ ماندم گرچہ در غرقاب بود

شکر ابز درا کہ رُخ زردی ما پوشیدہ نیست | سرخئی چشمم بہ پیشش ہم ز خونِ ناب بود

بر لبش بود اعتمادِ من مگر جاں بخشد او | آں کہ روح اللہ گماں بردیم آں قصاب بود

خسروا آں شبہا کہ با آں آبِ حیواں زندہ داشت
آں ہمہ بیداری شبہا تو گوئی خواب بود

۶۰۱

اے خوش آں وقتے کہ آں عہد با ما یار بود | ایں متاع درد را در کوئے او بازار بود

بوستاں ہا کاندراں بودیم خوش با دوستاں | آں ہمہ گلہا تو پنداری سراسر خار بود

بارہا بینم بہ خود آں عیش را یاد آورم | کایں ہماں مرغے ست یارب کاندر آں گلزار بود

می گفتم چاشنی کن نے گمانے بود بد | لیک مقصودم دوائے سینۂ افگار بود

دوش بیروں ریختم خونابہ دل پیشِ چشم | عقل را محرم نہ کردم کاندر آں اغیار بود

دیدہ گر فردا مرا خصمی کند، بر حق بود | زاں کہ مسکیں بہرِ من بسیار شب بیدار بود

تا نہ گوئی ساقیا کز مئے چنیں بیخود شدم[۲] | دارو ئے بیہوشیم آں شکل و آں رفتار بود

بیم تیغم نیست لیکن ایں سرِ کم بخت را | دوست می دارم کہ زیرِ پائے تو بسیار بود

شب ہمی گشتم عسس بگرفت در کویت مرا | درد گردش دل ز بس نالیدنِ من زار بود

خسروا دل بد مکن از نامرادیہائے دہر
کآسماں را کیں ہمہ با مردمِ ہشیار بود

---

۱ غزل محذوف در ن ۲ بعد ازیں در ن بیت ذیل زائد است ؎
گر دلم دشمن گرفتے ایں چنینش ہم سوز کاخر امروز دشمن گشت روزے یار بود

## ۶۰۲

ت

اے خوش آں وقتے کہ مارا دل بہ جائے خویش بود　　کام کام خویش بود و رائے رائے خویش بود

در ہوائے نیکواں می بود تا از دست رفت　　چوں کند مسکیں گرفتار ہوائے خویش بود

چوں نگہ دارم کہ بے خوباں نبودی یک زماں　　حاش للہ دل نبود ست ایں بلائے خویش بود

من بہ غیبت بد نگویم آں عزیز رفتہ را　　زاں کہ گر بد بود و گر نیکو، برائے خویش بود

دی مرا در خوں بدید و رخ بگردانید و رفت　　من چنیں دانم پشیماں از خطائے خویش بود

یار من ار چہ بد من بر زبانش می گذشت　　لیک می دانم دلش سوئے گدائے خویش بود

از کجاست آمدی اے مہ کہ غارت شد نماز؟　　پارسائے را کہ مشغولِ دعائے خویش بود

بندہ خسرو جان شیریں در سر و کارِ تو کرد
کامدہ پیش بلا مسکیں بہ پائے خویش بود

## ۶۰۳

تا جہاں بود[۱] از جہاں ہرگز دلم خستہ نبود　　خرمی خود ہیچ گہ گوئی کہ در عالم نبود

غم بروں ز اندازہ شد مارا و دل برجا نماند　　اے خوش آں وقتے کہ دل برجائے بود و غم نبود

غم ہمہ وقتِ طرب یاری بود یک دم مرا　　در تمام عمر می اندیشم آں یک دم نبود

چرخ اگر بد با دل خرم بود، با من چرا ست؟　　تا دل من بود بارے ہیچ گہ خرم نبود

گفتم ایں غمہائے دل بیروں دہم تا وا رہم　　در ہمہ عالم بہ جستم ہیچ جا محرم نبود

آدمی خوش دل نباشد گرچہ در جنت بود　　آدمی خود کے تواند بود چوں آدم نبود؟

دہر با مردم نسازد زاں خراں دارند گنج　　ورنہ ایں مردار در ویرانۂ او کم نبود

---

۱ درن بیت محذوف ست و در حاشیہ بیت ذیل ست — خلق گوید ترک دل چوں کردی آخر ہر چہ بود　　دیدہ و دانستہ بود و آشنائے خویش بود

۲ غزل محذوف درن

گر توانی خسروا دل را عمارت کن از آنک
در جہاں کس را بنائے آب و گل محکم نبود

۶۰۴

چشم یارم[1] دوش بے ہنگام خواب آوردہ بود
وز تکبر غمزۂ شوخش عتاب آوردہ بود

تاب زلفش بردہ بود از چہرۂ شب تیرگی
وز فروغ مہر رویش ماہتاب آوردہ بود

صبح صادق از سر اخلاص بر رویش دمید
ہر دعائے کاز حق مستجاب آوردہ بود

شد گریزاں از خیال روئے او مہر از ہلال
دوش دیدم بے گماں پا در رکاب آوردہ بود

در درون دیدہ دارم روشنائی را بخواب
چوں خیال روئے او در دیدہ خواب آوردہ بود

تا بگوش او رساند چشم دریا بار من
ہر دو صحن دیدہ پُر در خوشاب آوردہ بود

نام خسرو شہرۂ ایام شد کز بہر عام
ہمچو دولت رو در آں عالی جناب آوردہ بود

۶۰۵

شب رسیلاں[2] شمع کو عمرے درون سینہ بود
شعلہ می زد ہر چہ در دل آتش دیرینہ بود

پیش آں محراب ابروہان خلقے در دعا
ہمچو انبوہ گدا در مسجد آدینہ بود

من نزدانم زار زارم ایں چنیں بہر چہ کرد؟
وہ گدائے وہ کہ شلے را چہ خشم و کینہ بود؟

رشکم از آئینہ کو نقش ترا در بر کشید
زاں کہ در صافی رخت ہم نقش آں آئینہ بود

صوفی ما دی بتے دید و پرستیدش چنانک
الصنم شد ذکر بر موئے کہ در پشمینہ بود

کرد بر نوک قلم بس نسخہ از خطت گرفت
سوختہ خونے کہ خسرو را درون سینہ بود

---

[1] غزل محذوف درن

[2] غزل محذوف درن

۶۰۶

من ز جانان گرچه صد[۱] ناز و ده جان خواهم کشید
تا نه پندارد (؟) که خود را برکران خواهم کشید

مردمان از من چه می خواهید آخر وه که من؟
پای از کویش به کوبت مردمان خواهم کشید

بیش ازین نبود که بکشندم، نخواهم رست، فت
آشکارا در برش گیسو کشان خواهم کشید

من نیم زان‌ها که از خوبان بتابم سر به تیغ
هرچه آید بر سرم از بهرشان خواهم کشید

آبِ چشمِ عاشقان تا می رود خواهم فشاند
کبر نازِ نیکوان تا می توان خواهم کشید

گر ترا بینم مگو جانا که "چشمت بر کشم"
هم ترا فرما که من از دیدگان خواهم کشید

ای خروسِ گنگ آخر روز خواهد شد گهی
هم سرت خواهم برید و هم زبان خواهم کشید

دل که گم کرده ست خسرو پیشِ او آخر گهی
خنده ای خواهد از آن کنجِ دهان خواهم کشید

۶۰۷

باز از رندی[۲] علم بر آسمان خواهم کشید
روز پیری جام با یار جوان خواهم کشید

تیرِ غمزه ترک چشمش از کمانِ ابروان
سوی سینه گر کشاید من به جان خواهم کشید

پیشکش آرند هر یک سیم و زر در پیشِ او
من دلِ پرخون و جانِ ناتوان خواهم کشید

بگذر ای ناصح ز من، امروز بگذارم، که باز
جام می بر روی یارِ مهربان خواهم کشید

گر مدد گاهی رسد از اخترِ مسعودِ من
امشب از لعلِ لبش راحِ روان خواهم کشید

سوی خسرو التفاتی گر نماید آن سوار
زیرِ پایش سر چو خاکِ آستان خواهم کشید

۶۰۸

هیچ گه یارب حدیثی زان دو لب خواهم کشید
یا شبی از دستِ تو جام طرب خواهم کشید

---

۱ غزل محذوف در ن

۲ غزل محذوف در ن

گر براں خم خانۂ جاں دست خواہم یافتن / ساغرے را ز آبِ حیواں تا بہ لب خواہم کشید

گفتی: "امشب زلف بر دستت نہم تا می کشی" / دہ کہ من تارے از ایں ساں تا بہ شب خواہم کشید

گر کشم جعدِ ترا گوئی "مکن ترکِ ادب" / عاشق و مستم ز من ناید ادب خواہم کشید

سوزِ دل تا کے نہاں دارم بروں خواہم فگند / دُود از جانم برآمد چند تب خواہم کشید

بو العجب[1] شد کارِ من از نالۂ زارم ہنوز / من دریں غم نالہ ہائے بو العجب خواہم کشید

عاشقی دردِ سر است و کے رود ایں دردِ سر
تا ز خسروؔ ہر شبے شور و شغب خواہم کشید

۶۰۹

از لبت[2] گر خطِ مے گوں سر بروں خواہد کشید / از یکے کنجِ دہن صد دل فزوں خواہد کشید

گر بروں خواہی خرامیدن یکے بنمایمت / آں کہ پا در دامنِ عصمت دروں خواہد کشید

روے اگر آں است، رہ سوے بلا خواہد نمود / عشق اگر ایں ست تا حدِ جنوں خواہد کشید

گاہ دل بگذار در دنبالِ زلفِ از بہر آنک / مو کشاں در خاکِ راہش سرنگوں خواہد کشید

سالہا بگذشت و غمہاے نوت کہنہ نشد / من ندانستم کہ ایں غم تا کنوں خواہد کشید

بر من امشب شحنۂ ہجراں قوی شد آمدہ ست / غصۂ دیرینہ را دانم بروں خواہد کشید

جانِ خسروؔ بر لب آمد تا کہ ایں مسکیں ہنوز
محنتِ عشق و جفاے چرخِ دوں خواہد کشید؟

۶۱۰

خوب رویاں[3] چوں بہ سلطانے علم بالا کشند / شیرِ مرداں را بہ زیرِ تیغِ جاں فرسا کشند

جاں کشاں شب زندہ دارند اہلِ عشق و در سخن / صبح وار از آفتابِ خود دمے بالا کشند

---

۱ بیت محذوف در ن    ۲ غزل محذوف در ن    ۳ غزل محذوف در ن

پیرِ عاشق پیشہ‌ام بہ کابیں مصلّاے مرا | خدمتے از زیرِ پاے شاہدِ رعنا کنند
بس کہ از رفتارِ خوش پاے تو جانم بشکست | رخنہ کرد جانم از رخسارے ترا از پا کنند
از کرشمہ لام الف کن زلف را بالاے خویش | تا از آں بر نام ہر سرو سہی نام لا کنند
وصلِ من ایں بس کہ خونِ من بریزند وز خون | نقشِ من با نقشِ آں صورت گراں یک جا کنند
با وجودِ خویشتن مارا دوئی باشد ولیک | باک نبود گر کساں ارّہ بہ فرقِ ما کنند

خستہ حالِ خسروا از شیرینیٔ عیش و نشاط
بر کشیدی راست ہمچوں ہستہ کز خرما کنند

۴۱۱

باز گل بشگفت[۱] و گل رویاں سوئے بستاں شدند | مطرب و بلبل ہم در نغمہ و دستاں شدند
میہمانِ دیگرے بود و بباغ و من بہ رشک | جملہ مرغانِ چمن از آہ من بریاں شدند
چوں گلے بینم تو یاد آئی و جاں پارہ شود | ایں ہمہ سرہاے غنچہ بہر جاں پیکاں شدند
باغ حاجت نیست ہم در کوے خود بیں کاہلِ دل | خاک گشتند اوّل آں گہے گل و ریحاں شدند
دولتِ حسنت فزوں بادا کہ نیکو تر شود | ایں ہمہ دلہا کہ از اقبالِ تو ویراں شدند
می شدند اہلِ وفا مہمانِ دیت بلکہ ستاں | بر جگرہاے کباب خویشتن مہماں شدند
لافِ عشق و وصل را ایں بلاں ماند آں بداں | حاجیاں در کعبہ ماندند و بہ ترکستاں شدند

خسروا با ما بیا تا با خیالش خوش شویم
زاں کہ ہر کس با نگارِ خویش در بستاں شدند

۴۱۲ ب

گر نظر بر چشمِ کافر کیشِ او خواہد فتاد | آتشے بر عاشقِ بے خویش با و خواہد فتاد

---

[۱] غزل محذوف در ن

خنده خواهم از لبت بهرِ دلم بیچاره دل ‏ ‏ ده کزاں خنده نمک بر ریشِ او خواهد فتاد
یار ترکش بست و مرکب راند بر عزمِ شکار ‏ ‏ تا کدامیں خوں گرفته پیشِ او خواهد فتاد[1]
گر نیندیشد رقیب او بلائے عاشقاں ‏ ‏ هم بر آں جانِ بلا اندیشِ او خواهد فتاد
چند[2] ازیں در کارِ من فردیش ده زیں آهِ گرم ‏ ‏ هیچ گہ آتش دراں فردیشِ او خواهد فتاد
آں که می گوید که دل ندهم بکس آخر گہے ‏ ‏ پیشِ چشمِ شوخِ کافر کیشِ او خواهد فتاد

خونِ خسرو می خورد ترسم که آں رعنا سوار
ناگهاں ز آهِ دلِ درویشِ او خواهد فتاد

۶۱۳ ‏ ‏ غ

باز گل می آید و دل در بلا خواهد فتاد ‏ ‏ شورشے در جانِ بے سامانِ ما خواهد فتاد
باز آں[3] یارِ پریشاں کار در خواهد رسید ‏ ‏ عقل و جان و دل زیک دیگر جدا خواهد فتاد
باز آں سروِ خراماں در چمن خواهد گذشت ‏ ‏ اے بسا دلها کز آں زلفِ دوتا خواهد فتاد
تازه خواهد شد بسوز بے دلاں داغِ کهن ‏ ‏ آتشے هر دم بجانِ مبتلا خواهد فتاد
اندک اندک می رود آں دزدِ دلها سوئے باغ ‏ ‏ باز بنگر تا زره چند آشنا خواهد فتاد
تا ز مستی بر که خواهد او فتاد آں چشمِ مست ‏ ‏ تا کدامیں خوں گرفته در بلا خواهد فتاد
جز صبا کس می نبوسد پائے او زیں پس بہے ‏ ‏ خاک گشته در رهِ بادِ صبا خواهد فتاد[4]

چند ازیں سودائے فاسد کاں بت آمد در کنار
خسروا گوهر نه در دستِ گدا خواهد فتاد

---

[1] درن بعدهٔ بیت ذیل زائد است ؎
کشتهٔ شستِ وے ام یارب بهد وح من رساں ※ هر خدنگے کاں بروں از کیشِ او خواهد فتاد
[2] بیت محذوف درن ‏ ‏ [3] بیت محذوف درن ‏ ‏ [4] درن بیت ذیل زائد است ؎
نیست بختے آں که یابم نیم خورد او شراب ※ لیک می ترسم که آں جرعه کجا خواهد فتاد؟

۶۱۴

دل ز دست من به رفت و آرزوئے دل بماند
وز من اندر هر سر کو گفتگوئے دل بماند

هر کجا بینم غم دل گویم و گریم، از آنک
بر زباں افسانه‌هائے آرزوئے دل بماند

چشم تو[1] می کرد چوگاں بازی از ابروے وے
عقل و جاں لاف حریفی زد ز بوئے دل بماند

بر رخ جانم یک نظر شد بیں یکے زیں سوز آنک
دیر شد کایں رخت کاسد پیش روئے دل بماند

بر سر کوئے تو می ترسم که جاں هم گم کند
عاشق گم گشته کاندر جستجوئے دل بماند

دل به زلفت خو گرفت و عشق غم بر من گماشت
یادگار ایں فتنه‌ها بر من ز خوئے دل بماند

خسروا گر دل کشی سهل است از بند قضا
کایں رسن ناید بروں کاندر گلوئے دل بماند

۶۱۵

رفتیم از چشم و در دل حسرت روئیت بماند
بشکستی و به جانم نقش گیسویت بماند

سر گذشتے بشنو از من، داشتم وقتے دلے
سالها شد در فرامش خانهٔ مویت بماند

دی خراماں می گذشتی خلق بے دل مانده را
گریه‌ها پیش تو آوردند چشمها سویت بماند

مردن من بیں که چوں شب باز گشتم از درت
کالبد باز آمد و جاں بر سر کویت بماند

رفت جان بر هوس تا بوسه ابروئے ترا
هم در آں بوسیدن محراب ابرویت بماند

بو که باز[2] آید دل و جاں گرفتارم ز تو
وز بدت گفتن زبان هر کسے بدگویت بماند

---

[1] بیت محذوف در ن و به جایش ابیات ذیل زائد است ـ

کے خورد در دانش آب خوش کنوں کز چشمها
بر در آں آشنا سیلے ز جوئے دل بماند

شرمسارم از سگان کوئے تو زاں کز رهے
دل تو بردی و به گرد کوئے بوئے دل بماند

[2] بیت محذوف در ن و به حاشیش دو بیت ذیل زائد است ـ

گردنت آزاد باد و خون من در گردنم
چوں به کشتن خو گرفتی در جهاں خویت بماند

زاں شبے کایں سو گذشتی گیسوئے مشکیں کشاں
تا کنوں مستم که تو بگذشتی و بویت بماند

ایں بہ گفتن راست می آید کہ "خسرو خوش بزی"
چوں زید بیچارہ اے کز دیدنِ رویت بماند؟

۶۱۶

عاشقاں[1] نقلِ غمت با بادۂ احمر خورند　　گرچہ غم تلخ ست بر یادِ تو چوں شکر خورند
رفت عمر و خار خارِ نخلِ بالایت نہ رفت　　اے خوش آں مرغاں کز آں شاخِ جوانی بر خورند
مردۂ آں قامتم کاں دم کہ بخرامد بہ راہ　　مردگاں در خاک ہر دم حسرتے دیگر خورند
روزہا بگذشت و از ما یاد نامد دولت　　اے عفاک اللہ غمِ یاراں ازیں بہتر خورند
خوں فرو خوردم بس آں گر ساقیت گشتم ازآنک　　چاشنی ناکردہ شاہاں شربتے کمتر خورند
گر مرادے نیست بارے طعنہ ہم چندیں مزن　　کس ندیدست ایں کہ بیش از انگبیں شکر خورند
ما نہ بہرِ سوزِ ہجرانیم کے یا بیم وصل؟　　دوزخ آشاماں چگونہ شربتِ کوثر خورند
اے ترا خالے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست؟　　جان شیرانے کہ غم شمشیرِ بلا بر سر خورند

سوئے خسرو ہاں وہاں بوئے بیالے اے حبیب
ہر کجا مستاں بکوئے بے مئے ساغر خورند

۶۱۷

خسرو سوارانے[2] کہ فتحِ قلعۂ دیں کردہ اند　　التماسِ ہمت از دلہائے مسکیں کردہ اند
پاکبازانِ سرِ کوئے خراباتِ فنا　　در مقامِ سرفرازی خشت بالیں کردہ اند
سنگسارِ لعنتِ جاوید مر ابلیس را　　از برائے کوریٔ چشمانِ خود بیں کردہ اند
آہوئے چیں را جگر در نافۂ سودا بسوخت　　تا حدیثِ سنبلِ زلفِ تو در چیں کردہ اند
جلوۂ فرہاد بیں کز غیرتِ آں خسرواں　　نام خود نقشِ نگینِ لعلِ شیریں کردہ اند

---

[1] غزل محذوف در ن　　[2] غزل محذوف در ن

حلقهٔ زلف تو دارد هر شبے در گوشِ دل — گرچه او را حلقہاے از ماه و پروین کرده اند

زاهدان تسبیح می خوانند و خسرو نام دوست
ذکرِ هر کس آں چناں باشد که تلقین کرده اند

۶۱۸

عاشقانِ تو ز تو[۱] تا صبح در خونابه اند — گرچه بهرِ مصلحت ہیئت بلاغ و لابه اند

زاری نالند و ستانند اگر جاے بود — گرچه هر شب تا سحر چوں ماهیے بر تابه اند

چنگِ من نالد ستمے خونِ جگر و اصحاب تو — همنشینِ بربط و هم زانوے غرّابه اند

تا تو دستِ جود بکشادی فلک بیکار ماند — اختراں در هفت گنبد صورتِ گرمابه اند

آفتِ خسرو شدند ایں هر دو چشم و لاجرم
من ز شاں در خون و شاں از خویش در خونابه اند

۶۱۹

چشم ها را گوے کایں ناز و کرشمه کم کنند — ورنه ترسم عالمے را خسته و درهم کنند

هم شکافِ جاں کنند و هم بسے خونِ دل آب — شانهٔ و آبے که زلفت را خم اندر خم کنند

مرهم از لبهات می جویم بدیں جانِ فگار — واے بر ریشے که آں را از نمک مرهم کنند

بر درت[۲] عشاقِ خوں گریند و رُو و مُو کنند — چوں زناں از گرمیٔ دل شعلهٔ ماتم کنند

اے صبا آناں که دل سنگ اند بهرِ ما بگوے — ما ز غم مردیم دل از بهرِ ما بے غم کنند

---

۱ غزل محذوف در ن
چشمِ مستا قانت از خوں بسته گرد و نے ز آب
بند بر عاشق بداں ماند که باشد بر جگر
دم که بر یادش بر آید ماند در تن چوں رود؟

۲ در ن ابیات ذیل اضافه است —
باز نکشاید مگر بازش هم از خونم کنند
ناتواں را زحمتِ جانے دو داغش هم کنند
وه بدیں خواری چگونه یاد آں همدم کنند

خسروا جان دوست می داری نجانان دم مزن
شاہد آں باشد کہ کارِ شیر مرداں کم کنند

۶۲۰

ژالہ از نرگس[1] فرو بارید و گل را آب داد
وز تگرگ روح پرور مالش عناب داد

چشمِ مستِ او کہ مژگاں را بہ قتلم تیز کرد
خنجرِ زہر آبدادہ در کفِ قصاب داد

ہر خدنگِ غمزہ اے را کاو بہ شستِ ناز بست
آں خدنگ اوّل نشاں بر سینۂ احباب داد

باز آں ابرو کمانِ غمزہ زن قصد کہ کرد؟
چشمِ او بارے ز مژگاں ناوک پُر تاب داد

ویں کجا ماند ز چشم و ابروش زا ینساں کہ او؟
ترکِ مستِ کافرے را راہ در محراب داد

۶۲۱ ب

دوش بوئے گل مرا از آشنائے یاد داد
جاں گریباں پارہ کرد و خویش را بر باد داد

ترسم از پردہ بروں افتم چو گل کایں بادِ صبح
زاں گلستاں با کہ زد نے با تو بودم باد داد[2]

پیش ازیں آباد بود ایں دل کہ مستی در رسید
ویں صلائے صوفیاں در خانۂ آباد داد

مشنوا ے حاکم ز ما دعویٔ خوں بر یارِ خویش
کشتگانِ عشق بازی را نہ شاید داد داد

چوں نواز د خوب لے واں گہ کشد خود فتنہ بود
ساغرِ شیرے کہ شیریں بر کفِ فرہاد داد

من نشستہ ہر دم و از دیدہ خوں بیش افتدم
بیں دلِ خوں گشتہ خسرو را چہ بیش افتاد داد

---

[1] غزل محذوف درن

[2] بعدہٗ درن بیت ذیل زائد ست ؎

جز خرابی نامد اندر جانم از بنیادِ عشق ٭ گرچہ ہر دم دیدہ خونِ تو دریں بنیاد داد

۶۲۲

آں ہمہ دعویٰ کہ اول عقل دعویٰ دار کرد — دید چوں رویت بہ عجز خویشتن اقرار کرد
رنج بیداریٔ شبہائے غمِ روشن نبود — خفتہ بودم پیش ازیں ہجر توام بیدار کرد
سبحہ گر زنار شد بر مشکن اے پرہیزگار — کایں چنیں ہا آدمی از بہر دل بسیار کرد
دُر و یاقوتِ لبِ لیلیٰ مفرّح ہست لیک — کے تواں بیچارہ مجنوں را بداں ہشیار کرد
داند آں کز گل رخاں خوردست خارے بر جگر — کز چہ بلبل در گلستاں نالہائے زار کرد
دارد اندر دل غبار گریہ وقتِ تست ہاں — کارکن اندر دلش گرمی توانی کار کرد
سنگدل یارا اثر در تو نہ کرد آہے کہ آں — کشتِ اہلِ درد را بے درد را افگار کرد
با منِ بیمار شیریں گشت معجونِ اجل — زاں کہ عشقت چاشنیے خویش با آں یار کرد

ہر چہ خسرو پیش ازیں در پیشِ خوباں سجدہ کرد
پیشِ محرابِ دو ابروئے تو استغفار کرد

۶۲۳

یارب آں بالا مگر از آبِ حیواں ریختند — یا بسے جانِ کساں بگداختند آں ریختند
شیرہ جانہائے شیریں برکشیدند از نخست — ویں تنِ نازک از آں شیرینیٔ جاں ریختند
ہر کجا خوئے ریختند از رویت ملاحت مایہ بست — چاشنی گیرانِ خوبی در نمک داں ریختند
زیں ہوس کز رانِ یکرانت فرو شانند گرد — آبروئے خویش بسیارے کہ خوباں ریختند
عیش تلخم با خیالِ لعلِ جاں افزات ہست — شربتِ زہرے کہ در روئے آبِ حیواں ریختند
شعلہ می خیزد ز گورِ کشتگانت گاہِ نور — بس کہ زیرِ خاک بادامہائے سوزاں ریختند
ہمچو چشمِ نامسلمانِ تو بے رحمت نہ اند — کافرانِ چیں کہ خونہائے مسلماں ریختند
از گناہِ نیکواں یارب مرا سوزی نخست — گرچہ آں مردم کشاں خونہا فراواں ریختند

---

لہ بیت محذوف در ن

عاقبت بر روئے آب آورد رازِ بے دلاں ‏ ‏ ‏ ‏ گرچہ گریہ در شبِ تاریک پنہاں ریختند

خسروا مگری کہ جز خاشاکِ بدنامی نہ رُست

دیدہ ہائے عاشقاں ہر جا کہ باراں ریختند

۶۲۴

آبرویم[1] ز آتشِ زسودائے خوباں شد بہ باد ‏ ‏ ‏ ‏ خاک بر سر می کنم از دستِ ایشاں داد داد

زلفِ تو سرمایۂ عمر دراز ست اے پسر ‏ ‏ ‏ ‏ زاں کہ از سودائے زلفت می رود عمرم بہ باد

از شبِ غم بر سرِ من صبحِ پیری می دمد ‏ ‏ ‏ ‏ حبذا عہدِ جوانی، گوئیا آں بود باد

زیں صفت کز آتشِ دل دود بر سر می رود ‏ ‏ ‏ ‏ روشن است ایں کآخرم باید چو شمع از پا فتاد

اے کہ برکندی دل از پیمانِ یارانِ قدیم ‏ ‏ ‏ ‏ گاہ گاہت یاد باید کرد از عہدِ وداد

بخت یارت شد مبارک طالعِ فیروز روز ‏ ‏ ‏ ‏ نیک بختے مقبلے کو را قبولت دست داد

خسروا اندر جہاں گیتی محنت و غم دید و بس

دولت او بود بخت او کہ از مادر نہ زاد

۶۲۵

درشبِ[2] ہجراں کہ روزے ہیچ دشمن را مباد ‏ ‏ ‏ ‏ می رود عمرِ عزیزم چوں سرِ زلفت بہ باد

محنتِ ہجراں و رنجِ راہ و تشویشِ سفر ‏ ‏ ‏ ‏ ایں ہمہ گوئی نصیبِ جانِ مہجورم فتاد

سیلِ خونِ دل کہ از ایں گونہ آید سوئے چشم ‏ ‏ ‏ ‏ دم بدم بر آب خواہد رفت مردم زیں سواد

تا ز خطِ جام مے فہمِ معانی کردہ ام ‏ ‏ ‏ ‏ ہر چہ خواندم پیشِ استادِ طریقت شد نیاد

ترکِ چشمش ریخت خونِ ما بشوخی و ز لبش ‏ ‏ ‏ ‏ خوں بہا جستیم از وے خوں بہا بر ہم نہاد

در غمت گر رفت خسروا ز جہاں عمرِ تو باد

نیک خواہ خواستے در محشر از دستِ تو داد

---

[1] غزل محذوف درن ‏ ‏ ‏ ‏ [2] غزل محذوف درن

۶۲۶

[1]غمزه هائے کرد چشمش با دلِ این نامراد | باز آز دالِ دو زلفم آں الف قد داد یاد
گفته بودم عمرہائے اعتمادم با تو بود | این زماں دانستم اے جاں نیست بر عمر اعتماد
حرفِ میم آمد دہانت، ہست الف انگشت تو | جز تو کس بر ما چرا انگشت نتواں نہاد
با نسیمِ صبح دادم دل کہ بر، در پیشِ او | داد بلبل در ہوائے گلبنے دل را بہ باد
از رخت جاں پروری آموخت لعلت آفریں | شد دریں فن عاقبت شاگرد بہتر ز استاد

جانِ خسرو ہست چشم و غمزۂ عاشق کشش
عشق جاں باز نیست یاراں و عزیزاں خیرباد

۶۲۷

ساقیا مے دہ کہ بیروں سبزہ ہائے تر دمید | چوں خطِ سبز جاناں نغز و جاں پرور دمید
در خیالت اے خیالِ ابروانت ماہِ عید | اذہبا قلبی و روحی بیننا بعد بعید
مثل رویت در نبی آدم کسے ہرگز ندید | دستِ نقاشِ ازل تا نقشِ آدم برکشید
بادِ صبح از خاکِ کویت مژدہ اے می داد دوش | آبِ چشمم بر سر کویش بہ ہر سو می دوید
اے نصیحت گو برو از من چہ می خواہی کہ نیست | در من ایں مذہب کہ روزے شیخ باشم یا مرید
گر جہانے بر سر آیندم بہ شمشیر جفا | ہیچ کس پیوندِ من از دوست نتواند برید

دوستاں گویند خسرو را ملامت در وفاست
اے عزیزاں ہر نفس یارے دگر نتواں گزید

۶۲۸

سبزۂ سبز ست[1] و آب روشن و سروِ بلند | بادۂ صافی بکامِ آبگوں باید فگند
جانِ بلبل ہست بر سروِ روان و زیں قبیل | ہست جائے آں کہ بلبل می پرد زینساں بلند

---

[1] تا [1] غزلیات محذوف درن

نرگس اندر عین مستی سوئے گل چشمک زنست | ورنہ گل بر سبزہ ہم چندیں نہ کردے ریش خند
گل ازآں کم عمر شد کا و بیشتر از عمر خویش | دام داد آں را کہ از وے وقتِ گل شد بہرہ مند
ساقیا مے چاشنی کن بعد ازآں دردہ از آنک | گر ترش باشد مے آں را چاشنی باید زقند
بند بندم را جدا کردہ ست دستِ غم بہ تیغ | تو بہ خونِ گرم مئے پیوند کن بندم زبند

گر دلِ خسرو رسن بازی کند باز لفِ تو
رشتہ یک چندے درازش دہ ز زلفِ چوں کمند

۶۲۹

اے کہ چوں جاں[1] رفتہ ای از پیشِ ما باز آئے زود | کز فراقت سوختم بر آتشِ دل ہمچو عود
پیشِ روئے خود مرا بنشاں بر آتش چوں سپند | تا بسوزم خویشتن را کوریٔ چشمِ حسود
اے کہ بر دی آبروئے من، ز آہِ دل بہ ترس | چوں مرا در جاں زدی آتش، مشو غافل ز دُود
صورتِ جاں بے حجاب آں روز دیدم ذرّہ وار | کافتابِ روئے او از روزنِ دل رُو نمود
قصۂ ما با تو از لیلیٰ و مجنوں درگذشت | خسرو و شیریں چہ باشد وامق و عذرا چہ بود؟
عاشقی و رندی و دیوانگی در شخصِ ما | قصہ و افسانہ نبود راستی باید شنود

عشق از آں بالاتر است اے کہ خسرو را نہ ورد
گاہِ پیری سر برد پیشِ جواناں در سجود

۶۳۰

بر بنا گوشت[2] بلائے خط کہ سر بر می کند | جزو جزوِ عاشقِ بے چارہ ابتر می کند
سرو کز بالائے خود در سر کند باد آں مبیں | آں نگرکش باد پیشت خاک بر سر می کند
چند گوئی "پیشت آیم" وہ کہ چوں تو یوسفے | سر کجا در خانۂ تاریک مادر می کند

---

[1] غزل محذوف درن

[2] غزل محذوف درن

چند گوئید اے مسلماناں کہ "حالِ خود بگوے" — من ہمی گویم ولے از من کہ باور می کند؟

شوخیش بیں کاشکارم می نوازد در نہاں — با رقیبِ خویش اشارت سوئے خنجر می کند

رو بروں اے جانِ معزول از درونِ من کہ عشق — شغلِ جاں در سینہ با جاناں مقرر می کند

عاشقاں جان و جہاں بہرِ بتاں ترکردہ اند
سہل باشد آنکہ خسرو دیدہ را تر می کند

۶۳۱

جاں کہ چوں[1] تو دشمنے را دوستداری می کند — دشمنِ خود را بہ خونِ خویش یاری می کند

دل کہ جہاں خواند بر جانم بلا و فتنہ را — کار دارانِ غمت را حق گزاری می کند

یک دل آباداں نہ پندارم کہ ماند در جہاں — زاں خرابی ہا کہ آں چشمِ خماری می کند

جانِ من روئے کند گہ گاہ ہمراہش از آنک — سوئے تو ہمراہیٔ باد بہاری می کند

خونِ من می جوشد از غیرت کہ ایں کافر چرا — تیرِ خویش آلودۂ خونِ شکاری می کند؟

مُردم از نالیدن، و روزے نہ گفتی اے رقیب — "کیست ایں کاندر پسِ دیوار زاری می کند؟"

گرچہ بے حدِّ من است اے دوست اما بر درت — دیدۂ من آرزوئے خاکساری می کند

آں کہ پندم می دہد در عشق بہرِ زیستن — مرہمِ بے فائدہ بر زخمِ کاری می کند

ہجر می داند کہ چوں من ناتوانے چوں زید؟
زاں برایں دل زخم ہائے یادگاری می کند

۶۳۲

چشمِ تو مست[2] است یا در خواب بازی می کند؟ — بوالعجب مستی کہ در محراب بازی می کند

مردمِ چشمم کہ می گردد بہ گردِ روئے تو — طفل را ماند کہ در مہتاب بازی می کند

---

[1] و [2] غزلیات محذوف در ن

در آویزد دلِ نادانِ من در سوئے تو — ہمچو موئے خود مشو در تاب بازی می کند
چشمِ من دور از تو گر غرقہ بخوں گردد سزاست — ز آشنا بیگانہ شو در آب بازی می کند
امشب اندر خواب دیدم "با تو بازی کردہ ام" — مہ تو بازی کردہ ای یا خواب بازی می کند؟

باز نخرامت کہ خسرو عشق بازد گوئیا
گوسفندے داں کہ با قصّاب بازی می کند

۶۳۳ — ب

باز ترکِ مستِ من آہنگ بازی می کند — کس نہ کردہ ست آں کہ آں ترک طرازی می کند
زلف او را سر بہ سر عالم بہ موئے بستہ شد — ہندوے را بیں کہ اینساں ترکتازی می کند
از خیالش ماندہ ام شرمندہ، کاندر چشم من — گہ گہے می آید و مردم نوازی می کند
جز اشارت نیست سوئے لعلِ تو ما را زدود — ہم چو انگشتے کہ بر حلوا درازی می کند
می رود در خون ہر سر کشتہ اے دامن کشاں — پس بہ آبِ چشمِ من دامن نمازی می کند

می برد چوں کافراں بر جانِ خسرو تاختن
از برائے رغمِ نامِ خویش غازی می کند[۱]

۶۳۴

غمزۂ شوخت[۲] کہ قصدِ جانِ مردم می کند — ہر کجا جادوگرے آں جا تعلّم می کند
مردمِ چشمم ز بہرِ سجدہ پایت را چو یافت — خاکِ پایت در دلِ دریا تیمّم می کند
کوہ جورت را نیارد طاقت و من می کشم — زاں کہ مردم می کشد جورے کہ مردم می کند
کاشکے صد چشم بودے از پے گریہ مرا — چوں لبت در گریۂ زارم تبسّم می کند
ہیچ فریادِ دلم خواہی رسیدن اے صنم — در سرِ زلفِ تو چوں مجنوں تظلّم می کند

---

[۱] بیت محذوف ددن — [۲] غزل محذوف ددن

عشق با تقویٰ نہ سازد بعد ازیں ما و شراب    اے خوش آں کف کا شنائی با لبِ خم می کند

بندہ خسرو عاشقی را دست و پائے می زند
لیک چوں روئے تو بیند دست و پا گم می کند

۶۲۵

دل کہ با خوبانِ بدخو آشنائی می کند    شیشۂ با خارۂ اے زور آزمائی می کند[۱]

زاہدے کو خوبہ مسجد کرد و خوباں را نہ دید    ہست نابالغ ضرورت پارسائی می کند

مستِ آں ذوقم کہ شب در کوئے خویشم دید و گفت    "کیست ایں؟" گفتند "درویشے گدائی می کند"

چوں طمع دارند مشتاقاں وفا از نیکواں    حسن چوں با نیکواں ہم بیوفائی می کند

شعلۂ مشرق کہ چہرہ افروخت مرغانی کہ چیست؟    بر دلِ ہم صحبتاں داغِ جدائی می کند

گر نہ خسرو از حیاتِ خویشتن سیر آمدست
از چہ با خوبانِ بدخو آشنائی می کند؟

۶۲۶

کافرِ خوں خوارہ دنبالِ شکارے می رود[۲]    پس، نہ می بیند کہ آخر بے قرارے می رود

از دل آوارہ عمرے شد نہ می یابم نشاں    بس کہ در دنبالِ دیوانہ سوارے می رود

خوں ہمی گرید دلم بر جانِ پیروزیِ خویش    آں زماں کز خونِ او تیرِ شکارے می رود

گریہ را بر دیدہ منتہاست کاندر آہِ او    گرد ایشاں سو بسو فرسنگ وارے می رود

جاں نہ می خواہد کز ایں عالم رہ آورد برد    اینک اینک در پئے بہرِ غبارے می رود

---

[۱] درین سہ بیت ذیل زائد است ؎

بندہ در کوئے کہ خونِ خویش می سازد رواں    در حسابِ خویش حسنش را [illegible] می کند

بے گناں دانند کار از خامئ پروانہ گو؟    پیشِ شمع از سوزِ عشق تو در رسائی می کند

من کجا و رخ توام کلکے ست چوں شبنم بگو؟    سوئے خورشیدے کہ ہر دم خودنمائی می کند

[۲] غزل محذوف درن

آب چشمے می دوانم کارِ من اینست و بس — نیک بخت آں کس کہ از دنبال کارے می رود

دی شنیدم می رود در جستنم تا بکشدم
اے فدایش جانِ خسروؔ وہ کہ یارے می رود

۶۳۷ — ت

کالبد[۵۱] از دل تہی شد گرچہ جاں بیروں رود — دوستے نبود کہ نہ با دوستاں بیروں رود

خونِ چندیں بے گنہ در بندِ دامن گیرِ تست — وائے گر آں مستِ من دامن کشاں بیروں رود

رو بہ گرداں اے بلائے جاں لشکر پیش از آنکہ — ہم رکابانِ ترا از کف عناں بیروں رود

بیوفا یاراں کہ پیوندند واز ہم بگسلند — صحبتِ دیرینہ وہ کز دل چساں بیروں رود

بگذر از بالینِ من کآساں شود مردن ازانکہ — دل چو در حسرت بود دشوار جاں بیروں رود

چند بیندی ستم بر جانِ خسروؔ ہم بترس
زاں کہ ناید باز تیرے کز کماں بیروں رود

۶۳۸ — ت

یارب[۵۲] ایں اندیشۂ جاناں ز جانم چوں رود ؟ — چوں کنم از سینہ ایں آہ و فغانم چوں رود ؟

نقشِ خوباں را اگر قسم خود بروں رانم ز چشم — آں کہ اندر سینہ دارم جائے آنم چوں رود ؟

در غمِ مخلصے کہ آں افتادہ در رہ خاک شد — من دریں حیرت کہ او بر استخوانم چوں رود ؟

---

۵۱ در ن چہار بیت ذیل زائد است ۔

سوزشِ عشق ست ایں ہمیں پیچ و تبِ من اے طبیب — کایں تپم باجاں بہم از استخواں بیروں رود

در دلِ من جائے گر بشکست و تو نازک مزاج — راہ دہ تا جانِ مسکیں از میاں بیروں رود

کشتنم غم نیست لیکن از بروں خواہی فگند — خونِ من مگذار بارے ز آستاں بیروں رود

بانگِ پائے اسپ آید از عدم روزے گہے — کز سرِ بختِ من ایں خوابِ گراں بیروں رود

۵۲ غزل محذوف در ن

ہاں وہاں اے کبک کہسارے کہ می نازی بکام — گو یکے بنما کہ آں سروِ روانم چوں رود ؟
کشتنم بر دیگراں می بند داں را کو بُوَد — اے مسلماناں بر دیگر کس گمانم چوں رود؟
مردماں گویند از او دعویٰ خونِ خود بکن — حاش شد ایں حکایت بر زبانم چوں رود؟
دیؔ جفا کارِ ستمگر خواندمش وہ کایں سخن — از دلِ آں کافرِ نا مہربانم چوں رود؟

گرچہ از خسرو رَود جان و جہان و ہر چہ ہست
آرزوئے آں دل و جان و جہانم چوں رود؟

۶۳۹

مانہ خواہیم[1] از غمِ خود کاشنا بیروں برد — آشنا ہم زیں رُخِ پُر خوں ما بیروں برد
در ہوایش آں کہ پندم می دہد گر بیندش — دامنش مرد از سرِ خود زیں ہوا بیروں برد
نوش باد آں مست را بادہ کہ در ہنگامِ نوش — دعویٰ زہد از سرِ صد پارسا بیروں برد
اے خوش آں روزے کہ جانت کم بیک لحظہ اے — کیست کو یکتا فدا ایں جانِ تو تا بیروں برد؟
خاک خواہم شد بہ کویت، خاک بر فرقِ صبا — از سرِ کوئے تو گر خاکِ مرا بیروں برد
مُردم از پیچش کہ نے زلفش ز جاں بیروں دَوَد — نے کسے جانم از ایں دامِ بلا بیروں برد

می کند بیروں و می گوید "مرو از در بروں"
خسروا بیں کایں لطیفہ ہر کجا بیروں برد

۶۴۰

از دلِ غمگینش[2] ہوائے دل ستانم چوں رود؟ — یا ز سر سودائے آں سروِ روانم چوں رود؟
ناتوانائی بُدم، بارِ غمش بر دم بہ جاں — خود کنوں عشقش ز جانِ ناتوانم چوں رود؟
از دلم تیشِ جفایش گر رَود نبوَد عجب — لذتِ دشنامِ او ہرگز ز جانم چوں رود؟

---

[1] غزل محذوف در ن

[2] در ن غزل محذوف است

غمزۂ قصاب اومی ریزدم خوں شاکرم
جائے شکرست ایں شکایت بر زبانم چوں رود؟

بعدِ مردن گر شوم خاک و تنم گرد و غبار
داغِ مہرِ او ز مغزِ استخوانم چوں رود؟

گر زپا افتم درآں کوے ورود تیغم بسر
زیں قدر از دلِ غمِ آں دلستانم چوں رود؟

قدِ یارم از نظر گر رَوَدُ خسروؔ، وے
نقشِ روئے او ز چشمِ خوں فشانم چوں رود؟

۶۴۱

ہر شبم جاں برلب آید نالۂ زار آورد
تا کرا میں بود بوئے زاں جفا کار آورد؟

رفت آں شوخ و دلِ خوں گشتہ را با خود ببرد
عاقبت روزے ہماں خونش گرفتار آورد

دوستاں من نے ہوس دارم بنالیدن، ولے
درد چوں در سینہ باشد نالۂ زار آورد

آرزومنداں بآبِ دیدہ معذور ند زانک
فرقتِ روئے عزیزاں گریہ بسیار آورد

صد گلہ دارم ولے آں رو چو آید در نظر
کیست کاں ساعت زبانم را بگفتار آورد؟

غمزۂ خوں ریزِ تو مر زاہدِ صد سالہ را
موئے پیشانی گرفتہ سوئے خمار آورد[1]

زیں دلِ خودکام کارِ من برسوائی کشید
خسروؔا فرمانِ دل بردن ہمیں بار آورد

۶۴۲

گر کنی یاری وگر آزار بر من بگذرد
ہر چہ می خواہی بکن اے یار بر من، بگذرد

گفتی "از من بگذرم زیں سو بود بر تو ستم"
ایں ستم اے کاشکے ہر بار بر من بگذرد

---

[1] درین دو بیت ذیل زائد است ؎

بو کہ بزیم، باد را گوئید تا از بہرِ فرش
پارۂ خاک از برائے جانِ افگار آورد

شب ز مے توبہ کنم از بیمِ نازِ شاہداں
بامدادم روئے ساقی باز در کار آورد

صبح دم مستِ شرابِ شوق بیروں اوفتم | بس کہ شب در نالہ ہائے زار بر من بگذرد
زود تر خاکم کن اے گردوں مگر بختم بود | کاں خراماں سروِ خوش رفتار بر من بگذرد
اے خوش آں دیوانگی و مستی و رسوائیم | کز پئے نظارہ اے آں یار بر من بگذرد
ہر سحرگاہے فرستم جاں باستقبالِ او | تا مگر بوئے از آں گلزار بر من بگذرد

رفت عمر و گفتگوئے عشق از خسرو نرفت
عمر باقی ہم دریں گفتار بر من بگذرد

۶۴۳

یادِ من گویند آں جا گاہ گاہے بگذرد | راضیم گر در دلش از بعدِ ماہے بگذرد
بہشتم در راہش افتادہ، مرا آگہ کنید | گر دریں رہ سرو بالا کج کلاہے بگذرد
اے صبا جانم ببر در خاکِ کویش کن نثار | گر دریں رہ نگذرد آخر براہے بگذرد
حالِ پامالانِ راہِ خویش می پرسی، مپرس | وائے بر موراں در آں شارع کہ شاہے بگذرد
نیست آں دولت کہ بوسم پائے میمونت ولے | بلکہ آں بوسم کہ در کوئے تو گاہے بگذرد
غمزہ[1] با صدہا بلائے خویش نا بخشود نیست | دیدنِ شاہے کہ با زینساں سپاہے بگذرد
زِ آہِ گرمم روسیہ شد روز، ہم داری روا | کایں چنیں روزِ سیہ بر روسیاہے بگذرد

در زنخدانت دلِ خسرو فتاد و غرق شد
ہمچو آں مستے کہ بر بالائے چاہے بگذرد

۶۴۴

گر بہ کوئے عاشقاں[2] آں ماہ گاہے بگذرد | بر گدایاں ہم چناں باشد کہ شاہے بگذرد

---

[1] بیت محذوف است در ن و بجایش بیت ذیل است ؎
خلق در فریاد و تو خوش می روی، من چوں نیم؟ ※ وہ کہ گر ناگاہ از من تیر آہے بگذرد
[2] غزل محذوف در ن

سالہا شد تا بہ کویش اوفتادم روز و شب | بر امید آں کہ آں ماہم بہ ماہے بگذرد
سیلِ اشکم چوں خیالش دیدہ در دل جا گرفت | روزِ باراں کس نہ خواہد کز پناہے بگذرد
آبِ دیدہ می زنم ہر دم بر آں خاکِ رہش | تا غبارے بر نیاید گر بہ راہے بگذرد
در زنخدانش دلِ خسرو فتاد و غرق شد
ہمچو آں مستے کہ بر بالائے چاہے بگذرد

۶۴۵

من نمی خواہم[1] کہ چشمِ غیر آں رو بنگرد | چشمِ بد حیف ست کاندر روئے نیکو بنگرد
حاجتِ تیر و کماں نبود فتد مرغ از ہوا | در پریدن گر سوئے آں چشم و ابرو بنگرد
غیرتم آید کہ بادِ صبح بر کویت وزد | یا شب اندر روزن آید ماہ و آں رو بنگرد
باد در چشمش ز تیرِ غمزہ میلِ آتشیں | ہر کہ در رو دیت بہ نقصاں یک سرِ مو بنگرد
حرزِ بازو کرد خسرو نامِ میمونِ ترا
شوق چوں غالب شود در حرزِ بازو بنگرد

۶۴۶

دستِ[2] ماہ روزہ تا در چشمِ عشرت خاک زد | اشکِ خونیں ریخت جام و گل گریباں چاک زد
یا رب از ہجر کہ در پوشید نیلو فر کبود ؟ | لالہ از دردِ کہ داغے بر دلِ غمناک زد ؟
با ہمہ چشمے کہ نرگس باز دارد در چمن | اہلِ بینش را نہ می شاید قدم بر خاک زد
تا کے از شمشاد و نسریں گویم و ریحان و گل ؟ | بیخ ایں خارا از رہِ دل خواہم اکنوں پاک زد
با وجودِ ساقیٔ مہ روئے من در باغِ حسن | می تواں آتش دریں مشتِ خس و خاشاک زد
اے مہِ نو گر شبے طالع شوی چوں عاصیاں | خواہمت بہرِ شفاعت دست در فتراک زد

---

[1] غزل محذوف درن [2] غزل محذوف درن

مژده بر خسرو اگر گوید شبے در گوش او
عینِ عید اینک علَم بر گوشۂ افلاک زد

۶۴۷

تا سرم باشد تمنائے تو ام در سر بود
با دشا باشم گرم خاک درت افسر بود

روزگار از زلفِ تو بادا پریشاں روز و شب
تا دلِ بدروز من ہر دم پریشاں تر بود

من خورم خونابۂ ہجراں و بیزارم از آنک
ماجرا با زیرکاں خونابۂ دیگر بود

من بہ گرمائے قیامت خوں خورم بر یادِ دوست
جوئے شیر آں را نما کو تشنۂ کوثر بود

عشق را پروانہ باید تا کہ سوزد بہرِ شمع
خود مگس بسیار یابی ہر کجا شکر بود

خوب روئے آں بہ کہ باشد آب و آتش در جہاں
تا وجودِ عشق بازاں خاک و خاکستر بود

یار جائے و من بیچارہ جائے بے قرار
وہ چہ خوش باشد کہ بر بازوئے خسرو بر بود

۶۴۸

فرخ آں عیدے[1] کہ جاں قربانیٔ جاناں بود
خرم آں جانے کہ پیشِ نیکواں قرباں بود

چوں نہ گوید تا زمینِ من مبارک باد عید
جاں شکر ریزی کند دیدہ گلاب افشاں بود

بذلہ گوئے و عشوہ ساز و شوخ چشم و غمزہ زن
خوبروئے کایں چنیں باشد بلائے جاں بود

آبِ چشمم روزِ عید از آستانش باز داشت
باز دارد از صلا عیدے کہ در باراں بود

جاں دہد جانا دہانت ہر کہ را شربت دہد
ایں چنیں شربت نباشد چشمۂ حیواں بود

ہر شادی صورتِ میمونِ تو ہر روز نیست
عید تا سالے چہ غم باشد اگر قرباں بود

زو بہ گاہِ تیغ رنداں سوئے قربانی مدار
تا مگر جاں دادن آں بیچارہ را آساں بود

---

[1] غزل محذوف درن

دوستاں از صحبتِ ما گرچہ آزاد آمدند
تا زید خسرو، غلام و بندۂ ایشاں بود

۶۴۹ [۱]

از پئے گو گو آں پری چوں ناگہاں پیدا شود — جائے آں باشد کہ مردم در میاں شیدا شود
من حسن دانم کہ باشد نسخۂ از روئے او — صورتے از آئینہ خورشید اگر پیدا شود
ماہ رویا، کے رسد در آفتاب روئے تو؟ — شمع را ہر چند سر تا آسماں بالا شود
از تو دل چوں آبلہ خوں گشت در دنبالِ تو — اشکہا از بس دویدن آبلہ برپا شود
من بہ تنہائی ہمی گریم اگر پیدا کنم — ہر دمے کز چشمِ من بیروں فتد دریا شود
سبزۂ تر برکشیدی زاں رخ چوں آفتاب — رازِ من چوں سبزہ می ترسم کہ در صحرا شود
می خلد بر جانِ من آں خط کہ بر لب می کشی — مار کے شیریں شود با آں کہ در خرما شود

خسروا از بہرِ تو اندر دیدۂ خود جائے ساخت
چشم می دارد کہ در کوئے وصالش جا شود

۶۵۰

زلف گرد آورکہ بازم دل پریشاں می شود — روئے پنہاں کن کہ بازم دیدہ حیراں می شود
عقل و ہوش و دل خیالت برد و جانم منتظر — تا ہنوز از نرگسِ مستت چہ فرماں می شود [۲]
زاں چہ من خوردم غمت بارے پشیماں نیستم — گر دلت از لطف ناکردہ پشیماں می شود
از بلاکم دوستاں غمناک و من خوش می شوم — کاں چہ بارے کام جاناں نیست آں می شود

---

[۱] غزل محذوف درن

[۲] درن دو بیت ذیل زائد است ؎

تلک ام سوزی کہ ہر صبحے دعائے خیر خواں — ایں کسے را گوئے کا ور اشب بہ پایاں می شود
عاشقاں را حد بلا بیش ست گاہِ دیدنت — جز یکے راحت کہ بارے مردن آساں می شود

چوں بہ پایاں آمد ایں قصہ کہ می گویم بہ درد | یک حدیث و صد ہیم خاطر پریشاں می شود
اے کہ پندم می دہی پیشِ تو آسان ست لیک | ایں کسے داند کہ او را خانہ ویراں می شود
اے دلِ خستہ مدہ یارم زمژگانش ازآنک | موئے براندام من ہر بار پیکاں می شود

آں کہ گفتندے کہ از خوبانش روزی بدرسد
اینک اینک جانِ خسرو گفت ایشاں می شود

۶۵۱

تا چہ ساعت بود یارب کاں مسلماں زادہ شد؟ | کافت اندر سینہ واندیشہ در جاں زادہ شد
از شبِ حامل چہ زائد جز پریشانی بہ عمر | ہندوئے شب حامل و زلف پریشاں زادہ شد
دی شبش[۱] گفتم فلانے، زیر لب گفتا کہ مرگ | طرفہ مرگے بود ایں کز آبِ حیواں زادہ شد
مہ غلامِ اوست از در پیشِ یوسف سجدہ کرد | او بہ دہلی زاد اگر یوسف بہ کنعاں زادہ شد
ماہِ من از آبِ چشم و گریۂ سوزاں بترس | کز تنورِ پیرزن سیلابِ طوفاں زادہ شد
مردمِ چشم بروں افتاد از گریہ زپوست | راست چوں طفلے کہ خوں آلود و گریاں زادہ شد

دل از آں خونابِ تن ہر لحظہ می گوید غمے
چوں کند بیچارہ خسرو کز پئے آں زادہ شد

۶۵۲

تا خیالِ[۲] روئے آں شمعِ شبستاں دیدہ شد | سوختم سرتا قدم پیدا و پنہاں دیدہ شد
سبز خطش بر نگین لعل تابرزد قدم | از خضر پے بر کنارِ آبِ حیواں دیدہ شد
می شود از پرتوِ رخسارِ مہرافروزِ تو | دیدہ ہا روشن، مگر خورشید تاباں دیدہ شد
ز آمد و رفتِ خیالِ قامتِ زیبائے او | جلوہ گاہِ نازِ آں سروِ خراماں دیدہ شد

---

[۱] بیت محذوف در ن
[۲] غزل محذوف در ن

از پئے نظارهٔ گلبرگِ رویت یک بیک    قطره هائے اشکِ من بر نوکِ مژگان دیده شد
تا بدیدم در لبش خونِ دل از چشمم بریخت    باغیٔ خونی که رفت آنِ مسلماں دیده شد
چشمِ خسرو بود دور روئے او حکایت مختصر
گر به چشمِ خود کسے را صورتِ جاں دیده شد

۶۵۳

یارِ ما را دل ز دستِ عاشقی صد پاره شد    باز عقل از خانمانِ خویشتن آواره شد
ایں دلِ صد پاره کش پیوندها کردم به صبر    آں همه پیوندهایش بارِ دیگر پاره شد
پاره پاره گشت سرتا پا دلِ پُر آتشم    از برائے سوزشِ من بیں چه آتش پاره شد
ماهِ من[1] بے تو چو شب تاریک شد چشمم رہے    و اندریں شب قطره هائے چشمِ من سیاره شد
دی رہے دید آں پری را و ز سر دیوانه شد    و ز سرِ دیوانگی در پیشِ آں عیاره شد
دید چوں دیوانگیٔ من بزد بر سینه سنگ    سختیٔ دل بیں که بستد سنگ و در نظاره شد
تا به کوه و دشت نفتد همچو فرهاد از غمت
چارهٔ خسرو به کن کز دستِ تو بے چاره شد

۶۵۴

گر نمی بینم دمے در روئے او غم می کُشد    ور کسے پہلوئے او می بینم آں هم می کُشد[ب]
من به عشقِ یک نظر می میرم و او با کساں    چوں زید مسکیں گرفتارے کش ایں غم می کُشد
من ز محرم حیله می پرسم "گر ایں غم چوں زیم"؟    ویں خود از کشتن بتر کز طعنه محرم می کُشد
می کُشد از چشم و خوشتر آں که می گوید که خلق    خود همی میرند کس را چشمِ من کم می کُشد

---

[1] بیت محذوف در ن و بجایش بیت ذیل زائد است ؎
چشم را گفتم که "در خوباں مبیں" نشنید هیچ ٭٭ تا گرفتارِ یکے مردم کشِ خوں خواره شد

اے دلِ خستہ چہ جوئی مرہم از شیریں لبے؟ — کو بہ شوخی دردمنداں را بہ مرہم می کشد
چند پوشم گریہ را تا کس نداند راز من؟ — بیشتر ہر جا مرا ایں چشم بر نم می کشد
زلف را زیں گونہ جانا ہم مدہ رشتہ دراز — کو ہزاراں بستہ را در زیرِ ہم خم می کشد
از کرشمہ خلق را تا می توانی می کشی — ور کسے از تو رہا شد زلفِ درہم می کشد
خسروا کے غم خورد گر تو بمیری در غمش
آں کہ صد ہمچوں تو عاشق را بیک دم می کشد

۶۵۵

نازکن[1] اے گل کہ سرو بوستانی می کشد — نازِ تو بلبل بہر نوعے کہ دانی می کشد
ابجدِ سبزہ ہمی خواند بنفشہ طفل وار — پیر گشتہ ست و دلش سوئے جوانی می کشد
لالہ و نرگس قدح برکف زجا برخاستند — یک دگر ہر یک شرابِ ارغوانی می کشد
نرگس از کف جام ننہد گرچہ از رنج خمار — سر فگندہ ماندہ چنداں ناتوانی می کشد
زندگانی آں کسے برآب دارد بعد ازیں — کاو بہ جامِ روشن آبِ زندگانی می کشد
خسروا در موسمِ گل ہمچو بلبل مست باش
خاصہ چوں بلبل نوائے خسروانی می کشد

۶۵۶ — و

ہر کسے را در بہاراں دل بہ گلزارے کشد — ویں دلِ بدروزِ من سوئے جفاکارے کشد
راز آں بت با کہ گویم چوں مسلمانی نماند؟ — کز تنِ ایں بت پرستی کہنہ زنارے کشد
محرمِ عاشق بود غمگیں تر از عاشق بسے — تندرستش مشتر آں کو رنج بیمارے کشد

---

[1] در ن غزل محذوف است

ماہ[۱] در محمل چہ داند از گرانیٔ دلم — زحمتِ اشتر کسے داند کہ او بارے کشد

اے بہ خوابِ خوش بہ گویم با تو از شبہائے خویش — غم مبادا ایں سرمہ را در چشمِ بیمارے کشد

چند تن در مسجد و دل گردِ کوئے شاہداں — خرم آں کو آشکارا بادہ با یارے کشد

آستاں بوسِ خرابات ست خسرو را ہوس
کیں مصلا خدمتے در پیشِ خمارے کشد

۶۵۷

آں کہ دل[۲] بر دوز غمزہ چوں سنانش می نہد — عشق جانم می نگا فد در میانش می نہد

باد کز کویش وزد مشتاق را بند دہی — ہم بہ زنجیرے کہ بر اشکِ روانش می نہد

می نہم بر آستانش چشم و می میرم ز شرم — دیدہ کایں داغِ سیہ بر آستانش می نہد

دردِ مشتاق اے بہ خوابِ ناز کے دانی تو شرح؟ — داند آں کو گوش بر آہ و فغانش می نہد

حرفِ ناخن پیشِ سینہ قصۂ دل می نوشت — زاں کہ چشمش مُہرِ حسرت بر دہانش می نہد

کشتۂ تو کعبتین آساست بس کز نقشِ حال — نقطہ نقطہ داغہا بر استخوانش می نہد

جانِ خسرو عشق اگرچہ مردن و جاں دادن ست
زندہ دل را پرس کو بہتر ز جانش می نہد

۶۵۸

باز بادِ صبح[۳] بوئے آشنائی می دہد — آبِ چشمِ مستمنداں را روائی می دہد

بیں کہ چندیں اہرا ز خلوت بروں خواہد فتاد — باد را کاں زلف شغل عطر سائی می دہد

---

[۱] بیت محذوف در ن و بہ جایش دو بیت ذیل زائد است ؎

دو قتے زیں آزار اندہ دل بہ باغے خوش کنم — مو کشاں باز م غمش در کنج دیوارے کشد

گفتی ام بار دگر کن پیشِ خوبانِ دگر — نیست ایں سوزن کہ از پائے دلم خارے کشد

[۲] غزل محذوف است در ن    [۳] غزل محذوف است در "ن"

هم بحق دوستی کت دوست می دارم بجاں — خونِ تو گرچہ بتانِ بے وفائی می دہد
آمدم بر آستانِ دولتت امیدوار — کیست کو درویش را راہ گدائی می دہد؟
گفتی: "از دستِ فراق ما نہ خواہی بردجاں"
تو چہ گوئی خود کہ ما را دل گوائی می دہد

۶۵۹

غم مخور اے[1] دل کہ باز ایام شادی ہم رسد — ہر کجا دردے ست آں را عاقبت مرہم رسد
درمیانِ آدمی و آں چہ مقصود وے است — گر بود صد سالہ رہ چوں وقت شد یکدم رسد
گاؤ و خر را از غم و شادیٔ عالم بہرہ نیست — خاص بہر آدم است ار شادی وار غم رسد
نسبتِ آدم درست آں گہ شود با آدمی — کاں چہ بر آدم رسید آں بر بنی آدم رسد
بگذر از اندیشہ چوں می بگذرد اندیشہ نیست — ہر جفائے کاں بر اہلِ عالم از عالم رسد
دوستاں خاکِ شمایم چوں مے شادی خورید — جرعہ اے ریزید تا ایں خاک را زاں نم رسد
خسروا ناخوش مشو کایامِ شادی درگذشت
بر خدا دل نہ کہ خوش خوش کامِ شادی ہم رسد

۶۶۰

تا کے آں زلفِ پریشاں وقتِ ما برہم زند؟ — آہِ دودآلودِ ما آتش بر ایں عالم زند
می خورم من خوں بہ یادِ لعلِ دلدار[2] و ہیچ — کس از ایں قصہ نمی یارد کہ با او دم زند
لعل جاں بخشِ تو گاہِ خندہ اے پستہ دہاں — طعنہ ہا بر معجزاتِ عیسیٔ مریم زند
نکہتِ مشکِ ختا دیگر نیاید خوش مرا — گر صبا آں طرۂ مرغول را برہم زند
چوں توئی از نسلِ آدم گشت پیدا ہیبتے — گر فرشتہ بوسہ بر پائے بنی آدم زند
ہر کہ بر خاکِ جنابت بار یابد، بے گماں — خیمہ بر بالائے ایں نہ طارمِ اعظم زند

---

[1] غزل درن محذوف است

[2] غزل درن محذوف است

چوں وفائے نیست جُز غم ہیچ کس را در جہاں
باد خسرو را حرام ار یک دمے بے غم زند

۶۶۱

گل نو رسید و بوئے ز بہارِ من نیامد — چہ کنم نسیمِ گل را کہ ز یارِ من نیامد؟
دلِ من چرا چو غنچہ نشود دریدہ صد جا — کہ صبا رسید و بوئے ز نگارِ من نیامد
اگر اے حریف داری نظرے بروے یارے — تو بہارِ خویش خوش شو کہ بہارِ من نیامد
ہمہ عمر تشنہ بودم باُمیدِ آبِ حیواں — بہ جز آبِ شورِ دیدہ بہ کنارِ من نیامد
شب و روز جدول دخوں بدو رُخ چہ سود دارد؟ — چو ستارۂ سعادت بہ کنارِ من نیامد
منم و خرابۂ غم ز خوشی خبر نہ دارم — چو از آں دیار مرغے بہ دیارِ من نیامد
منِ خوں گرفتہ کردم نظرے و کشتہ گشتم — تو بداں کہ او بہ عمداً بہ شکارِ من نیامد

بہ شبِ نشاط یارا چہ خبر ترا از خسرو
کہ بہ جانبِ تو روزے شبِ تارِ من نیامد

۶۶۲

برہم بماند دیدہ، کس از آں سوار نامد — خبرے ز خود ندارم کہ خبر ز یار نامد
چہ کنم اگر چو نرگس نہ کنم سفید دیدہ — کہ ز شاخِ آرزویم بجز انتظار نامد
منم و نوائے نالہ شبِ ہجر و رقص گریہ — چہ کنم سرود شادے کہ دل فگار نامد
بہ نہال صبر عمرے زد و دیدہ آب دادم — تو ز بختِ شورِ من بیں کہ گہے ببار نامد
بہ چہ بندم ایں دو دیدہ کہ دو رخنۂ بلا شد — ز رہِ تو با صبا ہم قدرے غبار نامد
دلِ خلق پارہ پارہ نگری ز نالشِ من — کہ بہ جز جراحتِ دل ز فغانِ زار نامد
بہ شکست قلبِ ما را صفِ کافرانِ غمزہ — حشمِ خرد رواں شد کہ بہیچ کار نامد

بہ دلم نشستہ پیکاں مزن اے حکیم طعنہ — کہ ترا بپائے نازک خلہ اے زخار نامد[1]

نہ کہ بیہدہ ست خسرو، دل رفتہ باز جستن
کہ ز رفتگانِ آں کو یکے از ہزار نامد

۶۶۳

خبرم شدہ ست کامشب سرِ یار خواہی آمد — سرِ من فدائے آں رہ کہ سوار خواہی آمد
بلب آمدہ ست جانم تو بیا کہ زندہ مانم — پس ازآں کہ من نمانم بہ چہ کار خواہی آمد؟
غم و غصۂ فراقت بکشم چناں کہ دانم — اگرم چو بخت روزے بہ کنار خواہی آمد
دل و جاں بہ بردِ ہستیت بدو کعبتین و زیں پس — دو جہانت داد اگر تو بہ قمار خواہی آمد
منم و دلے و آہے رہِ تو درونِ ایں دل — مرو ایمن اندریں رہ کہ فگار خواہی آمد
رخِ خود بپوش اگر نہ رقمِ منجماں را — ز حسابِ ہشتم اختر بہ شمار خواہی آمد
مے لست خونِ خلقے و ہمی خوری دمادم — مخور ایں قدح کہ فردا بہ خمار خواہی آمد
منم آہوئے رمیدہ ز کمندِ خوب رویاں — بہ امید آں کہ روزے بہ شکار خواہی آمد

بہ یک آمدن ببردی دل و جانِ صد چو خسرو
کہ زید اگر بدینساں دو سہ بار خواہی آمد؟

۶۶۴

گذرد[2] مہے و یک شب بمنت گذر نباشد — برود شبے و ما را خبر از سحر نباشد
ز سرِ کرشمہ ہر دم گذری بسوئے دیگر — بہ دو رخ چو ماہ ماہے بمنت گذر نباشد
رسدت براوجِ خوبی اگر آفتاب گردی — کہ در آفتاب گردش چو توئی دگر نباشد

---

[1] درن بیت ذیل زائد است ؎
بہ جفا مگو دلم را "کہ کجا رسیدی ایں جا؟" ؞ بہ کمند بردہ زلفت کہ باختیار نامد

[2] غزل درن محذوف است

نتواں ز لعبِ دیدن نظر از تو بر گرفتن
نتواند آں کہ چشمش بود و نظر نباشد

سخنِ تو آں حلاوت کہ شکر تواں نش گفتن
ز غمِ تو دار دارے سخن از شکر نباشد

خبرم مپرس از من چو مقابلِ من آئی
کہ چو در رخِ تو بینم ز خودم خبر نباشد

دلِ مستمندِ خسرو سخنِ تو پیشِ ہر کس
چو قلم فرو نہ خواند اگرش دو سر نباشد

۶۶۵

تو ز لب سخن کشادی[۱] ہمہ خلق بے زباں شد
تو بہ رہ خرام کردی ہمہ چشمہا رواں شد

تو درونِ جان و گوئی کہ "دگر کہ است یارب"؟
دگرے چگونہ گنجد بہ تنے کہ جاں گراں شد

بہ رہے کہ دی گذشتی ہمہ کس ببزرخِ سرمہ
بخرید خاک پایت دل و دیدہ رائیگاں شد

رخِ تو بس است سودم بفدائے تارِ مویت
دل و جان و عقل و ہوشم کہ ز دولتِ زیاں شد

ز غمت چنیں کہ مردم چہ کنم گرم بخواہی
کہ عزیز در دلِ کس بہ ستم نمی تواں شد

صفتِ کمالِ حسنت چو منے چگونہ گوید؟
کہ ہزار ہمچو خسرو ز رخِ تو بے زباں شد

۶۶۶

بتِ نو رسیدۂ من ہوسِ شکار دارد
دلِ صید کردہ ہر سو نہ یکے ہزار دارد

رود آں چناں بہ جولاں کہ سپر سپہ نہ گردہ
سرِ آں سپاہ گردم کہ چناں سوار دارد

دلِ من ببرد زلفش جگرم نہ جست چشمش
تو مباش غافل اے جاں کہ ہنوز کار دارد

نہ تواں منش کہ بینم بہ رقیبِ ناموافق
چہ خوش ست گل ولیکن چہ کنم کہ خار دارد

بہ روئے صبا و حالے کہ مرا ز ہجر دیدی
بر انتظار چہ دانم کہ کم استوار دارد

بہ خدا کہ سینۂ من بہ شگاف و جاں بروں کن
کہ درونِ خانۂ تو دگرے چہ کار دارد؟

---

۱؎ در [illegible] غزل محذوف است

برس اے سوار و بنواز بلطف خاکئے را | کہ ز تند ئ سمندت دلِ پُر غبار دارد
تو شبانہ می نمائی بہر کہ بودہ ای شب | کہ ہنوز چشمِ مستت اثر خمار دارد

چو اسیر تست خسروؔ نظرے بہ مرد می کن
کہ ز تابِ زلفِ مستت دلِ بے قرار دارد

۶۶۷

سرِ من بہ سجدہ ہر دم بہ ستانہ اے در آید | جگر اندر آستانش بہ بہانہ اے در آید
قدِ تست ہمچو تیرے کہ درونِ جاں نشیند | چو درون سینۂ من گذرانہ اے در آید
درِ کیں کشادہ چشمت بہ خیالِ خود بگو تا | ز پئے شفاعتِ من بہ بہانہ اے در آید
ز فسانہ[۱] خواب خیز دو لے اندر این کہ خسپد | اگر ایں حکایتِ من بفسانہ اے در آید
دلِ من نہ زلف و رُویت شد اسیر چوں نگردد[؟] | شبِ ماہتاب دزدے کہ بخانہ اے در آید
ز غمت[۲] چناں ست سوزم کہ زباں کنم تصور | بدہن ز آتشِ دل چو زبانہ اے در آید
سحرے[۳] بود خدایا کہ حریفِ من ز جائے | ہمہ شب شراب خوردہ سحرانہ اے در آید

صنما بیا کہ خسروؔ ز برائے تست ہر شب
در دیدہ باز کردہ کہ فلانہ اے در آید

۶۶۸

دلبراں مہر نمایند و وفا نیز کنند | دل براں مہر نہ بندی کہ جفا نیز کنند
چند گویند کہ گہ گہ بہ دلش می گذری | ایں حدیثے ست کہ بہرِ دلِ ما نیز کنند
عالمے را بکشی از غمزہ کہ ترکاں بہ خدنگ | گرچہ بکشند بسے صید رہا نیز کنند
عاشقاں گرچہ ترا بہر جفا بد گویند | از پئے چشمِ بدِ خلق دُعا نیز کنند
ہجر بپسند چہ دانی کہ وکیلانِ سپہر | دوستاں را بہم آرند و جفا نیز کنند

---

[۱] بیت درن محذوف است۔ [۲] و [۳] ہر دو ابیات محذوف درن

منعماں گرچہ برانند گدا را از در — گہ گہے حاجتِ درویش روا نیز کنند

سوئے خسرو نگہے کن بہ طفیلِ دگراں
کاہلِ دولت نگہے سوئے گدا نیز کنند

۶۶۹ ت

عاشقاں خونِ جگر شربتِ مقصود کنند — اے خوش آں گریہ کہ گہ دیر و گہے زود کنند
وصل جویاں کہ دم از عشق برآرند و روند — چوں گدایاں کہ دعائے غرض آلود کنند
بادہ کش دوزخیاں، بہتر ازیں متقیاں — کز پئے خلدِ بریں طاعت معبود کنند
نالۂ[1] سوختگاں ہست سرود و ماتم — زجرِ آدہ کہ گہے خلوتِ مقصود کنند
چہ زیاں دارد اگر دل شدگاں از تو گہے — زاں زیاں کار دو چشمت نظرِ سود کنند
من خسے را کہ بسوزند بہ کویت، غم نیست — غم از آں ست کہ پیشِ درِ تو دود کنند

حقِ من در تو نگاہے ست سرِ رود دو چشم
گر زگریہ حقِ خسرو ہمہ نابود کنند

۶۷۰[2]

دوش ناگہ بہ منِ دل شدہ آں مہ برسید — دل بہ مقصودِ خود، المنۃ للہ برسید
باز می گفتمے افسانۂ ہجراں با خویش — تا بداں لحظہ کہ بالائے سرم مہ برسید
از پئے کوریِ آں کس کہ نیارد دیدن — مژدۂ نورِ بصر بر منِ آگہ برسید
آمد آں روشنیِ چشم با استقبالش — مردمِ دیدہ رواں تا بہ سرِ رہ برسید
آمد آں سادہ زنخ، با منِ بیہوش، زد آب — بر منِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ برسید؟

---

[1] درن این بیت محذوف و بہ جایش بیت ذیل است ؎
نیست بے یوسفِ خود رغبتِ بستاں ما را ؛ بلبلاں گر بہ چمن نغمۂ داؤد کنند

[2] غزل درن محذوف است

گریہ بر سوزِ منش آمدہ بر سوختگاں | آں چہ بارانِ کرم بود کہ ناگہ برسید
دل شد از منِ بیمار و بہ پرسش نامد | چوں خبر یافت کہ جاں می دہم آں گہ برسید
می کشیدم سرِ زلفش ز قفا جانبِ رو | تا شبِ تار بہ نزدیکِ سحرگہ برسید

خسروا گر رسد ابلہ بہ بہشتے چہ عجب
عجب ایں بیں کہ بہشتے سوے ابلہ برسید

۶۷۱

روزہا شد کہ ز تو بوئے وفائے نہ رسید | در سرِ کوئے تو ام بادِ صبائے نہ رسید
چاکِ شد پیرہنِ عمر بہ صد نومیدی | دستِ امید بدامانِ قبائے نہ رسید
در بیابانِ طلب بخت پریشاں کردم | گرد آمد ہمہ عمر و بجائے نہ رسید
چشمِ گستاخ بہ نظارۂ روئے تو بماند | لبِ محرومِ بہ بوسیدنِ پائے نہ رسید
اندر آں روز کہ بالائے تو ام بر جاں زد | وہ کہ بر سینہ جز آں تیر بلائے نہ رسید
تنِ بیمارِ مرا خاکِ درت خوش بادا | کہ بہ پیر بمرد و بدوائے نہ رسید
ہمہ[1] عالم ز جمالِ تو نصیبے بہ گرفت | چہ تواں کرد اگر بخش گدائے نہ رسید

تازہ بادات گلستانِ جمالت ہر روز
گرچہ با خسروا زآں برگ گیاہے نہ رسید

۶۷۲

رسمِ خوں[2] ریزد آں خوئے جفا ساز بماند | ایں کلہ بر سرِ آں ترک سر انداز بماند
گفتمے نامِ تو دُزدیدہ ہر دم بیش | کز لبم کم نشود کامِ تو دُو کاز بماند

---

[1] درن بعدہ بیت ذیل اضافہ است ؎
ما کہ باشیم کہ نا خواندہ بہ کویت بہ رویم؟ | گمساں را گہ از کارِ صلائے نہ رسید
[2] درن غزل محذوف است

۶۷۲

گر رود جان و گمے باز بیاید در تن — کہ لطا باک در اندیشۂ آں ناز بہ ماند
باد چشمے کہ برآید سرِ عشاق ز دوش — ایں ہوا در سرِ آں سروِ سرافراز بہ ماند
بستنِ چشم ندانم کہ چہ باشد آں گاہ — کہ برفت از نظر و دیدۂ من باز بہ ماند
زاہدے در تو نظر کرد و صلاحش بردی — بہ یکے بازی از آں چشمِ دغا باز بہ ماند

نالۂ ناخوشِ خسرو کہ ز غم می آید
خجل آواز کہ چوں مطربِ ناساز بماند

۶۷۳

ب

گوشِ من از پے نامِ تو بہ ہر کوئے بہ ماند — چشمِ من از ہوسِ روئے تو ہر سوئے بہ ماند
نہ بہ گلزار کشاید دلِ من نہ در باغ — بس کہ در جانِ من اندیشۂ آں روئے بماند
بامداداں بہ چمن ناز کناں می گشتی — سروِ یک پائے سادہ بہ لبِ جوئے بماند
سوئے پیکاں شود دم گر گلہ زاں غمزہ کنم — کہ چہ پیکانے از او در تہِ ہر موئے بہ ماند
سر بسے بر در و دیوار زدم ہمچو صبا — گذشت آں گلِ خنداں من و بوئے بماند
ما جوئے دلِ خود کام چہ پرسی از من؟ — سالہا شد کہ ز من رفتے در آں کوئے بماند

شکر گوئے کرمش کرد دلِ خسرو را
ذوقِ دشنام کہ در گوشِ دعا گوئے بماند

۶۷۴

مستِ من[1] باز جدائی ز سرِ آغاز نہاد — راہِ خلقے زد و تہمت بہ سرِ ناز نہاد
خلق دیوانہ شد آں لحظہ کہ از رعنائی — کلہِ کژ بہ سرِ سروِ سرافراز نہاد
مست شد دہ دل و در راہ برآمد صد جاں — در خرامش چو برآورد قدم باز نہاد
اے عفا شد ز پے کشتنِ ما در چشمت — حسن خاصیتِ شمشیرِ سرانداز نہاد

---

[1] درن غزل محذوف است

ناله‌ام نیست خوش اما ز نے سوخته پرس — عشق ذوقے که دریں نغمهٔ ناساز نهاد

هر طرف سوخته‌اے چند به خاک افتاده ست — شمع خود سوزشِ پروانه چه آغاز نهاد؟

اے صبا خواجه مقامے که ز بعدِ مردن — سر به شاگردیِ آں چشمِ دغا باز نهاد

بو که خسرو سخنے بشنود از تو هر شب

زیرِ دیوارِ تو صد گوش به آواز نهاد

٦٧٥

بر رخِ همچو مهش طرّهٔ چوں شب نگرید — انگبیں در لبِ شیرینش لبالب نگرید

چشمِ بسته بگشائید نگر بر رُویش — آں زماں کش مهِ نو در تهِ غبغب نگرید

پیشِ محرابِ دو ابروش که طاق ست بحسن — عالمے دست برآورده بیارب نگرید

چوں بدیدید رخش زیرِ زنخداں ببینید — در تهِ پارهٔ مقنع چه غبغب نگرید

چشمش از هر مژهٔ ساخته مشکیں قلمے — می دهد فتوئ خونِ همه مذهب نگرید

زلف بر مه زده در خانهٔ دل آمد پیش — نشد از دل اثرِ ماه به عقرب نگرید

گاه انگیزشِ اشهب ز غبارِ زلفش — همه آفاق پُر از عنبرِ اشهب نگرید

تا شکالے بنهد از موئے بپائے مرکب — سرِ آں جعد کشاں تا سُمِ مرکب نگرید

اوست نوروزِ من و چوں قدش جعد بپاے — راست با روز برابر شدن شب نگرید

در گلستانِ لطافت چو گلِ نوخیزش — تنگ اندام و تنگ پوش و تنگ لب نگرید

بندهٔ خسرو ز درِ وصفِ جمالش هر روز

نو به نو دفتر و دیواں مرتب نگرید

٦٧٦

رویت از[1] غالیه خط بر رخِ گل فام کشید — ماهِ نو طرّهٔ مشکینِ تو در دام کشید

---

[1] غزل در ن محذوف است

بادِ سرِ زلفِ تو همی خواست بکند گستاخی — مشک را نافه چنان گشت که در جام کشید
روز بازارِ چمن را به بهائے نستاند — لاله از خاکِ تو گرچه درمے وام کشید
صبحِ روئے تو برِ مینیاں که برآمد امروز — تو مپندار که چو من سوخته تا شام کشید
یادِ وصالِ تو بیک لحظه فراموشم کند — هرچه جورِ فلک و محنتِ ایّام کشید
دل به کامے برسد از تو هم آخر روزے — غصّهٔ کارِ خود از عالمِ خود کام کشید

نام عشق است بلائے دل و آخر به جهاں
سر بہ بدنامی بردن خسروِ بدنام کشید

۶۷۷ — ب

شب زیادِ تو مرا تا به سحر خواب نه برد — دیدهٔ آبی زد و از دیدهٔ من تاب نه برد
می برد آبِ دو چشم که خیلے شده ام — خوش خیالِ تو که از دیدهٔ من آب نه برد
دلِ سنگینِ تو و زخم تهدوه که کسے — سنگِ قلبِ تو از این سینهٔ قلاب نه برد
نا مسلماں دلِ من در خمِ ابروئے تو مرد — هیچ کس بندهٔ ما را سوئے محراب نه برد
زیں رُخِ زرد چه پیچم سخنے در زلفت — هیچ کس حاجتِ زرگر بسر تاب نه برد

رقعه اے دوش فرستادی و مسکیں خسرو
خواند در روشنی آه و به مهتاب نه برد

۶۷۸ — و

زلف گردِ زنخش دوش که گره شده بود — اے بسا تشنه کزاں رشته فراچه شده بود
غم ز هر سوئے دل آمد که ز آمد شدِ باد — دلِ ویران مرا هر طرفے ره شده بود

---

له این بیت در نسخهٔ ن محذوف است و به جایش دو بیت ذیل زائد است ـ

من بدیں خواب نه خفتم که به بینم روئیت — ناگهاں روئے تو دیدم همه شب خواب نه برد
زخمهائے که ز نوکِ قلمت بود در او — در دلِ خویش نگه داشت به اصحاب نه برد

هم در آں روز دلم زد که بمُلکِ حسنش — فتنه جاسوس دلها حاجبِ درگه شده بود
عاقبت یار همان کرد که ترسیدم از آں — پیش از ایں گوئے که از جانِ من آگه شده بود
تاکنوں از پے امید کشیدم ، در سے — کارم از دولتِ هجرانت همان گه شده بود
گرچه در غیبتِ تو دل جور بسے بردم ، لیک — بارے آں دشمنم المنة لله شده بود

آفتے بود جهانش که دلم برد آرے
خسرو از خویش نه دیوانه و ابله شده بود

۶۷۹ — غ

خوب رویاں بدلِ سوخته ساغر نه دهند — بجز از خونِ جگر شربتِ دیگر نه دهند
اے خوشا کشته شدن بر درِ خوباں که اگر — تیغ بر دستِ رقیبانِ ستم گر نه دهند
در نه گیرد به بتاں گریهٔ گرم و دمِ سرد — کایں درختاں به چنیں آب و هوا بر نه دهند
عاشقاں در نظرِ دوست چو جاں افشانند — چه متاعے ست دو عالم که صلا در نه دهند
ماه و خور چوں تو نه اند اے دل و جاں منزلِ تو — کاں ولایت که تو داری بمه و خور نه دهند
غمزه را کار مفرمائے بشهر اسلام — که مسلماں گہے شمشیر به کافر نه دهند
ما به خوں خوردن و او بادگراں چه تواں کرد — چشمه روزیے که خضر شد به سکندر نه دهند[۱]

به نظر بس کن و ذکرِ لب و دنداں بگذار
زاں که خسرو به گدائے دُر و گوهر نه دهند

۶۸۰

اے که عمر[۲] از پے سودائے تو دادیم بباد — یاد می دار که از مات نمی آید یاد

---

[۱] درن بیت ذیل زائد است —
اے صبا زاں سرِ کو منتظرِ آں را گردی ※ تا بدیں دیده دگر زحمتِ آں در نه دهند
[۲] غزل درن محذوف است

عہدہا بستی و می داشتم امید وفا ‌ ‌ ای امیدِ من و عہدِ تو سراسر ہمہ باد
ہرچہ دارند ز آئینِ نکوئی خوباں ‌ ‌ ہمہ داری و بداں چشمِ بدانت مرساد
ما جرای دلِ گم گشتۂ بے نام و نشاں ‌ ‌ ہر کرا باز نمودیم نشانے بتو داد
آفریں بر سرِ آں دست کز آں خواہد یافت ‌ ‌ گرہ کارِ من از بندِ قبائے تو کشاد
گر نہ بردے ز سر گیسوئے مشکینِ تو بو ‌ ‌ محنت آں ہمہ غم از چہ کشیدے شمشاد؟

کامِ خسرو بدہ ای خسروِ خوباں کہ شدہ ست
لعل جاں بخش تو شیرین و دلِ او فرہاد

۶۸۱

ہر شب از سینۂ من تیر بلا می گذرد ‌ ‌ تو چہ دانی کہ بریں سینہ چہا می گذرد
دل اگر سنگ بود طاقتِ آتش نبود ‌ ‌ آں چہ از غمزۂ او بر دلِ ما می گذرد
گر جفائے کند آں شوخ، مرا عیبے نیست ‌ ‌ گو بکن، لیک ز اندازہ جفا می گذرد
عاشقاں را ہمہ عمر از پئے نظارۂ تو ‌ ‌ شب بہ زاری و سحر گہ بہ دعا می گذرد
یارب ایں بادِ سحر از چہ چنیں خوش بویست ‌ ‌ مگر اندر سرِ آں زلف دوتا می گذرد
تو چہ مرغے کہ اثرت نیست کہ از سوزِ دلم ‌ ‌ سوخت ہر مرغ کہ بر روئے ہوا می گذرد

خسروا بگذر از اندیشۂ خوباں کامروز
موسمِ فتنہ و ایامِ بلا می گذرد

۶۸۲[1]

شب ز سوزے کہ بریں جانِ حزیں می گذرد ‌ ‌ شعلۂ آہِ من از چرخِ بریں می گذرد
ہمہ دگر یہ خوں ہر شب و کس آگہ نیست ‌ ‌ با کہ گویم کہ مرا حال چنیں می گذرد
سوزم آں نیست کہ از تشنگیم سینہ بسوخت ‌ ‌ آں ست سوزم کہ بدل ماہِ معیں می گذرد
زاہد از صومعہ زنہار کہ بیروں نزدی ‌ ‌ کہ از آں سوئے بلائے دل و دیں می گذرد

---

[1] غزل درن محذوف است

می گذشتی شب ز ماه بر آمد فریاد — کایں چہ فتنہ ست کہ بر روی زمیں می گذرد
باد از بوی تو مست ست ز لیریش نگر — کہ دواں پیش شہ تخت نشیں می گذرد
قطب دنیا کہ فلک ہر چہ کند کار تمام — ہمہ در حضرتِ آں رای متیں می گذرد
گر کنی جور و گر تیغ زنی بر خسرو
ہمچناں داں کہ ہماں نیز و ہمیں می گذرد

۶۸۳
ای خوش آں باد کہ ہر روز بہ سویت گذرد — ناخوش آں آب کزاں پیش بہ جویت گذرد[ب]
سیل چشم ہمہ خون ست نکو بشناسی — ہر کجا گریۂ عشاق بہ سویت گذرد
جاں بہ دنبالۂ آں باد دود ز بوی کناں — کایں طرف گہ گہ آلودہ بہ بویت گذرد
ہر شبی بی خود و دیوانہ ام از دست خیال — بس کہ تا روز درا ندیشۂ رویت گذرد[سلہ]
خسروا از بیم کہ ردزش بہ درت نہ گذارند
ہر شبی آید و دزدیدہ بہ کویت گذرد

۶۸۴
آں چہ بر خرمن گل بادِ سحر گاہ کند — زلفِ تو با شبِ رخسارِ تو با ماہ کند
از خیالت شب عاشق بہ درازی بہ گذشت — رفتن و آمدن از زلف تو کوتاہ کند
خیز و بخرام کہ از بہر خرامیدن تست — شانہ کو بر سرِ خوبانِ جہاں راہ کند
نازنینا ز پی سایۂ تست از خورشید — گل کہ او خیمہ زند ماہ کہ خرگاہ کند
دیدہ در چاہِ زنخدان تو افتاد مرا — با کہ گویم کہ ازیں واقعہ آگاہ کند
نالۂ من کہ یکی بود و دو شد از زنخت — ہمچو آواز کہ مردم بہ سرِ چاہ کند
آتشی در دلِ خسرو زدی و آہ نہ کرد — کاتشی دیگر بر خیزد اگر آہ کند

سلہ درن دو بیت ذیل زائد است سہ عیش تلخم چو سے تلخ کند ہر دم مست ٭ بس کہ بد در تلخی آں لذت خویت گذرد ٭ می جہد شعلۂ آہ من و من می سوزم ٭ گر نیاید کہ بر آں روی نکویت گذرد ۔
سلہ غزل محذوف ست درن ۔

خسروا گر ستم از دوست رسد باکے نیست
چارہ تسلیم بود ہر چہ کہ آں شاہ کند

۶۸۵

ہر شکر خندہ کہ آں لعل شکر خند کند — بر دل زیرک و بر جانِ خردمند کند
زلف از آں می برد آں شوخ کہ شبہا غم — گر شود کوتہ از آں جا ہمہ پیوند کند
آں خیال است کہ آئینہ نماید چہ توئی — آئینہ ماہِ شمارا بہ کہ مانند کند؟
نیم شب ز آتش دلہا وزکنم در تو وے — دل چہ داند کہ چنیں ہا در شبے چند کند؟
گیسوے پُر گرہت رشتۂ بُت را ماند — کہ دلِ گرمِ منِ سوختہ را بند کند

چوں وفا نیست ترا خسرو مسکیں چہ کند
دل ضرورت بہ جفا ہاے تو خرسند کند

۶۸۶

آنکہ ہر شب بہ دلم آید و جاے بہ کند — چہ شود روزے اگر یاد گدائے بہ کند
شہر شوریدہ داور رہ نماید چہ نکوست؟ — من از آں وزبہ ہر سم کہ بلائے بہ کند
مست شمشیر کشاں بر سرم آید ہر روز — یا رب اندر دلش افگن کہ خطائے بہ کند
مرو اے دوست کہ آہم اثرے خواہد کرد — گرت ایں جا نہ کند آخر جائے بہ کند
دوش نظارہ کند دیدہ نہ خفت از شادی — صبر کن تا غمِ ہجرانش سزائے بہ کند
بختِ ما گر نہ چو ما سوختہ باشد آخر — کارِ پیچیدۂ ما را سر و پائے بہ کند
با چنیں جور و جفائے کہ تو داری پس زیں — نہ ہمانا کہ مرا عمر وفائے بہ کند

پُر غبار آید از کوے تو خسرو ہر روز
در دُرد دگر یہ در حال صفائے بہ کند

۶۸۷

تا ز خوں ریختن آں غمزہ ندامت نہ کند — کس براہ غم او ذکر سلامت نہ کند
آں چہ بر بے گنہاں می کند آں روے چو ماہ — بر گنہگاراں خورشید قیامت نہ کند

---

سلہ و ۵۲ در ن محذوف است۔

که کند فرق ز رخسارهٔ او تا خورشید؟ | خط شب گون اگر از مشک علامت نه کند
پیش[1] قاضی فلک، مه چه کند دعوی حسن؟ | تا خطت بیّنهٔ خویش اقامت نه کند
دل[2] من کرده غمت خون اگر غم این است | بنده راضی ست به نیمی که تمامت نه کند
مکن[3] از گریه مرا منع که دل سوخته را | هیچ کس از جزع و گریه ملامت نه کند

با تو خواهد که کند خسرو مسکین تقریر
حالِ خود را و لے از بیم اسامت نکند

۶۸۸

گر دل عاشقم از عشقِ تو رنجور شود | کلبهٔ جاں ز بلاہاے تو معمور شود
هست روشن به رخت دیده اگر خاک رهت | باز در دیده کشم نور علیٰ نور شود
گشت اعمیٰ چو خطِ سبز ترا دید رقیب | چشم افعی خط زمرد نگرد کور شود
حالیا چشم تو مست است چه‌ها می کند او؟ | آه اگر غمزه زناں آید و مخمور شود
گفت لعلت به تبسم که "دل از ما برگیر" | از عسل امر محال ست مگس دور شود
می رود جاں به سر کوے تو دیدار طلب | موسیٰ آرے طلبد وصل که بر طور شود

جانِ من روے تو شد اے خوشیِ جانم اگر
خسرو سوخته از وصلِ تو مسرور شود

۶۸۹[4]

مست من بے خبر از بزم چو در خانه شود | جاں به همراهیِ آں نرگس مستانه شود
دشمنِ جانِ خودم پیشِ تو اے تیر انداز | دوست نبود که بلا بیند و بیگانه شود
می کنم شکرِ جفایت که چو شد ریزد خوں | بندگاں را همه گفتار ندیمانه شود
اے بسا خلق که زنّار مغاں خواهد بست | باش تا زلفِ تو در کشمکش شانه شود

---

[1] تا [3] هر سه ابیات محذوف درن و بیت ذیل اضافه است ـ

خوں ما ریزد و بیروں کند از خنده لبت | کس به تنگِ شکرش تیر غرامت نه کند ـ

[4] غزل درن محذوف است ـ

باچناں سلسلۂ زلف کہ لیلے دارد | حق بہ دستِ دلِ مجنون ست کہ دیوانہ شود
بس کہ پروانہ شود سوختۂ شمع ز عشق | عارف از سوختگی عاشقِ پروانہ شود [1]

ہمہ شب خسروؔ افسانۂ یار د ہر بار
قدرے گوید و سر بر سرِ افسانہ شود

۶۹۰ غ

گر سرِ زلف تو از باد پریشاں نہ شود | خلق بے چارہ چنیں بے دل و حیراں نہ شود
وہ از آں روے مرا جاں بہ لب آمد یا رب | کہ گرفتار بہ دل ہیچ مسلماں نہ شود
اے مسلماناں آں موے بہ بندید آخر | چہ کند ایں دلِ مسکیں کہ پریشاں نہ شود
من گناہِ دلِ دیوانۂ خود می دانم | عشقبازیست کہ ہمہ عمر بہ ساماں نہ شود
مرداں در من و بے ہوشیِ من حیرانند | من در آں کس کہ ترا بیند و حیراں نہ شود
اندر ایں قحطِ وفا گرچہ کہ طوفاں بارم | سرگز ایں زرع در ایامِ تو ارزاں نہ شود
لذتِ عشق ندانند اسیرانِ مراد | کہ مگس قند بہ جوید بہ نمک داں نہ شود

خسروؔ آہوے رمیدست ز خوباں کہ بود
گر دلِ شیر نہی پیش پریشاں نہ شود

۶۹۱ و

عاشقے را کہ غمِ دوست بہ از جاں نہ بود | عاشقِ جاں بود او عاشقِ جاناں نہ بود
مردن از دوستیِ دوست ز ہندو آموز | زندہ در آتشِ سوزاں شدن آساں نہ بود
بے بلا نیست مرادے کہ نہ حج پیش در است | کہ بہ رہ زحمتِ دریا و بیاباں نہ بود
زہر کش از کفِ ساقی تو اگر مے خواری | کیست کش تشنگیِ چشمۂ حیواں نہ بود؟

---

[1] دراں دو بیت ذیل زائد است ؎
در تو حیراں نہ می داند نظارگیست | آں گہے خواہد دانست کہ در خانہ شود
ساقیا بوکہ نظر بہ شود دم بہ نظرت | بادہ می ریز کہ تا بر سرِ پیمانہ شود

[2] دراں دو بیت ذیل زائد است ؎
یارب از رنجِ دلِ ناش نگیری ہر چند | کہ جفا ہا کند و ہیچ پشیماں نہ شود
ہم بہ حقِ نمکِ خود کہ نگہ دارد لم | گرمِ کس بر جگرِ سوختہ مہماں نہ شود

ای[۱] که عاشق نه ای ار دم مزن از غمزه نمی — دل نه بندی که نکو روی مسلمان نه بود
جان[۲] فدای نظری شد مشمر سهل ای دوست — کار آرزوی که به جانی خری ارزان نه بود
دی به گشت آمدی و شور به بازار افتاد — پادشاهی که به شهر آید پنهان نه بود
رفتی و ماند خیال تو مگر خرسندم — ماندنش گر ز پی همرهی جان نه بود
چند پرسی که "چرا خلق بدو ویم حیران است؟" — این حکایت ز کسی پرس که حیران نه بود

خسروا بلبلی آخر به قفس هم خوش باش
دور گردان ست همه باغ و گلستان نه بود

۶۹۲

مرد صاحب[۳] نظر از کوی تو آسان نه رود — هر که را جان بود از خدمت جانان نه رود
آن که در عشق تو رخت لاف هواداری زد — به جفا از درت ای خسرو خوبان نه رود
از خیال من سودا زده اندر ره عمر — یک نفس صورت آن سرو خرامان نه رود
کار حسن تو رسیده ست به جایی که سزد — که به عهدت سخن از یوسف کنعان نه رود
با خضر ذکر لب لعل تو می باید گفت — تا دگر در طلب چشمهٔ حیوان نه رود
باغبان ار رخ زیبای تو بیند دیگر — از پی چیدن گل سوی گلستان نه رود
با وصال تو نه دارم سر بستان و بهشت — هر که را با غمی هست به بستان نه رود

خسرو خسته که مانده ست به دهلی در هند
آه اگر زو خبری سوی خراسان نه رود

۶۹۳

خرم آن لحظه[۴] که مشتاق به یاری برسد — آرزومند نگاری به نگاری برسد
دیده بر روی چو گل به نهد و نه بود خبرش — گرچه بر دیده ز نوک مژه خاری برسد
گرچه در دیده کشد هیچ غبارش نه بود — هر کجا از قدم دوست غباری برسد
لذت وصل نه داند مگر آن سوخته ای — که پس از دوری بسیار به یاری برسد

---

۱ و ۲ هر دو ابیات درن محذوف۔ ۳ و ۴ هر دو غزل درن محذوف است۔

قیمتِ گُل نہ شناسد مگر آں مُرغِ اسیر　　که خزاں دیده بود و پس به بہارے برسد
اے خوش آں پاسخِ تلخے که دہد بعد از صبر　　که خمارے شکن از بعدِ خمارے برسد
خسروا یار تو گر می نه رسد یاری کن
بہرِ تسکینِ دلِ خویش که آرے برسد

۶۹۴
چه کند دل که جفائے تو تحمل نه کند؟　　که اگر جاں طلبی بنده تأمّل نه کند
واجب ست از دہن غنچه بدوزند به خار　　تا در ایامِ جمالت سخن گُل نه کند
ہر که را چشم به رخسار گلے سُرخ شده ست　　شاید ار عیبِ سیه رویئے بلبل نه کند
کوهِ غم گشتم و آں می کشم از ہر مُوئیت　　که سر موئے ازاں کوه تحمّل نه کند
دم بدم سوخت اسیرے که شکیبا نه بود　　در بدر گشت فقیرے که توکّل نه کند
نه گذرد خیلِ خیالِ تو به چشمِ من اگر　　دیده بر آبِ زنے سنگیں تنِ من پُل نه کند
کارِ خسرو بشد از دستِ تو دانی گفتم
تا خیالِ تو در ایں کار تغافل نه کند

۶۹۵[۱]
لبِ خوں خوار تو جز خونِ دلِ افزوں نه کند　　چشمِ تو در جگرِ سوختگاں خوں نه کند
ماه روئے چو تو در مہر نه می افزاید　　کم از آں کایں ستم و جور برافزوں نه کند
چوں رسد غارتِ ترکانِ خیالت عاشق　　نقدِ جاں را چه کند گر دل بیروں نه کند
سخنِ تلخ تو چوں زہر کند در دل کار　　طرفه کارے که در ایں زہر کس افسوں نه کند
دست از آں دارم بر خود که نہم پاے بہوش　　تا مرا سلسلهٔ زلفِ تو مجنوں نه کند
مردماں چشمِ ملامت سوئے من دوختہ اند　　مردمی کے کند ار چشمِ تو اکنوں نه کند
چند با خسروِ سرگشته چو گردوں گردی
سر نه گردی ز دوئے اندیشهٔ گردوں نه کند

---

۱- ایں غزل محذوف درن۔

۶۹۶ [51]

لبِ لعلت به لطافت گرو از جاں ببرد | رُوے رنگین تو آبِ گُلِ خنداں ببرد

سروِ بالاے تو گر سوے چمن بخرامد | بتک پاک رُوَد از سروِ خراماں ببرد

دستِ پیمانِ لبت هر چه به خواهی بدهم | وصلت از دستِ وفا بر سرِ پیماں ببرد

بوسه اے از لبِ تو عاریه خواهم ندهد | جز به شرطے که دلِ خسته گروگاں ببرد

گر نه لنگر شود اندوه چو کوه تو مرا | باد برداشته تا خاکِ خراساں ببرد

جانِ خلقے به لبِ آورده دهانِ تنگت | نه هما ناکه کسے از لبِ تو جاں ببرد

نیم جاں از تنِ خسرو سرِ زلفینِ تو برد
ترسم آں نیم دگر را شبِ هجراں ببرد

۶۹۷ [52]

تو که روزت به نشاطِ دل و جاں می گذرد | شب چه دانی که مرا بے تو چساں می گذرد

قامتت است چو تیرست و عجائب تیرے | که زمن درو مرا در دل و جاں می گذرد

ناوکِ چشمِ توام می کشد و غیرت هم | که چرا در دل و جانِ دگراں می گذرد

باش از من شنو اے جاں غمِ دل چند خوری؟ | جان و دل ایں ست که مارا به زباں می گذرد

دلِ گم کرده همی جوید خلقے در خاک | اندر آں راه که آں سروِ رواں می گذرد

سوزِ جانهاست مبادا که رسد در گوشت
ناله ها کز دلِ خسرو به دهاں می گذرد

۶۹۸ [53]

چه خوش است از جگرِ سوخته بوے که زند | در فلک ها فگند رخنه ز موے که زند

نیک بخت آں که کند مستی خرابش که هوش | از لبِ لعلِ مے آلود تو بوسے که زند

روے من گشت ز محراب به گرد ناچار | پنجهٔ حسنِ بتاں لطمه به روے که زند

---

[51] درن غزل محذوف است۔

[52] درن درایں غزل بیت ذیل زائد است

آب خوش می خورد خلق ز سیلِ چشمم | بس که دل سوخته زاں آبِ دہاں می گذرد

[53] درن غزل محذوف است۔

مے بہ خوابِ صبوحی کہ بہ تاراج برند     ہر شب آں راہزناں راہ بہ سوئے کہ زنند

نقل و مے از دلِ خسرو خورد آں شاہسوار

خیمۂ عیش و طرب بر لبِ جوئے کہ زنند

۶۶۹

یارب ایں فتنۂ لشکر ز کجا می آید؟     کہ ز عشقش دلِ خلقے بہ بلا می آید

فتنۂ جانِ منِ خستہ دل آمد چشمش     باز بر جانِ من ایں فتنہ کجا می آید؟

باد مشکے ز سرِ زلفش بوزید اے بلبل     بوستاں را خبرے دہ کہ صبا می آید

عاشقاں را بہ گہِ رفتن و باز آمدنش     دل ز جا می رود و باز بہ جا می آید

ما[1] بہ نظارۂ آں ماہ چناں مستغرق     کہ ہمہ خلق بہ نظارۂ ما می آید

خسروا ہر چہ ترا بر سرت آید نہ از اوست

عقل داند کہ سراسر ز قضا می آید

[illegible]

سبزہ ہا[2] می دمد و آب رواں می آید     ابر چوں دیدۂ من گریہ کناں می آید

از پسِ گشتنِ صحرا و لبِ جوئے ز گلہا     بوئے در دلِ ہر پیر و جواں می آید

سروِ بالائے من از من شدہ زانم ناخوش     کہ بہ گلزار بسے سروِ رواں می آید

جاں کشم پیشِ جہاں ہم اگرم دست دہد     اندراں راہ کہ آں جانِ جہاں می آید

نہ ہمانا کہ من امشب بہ کشم تا بہ سحر     کاے صبا از تو مرا بوئے فلاں می آید

اینک آں شوخ ہمی آید و خلقے بیہوش     مردہ را مژدہ رسانید کہ جاں می آید

بنہ اے باد فزوں بار غبارش زیں بیش     کہ گراں بار دل و جانِ کساں می آید

کوہِ غم دارم و یک لحظہ بروں می ریزم     بر دلِ نازکش آں نیز گراں می آید

---

[1] بیت درن محذوف ست و بہ جایش بیت ذیل است ؎

او وفا بوئے ندارد تو چنیں صورت کن     گرچہ از صورتِ او بوئے وفا می آید

[2] درن غزل محذوف است۔

خسروا دست بہ فتراک امیدے کہ زدی
توسنے داں کہ نہ در ضبط عناں می آید

این چنیں تند کہ آں قلب شکن می آید
سہمے از غمزۂ او در دل من می آید

چہ خطا رفت نہ دانم کہ برابرو زدہ چیں
بہر آزار من آں ترک ختن می آید

سخنے از دہنش گفتم و زد بر دہنم
بہر ہیچ آں ہمہ خواری و زدن می آید

مستی و رندی و عاشق کشی و شیوہ و ناز
ہر چہ گویند از آں تنگ دہن می آید

بے وفاداری او گشت تنم خاک و ہنوز
نکہت دوستی او ز کفن می آید

چشم بر ہم زدی و گشتہ داں ز نظرم
دور ہا شد کہ بہ یک چشم زدن می آید

خسروا شعر تو اسرار خدا لیست مگر
کز سخنہائے تو آم بوئے حسن می آید

غ

گر چہ در کشتن عشاق زبوں می آید
بارے آں شکل بہ بینید کہ چوں می آید

دل صیاد کجا سوزد اگر نالہ کند
مرغ بے چارہ کہ در دام زبوں می آید؟

آمدی باز و بہ نظارہ بروں آمد دل
لحظۂ باش کہ جاں نیز بروں می آید

خوشم از گریۂ خود گر چہ ہمہ خون دل است
زاں کہ بوئے تو ز ہر قطرۂ خوں می آید

خسروا چوں سخن او دل نہ شنیدی ناچار
بکش از دوست بلائے کہ کنوں می آید

---

سلہ درین ابیات ذیل زائداند ـہ

اے صبا خاک درش آر و بینداز بہ چشم
کہ ملالم ہمہ زیں رخنہ دروں می آید

گر کنم گریۂ دل ماندگی از دست دوست
کیں شکایت ہمہ از بخت نگوں می آید

تا شبم چوں گذرد وائے کہ بازم در دل
یاد آں سلسلۂ غالیہ گوں می آید

مدد از گوشۂ چشمش کہ ز شوخی خود را
مست می سازد و با سحر فسوں می آید

باش تا بار دگر آں پسر ایں سو آید[1] — مست و خوش ملامت گرِ بد خو آید

آں کہ بد گفت مرا روے چو ماہش بنید — آں ہمہ در نظرِ من بہ سرِ او آید

دل کہ در زلف گرہ بست غمِ آں نیست غمِ آں ست — کہ بہ خفتن گرہش در سرِ پہلو آید

نیست زاں شوخ، ہمہ از دلِ پُر خونِ من ست — مردمم ایں ہمہ خونابہ کہ بر رُو آید

خسروا زمزمۂ عشق نہاں نتواں داشت

ہر کجا عود بر آتش بہ نہی بُو آید

باشد آں روز کہ آں فتنہ بہ ما باز آید[2] — لیک زاں گونہ کہ اُو رفت کجا باز آید؟

رفت و باز آمدنش تا بہ قیامت نہ بود — اے قیامت تو بیا زود کہ تا باز آید

اے صبا از سر آں کوے غبارے من آر — گر ایں دل کہ ز جا رفت، بجا باز آید

یارب ایں سرو در آں باغ نہ تنہا ماندہ ست — باز بُوے سمن خبر از بادِ صبا باز آید

چند روز است کزیں سو گذرے می نہ کند — باز گوئید مگر جانبِ ما باز آید

خسروا رفتنِ او نہ ز پیش آمدن ست

بہ دعا ساز خدایا بہ دعا باز آید

غ

خشمگیں یار مرا دل بہ رضا باز آمد[3] — گل بد عہد بہ بستانِ وفا باز آمد

آں ہمہ مستی و شوخی و بلا انگیزی — باز جانِ من دل سوختہ را باز آمد

چند گاہے دلم از فتنہ اماں یافتہ بود — وہ کہ ایں دردِ دلِ رفتہ کجا باز آمد

---

[1] درن ابیات ذیل زائد اند ۔

گر چہ من کشتۂ شوم زاں کہ بہ گوید بہ کند — وہ کہ آں عشوہ گری ہاے چہ نیکو آید

ہر چہ اندر دلم و پیشِ دو چشم یارب — پیشِ آں نرگسِ خوں خوارہ جادو آید

[2] درن غزل محذوف است ۔

آفتابے[۵۱] کہ سیہ کردیم زیں دم سرد   قدرے نرم شد و بر سرِ ما باز آمد

دلِ گم گشتۂ خود جستم و دربانش گفت   کہ دلِ رفتہ دریں کوے کرا باز آمد

زاہدا[۵۲] توبہ مفرما ز رُخِ خوب کہ من   بت پرستم، نتوانم بہ خدا باز آمد

دی ز بوے تو بہ حیلہ ز صبا جاں بُردم   باز آں وقت شدہ باد صبا باز آمد

خسروا تن بہ قضا دہ کہ ہواہاے کہن
تازہ شد از سرِ ایامِ بلا باز آمد

۵۰۶

عمرِ نو گشت[۵۳] مرا باز کہ جاں باز آمد   وز پسِ عمرے آں جانِ جہاں باز آمد

رہ دہ اے دیدہ و خارِ مژہ را یک سو کن   کہ خراماں و خوش آں سروِ رواں باز آمد

چند گاہے دلم از فتنہ اماں یافتہ بود   وہ کہ ایں دردِ دلِ رفتہ چہاں باز آمد

جانِ من چشم از آں گہ کہ بہ روے تو فتاد   جز تو در غیر تواں دید؟ از آں باز آمد

باز نامد دلِ من گرچہ بہ کویت صد بار   شادماں رفت و بہ فریاد و فغاں باز آمد

ہر کسم گوید "باز آے از آں تا بہ رہی"   گر دل این ست کہ دارم نتواں باز آمد

بندہ خسرو کہ ز تو دیدہ بہ پوشید و برفت
چوں میسر نہ شدش، نالہ کناں باز آمد

۵۰۷

وہ کہ باز[۵۴] ایں دلِ دیوانہ گرفتار آمد   باز بر جاں حشرے از غم و تیمار آمد

ماہِ من بہر خدا پیش برو از سرِ بام   کافتابِ منِ بے چارہ بہ دیوار آمد

عقلم ار گوے صفا پیش لبِ جاناں باخت   صوفی از صومعہ در خانۂ خمّار آمد

---

۵۱ و ۵۲ ہر دو بیت در ن محذوف و ابیات ذیل زائد اند ۔

آں کہ ہموارہ جفا بود و ستم عادتِ او   کرد آہنگِ وفا و ز جفا باز آمد

چوں در آں کوے روم خلق برآرد فریاد   کاینک آں شہرۂ انگشت نما باز آمد

بہ دعا پیشِ خود آوردمش اما عجب ست   در جہاں عمرِ کسے کئے بہ دعا باز آمد

۵۳ و ۵۴ غزل محذوف است در ن ۔

خویش را دور مفگن که کجا شد دلِ تو　　هم به نزدیک تو از دور گرفتار آمد
سینه کز درد تهی داشتمش چندیں گاه　　اینک امروز برائے غمِ تو کار آمد
حال خونابۂ خود من نه ترا دیدم لیک　　ماجرائے دلم از دیده به گفتار آمد
ما چو در کوچه فتادیم دلِ از ما برگیر　　سنگ بردار که دیوانه به بازار آمد

جز دعائے نه کند خسروِ مسکیں به رخت
گرچه زاں روے به رویش همه آزار آمد

از کجا در رهم آں شوخ بلا پیش آمد؟[1]　　چه بلا بود نه دانم زکجا پیش آمد؟
سوئے صحرا به تماشائے چمن می رفتم　　دلبرے، سروقدے ماه لقا پیش آمد
آں چه من دیدم و من می کشم از جورِ فراق　　که شنیده ست؟ که دیده ست؟ که را پیش آمد؟
آں بتے ز مهر نخستیں به وفا دل می برد　　آں چه دل برد ز ما پس به جفا پیش آمد

خسروا خوں خور و دم درکش و صبرے پیش آر
که چنیں واقعه تنها نه ترا پیش آمد

باز عشق آمد و دیوانگیم پیش آمد[2]　　بر دلم از مژهٔ غمزه زنے نیش آمد
خرد و صبر سرِ خویش گرفتند و شدند　　هر چه آمد ز بلائے دلِ درویش آمد
دی به نظارهٔ او رفت رهے بر سرِ راه　　یک نظر دید چو باز آمد بے خویش آمد
گفتمش "اے دل مرو آں جا که گرفتار شوی"　　عاقبت رفتی و آں گفتِ منت پیش آمد
برده بودم ز جفا هائے فلک، جاں لیکن　　چه کنم؟ ناز تو جانا قدرے بیش آمد
چشمِ من می پرد امروز کرا خواهد دید؟　　مگر آں کافرِ ناوک زنِ بدکیش آمد

خسروا عشق همی بازد به خوباں می زی
عقل بگذار که او عاقبت اندیش آمد

---

[1] غزل محذوف است در ن.

۱۰

گر مرا هیچ مرادے پس ازیں پیش آمد — حاسدم را ز حسد روز پسیں پیش آمد

آں که در خاطرِ من غیر ترا داشت گماں — شرم باشد ز خود آں دم که یقیں پیش آمد

در خمِ تست بسر زلفِ تو از جاں طلبند — زیر ہر سلسلہ اے چارہ کمیں پیش آمد

طلبِ روے تو کردم شبِ زلف آمد پیش — آفتِ کفر بلے در رہِ دیں پیش آمد

طعنه زد عشق تو بر دل که مرو از ایں راہ
ایں مثل را که از آں بگذری ایں پیش آمد

۱۱

دانم اے دوست که در خانه شرابت باشد — یک صراحی بہ من آور که صوابت باشد

بو که بر دفعِ خمارم ز خُمم آری قدحے — چوں نظر بر منِ مخمور خرابت باشد

با منِ سوخته خور بادهٔ صافی چو خوری — جگرِ سوختگاں بوے کبابت باشد

خو بہ دامن ز ہما گوشِ سمن ساے مگیر — تا بہ دامانِ قبا بوے گلابت باشد

دل ربودی ز رہِ شعبدهٔ عیّاری — شیوهٔ چشمِ خوشت سدِّ عتابت باشد

جور بر من مکن امروز که مظلومِ توام — بکن اندیشهٔ فردا که حسابت باشد

آں چه از جور تو بر خسروِ بیچاره گذشت
نه کنی فکر که فردا چه جوابت باشد؟

۱۲

بر من ار دولتِ وصلِ تو مقرر می شد — کارم از لعلِ گهر بارِ تو چوں زر می شد

دوش گفتم نه تواں دید بہ خوابت لیکن — با فراقِ تو مرا خواب میسّر می شد

شرحِ ہجرانِ تو گفتم بہ نویسم، لیکن — نه نوشتم که بسے عمر درآں سر می شد

بارہا شمع بہ کشتم که نشینم تاریک — خانه دیگر ز خیالِ تو منوّر می شد

عقل وا روں ز تمناے تو منعے می کرد — عشق می آمد و او نیز مسخّر می شد

گرچه بسیار بہ گفتیم بنیامد در گوشش — خوش ترا ز نامِ تو با آں که مکرّر می شد

---

سله تا سله درین غزل محذوف است۔

۱۳
ترکِ عاشق کُشیِ من، ترکِ جفا خوش باشد
به وفا کوش کہ از دوست وفا خوش باشد

بے تو اے گل سرِ گلگشتِ چمن نیست مرا
کہ تماشاے گلستانِ شما خوش باشد

پردہ برگیر ز رُخ تا کہ دعاے بکنم
کہ بہ ہنگامِ سحرگاہ دُعا خوش باشد

گر کند ناز دگر عربدہ با اہلِ نظر
چشمِ مردم کُشِ آں شوخ بہ ما خوش باشد

گر دلم ریش کند در جگرم خوں سازد
چشمِ غارت گرِ آں ترک مرا خوش باشد

دایم از پرورشِ اشکِ من آں سرو خوش است
ہمہ دانند کہ پروردہٴ ما خوش باشد

خسروا دیدہ نگہ دار ز دیدارِ رقیب
کہ زیانِ نظر از صحبتِ ناخوش باشد

۱۴
بس کہ خونِ جگر از راہِ نظر بیروں شد
دل نہ می باید از پیچ رطہ رہ بیروں شد

ناوکِ چشمِ تو تا خونِ دلم ریخت ز چشم
در میانِ دل و چشمِ من از آں دم خوں شد

از تبِ ہجر بہ مُردیم بہ کنجِ غم و ہیچ
کس نہ پُرسید کہ "آں خستہٴ غمگیں چوں شد"؟

تا چو ماہِ نو از آں مہر جدا افتادم
عمرِ من کم شد و مہرِ رُخِ او افزوں شد؟

گر نہ زنجیرِ دل از طرہٴ خوباں کردند
زلفِ لیلیٰ ز چہ رُو سلسلہٴ مجنوں شد؟

بارہ چوں دُرجِ عقیقی بہ تبسم بہ کشاد
چشمِ خسرو چو صدف پُر ز دُرِ مکنوں شد؟

۱۵
ہر کسے روز وداع از پےِ محمل می شد
تو مپندار کہ آں دلبرم از دل می شد

ہیچ منزل نہ شود قافلہ از آب جدا
زاں کہ پیش از ہمہ سیلاب بہ منزل می شد

گفتمش "از محملِ آں جانِ جہاں برگردم"
پایم از خونِ دلِ سوختہ در گِل می شد

ساربان خیمہ بہ صحرا زد و دانیم عجب است
کہ قیامت نہ شد آں روز کہ محمل می شد

راستی ہر کہ درآں شکل و شمائل می دید
ہم چو من فتنہ در آں شکل و شمائل می شد

---

سلہ تا ثلہ درین غزل محذوف است۔

پندِ عاقل نہ کند سود کہ در بندِ فراق — دلِ دیوانہ ندیدیم کہ عاقل می شد

بگذر از خویش کہ بے طبع مسالک خسرو
ہیچ سالک شنیدیم کہ واصل می شد

۱۶ ۔

ہر کرا داعیۂ دردِ طلب پیدا شد — عاقلاں جملہ بر آنند کہ او شیدا شد

آتشِ عشق زِ ہر سینہ کہ زد شعلۂ مہر — گر ہمہ صبحِ مبین ست کہ او رسوا شد

پیشِ رفتارِ تو اے آب رواں از تو خجل — گر نہ شد سرو چرا ساکن و پا بر جا شد

چشمِ نرگس بہ گلِ روے تو می بینم باز — ہمچو یعقوب کہ از بوے پسر بینا شد

از خطا بود کہ در چینِ سرِ زلفِ تو باد — رفت و زنجیرکشِ سلسلۂ سودا شد

ساقیا بادہ میپمائے کہ بدنامیٔ ما — بر سرِ کوے تو افسانۂ کشور ہا شد

دلِ خسرو بہ کجا رفت کہ از تنگیٔ عیش
ہمچو نقشِ دہنت کم زد و ناپیدا شد

۱۷ ۔

گر خمِ طرہ ز روے تو جدا خواہد شد — نامِ رخسارۂ تو نامِ سما خواہد شد

جعدِ زنجیر نمائے تو بلائے ست کزاد — پاے دل بستہ بہ زنجیرِ بلا خواہد شد

زلف ہم چوں رسنت ماہ سمارا بگرفت — من ندانم کہ درایں ماہ چہا خواہد شد؟

حاجت آن ست کہ من بر درِ تو کشتہ شوم — ہیچ گہ حاجتِ ایں خستہ روا خواہد شد؟

ایں کشاکش کہ تنت راست بہ مبنیٔ خسرو
ناگہاں بند ز بندِ تو جدا خواہد شد

۱۸ ۔

چشمِ من خندۂ شیرینِ تو گریاں دارد — دلِ من را لبِ پرشورِ تو بریاں دارد

خاطرم میل کند با تو و پیدا نہ کند — سینہ ام دردِ غمت دارد و پنہاں دارد

کس نہ دارد بہ جہاں آں چہ تو داری در حسن — از لطافت ہمگی پیشِ تو خود آں دارد

۱؎ تا ۳؎ غزلیات محذوف در "ن"۔

گر نباتِ خطِ تو سبز بود، نیست عجب　　خضر است آں کہ سرِ چشمۂ حیواں دارد

جانم از شوقِ تو گر خرقۂ تن کرد قبا　　نتواں گفت دریں خرقہ کہ نقصاں دارد

دلِ من با سرِ گیسوے درازت ہمہ شب　　تا شبے خوں نہ رود دست و گریباں دارد

شعرِ خسرو بہ مثل سحرِ حلال ست و لے

نتواں گفت کہ او پایۂ حسانؔ دارد

۱۹ؔ

تو مپندار کہ دوراں ہمہ یکساں گذرد　　گاہ در وصل و گہے در غمِ ہجراں گذرد

از دمِ من چو دمِ صبح شود آتش بار　　ہر نسیمے کہ بر اطرافِ گلستاں گذرد

گر بہ گوشش بہ رسد نالۂ من نیست عجب　　یار ہموارہ بہ اطرافِ سپاہاں گذرد

عالمے بہر نثارش ہمہ جانہا بر کف　　آہ ازاں لحظہ کہ آں سروِ خراماں گذرد

بہ رساں سلسلہ یک بار بہ دستم تا چند　　در خمِ زلفِ تو ام عمر پریشاں گذرد

گر نہ از صبر ہزاراں سخن آرم در پیش

ناوکِ غمزۂ او آید و از جاں گذرد

۲۰ؔ　　غ

ہر کسے گاہ جوانی تگ و پوے دارد　　گشت باغے و نشاط و لبِ جوے دارد

کس نہ پرسد کہ کجا یم منِ بے خانہ و جا　　ہر خسے خاکی و ہر سگ سرِ کوے دارد

دوست دارم خمِ گیسوے نکورویاں را　　واں کسے را کہ دلے در خمِ موے دارد

کاش کہ خاک شوم من ز مینے کا تجا　　ترکِ من گاہ سواری تگ و پوے دارد

تا درونی نہ بود محرمِ شوقے نہ شود　　سوزشِ عود از آں ست کہ بوے دارد

گر سرم دولتِ چوگانش نیرزد، بارے　　لذتے دارم ازاں حال کہ گوے دارد

ہاں وہاں تا نہ کند عمر بہ بستاں ضائع　　ہر کہ در خانہ تماشاے نکوے دارد

عاشقاں بادہ بہ جز کاسِ ملامت نخورند　　کارِ مجنوں ست کہ سنگے و سبوے دارد

---

سلہ در آں غزل محذوف است۔

خسروا ار جاں بہ غمت داد، ترا باد اعیش
چوں توئی را چہ غم از جاں چو ادیے دارد

٤٢١

چشمِ گردندۂ او با ہمہ کس می گردد [سلہ] — چوں سرد و رہ من خود بہ ہوس می گردد
زلف کز بازِ تو با بندہ بہ صد بو العجبی — پیش می آید ہر لحظہ و پس می گردد
از پے آں کہ بہ گیرد سگِ شب گرد مرا — فتنہ اندر سرِ زلفِ چو عسس می گردد
جاں کہ پیرامنِ خالِ سیہت می بیند — عنکبوتے ست کہ بر گردِ مگس می گردد
شام تا صبح خیالِ تو بہ گرد در چشم — کس نہ گوید کہ دریں خانہ چہ کس می گردد
دمِ نقد از لبِ تو باد بہ دست است مرا — کز نفس می زید و نیم نفس می گردد

خسروا چوں تو گلے را چہ کند آں کہ بہ غم
ہمہ چوں باد بہ دنبالۂ خس می گردد

٤٢٢

اے کہ از خاکِ درت دیدہ منور گردد [سلہ] — وصفِ وحدت چو کنم روح معطر گردد
دیدہ در زیرِ قدمہات نہ می گریدا از آں — کہ مبادا کفِ پاے تو بہ خوں تر گردد
گوش بہ گرفت چو بشنید رقیبت سخنم — گوشِ ابلیس چو قرآں شنود کر گردد
ناوکے بر دلِ ریشم فگن، اے دیدۂ من — تا بود ریشِ درد نم بہ بروں سر گردد
اے بسا جاں بہ سرِ کوے تو شد خوں و ہنوز — می رود تا بہ سرِ کوے تو محشر گردد
سازمش خون و بہ پیشِ سگت اندازم اگر — بے جراحت ز سرِ کوے تو دل بر گردد

اشکِ خسرو ہمہ از خونِ جگر ساختہ است
از قدمہات چو ریزم ہمہ گوہر گردد

٤٢٣

ہر کسے سبزہ و صحرا و گلستاں خواہد [سلہ] — دلِ بے چارہ ترا چوں دلِ من آں خواہد
نیک تنگ آمدم از خود ز پے کشتنِ من — خندہ کز لبِ خوں خوارِ تو فرماں خواہد

---

سلہ تا سلہ در آں غزل محذوف است۔

خواندیم از پے قرباں چو بہ مہمانیٔ وصل ۔۔۔ آمدم اینک اگر وصل تو قرباں خواہد
چشم تو کشت مرا غم دیت از دل خواہد ۔۔۔ تیغ ہندو کشد و تیغ مسلماں خواہد
در غم زلف تو دل می دہم و می ترسم ۔۔۔ کہ نہ باید کہ مرا دل دہد و جاں خواہد
رنجہ شد دوش خیال تو بہ پرسیدن من ۔۔۔ چشم را گو کہ ز من عذر فراواں خواہد
خواستم شب ز تو یک بوسہ بہ جانے بخرم ۔۔۔ شرمم آمد کہ چنیں تحفہ کس ارزاں خواہد

حال خسرو ز غمت گشت پریشاں آرے
عشق خوباں ہمہ گر حال پریشاں خواہد

۲۴۴؎

سرو در باغ اگر ہمچو تو موزوں خیزد ۔۔۔ لے بسا نالہ کہ از بلبل مفتوں خیزد
نیک بختے کہ تواند بہ تو دیدن ہر روز ۔۔۔ شادماں خسپد و بر طالع میموں خیزد
ساکنانِ سر کوے تو نہ باشند بہ ہوش ۔۔۔ کاں زمینے ست کہ از وے ہمہ مجنوں خیزد
نیک خواہاں بہ سر پند منِ بد خو را ۔۔۔ ہر دم اندیشۂ سودائے دگرگوں خیزد
صبرم از روے نگارینِ تو فرماید خلق ۔۔۔ وہ کہ ایں کار ز دستِ چو منے چوں خیزد
سوزِ عشقم چو ز دل خواست بہ گفتم بہ طبیب ۔۔۔ گفت ایں علت از آنہاست کہ از خوں خیزد

اشک خسرو ہمہ خون است و عذر زیں دریا
کایں نہ موجے ست کہ از دجلۂ جیحوں خیزد

۲۴۵؎

زلفِ تو زاں گرہِ سخت کہ بر جانم زد ۔۔۔ دمِ باقی دو سہ پیمانہ کہ بہ تو انم زد[۱]
در دلم گشت ہماں لحظہ کز او جاں نہ برم ۔۔۔ کز سرِ ناز یکے غمزۂ پنہانم زد
اے اجل آں قدرے صبر کن امروز کہ من ۔۔۔ لذتے گیرم از آں زخم کہ بر جانم زد
دیدمش از پسِ عمرے و ہمی مُردم زار ۔۔۔ تشنہ در بادیۂ ہجر کہ بارانم زد

---

[۱] در ن بعدہ بیت ذیل اضافہ است ؎

یار پیکاں زد و من در ہوس آں مُردم ۔۔۔ کہ زنم بوسہ بر آں دست کہ پیکانم زد

خلق گویند بدیں گونہ چرائی؟ چہ کنم | رہزنے آمد و راہِ دلِ ویرانم زد

نہ من از خویش چنیں سوختہ خرمن شدہ ام | تو شدی شمعِ دل آتش بہ جگر زانم زد

پادشہ چوبِ خلیفہ خورد و فخر کند | منِ درویش ز چوبِ تو کہ دربانم زد

بس نہ بودہ است پریشانیِ خسرو ز فلک
وہ کجا ہجرِ تو بر حالِ پریشانم زد

٢٢٦

من بہ یادِ خود و اغیار بہ خود می پیچد | مست در عشرت و ہشیار بہ خود می پیچد

موے پیچیدہ بود گردِ میانش دائم | عجبے نیست بلے مار بہ خود می پیچد

سر ز تابے ست از زلفِ تو پیچیدہ عجب | زاں کہ مو از اثرِ نار بہ خود می پیچد

ہر سرے از قدِ مستِ تو در افتاد ز سرِ درد | در تگاپوے چو دستار بہ خود می پیچد

من لبت می گزم و چشمِ تو در چشم، بلے | بوے حلواست کہ بیمار بہ خود می پیچد

فاش دینِ لبت از زلفِ چلیپاے تو شد | زاں کہ از موے تو زنار بہ خود می پیچد

صفتِ موے تو خسرو چو بہ طومار نوشت
سبب آن ست کہ طومار بہ خود می پیچد

٢٢٧

نہ شدش دل کہ دمے پہلوے ما بنشیند[1] | گل ہم آخر قدرے پیش گیا بنشیند

جانِ من باد کن آں را کہ بہ بوے چو توئی | ہمہ شب بر گذرِ بادِ صبا بنشیند

کشتی از غمزہ، چہ امیدِ سلامت باشد؟ | اندر آں سینہ کہ آں تیرِ بلا بنشیند

از تو صد درد نہاں دارم و بیروں نہ دہم | تا نہاں دردِ تو بر جاے دوا بنشیند

آب شد خونِ دلم، شانہ کن آں زلف آخر | مگر آں موے پریشانِ تو جا بنشیند

تا بود بادِ جوانی بہ سرِ گل رویاں | آتشِ سینۂ عاشق ز کجا بنشیند؟

خاک شد در رہِ تو دیدہ، وآں بخت نبود | کہ ز رہ گردِ تو بر سینۂ ما بنشیند

---

[1] ۵ و ۶ درین غزل محذوف است۔

جور می کن کہ سر از کوے وفا نتواں یافت
گرچہ بر خسرؔوِ صد پارہ جفا بنشیند

۷۲۸؎ ۱

اگر آں شاہ دمے پیشِ گدا بنشیند — فتنۂ غارت و خوں ریز و جفا بنشیند
گر بیاید بہ دعا عاشقِ دل خستہ مثال — سالہا بر درِ خلوت بہ دعا بنشیند
چوں قدم رنجہ کند دوست بہ پرسیدنِ من — خانۂ تاریک و دلم تنگ، کجا بنشیند؟
خانۂ دیدہ بہ رفتیم ز نقشِ ہمہ پاک — تا خیالِ رخِ آں ترکِ ختا بنشیند
جعد زلفینِ سمن ساے تو در دورِ قمر — خضر وقت است کہ بر آبِ بقا بنشیند
سروِ بستاں کہ بہ قامت علم افراختہ است
چوں بہ بیند قدت از باد ہوا بنشیند

۷۲۹؎ ۲

بہ سرِ من اگر آں طرفہ پسر باز آید — عمرِ من ہر چہ بہ رفتہ ست ز سر باز آید
زونہ بودم بہ نظر قانع دمی کردم ناز — کارِ من کاش کنوں ہم بہ نظر باز آید
ماہِ من رفت کہ از حسن بہ شکلے دگر است — وہ کہ ماہے بہ دو شکلِ دگر باز آید
ہوش و دل رفت، بہ جاں آمدنش می خواہم — چہ کنم چیزے ازاں رفتہ مگر باز آید؟
بر دلے صورتِ آں چشم کہ در چشمِ منی — کہ نہ رفتہ ست نہ کویش ز سفر باز آید؟
دیدہ چنداں بہ کفِ پاے سفیدش مالم — کہ سیاہش کنم از مالش اگر باز آید
طرفہ تیرے ست کہ بر سینہ زند ہجرانش — کز جگر بگذرد و ہم بہ جگر باز آید
گاہِ گریہ رسد آبم بہ کمر باز رود — باز چوں گریہ کنم تا بہ کمر باز آید
خبرے ہم نہ فرستاد کہ گر باز رود
خسرؔوِ بے خبر آخر بہ خبر باز آید

۷۳۰؎ ۳

نہ بہ بالاے خوشت سروِ خراماں دید — نہ بہ سیماے رخت لالۂ نعماں روید

---

۱ تا ۳ درن ہر سہ غزل محذوف است۔

نه به ذوقِ لبِ لعلِ تو توان یافت شکر — نه به شکلِ دهنت پستهٔ خندان روید
با همه حسن و طراوت چو گلِ روے تو نیست — آن گلِ تازه که در روضهٔ رضوان روید
سروِ بالاے ترا خاصیتے هست ز لطف — که نهالِ خوشِ او در چمنِ جان روید
خضرِ خطِ تو به گردِ دهنت دانی چیست؟ — سبزه‌ایست کان به لبِ چشمهٔ حیوان روید
گر تو خود بگذری اے سروِ سمن بوے به باغ — زیرِ خاکِ قدمت لاله و ریحان روید
ز غمِ نرگسِ سیرابِ تو ام جسمِ ضعیف — چو گیاهیست که در راهِ بیابان روید
قدم از کوے تو من باز نه گیرم هرگز — گر همه ره گذرم خنجر و پیکان روید

تا دو یاقوتِ لبت خسروِ بیچاره بدید
همه از دیدهٔ او لعلِ بدخشان روید

۱۳۱

شب مرا در جگرِ سوخته مهمانی بود — یوسفِ مصر درین ادیه زندانی بود
گوشه‌اے[51] بود و غمش آمد و تشویشم داد — شد پریشان دلم و جاے پریشانی بود
پاسبان مست و ملک بے خرد و سگ در خواب — همه شب تا سحر این دولتم ارزانی بود
مقریِ[52] صبح سبب می زد و من می کردم — سجده بت را که نه هنگام مسلمانی بود
شاد گشتم و لے افسوس غمش خوردم از آنک — شادیم عاریتی و غمِ من جانی بود
ز آهِ عشق ست بسے داغ به پیشانیِ من — چه کنم کز ازل این نقش به پیشانی بود

تشنه بر چشمه گذر کرد و نه شد لب تر از آنک
بختِ خسرو که ازیں کرده پشیمانی بود

---

[51] درین بیت محذوف است و دو بیت ذیل زائد ست

عشق می خواند ز خطش صفتِ صنعِ خداے — عقل گم گشت که در غایتِ نادانی بود
جان بهاے نظرِ چشمِ تو ام فرمان داد — عذر بپذیر که این قیمت فرمانی بود

[52] درین بیت محذوف است ۔

۴۴۲

وقتے آں کافرِ بے رحم از آنِ من بود[1] | دلِ آوارہ شدہ نیز از آنِ تن بود
شمعِ شب گریہ ہمی کرد ہمہ شب تاناک | شعلہ ہاے دلِ پرسوز منش روشن بود
گفتمش دوش "رسیدی و مرا دل دادی" | گفت "من باندام از تو کہ خیالِ من بود"
بیں کہ چوں موے شد از ساعدِ سیمیں نگار | آہنیں بازوے فرہاد کہ خارا کن بود
می کنم شکرِ لبت گرچہ لبے نقدِ بلا | بر من از غمزۂ آں دولتِ مرد افگن بود
عاشقے را کہ بکشتند بہ عشق و شہوت | خونِ او خونِ شہیداں نہ کہ حیضِ زن بود
دی کہ رسوا شدہ ای دیدی و گفتی کایں کیست؟
"دامن آلودہ بہ خوں خسروِ تردامن بود"

۴۴۳

دوش در خواب مرا با بتِ خود کارے بود | بت پرستی مرا خدمتِ بت بارے بود
کفرِ زلفش بہ رگم پوست چنانم در رفت | کہ از او ہر رگِ من رشتۂ زنارے بود
گفتمش "بود غم مات گہے" آں بد مہر | از برائے دلِ ما نیز بہ گفت "آرے بود"
دل گم گشتہ ہمی جستم و در رہ ہوسش | خندہ می کرد بہ شوخی کہ دلت بارے بود
زلفِ بنمودمش آلودہ بہ خوں، گفت "آرے | یاد می آیدم ایں جا کہ گرفتارے بود"
سرگذشتِ دلِ خود گفتم در پیشِ خیال | محرمِ رازِ شبِ تیرۂ و دیوارے بود
می تراود ز دو چشمِ ترم اندک اندک | ہر کجا در جگرِ سوختہ آزارے بود[2]
ہر کہ خسرو را دید از تو جدا، گفت بہ درد
"وقتے ایں بلبلِ شوریدہ بہ گلزارے بود"

۴۴۴

باز عشقِ تو مرا مژدۂ رسوائی داد | فتنہ را عہدۂ کارِ منِ شیدائی داد
غمِ تو در دلِ شبہا بہ دلِ خویش خورم | کایں خورش بیشترے ذوق بہ تنہائی داد

---

۱ در این غزل محذوف است ۲ در این بیت ذیل اضافہ است ؎

شمع بگریست زمانے و ز ہر سوز بمرد | سوزم از گریہ ہمی مرد کہ بسیارے بود

چہ خدۂ[?] وصل مرا، بیں کہ چو من چند مگس | جان شیریں بدکانِ چو تو حلوائی داد
اے کہ گوئیم "شکیبا شو و در گوشہ نشیں" | دل بباید کہ تواں دادِ شکیبائی داد
سنگ ہر طفل بہ ردیم گل شادیست کہ عشق | ہر دم برزدوبس جلوۂ رسوائی داد
بوے خوں زد زصبا کامد ازاں قیش خوش | کہ نشانِ دلِ آوارۂ ہرجائی داد
شد بہ دیوانگیٔ زلف بتاں، ہر چہ خدائے
خسروِ دل شدہ را بہرہ ز دانائی داد

۳۵؎ غ

دوش آتش زدی و گریہ مرا یاری داد | نالۂ من ہمہ کو را شغب و زاری داد
چشم دارم کہ بہ خواب اجلم خسپاند | خاکِ کویت کہ مرا سرمۂ بیداری داد
مست بگذشتی و شد بے خود کیم ہر ن عشق | تا کہ ہمراہ شدو، بخت کرا یاری داد
ہمہ شب خلق در آسایش و من در فریاد | روز بد بیں کہ دلم را چہ گرفتاری داد
یارب از خونِ منش ہیچ نہ گیری دامن | گرچہ در کشتنِ من دادِ جفاکاری داد
عقل گو بر سرِ من کار رہنمائی کردی | کارم افتاد چو بر جاں خطِ بیزاری داد
ہمہ در بارِ تو بستند دلِ خسرو بیں
دادِ عقل و دل و دیں نیز بسرباری داد

۳۶؎ ت

چشمِ مستِ تو کہ دی بر منِ بیتاب افتاد | تو نیفگنی ز آلودگیٔ خواب افتاد
غمزۂ تیز بہ پیرامنِ چشمش گوئی | تیغِ خونست کہ در ہیچۂ قصّاب افتاد
شستہ می شود قبلہ ز رویت چہ کنم؟ | کہ ز ابروے تو چشمم بہ دو محراب افتاد
دل بہ دریاے جمالِ تو بہ بازی می گشت | عاقبت سوے زنخ رفت و بہ گرداب افتاد
زلفِ تو می نہ گذارد کہ بہ بینم رویت | یارب ایں شب زکجا بر سرِ مہتاب افتاد
آبِ خسرو ہمہ بر روے زمیں ریختہ شد | از چو تو یار کہ گردندہ بہ دولاب افتاد

---

سلہ بیت محذوف در ن۔

۳۷

آں عزیزاں کہ ہمہ شب بہ دلِ من گردند    فرخ آں روز کہ بر دیدۂ روشن گردند
من چو مرغانِ قفس خوے بہ زنداں کردم    وقتِ شاں خوش کہ بہ گردِ گل و گلشن گردند
آں کساں کز پے آں روے بدم می گویند    پردہ برگیر کہ دیوانہ تر از من گردند
جلوہ کن روے چو خورشید کہ تا اہلِ نظر    بے سر و پا ہمہ چوں ذرۂ روزن گردند
منم و دوستیت ہم بہ حق دوستیت    ہمہ خائفم اگر از بہرِ تو دشمن گردند
آں کہ کارند ہمہ تخم ملامت یا رب    زہِ من جملہ چو من سوختہ خرمن گردند
زخمِ پیکانِ جگر دوز چہ دانند آناں؟    کہ نہ از خار کسے سوختہ دامن گردند[۵۱]

آمدی باز تو در دل پس ازیں خسرو را
عقل و جاں بیش کجا گردِ سرِ تن گردند

۳۸

جاں فدائے پسرانے کہ نکو رو باشند    راحتِ جاں ست جفاشاں چو جفا جو باشند
خود ز خوبانِ پری چہرہ ہمیں کار آید    کہ ستمگارہ و مردم کش و بدخو باشند
غنچہ[۵۲] شاں بہرِ جدائے ہمہ دلپشت شوند    گل صفت مہر صفا را ہمہ تن رو باشند
چہ کند آہوے مسکیں کہ سگ جاں نہ دہد    شہسواراں کہ بہ دنبالۂ آہو باشند
بر درت[۵۳] گرچہ بنا کردۂ عشاق بسے ست    غرق خوں ند کسانے کہ در آں کو باشند
عاشقاں در رہِ عشق مسلمان نہ شوند    کہ نہ در سوختنِ خویش چو ہندو باشند
در[۵۴] ہمہ مستی من باش تو در فرمائی    دل و جاں نیز بہ یک گوشۂ یک سو باشند

صفتِ نرگسِ جادوے تو کردن نارند
شاعراں گرچہ چو خسرو ہمہ جادو باشند

---

۵۱ درین بیت ذیل زائد است ـــ
زاہداں در ہوس زلف چو زنار تو اند    چہ غمست ار دو دل بگذار برہمن گردند
۵۲ و ۵۳ و ۵۴ درین ابیات محذوف اند۔

۳۹۹

یارِ زیبائے مرا باز بہ من بنمائید
تُرکِ رعنائے مرا باز بہ من بنمائید

لالہ می رویدم از خونِ جگر بر رخسار
سروِ بالائے مرا باز بہ من بنمائید

نیست آراستہ بے آں مہِ زیبا مجلس
مجلس آرائے مرا باز بہ من بنمائید

عشرتم یاد ہمی آید از افزایشِ غم
عشرت افزائے مرا باز بہ من بنمائید

تا از آں زلف شد دور بہ رفتم از جائے
آخر آں جائے مرا باز بہ من بنمائید

پیشتر زاں کہ بہ یغما برود خانۂ عمر
شیر یغمائے مرا باز بہ من بنمائید

از فراقم ہمہ ناسازی و نابینائی ست
یار زیبائے مرا باز بہ من بنمائید

۴۰۰

باز با خویش گہے ہم سخنش خواہم دید
یا نگاہے بہ سوئے خویشتنش خواہم دید

زانِ من بود گہے، وہ کہ بداں گونہ کہ بود
ہم بدیں چشم، دگر بار منش خواہم دید

گوشۂ چشمش دیدم دلم آں ماندہ ست
جاں ہم آں جاست بہ کنجِ دہنش خواہم دید

جنبشے نآید ازیں صبر ندارم، بہ رہش بنشستم
وقتِ آخر کہ ہم آمد شدنش خواہم دید

او اگر آید دگر نہ چو مرا نیست قرار
من ہمیں شستہ بہ رہ آمدنش خواہم دید

یا رب ایں خسرو از ایں جور گہے خواہد رست
چند رسوا شدہ کہ مردہ و زنش خواہم دید

۴۰۱

یار باز آمد و بوئے گل و ریحاں آورد
خندۂ باغ مرا گریۂ ہجراں آورد

باز گلہائے نو از دردِ کہن یادم داد
غنچہ ہا بر جگرم زخم چو پیکاں آورد

---

سلہ درین غزل محذوف است۔ سلہ و سلہ ہر دو بیت ازین محذوف و سہ بیت ذیل زائد است ۔

مردمانِ دیدہ بہ بینند مرا طاقت نے
من ہماں زلفِ شکن بر شکنش خواہم دید

آشکارا مردم آں دم کہ نہ خواہد کشتن
من نہانی بہ رخِ چوں سمنش خواہم دید

گر کشد باز ازیں جور کشیدن برہم
سوختم چند چنیں خشم کنش خواہم دید

فصل نوروز کہ آورد طرب بر ہمہ خلق — چشمِ بد بر روز مرا موسمِ باراں آورد
ہر سحر باد کہ بر سینۂ من می گذرد — در چمن بوے کباب از پے مستاں آورد
بوے آں گم شدۂ خویش نمی یابم ہیچ — زاں چہ سودم کہ صبا بوے گلستاں آورد
بہ چہ کار آید بے سروِ خودم گرچہ بہار — سوے ہر باغ بسے سروِ خراماں آورد
نتواں زیست بہ جانِ دگراں گرچہ صبا — جاے خاشاک ز کوے تو ہمہ جاں آورد
یا دیا رب چو رقیبِ تو پریشاں ہمہ وقت — کہ ترا بر سرِ دلہاے پریشاں آورد

با چناں روٗ زنی ار بر دلِ خسرو صد تیر
بتواں خوردن و بر روے تو نتواں آورد

غ ۴۴۲[1]

غمِ زلفِ تو کہ زنجیرِ جنوں می خوانند — اے خوش آں طائفہ کایں سلسلہ می جنبانند
عجب آمد ہمہ امروزم از ہجرِ مرا — عجب از خلق کہ بزیند چو تنہا مانند
زاہد امروز سرِ توبہ شکستن دارد — مے فروشاں اگر ایں دلقِ کہن بستانند
بندہ ام خواہ قبولم کن و خواہی داد آنک — عزت و خواری در کوے وفا یکسانند
زندگاں ایں ہمہ خواہند کہ در تو نگرند — مردگاں نیز بہ جانِ تو اگر بتوانند
باد حسنت ہمہ خوبانِ جہاں را بشکست — بعد ازیں سرو نہ خیزد کہ اگر بنشانند

می برد حسرتِ پابوسِ تو خسرو در خاک
چوں شود خاک بگو تا بہ رہت افشانند

---

[1] دریں بیت محذوف و بہ جائش چہار بیت ذیل زائد است —

اے صبا نرم ترک رو ب غبار ز نقش — کہ دراں مشتے ززنقائی بے سا مانند
جانِ عاشق چو بردی فت نہ خوانندش باز — زاں کہ در دل دگرے ہست کہ جانش خوانند
گردِ خوبانِ جہاں عاشقِ بے تاب مگرد — کہ جواں مرد نو خاستہ و نادانند
ایں چہ شوخی ست کہ گوئی دلِ من زد یدی — ایں ز تو آید و آناں کہ ترا می دانند

سلہ ۴۴۳

منم امروز حدیث تو و مہمانے چند — پارہ از دیدہ و دلہا ہمہ بریانے چند

ہر زماں کآتش سوداے تو افروزد عشق — جاے خاشاک بر آتش فگند جانے چند

دی سوے سوختگاں دیدی و گفتی کہ گرانند — کافر اگیر بہ بت خانہ مسلمانے چند

تا تو از خانہ بروں آئی ہر دم چاک است — بر سر کوے تو داماں و گریبانے چند

می ندانم کہ چہ مرغم بہ یکے گلشن اسیر — کہ رود آخر ہر مرغ بہ بستانے چند

ما پریشاں دل و او می گذرد دست او را — چہ غم ار جمع نگردند پریشانے چند

خسروا بر دل آتش کدہ بسیار گریست
کایں جہنم نہ شود کشتہ بہ بارانے چند
ب

۴۴۴

باز بوے گل مرا دیوانہ کرد — باز عقلم را صبا بیگانہ کرد

بازم از سر تازہ شد مستیِ عشق — بس کہ بلبل نالۂ مستانہ کرد

گل چو شمعِ خوب روئی بر فروخت — بلبلِ بیچارہ را پروانہ کرد

نے بر آبِ زلفِ تست ار چہ بہ باغ — زلف را با آب سنبل شانہ کرد

لالہ را بہرِ تقاضاے شراب — جرعہ اے مے در تہِ پیمانہ کرد

خرمنِ بسیار ہشیاراں بہ سوخت — بس کہ عشقت آتشِ دیوانہ کرد

جاں برد از خانۂ تن عاقبت — ایں چنیں عشقت کہ در دل خانہ کرد

قصۂ شیریں عجب افسانہ ایست — کوہ کن خواب اندریں افسانہ کرد

خود خسرو نیست جز غم چارہ چیست؟
چوں خدا ایں مرغ را ایں دانہ کرد
ب

سلہ ۴۴۵

باز یادِ آں شبم دیوانہ کرد — کاں پسر با من بہ خواب افسانہ کرد

شد شراب ایں دیدہ و سلطانِ حسن — از کجا منزل دریں ویرانہ کرد

---

سلہ در ن غزل محذوف است۔ سلہ ۵ در "ن" بیت محذوف است۔

کم مبادش موے ار چہ زلف را — بہر آزارِ دلِ من شانہ کرد
شمع مہماں داشت چوں پروانہ را — مرغ بریا نفس ہم از پروانہ کرد
جانِ من آں آشنا گوئی تو ئی — کو مرا از جانِ خود بیگانہ کرد
من نہ می دانم کہ چوں باشد پری — شکل تو بارے مرا دیوانہ کرد

از دلِ خسرو چہ پرسی حال کہ
قبلہ را در کار ایں بت خانہ کرد

۴۴۶

بانز زہرہ مطربی[1] آغاز کرد — پیشِ رنداں بربطِ خود ساز کرد
ماہ روزہ رفت و مرغ بنمود عید — میرِ مے خانہ سرِ خم باز کرد
مریمِ خم زادِ عیسیٰ سیرتے — مرغِ جانم جا نمش پرواز کرد
گل نمود از پردۂ عشاق روے — بلبلِ شیدا نوا آغاز کرد
مجلسے آراست پیرِ مے کدہ — نائباں را سوے خود پرواز کرد
درد نوشے توبۂ خود را شکست — راہبِ دیرش بسے اعزاز کرد

بر حریفاں داد ساقی بادہ ہا
دورِ خسرو چوں رسیدہ ناز کرد

۴۴۷

روے خوبت کآفتِ جانی نمود — دیدۂ صد گونہ حیرانی نمود
غنچہ را کو چاک دہن پیشِ لبت — چوں کہ رو بکشاد زندانی نمود
چشمِ او بنمود زلفت را بہ من — مست بدناگہ پریشانی نمود
کافراں را بر دلِ من دل بسوخت — بس کہ چشمت نا مسلمانی نمود
لعلِ تو کانگشتری خط را سپرد — دیو را ملکِ سلیمانی نمود
آئینہ بودی و زنگارت گرفت — روے کس را پیش نورانی نمود

---

[1] سلہ و سلہ درین غزل محذوف است۔

خواستم دی از لبت بوسے، لبت　　خنده ای بر نمود و پنهانی نمود

دید خسرو کایں سخن نزدیک نیست

روز بنشست و ثنا خوانی نمود

۴۸ ؎

صبح چوں از روے مشرق رُو نمود　　صحنِ مینا روضۂ مینو نمود

گیسوے شب شد پدید و آفتاب　　نورِ شیبش زِ زیرِ گیسو نمود

ہندوے شب مرد و خورشید آتشے　　از براے سوزِ آں ہندو نمود

سوے ساقی مدتِ تاریکِ ہجر　　بس اشارت کز خم ابرو نمود

چشمۂ خورشید را در تہ نشاند　　عکس ساقی کز رُخِ ماہو نمود

ماہ شب رو را چو گردوں سلخ کرد　　استخوانش در تہِ پہلو نمود

بندہ خسرو دل بہ ساقی عرضہ کرد

دردِ دل را پیشِ جاں دارو نمود

۴۹ ؎

ابروئے مانندِ ماہش بنگرید　　جعدِ مشکینِ دوتاہش بنگرید

ہر چہ آں جو رے کہ چشمش می کند　　روے زیبا عذر خواہش بنگرید

بس کہ اندر روے او مست ست چشم　　خفتنِ تا چاشت گاہش بنگرید

بہر چشم بد، دعاے عاشقاں　　گردِ تعویذِ کلاہش بنگرید

دوش دل در کوے او گم کردہ ام　　دوستاں بر خاکِ راہش بنگرید

کورباد اچشمِ تاں گر صبح گاہ　　بے من آں روے چو ماہش بنگرید

دعوئ خوں می کند از تو دلم

دیدۂ خسرو گواہش بنگرید

۵۰ ؎

خیمۂ نوروز بر صحرا زدند　　چار طاقِ لعل بر خارا زدند

---

سلہ تا سلہ درں غزل محذوف است۔

لاله را بنگر که گوئی عرشیان     کرسی از یاقوت بر مینا زدند
کاردارانِ بهار از رود زِ گل     زالِ زر بر روضهٔ خضرا زدند
از حرم طارم نشینانِ چمن     خرگهِ گل ریز بر صحرا زدند
گوشه ہاے باغ ز آبِ چشمِ ابر     خنده ہا بر چشمهاے ما زدند
در هواے مجلسِ جمشیدِ عهد     غلغل اندر طارمِ اعلا زدند
بادنوردِ نزش همایون، کاین ندا     قدسیان در عالم بالا زدند

مطربانِ طبعِ خسرو گاهِ نطق
طعنه ہا بر بلبلِ گویا زدند

(۵۱)

عافیت[۱] را بر زمین گردے نه ماند     مردمی را در جهان مردے نه ماند
خاک بر فرقِ جهان زان کز وفا     در همه روے زمین گردے نه ماند
زان نه بی خیزد چمن کز بهر او     مرصبا را هم دمِ سردے نه ماند
کیمیا شد زر پنهان کز رنگِ او     بوستان را هم گلِ زردے نه ماند

غصه را بر خود فرو بر خسروا
چون همه دردا ست [illegible] دردے نه ماند

غ

(۵۲)

بزمِ ما را یک دو خواب آلوده اند     مستِ خوش، گوئی شراب آلوده اند
سایه پرورد ند و ز خطِ سیاه     سایه را بر آفتاب آلوده اند
جامه بر اندامِ شان گوئی ز لطف     برگِ گل را از گلاب آلوده اند
مے میانِ شیشهٔ صافی نگر     آتشے گوئی به آب آلوده اند
مے نه بیند سوے ما ساقی از آنک     چشمهایش مستِ خواب آلوده اند
یارب آن سرخی لبش را از مے ست     یا خودش از خونِ ناب آلوده اند

---

[۱] ۵۱ درن غزل محذوف است۔

بس[1] به اشک آلوده شخصم گوئیا      سیخے از آب کباب آلوده اند

هست خسرو را سوالے زاں دہن

کز پے اش راہِ جواب آلوده اند

۳۵۳،

ہر کرا یارے چو تو سرکش بوَد      کے ز بیمِ تیغ سر در کش بود

مجلسے کاں جا بود شمعے چو تو      مرغِ جاں پروانہ آتش بود

چند گہ بگذار تا می بینمت      رنگِ جانم دامِ تو مہ وش بود

روز و شب می میرم اندر یادِ تو      مرگ ہم بر یادِ رویت خوش بود

گر نہ[2] یک بوسہ لبت بتواں گزید      آں یکے بوسہ بجاے شش بود

خسروا گر عاشقی، از غم منال

عشق بازاں را دلِ غمگیں بود

۳۵۴،[3]

ہر کرا با تو سرِ کارے بوَد      جاں نہ باشد در رہش بارے بوَد

دل کہ در وے زندگیِ عشق نیست      دل نہ شاید گفت، مردارے بود

خفتگاں از زندگی آگہ نیند      زندہ بودن کارِ بیدارے بود

عاشقی نہ بود تقاضاے وصال      بہرِ نفسِ خویش بیکارے بود

از شرابِ ما اگر یابد خبر      محتسب شاگردِ خمارے بود

پیشِ خویشم کُش کہ بارے از رخت      کشتہ اے را روز بازارے بود

بر بساطِ نازِ شب غافل مخسپ      بو کہ پیش در گرفتارے بود

گویمت "خواہی چو خسرو بندہ اے"

قسمتم از تو ہمیں آرے بود

۳۵۵،

آں چہ بتواں، در غمت جاں می کشد      تا بداں غایت کہ بتواں می کشد

---

[1] و [2] درن بیت محذوف است [3] درن غزل محذوف است۔

می‌کند خطِ مسلمانے لبت　　وانکه از خونِ مسلمان می‌کشد
دیده تا خطِ ترا بالاے لب　　دیده، خط بر آبِ حیوان می‌کشد
حسن روز افزونت از اوجِ کمال　　روے مه را داغ نقصان می‌کشد
زلف کاید بر لبت، گوئی که دیو　　خاتم از دستِ سلیمان می‌کشد
آنچه دل یک چند از زلفت کشید　　از لبِ لعلت دو چندان می‌کشد

گر ز شوخی تیر بر دل می‌زنی
خسروِ بیچاره از جان می‌کشد

[۵۲]
ترکِ من چون تیرِ مژگان بر کشد　　ماهِ گردون را سپر در سر کشد
در دلم تیرش ترازوے شود　　وز درونِ سینه جان می‌بر کشد
چون رسن بازی کند زلفینِ او　　گردنِ خورشید در چنبر کشد
دل کنم بر آتشِ رویش کباب　　چون لبِ میگونِ او ساغر کشد
چشمش[۵۳] از مژگان چو نوکِ قلم　　بر فسونِ جادوان خط در کشد
راست گوئی مردمِ چشمِ من ست　　چون قباے آبگون در بر کشد
خطِ[۵۴] طوطی رنگِ او یا رب کجاست؟　　تا به منقار از لبش شکر کشد
مست کرده نرگسِ فتانِ او　　وز مژه بر جانِ من خنجر کشد

خسروا ز ابروے خود سازد کمان
پس به پیشِ خسروِ حنا در کشد

[۵۵]
اے که بر من جورِ تو بسیار شد　　زاریم بشنو که کارم زار شد
من که اندر سر جنونے داشتم　　خاصه سوداے تو با آن یار شد
تا لبت بر نقطهٔ جان خط کشید　　نقطهٔ جانِ من از پرکار شد

---

[۵۲] تا [۵۳] درین بیت محذوف است [۵۴] درین غزل محذوف است۔

تا تو دست از پا نہادی حسن را　　نیکواں را دست و پا بیکار شد
دوش پنہاں می کشیدم زلف تو　　چشم مستت ناگہاں بیدار شد
از عزیزی مردمِ چشمِ منی تو　　گرچہ در چشمِ تو مردم خوار شد
از لبت چوں بادہ نوشانِ خیال
چشمِ خسرو خانۂ خمّار شد

۵۸؎
آخر ایں[۱] دردم بہ درماں کے رسد؟　　نوبتِ دیدارِ جاناں کے رسد؟
ایں دلِ سرگشتۂ سودا زدہ　　از وصالِ او بہ ساماں کے رسد؟
آدمِ آشفتہ دل در انتظار　　ماندہ تا پیغامِ رضواں کے رسد؟
دیدۂ یعقوب بر راہِ اُمید　　تا دگر یوسف بہ کنعاں کے رسد؟
دل چو بلبل زار و نالاں در فراق
تا گلِ رُویت بہ بستاں کے رسد؟

۵۹؎
لعلِ شیریں[۲] چو خنداں می شود　　در جہاں شیرینی ارزاں می شود
قدِ اُو ہر گہ کہ جولاں می کند　　گوئیا سروِ خراماں می شود
پرتوِ رُویش چو می تابد ز دُور　　آفتاب از شرم پنہاں می شود
قصۂ زلفش نہ می گوییم بہ کس　　زاں کہ خاطر ہا پریشاں می شود
من نہ تنہا می شوم حیرانِ او　　ہر کہ او را دید حیراں می شود
مہ چو می گوید چہ بنوازم ترا　　تا نگہ کردن پشیماں می شود
ہر کہ را شاہئ عالم آرزو ست　　بندۂ درگاہِ سُلطاں می شود
خسروے کز کلکِ گوہر بار داد
کارِ بے ساماں بہ ساماں می شود

---

[۱] و [۲] درین غزل محذوف است۔

۱۶۰

شکلِ موزونت کہ در دل جا کند — ہر کہ بیند در جہاں صفرا کند
با قدت برجا نماند پاے سرو — با عنانش گرچہ پا برجا کند
نسخہ اے از رخے تو نہ تواں ستد — گر علم سرو زیر پا بالا کند
عاشقِ زلفینِ مشک آلودِ تست — باد گر ز گل عنبر سارا کند
راز می ترسم کہ در صحرا نہد — اشکِ من چوں روئے در صحرا کند
آبِ چشمم را ستادن فارغ است — باد اگر زنجیرش اندر پا کند
چند در خود دیدن، آخر فرصتے — چشم را تا یک نظر در ما کند
جرعہ کز جامِ لبت بیروں فتد — عاشقاں را بے خود و شیدا کند
چوں کہ از مستی بہ غلطد چشمِ تو — تکیہ بر لطفِ سشیرِ دالا کند
ز آفتاب تیغِ او دشمن بہ رزم
گونہ گونہ رنگ چوں حربا کند

۱۶۱

گر کسے در عشق آہے می کند — تو نہ پنداری گناہے می کند
بے دلے گر می کند جائے نظر — صنعِ یزداں را نگاہے می کند
با دمِ صاحب دلاں خواری مکن — کاں نفس کارِ سپاہے می کند
آں کہ سنگے می نہد در راہِ من — از برائے خویش چاہے می کند
گر بہ نالہ خستہ لے معذور دار — زحمتے دارد کہ آہے می کند
عشق را آں کو سپر سازد ز عقل — دفعِ کوہے را بہ کاہے می کند
گر کند رندے نظر بازی رواست — محتسب ہم گاہ گاہے می کند
یک دم از خاطر فراموشم نہ شد — آں کہ یادِ من بہ ماہے می کند
چند نالیدم خود ہرگز نہ گفت — کایں تضرع داد خواہے می کند

---

سلہ و سلہ درین غزل محذوف است۔

گرچہ خسرو را ازیں غم بیم هاست
هم اُمیدش را پناهے می کند

۶۶۲ ب

برُخت چوں زلفِ پُرخم بگذرد | آهِ من زیں سقفِ طارم بگذرد
تا کند خیلِ خیالت را طلب | بر رُخِ من گریه دَم دَم بگذرد
وصلت آخر یک شبم روزے شود | روزے آخر ایں تبِ غم بگذرد
بردلم دی تیر زد چشمت، گذشت | ورنه زد امروز آں هم بگذرد
بگذرانی مرهمے بر دردِ من | دردِ من ترسم ز مرهم بگذرد

بنده خسرو از حریمِ وصلِ تو
وائے گر ناگشته محرم بگذرد

۶۶۳

هرکه دل بر دلربائے می نهد | خویشتن را در بلائے می نهد
می خورد صد غوطه در دریائے غم | چشم اگر بر آشنائے می نهد
دل برا چابک سوارِ توسنت | دل بری را دست و پائے می نهد
تا سرِ زلفِ تو جائے فتنه شد | فتنه هم خود را به جائے می نهد
غمزهٔ شوخت جراحت می کند | هرکه را لعلت دوائے می نهد
عاشقاں را می کشی و لعلِ تو | هم برایشاں خوں بهائے می نهد

کیست خسرو تا جفائے خسرواں
چوں تو شاهے بر گدائے می نهد

۶۶۴

مردمی نرگسِ او می داند | جادوئی غمزهٔ او می خواند
زلفِ او پهلوئے خالِ لبِ او | گوئی از شهد مگس می راند
کارِ عاشق که چو ما باریک است | همه زاں زلف همی پیچاند

سلھ و سلھ درین غزل محذوف است۔

شیوهٔ غمزهٔ تو بدخوئے ست — همه آفاق نکو می دانند

گر دلم بستد دگر باز دهد — صد دیگر ز کساں بستانند

خسرو از بهرِ دو بوسه پیشت

نیست زر لیک سرے افشانند

۶۵

گل ز روے تو فرو می ریزد — مشک در زلفِ تو می آویزد

از پے دیدنِ روے چو گلت — باد صد نقش همی انگیزد

هر که آں خطِ مسلسل بیند — خاک بر خطِ دبیراں ریزد

چوں سحر بوے تو آید بہ چمن — بادِ صبح از سرِ گل برخیزد

دست شستم ز دلِ خوں گشتہ — زاں کہ با زلفِ تو می آمیزد

چشمِ بیمارِ تو از خونِ دلم — می خورد بادہ نہ می پرہیزد

سر نہادہ ست چو خسرو بہ غمت

سر نہد گر ز غمت بگریزد

۶۶ ب

دلم از بخت گہے شاد نہ بود — جانم از بندِ غم آزاد نہ بود

یک دم از عمر گرانی نہ گذشت — کاں ہمہ ضائع و برباد نہ بود

گر بہ بینی دلِ ویرانِ مرا — گوئیا ہیچ گہ آباد نہ بود

کافرے رختِ دلم غارت کرد — شہرِ اسلام و سرِ داد نہ بود

شب ہمی دانم دگو آمد و بس — بیش از خویشتنم یاد نہ بود

خانہ گلشن شدہ بے منتِ باغ — سرو بود ار گل و شمشاد نہ بود

ہر چہ می خواست ہمی کرد طبیب — ناتواں را سرِ فریاد نہ بود

ناگہ آہوے من از دام بجست — زاں کہ اندازهٔ صیاد نہ بود

---

ملہ درین غزل محذوف است۔

خسرو از تلخیٔ شیریں دہناں
آں چناں است کہ فرہاد نہ بود

۶۷ غ

گر سخن زاں لب چوں نوش شود | پستہ را خندہ فراموش شود
در حدیثِ دُرِ دندانت کنم | صدف آں جا ہمہ تن گوش شود
زآسماں روئے تو گر مہ بیند | بر زمیں افتد و بے ہوش شود
گل کہ از روئے تو ریزد بہ سخن | گر بخسپند یک آغوش شود
بادہ بر یادِ لبِ شیرینت | ہمہ گر زہر بود نوش شود
دل کہ پوشیدہ بہ زلفت پیوست | ترسم از غم کہ سیہ پوش شود
دوش با ماست سرے خوش بود ہست | خوش بود امشب اگر دوش شود

گر کنی میل بہ سوئے خسرو
شاہ کے ہمدمِ جا دوش شود

۶۸

زاہدِ ما دوش باز در رہِ بُت پا نہاد | دینِ قلندر گرفت خانہ بیغما نہاد
دل کہ بہ تسبیح داشت در غمِ زنار بست | سر کہ بہ محراب بود پیشِ چلیپا نہاد
پایۂ آں آفتاب ہست بہ غایت بلند | کس نہ رسیدش جز آنکہ بر دو جہاں پا نہاد
محوِ خرد کرد عشق در طلب جاں نشست | دست چرا غم بہ کُشت دست بہ یغما نہاد
ذوقِ مے لعل گوں پیرِ خرد در نیافت | لذتِ طفلانش نام پستہ و خرما نہاد
راند بہ دلہا سمند، لعل در آتش فگند | تا فتہ چوں بر کشید بر جگرِ ما نہاد
کرد تقاضائے جاں، دید کباب جگر | پیشِ سگانِ درش مزدِ کفِ پا نہاد
سیلِ غمش در رسید آب ز سر درگذشت | صبر و خرد حملہ کرد رخت بہ صحرا نہاد
سر ز درش بُردہ بود خسروِ مسکین عشق | موئے کشانش بہ بُرد باز ہماں جا نہاد

---

سلہ درین بیت محذوف است۔ سلہ درین غزل محذوف است۔

۷۶۹

بار قبا چست کرد رخش به میدان برید — این سر و هر سر که هست در خم چوگان برید

غمزه زنان ما رسید ساخته دار بر جان — یوسف ما چون رسید مژده به کنعان برید

از رخش امروز اگر توشه شود نعمتے — بهر چه فردا به خلد منت رضوان برید

دست به دامان او نیست به بازوے کس — بوالهوسان فضول سر به گریبان برید

مرغ بیابان عشق خار مغیلان خورد — وعدهٔ وصل انگبین بر مگس خوان برید

مست خراب مرا حاجت نقلے اگر — هست دل خام سوز سوے نمکدان برید

بر دو رخ خود نوشت خسرو دل خسته حال

وه که ز در رانده اے قصه به سلطان برید

۷۷۰

هیچ کس از باغ دهر بوے وفاے نه دید — در همه بستان خاک مهر گیاہے نه دید

رسم قلندر خوش است بے سر و پا زیستن — کار جهاں را کسے چون سر و پاے نه دید

هم نفسان را خرد بیخت به غربال صدق — در دل پیران شان گنج وفاے نه دید

تیرگی حال خویش پیش که روشن کنم؟ — چون دلم از دوستان هیچ صفاے نه دید

بے غمی از کام دل هیچ نصیبم نه داد — شب پره از آفتاب هیچ ضیاے نه دید

از چه ادب می کند چرخ مرا؟ چون ز من — دور گناہے نه گفت، دهر خطاے نه دید

خواست شکایت کند دل ز جفاہاے عشق — همت ما را در آن عقل رضاے نه دید

سینهٔ خسرو ز غم غنچه صفت خون گرفت

کز چمن روزگار برگ نواے نه دید

---

(۱۵) درن و تذکرہ دولت شاہ سمرقندی صد ۲۴۲ و صد ۲۴۳ دو بیت ذیل زائد است ؎

بر صف عشاق چون لات عیارے زند — ماتم جاں واجب است گر ز غمش جان برید

نیست وے چون منے در خور شاهین شاه — پارهٔ مردار را به سگ دربان برید

(۵۲) درن غزل محذوف است۔

۷۷۱

نیست به دستِ امید بخت مرا آں کمند — کافگندش از پیچ رُو صید مُرادے به بند

دعوئ عیاریش رفت به کویش فرود — زاں که سرم پست شد کنگرِ حسنت بلند

بے سر و پا می دویم تا بکجا سر نهیم؟ — بارگۂ شاہ شد گردنِ ما در کمند

تنگ میا ز آهِ من چشم بداں ز تو دور — نیست رُخِ خوب را چاره ز دُود سپند

در رهِ جولانت چوں دیدۂ ما خاک شد — دیده بسے در رهست دُور تر ک راں سمند

هستم از آں گفتِ تلخ در سکراتِ فنا — از دمِ آخر دمے چاشنئ ده ز قند

اے که به بازارِ حسن قیمتِ خوباں کنی — پیشِ زلیخا مگوے یوسفِ آں جا بچند؟

سوخته از پندِ خلق سوخته تر می شود — کآتشِ عشق ست تیز باد وزانست پند

خسروا گر عاشقی بیم ز کشتن مدار

پیشِ رُخِ نیکواں جاں نه بود ارجمند

۷۷۲ [۱]

باز گرفتار شد دل که در ایں سینه بود — تازه شد اندر دل آں خسته که دیرینه بود

دی که همی دید روے آئینه از صورتش — اصلِ درونِ دلم نسخهٔ در آئینه تر بود

دیدمے امروز باز تا بزیم ببینمش — زندهٔ امروز خود زندهٔ پارینه بود

مفلسِ دین و صلاح می روم از دهر آنک — دزد بتاراج برد هر چه به گنجینه بود

شب که به خنده زدی بر جگرِ من نمک — قابلِ مرهم نه ماند داغ که بر سینه بود

دولتِ خسرو که عشق در پے جانش نشست

گوهر افزوں بلا نرخ بلورینه بود

۷۷۳

دل که به غم داد تن آرزوے جاں خرید — برگ گیاهے بداد سرو خراماں خرید

هجده هزاراں جهاں هر که بهاے تو داد — واں که بهفده درم یوسفِ کنعاں خرید

گرچه سراسر بلاست بارِ تو نتواں کشید — ور چه که جاں قیمت ناز تو نتواں خرید

---

[۱] دریں غزل محذوف است۔

قد تو از مارِ زلف دولتِ ضحاک یافت — خطِ تو از پاے مور ملکِ سلیماں خرید

تلخیٔ ہجرانِ یار زہر ہلاہل فشاند — بندہ بہ نزدیک خویش چشمۂ حیواں خرید

دل بہ فسانہ کنوں، جاں دہ و لب کن نثار — کایں دلِ نادانِ من عشقِ فراواں خرید

محنتِ عشاق را طعنہ نہ باید زدن — آں کہ شناساے کار دولت از ایشاں خرید

ہر کہ متاعِ وجود ریخت بہ بازارِ عشق — عمر بہ قیمت فروخت عشق بہ ارزاں خرید

داغ غلامیت کرد پایۂ خسرو بلند
میر ولایت شود بندہ کہ سلطاں خرید

۷۷۴

غمزۂ مردم کشے پردۂ صبرم درید — من نہ رسیدم بدو، کام بہ جانم رسید

باد نہ ام زیں بلا چند توانم گریخت؟ — سنگ نہ ام، ایں جفا چند توانم کشید؟

بے دلم اے مردماں توبہ نہ خواہم شکست — عاشقم اے دوستاں پند نہ خواہم شنید

سوختم ایں آہِ گرم چند نہانی کشم؟ — گریہ نہ خواہم کشاد جامہ نہ خواہم درید

دل ز من آں دزد برد کو بہ خوشی خفتہ بود — باد براو می گذشت موے سیہ می برید

دی کہ کشادی خدنگ خویش پسِ ابر شکار — شب ہمہ شب تا بروز در دلِ من می خلید

بہرِ خدا رخ بپوش، یا ز نظر دور شو — کافتِ جاں پیش ازیں ما نتوانیم دید

پیشِ خیالِ تو دوش از گلۂ دل مرا — قصہ بہ لب می گذشت اشک بہ رُخ می دوید

در سرِ خسرو چناں شست خیالت کہ گر
کار بہ تیغ اوفتد زو نہ تواند پرید

۷۷۵

من نہ شنیدم[1] کہ خط بر آب نویسند — آیتِ خوبے بر آفتاب نویسند

ہجر کشیدیم تا بہ وصل رسیدیم — نامۂ رحمت پس از عذاب نویسند

صبر طلب می کنند از دلِ شیدا — ہمچو براتے کہ بر خراب نویسند

---

۱ دریں غزل محذوف است۔

شرحِ رخِ خوبے زلفِ غالیہ گونت — بر ورقِ زر بہ مشکِ ناب نویسند

قصۂ خوں ریزِ ایں دو دیدۂ خسرو

کاش بر آں چشمِ نیم خواب نویسند

۲۷۶

صبحِ دماں بخت من ز خواب درآمد — کز درم آں مہ چو آفتاب درآمد

گشت معطر دماغِ جاں ز نسیمش — مستئ تو درمنِ خراب درآمد

ساقئ تو گشت چشمِ مستِ من از مے — پہلوے من شست و در شراب درآمد

زاں کہ بسے شب نہ خفتہ ام ز غمِ تو — بے ہشیم در ربود و خواب درآمد

گشت پریشاں دلم چو بادِ سحرگاہ — در سرِ آن زلفِ نیم تاب درآمد

جستم از او حالِ دل نہ گفت دے اما — زلفِ دے از بوے در جواب درآمد

خاک رہ خود فگن بہ دیدۂ خسرو

زاں کہ بنا رخنہ شد چو آب درآمد

۲۷۷

از درِ من دوشش کاں نگار درآمد — شاخِ تمنّاے من بہ بار درآمد

برگِ حیاتم نہ ماندہ بود کہ ناگہ — باغِ خزاں دیدہ را بہار درآمد

کلبۂ تاریک یافت روشنی اے دل — کز درِ من آفتاب وار درآمد

دیدہ کہ بیمار بود در تہِ پایش — پیشِ کہ نہ پاے او بہ کار درآمد

بر سرِ عقلم کشید جرعۂ جامش — سیل بہ بنیادِ اختیار درآمد

مردنِ خسرو فسوس نیست درایں رہ

کارزوے سینہ در کنار درآمد

۲۷۸

روے نکو بے وجودِ ناز نہ باشد — ناز چہ ارزد اگر نیاز نہ باشد

راہِ مجاز از امیدِ وصلِ تو اں داشت — بر قدمِ رہروان دراز نہ باشد

---

لے درین غزل محذوف است۔ ۵۲ درین غزل محذوف است۔

مستِ مے عشق را نماز مفرمائے — کاں کہ بہ میرد براد نماز نہ باشد
مطربِ دستاں سرائے مجلسِ مارا — سوز بود گرچہ ہیچ ساز نہ باشد
بندہ چو محمود شد خوشش کہ سلطاں — در رہِ معنی بہ جز ایاز نہ باشد
حیف بود میلِ شہ بہ خون گدایاں — صیدِ ملخ کارِ شاہباز نہ باشد
پیش کسانے کہ صاحبانِ نیاز ند — ہیچ تنعّم ورائے ناز نہ باشد
خاطرِ مردم بہ لطف صید تواں کرد — دل نہ برد ہر کہ دل نواز نہ باشد

کس متصور نہ می شود کہ چو خسرو
۶۷۹ — ہندوے آں چشمِ ترکتاز نہ باشد

دل[1] برِ من دوشش کہ مہمان رسید — در شبِ ہجرم مہِ تابان رسید
ذرہ نم از چشمۂ خورشید یافت — مورچہ را ملک سلیمان رسید
سایہ صفت پست شدم زیرِ پاش — چوں بہ من آں سروِ خرامان رسید
زیستنم باد مبارک کہ باز — در تنِ مردہ قدم جان رسید
آتشِ دل کشتہ شد و من شدم — زندہ چو آں چشمۂ حیوان رسید
جلوۂ طاؤس چرا نا ورد؟ — پر مگس کاں شکرستان رسید

گریۂ خسرو چو نگہ کرد، گفت
۶۸۰ — "خانہ بروم باز کہ یاراں رسید"

ہر کہ[2] بہ دنبالۂ کامے بود — پیشِ تو چوں بندہ غلامے بود
شاخ جوانیم ز سر بشکند — گر ز توام باز سلامے بود
ماہ کہ در نیم بہ ماند تمام — پیشِ رخت نیم تمامے بود
خونِ دلم خوردی و بگذاشتی — جرعۂ باقی کہ بجامے بود

---

[1] [2] در ن غزل محذوف است۔

نیز خو شتم کز لبِ چوں آتشت — ہر کہ نہ شد سوختہ خامے بود
جاں نفس بہ صیاد نہ باید سپرد — ہر کہ چو من بستۂ داے بود
دوش بہ خسرو شکرے دادہ ای
زاں لب جاں بخش کہ دامے بود

۷۸۱

گل[1] بہ تماشاے چمن می رود — باد بہ گل گشت سمن می رود
آئینہ گشتہ ست زعکسِ سمن — آب کہ در زیرِ سمن می رود
دوش شنیدم کہ بہ ہر مجلسے — از دہنِ غنچہ سخن می رود
وقتِ بہار آمد و ایام گل — آہ کہ یار از برِ من می رود
راحتِ روح ست ز رخش چوں کنم؟ — روحِ دل و راحتِ تن می رود
عہد شکست ست و بہ ہنگام صبر — آں صنمِ عہد شکن می رود
خسروِ دل سوختہ را در غمش
عمر در اندوہ و حزن می رود

۷۸۲

عشقِ[2] تو ہر لحظہ فزوں می شود — دل ز غمت قطرۂ خوں می شود
در ہوسِ سلسلۂ زلفِ تو — عقل مبدّل بہ جنوں می شود
روے تو نادیدہ مہِ چاردہ — بنگرش از غصہ کہ چوں می شود
گم شدگاں را بہ طریقِ نجات — مہرِ رخت راہنموں می شود
بس کہ گران ست سر از جامِ عشق — زیرِ سرم دست ستوں می شود
عالمے از مستیِ چشمت خراب — چشمِ تو خود مست کنوں می شود
عشقِ تو در زیم کہ سلطانِ عقل — در کفِ عشقِ تو زبوں می شود
شوقِ تو جویم کہ از بارِ آں — قامتِ افلاک نگوں می شود

[1] [2] دریں غزل محذوف است۔

در دلِ خسرو نگر آں آتش ست
کز دہنش دُود بروں می شود

۷۸۳

گر جامِ غم فرستی، نوشم کہ غم نہ باشد | کاں جا کہ عشق باشد ایں مایہ کم نہ باشد
سودائے تست در جاں نقشت درونِ سینہ | حرفے بروں نیفتد تا سرِ قلم نہ باشد
من خود فتوح دانم مردن بہ تیغت اما | بر تیغ تو چہ گوئی یعنی ستم نہ باشد
خونم حلال بادش تا کس دیت نہ جوید | کاندر قصاصِ خوباں قاضی حکم نہ باشد
اے دوست تا نہ خندی بر پائے لغزِ عاشق | دانی کہ مستِ مسکیں ثابت قدم نہ باشد
نزدیکِ اہلِ بینش کوراست دیدہ بے شک | عاشق کہ پیشِ چشمش نرگس صنم نہ باشد
گفتی کہ عشق نفتد تا خوب نبود آرے | نارد شرابِ مستی تا جامِ جم نہ باشد
اے بادِ صبح گاہی کآفاق می نوردی | گر دیدہ اے نشاں دہ جائے کہ غم نہ باشد

خسرو تو خود نشینی با عاشقانِ ولیکن
در صیدگاہِ شیراں سگ محترم نہ باشد

۷۸۴

سروے چو قامتِ تو در بوستاں نہ باشد[1] | زیرا کہ بوستاں را سروِ رواں نہ باشد
ہر جا کہ بہ گذری تو باشد زیانِ دلہا | در شہر کس نہ باشد کش زینِ زیاں نہ باشد
چشمت بہ نیم غمزہ صد جاں فروشد آرے | رختِ متاع مرداں را نرخِ گراں نہ باشد
گستاخیست از من کاں پا بہ چشمِ من نہ | من خود ترا بہ گویم گر جائے آں نہ باشد

گویند خسرو از عشق خود را چہ فاش کردی؟
خوں رنگِ عشق بازاں از رخ نہاں نہ باشد

۷۸۵

من دل برے نہ دیدم کش زیں نہاد باشد | زیں فتنہ ہا دلم را بسیار یاد باشد
بہ گذشت دی بہ شادی وامروز نامرادی | آرے نہ کارہا را دایم مراد باشد

---

[1] دریں بیت محذوف است۔ [2] دریں غزل محذوف است۔

آید[۱] به عشق پیدا مردی که غازیان را
میدانِ تیغ بازی میدانِ داد باشد

اے دوست چند سوزی کآخر چرا نسوزی غم؟
آن کیست کو نه خواهد پیوسته شاد باشد؟

گر تو خوشی به خونم من خویش را به سوزم
جائے که آب نبود در دوزے که باد باشد

گفتی که "پیشِ هر کس چندیں مگیر نامم"
ایں زار مانده دل را کے ایستاد باشد ؟

تعلیم نیست حاجت غم را به سینه جستن
در استخواں شکستن گرگ اوستاد باشد

ترسم به نامرادی جاں در دهم به عشقت
گر پیشِ تو به میرم آں هم مراد باشد

چوں شاهدست ساقی یک سو نهم تو به
در کوے بت پرستاں تقوی فساد باشد

بسم اللہ آں چه خواهی فرمائے خسرو اینک
۷۸۶ فرمانِ دوستاں را بر جاں مفاد باشد

چنداں که یار[۲] ما را در حسن ناز باشد
ما را هزار چنداں با او نیاز باشد

عمرے به سوے زلفش سرگشته چوں نسیم
بیمار دار حیراں تا کے جواز باشد ؟

در یک نظر فریبد محرابِ ابروے او
صد ساله زاهدے را کو در نماز باشد

از هر مقام کافتد عشاق بے نوا را
آهنگِ کوے جاناں عزمِ حجاز باشد

آں جا که حسنِ خوباں جلوه دهند عاشق
جز روے تو نه بیند گر چشم باز باشد

ترشد مرا ز هجرت از خونِ دیده دامن
چوں شمع نیم سوزے کاندر گداز باشد

جز خونِ دل که آید هر دم به چشم خسرو
۷۸۷ یک دوست در نیاید گر اهلِ راز باشد

ما را ز کوے[۳] جاناں عزمِ سفر نه باشد
بے عمر زندگانی کس را بسر نه باشد

وصفِ دهانِ شیریں می گویم و نه دانم
در وصفِ او چه گویم کاں مختصر نه باشد

زلفِ ترا به هر سو باد افگند از آں رو
تا بارِ خستهٔ ما بر یک دگر نه باشد

---

[۱] دریں بیت محذوف است۔ [۲] [۳] دریں غزل محذوف است۔

وصلِ تو بے رقیباں ہرگز نہ شد میسر　　بے خار و خس کسے را گل در نظر نہ باشد

بر آہِ دردمنداں خود را سپر نہ سازی　　کایں تیرِ پُر بلا را سہم از سپر نہ باشد

بر آستانِ شاہی درویش بے نوا را　　غیر از درِ گدائی راہِ دگر نہ باشد

با تو کجا رساند قاصد سلام خسرو؟

جائے کہ محرم آں جا بادِ سحر نہ باشد

۷۸۸

در شہرِ فتنہ[۱] اے شد می دانم از کہ باشد؟　　تیرے ست صید افگن پنہانم از کہ باشد؟

ہر روز اندر ایں شہر خلقے ز دل برآیند　　گر دیگرے نہ داند من دانم از کہ باشد؟

دردم گذشت از حد معلوم نیست تا خود　　سامانم از کہ خیزد درمانم از کہ باشد؟

درمانِ دردمنداں در ہجرِ تو، تو باشی　　گر من بہ دردِ ہجراں درمانم از کہ باشد؟

ہرگز برِ محبان یک دم نہ می نشینی　　گر آتشِ محبت بہ نشانم از کہ باشد؟

چوں کرد طرۂ تو غارت، قرارِ خسرو

من بعد اگر صبورے نہ توانم از کہ باشد؟

۷۸۹

ہر لحظہ چشم[۲] شوخت نازِ دگر فروشد　　جو مُندہ بیش یابد دگر بیشتر فروشد

باآں کہ ما نیرزیم از چشم تو نگاہے　　ہم می دہیم جانے گر یک نظر فروشد

پیوستہ گرم بادا بازارِ تو کہ در دے　　لعلِ تو جاں ستاند چشم جگر فروشد

سوزِ از جہاں برآرد ہر روز خندۂ تو　　لختے نمک بگو تا روزِ دگر فروشد

صد جان شیریں ارزد ہنگامِ تلخ گفتن　　آں تلخ پاسخے کو تا زاں دگر فروشد

ذکرِ لب و دہانت در ہر دہن نہ گنجد　　سرگشتہ مفلسے کو دُرِّ و گہر فروشد

رعنا بود نہ عاشق کاندیشہ دارد از جاں　　کز بہرِ سہلِ نقدے عیار سر فروشد

دارندہ سر فروشد بہر بتاں دخسرو　　گرچہ جوے نیرزد ردے چو زر فروشد

---

[۱] [۲] در غزل محذوف است۔

۹۰

بر آسمان پری[۳] وشی چون ماہ ما بر آید — خورشید کیست بارے کو بر سما بر آید؟

چون در خرامش وے باران فتنہ خیزد — سیلاب فتنہ خیزد موج بلا بر آید

گلگشت او نہ خواہم بر خاک خود چو میرم — کز گور بر شور بختان غار عنا بر آید

گفتم کہ می بر آید جانم ز ہجر، گفتا — "جانے کہ ماند بے ما، بہ گذار تا بر آید"

من چو زیم کہ جانم وا آرزوے بوسے؟ — بر زلف عنبرینش ہر دم صبا بر آید

ہر شب مرا بر آید نالہ ز جان سنگین — چون نالشے کہ شبہا از آسیا بر آید

شب بہر صبح رویت گویم دعاے، لیکن — حاجات تیرہ روزان کے از دعا بر آید؟

از خنجر جفایت خون ریزہا بہ کویت — ہر جا کہ خونم افتد نقش جفا بر آید

لیدے شود کہ برقش سیارہ را بسوزد — دودے کہ ہر شب از دل سوے سما بر آید

در کوے تو کہ جانہا در راہ خاک باشند
بے چارہ جاے خسرو آن جا گیا بر آید

۹۱

چون بینم این کہ رویت در چشم دیگر آید — کز دیدہ ہاے خود ہم چشم مراد در آید

جان از حسد بہ میرم آن دم کہ تو در آئی — چون جان عشق بازان با تو برابر آید

خام است کز تو جویم بر خود نوازشے را — شاہین ز بہر زحمت نزد کبوتر آید

اشکم رسید دریا بازم بہ لب در آمد — دستم بگیر زان پیش اکنون کہ بر تر آید

دی در رخت بہ بستم دیدہ ز بس شکایت — بدبخت در بہ بندد دولت چو از در آید

دہ کاین چہ عیش باشد نے زندہ و نے مردہ؟ — نے بر سرم تو آئی، نے عمر بر سر آید

باطل بود شنیدن دعوی عشق از آن کس — کش با جمال جانان پہلو بہ بستر آید

زینسان کہ در خیالت گم گشتم ار بہ میرم — چہ شبہہ گر ز گورم ہر دم گیا بر آید؟

---

[۳] در ن غزل محذوف است۔

فرہاد دارباید مشتاقِ گفتِ شیریں
کش گفتہ ہائے خسرو در عشق باد در آید

۷۹۲

ہر بارکاں پری وش درکوئے من در آید | بے ہوشیئ زرویش در مرد و زن در آید
من در درونِ خانہ دانم کہ آمد آں مہ | کز ہر طرف بہ خانہ بوے سمن در آید
رشک آیدم زبادے کاید بہ گردِ زلفش | در خود غبار باشد در چشمِ من در آید
یوسف رخا ز چشمم دامن کشاں گذر کن | تا دیدہ را نسیمے زاں پیرہن در آید
شمعی دمی بہ سوزم پیشِ رخ تو آرے | پروانہ بہرِ مردن گردِ لگن در آید
بہ نشیں کہ یک زمانے تنگت ببر در آرم | تا جانِ رفتہ از تن بازم بہ تن در آید

فرہاد گشت خسرو بکشائے لب کہ ناگہ
شیرے ز جوئے شیریں بر کوہکن در آید

۷۹۳

امروز چیست کز در جاناں بروں نیامد؟ | مُردند دردمنداں جاناں بروں نیامد
نظارگی ز ہر سو در انتظارِ رویت | دادند جاں بر آں در سلطاں بروں نیامد
جانم فدائے یارے کو در دلے چو در شد | بیروں نہ رفت از دل تا جاں بروں نیامد
تیرے کہ زد ز غمزہ لابد بہ سینہ آمد | سینہ شگاف کردم پیکاں بروں نیامد
دی می گذشت، گفتم کش نالہ بشنوانم | ہر چند جہد کردم افغاں بروں نیامد
اسبابِ کامرانی از بخت بد چہ جویم؟ | کز غنچۂ مغیلاں ریحاں بروں نیامد

گفتی "بمیر خسرو کز تو رہم"، چہ حیلہ
چوں جانِ عشق بازاں آساں بروں نیامد

۷۹۴

گر بر عذارِ[2] سیمیں زلفش دو تو نماند | آویختہ دلِ من در تارِ مو نماند
حیراں نہ ماندے نے آں کو بہ دیدہ دیدش | در کارِ خویش ماند حیراں در او نماند

---

[1] [2] دریں غزل محذوف است۔

بردار پردہ جانا بہ نما حقیقتِ جاں — تا خلق بے بصیرت در گفتگو نماند

زاں رخ منا ز چندیں داغی نگاہ در جوانی — نیکو بود ہمہ کس لیکن نکو نماند

بس کن دمے ز غوغا در سوز فتنہ خواہی — از آفت و بلائے چشمت فرد نماند

چوں می کشی رہا کن تا پائے تو ببوسم — بارے بہ سینۂ من ایں آرزو نماند

رشک آیدم کہ بوسد ہر کس نشانِ پایت — مخرام تا نشانت بر خاکِ کو نماند

دل چیست "مردہ چوبے چوں سوز عشق نبود" — گل چیست؟ کاہ برگے چوں رنگ و بو نماند

در مجلسِ وصالت دریا کشند مستاں

۷۹۵ چوں وقت خسرو آید مے در سبو نماند

دل شد ز دست ما را یا را کہ گوید؟ — دیں درد سینۂ ما پیشِ دوا کہ گوید؟

من غرقِ خوں ہمہ شب او خود بہ خوابِ مستی — آں جا کہ اوست از من ایں ماجرا کہ گوید؟

گفتم کہ "چند بر ما نامہربانی آخر؟" — تا مہربانِ ما را پیغامِ ما کہ گوید؟

اے جانِ خستہ یارت گر در عدم فرستد — چوں تو از آں اوئی او ہر کجا کہ گوید؟

بر آستانِ خواری جاں داد نیست ما را — زیرا کہ پیشِ سلطان جاں گدا کہ گوید؟

دیدار دوست دیدن داں گہ حدیثِ توبہ — واللہ دروغ باشد ہر پارسا کہ گوید

شرحِ غمت فراواں تو نشنوی ز خسرو

۷۹۶ ہم خود بہ کوے جانا کایں قصہ با کہ گوید؟

مستانِ چشم اویم[1] از ما خمار ناید — غیرِ دلے پر از خوں جامم دگر نشاید

گر غمزۂ چو نشتر بر دیگراں زند یار — چشمم ز غیرتِ آں خونہا ز دل گشاید

اشکم بدید بر در گفتا "چہ آب تیرہ ست" — پیشِ در آب آری بس تیرہ می نماید

مقصود ہر کسے جاں در عاشقی ست چیزے — مقصودِ ماست آہے کز سوزِ دل بر آید

---

[1] درین غزل محذوف است۔

گل رو هزار بلبل داری برو غزل خواں ‏ ‏ گل روے بهشت لیکن جاں بنماید نیاید

گر آن خیالِ بالا آید بدیده، اے جاں ‏ ‏ اشکم به پاے بوسش از جاں بدیده آید

خسرو ادب چه جوئی از چشمِ مستِ شوخش

۷۹۷ ‏ ‏ هندو چو مست باشد، از وی ادب نیاید

چشم ز دوری[۱] تو دور از تو خوں فشاند ‏ ‏ دورِ فلک مبادا کاین شربتت چشاند

بر جور بردنِ من انصاف داد عالم ‏ ‏ یارب که ایزد از تو انصافِ من ستاند

از بیمِ چشم گفتم کاں روے را بپوشاں ‏ ‏ ورنه چناں جمالے پوشیده خود نه ماند

سروِ بلند بالا گر با شما بر آید ‏ ‏ هرگز قدِ بلندت از وے فرو نه ماند

نا رسته می‌تواں دید از زیرِ پوستِ خطت ‏ ‏ چوں نامه‌ے که کاتب سوے بروں بر خواند

بر دل به هر گناهے تیغ جفا چه رانی ؟ ‏ ‏ دیوانه ایست کایزد بر وے قلم نه راند

ایں دیده می‌تواند غرقه شدن به دریا ‏ ‏ لیکن کنار جستن از تو نمی‌تواند

شب ماجراے دیده از خونِ دل نوشتم ‏ ‏ کو باد تا ز بلبل نامه به گل رساند؟

تو سهل می‌شماری اندوهِ خسرو، آرے

۷۹۸ ‏ ‏ آں کو ندید رنجے رنجِ کساں نه داند

زلفت که هر خمِ از وے در شانه می‌نه گنجد ‏ ‏ دلها که او فشاند در خانه می‌نه گنجد

دلها چناں که دانی خوں کن که من خموشم ‏ ‏ در کارِ آشنایاں بیگانه می‌نه گنجد

گرمی کشیم خود کش بر غمزه بار مفگن ‏ ‏ در بخششِ کریماں پروانه می‌نه گنجد

مقصودِ دل ز خوباں معنی بود نه صورت ‏ ‏ در دل شراب گنجد پیمانه می‌نه گنجد

افسرده وصل جوید در دل نه داغِ هجراں ‏ ‏ بهرِ مگس نشیند پروانه می‌نه گنجد

در جمعِ بت پرستاں سربازِ عشق باید ‏ ‏ کاندر صفِ عروساں مردانه می‌نه گنجد

---

۱ دریں غزل محذوف است.

زیں نازکانِ رعنا خسرو گریز، زیرا
در کوے شیشہ کاراں دیوانہ می نہ گنجد

۷۹۹ غ

دلبے ریخ تو صورت جاں را نمی شناسد — جاں بے لب تو گوہر کاں را نہ می شناسد
چندیں چہ می کند آں زلف بر جمالت — یعنی کہ چشم زخم جہاں را نہ می شناسد
نرگس بزیر پایت چرا دیدہ را نہ مالد — یا کور شد کہ سرِ دراں را نہ می شناسد
کوچک دہانت بر دم سرو رہے چہ خندد — یعنی کہ غنچہ باد خزاں را نہ می شناسد
فریاد من ز صبر کہ با ہجر می نہ سازد — شک نیست کہ قدر قیمت آں را نہ می شناسد

در خسرو شکستہ نظر کن کہ در فراقت
دیوانہ گشتہ، پیر و جواں را نہ می شناسد

۸۰۰

زیں پیشتر چنیں دلت از سنگ رُو نہ بود — وازارِ دوستانت برایں گونہ خو نہ بود
پیوستہ عادتِ تو چنیں بود در بدی — یا خود ہمیشہ عادتِ خوباں نکو نہ بود
آں کیست کو بدید در آں روئے یک نظر؟ — وانگاہ تا بہ زیست درآں آرزو نہ بود
لاغر تنِ مرا زِ خم زلف دار ہاں — انگار کت بزلف یکے تارِ مو نہ بود
دل را فسانہ تو نہ رہ برد، ورنہ ہیچ — دیوانہ مرا سرِ ایں گفتگو نہ بود
آخر برآب چشم منت نیز دل بسوخت — گیرم کہ خود مرا بہ درت آبرو نہ بود
اے دل سپاس دار کہ گرد دست جور کرد — از بختِ نامساعدِ من بود از او نہ بود
مشکم ز زلف غیر چہ آوردی اے صبا — در کوے آں نگار مگر خاک کو نہ بود

خسرو بہ درد خو کن و بلبے دلی بساز
گر گویمت کہ دل بہ کجا رفت گو نہ بود

۸۰۱

عہدے کہ بود با منت، آں گو نیا نہ بود — واں پرسشِ زماں بہ زماں گو نیا نہ بود

---

۱؎ درن غزل محذوف است ۔ ۲؎ غزل محذوف در "ن"۔

یاری مکن ز مردے یا بندہ پیش ازآنک　　گویند مردماں کہ فلاں گوئیا نہ بود
اول کہ دیدمت ز سیہ روے، آں نفس　　گوئی نہ داشتم، دل وجاں گوئیا نہ بود
دی ناگہانش دیدم و تا نیک بنگرم　　در پیش دیدہ ام نگراں گوئیا نہ بود
صد نالہ داشت خسروِ مسکیں ز دردِ خویش
چوں پیشِ او رسید، زباں گوئیا نہ بود

۸۰۲

دی مست بودہ ام کہ ز خویشتم خبر نہ بود　　من بودم و دو محرم و یارے دگر نہ بود
نی رفت آں سوار و براو بود چشمِ من　　می شد ز سینہ جاں و درآنم نظر نہ بود
سوزِ دلم بدید و ز چشمش نمی نہ ریخت　　ایں یار خانہ سوختہ را ایں قدر نہ بود
دیوانہ کرد عاشقی و بے دلی مرا　　یارب دلم کہ برد کجا شد مگر نہ بود
خوش بودہ ام کہ با تو نگاہے نہ داشتم　　بارے ز آبِ دیدہ ام ایں دردِ سر نہ بود
دوش آمدی و معذرتے گر نہ کردمت　　معذور دار از آں کہ ز خویشتم خبر نہ بود
بر من ز روزگار بسے فتنہ می گذشت　　چشمت بلا شد، ارنہ بہ جانم خطر نہ بود
پیوستہ روزِ غمزدگاں تیرہ بود، لیک　　از روزگارِ تیرہ من تیرہ تر نہ بود
خسرو ز بہرِ عیشِ گذشتہ چہ غم خوری ؟
چوں رفت گو "مباش اگر بود دگر نہ بود"

۸۰۳

یارے کہ بر جدائیِ اویم گماں نہ بود　　ماہے نہ بود آں کہ شبے درمیاں نہ بود
بیگانہ وار از سرِ ما سایہ وا گرفت　　ما را زِ آشنائیِ او ایں گماں نہ بود
دامانش چوں گذاشت حقِ صحبتِ قدیم　　گیرم کہ دست ہیچ کسش در عناں نہ بود
گل آمد و بہ باغ رسیدند بلبلاں　　واں مرغِ رفتہ را ہوسِ آشیاں نہ بود
زامیدِ وصل زیستنم بود آرزو　　ورنہ فراقِ یار بہ جانے گراں نہ بود
جانم بہ جان و من نہ ام از زندگاں ازآنک　　زد بود جملہ زندگیِ من ز جاں نہ بود

رفتم بہ بوے صحبتِ یاراں بہ سوے باغ     گوئی بہ باغ زاں ہمہ گلہا نشاں نہ بود
خسرو اگر گلِ تو زگلزار شد، منال
۸۰۴     دانی کہ ہیچ گہ چمن بے خزاں نہ بود

ت

دی زخم ناخنش بہ رخ چوں سمن چہ بود؟     واں درہمی بہ سلسلۂ پرشکن چہ بود؟
آلودۂ خمار چرا بود نرگسش ؟     پژمردگیش در گل و در نسترن چہ بود؟
آں لحظہ کا مدار نہ فرشتست یا پری     گاہِ نظارہ مردنِ ہر مرد و زن چہ بود؟
خون من و مئے دگراں گر نہ خوردہ بود     آں رنگِ خون و بوے مئے اش در دہن چہ بود؟
ایں شادیم بہ کُشت کہ خوش بود با ہمہ     و آں پر شکستنش بہ کرشمہ زمن چہ بود؟
رُخ جملہ را نمود و مرا گفت "تو مبیں"     زیں ذوق مست و بے خبرم کایں سخن چہ بود؟
سیری ز جاں نہ بود گر ایں خوں گرفتہ را     سیراب دیدنش سوے آں غمزہ زن چہ بود؟
گر جانِ یوسف از عدم ایں سو نیامدست     آں تن کہ دیدمش بہ تہِ پیرہن چہ بود؟
کشتن صلاح بود چو رسوا شدیم از آں کہ     تدبیر پردہ پوشی ما جز کفن چہ بود؟
دوش آں زماں کہ رفت ز پیشِ تو خسروا
۸۰۵     چوں ماند جاں و دل چہ شد و حالِ تن چہ بود؟

و

یارب چہ بود امشب و مہمانِ من کہ بود؟     تسکینِ جانِ بے سر و سامانِ من کہ بود؟
بیدار گشت بہ ختم و البتہ راست شد     آں جملہ خوابہاے پریشانِ من کہ بود
شبہا ز ہجر زیستم از جانِ دیگراں     امشب کہ مردہ زندہ شدم جانِ من کہ بود؟
حیران آہ و نالۂ من بود تا صباح     یارے نگہ کنید کہ حیرانِ من کہ بود؟
نہ گذاشت آب دیدہ کہ نیکو بہ بینمش     یارب کہ پیشِ دیدۂ گریانِ من کہ بود؟
بے ہوشیم بلا شد اگر نہ چو خواب کرد     گر بوسہ دادمش نگہبانِ من کہ بود؟
ژولیدہ خاستست تفحص کن اے رقیب     کاں دم کہ خفتہ پہلوے جانانِ من کہ بود؟

من بودم و حریفِ شرابش تمام روز — شب پاسبانِ دولتِ سلطانِ من که بود؟

بدنام[۱] روزگار شدی خسرو از عشق
رسوائے شهر و شهره چنیں مرد و زن که بود؟

۸۰۶ — د

یارب که دوشش غائبِ من خانه که بود؟ — تشویش ایں چراغ ز پروانه که بود؟
من مست بوده ام به خراباتِ عاشقاں — آں نازنیں به مجلسِ مستانه که بود؟
بارے نه بود در دلم امشب نشانِ صبر — تا آں رونده باز به ویرانه که بود؟
از گریهٔ شبانه سرم درد می کند — یارب که ایں شراب ز خمخانه که بود؟
می تافت دوشش زلفِ چو زنجیر وه که باز — آں وقت دردِ بے دل و دیوانه که بود؟
فرماں نه داده روئے تو چندیں که آسماں — اقطاعِ آفتاب ز کاشانه که بود؟
دستِ مبارکِ تو که دی رنجه شد ز تیغ — آں دولت از پئے سرِ مردانه که بود؟

ماند از بلائے خالِ تو خسرو به دامِ زلف
آں مرغ را اگر هوسِ دانه که بود؟

۸۰۷ — غ

آں دل که دائمش سرِ بستانِ باغ بود — گوئی همیشه سوختهٔ درد و داغ بود
هر خانه دوشش داشت چراغے و جانِ من — می سوخت زود به خانهٔ من ایں چراغ بود
من بے خبر فتاده در آں کوے مرده وار — نالیدنم صدائے غلیواژ و زاغ بود
روزے نه شد که جلوهٔ طاؤس بنگرد — ایں دیده را که روزیئے زاغ و کلاغ بود
دی در چمن شدی و ز بوے تو شد خراب — بلبل که بوئے ها ز گلشن در دماغ بود
رفتم به سوے باغ و به یادت گریستم — به هر گلے دگر نه کرا یادِ باغ بود؟

"شب گفت میرسم" چو بگفتم، به خنده گفت
"خسرو بریں حدیث منه دل که لاغ بود"

---

۱؎ درین مقطع محذوف است۔

اہلِ خرد که از همه عالم بریده اند — دانند خود که از چه به کنج آرمیده اند
دانندگاں که وقتِ جہاں خوش بدیده اند — خوش وقت شاں که گوشهٔ عزلت گزیده اند
محرم درونِ پردهٔ مقصود نیستند — جز عاشقاں که پردهٔ عصمت دریده اند
برتر جہانِ جادهٔ ہمت که کاہل اند — آں بختیاں که سدره و طوبیٰ خریده اند
در بیضه پرِ مرغ بروید برون ترآے — کت پر دہد، کز آں به بلندی پریده اند
جاں نیز نیست با دگراں ایں گروه را — کز بہرِ عزمِ عالمِ وحدت چریده اند
نا رفته ره، رونده به جائے نمی رسد — نا چار رفته اند ره آں که رسیده اند
واں جاں کناں که در غمِ پا ست جانِ شاں — جاں داده اند و پارهٔ خاکے خریده اند

خسرو مگوے بد که دریں گنبد از صدا
خلق آں چه گفته اند ہماں را شنیده اند ۸۰۹

یاراں که زخمِ تیرِ بلایت چشیده اند — با جانِ پاره از همه عالم رمیده اند
بس زاہدانِ شہر کز آں چشمِ پُرخمار — سبحه گسسته اند و مصلا دریده اند
ترسندگاں به جورِ دلت یار نیستند — مرغانِ دشت واں که به سنگے خمیده اند
به تماشے شکلِ خود که بسے خوں گرفتگاں — جا ہماں به کف نهاده به دیدن رسیده اند
تر دامناں کساں شده اند از تو کز صفا — دامن ز سلسبیل و ز کوثر کشیده اند
جاروبِ آستانِ تو معزول شد ز کار — زاں جعدہا که بر سرِ کویت بریده اند
آناں که عاشقانِ ترا طعنه می زنند — معذور دار شاں که رخت را نه دیده اند

یابند زیں پس از غزلِ خسرو اہلِ دل
سوزے که در فسانهٔ مجنوں شنیده اند ۸۱۰

رندانِ پاک باز که از خود بریده اند — در ہرچه ہست حسنِ دلآرام دیده اند

---

ملک نسخه ورن غزل محذوف است۔

خود بیں نیند زاں ہمہ چوں چشم مردمند — روشن دل اند از آں ہمہ چوں نورِ دیدہ اند
چوں رہرواں ز منزلِ ہستی گذشتہ اند — بے خویش رفتہ اند و بہ مقصد رسیدہ اند
آزاد گشتہ اند بہ کلّی ز ہر دو کون — وز جان و دل غلامیٔ جاناں خریدہ اند
با غم نشستہ اند و ز شادی گذشتہ اند — از تن رمیدہ اند و بہ جاں آرمیدہ اند
از گفت گوے نیک و بدِ خلق رُستہ اند — تا مرحبائے از لبِ دل بر شنیدہ اند
خسرو چہ گوئی از خمِ ساقیٔ من گرت
جامے شرابِ ساقیٔ وحدت کشیدہ اند

۸۱۱[1]

لعلِ شکر وشت کہ بہ جلاب شستہ اند — گوئی پیالہ را بہ مے ناب شستہ اند
در چشم ما ز خونِ جگر خواب بستہ شد — زاں رو کہ وقتِ خاستن از خواب شستہ اند
ہر گہ کہ خوے ہمی کند آں عارضِ چو ماہ — خورشید گوئیا کہ بہ ہفت آب شستہ اند
بشکستہ اند توبہ بہ عہدِ تو آں کساں — کز آبِ دیدہ منبر و محراب شستہ اند
دست از تو می نہ شویم و از غم تمام خلق — دست از منِ شکستۂ بے تاب شستہ اند
از تشنگی بسوختم اے دیدہ ... — آخر از آں دو لب کہ بہ جلّاب شستہ اند
خسرو کساں کہ غمزہ زناں را دہند پند
از خونِ مے رشِ دشنۂ قصّاب شستہ اند

۸۱۲[2]

اہلِ خرد کہ دل بہ جہاں در نہ بستہ اند — زاں ست کز وے آرزوئے بر نہ بستہ اند
دل را فراخ کن ز پئے صیدِ آسماں — زیرا ملک بہ دامِ کبوتر نہ بستہ اند

---

[1] درین غزل محذوف است۔ [2] درین سہ بیت ذیل زائد ست ۔

راہ از درازیٔ رخشِ تراپے نہ کردہ اند — نخل از بلند مرغِ تراپر نہ بستہ اند
جائے خزاں ست آخورِ رنگینِ روزگار — عیسیٰ و شاں بر آخورِ او خر نہ بستہ اند
منت منہ بہ دادہ کہ بخشندہ ایزد ست — چوں رزق را بہ روئے کسے در نہ بستہ اند

در کار خواجگاں کہ شوی غرق در گہر — کایں خانۂ گل ست دُبہ گوہر نہ بستہ اند
تیغ تو زیورے ست چہ خصمے ہمی کشی ؟ — بفگن کہ اہلِ معرکہ زیور نہ بستہ اند
خشتِ سرِ تو کرد نگوں پیشِ ناکساں
۸۱۳ — ورنہ ز چرخ نقشِ تو ابتر نہ بستہ اند — ت

آں رہرواں[۱۵] کہ گام بہ صدق و صفا زنند — دل را سرلے پردہ بروں ایں سرا زنند
مردانِ راہ زاں قدمِ صدق یافتند — تا ہر دو کون را لگدے بر قفا زنند
جاں کندن ست این دل دست و پا بہ حرص — آرے بہ گاہ کندنِ جاں دست و پا زنند
سحر و فسوں ست از پے تسخیرِ میر و شاہ — حلیہ گراں کہ دست بہ وردِ دعا زنند
بسیار بہتر ند ز پیرانِ زر پرست — شاید اگر ز خاکِ سیاہش دوا زنند
وقتے بر زق اگر بہ دعا خوردہ می دہیم — حقّا کہ واجب است کہ بر روے ما زنند
آناں کہ عقلِ شاں نہ کند حرص را سزا — بہر چہ پاے مورچہ بر اژدہا زنند؟
خسرو خوش آں کساں کہ فروزند شمعِ عیش
۸۱۴ — و آتش در ایں فریب گہِ پُر بلا زنند — غ

دریاب کز فراقِ تو جانم بہ لب رسید — در آرزوے روے تو روزم بہ شب رسید
روزم بہ غم گذشت و شبم تا چساں رود ؟ — روزے عجب گذشت و شبِ بوالعجب رسید
باز آے تا بہ بوسہ فشانم بہ پاے تو — کز عشقِ پاے بوسِ تو جانم بہ لب رسید
زیں پس بہ جانِ غمزدگاں از کجا رسد ؟ — کاں رفتہ باز گشت و زمانِ طرب رسید
خسرو نہ دیدہ بود داد بِ روزگار ہیچ
۸۱۵ — ایں کہ ز حادثاتِ جہانش ادب رسید — ت

باز آں شکار دوست[۱۶] ز ابرو کماں کشید — دل صید کردہ تیر مژہ سوے جاں کشید

---

۱۵ ۱۶ دراں غزل محذوف است.

گفتم بہ غمزہ "شست عنت"، باورم نداشت ؛ مغزم بہ تیزیِ قرہ از استخواں کشید
دل دوش می پرید کہ من مرغِ زیرکم ؛ آمد بہ دامِ زلفِ خودوشش موکشاں کشید
بتواں کشید تا فتنگی ہائے زلفِ او ؛ لیکن چو تیرِ غمزہ زند چوں تواں کشید؟
بالا کشید زلف و دلم کے رسد بہ من ؛ کو را بہ بام برد و رِتہ نزد باں کشید
گیرم عنانِ صبر ز دستش ولیک صبر ؛ خود رفت آں چناں کہ نہ خواہد عناں کشید
خسرو ز گل رُخاں بہ دمِ سرد مبتلاست
چوں بلبلِ کہ زحمتِ بادِ خزاں کشید

۸۱۶

اے از فروغِ[1] روے تو خورشید رو سفید ؛ شب را بہ جنبِ طرۂ تو گشتہ مو سفید
خط بر میار تا نہ شود روزِ ما سیاہ ؛ آں روے در خور است چناں باش گو سفید
با من چو وقتِ صبح چنیں گفت شب کہ "ما ؛ کردیم موے در ہوسِ روے او سفید
عمرے ہوائے زلفِ تو پختیم و عاقبت ؛ کردیم موے خویش دریں آرزو سفید
در آرزوے آں کہ جوانی بود مقیم ؛ بسیار کردہ ایم دریں فکر مو سفید
جز در خطا و ہند بیاضِ سوادِ من
خسرو میانِ نظمِ سیاہے مجو سفید

۸۱۷

باد آمد[2] و زِ گم شدۂ من خبر نہ داد ؛ زاں رہ غبارے از پے ایں چشمِ تر نہ داد
آمد بہار و تازہ و تر شد گل و صبا ؛ زاں سروِ نوجواں خبر تازہ تر نہ داد
خوش وقت باد کش گذرے ہست زآں طرف ؛ ہر چند دور ماندہ ما را خبر نہ داد
من چوں زیم کہ ہیچ گہ آں نو بہارِ حسن ؛ بوے ز بہرِ من بہ نسیمِ سحر نہ داد؟
گفتم "چگونہ می کشی و زندہ می کنی؟" ؛ از یک جواب کشت و جوابِ دگر نہ داد

---

[1] در ن غزل محذوف است۔ [2] در ن بیت ذیں زائد است ؎
نادیدنت بس ست سزا دیدہ را کہ او ؛ در راہِ عشق توشۂ ما جز جگر نہ داد

دل برد، گر نہ داد، نہ جائے شکایت ست | کالائے خویش را چہ تواں کرد اگر نہ داد؟
بہ گنار تا بہ قحطِ وفا جاں دہم ازاں کہ | تخمِ وفا کہ کاشتہ بودیم بر نہ داد
دور از درت بہ کنجِ فراقِ تو بندہ، سر | بہ نہاد و آستانِ ترا دردِ سر نہ داد

آمد بہ روئے آب ہمہ رازِ ما ز چشم
ما را کجاست گریۂ خسرو کہ در نہ داد؟

۸۱۸

دل جز ترا بہ سینہ دردں جائے گہ نہ داد[1] | ویں مملکت زمانہ بہ خورشید و مہ نہ داد
آبش مباد ریختہ ہر چند زاں زنخ | صد تشنہ را بکشت کہ آبے زچہ نہ داد
صوفی کہ خاک نیست سرش در رہ بتاں | گفتش "بہ سر زنید" کہ پیرش کلہ نہ داد
دیدن بہ خواب ہست گنہ لیک دوزخی ست | آں کس کہ در جمالِ تو دادِ گنہ نہ داد

شرمندہ از ہلاکتِ خسرو مشو چہ شد؟
یک جاں ست پیش داد، سرِ چار دہ نہ داد

۸۱۹

ت

دل بے رخِ تو در گل و گلشن نہ ایستاد | خاطر بہ سوئے لالہ و سوسن نہ ایستاد
دامن کشاں بہ نازکشی تا رواں شدی | یک پائے اہلِ زہد بہ دامن نہ ایستاد
عاشق جہاں گرفت کہ تابِ رخت نہ داشت | بلبل بہ دشت رفت و بہ گلشن نہ ایستاد
اے دیدہ آبِ خویش نگہدار بعد ازیں | کاتش بہ دہ رسید و بہ خرمن نہ ایستاد
گویند "منگرش مگر از فتنہ جاں بری" | بسیار خواستم کہ دلِ من نہ ایستاد
از آہِ بندہ دیدۂ ہمسایگاں تہی | کم خشک شد کہ دیدہ بہ روزن نہ ایستاد
من جامہ چوں قبا نہ کنم کز فغانِ من | یک جامۂ درست بہ یک تن نہ ایستاد؟

خسرو بہ راہِ عشق، سلامت مجو ازاں کہ
تیغے ست ایں کہ بر سر و گردن نہ ایستاد

---

[1] درین غزل محذوف است۔

۸۲۰

ما را شکنجِ زلفِ تو در پیچ و تاب برد — آرام و صبر از دل و از دیده خواب برد

از راهِ دل درآمد و از روزنِ دماغ — رخنے که دیده بسته به مشکیں طناب برد

روزے عجب مدار که طوفاں برآورد — بارانِ اشکِ دیده که دست از سحاب برد

چشمم که بود خانهٔ خیلِ خیالِ تو — عمرت دراز باد که آں خانه آب برد

زاهد برائے مجلسِ رندانِ باده نوش — دوش آمد و به دوش سبوئے شراب برد

دورانِ پیریم به سر آورد روزِ شیب — هجرانِ یار رونقِ عهدِ شباب برد

خسرو بسے خطا که به طغرائے دل براں
خواهد براتِ نامه به روزِ حساب برد

۸۲۱

خوباں گماں مبر که ز اولادِ آدم اند[۱] — جان اند یا فرشته و یا روحِ اعظم اند

خوانید روحِ وامق و مجنون و ویس را — کایشاں درونِ پردهٔ ایں ساز محرم اند

اے سلسبیلِ راحت و اے چشمهٔ حیات — بر تشنگانِ سوخته لطفے که در هم اند

هر شب منم ز نقشِ خیالِ تو در گریز — چوں بوم و شب‌پرک که ز خورشید می رمند

خسرو که زنده نیست نصیحت چه می کنند؟
بادِ مسیح بر سگِ مرده چه می دمند

۸۲۲

اے همرهاں که آگه از آں رفتهٔ من اید — گمره شدم، برید و بر آں راهم افگنید

نامه کنید سوئے وے‌ام تا برد رسم — خاکسترم کنید و بر آں خط پراگنید

بر خاکِ من رسید ز پس از مرگِ هر گیاه — کو را نه بوئے وے بود از بیخ برکنید

اے طالبانِ وصل، ز ما دور گز فراق — ما چاک سینه‌ایم و شما چاک دامن اید

اے تائبانِ عشق یکے دیدنش روید — دانم که زاهد اید، اگر توبه بشکنید

[۲] جانا یکے بس ست که میرند بهرِ او — گوئی نه اند زنده چو یک جاں به یک تن اید

---

۱؎ ۲؎ در له غزل محذوف است۔ ۳؎ بیت محذوف است درن۔

خسرو که سوخته دل او بس دلش دهید
۴۲۳ وآں دل که سوخته نه بود آتشش زنید

دل در[1] هوایت اے بتِ عیار جاں دهد — چوں بلبلے که دور ز گلزار جاں دهد
از رشکِ زلفِ غالیه سائے تو هر شبے — گر جاں بود به نافهٔ تاتار جاں دهد
ابرو دوتا شده ست بر آں چشمِ پُر خمار — چوں مشفقے که بر سرِ بیمار جاں دهد
اے ناخدائے ترس بر آں خسته رحم کن — کز شوقِ آں دو لعلِ شکربار جاں دهد
دامن کشاں شبے به سرِ کوئے من بر آئے — تا دل به زیرِ پائے تو ایثار جاں دهد
یا رب تو جاں به سروِ سهی ده که در چمن — هر لحظه پیشِ آں قدِ رفتار جاں دهد
خسرو به غمزهٔ تو دهد جاں چناں که کس
۴۲۴ بدستِ شحنگانِ ستمگار جاں دهد

ت

دل باز سوئے آں بتِ بدخو چه می رود؟ — ایں خوں گرفته باز در آں کوچه می رود
چوں رفت از من آں دلِ ناداں وائے صبا — هر شب بر آں غریب همیں کوچه می رود؟
گلگشتِ باغ می کند امروز سروِ من — بنگر که باز به گلِ خوشبو چه می رود؟
آخر گهے به گشت صبا نزدِ کوئے او — چندیں به سوئے لالهٔ خودرو چه می رود؟
جاں می رود ز من چو گره می زند به زلف — مردن مراست از گرهٔ او چه می رود؟
زیں[2] سو نشسته منتظرش طالبانِ خوں — آں شوخ پُر شکسته بر آں سو چه می رود؟
جانِ جهانے از رُخِ او کُشته شد هنوز — دیوانه خلق دیدنِ آں رُو چه می رود؟
سرسبز شد لبش اگر آبِ حیات نیست — ایں خضر باز بر لبِ آں جو چه می رود؟
از بهرِ خویش خسروِ بیچاره خوں گریست
بر روئے او ببیں که از آں رو چه می رود؟

---

[1] بیت محذوف است درن۔ [2] درن بیت محذوف است۔

۸۲۵

عمرم در آرزوے تو رفت ست و می رود | صبرم بہ جستجوے تو رفت ست و تی رود
رفتہ دُ بوے زلفِ تو ماند و ہزار دل | دنبال تو بہ بوے تو رفت ست و می رود
سوے درِ تو رہبرِ جا نہاے عاشقاں | بادے کہ آں بہ کوے تو رفت ست و می رود
خونابہ ایست از دلِ ہمچوں منے دگر | آبے کہ آں بہ جوے تو رفت ست و می رود
بالے قصاص بہرِ چہ آموزدت رقیب ؟ | کایں شیوہ ہا ز خوے تو رفت ست و می رود
در جاں ہمی رود سخن و من نہادہ گوش | ہر جا کہ گفتگوے تو رفت ست و می رود

درکش عناں کہ چوں سرِ خسرو ہزار بیش
پیشت زعشق ردے تو رفت ست و می رود

۸۲۶

افسوس ازایں حیات کہ بر باد می رود | کائینِ ما نہ بر روشِ داد می رود
ہر دم ز من کہ پیروئ دیو می کنم | بر آسماں فرشتہ بہ فریاد می رود
دہ کایں دلِ خراب، عمارت کجا شود ؟ | سیلِ منش چنیں کہ ز بنیاد می رود
زاہد بہ پند دادن و بے چارہ مست لا | خاطر بہ سوے لعبتِ ناشاد می رود
گاہ خمار صد نیتِ توبہ می کنم | چوں ساقی آمد آں ہمہ از یاد می رود
اے من غلامِ دولتِ آں نیک بندہ اے | کز بندگی نفسِ بد، آزاد می رود
ضایع مکن بہ خندہ و بازی بسانِ گل | ایں پنج روزہ عمر کہ بر باد می رود
اے نفس[1] پند گیر کہ اختر بہ گردش ست | اے مرغ ہوش دار کہ صیاد می رود
آہستہ نہ بہ روے زمیں پاے، کادمی | بر روے زاہدانِ پری زاد می رود

زخم زبانِ خسرو اثر کے کند ترا ؟
نے خود سخن بہ تیشۂ فرہاد می رود

۸۲۷

باز آں سوار مست بہ نخچیر می رود | دستم ز کار و کار ز تدبیر می رود

---

[1] درین بیت محذوف است۔

اے کاش باز بر دلِ خونینِ من رسد | آں تیر را کہ بر دلِ نخچیر می رود
او اسپ می دواند و ما کشتہ می شویم | لشکر ہلاک می شود و میر می رود
نقاشِ چیں بہ قبلۂ محراب ابرویش | از بہرِ توبہ کردنِ تصویر می رود
من بے ہشم، کہ می دہد از سرو من نشاں؟ | ایں باد مشک بو کہ بہ شب گیر می رود
ہر ساعتے کہ می گذرد قامتش بہ دل | گویا کہ در درونۂ من تیر می رود
دیوانہ شد دلم، رہِ زلفِ تو بر گرفت | مسکیں بہ پای خویش بہ زنجیر می رود
عشقت نہ سرسری ست کہ با عشق آدمی | با جاں بر آید آں کہ و با شیر می رود
ما و شراب و شاہد و مستی و عاشقی | کائیں صوفیاں ہمہ تز و بر می رود
نزدیک شد ہلاکتِ خسرو ز دُردریت
در کارِ او ہنوز چہ تقصیر می رود؟

۸۲۸
چشمِ تو خفتہ ایست کہ در خواب می رود[1] | زلفِ تو آفتے ست کہ در تاب می رود
ہندوے سنبلِ تو چہ دزدِ دلاور است؟ | کو شب بہ روشنائیِ مہتاب می رود
ہر دم ز شورِ پستۂ شیرینِ تو مرا | دامن پُر از سرشکِ چو عناب می رود
گشتم در آبِ دیدہ چناں غرق کایں زماں | صد نیزہ بر تر، از سرِ من آب می رود
ساقی عنانِ سرکشِ گلگوں کشیدہ دار | کایں بادپاے عمر بہ اشتاب می رود
ما را ز طاقِ ابروے جاناں گریز نیست | زاہد اگر بہ گوشۂ محراب می رود
خسرو چو گشت معتکفِ آستانِ دوست
ہرگز بہ طعنِ دشمن از ایں باب می رود

۸۲۹
دل می بری بہ رفتن و ہر کو چناں رود | مردم زمیں ز دیدہ کند تا بداں رود
ہنگامِ باز رفتنِ تو مردنِ من ست | ناچار مردنی بود آں دم کہ جاں رود

---

[1] درین غزل محذوف است۔

هر[1] خامشے که روے تو بیند فغاں کند | هر گه که پیر سوے تو آید جواں رود

من منتِ جفاے تو بر جاں نهم از آں که | شمشیرِ دوستاں همه بر نیکواں رود

کوشم که نامِ تو نبرد، لیک چوں کنم | بیچوں هر چه در دل ست مرا بر زباں رود

آساں مگیر آه و دمِ سردِ عاشقاں | اے دل مباد بر تو که بادِ خزاں رود

فریاد خواست ست بگو بیش اے رقیب | تا چند گه ز دیدهٔ مردم نهاں رود

اے من کجا رسی به رکابِ نگارِ من | گیرم که خود عنانِ تو بر آسماں رود

ما را نه بختِ یار و نه یارِ آشنا، دریغ | ایں عمرِ بے بدل که همه رایگاں رود

خسرو[1] اگر بتاں به قصاصے رواں کنند

۸۳۰ خوش دل چناں کسے که کسے میهماں رود ت

ایں دل که هر شبیش ز سالے فزوں رود | یک دم چه باشد ار سوے صبر و سکوں رود

زنهار دل بریم ز سوداے عشق از آں که | دیوے ست ایں که نه به دعا و فسوں رود

بے درد گویدم که چرا شام تا سحر؟ | گریه ز چشمِ تو ز نهایت فزوں رود

دردے ست در دلم که بود حق به دستِ من | از چشمِ من گر از بهِ دل آب خوں رود

بادا فدائے دیده و دل آں جمال که او | دل دزدد و ز دیدهٔ عاشق بروں رود

نظارهٔ تو هست کشنده تر از فراق | جانے که مانده بود ز هجراں کنوں رود

جاں زیرِ پاے تو به هوس می دهم مگر | یک بار پاے تا هوس از دل بروں رود

خسرو چو لافِ عشق زدی از بلا مترس

۸۳۱ زینساں بر اهلِ عشق بسے آزموں رود

سوداے دیدنِ[2] تو ز دیدن نه می رود | عشقِ رخت به جور کشیدن نه می رود

می آیدم که همی تپم از دور، چوں کنم؟ | کایں زار مانده جاں، به تپیدن نه می رود

---

۱؎ درین مقطع محذوف است۔ ۲؎ درین غزل محذوف است۔

از دے چہ کم شود ز رخ ارجاں دہد بہ خلق — حسن ہست خانہ سوز خریدن نہ می رود
بیداریم بہ کشت وہ ے ساربان خموش — کایں سوزم از فسانہ شنیدن نہ می رود
می بینمش ز دور، نیم سیر چوں کنم ؟ — چوں تشنگی آب ز دیدن نہ می رود

خسرو تو لافِ زہد بہ خلوت چہ می زنی
۸۳۲ کایں آرزو بہ گوشہ خزیدن نہ می رود

شبہا اسیرِ دردم و خوابم نہ می برد — ویں آبِ دیدہ سوزشِ تابم نہ می برد
جورِ زمانہ بردز من ہر چہ بود، داے — کایں دردِ عاشقی و شتابم نہ می برد
عمرم بہ بت پرستی و مستی گذشت ہیچ — خاطر بہ سوے زہد و ثوابم نہ می برد
گرچہ خوش ست شربتِ صافی دلے چہ شود؟ — کز سینہ تشنگی شرابم نہ می برد
از مسجد ار چہ می شنوم غلغلِ دعا — از گوش، بانگِ چنگ و ربابم نہ می برد
دی یار نازنیں کہ دل از دست ما برد — می خندد و نمک ز کبابم نہ می برد
امشب درازیِ شبِ ظالم مرا بہ کشت — کاندوہِ غم ز جانِ خرابم نہ می برد
من گریہ را بہ حیلہ نگہداشت می کنم — ورنہ کدام روز کہ آبم نہ می برد؟
اے دل ز قصۂ من واز سرگذشتِ خویش — افسانہ اے بگوے کہ خوابم نہ می برد

چوں گل دریدہ سینۂ خسرو نسیمِ دوست
۸۳۳ بوے بہشت ہیچ عذابم نہ می برد

ب

سیمیں زنخ[1] کہ طرۂ عنبر فشاں برد — دل را در افگند بہ چہ و ریسماں برد
می گفت سرو دی کہ از اد یک سرم بلند — کو باغباں کہ تا سرِ سرو رداں برد
تیغ ار چہ می برد ہمہ پیوندہاے جاں — فرقت بتر کہ ہمدمیِ دوستاں برد
کے درد ناک تر بود از ضربتِ فراق؟ — جلاد گر بہ گاہِ قصاص استخواں برد

---

[1] در ن غزل محذوف است۔

بر عقلِ خویش تکیہ مکن پیشِ عشق از آں کہ — دزدے ست کو نخست سرِ پاسباں برد

اے ہجرِ سخت پنجہ' بہ بر بند بندِ من — عیب ست آں کہ ترک ز مستے کماں برد

یک بار سر بروبہ رہاں مستمند را — تا چند تیغِ جورِ تو نا مہرباں برد؟

تو جانِ خسروی و بہ جان و سرت کہ گر

نبود امیدِ وصل ز جان و جہاں برد

۸۲۴ غ

آں نخلِ[1] تر کہ آب ز جوئے جگر خورد — بے چارہ بلبلے کہ از آں نخل بر خورد

کشتِ صحبت بہ دست نیاید دہ اے رقیب — جائے کہ پا گرفت خدنگِ سحر خورد

من بے خود ایں چنیں ز ترش گشتم اے حریف — ورنہ کسے شراب ز من بیشتر خورد؟

اے پاسباں ز خواب چہ پرسی بہ عمرِ من — تا آں کہ جاہل ست غمِ خواب و خور خورد

خوش طوطیے ست خسروِ مسکیں بہ دامِ ہجر

کز بختِ خویش غصہ بہ جائے شکر خورد

۸۲۵ غ

عشقت خبر ز عالمِ بے ہوشی آورد — اہلِ صلاح را بہ قدح نوشی آورد

رخسارِ تو کہ توبہ صد پارسا شکست — نزدیک شد کہ رو بہ سیہ پوشی آورد

شوقِ تو شحنہ اے ست کہ سلطانِ عقل را — موئے جبیں گرفتہ بہ چاؤشی آورد

مردن بہ تیغِ تو چو بہ کوشش میسر ست — مردہ ست آں کہ میل بہ کم کوشی آورد

گفتم کہ "زاں لبم ز پئے دیوانہ شربتے" — گفتا "ایں مفرح ست کہ بے ہوشی آورد"

من ناتواں ز یادِ کسے گشتم اے طبیب — آں دارویم بدہ کہ فراموشی آورد

خسروا اگر فسونِ پری نیست در سرت

چشم از فسوں بپوش کہ مدہوشی آورد

۸۲۶

ناگاہ پیش[2] از آں کہ کسے را خبر شود — آں بے وفائے عہد شکن را سفر شود

---

[1] [2] درین غزل محذوف است۔

کہ دند آگہم کہ فلاں رفت و دور رفت — نزدیک بود کز تنِ من، جاں بدر شود
او می رود چو جاں و مرا ہست ہم آں — کو بر سرم نیاید و عمرم بسر شود
کو قاصدے کہ بر دلِ من دل بسوزدش — تا سوے آں خلاصۂ جاں و جگر شود
لیکن خبر چگونہ رساند بہ سوے من — قاصد کہ ہم ز دیدنِ او بے خبر شود
گوئی مہِ دو ہفتہ بہ دیدنش کہ ہر شبے — بیگانہ تر بر آید و باریک تر شود
بے او جہاں دو چشم نہ دارم کہ بنگرم — بیروں کشم دو دیدہ اگر دست در شود
اے آبِ دیدہ ایں دلِ پُر خوں بہ بر زمو — در پاے او فگن مگرش دل دگر شود

گر تا بہ لب رسید فلاں را ز دیدہ آب
۸۳۷ زاں بیشتر بہ پاے کہ بالاے سر شود
ت

ہر شب دلم[1] ز دست خیالت زبوں شود — تا حالِ من بہ عاقبتِ کار چوں شود
خوں ریز گشت مردمِ چشمت چو ساقیے — کز دستِ وے قرابۂ مے سرنگوں شود
بارانِ اشک خانۂ چشمم خراب کرد — دستم ہنوز زیرِ زنخداں ستوں شود
تا با کمالِ حسن چو ماہے بر آمدی — ہر شب بہ چرخ کاہشِ من[2] افزوں شود
یک رہ اگر چو کبک خرامی بہ سوے باغ — گر کبک بیندت بہ تگِ پا بروں شود
دل را بہ سوختی و ہنوز از براے تو — سوگند می خورد کہ بہ آتش درون شود

یک بارگی خیالِ تو ما را زبوں گرفت
۸۳۸ زیں گونہ کس چگونہ کسے را زبوں شود
ت

ہر روز تر چشمِ من بہ جمالے فسرد شود — ایں دل کہ پارہ باد گرفتارِ او شود
لبِ روے ایں دو دیدۂ بدبینِ من بہ بیں — تا ہر چہ بہ دیدنِ روے نکو شود
شوخے کہ دل ز من بہ برد و ز براے لاغ — آید درونِ سینۂ و در جستجو شود

---

[1] درین غزل محذوف است۔ [2] درین بیت محذوف است۔

گویم "بگوے بامنِ مسکیں حکایتے" گویدٗ میانِ ہر دو بہم گفتگو شود "
باٗ آں کہ دیدہ ہرگز از مردمی نہ دید ہم در دو دیدہ مردمِ چشمم ہمو شود
شرمندہ گشت اشکِ من از چشمِ من چنانک ہر لحظہ آب گردد و در خود فرو شود
ابروکشد بگوش و رخ را کند نگاہ چوگان نہد بدوش و بدنبال گو شود
امسال خود بہ دامِ بلاے فتادہ ام کز دے بہ ہر دمم غمِ صد سالہ نو شود
گویمٗ فتادہ را بہ کش از خاک" گویدم " ارزد بدیں قدر کہ قدِ من دوتو شود"
ہر چند کآب روے نباشد چو آبِ جوے ہر روز آبروے ایم از او آبِ جو شود
آرد ہم از پے لب او آب در دہاں
۸۳۹ از حوضِ چرخ گر گلِ خسرو سبو شود

غ

دل رفتٗ و آرزوے تو از دل نہ می شود دل پارہ گشت و دردِ تو زایل نہ می شود
مہ می شود مقابلِ روے تو ہر شبے یک روز با رخِ تو مقابل نہ می شود
رویم زر است و بر درِ تو خاک می کنم وصلِ تو کیمیاست کہ حاصل نہ می شود
شاہا کمالِ من حمایلِ گردن ز دستِ تو دستم بہ گردنِ تو حمایل نہ می شود
بنشستہ ام بہ غم کہ ز عشقِ تو خواستن با آں کہ جاں ہمی شودم دل نہ می شود
دل منزلِ غم آمد و از رہزنانِ ہجر یک کاروانِ صبرؔ بہ منزل نہ می شود
خسرو در افتاد بہ غرقابِ آرزو
۸۴۰ چوں کشتیٗ مراد بہ ساحل نہ می شود

کارے ست در سرم کہ بہ ساماں نمی شود دردے ست در دلم کہ بہ درماں نہ می شود
می کن بہ ناز خندہ کہ دیوانہ تر شوم دیوانگیٗ من چو بہ پایاں نہ می شود
جانم فداے نرگسِ او باد ہر زماں خوں می کند ہزار و پشیماں نہ می شود

---

۱؎ ۲؎ ۳؎ درین بیت محذوف است۔ ۴؎ درین غزل محذوف است۔

دل را ز عشق چند ملامت کنم که هیچ ؟ | این کافر قدیم مسلماں نمی شود

آں کس که گشت عاشق و بے دل ز دست تو | گوئی نه عاشق ست که بے جاں نمی شود

خسرو که هست سوخته و خام سوز عشق

آتش زنش که پخته و بریاں نمی شود

۸۴۱

زاں گل که اندکے به تو مشابه ناب شد | بسیار خلق از فرد در خوں خضاب شد

در خردگیش دیدم و گفتم که "مه شوی" | او خود برائے سوزش خلق آفتاب شد

آں سادگی که داشت، به سرخی شدش بدل | تندے که داشت نیشکر او، شراب شد

بهر خدا دگر به دل من گذر مکن | اے چشمهٔ حیات که خون من آب شد

جز بوے خوں نیامد از او در دماغ من | از زلف او گہے که جہاں مشک ناب شد

اے پندگوے نزد تو سهل است عشق لیک | مسکین کسے که جان و دل او خراب شد

دی در چمن شدم که کشاید مگر دلم | آہے زدم که آں همه گلها گلاب شد

در خواب پیش چهرهٔ خسرو پدید گشت

سلطان گذشت و قصهٔ ما نقش آب شد

۸۴۲

بر من کنوں که بے تو جہاں تیره فام شد | لے شمع جاں در آے که روزم به شام شد [ت]

تو خوش به ناز خفته که عیشت حلال باد | مسکیں کسے که خواب به چشمش حرام شد

هر مرغ شاد با گل و هر سرو در چمن | بے چاره بلبلے که گرفتار دام شد

ناز و کرشمه اے که کنی هر دم اے صبا | می زیبدت که پیش تو سلطان غلام شد

در آستانت لاف رسیدن کرا رسد؟ | آں را که زیر پاے دو عالم دو گام شد

گفتی نه ای تمام به عشق آرے ایں سخن | دانی چو بشنوی که فلانے تمام شد

بدنامی است عشق بتاں به دور به زما | آں عاشقے که دور زما نیک نام شد

---

له درین بیت محذوف است۔

دی آں کلاہِ زہد کہ صوفی بہ فرق داشت — بر دست ساقیے چو تو امروز جام شد

خسرو کہ زیست با ہمہ خوباں بہ توسنے

۸۴۳ — اینک بہ نیم چابکِ عشقِ تو رام شد

با زایں[1] دلم خدنگِ بلا را نشانہ شد — ویں زہرِ مار کش بہ سوے ما روانہ شد

بیدار بختِ ما کہ تو دیدی بہ خواب رفت — واں عیشہاے خوش کہ شنیدی فسانہ شد

عقلے کہ در فراخیِ عیشم رفیق بود — چوں دید تنگیِ دلِ من بر کرانہ شد

مرغے کہ آسمانِ قفس بود میہماں — بنگر قفس شکست و سوے آشیانہ شد

آں سر کہ صوفیانہ کلاہش گراں نمود — بہرِ بتاں سبو کشِ خمّارخانہ شد

صوفی کہ داغ را بہ ہزار آبِ دیدہ شست — زاہد بداں چہ مستِ شرابِ مغانہ شد

دوریِ ہجرِ خود رگِ جانم گسستہ بود — تیغے کہ زد رقیب بدانم بہانہ شد

گہ کاہشے ز دشمن و گہ طعنہ اے ز دوست — مسکیں کسے کہ بستۂ بندِ زمانہ شد

خسرو ز بس غبارِ حسد خاک می خورد

۸۴۴ — زاں خاکِ رہ کہ لازمِ آں آستانہ شد

ب

گفتی دلت مرا شد و از من جدا نہ شد — گو شو از آں ہر کہ شود گر مرا نہ شد

روزے صبا نہ رفت بہ کویت کہ ہر دمے — صد جانِ پاک ہمرہِ بادِ صبا نہ شد

پرسی مرا کہ "از چہ چنیں مبتلا شدی؟" — "آں کیست کو بہ دیدِ ترا مبتلا نہ شد؟"

بسیار[2] داشتم دلِ آباد را خراب — مانا رہا شود تپشِ من رہا نہ شد

در گردنِ من آں ہمہ خونہا کہ می کند — خوں ریزِ ما کہ تیغِ خدنگش خطا نہ شد

دی گرم کردہ رخش بسے دیدہ خاک گشت — بدبختیم کہ چشمِ منش زیرِ پا نہ شد

کردم[3] میانِ خونِ جگر آشنا بسے — کاں آشناے خونِ دلم آشنا نہ شد[4]

---

[1] دریں غزل محذوف است۔ [2] [3] دریں بیت محذوف است۔ [4] دریں بیت ذیل زائد است — خورشید من خیالِ تو از من گہے نہ رفت ÷ مانند سایہ کز مردم جدا نہ شد

چشمِ وصال نیست درین عمر آشنائے دوست
شکرِ خدا کہ حاجتِ خسرو روا نہ شد

۴۴۵ ؁ و

از حالِ مات ہیچ حکایت نمی رسد — در کارِ مات بیش عنایت نمی رسد
گویند بگسلد چو بہ غایت رسید عشق — جانم گسست و عشق بہ غایت نمی رسد
گرہ چناں شدست دلم باد ہائے تو — کش از کتابِ صبر ہدایت نمی رسد
بگذشت دوش زلف درخت پیشِ چشمِ من — ماہے گذشت و شب بہ نہایت نمی رسد
از خوں نوشتہ قصۂ درد سوالِ اشک — ہر روز در کدام ولایت نمی رسد
اے عقل بہ گذر از سرِ خسرو کہ مر ترا
در کارِ اہلِ عشق کفایت نمی رسد

۴۴۶ ؁

بادِ صبا[1] ز نافۂ چینت نمی رسد — بوئے بہ عاشقانِ غمینت نمی رسد
خاکِ توایم و چشمِ تو برما نمی فتد — ماہے وبر توے بہ زمینت نمی رسد
شمعے کہ آسماں و زمیں زو منور اند — در روشنی بہ عکس جبینت نمی رسد
گفتم کہ کام دل بستانم ز لعل تو — دستم بہ پستۂ شکرینت نمی رسد
اے دُرج لعل دوست مگر خاتم جمی — زیناں کہ دستِ کس بہ نگینت نمی رسد
ہرگز ترا چناں کہ توئی کس نشاں نداد — پائے گماں بہ حدِ یقینت نمی رسد
مفتی مپوے بر درِ زنداں کہ امر و نہی — بر عاشقانِ بے دل و دینت نمی رسد
با خار سازِ خسرو اگر گل بہ دست نیست
کز گلشنِ زمانہ بجز اینت نمی رسد

۴۴۷ ؁ ب

یا اے کش از کرشمہ و خوبی نشاں بود — از وے وفا مجوے کہ نامہرباں بود

---

[1] درین بیت محذوف است ۔ [2] درین غزل محذوف است ۔

اے آفتاب بارِ دگر چوں تو نت دید
جائے کہ سایۂ تو براں دل گراں بود

نزدیک دل بوند بتاں واں کہ ہمچو تست
نزدیکِ دل مگوے کہ نزدیکِ جاں بود

گر ر[۱]وے تافتی سخنے گوے در چمن
گل را دہند قیمت و بو رائگاں بود

خاموشیش حکایتِ حال ست گوش دار
عاشق کہ در حضورِ رُخت بے زباں بود

گفتی[۲] کہ نالہ ہاے فلاں گوشِ من بہ برد
آخر چنیں چرا ہمہ شب در فغاں بود؟

آں را کہ می خلی ہمہ شب درمیانِ دل
گرتا بہ روز نالہ کند، جاے آں بود

عمداً جدا مباش کہ در جانِ خسروی
گر خود ہزار سالہ رہ اندر میاں بود

۸۴۸ غ

ترکے دخوب روے کسے کایں چنیں بود
نہ بود عجب اگر دلِ او آہنیں بود

مائیم و خونبہاے پریشاں تمام شب
خوش وقت آں کہ پا چو توئی ہم نشیں بود

تیغم نہ بر قفا، بہ گلو زن کہ گاہِ مرگ
رویم بہ سوے تو، نہ بہ روے زمیں بود

پیرایۂ گلو بود از دستِ دوست تیغ
واں خوں کز او چکد علمِ آستیں بود

اے مستِ ناز جرعۂ خود را بہ روے خاک
مفگن کہ پاے لغزِ بزرگانِ دیں بود

ساقی مرنج از من و رسوائیم از آں کہ
دیوانہ را شراب دہی ہم چنیں بود

فریادِ عاشقاں ہمہ شب گردِ کوے تو
چوں بانگِ مؤذناں کہ بپاسِ پسیں بود

شد جانِ صد ہزار چو من در سرِ لبت
آرے بلاے مور و مگس انگبیں بود

یارب چگونہ خواب کند آں کہ خسروا
ہر شب ہزار یار کشش اندر کمیں بود؟

---

۱ بیت محذوف است در ن۔ ۲ بیت محذوف است در ن و بہ جایش بیت ذیل اضافہ است ؎

زاں جا کہ ہست کہ خندۂ گل بلبلِ خراب
برحق بود کہ عاشق روے چناں بود

۴۷۹

مشتاق چوں نظارۂ آں سیمبر کند | طاقت نہد بہ گوشۂ کز آں گہ نظر کند
صورت گرے نقش خود از جاں کند سخن | چوں لب و دہ (؟) بہ دید سخن مختصر کند
او پردہ برگرفت، بگوئید باد را | تا خانمانِ گل ہمہ زیر و زبر کند
کنعاں خراب گشت ز اخوانِ روزگار | باشد کسے کہ یوسفِ ما را خبر کند
گویند دوستانِ دگر کن بہ جاے او | من می کنم، گر ایں دلِ بدخو بدر کند
دی پارہ کرد سینۂ مجروحِ من سرش | در آدمی نگو کہ بہ دیوار را اثر کند

اندیشۂ من از دلِ خود کام خسروست
صعب آتشے بود کہ سر از خاک در کند

۴۸۰

چشمے کہ قصدِ جانِ منِ ناتواں کند | گویم مکن بہ قصدِ دلِ من، ہماں کند
مرغِ دل آشیانہ بہ زلفِ تو می کند | چوں طوطیے کہ میل بہ ہندوستاں کند
آں کس کہ ماندہ بستۂ سوداے زلفِ تو | سودش ہمیں بود کہ سرے را زیاں کند
از تاب بابِ زلفِ تو ہر دم بہ آفتاب | آساں بود کہ یک شبے دیباں کند
شمعے کہ پیشِ روے چو ماہِ تو بر کنند | از تیغِ گردنش بزنم گر زباں کند
اندر ستوہ در آمدن و زود رفتنت | ہر لحظہ سیر بار دلِ من فغاں کند

خسرو چو در تو می نہ رسد بارے از بہ لب
دل را بر آب دیدہ نشاند روان کند

۴۸۱

شوخی نگر کہ آں بتِ عیار می کند | دل را بہ بندِ زلف گرفتار می کند
ہر دم بہ شیوہ ہاے ز کسے می برد دلے | در حلقہ ہاے زلف نگوں سار می کند
دشمن دریغ بود کہ وا یافت پیشِ دوست | حیف ست گل کہ ہمدمیِ خار می کند
انکارِ عشق بازیِ ما می کنند خلق | ما خاکِ آں نسیم کہ ایں کار می کند

---

سلہ جائے کہ درون غزل محذوف است۔

تا دید شیخ رونقِ بازارِ عاشقاں | ہر بامداد خرقہ بہ بازار می کند
جز عقلِ عاقلاں نہ کند صید چشم تو | مست است و قصدِ مردمِ ہشیار می کند

در خورد درست نیست نثارِ سرِ ترا
خسرو سرے کہ دارد ایثار می کند

۷۵۵[۱]

تا چینِ زلف بر رُخِ دلدار نشکند | بازارِ حسن و رونقِ تاتار نشکند
گر یار بشکند دلِ ما را ہزار بار | دانم بدیں قدر کہ دلِ یار نشکند
ما را مباد توبہ ز مستی و عاشقی | تا جامِ عشق و کوزۂ خمّار نشکند
زاہد چرا ملامتِ مستاں کنی، بگو | تا عہدِ توبہ مردمِ ہشیار نشکند
در عاشقی درست نباشد کسے کہ او | ناموسِ خویش بر سرِ بازار نشکند
با زلفِ تست عہدِ دلِ ما و زینہار | در گوشِ او بگوے کہ زنہار نشکند
در پاے بوسِ یار ز غوغاے عاشقاں | سر ہا رود کہ گوشۂ دستار نشکند
گر آبِ خضر خواند لبت را خرد چہ شد؟ | نرخِ گہر بہ طعنِ خریدار نشکند

خسرو ز زلفِ یار خلاصی طمع مدار
تا ایں دلِ شکستہ بہ یک بار نشکند

۷۵۶ ت

چوں طرۂ تو سلسلہ بر یاسمیں نہد | خورشید پیشِ روے تو سر بر زمیں نہد
ہر بوے خوش کہ باد ز زلفت برد بہ باغ | اندر قباے غنچۂ تنگ آستیں نہد
دیوانۂ لطافتِ اندام تست آب | مانا کہ باد سلسلہ بر آب زاں نہد
در خویشتن زمیں ز گرانی فرو شود | جاے کہ قامتت بہ نشستن سریں نہد
چشمت اگر بہ کشتنِ ما گوشۂ بہ ناز | خلقے چہ شد کہ بار بر آں نازنیں نہد
لشکر کشید مارِ شعر از سبزہ بر سمن | زیں پس خراج بر گل و بر یاسمیں نہد

---

[۱] ہمیں غزل مخصوص است [illegible] و [illegible] بہیچ [illegible] است۔

در بوسه لب ترش کنی و جاں بر دلبت — زاں چاشنی بہ ہر کہ در انگبیں نہد

سر دولت کہ پاے ناز برایں دیدہ می نہد

خسرو بر آستانِ شہ سر راستیں نہد

۸۵۴ ست

چشمم فسوں گر تو کہ داد فسوں ز ہد — دانا زمامِ عقل بہ دستِ جنوں دہد

خونابہ می خورم ز غمِ دگر یہ می کنم — آرے شراب گو ہر ہر کس بروں دہد

غم در دل و جگر خور دارِ سے بداں بود — ہر گو نہال را بہ دلِ آبِ خوں دہد

مستِ نشاط و عیش کجا گردد آدمی؟ — دور فلک چو بادہ بہ جامش نگوں دہد

گفتی "بروں مدہ غمِ خود" چوں نہاں کنم — چوں رنگِ رخ گواہی حالِ دروں دہد

اجرائے جور می کنمت بر خود اے عجب — شیشہ فردش سنگ بہ دیوانہ چوں دہد؟

خسرو ز بہر آں کہ خورد سنگ بر درت

خود را میانِ حلقۂ طفلاں بروں دہد

۸۵۵ سلہ

ہر گاہ مرغکے از سرِ شاخے نوا زند — آید بہ دل کسے کہ رہِ جانِ ما زند

فریاد از آں دلے کہ بہ فریاد ہر شبے — نالش بہ درد از آں سرِ زلفِ دوتا زند

بے نغمۂ طرب کہ بود ارغوانِ مرگ — مرغے کہ در شکنجۂ دامے نوا زند

اے فاختہ ز نالہ زن آتش بہ بوستاں — کز گل امید نیست کہ بوئے وفا زند

او در خرام و دیدہ بہ راہش، چہ کم شود؟ — گر از طفیلِ سنگ رہت پشت پا زند

بے خواست کسے از دلِ من می زند بہ ترس — کایں تیر نا گرفتہ ندانم کجا زند؟

اے پند گوے شیفتہ را چوں نماند سنگ — خلقے رہا کنیش کہ کلوخ جفا زند

خسرو ز رشکِ غیر بہ جاں می رسد بلے

خیزد قیامتے چو گدا بر گدا زند

---

سلہ بیت درین محذوف است سلہ درین غزل محذوف است۔

سلہ ۵۵۶

یک رہ وزیار اگر قدمے سوئے من زند
بخت رمیدہ خیمہ بہ پہلوے من زند

خواہم ہزار جاں ز خدا تا کنم نثار
در ہر قدم کہ سرو سمن بوے من زند

در خورد دوست نیست مگر اشک چشم من
در پیش مردماں ہمہ در روے من زند

مردم در انتظار کہ کے حلقہ بر درم
زلف نگار سلسلہ گیسوے من زند

چشمش ہزار قلب شکستہ از مژہ ہنوز
لشکر کشیدہ بر دل بدخوے من زند

خسرو ز ناز نرگس خوش دم زنیم زبس
لاف محبتش سر ہر موے من زند

۵۵۷ غ

آں خوں کہ گاہ مستی از آں مست ما چکد
از زلف فتنہ بارد و از جاں بلا چکد

شوید چو رخ بہ صبح کند غرقہ خلق را
ہر قطرہ ئے کہ از رخ آں آشنا چکد

اے زاہد از دعاے بدامن مشو کہ شب
مستاں دعا کنند کہ خوں از دعا چکد

جام لبت کہ محتشماں را حلال باد
زو جرعہ ئے چہ باشد اگر بر گدا چکد

مردم در ایں ہوس کہ شبے سر نہم بہ پاش
زاں گونہ کآب چشم منش زیر پا چکد

خاک درت بہ چشم من از گریہ خوں خورم
تا خود چرا ز چشم من آں توتیا چکد

محکم قبا مبند کہ دامن بہ گیرد دست
خون ہزار دل کہ ز بند قبا چکد

شمشیر آبدار کشیدی بر اہل عشق
دولت بود کہ ضربے از آں سوے ما چکد

توئی روز ندا ز پے خوں ریز خویشتن
خسرو دل [illegible] خوے اسپت کجا چکد

۵۵۸

شبے کہ دلبرم از بام ہمچو ماہ بر آید
ز جان سوختہ ام صد ہزار آہ بر آید

بہ منزلے کہ گذشتی ز آب دیدہ آہ من آں جا
ہزار لالۂ خونیں ز خاک راہ بر آید

ز پردہ چوں بدر آئی برائے دیدن دیت
ہزار یوسف کنعاں ز قعر چاہ بر آید

---

سلہ در نسخہ دریں غزل محذوف است۔

چہ عشوہ وچہ کرشمہ چہ دلبری ست کہ حشمت ہمہ بہ مردمِ مسکینِ بے گناہ برآید
زحالِ خسروِ مسکیں نظر دریغ مفرما
کہ کارِ ما ز تو لے جاں بہ یک نگاہ برآید

۸۵۹

بہ بامِ خویش چو آں ماہ کج کلاہ برآید نفیرِ نالۂ من بر سپہر و ماہ برآید
نگہ تو دارش ازسوزِ جانِ خلق خدایا چو او خرامد ہر سو ہزار آہ برآید
چو چشم سرخ کنم بر رخش ز دیدہ رود خوں ہزار آہ کہ داد از دلِ سیاہ برآید
فتاد در زنخِ او، دلا کہ میرکہ زلفش رشتہ است کز او غرقہ اے زچاہ برآید
زرے خوب مرادِ تو می دہند و لیکن ہزار تو بہ کجا پیش ایں گناہ برآید؟
شبے پگاہ ترک سر زخواب ناز برآور کہ آفتاب نیارد کہ صبح گاہ برآید
چنیں کہ اخترِ خسرو بہ زیرِ خاک فرو شد
مگر ز دولتِ شاہِ جہاں پناہ برآید

۸۶۰

چو آں بت از سر کو با ہزار ناز برآید ز خلق ہر طرفے آہ جاں گداز برآید
ز تندبادِ جگرہا مرا درونہ بہ لرزد گلے کہ بر سر آں سروِ سرفراز برآید
مرا نہال قدش بر جگر نشست بدانساں کہ گر ہزار بار بر کنند باز برآید
بہ یادِ آں قد و قامت سرشکِ لعل دو چشم بہ ہر زمیں کہ بریزد، درخت ناز برآید
چو پشتِ دست گزم از فسونِ حیرتِ پیش فسونِ حیرتم از نقشہائے گاز برآید
مجب مدار ز بارانِ عشق و تخمِ محبت چو سبزہ از گلِ محمود اگر ایاز برآید
نماز نیست مرا جز بہ سوئے بت نہ ہمانا
کہ کارِ خسروِ گمراہ از آں نماز برآید

۸۶۱

چو ترکِ مستِ من آلودۂ شراب برآید ز شورِ او نمکے در دلِ کباب درآید

---

۱؎ درین غزل محذوف است۔

لبش اگر کشدم در سؤالِ بوسه نترسم — ولیک غمزه مبادا که در عتاب درآید
بیا که زاهدِ خشک از شبیت مست بیابد — به جرعه تر کند آن زهد در شراب درآید
به گردِ دیدهٔ خود خاربستی از مژه کردم — که نے خیالِ تو بیرون رود نه خواب درآید
گہے که روے به دیوار بہرِ رازِ تو آرم — عمارتے ست که اندر دلِ خراب درآید
سر از دریچه برون کرده ای به سوختنم آخر — رواست این که در آن روزن آفتاب درآید
کج ست تیرِ مژه راست می زنی به دلِ من — که تیرِ کج چو به آتش رسد به تاب درآید
ز بہرِ دیدنِ ہندوستانِ زلفِ تو ہر شب — بیا ببیں که ز سیلابِ چشم آب درآید

ز گریه در غمِ رویت به چشمِ خسروِ بے دل
نماند آب اگر بود که خونِ ناب درآید

۸۶۲

دلم ز دست برفته ست و پیش باز نیاید — نوازشے ہم از آن یارِ دلنواز نیاید
تمام عرصهٔ عالم سپاهِ فتنه بگیرد — اگر ز عارضِ یارم خطِ جواز نیاید
درید پرده فرو ریخته رازِ دل بر صحرا — ز پرده ای که چنیں شد حجابِ راز نیاید
بتا به ناز بکشتی ہزار صاحبِ دل را — کسے به پیشِ تو میرد که گاه ناز نیاید
چو خاکِ پاے تو گشتم بگو که در تہِ پایت — به خاک رفتنِ آن گیسوے دراز نیاید
گرم بگوئی "بوسے بزن بر آن لبِ شیریں" — مرا ز غایتِ شادی دہن فراز نیاید
اگر به باغ رسد قامتِ بلندِ تو روزے — عجب بود که اگر سرو در نماز نیاید
دہند پند که "باز آ" من آن مجال ندارم — که ہر که رفت به کویت به خانه باز نیاید

جہاں بسوخت حدیثِ نیازمندیِ خسرو
خنک بود سخنے کز سرِ نیاز نیاید

۸۶۳

شبے گذشت که چشمم خبر ز خواب ندارد — مرا شبے ست سیه دل که ماہتاب ندارد

---

در ن: بیت محذوف است ... و ... درین غزل محذوف است

به جان دوست که مرده هزار بار به از من — که یارے از دلِ بدخوے من عذاب ندارد

قیاس کن که با من گفته ای بناز شبت خوش — منم که روزِ مرادِ من آفتاب ندارد

چه گویمت که به خوابم ببین هست یقین ویست؟ — مخند بهیده به بے دلے که خواب ندارد

نه عقل ماند و نه دانش نه صبر ماند و نه طاقت — کسے چنین دلِ بے چارۂ خراب ندارد

به کوے تو همه روے زمین به گریه نشستم — هنوز بهر درِ تو روے زردم آب ندارد

ز حالِ خسرو پرسی چه پرسیش که ز حیرت
به پیشِ روے تو جز خامشی جواب ندارد

۸۶۴

کمندِ زلفِ تو[1] عشاق را به کوے تو آرد — ز مهر بندکشی چشمِ فتنه جوے تو آرد

هزار کوهِ غم از دل به یک نظر برباید — هر آن نسیم که بوے مرا ز کوے تو آرد

ز باد خسته شوم چون به گردِ روے تو گردد — دمے ز لطفِ صبا شاکرم که بوے تو آرد

کجا گریز کنم از تو هر طرف که گریزم — خیالِ زلفِ توام سوکشان به سوے تو آرد

شوم براه تو خاکے دراین غمم که نباشد — صبا غبارِ غم آلودِ من به کوے تو آرد

به هر سپهے که خرامی به یک نظارۂ رویت — به صد هزار دلِ فارغ آرزوے تو آرد

مرا کرشمه و نازے که نرگسِ تو نماید — دلیلِ کشتنِ مردم برائے خوے تو آرد

گریستم ز تو خونها بسے و با تو نگفتم — چگونه دوست ازین ماجرا به روے تو آرد

صفت چه کار کند خسروت که سنگ و زمین را
جمالِ تو به رباید به گفتگوے تو آرد

۸۶۵

منه دل[2] به جهان کاین جهان پشیز نیرزد — به هیچ چیز مگیرش که هیچ چیز نیرزد

اگرچه عاقلِ دانده بر زمانه بخندد — به خندۂ لبِ ایشان به هیچ چیز نیرزد

کلاهِ مرتبۂ خویش بین ز تنگ ملمن دل — که با قباے تو نه چرخ یک سطبر نیرزد

---

[1] و [2] در ن غزل محذوف است۔

درشت خوئی ہم صحبتانِ دہر حذر کن — کہ خوے زشت بداں صحبتِ عزیز نیرزد

مبیں بہ باد و بروتے کہ نیست مردمی او را — بہ سبلتے کہ محاسن کم ست تیز نیرزد

چو حاصل از پے چرخ ست ہر چہ چرخ نگردد — گر ہست حاصلِ قاروں بہ یک پشیز نیرزد

عروس دہر کنیزے ست خسروا ارچہ ہند

تمام ملکِ جہاں ننگ آں کنیز نیرزد

۸۶۶[۱]

ازآں گہے کہ کشادم بہ دیت ایں نظر خود — چہ خوں کہ خوردم ازیں چشم پُر دُر و گہر خود

بہ باغ رفتم و توتے زبوے گل بہ گرفتم — زبس کہ سوختم از تابِ سوزشِ جگرِ خود

کجاست بنیم و بر بامِ تو چگونہ بر آیم؟ — ہزار وائے کہ مرغاں نہ می دہند پرِ خود

سرم کہ بر درت افتاد تا کہ پاتش رنجد — بہ پشتِ پا چو کلوخیش دُور کن ز درِ خود

چو بندِ رحے بہ مبند بر آں شود کہ بگردد — ہزار بار بہ گرد سر دو چشم ترِ خود

دلم کہ صدق نہ دارد بہ کارِ عشق چہ کوبد؟ — وہ ایں نگین دروغے جدا کن از کمرِ خود

زعشق آں کہ رسیدہ سپر نہ دیدہ خدنگت

برآں ست دیدۂ خسرو کہ بفگند سپرِ خود

۸۶۷[۱]

زحد گزشت غمِ ما و آں نگار نہ پرسد — بگو کہ باک تواں گفت غم کہ یار نہ پرسد

دلم از او ست فگار و مباد ہیچ گزندش — اگرچہ ہیچ گہ او زیں دل فگار نہ پرسد

بہ دردِ عشق بہ میرم دوائے خویش نہ پرسم — کہ عاشقم من و عاشق صلاح کار نہ پرسد

در آشنائیے دریاے عشق راست کسے داں — کہ تن بہ غرق دہد ز لبِ کنار نہ پرسد

بہ ہر جفا کہ کنی راضیم، کہ گشتم اسیر ست — شتر مہار بہ بینی قیاسِ بار نہ پرسد

تو نی بہ کشتن ما خوش زحالِ مات چہ پرسش — کسے کہ تیر زند زحمتِ شکار نہ پرسد

---

[۱] ۸۶۶ درین غزل محذوف است۔ [۱] ۸۶۷ درین بیت ذیل زائد است ؎

بگو کہ دیدنِ من ہر چہ طالع آمدے آخر — بہ مردن آں کہ رود طالع و شمار نہ پرسد

گرم تو خاک رہی ازیں زکوے کیست گویم؟ | گدا چو زر دہیش قیمت عیار نہ پرسد

دلش کہ سوختہ شد خسروا از تو پیش کسے را
سخن ز حسن جوانانِ گل عذار نہ پرسد

۸۶۸ [سلہ]

گماں مبر کہ مرا ہیچ کس بجاے تو باشد | قسم بہ جانِ سر من کہ خاکِ پاے تو باشد
اگر بہ تربتم آئی ہزار سال پس از من | شگفتہ بر سر خاکم گلِ وفاے تو باشد
غم تو خاک رہ جو دم بہ باد داد و نہ خواہم | غبارِ خاطر گردے کہ در ہواے تو باشد
غریب نیست کہ بیگانہ گردد از ہمہ عالم | ہر آں غریب کہ در شہر آشناے تو باشد
زہے جماعتِ کوتہ نظر کہ سروِ سہی را | گماں برند کہ چوں قد دلرباے تو باشد
چگونہ بر تو نہ ترسم کہ ہر طرف کہ در آئی | ہزار دیدۂ خوں ریز در قفاے تو باشد

بشوی دست ز خسروا اگر نہ پیشِ تو آید
کہ ہر قدم کہ زند دست خونبہاے تو باشد

۸۶۹

ز گشت مست لبے سیدے بہ ہوشِ خویش نہ بود | دلم ز صبر بسے لاف زد ولیش نہ بود
زدند راہ دلم آہواں بے انصاف | کہ از ہزار خدنگش یکے بہ کیش نہ بود
بہ صد ہزار دلش عاشقاں خریدار اند | بہاے یوسف اگر ہفدہ قلب بیش نہ بود
دل او فگند مرا در چہِ زنخدانش | وگر نہ چشمِ من خوں گرفتہ پیش نہ بود
نمک بہ ریشِ من اے پارسا مزن از پند | بہ شکر آں کہ دلت ہیچ گاہ ریش نہ بود
خوش است عشق بہ گفتن و لے چہ دانی درد؟ | ترا کہ بود لبے و نمک بہ ریش نہ بود

چو وصل می طلبی خسروا، از بلا بگریز
کہ در جہاں عسلے بے گزندِ نیش نہ بود

۸۷۰

مرا بہ صبحِ ازل جز رخت دلیل نہ بود | بہ گاہِ آمدنم جز بہ تو سبیل نہ بود

---

سلہ درین غزل محذوف است۔

چناں بہ روزِ وداعش ز دیدہ سیل آمد — کہ ہمرہانِ مرا ہمرہِ رحیل نہ بود
گماں مبر کہ شود گل بہ سعیِ کس آتش — کہ از خلیل بداں لطف از خلیل نہ بود
بہ قتل گاہِ شہیدانِ عشق بگذشتم — یکے بہ غمزۂ ترکاں چو من قتیل نہ بود
بسے بہ مژدۂ وصلِ تو دیدہ سیم فشاند — ولیکن روزِ وصالش بہ جز قلیل نہ بود
مگر ز شرمِ لبِ لعلِ یار شد بے آب — وگرنہ مردمِ چشمم چنیں بخیل نہ بود
بہ تشنگانِ صداعِ خمار بر گوئید — کہ "دوش بادۂ ما کم ز سلسبیل نہ بود"
حدیثِ لذتِ خرما ز ما مپرس کہ ہیچ — بغیرِ خار نصیبم از آں نخیل نہ بود

مدام خسروؔ از آں جامِ مے نہد در پیش
کہ ہیچ آئینہ جز جامِ مے صقیل نہ بود

۸۷۱

نمازِ شام کہ آں مہ مرا جمال نمود — ز نقشِ ابرو دیوانہ را ہلال نمود
ز بس کہ روز و شبم در خیال اتیم گشت — کہ شب گذشت بہ پیشِ مرا خیال نمود
نہ دانمش ز کجا پرسش دلم می کرد — دو دیدہ گریۂ خونیں ز چشم و حال نمود
دلم ببرد، گرفتم کہ "دزدِ دل بنما" — بہ ناز خندۂ دزدیدہ کرد و خال نمود
رقیب گفت کہ "یادِ تو می کند گہ گاہ" — مرا ز بختِ بدِ خویشتن محال نمود
ترا بہ خوابِ تنعم چہ آگہی زاں شب؟ — کہ در فراقِ تو خاطر ہزار سال نمود
نویدِ تیغِ سیاست ز چوں تو سلطانے — سعادتے ست کہ درویش را جمال نمود

نظارۂ تو زد آتش بہ جانِ خسروؔ از آنک
ز دورِ تشنۂ تفتیدہ را زلال نمود

۸۷۲ غ

گل و شگوفہ ہمہ ہست و یار نیست چہ سود؟ — بتِ شکر لبِ من در کنار نیست چہ سود؟
بہار آمد و ہر گل کہ باید آں ہمہ ہست — گلے کہ می طلبم در بہار نیست چہ سود؟

---

سلہ درین غزل محذوف است ۔

به انتظارِ تو آں روے دوستاں دیدن — دو دیده را چو سرِ انتظار نیست چه سود؟
ز فرق تا به قدم زر شدم ز گونهٔ زرد — ولے ز سنگِ شکیبم عیار نیست چه سود؟
ز بهرِ خوردنِ دل گر هزار غم دارم — چو بختِ خویشتنم استوار نیست چه سود؟
ز دوست مژدهٔ مقصود می رسد، لیکن — از آں هزار یکے برقرار نیست چه سود؟

اگرچه بادهٔ امید می کشد خسرو
ز دورِ چرخ سرش بے خمار نیست چه سود؟

۸۷۳[1]

شبے برآمد و از ماهِ من خبر نه رسید — نسیمے از سرِ آں زلفِ تازه تر نه رسید
کدام دیدهٔ خوں بار شد عناں گیرش — که دور ماندهٔ من هیچ از آں سفر نه رسید
زباں ز پرسشِ آیندگانم آبله شد — کز آں مسافرِ ره در درِ من خبر نه رسید
به سوختم شبِ هجر در کنجِ تنهائی — که کس به حالِ منِ مستمند بر نه رسید
کجا به صحبتِ یارے به عیش بنشستم؟ — که هجر تیغ کشیده دوا سپه در نه رسید
ز خونِ دیده نوشتم هزار نامهٔ درد — هنوز قصهٔ اندوهِ من به سر نه رسید
گذشت بر دلم اندوه صد هزار قیاس — هنوز ایں شبِ هجرِ مرا سحر نه رسید

به صد دعا نظرے خواست در رخش خسرو
در انتظار به مرد و بداں نظر نه رسید

۸۷۴

چمن ز سبزه خطے بر رخِ جمیل کشید — به باغ سرو رواں قامتِ طویل کشید
به رنگ و بوے بیاراست گلستاں خود را — به گوشه هاے گلستاں بنفشه نیل کشید
بتانِ آذری از بتکده بروں جستند — چو لاله زار به دشت آتشِ خلیل کشید
بهار در رهِ آیندگانِ باغ نگر — که فرش دیدهٔ نرگس به چند میل کشید
سرود گویاں بلبل به جامِ لاله شتافت — گہے خفیف گرفت و گہے ثقیل کشید

---

[1] در "ن" غزل محذوف است۔

بهشت نقد چمن و خوش کسے که با خوباں — در آں بهشت شرابے چو سلسبیل کشید

به[51] مئے سبیل کنم خونِ خود که خوباں را — به سوے خویش توانم بدیں سبیل کشید

[52] دوالِ درازی کز رکابِ اهلِ کرم — دوال بست و در گردنِ بخیل کشید

برون خرام کنوں خسروا اگر خواهی

قدح به روے خود و صورتِ جمیل کشید

۸۷۵[53]

مبصّراں که مزاجِ جهاں شناخته اند — دو روزه برگِ اقامت درآں نه ساخته اند

خراب گرد دایں باغ و بر پرند همه — نوا زناں که در و عندلیب و فاخته اند

عجب ز موبه گری تیز بر کشد آواز — به خانه اے که سرود طرب نواخته اند

مبیں ز سیم و ز آهن تنِ تو کاهن و سیم — به بوته گل از انیساں سبے گداخته اند

سرے که زیر زمیں شد نهفته شاهاں را — هماں سرے ست که بر آسماں فراخته اند

تهمتناں که به یک تیر چرخ می شکنند — ز بهرِ چیست که شمشیر و خنجر آخته اند؟

نگاهبانی جوهر چه نیست در حدِ کس؟ — چه سود از آں که همه دزد را شناخته اند؟

عنانِ نفس مده خسروا به طینتِ خویش

که عاقلاں فرس اندر و حل نه تاخته اند

۸۷۶[54]

به دیده و دلِ من دو ست خانه می طلبد — چرا در آتش و آب آشیانه می طلبد؟

زباں به سوخت ز آه و ز بهرِ شرحِ فراق — لبم ز جان بر آتش زبانه می طلبد

دلم به سوے بتاں میل می کند آں گاه — مزاج عافیتم در زمانه می طلبد

---

[51] در "ن" بیت محذوف است و به جایش دو بیت ذیل زائد است ــ

نهاد نرگسِ بیمار چوں به بالیں سر — حباب ز آب و داں شیشهٔ دلیل کشید

دو دیده خوں ز بنا گوشِ پیلِ مستِ سحاب — شب از هلالِ کجک بر سرانِ پیل کشید

[52] در "ن" بیت محذوف است ۔ [53] در "ن" غزل محذوف است ۔

دلم که غرقه به خوں شد ز آشنائیِ چشم — فتاده در دلِ دریا کرانه می طلبد

سوادِ دیده سپر ساختم که غمزهٔ او — ز بهرِ تیرِ بلا را نشانه می طلبد

میانِ نازکِ او را به بر به گیرم تنگ — که از برائے گسستن بهانه می طلبد

شده ست خسرو بے خویش در میانش گم

تنے چو موے که موے دو شانه می طلبد

۸۷۷ [سلہ]

اگر ز حالِ من آں شوخ را خبر باشد — بسوزد ار دلش از سنگ سخت تر باشد

حکایتِ من و او عشق نیست می دانم — که عشق دیگر و دیوانگی دگر باشد

روائے نسیمِ صبا دُ از آں دو چشمِ سیاه — اگر نه کشتنیم سهل یک نظر باشد

وے تو سنگ دلی کے دلم نگه داری؟ — نه هر که سنگ تراش است شیشه گر باشد

اگر نمک چکد از چشمهاے من زاں شب — که دیده را ز خیالِ لبت اثر باشد

نگر به موے بر اندامِ من همی خیزد — گیا به خاستن آید زمیں چو تر باشد

نمک چگونه نه سائی به چشمِ من که مرا — به نوکِ هر مژه پرکالهٔ جگر باشد

بسوختی دلِ خسرو مگر نه می دانی

که آهِ سوختهٔ عشق را اثر باشد

۸۷۸ [سلہ]

درآں هجوم که یارِ تو پادشا باشد — غمِ گدا که بود زیرِ پا، کرا باشد؟

منم به سوز و گدازش به یادِ سیم برت — چو مفلسے که هوسناکِ کیمیا باشد

یگانه با تو چنانم که در جدائیِ تو — چو یک تنم که از او نیمه اے جدا باشد

تو پادشاهِ بتانی و خاطرم این ست — که شغلِ رهیی بر درت مرا باشد

شوم فدائے جائے که گر هزاراں سال — کنم نظاره، هنوز آرزو بجا باشد

بلا و فتنه از آں نخل باد یا رب دور — که برگ و فتنهٔ او میوهٔ بلا باشد

---

سلہ و سلہ در "ن" غزل محذوف است۔

نہ دانم ایں دلِ آوارہ را کہ فتوے داد | کہ بُت پرستی در عاشقی روا باشد
فغاں ز باد کہ بوے تو بہرِ کشتنِ خلق | ہمی برد کہ چو من بے دلے کجا باشد
مخواہ عاقبت اے پند گوے خسرو را
چو عاشق است رہا کن کہ مبتلا باشد

۸۷۹ [1]
کسے کہ عشق نہ ورزد سیاہ دل باشد | چو سر زخاکِ لحد بر زند خجل باشد
کسے کہ سر نہ نہد در رہش چہ سر دارد؟ | دلے کہ جاں نہ دہد در غمش چہ دل باشد؟
ہواے دوست نہ سر کے برُوں کند عاشق؟ | ہزار سال اگر زیرِ خشت و گِل باشد
ز ہجر سلسلۂ شوق منقطع نہ شود | مرا کہ رشتۂ جاں با تو متصل باشد
اگر بہ تیغِ جدائی مرا بہ خواہد کشت
بہل کہ تا بہ کشد کو ز من بحل باشد

۸۸۰ ت
چہ شد کہ یار برآہنگ کیں بروں آمد؟ | بہ خونِ کیست کہ آں نازنیں بروں آمد؟
فداے مہر مسلمانیش کند رو زے | کہ باز کافرِ من در کمیں بروں آمد
چہ آفت ست کہ باز آں سوار پیدا کرد؟ | کدام سرو ز بالاے زیں بروں آمد
صداے لعلِ سمندش بہ خاکیاں بہ رسید | نفیرِ گم شدگاں از زمیں بروں آمد
بہ شہر دی کہ در آمد براے دیدۂ ید | ہزار دست دعا ز آستیں بروں آمد
کلیساے مغانم رہم دہید کجا ست؟ | کہ باز ایں دلِ کافر زدیں بروں آمد
دلم ز پردہ بروں اوفتاد از پےِ چشم | چناں دلے چہ کنم چوں چنیں بروں آمد
ہزار دردِ کہن تازہ کرد بر عاشق
ز بس کہ نالۂ خسرو حزیں بروں آمد

۸۸۱ غ
زخانہ دوش کہ آں غمزہ زن بروں آمد | ہزار جانِ گرامی ز تن بروں آمد

[1] در "ن" غزل محذوف است۔

به نزد کس دل آواره باز هر سوئے — که بهر دیدن آں مرد و زن بروں آمد

به زلف شانه همی کرد دی که چندیں دل — شکسته بسته ز هر یک شکن بروں آمد

عجب بود که اگر من زنیم درایں نوروز — که سبزهٔ ترا و از سمن بروں آمد

شبم نه گفت که "چونی" بسوزمش ناگاه — کجا وه از لبش ایں یک سخن بروں آمد؟

دمے ز خانه بروں آ که بنیت ناگاه — که بهر دیدن من جان من بروں آمد

به عشق میر د خسرو چه طرفه حالے بود؟
ز غیب کایں سخن از هر دهن بروں آمد

۸۸۲ غ

فغاں که جان من از عاشقی به جاں آمد — ز دست چشم و دل خویش در فغاں آمد

به راه دیدم و گفتم "رود به خانه" نه رفت — به سویم آمد و اندر میان جاں آمد

نه دیده بودم و دعوائے صبر می کردم — دلم نه ماند دراں دم که ناگهاں آمد

تو دیر زی که مرا جان من بکشت امروز — نظارهٔ تو که چوں عمر جاوداں آمد

به گردن دگراں آمدم شبے ز تو بیت — به پائے خویش به کوئے تو چوں تواں آمد

غم تو دوش همی برد جاں بدل شد صبح — دل کساں که خیال تو درمیاں آمد

گراں نیاید کوه غم تو بر دل من — دمے ز وصل زدم بر دلت گراں آمد

ز ابر دیت که به کشتی سر نگوں ماند — اسیر غرق شد و عمر بر کراں آمد

نه مانده بود ز خسرو اثر که دی ناگاه
تو رخ نمودی و بے چاره بر زباں آمد

۸۸۳

گل[۱] رسید و هر کسے سوئے گلستاں می رود — در چمنها هر طرف سرو خراماں می رود

شد جهاں زنده به بوئے گل و لے من چوں زیم — کز گلم بوئے کسے می آید و جاں می رود

کو رئی آں دیدهٔ محروم، باز آں نازنیں — بر بساط نرگس تر مست غلطاں می رود

---

۱؎ در "ن" غزل محذوف است۔

گر چمن خواهی و فردوس اینک اینک کوی دوست — خلق آواره کجا در باغ و بستان می رود؟

وقت او خوش کش گل وصلی شگفت از روی دوست — سوی ما باری همیشه باد هجران می رود

ای که سامان جوئی از من کی بود ثابت قدم؟ — مست بیچاره که پای او پریشان می رود

آن که در پایش نه زد خاری کجا داند که چیست؟ — درد آن کش رشته هر موی پیکان می رود

خسروا بر خاک آسانی تپیدن دور نیست

هست دشوار آن که او از دل نه آسان می رود

۸۸۴

دل مرا چو ز روی تو یاد می آید[1] — هزار شادی در دل ز یاد می آید

تو یار خویش فراموش کرده ای ز حسن — کجات از من سرگشته یاد می آید

غم تو در دلم آتش نهاد و از لعلت — صد آتش دگر اندر نهاد می آید

سواد چین شده زلفین تو، که هر سحرم — نسیم مشک فشان زان سواد می آید

مراد سینهٔ خسرو توئی و روی ترا

هر آن صفت که کنم بر مراد می آید

۸۸۵

بیا نظاره کن ای دل که یار می آید — ز بهر بردن جان فگار می آید

فراز مرکب ناز او سوار در عقبش — هزار شیفتهٔ بی قرار می آید

رسید نازک من ای نظارگی زنهار — به بند دیده گرت دل به کار می آید

چه گردها که برآورده باشد از دلها — که فرق تا به قدم پر غبار می آید

دو دیده[2] کاش مرا خاک آن زمین بودی — که نعل توسن آن شهسوار می آید

مرا که یاد کند گر ز کوی او به روم — یکی اگر به رود صد هزار می آید

---

[1] در "ن" غزل محذوف است [2] در "ن" بیت محذوف است و به جایش دو بیت ذیل زائد است

ز مستی ار چه به هر سوی می فتد لیکن — ز بهر بردن دل هوشیار می آید

مکن به سرو سهی نسبت درخت قدش — ز سرو کی گل و [illegible] به بار می آید

کنوں بناں بہ زاری چو بلبلاں خسرو
کہ بہرِ نالۂ بلبل ہزار می آید

۴۸۶ غ

بہار بے رُخِ گُل رنگ او چہ کار آید؟ | مرا یک آمدنت بہ کہ دہ بہار آید
اگر دو اسپہ دواند بہ گردِ تو نرسد | گُلِ پیادہ کہ او بر صبا سوار آید
خیالِ روے تو از دیدہ می رود بیروں | اگر نہ از مژہ پایش بہ نوکِ خار آید
مرا چو موے سرت ساخت چشمِ جادویت | کہ موے سر پئے جادوے بہ کار آید
ہزار کشتہ بہ فتراکِ گیسو آویزاں | ہمی رود چو سوارے کہ از شکار آید
غمِ تو بارِ گراں ست لیک چوں از تست | دلم گراں نہ شود گر ہزار بار آید

تو ئی مرادِ دل و کے بود ز آمدنت
مرادِ خسروِ بے چارہ در کنار آید

۴۸۷ ت

لبالب آر قدح کز گلو فرود آید | مگر کہ از دلم ایں آرزو فرود آید
مگوے تو بہ کہ آید فرود مے ز سرم | مباد کز سرِ من ایں سبو فرود آید
زمے چہ توبہ کہ گر ذوقِ آں کند معلوم | فرشتہ چوں مگس آں جا بہ بُو فرود آید
بہ بند مردنم امروز ساقیا بگذار | کہ باد از سرِ آں ماہرو فرود آید
ز بہرِ مُردنِ دلہاے خلق سیل بلاست | ہر آں عرق کہ ز روے نکو فرود آید
بدیں صفت کہ ہمی خوں خوریم بردرِ تو | ترا چگونہ مے اندر گلو فرود آید

نقاب برکن و لبہاے عاشقاں بربند
مگر کہ خسرو ازیں گفتگو فرود آید

۴۸۸

کسے کہ شمعِ جمالِ تو در نظر دارد | ز آتشِ دلِ پروانہ کے خبر دارد

---

سلہ و سلہ در "ن" ہر دو بیت محذوف و بیت ذیل اضافہ است ــ

خوش آں زماں کہ بہ یادِ تو ہر شبم تا روز | ز دیدہ خونِ جگر سو بہ سو فرود آید

زمرہمش نہ شود سود درمنارے را — کہ زخم کاری تیغ تو بر جگر دارد
زبے قراری زلفت قرار یافت دلم — بہ زیر سایۂ او زاں سبب مقر دارد
فضیلتے کہ جمالِ تراست بر خورشید — فضیلتے ست کہ خورشید بر قمر دارد
چہ طوطی است خطِ سبزت اے پری چہرہ؟ — کہ تکیہ بر گل و منقار بر شکر دارد
ز سوزِ عشقِ تو اَم آتشے ست در سینہ — کہ اشکِ دیدہ چوں ناردان شرر دارد

زآتش دلِ آشفتگاں حذر می کن
کہ دودِ خاطرِ خسرو بسے اثر دارد

۸۸۹ ت

کسے کہ بہرِ تو جاں باختن ہوس دارد
چہ غم زشحنہ وُ اندیشہ از عسس دارد

منِ غریب بہ راہِ اُمید خاک شدم
خوش آں کسے کہ برآں پاے دسترس دارد

مرا پسینِ نفس زیستن ہوس، واں مست
بہ خوابِ ناز کجا پاسِ ایں نفس دارد؟

ہلاکِ خویش ہمی گویم ارچہ می دانم
کہ انگبیں چہ غم از مُردن مگس دارد

توخفتہ می گذر اے ماہ روے مہد نشیں
کہ بار بر شتراست و فغاں جرس دارد

بہ رفت جاں زتنِ من در آں جہان وہنوز
زبہر دیدنِ تو روے باز پس دارد

---

لہ بیت در "ن" محذوف و بیت ذیل زائد است ؎

سرشکِ من ہمہ سیاب شد پنہ می دانم — کہ کیمیاے صبوری کدام کس دارد؟

تو خود[1] بہ بوسہ دہی جاں ولے نیارد گفت
کہ باز مُردۂ تو زندگی ہوس دارد
بلاست میل تو در روزگار خسرو از آنک
چہ دود ستے ست کہ آتش بہ سُوئے خس دارد

۸۹۰

کسے کہ یارِ وفادار و مہرباں دارد — سعادتِ ابد و عمرِ جاوداں دارد
مگر کہ گرد لبِ لعل آں صنم گشت ست — کہ بادِ صبح دم امروز بوے جاں دارد
حدیث[2] او ہمہ روز و ہلاکِ او ہمہ شب — کسے بود کہ مرا دست بر دہاں دارد
گل از جوانی مشغولِ حسن و خندہ زناں — چہ آگہست کہ بلبل چرا فغاں دارد؟
بترس از آہِ من اے چشمِ یار و بر مشکن — کہ ناتوانیٔ ایں گرمیت زیاں دارد
تبارک اللہ چندیں دلے کہ سوے تو رفت — یکے چہ گوئی از آں جملہ خانماں دارد
زباں نماند ز نامت ہنوز سیرے نیست
دریغ خسروِ مسکیں کہ یک زباں دارد

۸۹۱[3]

بتم چو روے سوے خانہ کتاب آرد — زخلق اگر نہ کند رُخ نہاں کہ تاب آرد
رخش جریدۂ حسن است اندریں معنی — لبش بہ درجۂ حسن خطِ مشکِ ناب آرد
مگر ز عارضِ او می برد جلالت آب — کہ قطرہ ہاے عرق بر رُخ از حباب آرد

---

[1] در "ن" محذوف است۔

[2] بیت در "ن" محذوف است و دو بیت ذیل زائد است ؎

مگر کہ جاں بتواں بردازے مسلماناں — کسے ز بے غمی اندر جہاں نشاں دارد
روا مدار کہ مردار جاں دہم ہیشت — کہ چشمِ مستِ تو ہم تیر و ہم کماں دارد

[3] غزل در "ن" محذوف است۔

اگر به مجلسِ ما چنگ سر فرو نارد — بگو به مطربِ عشاق تا رباب آرد

اگر تو گوش کنی دُرِّ نظمِ خسرو را
به تحفه هر نفست گوهرِ خوشاب آرد

و

۹۲ سلہ

صبا نسیمے ازآں آشنا نمی آرد — شدم خراب ندانم چرا نمی آرد؟

خوش ست باد ولیکن چه سود، چوں خبرے — ازآں مسافرِ دُورِ ما نمی آرد

بکشت، کندنِ جانم ز هجر و مُردن نیست — اجل چگونه کنم جاں خدا نمی آرد؟

کرشمه چند کنی بر من آخر ایں جانے ست — نمی دمد ز زمین و صبا نمی آرد

نمی برد به فلک زاہدیم ہزار دعا — چه فائده چو جوابِ دعا نمی آرد؟

ز گشتِ کوے تو از بس که بندِ رفته ز جا — چناں شدست که خود را بجا نمی آرد

ہزار خوش دلی آرد فلک ہمی خسرو
دمے چه چاره که بارِ گدا نمی آرد

۹۳ سلہ

نظر زِ روے تو خورشید بر نمی گیرد
فلک به پیشِ تو نامِ قمر نمی گیرد

به زیرِ پایت چو گل می کند درم ریزی
بنفشه می چیند و سرو بر نمی گیرد

کسے که بر لب و خال تو می نهد انگشت
کدام نکته که او بر شکر نمی گیرد؟

چنیں که از لبِ تو می چکد شکر عجب است
که آں دو لعلِ تو بر یک دگر نمی گیرد

---

سلہ ۵۱ در "ن" غزل محذوف است۔

سلہ ۵۲ در "ن" غزل محذوف است۔

صدف چو غزه بدین شد که من دهانِ تو ام
چرا دهان قدرے تنگ تر نه می گیرد

به آهِ خسروِ بے دل حواله باید کرد ؛
به عالم آتشِ عشقِ تو در نه می گیرد

۸۹۴[1]
سپیده دم که جهانے ز خواب برخیزد
نقابِ شب ز رُخِ آفتاب برخیزد

ز بادِ صبح که بر اوجِ آسمان گذرد
ز روے شاهدِ مشرق نقاب برخیزد

خوش آن کسے که نشیند به باده وقتِ سحر
نمازِ خفتنِ مست و خراب برخیزد

به رُوے دریا گنبد کنان رود چو سحاب
کسے که از سرِ مے چون حباب برخیزد

کجاست ساقیِ بیداربخت و خواب آلود؟
که بهرِ دادنِ جامِ شراب برخیزد

غلامِ نرگسِ مستم که بامداد پگاه ؛
قدح به دست گرفته ز خواب برخیزد

به آفتاب بگوئید بر نیاید تا
ز خوابِ خوش مَلَکِ کامیاب برخیزد

کجاست خسروِ شب زنده داشته که به صبح؟
به دست کرده دلے چون کباب برخیزد

---

[1] در "ن" بیت محذوف است .

۸۹۵

غمم بہ کُشت بہ کارِ جہاں کہ پردازد ٭ دلم اسیر شد و نیز جاں کہ پردازد؟
من و زیارتِ حاجات و کنجِ ویرانہ ٭ درایں بلا بہ غمِ خانماں کہ پردازد؟
ہزار شمعِ جمال آیدم بہ پیشِ نظر ٭ دلم بہ سوختنِ خود بداں کہ پردازد؟
بدیں صفت کہ تو مشغولِ حُسنِ خویشتنی ٭ بہ چارۂ دلِ بے چارگاں کہ پردازد؟
بہ ہمرہیِ تو رفتن بہ باغ بیہودہ ست ٭ کہ پیشِ تو بہ گل و ارغواں کہ پرد[1]ازد؟

روا مدار بہ دوری ہلاکِ خسرو از آنک
بہ جز وصالِ تو با عاشقاں کہ پردازد؟

۸۹۶

جہاں[2] چو بینم چوں دیدنی نہ می ارزد ٭ خوش است دہر بہ پُرسیدنی نہ می ارزد
ازآں ست خوابِ اجل چشم بندِ جملہ جہاں ٭ کہ نقشہائے جہاں دیدنی نہ می ارزد
مکن ز چرخِ مُدَوَّر گلہ چو می دانی ٭ کہ جورِ جام بہ جو ریدنی نہ می ارزد
مرو بہ درگہِ خلقِ جہاں کہ در دنیا ٭ ہمہ متاع بہ کوبیدنی نہ می ارزد
مخند شاد بہ زرہائے زعفرانی رنگ ٭ بہ جانِ تو کہ بہ خندنی نہ می ارزد
ہزار گونہ گل است اندریں چمن لیکن ٭ چو بے وفاست ہمہ چیدنی نہ می ارزد

مخور بہ رفقِ غمِ یار بے حسد خسرو
کہ پشتِ گاؤ بہ خاریدنی نہ می ارزد

۸۹۷

بہ راہِ عشق سلامت چگونہ در گنجد (ب)
زہے محال کہ در شوقِ خواب و خور گنجد
چہ تیرِ غمزہ کشاید رفیق تیر انداز
نہ دوستی بود ار در میانِ سر گنجد

---

[1] در "ن" بیت ذیل زائد است ؎ بر آستانِ تو میرم کہ زیرِ دیوارت ٭ چو جان ہم بہ منِ ناتوان ک
[2] در "ن" غزل محذوف است۔

چو ما در آرزوے آستانش خاک شویم
غبارِکیست کہ در زلفِ آں پسر گنجد؟
سخن ہماں قدرے گو کہ من توانم زیست
نمک ہماں قدرے زن کہ در جگر گنجد
بہ دیدۂ تو کہ با خویش کردہ بد خوئی
نہ مردمی بود ار مردمِ دگر گنجد
ہماں[۵۱] بضاعتِ عشقت بیارد بر دل نہ
کہ دردِ غم بہ دلِ تنگ بیشتر گنجد ؎
بہ چشمِ تنگِ تو چندیں کہ نازِ رعنائی ست
چہ خوش بود کہ اگر شرم ایں قدر گنجد
مپوشِ روے ز خسرو کہ تا ذخیرۂ حشر
رُخت بہ بینم چنداں کہ در نظر گنجد

۸۹۸[۵۲]

خطے کہ بر سمن آں گل عذار بنویسد
بنفشہ نسخۂ آں بر بہار بنویسد
نسیم بادِ صبا شرحِ آں خطِ ریحاں
بہ مشک بر ورقِ لالہ زار بنویسد
بسا رسالہ کہ در آبِ چشمِ ما دریا
بہ دیدہ بر گہرِ آبدار بنویسد
بہ روزگارِ تو اند اسیرِ دردِ فراق
کہ شمۂ اے ز غمِ روزگار بنویسد
بہ یادِ لعلِ تو ہر لحظہ چشمِ من فصلے
بدیں دو لعلِ جواہر نگار بنویسد
سوادِ خطِ تو یا قوت اگر دہد دستش
بر آفتاب بہ خطِ غبار بنویسد
حدیثِ خونِ دلم ایں خلیفۂ چشمم
ازآں بہ گردِ لبِ جویبار بنویسد

---

۵۱ در "ن" بیت محذوف است۔

۵۲ در "ن" غزل محذوف است۔

فلک چو قصّۂ منصور بشنود خسرو
بہ خون سوختہ بر پائے دار بنویسد

۸۹۹

سرم فدات چو تیغِ تو گردِ سر گردد
دلم نہ ماند کہ تیرِ ترا سپر گردد

چو بر زمیں گذری ہیچ جانور نہ زید
دلے بہ زیرِ زمیں مُردہ جانور گردد

مخور فریب جوانی بہ حسن دہ روزہ
کہ آفتاب چو بر اوج رفت در گردد

تو بر نہ گشتی جانا کہ بخت با سہم داد
مباد ہیچ کسے را کہ بخت بر گردد

دلم بہ روئے تو مستسقی است بر لبِ آب
کہ ہر چہ بیش خورد آب تشنہ تر گردد

چہ تاب جرعۂ دُردی کشانِ عشق آرد
تنک دلے کہ ہم از بوئے بے خبر گردد

ز دل چگونہ فراموش گردد آں کہ دمے
ہزار بار بہ جانِ خراب در گردد

نہ آرزوست کہ خسرو بہ درد گرید، لیک
چو دل بہ سوزد ناچار دیدہ تر گردد

۹۰۰

چو نقشِ چشمِ تو آمد در دلِ حزیں گردد — مرا نفس بہ دلِ خستہ تیغِ کیں گردد
ترا بہ دیدہ کشم، لیک غیرتم بہ کشد — کہ با تو مردمکِ دیدہ ہم نشیں گردد
شدہ ست خاک بہ کویت ہزار عاشق بیش — بدیں ہوس کہ تہِ پائے بر زمیں گردد

کجا سلامتِ دلہا بہ کوے تو جاے | ہزار بار بلا گردِ عقل و دیں گردد
چہ پرسیم غمِ شبہا کہ چوں رود تا روز؟ | تمام شب بہ دلش چوں تو نازنیں گردد
قبولِ تو نہ شود قطرہاے خوں از چشم | اگرچہ حقۂ من لعل راستیں گردد
خیالِ بوسہ ہمی گردد م بہ سینہ، دلے | کجاست بخت کہ اندر دلت ہمیں گردد؟
شبے کہ خواہم دل را سبک کنم باخویش | غم آیدم بہ دل و کوہ آہنیں گردد

در اہلِ شہوتِ خسرو مجوے عشق کہ عقل
چو [illegible] ذوقِ مگس گردِ انگبیں گردد

غ سلہ ۹۰

دلے کہ نرگسِ مستش بہ ناز بستاند | کراست زہرہ کہ زاں حیلہ ساز بستاند
زہے نوالۂ شیریں دہانِ آں کس را | کہ چاشنی خود از آں لب بہ گاز بستاند
بہ برد جانم و لے کاشکے کہ نہ دہد باز | نہ داد بوسہ و یارب کہ باز بستاند
خوشا جوانی و مستیِ من در آں ساعت | کہ من پیالہ دہم او بہ ناز بستاند
خیال برد صلاحِ مرا کہ ردنیے او | مرا ز خویشتن اندر نماز بستاند
بر آستانش برم آبِ دیدہ را بہ نیاز | مگر کہ تحفۂ اہلِ نیاز بستاند
کسے کہ دل ز خمِ زلفِ او بروں آرد | کبوترے ست کہ از چنگ باز بستاند[1]

قوی دلے کہ بہ معشوقِ او سپر سازد
نکو دلے کہ ز محمود ایاز بستاند

سلہ ۹۰[2]

اگر نسیمِ صبا زلفِ او برافشاند | ہزار جانِ مقید ز بند برہاند
منش بہ [illegible] وازدو رخ نہم بر خاک | مرا بہ بیند و از در و رخ بگرداند

---

[1] در "ن" بیت ذیل زائد است:

دلم فرو شد و صد جاے تارِ مویش را | ز ہجر جامۂ عمر دراز بستاند

[2] در "ن" غزل محذوف است.

قدِ خمیدهٔ خود را همی کنم سجده　　از آں جهت که به ابروے دوست می ماند
اگر مرادِ تو جان است کارِ جاں سهل است　　چه حاجت است که چشمت به زور بستاند؟
بساز چارهٔ بیچارگانِ خود امروز　　که کارِ وعدهٔ فردا کسے نمی داند
ز روے دوست صبوری نمی توانم کرد　　چرا که تشنه صبوری ز آب نتواند

کنوں که کارِ منِ خسته از دوا بگذشت
بگو طبیب مرا تا قدم نه رنجاند

۹۰۳

نسیمِ زلفِ[۴] تو دل را درون بجنباند　　بلاست چشمِ تو چوں تیغِ خوں بجنباند
چو باد بر سرِ زلفت رود ز هر جانب　　بسا که سلسله هاے جنوں بجنباند
یکے نمی زند و دل همی برد چشمت　　چو جادوے که لب اندر فسوں بجنباند
بسوخت جانم و روے دلش نه شد که به درد　　سرے بسوزِ منِ بے سکوں بجنباند
به خفتِ بختِ فلک هم نه مهرباں که گهے　　ز خوابِ پهلوے بختِ نگوں بجنباند
میانِ خلق نگریم که ناله اے دارم　　که دردهاے کهن از دروں بجنباند

تو با به هوش نه ای مستِ ناز پرورده
که عرش را دمِ خسرو ستوں بجنباند

۹۰۴

اگر ز پیشِ[۵] برانی مرا که بر خواند　　دگر مراد نه بخشی که از تو بستاند
به دستِ تست دلم حالِ او تو می دانی　　که حالِ آتشِ سوزنده شمع می داند
برفت آں که بلاے دلِ منست آفتِ جاں　　مگر خداے تعالیٰ بلا بگرداند
چه او فتاد که آں سروِ راستیں برخاست　　خبر برید به دهقاں که سرو بنشاند
چراغِ مجلسِ روحانیاں فرو میرد　　گر او به جلوه شبے آستیں برافشاند
تحیتے که فرستاده شد بداں حضرت　　گر ایں مقوله نه خواند در او فرو ماند

---

[۴] و [۵] در "ن" غزل محذوف است۔

سرشکِ دیدۀ خسرو چنیں کہ می بینم
اگر بہ کوہ رسد کوہ را بہ غلطاند

۹۰۵
کسے کہ بوئے تو اش در دماغ می افتد — ز زندگانی خویشش فراغ می افتد
شدم ز زلفِ تو دیوانہ، آہ مسکینے — کہ ایں خیالِ کجش در دماغ می افتد
بہ قطرہ سوزِ دلِ من ہمی کشد زیں چشم — چو شعلہ شعلہ گلے کز چراغ می افتد
نہ می زید کہ دل سوختہ ہست خوردنِ او — بگوے اگرچہ کہ بر کشتہ داغ می افتد
خبر ز داغ دلم می رہد بہ بوئے جگر — ز خونِ دیدہ کہ بر جامہ داغ می افتد
ز بہرِ سوزشِ مرغاں بہ باغ من چہ دم؟ — کہ نالہ می کنم آتش بہ باغ می افتد
من اوفتادہ بہ پایاں نہفتہ پیشِ درش
لبش بہ خندہ کہ خسرو بہ لاغ می افتد

۹۰۶
وفا ز یار جفاکار چوں نہ می آید — جفا ز یارِ وفادار ہم نہ می شاید
جفا چہ باشد و نامِ وفا کہ باز برد؟ — بہ حضرتے کہ دو عالم بہ ہیچ بر ناید
مرا ز جملہ جہاں صحبتِ تو می باید — ترا ز خدمتِ من ذرّہ اے نہ می باید
بہ رغمِ خاطرِ من قولِ دشمناں کردی — چہ طالعے ست مرا آہ تا چہ پیش آید
منوش مے بہ حریفانِ سفلہ طبع خسیس — کہ تا بہ وقتِ خمارت صداع نفزاید
بہ آبِ روئے محبّت کہ بے غرض بشنو — کہ از مصاحبِ ناجنس ہیچ نکشاید
بہ ترس از آہِ دلِ من کہ مبتلاے توام — بہ سالہا دگرت کے چو من بدست آید
بہ روزِ وصلِ تو دارد خبر دلِ شادے — مرا دو دیدہ شبِ ہجر خوں بہ آلاید
اگرچہ خلوتِ خسرو منوّر است وے
بہ جز حضورِ تو اش ہیچ در نہ می باید

---

سلہ و سلہ در "ن" غزل محذوف است۔

۹۰۷

کدام شب[۱۵] که ترا در کنار خواهم کرد؟ | بنای خانهٔ عمر استوار خواهم کرد

کدام روز من بی قرار بی سامان | به زیر پای تو آخر قرار خواهم کرد

به آب دیده نگار کفت نه خواهم شست | به خونِ دل کف پایت نگار خواهم کرد

کنون نه ماند سرِ انتظار و می ترسم | که دیده در سرِ این انتظار خواهم کرد

دلم که تختهٔ شد از دستِ غم چو آئینه | نگاه دار که ناگه فگار خواهم کرد

مرا دو دیده یکی شد میانِ خون تا کی | دو چشم با چو تو شوخی چهار خواهم کرد

مرا مگوی که در کارِ عشق کن جان را | اگر من این نه کنم خود چه کار خواهم کرد

حدیثِ عشقِ تو بسیار داشتم پنهان
ز حد گذشت کنون آشکار خواهم کرد

۹۰۸

نه بخت آن که به سوی تو راه خواهم کرد[۱۶] | ز خواب یا به خیالت نگاه خواهم کرد

چنین که جان به لب آمد مرا ز دردِ فراق | شکیب سهل بود چند گاه خواهم کرد؟

چو هیچ قصهٔ شبهای مات باور نیست | کنون ستاره دُمی را گواه خواهم کرد

نه می رود ز من آن آفتِ نظر ترسم | که عمر در سرِ این یک نگاه خواهم کرد

به پوشِ چشمِ من از آبِ دیدگان امروز | که من نظارهٔ آن کج کلاه خواهم کرد

گذر چه می کنی آخر به سویم ای ساقی | مکن که توبهٔ عمرم تباه خواهم کرد

زبهر آن که نه بینم برابرت سایه | ز دودِ سینه جهانی سیاه خواهم کرد

چرا مقابلِ روی تو می شود آخر؟ | مبین در آئینه جانا که آه خواهم کرد

جفا که می رود امشب ز هجر بر خسرو
حکایت ار به زیم صبح گاه خواهم کرد

۹۰۹ ب

اگرچه با تو حدیثِ جفا نه خواهم کرد | ولیک تا به توانم وفا نه خواهم کرد

---

۱۵ در "ن" غزل محذوف است۔

به راه وصل به یک بوسه جان خواهم یافت — ولیک وقت شمردن وفا نه خواهم کرد
خطاست بوسه زدن بر لب دهان تو لیک — تو خواه تیغ به زن من خطا نه خواهم کرد
چو دین به کار بتان رفت پیش بت پس ازین — نماز اگرچه نباشد روا نه خواهم کرد
هر آن نماز که ناکرده ماند پیش بتان — اگر خدای نه خواهد قضا نه خواهم کرد
"وان یکاد" به روی نکو به خواهم خواند — نه بهر دیدن به دهم دعا نه خواهم کرد

چو دل به رفت ز خسرو چه سود بند صبر؟
چو دل بیامد وقف شما نه خواهم کرد

۹۱۰ غ

مرا غمی ست[1] که پیدا نه می توانم کرد — حکایت دل شیدا نه می توانم کرد
تو حال من خود ازین روی زرد بیرون بر — که من به روی تو پیدا نه می توانم کرد
درون خون شد و سختی جان من بنگر — که دل هنوز شکیبا نه می توانم کرد
بدین خوشم که تو باری درون جان منی — من ار به خاطر تو جا نه می توانم کرد
مگر تو خود به کرم باز بخشی این دل ریش — که من ز شرم تقاضا نه می توانم کرد

گذاشتم دل خسرو به زلف تو، چه کنم
ز دزد خواهش کالا نه می توانم کرد

۹۱۱ و

شب وفات[2] غمم باز کار خواهد کرد — دو چشم تیره ستاره شمار خواهد کرد
خیال یار گذر کرد این طرف ای صبر — بیا که باز مرا بی قرار خواهد کرد
مرا ز تنگی خاطر هوای این خانه — چنین که می نگرم سایه وار خواهد کرد
دلم به صحبت رندان همی کشد دایم — دعای پیر خرابات کار خواهد کرد

---

[1] در "ن" غزل محذوف است [2] در "ن" دو بیت ذیل زائد است ــ
به کینه ای بت نامهربان چنین خونم — مخور که این می ات آخر خمار خواهد کرد
چو یار دید که قصد رقیب دارم گفت — گدا نگر که به سگ کارزار خواهد کرد

گریز نیست ز تو، ہر جفا کہ ہست بکن — کہ بندہ ہر چہ بود اختیار خواہد کرد
مگو حکایتِ او اے رقیب بد چندیں — کہ در دلم ہمہ شب خار خار خواہد کرد
مشو وبال زدہ اے اجل تو در حقِ من — کہ آں چہ مصلحتِ تست یار خواہد کرد

بہ عشق مرد شود کشتہ دیں ہنر خسرو
اگر حیاتِ بود مرد وار خواہد کرد

۹۱۲

منم کہ تا زیم، از عشق مست خواہم بود — براہِ خوباں چوں خاک پست خواہم بود
چو عقل از سرِ تقوےٰ ز دست رفت کنوں — شراب بر سر و ساغر بہ دست خواہم بود
کلید[1] بادہ در انداختہ بہ پردۂ دل — خدائے تا درِ توبہ نہ بست خواہم بود
بہ بردِ حسنِ بتاں دینم اے مسلماناں — چو ہندواں پس ازیں بت پرست خواہم بود
از اشتیاقِ تو در رنج نیست خواہم شد — در آرزوے تو تا عمر ہست خواہم بود
بہ سینہ زن نہ بہ دیدہ خدنگ غمزہ ازانک — ز دیدہ من بہ تماشائے شست خواہم بود
خطِ تو گفت در آغاز خواستن کاینک — منم کہ فتنۂ اہلِ نشست خواہم بود
دل از خطِ تو مرا گفت "رو بہ گلشن و باغ" — کہ من بہ سایۂ آں خار بست خواہم بود
صلاحِ کاہش جان ست، عشق خواہم باخت — فسادِ لذتِ عیش ہست مست خواہم بود
نگارِ من عملِ زلفِ خود مرا فرمائے — اگر چہ روز و شب اندر شکست خواہم بود

چو خوردہ ہم بہ ازل جامِ عاشقی خسرو
ہمیشہ مستِ شرابِ الست خواہم بود

۹۱۳

نہ بیش ازیں[2] مژہ زیں گونہ خوں فشانم بود — نظارۂ تو بلا شد کہ آں زمانم بود
زباں حدیث تو می گفت دوش و دل می سوخت — رسید کار بہ جان و سخن ہمانم بود
خیال وے رسنم بستہ در گلو می گشت — ہنوز زل بہ سوئے زلفِ تو کشانم بود

---

[1] بیت محذوف است در "ن" [2] در "ن" غزل محذوف است

بکش مراد ز سر زنده کن به خویش آخر    به جانِ کالبدے چند زنده دانم بود

درآں جہاں من و عشقت، گذاشتم به درت    تنِ خراب که همراهِ ایں جہانم بود

جدا شدے ز فراقِ تو بند بندم، لیک    ز جرعه ہاے تو پیوندِ استخوانم بود

به ناز گوئی "خسرو صبور باش به عشق"

چرا نه باشم جانا اگر توانم بود؟

۹۱۴

صبا ز زلفِ[1] تو بوے به عاشقاں آورد    نسیمِ آں به تنِ رفته باز جاں آورد

ہزار جاں سزد از مژده گر به باد دہند    که نزدِ دل شدگاں بوے دلستاں آورد

خبر ز چینِ سرِ زلفِ مشکبوے تو داد    صبا چو از دلِ گم گشته ام نشاں آورد

اگر نه جانِ عزیزی، چرا دمے بے تو    به کامِ دل نفسے بر نمی تواں آورد

دلم ز لطفِ تو رمزے به گوشِ تو می گفت    ز شوق مردمِ چشم آب در دہاں آورد

ہزار بوسه لبم زد ز شوقِ بر دہنم    ازاں که نامِ دہانِ تو بر دہاں آورد

به شستِ ہجرِ تو بر جانِ بے قرارم زد    ہر آں خدنگ که ایام در کماں آورد

کسے به قربتِ تو دست یافت چوں خسرو؟

که رو به سوے تو و پشت بر جہاں آورد

۹۱۵

خطابِ طلعتِ تو ماهِ زمیں کردند    فرشتگاں همه بر رویت آفریں کردند

به زیرِ[2] سرِ خمِ موے برائے کشتنِ خلق    ہزار فتنه چو دزدانِ شب کمیں کردند

ازاں گہے که برآمد خطِ تو گردِ عذار    بسا کساں که چو خط خانه کاغذیں کردند

به ناتوانیِ چشمِ تو خواست قربانی    خوشم که طره و زلفت مرا گزیں کردند

بتاں[3] که دست نمودند خلق را در خوں    به عهدِ تو همه دست اندر آستیں کردند

ز خاک[4] مہر گیا رست خود کجا به درت؟    کساں ز دانهٔ دل تخم در زمیں کردند

---

۱ در "ن" غزل محذوف است ۲ و ۳ و ۴ بیت در "ن" محذوف است

اگر فرشتہ شود بستہ چوں مگس نہ عجب ¹⁵ | از آں لبے کہ چو جلاب انگبیں کردند
زمن سوال کنی گر چہ مست و مدہوشی | زچشمہات کہ تاراج عقل و دیں کردند

زنند طعنہ کہ "رسوا چرا شدی خسرو؟"
"مرا قضا و قدر چوں کنم، چنیں کردند"

۹۱۶ ¹⁶

چو خط سبز تو بر آفتاب بنویسند | بہ دود دل سبق مشک ناب بنویسند
حدیث لعل رواں پرور توے خوارا | بہ دیدہ بر لب جام شراب بنویسند
بسا کہ بادہ پرستان چشم ما ہر دم | برات مے بہ عقیق مذاب بنویسند
معین است کہ طوفاں دگر پدید آید | چو نام دیدۂ ما بر سحاب بنویسند
سیاہی ار نہ بود، مردماں دریا را | حدیث موج سرشکم بہ آب بنویسند
سواد شعر من و آب دیدہ وصف نجوم | شبان تیرہ بہ مشک و گلاب بنویسند
محرران ز لک شرح آہ دل سوزم | بہ یک رسالہ کہ بر ہفت باب بنویسند
خطے کہ مردم چشمم سواد کرد جواب | مگر بہ خون دل آں را جواب بنویسند
برات من چہ بود دگر بر آں لب شیریں | بہ مشک سودہ ز بہر ثواب بنویسند

سزد کہ بر رخ خسرو قلم زنان سرشک
دعاے خسرو عالی جناب بنویسند

۹۱۷

جماعتے کہ ز ہم صحبتاں جدا باشند | چگونہ با خرد و صبر آشنا باشند؟
ہلاکت من بے چارہ از کسانے پرس | کہ چند گہ ز عزیزان خود جدا باشند
ز بندہ پرسی کا خر کجا ہمی باشی؟ | ز خان و ماں بدر افتادگاں کجا باشند؟
بہ شہر چوں تو حریفے بلاے توبہ خلق | عجب نہ زاہد و صوفی کہ پارسا باشند
شراب صاف و سلامت نہ بہر بے خبری ست | ولیک با خبراں تشنۂ بلا باشند

---

¹⁵ بیت در "ن" محذوف است ¹⁶ در "ن" غزل محذوف است

دلا ز کردۂ خود سوختی، نہ می گفتم | "کہ خوب رویاں البتہ بے وفا باشند
بلائے عشق بہ کش خسروا چو آں مرغاں
کہ صید چنگلِ شاہینِ پادشا باشند

۹۱۸ [1]

نہ با تو نسبتِ سرو و چمن شود پیوند | نہ شاخ سبزہ بہ شاخ سمن شود پیوند
خوش است دولتِ آنم کہ جاں بہ جاں پیوست | کجاست بخت کہ تن ہم بہ تن شود پیوند؟
لبسے نہ ماند کہ از رشتۂ درازِ فراق | لباسِ عمر مرا با کفن شود پیوند
بہ کشت بندِ بُرے زخمِ غمزہ اے خوردم | شگافِ تیغ کجا از سخن شود پیوند؟
بہ سوزِ دل مددے بر زباں کہ رخنۂ دل | بہ خونِ گرم نہ ز آبِ دہن شود پیوند
رسیدہ شد بہ من خسروا، نہ پندارم
کہ پیشِ خاکِ دلِ مرد و زن شود پیوند

۹۱۹ [2]

جوان و پیر کہ در بندِ مال و فرزند اند | نہ عاقلند کہ طفلانِ ناخردمند اند
جماعتے کہ بگیرند بہرِ عیش و نشاط | یقیں بداں تو کہ بر خویشتن ہمی خندند
خوش آں کساں کہ برفتند پاک چوں خورشید | کہ سایہ اے بہ سرایِ جہاں نیفگندند
بہ خانہ اے کہ رہِ جاں نہ می تواں بستن | چہ ابلہ اند کسانے کہ دل ہمی بندند
بہ سبزہ زارِ فلک طرب با صبا مانند | کہ ہر نہال کہ شاندند باز بر کندند
جمالِ طلعتِ ہم صحبتاں غنیمت داں | کہ می روند نہ زاں ساں کہ باز پیوندند
بساز توشہ ز بہرِ مسافرانِ وجود | کہ میہمانِ عزیز اند روز کے چند اند
اگر تو آدمی ای در کساں بطنز مبیں | کہ بہتر از من و تو بندۂ خداوندند

---

[1] در "ن" غزل محذوف است۔

[2] ایں غزل در تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی موجود است و در "ن" و تذکرہ بیت ذیل اضافہ است ؎

بقا کہ نیست ترا وہا صلے ہمہ ہیچ ست | چہ بنگری ہمہ مردم بہ ہیچ خورسند اند

ترا به از عملِ خیر نیست فرزندے — که دشمنند شها زادگان نه فرزندند

مجوے دنیا اگر اہلِ معنی ای خسرو
که از ہمائے به مردار میل نپسندند

۹۲۰ [۱]
فسرده را سخن از عاشقی نه باید راند — که گردِ عافیت از آستیں جانِ فشاند
به سوزِ عشق دلم پیش ازایں ہوس برے — کنوں که شعله برآمد نمی توانش نشاند
بیار ساقی جام و بساز مطرب چنگ — که در سن آں که نشانِ صلاح بود نماند
زگریه می نه توانم نوشت نامه به دوست — وگر جواب به سد نیز می نیارم خواند
شبے که دست در آغوش کرد خسرو را
چرا به گردن او تیغ آبدار بماند؟

۹۲۱ [۲]
چو کارہائے جہان ست جمله بے بنیاد — حکیم در شے ننہاد کار ہا بنیاد
مشو مقیم در آبادیٔ خرابِ جہاں — چو کس مقیم نماند درایں خراب آباد
مبیں که ملک فروبست شمعِ دولت را — بسے چراغِ سلیماں که کشته گشت زباد
مبرز بادِ غرور ار بلند پیے داری — که خس بلند شد از باد لیک باز افتاد
چو ہست بندۂ خلق آدمی ز بہرِ طمع — خوش آں کسے که ازیں بندگی بود آزاد
چناں بزی که نه میری اگر توانی زیست — چه ہر که ہست به عالم بہلے مُردن زاد
از آنِ خویش مداں خسروا که عاریت است
متاعِ عمر که دادند باز خواہی داد

۹۲۲ [۳]
دل زتو بے غم نه توانیم کرد — درد ترا کم نه توانیم کرد
جرعه اے از جامِ جفا می کشیم — رطل دمادم نه توانیم کرد
گرد غمت بر دلِ مسکین ما — آں چه که بہر غم نه توانیم کرد

---

[۱] و [۲] و [۳] در "ن" غزل محذوف است۔

پیشِ تو خواہیم کہ آہے کنیم — آہ کہ آہم نہ توانیم کرد
از خنکی ہاے دمِ سردِ خویش — دستِ فراہم نہ توانیم کرد
با دلِ ریش از تو بہ ہر غصہ اے
قصۂ مرہم نہ توانیم کرد

۹۲۳

تا رخِ تو زلف ترا پیش کرد[1] — زلفِ تو مہ را بہ پسِ خویش کرد
چشمِ تو دی ملکِ جہاں می گرفت — مست شد آں غمزہ و فرویش کرد
دوش دہانت نمکے می فشاند — قطرہ چکید و جگرم ریش کرد
کرد دلم پارہ و دانی کہ کرد؟ — تیرِ تو اے کافرِ بدکیش کرد
چشمِ تو در خواب شد او را بگوے — درنہ تواں بر سگِ خود پیش کرد
خامۂ خسرو نہ تواند نوشت
آں چہ غمت بر منِ درویش کرد

۹۲۴

در تو کسانے کہ نظر می کنند[2] — ہستیِ خود زیر و زبر می کنند
صندلِ دردِ سرِ عشق است از آنک — خاکِ درت تکیۂ سر می کنند
از پےِ بوے تو نفسہاے من — خاصیتِ بادِ سحر می کنند
خندہ کہ بر من دو لبت می زنند — نرخِ گل و شکلِ گہر می کنند
توشہ جگر پختہ ام از بہرِ آنک — جان و دلم ہر دو سفر می کنند
عقل مرا کار فزایانِ عشق — کہنہ درختیست کہ بر می کنند
پند کہ گویند بہ دل سوزیم — سوختہ را سوختہ تر می کنند
خسرو، اگر سیر ز جا نیستند
خلق در آں رو چہ نظر می کنند

---

[1] و [2] در "ن" غزل محذوف است.

۹۲۵
مگر فتنہ[1] عشق بیدار شد | کہ خلوت نشیں سوے خمار شد
بگوئید با پیرِ دیرِ مغاں | کہ ایں کفر و تسبیح زنار شد
عجب نیست سِرِّ انا الحق از آں | کہ مانند منصور بر دار شد
ایا دوستاں موسم یاری است | کہ کارم بدیں گونہ دشوار شد
ایا عاشقاں موسم زاری است | کہ احوال یاراں چنیں زار شد
مگر بخت سودلے زلفش دلم | کہ در چنگ محنت گرفتار شد

بہ عیاری آموخت خسرو کنوں
کہ جویاے آں شوخ عیار شد

۹۲۶
غ
سبزہ ہا تو دمید و یار نیامد | تازہ شد باغ و آں نگار نیامد
نوبہار آمد و حریف شرابم | بہ تماشاے نوبہار نیامد
چشمِ من جوئبار گشت ز گریہ | سروِ من سوے جوئبار نیامد
آمد آں گل کہ باز رفت ز بستاں | وہ کہ آں آشناے بار نیامد
عمر بگذشت و زاں مسافرِ بدخو | یک سلامے بہ یادگار نیامد
خوب دیاں بسے بدیدم لیک | دلِ گم گشتہ بر قرار نیامد
با چنیں آہ و اشک چو باراں | شاخِ امیدِ من بہ بار نیامد
آں صبوری کہ تکیہ داشت برد دل | در چنیں وقت ہیچ کار نیامد
خونِ دل خوردم و بہ سوختم آرے | بہ کس آں بادہ خوشگوار نیامد

انچہ از غم گذشت بر دلِ خسرو
ہر کہ را گفتم استوار نیامد

۹۲۷
نافہ[2] چیں ز خاکِ کوے تو زاد | لالہ از باغِ روے تو زاد

---

[1] و [2] در "ن" غزل محذوف است

غنچه گز بوی گشت صد آبستن — عاقبت چون به زاد بوی تو زاد

گرچه از موی کوه کم زاید — کوهِ غم در دلم ز موی تو زاد

هم به طفلی همه جهان بگرفت — غمِ دل کاندر آرزوی تو زاد

سوی ما جز وفا نمی زاید — هر جفای که زاد سوی تو زاد

بنده خسرو به ناخوشی خو کرد

به جز از تو مگو ز خوی تو زاد

۹۲۸

دادِ من آن بتِ طراز نه داد[۱] — پاسخی نیز دل نواز نه داد

خوابِ ما را به بست و باز نه کرد — دلِ ما را ببرد و باز نه داد

به کرشمه نه دید سوی کسی — که به یک غمزه دادِ ناز نه داد

کرد راجع براتِ بوسه لبش — عارضش چون خطِ جواز نه داد

به سرِ سرو چون تو نتوان گفت — که کسی دل بدان دراز نه داد

بر سنت دل نه سوخت، گرچه مرا — عشق مجز سوزِ جان گداز نه داد

تو چه دانی "نیاز مندی چیست"؟ — چون خدایت به کس نیاز نه داد

داد خسرو به عشق جان و هنوز

دادِ مردانِ پاک باز نه داد

۹۲۹

داد خواهم[۲]، اگر به خواهی داد — خواهم از آهِ صبح گاهی داد

جور کم کن چو آرزوی ترا — بر دلِ من خدای شاهی داد

خطِ تو از برای کشتنِ من — فتوی خونِ بی گناهی داد

غمِ دل می نهفتم، آبِ دو چشم — در حقِ من به خون گواهی داد

---

[۱] در "ن" بیت ذیل زائد است ــ

لذت عیش و کارسازی بخت — از که جویم چو کارساز نه داد

[۲] در "ن" غزل محذوف است ــ

ای پسر دیدهٔ سفیدِ مرا    خالِ مشکینِ تو سیاہی داد
سخنِ تست سلکِ مروارید    کابرِ نیساں زمہ بہ ماہی داد
بوسہ اے خواہ بر من از لبِ خویش
واں گہ از خاصِ خویش خواہی داد

۹۳۰

ت

زلفِ یارِ مرا بہ باد دہید    بادِ عنبر فشاں زیاد دہید
جادواں کز خطش سبق گیرند    شحنہ اے ہم از آں سواد دہید
اے کسانے کہ نزدِ یارِ من اید    از منش زود زود یاد دہید
سوئے او رفتہ اید، می ترسم    کہ شما نیز دل بہ باد دہید
از لبِ من بہ پاے او گہ گاہ    بوسہ بہ دہید و بر مراد دہید
خرد سالے ہمی کند بیداد    اے بزرگانِ شہر داد دہید
اشکِ خسرو ہمی رود ز فراق
گر توانیدش ایستاد دہید

۹۳۱

و

عاشقاں را چو نامہ باز کنید    نامِ من بر سرش طراز کنید
زہد رفت ست اے مسلماناں    بادہ نوشید و چنگ و ساز کنید
گر شما دینِ عاشقاں دارید    بعد ازیں پیشِ بت نماز کنید
گاہِ مُردن شنیدم از محمود    گفت "رویم سوئے ایاز کنید"
من غلامِ شمایم اے خوباں    بہ کرشمہ گر ہزار ناز کنید
چند باشید مستِ حُسن آخر؟    چشمہا را ز خواب باز کنید
دیدہ باشید آں جوانِ مرا    صفتش پیشِ بندہ باز کنید
با چناں قامتے اے صنوبر و سرو    شرم ناید کہ پا دراز کنید
بشنوید ایں حکایتِ خسرو    پیشِ آں سروِ سرفراز کنید

۹۳۲

جاں ثمرِ انگشتِ آں نگاریں دید — عقل انگشتِ خویشتن بگزید

باد بوئیش بہ بوستاں آورد — غنچہ بر خویش پیرہن بدرید

ہر شبے در ہوائے لعلِ لبش — ماہِ چشمم سرشک مروارید

عاشقاں جاں نثارِ او کردند — زلفِ ہندوش یک بیک برچید

عالمے در غمِ لبش بودند — ہیچ کس طعمِ آں شکر نہ چشید

ہر کس از وے حکایتے گفتند — کس بہ کنہِ کمالِ او نہ رسید

ہر دلے از کمندِ عشق بجست — باز زلفش بہ دامِ عشق کشید

ہر کہ در قیدِ عشق شد مجنوں — تا قیامت ز بندِ او نہ رہید

ہمچو خسرو بسوخت از رخِ او
ہر کہ آں شیوہ و شمائل دید

۹۳۳[1]

تا ترا جسم و جاں شکار بود — ہر کہ را دل بود فگار بود

کشت خالِ لبِ تو ام آرے — مگسِ شہد زہر دار بود

ہر کسے کز لبِ تو می نوشد — تا زید ہم در آں خمار بود

آں زمانے کہ سوے تست دو چشم — ایں دوا کاشکے دوچار بود

ہر کہ در کوے شاہداں مے خورد — پیشِ ما مسجدش چہ کار بود؟

پارسائے کہ چوں جوانان ست — در نمازش کجا قرار بود؟

مست اگر دوزخیست گو می باش — عاشقاں را ز توبہ عار بود

غم مرا سوخت در چہ شرح دہم؟ — بے غماں را کسے استوار بود؟

گریہ[2] ام خوش نیایدت، گہ گہے — شربتِ درد خوشگوار بود

پاے تو زیں سپس و سرِ خسرو — عمر باید کہ پائدار بود

---

[1] در "ن" غزل محذوف است [2] بیت در "ن" محذوف است۔

۹۳۴

پیشِ روئے تو یاسمیں کہ بود؟ — پیشِ لعلِ تو انگبیں کہ بود؟

ہر کجا نامِ طرۂ تو برند — نافۂ خامِ تو سنیں کہ بود؟

گل کہ او می برد ز بادِ صبا — با چناں روئے نازنیں کہ بود

چوں بہ بینم کہ پا نہی بہ زمیں — سر نہم من بہ ہر زمیں کہ بود

خسروت شد غلام و بندہ ولیک

بجز از بندہ ایں چنیں کہ بود؟

۹۳۵

دل کہ نزدِ عشق پارہ پارہ بود — دل نہ گویم کہ سنگ خارہ بود

پیر مردے کہ از تقاضائے جوال — خوں نہ خوردہ ست شیر خوارہ بود

اے کہ مہ با کمالِ خوبیٔ خویش — پیشِ روئے تو پیش کارہ بود

ہر کہ یک بار دید روئے ترا — تا زید در غمم دوبارہ بود

گر ز کافر بود ہزار سوار — چشمِ تو میر آں ہزارہ بود

چوں لبت را بہ گاز پارہ کنم — لب نہ باشد نبات پارہ بود

نیست یک چارہ وصل را دانگاہ — می زیم من ہزار چارہ بود

خاکِ پائے تو می کشم در چشم — مگر ایں اشک را کنارہ بود

ہر شبے خسرو است و بیداری

مونسش گر بود ستارہ بود

۹۳۶ — غ

عشقِ تو ہر گزم ز سر نہ رود — وز دل ایں آرزو بدر نہ رود

گر بر آید ز دوریت صد سال — ہم خیالِ تو از نظر نہ رود

گر ترک خفتت و خیز، تا خورشید — پیشِ بالائے بام بر نہ رود

---

سلہ و ۵ در "ن" غزل محذوف است

۵ در "ن" بیت محذوف است و بہ جایش بیت ذیل اضافہ است سہ

صبر من رفت تا عدم بہ رسید — گز بہ پائے تو پیش تر نہ رود

بوسہ دہ کہ تشنگیِ شراب — ہرگز از شربتِ دگر نہ رود

آں کہ اورا لبِ تو بد خو کرد — آرزوے وے از شکر نہ رود

چہ کنم در دلت نہ می گنجم؟ — زاں کہ در سنگ موے در نہ رود

گر سر از عشق می رود، گو "رو" — لیک باید کہ درد سر نہ رود

خسروا جاں بہ شوق بخش کہ مرد

اندریں راہِ پُر خطر نہ رود

۹۳۷

دل ز نادیدنت بہ جاں نہ شود[1] — اگرم ہوش بیش ازآں نہ شود

مخرام ایں چنیں بہ ناز کہ تا — خلق را جان و دل زیاں نہ شود

دیدہ را خاکِ پاے وشن شد — نور بر دیدہ ہا گراں نہ شود

تو چہ ساں می رہائیم بارے — تنِ مردہ بہ حیلہ جاں نہ شود

عشق پشتم شکست دی کیش گرایں ست

تیرِ خسرو چرا کماں نہ شود؟

۹۳۸

یار ما را از آنِ خویش نہ شد[2] — بہر بیدادِ او بہ کیش نہ شد

دوش در پاش دیدہ می سودم — پاش آزردہ دیدہ ریش نہ شد

می دہم جاں بہ عشق و می دانم — کہ کسے را از آنِ خویش نہ شد

از تو محروم می روم چہ کنم؟ — عمر روزے ز عہد بیش نہ شد

صنما غمزۂ تو قصابے ست — کہ پشیماں ز خونِ میش نہ شد

تا بہ روے تو چشم کردم باز — ہم بہ رویت کہ بیش پیش نہ شد

دلِ خسرو کہ از قرار برفت

برقرار نخست بیش نہ شد

---

[1] و [2] در "ن" غزل محذوف است

۹۳۹

هر که بر گفتهٔ تو گوش نهد — ز آتشِ دل به سینه جوش نهد

رویت از زلفِ عنبرین مه را — حلقهٔ بندگی به گوش نهد

سروِ ثابت قدم به پیشِ قدت — نه تواند که پا به هوش نهد

خلق را لعلت از شکر بکشد — خون بها بر شکر فروش نهد

نیشِ زنبورِ غمزهٔ تو خورد — از لبت هر که دل به نوش نهد

شد خیالِ تو راست با خسرو
روزے ار رنج نهد هوش نهد

۹۴۰

لاله پیشِ رخت کله بنهد — مشکِ تر زان خطِ سیه بنهد

غنچه در نوبتِ جوانیٔ تو — سر نه بیند اگر کله بنهد

چشمِ نرگس که خویشتن بین ست — دیده پیشت به خاکِ ره بنهد

جزیهٔ روے چون گلت هر سال — بوستان بر بهار گه بنهد

شب که آبستن ست از خورشید — پیشِ صبحِ رخِ تو زه بنهد

تو مرا کشتی و به گردنِ او — خونِ من کو ترا گنه بنهد

بوسه ها دزد دا از لبت خسرو
وز برائے رکابِ شه بنهد

۹۴۱

عاشقی مرد را سزائے دهد — اشک را سوے دوست راه دهد

محنتِ عالم آزمایش را — بر دلِ محنت آزمائے دهد

سوختم از غم و چنیں باشد — هر که دل را به دلربائے دهد

رنج بر من دریں سرائے گذشت — دادم ایزد دران سرائے دهد

کیست کو را ز من خبر گوید؟ — شاه را قصهٔ گدائے دهد

---

[illegible] غزل محذوف است

حالِ من گر دمے چنیں باشد | دل بہ تو شوخ دلربائے دہد
گفتۂ عقل را بہ خود بگذار | عقلِ دیوانہ را خدائے دہد
سخنم جائے می کند در سنگ | گویم ار در دلِ تو جائے دہد
میہماں شو شبے کہ تا خسرو
با تو شرحِ نفیر و نائے دہد

۹۴۲

ہر کہ دل با غمِ تو یار کند | تیغ را بر سر اختیار کند
ہر کسے را محل کجا کہ قدم | در رہِ عشق استوار کند؟
چوں تو برقع بر افگنی، ایام | صحنِ آفاق پُر نگار کند
ور بہ جولاں در آری اشہبِ حسن | چشمِ خورشید پُر غبار کند
گر وصالِ تو تا بہ صد فرسنگ | غم ز نزدیکِ من فرار کند
اندر آں آرزو ست خسرو نیز (ق) کہ شبے بر درت قرار کند
بس ز لعلِ تو بوسہ ہا دزدد
بر رکابِ تو تا نثار کند

۹۴۳ ۞

صبح پیشِ رُخِ تو دم نہ زند | سرو پیشِ قدت قدم نہ زند
نقشِ شیرینت بیند ار شاپور | گرچہ تیغش زنی قلم نہ زند
خضر پیشِ لبت بہ آبِ حیات | لب چہ باشد کہ دست ہم نہ زند
نرگست چوں سپاہ غمزہ کشد | عقل جز خیمہ در عدم نہ زند
سرِ من و آستانِ تو، ہر چند | کہ مسلماں درِ صنم نہ زند
تنم از بارِ عشقِ تو خم شد | کیست کز بارِ عشق خم نہ زند
چشم می زن ز دیدہ بر خسرو | کہ بہ شب پلک خود بہم نہ زند

---

۞ ۹۴۲ و ۹۴۳ در "ن" غزل محذوف است۔

۹۴۴

از دہانت سخن[51] بہ کام رسد — از لبانِ تو مے بہ جام رسد

از پئے بستنِ لب، از زلفت — ہر شبے صد ہزار دام رسد

زلفت ار چاشت گہ بہ پیمایم — تا بہ پایاں نماز شام رسد

بہ سلامت جاں بہ باد دہم — آں زماں کز تو ام سلام رسد

تو کنی جور و تیرِ نالۂ من — ہم بدیں جانِ ناتمام رسد

خام کاری مکن مبادا امروز — کآتشِ من بہ چوں تو خام رسد

وصل و ہجرت بہ کینہ کارِ من اند — تا ازیں ہر دو ام کدام رسد؟

وصل اگر دست داد ہم درپے — ہجر ناگہ بہ انتقام رسد

کشد از ہجر و غصہ گر روزے

بندہ خسرو بداں غلام رسد

۹۴۵

وقتِ آں[52] شد کہ گل شگفتہ شود — چشمِ نرگس ز مے غنودہ شود

خواہد ابرِ دوندہ را گیرد — سرو از بس کہ در ہوا بہ دود

معتدل شد ہوا چناں کہ ز چرخ — بر چمن بادِ گرم ہم نہ رود

آتش لالہ را ہمی بیند — زاغ چوں ہندواں نہ می گردد

می زند مرغ نغمہ ہائے کہ چناں — ہر زمانے ز دست می بہ شود

باد گوشِ بنفشہ می پیچد — کہ ز بلبل سخن نہ می شنود

ساقیا گر ترا چنیں وقتی

گذری بر من او فتد چہ شود

۹۴۶

لبِ لعل تو جز کہ جاں نہ برد — آشکارا برد نہاں نہ برد

جاں بدینساں کہ می برد لبِ تو — ہیچ کس از لبِ تو جاں نہ برد

---

[51] و [52] در "ن" غزل محذوف است۔

نہ رود مہ براوج در شبِ تار — تا ز زلفِ تو نرد باں نہ برد
پیش ازاں برخودم یقینے بود — کہ دلم ہیچ دل ستاں نہ برد
تو بہ بردی ہمہ یقینِ دلم — بر طریقے کہ کس گماں نہ برد
چشمِ پُر خوں کشم بہ پیشِ تو لیک — کس جگر پیشِ میہماں نہ برد
بر دو چشمم رواں بود کشتی — کایں ہمہ عمر بر کراں نہ برد
بردا ز ضعف ہر طرف بادم — ہرگزم بر تو ناگہاں نہ برد
خسرو افتاد بر درِ تو چو خاک
باد را گو "کز آستاں نہ برد"

۹۴۷
از نکو بد[۵۱]، نکو نہ می آید — تو نکوئی نکو نہ می آید
با من ار بد کنی، نکو کن از آنک — بد جز از تو نکو نہ می آید
می روی سوے باغ با آں لطف — آب در ہیچ جو نہ می آید
آں کہ خورشید می کند بر چرخ — تو کنی بہ کز او نہ می آید
عقلِ من با تو رفت دیں طرفہ — کہ تو می آئی او نہ می آید
تابِ سنگیں دلت نہ دارم من — کارِ سنگ از سبو نہ می آید
دلِ خسرو کہ در ہواے تو ماند
جاے دیگر فرو نہ می آید

۹۴۸
مدتے شد[۵۲] کہ یار می ناید — واں بتِ گل عذار می ناید
جانِ خود را شکار کردم — رغبتش بر شکار می ناید
می شمارند بس کہ یارانش — بندہ خود در شمار می ناید
تا بر آورد گرد از دلہا — زد دلے بر غبار می ناید

---

۵۱ و ۵۲ در "ن" غزل محذوف است۔

روزگارے کہ پیشم آمد از او | پیشِ او روزگار می ناید
آرزو دیم کنارِ او چہ شود ؟ | کارزو در کنار می ناید
دلِ من کز قرارِ خویش برفت | دیر شب بر قرار می ناید
مکن اے دوست ذکرِ صبر بہ عشق | کہ مرا استوار می ناید

خسروا گردِ عشق می گردی
مگرت جاں بہ کار می ناید

۹۴۹

ب

شب کہ بادم ز سوے یار آمد | مست گشتم کہ بوے یار آمد
آبِ چشم دوید از سرِ جاں | پاے کوباں بہ سوے یار آمد
گریۂ خویش و گریۂ دگر است | کابِ رفتہ بہ جوے بار آمد
می کنم یاد و می خورم حسرت | ہر چہ خوردم ز جوے یار آمد
نیک نبود کہ بد کنم دل اگر | بد ز زردے نکوے یار آمد

خویش را نیز کردگم خسرو
جستن دل کہ سوے یار آمد

۹۵۰

ہر کرا[1] خالِ عنبریں باشد | گر کند ناز نازنیں باشد
غمزہ ات چوں کمیں کند بر خلق | ترکِ جاں بازِ در کمیں باشد
روے تو خرمنِ گلے ست از آنک | خرمنِ ماہ خوشہ چیں باشد
تا ترا نیز قصدِ جان و دل است | کارِ ما نز دِ عقل و دیں باشد
در سماعے کہ عشق بازاں را | بزم پُر آہِ آتشیں باشد
آستیں بر فشاں کہ بہر نثار | ہمہ را جاں در آستیں باشد
پیشِ رُخسارۂ منورِ تو | روے خورشید بر زمیں باشد

---

[1] در "ن" غزل محذوف است ۔

آفریں بر جمالِ تو کہ بر او
ز آفرینندہ آفریں باشد

سنہ ۹۵۱

ہر کرا یار یار می افتد | مقبل و بختیار می افتد
اے بسا دُر، کہ در محیط سرشک | ہر دمم در کنار می افتد
عقرب او چو حلقہ می گردد | تاب در جانِ مار می افتد
شامِ زلفش چو می دود در چیں | شور در زنگبار می افتد
گر نہ مست ست جادوئیش زچہ رو؟ | بر یمین و یسار می افتد
گلِ صد برگ را دگر در دام | ہمچو بلبل ہزار می افتد
چوں ز حالش ہمی کنم تقریر | بخیہ بر روئے کار می افتد
دلم از شوقِ چشم سرمستش | دم بہ دم در کنار می افتد
رحم بر آں پیادہ کو ہر دم | در کمندِ سوار می افتد

ہر کہ او خوار می فتد خسرو
ہمچو ما بادہ خوار می افتد

سنہ ۹۵۲

دیدہ با تو چو ہم نظر گردد | ناوکِ فتنہ را سپر گردد
ہر کہ از دردِ عشق ناخبر است | چوں ترا دید، با خبر گردد
زلف روئے کہ بر رخت گذرد | سایہ از جا شست بیشتر گردد
تا خیالت درونِ خانہ بود | صبر می کن برونِ در گردد
کیمیائے ست آتشِ عشقت | کہ از آں روئے بندہ زر گردد
قصۂ من دراز شد ز غمت | در بہ گویم دراز تر گردد
می خورم غم بہ یادت، اما زہر | گہے بہ یادِ شکر شکر گردد

---

سنہ ۵۱ در "ن" غزل محذوف است۔ ۵۲ و ۵۳ شعر محذوف است در "ن"

من ز برگشتن تو می میرم — زاں نہ میرم کہ عمر برگردد
خسرو از کاہشِ تو شد نئے خشک
بوسۂ دہ کہ نیشکر گردد

۹۵۳

عاشق آں[1] از سینہ جاں بروں گیرد — تا غمت را بہ جاں دروں گیرد
روے او گر شود گرفتہ بہ بیں — گر نہ بینی کہ ماہ چوں گیرد
دیگراں از پری فسوں گیرند — از دو چشمت پری فسوں گیرد
محنت و غم حریف و مونس وے — چوں تو اند کہ دل سکوں گیرد
بے تو ایں چشم خوں گرفتہ بسے
آخر ایں آب چند خوں گیرد؟

۹۵۴

با تو در سینہ[2] جاں نہ می گنجد — تو درونی از آں نہ می گنجد
تنگ دارد دلِ مرا کہ درو — جز تو کس لے جواں نہ می گنجد
آں چنانی نشستہ اندر دل — کہ نفس ہم در آں نہ می گنجد
می نہ گنجی تو در میانۂ جاں — لیک جاں درمیاں نہ می گنجد
غمِ تو آشکار خواہم کرد — چہ کنم در نہاں نہ می گنجد
عشق در سر فتاد و عقل برفت — کایں دو دریک مکاں نہ می گنجد
تا کہ خسرو زباں کشاد از تو
سخنش در جہاں نہ می گنجد

۹۵۵

غ
شیوہ کاں ترکِ ماہرو داند — قتلِ یارانِ مہر جو داند
گرد لم خوں کند و گر سوزد — من کیم زان اوست او داند؟

---

[1] در "ن" غزل محذوف است [2] در "ن" بیت ذیل زائد است ــ .
ناتوانم ز عشق و ہیچ علاج — در منِ ناتواں نہ می گنجد

گل چه داند که درد بلبل چیست؟ — او همین کار رنگ و بو داند
شاهد مست گاه سنگ انداز — سر درویش را سبو داند
هر که در عشق دیده را تر کرد — آبروی خود آب جو داند
چند گویی "دلت که دزدیدست؟" — بنده چشم ترا نکو داند

بی زبان شد ز دیدنت خسرو
کاو همه کار گفتگو داند

۹۵۶[۵۱]

دیده در خون سزای می بیند — کان خط مشک سای می بیند
می رود مست و می بمیرد خلق — کان رخ جان فزای می بیند
پای بر دیده می نهد و ز شرم — دیده بر پشت پای می بیند
گرچه فریاد می کند سلطان — که به سوی گدای می بیند
کور بادا رقیب کت هر روز — در میان سرای می بیند
می کند بر دلم کرشمه بسی — ناز را نیز جای می بیند
جور رویت به هر که می گویم — روی آن دلربای می بیند
دل که نشنید پند و عاشق شد — اینک اینک سزای می بیند
دیدهٔ من چه است این که دلم؟ — از چه تو خودنمای می بیند

از جفا سوی من نه می بینی
مکن آخر خدای می بیند

۹۵۷[۵۲]

شحنهٔ غم دو اسپه می آید — صبر نزدیک من نه می پاید
روزگارم به خشم می نارد — و آسمانم به سرمه می ساید
رفت روزی که با تو خوش بودیم — هرگز آن روز رفته باز آید؟

---

۵۱ و ۵۲ در "ن" غزل محذوف است

لب چه خائی برای کشتنِ من — خود فلک پشتِ دست می خاید
زاں لبِ آسایشے بده دل را — زاں که از گریه می نیاساید
بعد از اینم به بندِ زلف مبند — کز چنیں بستہ ہیچ نکشاید
خسروت چوں به عشق شد بنده
خوانی اش گر غلامِ خود، شاید

۹۵۸
دہنت[1] را نفس نه می بیند — گہرت ہست و کس نه می بیند
یک نفس نیست کز دہانِ تو دل — تنگیے در نفس نه می بیند
بلبلے چوں من از گلت محروم — شکرت جز مگس نه می بیند
برگ کاہے شدم زغم، چه کنم؟ — چشمِ تو سوے خس نه می بیند
یک شبے خیز و میہمانِ من آے — فتنه خفته عسس نه می بیند
با تو گویم که "از غمِ تو چه است — کایں دل بوالہوس نه می بیند"؟
می رسد گرد لم کند فریاد — لیک فریاد رس نه می بیند
آب چشمم که از سرم بگذشت — می رود، ہیچ کس نه می بیند
نه شود صبر نالۂ خسرو
کارواں در جرس نه می بیند

۹۵۹
اگر آں[2] ماه مہرباں گردد — غمِ دل غم گسارِ جاں گردد
آں که چوں نامش آورم بر لب — ہمه اجزاے من زباں گردد
در کنم یادِ ناوکِ چشمش — مو بر اعضاے من سناں گردد
چوں کنم نقشِ ابرویش بر دل — قدِ چوں تیرِ من کماں گردد
من ز شرمِ جمالِ تو ہر ماه — در حجابِ عدم نہاں گردد

---

[1] و [2] در "ن" غزل محذوف است

یارب ایں آسیاے دولابی — چند بر خونِ عاشقاں گردد؟
چوں دلم با غمِ تو گوید راز — درمیاں خانہ ترجماں گردد
چوں ز لعلت سخن کند خسرو
شکر از منطقش رواں گردد

۹۶۰

خمِ زلفت[1] کہ مشکِ چیں آمد — با گل و لالہ ہم نشیں آمد
لبِ لعلِ تو کاں پُر از گہر است — خاتمِ حسن را نگیں آمد
کوہ را سایہ دار نتواں کرد — جز دو زلفت کہ بر سریں آمد
گرچہ گل نازمی کند بر شاخ — نہ چو روے تو نازنیں آمد
اے کہ پیکانِ تیرِ غمزۂ تو — تشنۂ خونِ حورِ عیں آمد
صورت ایں کن کہ چینِ ابرویت — صورتِ حسن را چو چیں آمد
بہ گزیدم لبت کہ خوں آید — خوں بروں نامد انگبیں آمد
از شبِ زلف بہ رُست دلم
گشت روشن کہ خسرو ایں آمد

غ ۹۶۱

دل ز روے[2] تو دور نتواں کرد — با رخت یادِ حور نتواں کرد
جورِ تو در رخِ تو نتواں گفت — گلہ اندر حضور نتواں کرد
چشم بد دور از چناں روئے — کہ ازو چشم دور نتواں کرد
ہم چناں سادہ خوشتر ست لبت — کاں شکر را بزور نتواں کرد
گہ بہ گریم گہے غزل خوانم — دل بدیں ہا صبور نتواں کرد
بخت باید نہ زیرکے کہ بہ جہد — ماتمِ خویش سور نتواں کرد

---

[1] در "ن" غزل محذوف است [2] در "ن" بیت ذیل زائد است ؎

بہ زبانے کہ یابم از چو توئے — خویشش را در غرور نتواں کرد

سوخت چوں شمع جانم و زیں شمع
کارِ خسرو بہ نور نتواں کرد

۹۶۲
دلبرم[۱] بے وفاست چتواں کرد؟ میل او با جفاست چتواں کرد؟
چوں دلِ پادشاہِ کشورِ حسن فارغ از ہر گداست چتواں کرد؟
ماجرا ہا میانِ حسن و وفاست حسن و درازِ وفاست چتواں کرد؟
دلبرِ بے وفائے عہد شکن چوں نہ بر عہدِ ماست چتواں کرد؟
از غمت جاں بہ لب رسید مرا چوں ترا ایں رضاست چتواں کرد؟
آں بتِ سست عہدِ سخت کماں ظلم پیشش رواست چتواں کرد؟
چوں ہنوز آں نگارِ شہر آشوب بر سرِ ماجراست چتواں کرد؟
دل بہ شوخی ربود از دستم دلبرِ دل رباست چتواں کرد؟
کلیے اختیارِ تو خسرو
چوں بہ دستِ قضاست چتواں کرد؟

۹۶۳
با رخت[۲] شب چراغ نتواں کرد بے رخت سینہ داغ نتواں کرد
پیشِ تو آفتاب نتواں جست روزِ روشن چراغ نتواں کرد
از دو زلفت کماں شدست تنم خود کماں زد و زاغ نتواں کرد
باز کن لب کہ از چناں تنگی میل سوئے فراغ نتواں کرد
گر ز باغِ رخت برے بہ خورم نظرے ہم بہ باغ نتواں کرد
خشم در سر کنی بہ ہر سخنے با تو زیں بیش لاغ نتواں کرد
بوئے خسرو ہمی کشی بہ دماغ
بیش ازیں ہم دماغ نتواں کرد

---

[۱] و [۲] در "ن" غزل محذوف است۔

۹۶۴

آں چہ یک چند آب حیواں کرد | لب لعلت ہزار چنداں کرد
---|---
چوں بدید آفتابِ تنگ لبت | لعل را زیر سنگ پنہاں کرد
ابر از رشکِ دُرِّ دندانت | گوہرِ خویش را پریشاں کرد
تو بتِ آذری و نقشِ رخت | آتشِ سینہ را گلستاں کرد
تا نہ روید گلے چو تو در باغ | از دمِ سردِ من زمستاں کرد
چشمِ بد دور از چناں روئے | کہ ازو چشم دور نتواں کرد؟
عاشقاں را نہاد چشمِ تو بند | واں گہ اندر چہِ زنخداں کرد
دل در آویخت جعدِ تو بہ رسن | واں گہ از غمزہ تیرباراں کرد
ہیچ روئے[سلہ] نہ گشت سایہ کہ غم | نہ سرم را چو سایہ گرداں کرد

گشت ویراں ز گریہ خانۂ چشم
غم چنیں چند خانہ ویراں کرد

۹۶۵

دل بدین[سلہ] و بد و نہ خواہم داد | جز بہ یار نکو نہ خواہم داد
---|---
بے تو اے آرزوئے سینۂ من | سینہ را آرزو نہ خواہم داد
مہرِ تو بر کسے نہ خواہم بست | آبِ حیواں بہ جو نہ خواہم داد
گر بہ بستاں شگوفہ خواہم شد | بے وفائی چو تو نہ خواہم داد
بوسہ اے گفتہ ای توقف چیست؟ | یا بدہ، یا بگو، نہ خواہم داد
بارخت سوئے گل نظر نہ کنم | دل بہ رنگ و بہ بو نہ خواہم داد

سگِ کویت گزید خسرو را
بعد ازیں ہم ازو نہ خواہم داد

۹۶۶

دلِ یا درد[سلہ] را کجا یابند؟ | گو نہ زرد را کجا یابند؟

---

سلہ در "ن" بیت محذوف است سلہ و سلہ در "ن" غزل محذوف است

بارِ اندوه بے دلاں چہ خوش است؟ — نفسِ سرد را کجا یابند؟
خوب رُوے من از بتاں فرد است — ایں چنیں فرد را کجا یابند؟
چوں منے کو، کہ حالِ من پرسد؟ — یارِ ہمدرد را کجا یابند؟
صبرم از دستِ غم گریخت کنوں — آں جہاں گرد را کجا یابند؟
ہر کہ در عشق جاں نہد مرد است — ایں چنیں مرد را کجا یابند؟

سگِ کویت خسرو اندر عشق
شیرِ ناورد را کجا یابند؟

۹۶۷

شکنِ[۱] زلف باز خواہی کرد — بر مہ از شب طراز خواہی کرد
روزہ داریم، رُخ بپوش ارنہ — روزہ بر ما دراز خواہی کرد
راست کردی ز ابرواں محراب — می نماید نماز خواہی کرد
بر گدائی بہ کویت آیم لیک — در برویم فراز خواہی کرد
کشتمت جور و گوییت کہ "مکن" — گرچہ صد بار باز خواہی کرد

کارِ خسرو ز دست شد، وقت است
گر ز ظلم احتراز خواہی کرد

۹۶۸

منا[۲] زاے بت چیں کہ چیں ہم نہ ماند — قرارِ جہاں ایں چنیں ہم نہ ماند
بہ بحرِ غم ار عاشقاں کشتہ گردند — شکرخندۂ نازنیں ہم نہ ماند
نہ جم ماند ایں جا نہ نقشِ نگینش — چہ نقشِ نگیں بل نگیں ہم نہ ماند
نماند بہ چیں ہیچ بت خانہ آورخ — چہ بت خانہ چیں کہ چیں ہم نہ ماند
بہ چرخِ بریں می کنی تکیہ دایم — برآئی کہ چرخِ بریں ہم نہ ماند
چہ مونس ہمی گیری از ہر قرینے؟ — کہ مونس نہ پاید، قریں ہم نہ ماند

---

[۱] و [۲] در "ن" غزل محذوف است .

سخن گوئی اگرچہ سحر آفرین است | سرانجام سحر آفریں ہم نہ ماند

چو خسرو بہ جز نالش غم نہ ماندہ ست

ازاں ترسم آں دم کہ ایں ہم نہ ماند

۹۶۹

اگر دلبرےؔ چوں تو جائی برآید | بہ ہر جا کہ شیند بلاے برآید

قدِ تست چوں در گلستاں درآئی | اگر سرورے اندر قباے برآید

برآید بہ ہر جا گل اما چو روبت | بہ نزدیک ما دور جاے برآید

بہ کوے تو ہر سال از خونِ خلقے | ز ہر سبزہ مردم گیاے برآید

رسد نالۂ من ز پیشت بہ جاے | کہ از ہفت گنبد صداے برآید

عنایت کن اندر حقِ بندہ خسرو

مگر از تو کارِ گداے برآید

۹۷۰

چو آں شوخ شب در دلِ زار گردد | مرا خواب در دیدہ دشوار گردد

دلم گردِ آں زلف گردد ہمہ شب | چو دزدے کہ اندر شبِ تار گردد

شب و روز گردد در آں کوے جانم | چو بادے کہ بر بام و دیوار گردد

بلائی جز ایں نیست بر جانِ مسکیں | کہ آں شوخ در سینہ بسیار گردد

مرا کشت و بیداری بخت ما را | ہوس ہم نیاید کہ بیدار گردد

چو بیزار شد یار جاں کیست بارے؟ | رہا کن کہ او نیز بیزار گردد

گرفتار از طعنِ بدگوے یارب | بہ روزِ بدِ من گرفتار گردد

چگونہ کند وصف آں رُوے خسرو

کہ در دیدنش عقل بیکار گردد

---

سلہ در "ن" غزل محذوف است سلہ بیت محذوف است در "ن" سلہ بیت ذیل در "ن" زائد ست سہ

طبیبم ہماں بہ کہ سویم نیاید | کہ ترسم ز دردِ من افگار گردد

۹۷۱ بدان[1] دل فریبی کہ گیتی نماید ؛
خردمند را دل نہادن نہ شاید
چہ بندی دل اندر خیالاتِ عالم
کہ آئینہ رُو عاریت می نماید
گرہ ہاے غمزہ مبیں سخت و محکم
کہ چہر خش نہ دید آں نگرمی کشاید
چہ بیہودہ گوئی کہ "پایندہ مانم" ؛
تو مانی اگر زندگانی نہ پاید ؛ ؛
کسے زندہ ماند بہ معنی ز صورت ؛
کہ از راہِ صورت بہ معنی گراید
دلِ خلق سنگین و دل در خرابی ؛
از آں سنگہا ایں عمارت نہ شاید
خس است آدمی چوں گرفتارِ زر شد
چو آں کاہ کش کہربا می رباید ؛
ز اصحابِ ناجنس زادے نیابی
کہ اشتر شود جفت و کرہ نہ زاید
چو تو تلخ گوئی ہمان است پاسخ ؛
عدو گاہِ دشنام شکر نہ خاید
بداں ماند از خام جستن بصیرت
کہ بر خشتِ خام ابلہی سر نہ ساید

---

[1] در "ن" غزل محذوف است۔

## حرف دال

حدیث جہاں گر ز من راست پرسی
دروغے ست آساں کہ خسرو سراید

۹۷۲[۱]

برآں است جانم کہ تا گہ بر آید — چوں از بہر یک دیدنت می نہ پاید
مزن غمزہ چوں من ز ہجران بمردم — کہ کس تیغ بر کشتگاں نازماید
از آں دیدہ بر خاک پائے تو سایم — کہ زنگار اشکم ز راہت زداید
دلت در قبا راست کاری ندانند — چو کج باشد آئینہ روکج نماید
اگر در وفا ہائے وعدہ بخیلی — جواں مردی عشق چندیں نشاید

مگو خسروا ترک دل بند خود گیر
دلم باد گر کس لجامی کشاید؟

۹۷۳[۲]

ز من بشنو اے دل کہ خوباں چہ چیزند — عزیزان قومند و قومے عزیزند
بہ لعل چو آتش جہانے بسوزند — بہ تیغ مژہ خلق را خوں بریزند
کمان ابرو انند با تیر غمزہ — بہ خوں ریختن ہمچو شمشیر تیزند
بجز در چشمانش خود کس ندیدہ ست — کہ مستاں بہ ہشیار مردم ستیزند
بہ چشم آہوانند و مردم بصورت — ازاں ہمچو آہو ز مردم گریزند
نشستن بدیشاں کجا می توانند؟ — کساں کز سر دین و دنیا نہ خیزند

نیابند یک ذرہ بے مہر ایشاں
اگر خاک خسرو پس از مرگ بیزند

۹۷۴[۳]

خوش آں شب کہ چشم برآں ماہ بود — مژہ ہر زماں اشک پالائے بود
بیا اے جہاں در سر من بگردد — کہ ایں سر شبے زیر آں پائے بود
تنم بر در دوست پامال گشت — چہ تدبیر چوں خاک آں جائے بود

---

[۱] درین غزل محذوف است [۲] درین غزل محذوف است [۳] درین غزل محذوف است

شب دوش ہم بدنبود از خیال
اگرچہ دراز و غم افزاے بود

زمئے ہاے دوشینہ مستم ہنوز
مئے کز دو چشم جگر زاے بود

بہ گویم چہ خوش داشت ذوقت مرا
سرودسے کہ از نالہ ذو واے بود

بکش زارم اے عشق کاں دل نہ ماند
کہ صبرِ مرا کار فرماے بود

بفصاد چندیں دلِ خلق دمی
کہ شانہ ترا گیسو افزاے بود

یکے کار زاں لب در یغم مدار
کہ تا بود خسرو شکر خاے بود

۹۷۵
تو گر دیستنن را بر خواہی نمود
کسے سرو و گل را نہ خواہد ستود

خطت کز لبانت بر آورد سر
بر آورد از خانِ عشاق دود

بہ خونِ کساں آستین بر زدی
ندانم کرا دست خواہی نمود

بہ بازی مزن غمزہ بر جانِ من
کہ کس تیغ بر دوستاں نازمود

زہجرم چہ پرسی کہ یارب مباد؟
زصبرم چہ گویم کہ ہرگز نبود؟

وزایں آشنائیم دستے مگیر
کہ سیلاب چشم زجا در ربود

زغم ناتوانم شفائے بنجش
ازآں پس کہ من مردہ باشم چہ سود؟

تو باآں کہ گفتِ کسے نشنوی
ولے گفتِ خسرو بہ باید شنود غ

۹۷۶
دو چشمت کہ تیر بلا می زند
چناں تیر بہرِ چرا می زند؟

کماں جانبِ دیگرے می کشد
ولے تیر بر جانِ ما می زند

زہے دیدہ کز شوخیئ ذوچا بکی
کجا می نماید کجا می زند

دو زلفِ تو از پشتئ روے او
شب تیرہ را در قفا می زند

---

...بیت درین غزل محذوف است ...ٔ درین بیت دیدہ اند است ... تو ور چمن می برد بانسیم بہار از صبا می زند

به هنگام رفتار بالای تو — تگ کبک را زاغ پا می زند
نوا می زند بلبل از راه عشق — ولی راه این بی نوا می زند
مریز آب خسرو همین غم بس است
که آتش درین مبتلا می زند
ت

۹۷۷

لبش در شکر خنده جاں می برد — شکیب از من ناتواں می برد
پیاله به کف چوں رواں می شود — دل عاشقاں را رواں می برد
کمر بسته در دل دروں می رود — پس آں گاه جاں از میاں می برد
چه مشکل است ایں وه که پیش حریف[1] — همی بگذرد دست و جاں می برد
گرم پرسد از بردن دل کسے — اشارت کنم کاں جواں می برد
سر زلف کآید همی بر لبش — نمک سوے هندوستاں می برد
نگارا جگر پخته کردم که چشم — خیال ترا میهماں می برد
شبے میهماں شو به بیں کآرزوت
صبوری ز خسرو چساں می برد

۹۷۸[2]

دل از بند زلفت رها کے شود؟ — دلت با دلم آشنا کے شود؟
نگوئی که از لعل سیراب تو — مراد دل ما روا کے شود؟
ولے مرهم لعل خود کام تو — به کام دل ریش ما کے شود؟
نمی شد دل از بند زلفش رها — کنوں دل نهادیم تا کے شود؟
کجا همدم و یار خسرو شوی؟
که شه هم نشیں گدا کے شود؟

۹۷۹

شبے آں پسر دل[3] من مست اگر ایں طرف گذر کند — چو نگه کند غم و درد من به دل آخرش اثرے کند

---

۱ بیت محذوف است در ن — ۲ غزل محذوف است در ن ۳ در ن غزل محذوف است

دل و جاں فدای نگاهِ او چو برای کشتن چو منی ... نگرد به سوی من و سخن به کرشمه باد گری کند

سخن وی است و سرشکِ من چو کنم به روی او ... که به کامِ او شکری نهد به دهانِ من جگری کند

ز چشم سمتِ تو خاکِ ره که ز دردِ دل به بر افگنم ... به از آں مفرح و بهتر آں که دوا نه دردِ سری کند

نگهی به خسروِ خسته دل سخنی کند که رسم به تو

مشنو دلا تو حدیثِ او که بهانه باد گری کند

غ

۹۸۰

تو رفته ای و ز تو نامه ای به من نه رسد[1] ... چگونه قصهٔ دردم به مرد و زن نه رسد؟

دلم که می پرد اندر هوای تو مرغی ست ... که از وطن به رود باز با وطن نه رسد

مرا کشی و نه پوشی به عیب من دامن ... شهید را چه تفاوت اگر کفن نه رسد

گرفت گریهٔ من دامن تو تسکین چشم ... اگر ز یوسفِ ما بوی پیرهن نه رسد

چناں همی رود اشکم که گر گشائی تیر ... به چشم من رسد اما به اشک من نه رسد

به مانند در شکن گیسوی تو دل هشیار

که آتشِ دلِ خسرو بداں شکن نه رسد

۹۸۱

از اشک من[2] به کویت جز سرخ گل نه روید ... زاں گل که بویت آید، میرد کسی که بوید

جایی که از لب تو بارانِ بوسه بارد ... دل غنچه غنچه خیزد جاں خوشه خوشه روید

چشمم که خورد خونم از بس که خوں گرفتش ... خود ریخت خود را بی آں که کس نه جوید

جانم فدایش چوں او خود را به خشم سازد ... با جمله در حکایت با من سخن نه گوید

زیں غم که از جدائی خسرو به سینه دارد

شاید که بر تنِ او هر موی او به موید

۹۸۲

زلفت صنما[3] تا فته چند یں چه نشیند؟ ... واں چشم تو با ابروی پرچیں چه نشیند؟

پروین چو رخسارهٔ تو هر صبح به خندد ... تا بر دلِ خورشید ز پروین چه نشیند؟

---

[1] مطابق نسخهٔ ن [2] مطابق نسخهٔ ت [3] مطابق نسخهٔ ن

گر بنشکر از دستِ تو بر خاک نشسته ست — ایں دیده بر آں قامتِ شیریں چه نشیند؟
در تیره نخواهد دلِ من حالتِ خود را — با گیسوئے مشکین تو چندیں چه نشیند؟
در شورتِ ریختنِ خون کسے نیست — خطِ تو بر آں طرّهٔ مشکیں چه نشیند؟
چوں وصلِ تو ما را نه دهد دست به بالیں — چندیں غمِ تو بر سرِ بالیں چه نشیند؟

تو شاد بزی گر خسرو نه نشستی
از ہجو توئی بر منِ مسکیں چه نشیند؟

۹۸۳

اگر سروِ من[۱] در چمن جا بگیرد — عجب باشد از سرو بالا بگیرد
چو شانه کند زلفِ عنبر فشاں را — جہانے بوئے عنبریں را بگیرد
به زلفش مدام از پئے خونِ دلہا — ہمه موے او یک دگر را بگیرد
کسے کو گرفتارِ آں رُو بشد او را — دل از جمله دو ہائے زیبا بگیرد
اگر بخت یاری دہد آید آں مہ — شبے با من و جامِ صہبا بگیرد
چناں حالم ایں چشم بر فرقِ پایش — کہ ایں دیده رنگ آں کفِ پا بگیرد

به دنبالِ آں سرو ہر روز خسرو
چو بادِ صبا راهِ صحرا بگیرد

۹۸۴ [۲]

به ہر جنبش کز در زلفت ز بادِ صبح گاه افتد — بسا دلہائے مسکیناں کز آں زلفِ دوتاه افتد
گل اندر خواب گاهِ نرگس افتد گرد زیں بو — ولیکن عشق بازاں را خسک در خواب گاه افتد
تو می رو مست و غلتاں گو ہزاراں تو به باطل گو — چه غم دار از آں شاہد کز زاہد در گناه افتد
ز چشمت کاروانِ صبرِ من تاراج کافر شد — مسلماناں کسے دیده ہست کاندر شہرِ ماه افتد؟
تو جولاں می زنی و طالباں چوں گردِ دنبالت — مبادا کاں عناں در دستِ مست اد گمراه افتد
سرم خاکِ ہسروے کہ چوں بیند بالایش — کلاه افتد ز سر بر خاکِ پیشش کلاه افتد

---

[۱] مطابق نسخهٔ ن [۲] مطابق نسخهٔ ن

هوس دارد که در پایت سر اندازی کند خسرو
ولیکن کے گدا را راه پیش پادشاه افتد؟

۹۸۵

بیا ساقی بده[1] مئے در ده که گل در بوستاں آمد | ز جام لاله بلبل مست گشت و در فغاں آمد
شرابے خورد غنچه از هوائے ابر در پرده | صبا ناگه لبش بوسید و بویش در دهاں آمد
میان غنچه و گل از پئے زر بود اشکالے | کشاد آں عقدهٔ مشکل صبا چوں در میاں آمد
نفیر بلبلاں نه گذاشت خوردن چشم نرگس را | شبے گر خوابے اندر دیدهٔ آں ناتواں آمد
اگرچه سرو را بادے ست در سر هم به پیش گل | قیامے می کند کازادگی را ایں نشاں آمد
اگرچه بوستاں بر روے هائے خوب شد از گل | بر روئے خویش روئے خوش آخر چوں تواں آمد؟
الا اے ماه خرگاهی که ماندی در پس پرده | بروں آے و تماشا کن که گل در بوستاں آمد

گلستانے ست خاک آستانت از رخ خوباں
که مرغ آں گلستاں خسرو سحر البیاں آمد

۹۸۶ [2]

هوائے خرم ست از هر طرف باراں همی بارد | نه گویم قطره کز بالا گل و ریحاں همی بارد
نگوں سرشاخهائے سبزه گوئی در همی جنبد | ز بس کابر در افشاں لولوے غلتاں همی بارد
چکاں قطره ز سرهائے انار تازه پنداری | که هر دانه که او دست اندروں پنهاں همی بارد
خوش آں وقتے که مطرب در سماع و نیکواں خرم | خراماں در میان سبزه و باراں همی بارد
ز بهر پائے خوباں را بساط سبزه می شوید | هر آبے کز هوا بر سبزه بستاں همی بارد
وے هر قطره بر جاں آب داده هست پیکاں | جدا افتادهٔ را کز مژه طوفاں همی بارد

هوائے ابر با هم صحبتاں خسرو غنیمت داں
که عیش و خوش دلی از صحبت ایشاں همی بارد

۹۸۷ [3]

هوائے خرم ست و ابر لولو بار می بارد | زلال زندگی بر شاخ خضر آثار می بارد

---

۱ مطابق نسخهٔ ن ۲ مطابق نسخهٔ ن ۳ مطابق نسخهٔ ن

به روئے سبزه‌ہائے ترکہ قطره می چکد، گوئی — کہ بر سطحِ زمرّد دانہ ہائے نار می بارد
گلِ سرخِ انار از شاخِ سبزش چوں چکاند خوں — تو پنداری کہ طوطی گوہر از منقار می بارد
خراماں سروِ من مست، و لطافت می چکد از وے — چہ نازست و کرشمہ وہ کزاں رفتار می بارد
ہوائے ابرِ عاشق را غم آرد، و آں ہمہ قطره — ز بہرِ جانِ عاشق خنجرِ خوں خوار می بارد
اگر غرقِ عرق رخسارۂ خوباں نہ دیدستی — نگہ کن قطره ہائے خوش کہ بر گلزار می بارد
فرشتہ چوں مگس پابستہ می گردد بہ شیرینی — چو در وصفِ تو خسروؔ شکر از گفتار می بارد

۹۸۸

ت

چو صبح از روئے[1] تو رانی نقابِ تار بکشاید — نسیم از ہر طرف صد نافۂ تاتار بکشاید
نہ باشد حاجتِ مطرب حریفانِ صبوحی را — چو مرغِ صبح گاہی نالہ ہائے زار بکشاید
خوش آں عاشق کہ خوابش بردہ باشد در پیِ جانے — چو خیزد ناگہاں، دیدہ بہ روئے یار بکشاید
غلامِ خوابِ آں شوخم کز آوازِ خوشِ ساقی — بہ صد ناز و کرشمہ نرگسِ بیمار بکشاید
دلت نکشاید الّا بالب و روئے بتاں خسروؔ — دلِ ہر کس دلے از سبزۂ گلزار بکشاید

۹۸۹

سفیدہ دم[2] چو دُر از ابرِ دُر فشاں بہ چکد — بہ کامِ لالہ و سوسن زلالِ جاں بہ چکد
رواں کن آں مئے چوں آفتاب گرما گرم — چناں کہ خوں ز نیا گوشِ دوستاں بہ چکد
شراب آبِ حیات ست و جانِ ما سرور — کہ مردہ زندہ کند چوں بہ خاکداں بہ چکد
خوشا کشیدنِ مئے بر بساطِ سبزہ چو ابر — کشیدہ باشد و باراں یگاں یگاں بہ چکد
چناں بہ آب خود آید چمن ز ابرِ بہار — کہ ہر زماں تری از شاخِ ارغواں بہ چکد
بہ روئے نازکِ گل تیز منگر اے نرگس — کہ خوں ز رویش ترسم کہ ناگہاں بہ چکد
ز شاخِ سبزہ چناں آب می چکد ز تری — کہ در خزانۂ خسروؔ بہ ہر زماں بہ چکد

---

[1] مطابق نسخۂ ن [2] مطابق نسخۂ ن۔

۹۹۰ ہوائے بوستاں[۱] خوش گشت و باده لطف جاں دارد — کنوں ہر کس کہ جاں دارد، ہوائے بوستاں دارد

سحرگہ بکر غنچہ باده ہا خوردہ ست در پرده — ہمہ سرخی ز رو بہ دہد گواہی، گر نہاں دارد

کنوں دل بستگیٔ غنچہ با گل کئے نہاں ماند؟ — کہ ہر چہ اندر دل غنچہ ست سوسن بر زباں دارد

از آں ہر لحظہ بینی تازه تر داغ دل لالہ — کہ بلبل روز تا شب نالہائے عاشقاں دارد

رہا کن تا ترا بینم، اگر مہ جاں می رود، "گو" رو" — کہ مشغول جمالت کئے سر تشویش جاں دارد؟

زماں مستے ست اکنوں توبہ از توبہ بکن خسرو
کہ کار امروز ساقی و مئے چوں ارغواں دارد

۹۹۱ [۲]

دل از رخ تو بہ گلہائے تازه رو نہ رود — کہ آرزوئے عزیزاں بہ رنگ[غ] و بو نہ رود

کسے کہ یاد لبت ہر دمش گلو گیر ست — نہ مئے کہ چشمۂ حیوانش در گلو نہ رود

خطے کشیده بہ افسوں بہ گرد روئے تو حسن — کہ ہر دلے کہ درو شد بہ ہیچ سو نہ رود

بہ زیر پائے تو ام آرزو ست خاک شدن — اگرچہ خاک شوم، نیزم آرزو نہ رود

لطافتے نہ چنیں دارد آب دیدۂ من — وگرنہ سرو من اندر کنار جو نہ رود

ز سینہ جاں بہ ہمہ حال چوں بخواہد رفت — دریغ باشد اگر زیر پائے او نہ رود

از آں پری نہ برم جان خسروا بہ لبم
دعائے دولت شاه فرشتہ خو نہ رود

۹۹۲ [۳] — ت

رسید موسم عید و صلائے مے درداد — پیالہ بر کف خوبان ماه پیکر داد

مئے کہ ساقی رعنا ز خون مستاں خورد — چہ خواب ہا کہ بداں غمزہ ہائے کافر داد

مگر بر آب خود آیم ز خشکیٔ روزه — دو سہ پیالہ بباید مرا سراسر داد

بساں نیمۂ بیضہ ز جام نقره تمام — کہ نقل مجلس مستاں بط و کبوتر داد

خضر بہ بخت بہ ساغر ز مئے کہ آب حیات — پس آں گہے بہ کف ثانیٔ سکندر داد

---

۱ مطابق نسخہ "ن"، ۲ مطابق نسخہ "ن" تا ۳ مطابق نسخہ "ن"

برآستانش خسرو شاد موسم عید
به وزنِ شعر همه برکشیده گوهر داد

۹۹۳ [1]

آنے که از کرشمه و نازت سرشته اند — نقشے چو تو ز کلکِ قضا کم نوشته اند

جاں سوده اند ریخته در چشمهٔ حیات — تا زاں خمیر مایه به علّت سرشته اند

عناب هائے تر که ازاں می چکد نبات — پیشِ لب تو خشک و ترش رو چو کشته اند

گر پرتوے ز روے تو بر صالحاں فتد — در حال سایه گیر و نشان فرشته اند

عشاق را به جز جگر خسته بر نه داد — زاں دانه هائے دل که به کوے تو کشته اند

از بهر کامِ دل چه تنم بر درِ تو چوں — در پود چرخ تار مرادے نه رشته اند

خسرو از آں به چاهِ زنخدانِ تو فتاد
کش پیش دیده پردهٔ تقدیر هشته اند

۹۹۴ [2]

به کوئے عاشقی از عافیت نشاں نه دهند — هر آں کسے که به او ایں دهند واں نه دهند

چو عشق جاں برد ت شکر گوے کایں دولت — عطیه ایست که کس را به رائیگاں نه دهند

ز دست می نه تواں داد خوب رویاں را — اگرچه دادِ دلِ یارِ مهرباں نه دهند

گرت بتے و شرابے ست وقت را خوش دار — که در جهاں به کسے عمر جاوداں نه دهند

به گفتم اش که بکش تا بمیرم و برهم — جواب داد که "راحت به عاشقانه دهند"

چو یار نیست به تسکین خلق نتواں زیست — که دوستاں اگرم دل دهند جاں نه دهند

چو جاں و هم به غمش در رهش کنیدم خاک — حقیقت ست که جانم بر آستاں نه دهند

زهے جلادتِ تیغ از کفِ نکورویاں — اگر به دستِ رقیبانِ بد گماں نه دهند

چو دل حریف تو شد زینهار اے ساقی — تنک شراب مرا ساغر گراں نه دهند

به عهدِ ترکِ جواناں طریق خسرو نیست — همیں بود که ز خوں ریزشیں اماں نه دهند

---

[1] مطابق نسخهٔ ن [2] مطابق نسخهٔ ن

۹۱۵ ؎[1]

باز ابر آمد و بر سبزه گل افشانی کرد　　برگِ گل را صدفِ لؤلؤِ مرجانی کرد

قدحِ لاله چو از بادِ صبا گردان گشت　　مست شد بلبل و آہنگِ غزل خوانی کرد

شاہدِ باغ ز یک ریختنِ باراں نے　　گوش ہا را ہمہ پر لؤلؤِ عمانی کرد

مرغ در پردۂ عشاق سرودے می گفت　　چاک زد پیرہن خود گل و بارانی کرد

اے صبا دی کہ فلانے بہ چمن مے می خورد　　ہیچ یادِ منِ گم گشتۂ زندانی کرد

آخر ایں شرِ بنم آں بود کہ او خندہ زناں　　بر لبِ آب نشست و شکر افشانی کرد

حق چشمِ من مسکینت خدا یا مپسند　　بالیش آں گشت کہ بر نرگس بینا[نی کرد]

ہمہ عمرت نہ کنم اے گلِ بد عہد بحل　　آں ز ہر خندہ کہ بر روئے تو پنہانی [کرد]

غصہ ام خیزد کائے دل سخن صبر کنی　　رہ چرا گوئی از آں چیز کہ نتوانی کرد

آخر اے گریہ ہمی جانِ مرا خواہی سوخت　　ہیچ اندر دلِ او کار نمی دانی کرد

کس بر آں روئے نہ می یارد گفتن جانا　　زلف گرد آمد کہ بسیار پریشانی کرد

عشق در سینہ درون آمد و خالی فرمود　　صبر مسکیں نہ توانست گراں جانی کرد

شہ جلال الدین فیروز شہ آں کو در ملک　　تا ابد خواہد شاہی و جہانبانی کرد

ہیچ دشوار نیے در نوبتِ او نیست از آنک　　فتنہ بر بسترِ خواب آمد و آسانی کرد

تو پری روئی و دیوانہ مکن خسرو را　　عہدِ شہ را چو فلک عہدِ سلیمانی کرد

۹۹۶ ؎[2]

عہدِ حسنت گر اہلِ دل بدانند　　دو عالم در تہِ پایت فشانند

مسیح و خضر را آں روئے بنمائے　　بہ کشش جاناں مرا گر زندہ مانند

مبیں کآئینہ لاف از ضمیرت　　کہ می گوید دروغے راست مانند

لبت را جاں تواں خواندن ولیکن　　نہ می دانم کہ آں خط را چہ خوانند!

---

؎۱ مطابق نسخۂ ن ب ؎۲ مطابق نسخۂ ن۔

مرنج اے پاک دامن عاشقانت — اگر بر چشم تر دامن فشانند

نہ خواہم زیست زخم عشق کاری ست — رقیباں را بہ گو تیغ غم نہ رانند[1]

مکن بر ما نصیحت ضائع اے دوست — کہ مستاں لذت تقوی نہ دانند

بہ گویش اے صبا گہ گہ ہم از ما — کہ اہل خاک خدمت می رسانند

نہ جائے کز گل رویت چکد خوں
دو چشم خسرو آں جا خوں چکانند

۹۹۷[1] — ب

خوش آں شبے کہ سرم زیر پائے یار بماند — دو دیدہ در رہ آں سرو گل عذار بماند

شراب ہا کہ کشیدم بہ روے ساقی خویش — برفت از سر و در سر خمار بماند

چراش سیر نہ دیدم کہ زود گشتم مست؟ — مرا درون دل ایں داغ یادگار بماند

گر آب خضر خورم در سر دہد کہ مرا — بہ کام لذت مہمان خوش گوار بماند

گذشت آں شب و آں عیش و آں نشاط و لیک — بہ یادگار درین سینہ فگار بماند

چہ گونہ بر نکنم آخر کہ خاک بر سر من — سرے کہ در رہ جولان آں سوار بماند

بہ یاد در پائے یکے بوسہ یادگار دہم — کہ جاں ہمی رود و دست و پا زکار بماند

حدیث اہل نصیحت نہ گنجدم در دل — کہ در درونہ سخن ہائے آں نگار بماند

کنوں چناں کہ ہمی بایدت بکش اے دوست — کہ عقل و صبر مرا دست اختیار بماند

مرا ز بخت دلے بود بیش ازیں نالاں — برفت آں دل و ایں نالہ ہائے زار بماند

غمم بکشت بہ زاری کہ ہم خوشم بارے
کہ ایں فسانۂ خسرو بہ گوش یار بماند

۹۹۸[2] — و

دل شد ز دست و بر مژہ از خوں نشاں نماند — جاں رفت و یار گم شدہ بر جائے جاں بماند

از ناخن ار چہ سینہ کنم کئے بروں شود؟ — یارے کہ در درونۂ جانم نہاں بماند

دنبال یار رفت رواں گرد آب چشم — آں رفتہ باز نامد و اشکم رواں بماند

---

[1] مطابق نسخہ "ن"۔ [2] مطابق نسخہ "ن" و تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی

مرہم نہ کرد ریشِ مرا پندِ دوستاں ــــ و اندر دلم جراحتِ گفتارِ شاں بماند

اے دیدہ ماجرائے دلِ خوں شدہ کنوں ــــ با دوستاں بگوے کہ مارا زباں بماند

باک چند ہر چہ ہست بدوست دئے پرست ــــ دستِ صلاح در تہہ رطلِ گراں بماند

گفتم کنم بہ توبہ سبک دستئے ولے ــــ عمرے گذشت وایں دلِ من ہم چناں بماند

مارا وداع کرد دل و عقل ہر چہ بود ــــ الّا سرِ نیاز بر آں آستاں بماند

می خواست دوش عارِ جفا ہائے او خیال ــــ صد تیرِ آہِ نیم کش اندر کماں بماند

خسرو ز آہِ گرم بر آتش نہاد نعل

بر ہر زمیں کہ از سمِ اسپش نشاں بماند

۹۹۹ [1]

زلفینِ تو سرگشتہ چو بادِ سحرم کرد ــــ خاکِ سرِ کویت چو صبا دربدرم کرد

من خود ز تو دیوانۂ مطلق شدہ بودم ــــ زنجیرِ سرِ زلفِ تو دیوانہ ترم کرد

گفتم کہ بہ من افگن نظرے، چشم بہ بستی ــــ تا چشمِ خوشت بستۂ آں یک نظرم کرد

اندر جگرم بود خیالِ تو کہ اشکم ــــ سر تا قدم آلودہ بہ خونِ جگرم کرد

بفروخت مرا بر کفِ اندیشہ خیالت ــــ من ایں قدر ارزم کہ خیالِ تو کرم کرد

آسودہ ولے داشتم و بے خبر از غم ــــ ناگاہ در آمد غمِ تو با خبرم کرد

خسرو طلبِ وصلِ تو می کرد، کہ ہجرت

زیں جائے حوالت بہ سرائے دگرم کرد

۱۰۰۰ [2]

عشاق دلِ غم زدہ را شاد نہ خواہند ــــ خوباں تنِ ویراں شدہ آباد نہ خواہند

آناں کہ بہ سر رشتۂ زلفے برسیدند ــــ گردن ز چناں سلسلہ آزاد نہ خواہند

قومے کہ حقِ صحبتِ محبوب شناسند ــــ در جور بہ میرند و زکس داد نہ خواہند

گویند چرا سوئے گل و مل نگرانی؟ ــــ ایں بے غمی است از منِ ناشاد نہ خواہند

---

[1] مطابق نسخۂ ا۔ [2] مطابق نسخۂ ن۔

در دامِ تو مُردیم و به رُوے تو نہ گفتیم — کازادیِ گنجشک ز صیاد نہ خواہند
از باد ہمیں بوُے تو آید کہ بَرد جاں — آں گل کہ چو رُویت بوَد از باد نہ خواہند
خسرو ز دلِ خویش مجو حرفِ سلامت
کایں قصۂ شیریں ست ز فرہاد نہ خواہند

۱۰۰۱ ؎۱ و
عشاق ہر شب از تو بہ خونناب خفتہ اند — چوں شمعِ صبح مردہ و بے تاب خفتہ اند
آخر نصیحتے بہ کن آں ہر دو چشم را — مست اندر میانۂ محراب خفتہ اند
از ما چہ آگہی ست کساں را کہ نابہ روز؟ — بے التفات در شبِ مہتاب خفتہ اند
یک شب بہ روں خرام نظر کن بہ کوے خویش — تا چند خوں گرفتہ بہ ہر باب خفتہ اند؟
در آرزوے خارہ و خارا رہِ تو اند
شاہنشہاں کہ بر سرِ سنجاب خفتہ اند

۱۰۰۲ ؎۲ ب
غارتِ عشق قت رسید، رختِ دل از ما بہ برد — فتنہ بہ کیں سر کشید شحنہ بہ پئے فشرد
جاں کہ بہ دنبالِ تست، چند عنا کش شود؟ — چوں ز پئے ات رفتنی ست ہم بہ تو بایا سپرد
عشق اگر ذرہ ایست سہل نہ باید گرفت — آتش اگر شعلہ ایست خرد نہ باید شمرد
عشق کہ مرداں کشد، سفلہ نہ جوید حریف — تیغ کہ سرہا برد، موئے تواند سپرد
شوق کہ باقی بوَد یار چہ خوب و چہ زشت — دست چو ساقی بوَد، بادہ چہ صاف و چہ دُرد
ہستیِ ما زانِ تست ترک بدے گیر از آنک — نزد مقامِ خطاست قلب نہ دِن گاہ برد
در ہوسِ مُردنم لیک نہ پائے او — گر نہ کشد او ز ننگ، ما بہ توانیم مرد
خسروا اگر عاشقی سر بہ میاں آر از آنک
ہر کہ بدیں راہ رفت، سر بہ سلامت نہ برد

۱۰۰۳ ؎۳ غ
گرچہ خوباں زمرہ فزوں باشند — پیشِ آں ماہ من زبوں باشند

---

؎۱ مطابق نسخۂ ن۔ ؎۲ مطابق نسخۂ ن۔ ؎۳ مطابق نسخۂ ن۔

مرد مانے کہ روے او دیدند | تا بہ باشند سر نگوں باشند
گفتمش "بندہ ایم" گفت خموش | تو چہ دانی کہ بندہ چوں باشند؟
یار مہمانِ تست اے دیدہ | مرد ماں را بگو "بروں باشند"
اے دل خوں گرفتہ عشق مباد | کہ بتاں تشنگان خوں باشند
عافیت را بہ خواب می جویند | دردمنداں کہ بے سکوں باشند
عقل دردِ سرست، زیں معنی | عارفاں عاشقِ جنوں باشند
تو بروں کرد ز سینہ ام کائے جاں | یارِ یاراں از دروں باشند

عشق بازی ز خسرو آموزند
لیلیٰ و مجنوں ار کنوں باشند

غ ۱۰۰۴[1]

مرا غمے ست کہ پیدا نہ می توانم کرد | شکایت از دلِ شیدا نہ می توانم کرد
تو حال من خود از یں روے زردمیں بپرس | کہ من بہ روئے تو پیدا نہ می توانم کرد
درونہ خوں شد و سختی، جانِ من بہ نگر | کہ دل ہنوز شکیبا نہ می توانم کرد
بدیں خوشم کہ تو بارے زدروں جانِ منی | من از بہ خاطر تو جا نہ می توانم کرد
ازاں گہے کہ تماشائے روئے تو کردم | بہ ہیچ باغ تماشا نہ می توانم کرد
مگر تو خود بہ کرم باز بخشیم دل ریش | کہ من ز شرم تقاضا نہ می توانم کرد

گذاشتم دل خسرو بہ زلفِ تو چہ کنم؟
ز درد خواہش کالا نہ می توانم کرد

و ۱۰۰۵[2]

ما ئیم درون سوختہ بیروں شدہ چند | یک سلسلہ لیلیٰ و مجنوں شدہ اے چند
خوردیم بسے خوں ز تو اکنوں تو ہم آخر | یک مئے بہ خور از دست جگر خوں شدہ چند
چوں حال دگرگوں شدہ زاندوہ تو مارا | تو رو دے مگرداں ز دگرگوں شدہ اے چند

---

[1] مطابق نسخہ ل [2] مطابق نسخہ ن

اے مرغ چہ خوانی سوے باغم بہ غم ہجر    بگذار دریں بادیہ مجنوں شدہ اے چند
در عشق فدا شد دل و جان و تنِ خسرو
اینک نگر از بخت ہمایوں شدہ اے چند

۱۰۰۶ سلہ[1]

نہ با تو نسبتِ سروِ چمن شود پیوند    ز شاخ سرو بہ شاخ سمن شود پیوند[2]
خوش ست دولتِ آنم کہ جاں بہ جاں پیوست    کجاست بخت کہ تن را بہ تن شود پیوند؟
نگو ست پند و لے زخم غمزہ خوردہ دلم    شگاف تیغ کجا از سخن شود پیوند؟
شبے نہ ماند کہ از رشتہ دراز فراق    لباسِ عمر مرا با کفن شود پیوند
بہ سوزِ دل مددے بہ زباں کہ خشک لب    بہ خون گرم نہ ز آبِ دہن شود پیوند
بہ ہجر شد ہمہ عمرم چگونہ خواہم یافت
ز عمر دیگر با عمر من شود پیوند

۱۰۰۷ سلہ

یاراں کہ بودہ اند نہ دانم کجا شدند؟    یارب چہ روز بود کہ از ما جدا شدند
گر نو بہار آید و پرسد ز دوستاں    گوا ئے صبا کہ آں ہمہ گلہا کجا شدند؟
اے گل چو آمدی ز زمیں، گو چگونہ اند؟    آں روئے ہا کہ در تہِ گردِ فنا شدند
آں سروراں کہ تاجِ سرِ خلق بودہ اند    اکنوں نظارہ کن کہ ہمہ خاکِ پا شدند
خورشید بودہ اند کہ رفتند زیرِ خاک    آں ذرّہ ہا کہ چوں ہمہ اندر ہوا شدند
زیچہ ایست طفل فریب ایں متاعِ دہر    بے عقل مردماں کہ بدیں مبتلا شدند
خسرو گریز کن کہ وفا رفت زیں جہاں
ز اہلِ جہاں کہ ہیچ جہاں بے وفا شدند

۱۰۰۸ سلہ

... نخلِ تر کہ آب ز جوئے جگر خورد    بے چارہ بلبلے کہ ازاں نخل بر خورد
... بے خود ایں چنیں ز رخش گشتم اے حریف    ورنہ کسے شراب ز من بیش تر خورد؟

---

[1] مطابق نسخۂ ر [2] مطابق نسخۂ ن [3] مطابق نسخۂ ن۔

من کیستم که بر درِ تو بے سپر شوم؟ | خاشاکِ خونِ من به چناں خاک درخورد

جاں شد خراب هم ز مئے اول و هنوز | دیوانه باش تا دو سه دورِ دگر خورد

بهرِ مئے مرادِ فراواں بُود حریف | مرد آں بُوَد که تیغِ سیاست به سر خورد

خوش طوطی است خسرو مسکیں به دامِ هجر
کز بختِ خویش غصّه به جائے شکر خورد

۱۰۰۹ سلہ          د

آں مستِ نازِ جانِ جهانے که می رود | واں گل به دستِ سروِ روانے که می رود

بنگر که تا دلے که کشانش همی برد | تا بهرِ خاطرِ نگرانے که می رود؟

زیں سوے منگرید که کشته از آنِ کیست | زاں سو نگه کنید که جانے که می رود

جان و دلم ببیں که چو چاوش در فغان ست | ایں بیں که در رکاب و عنانے که می رود؟

دی جاں همی سپردم و داد بُود بر سرم | امروز یا نه تا به سرانے که می رود

از خواب جسته ای که مرا بوسه زد کسے | جائز نه است یارِ گمانے که می رود

گفتی که من جفا نه کنم، گر نه می کنی | هر روز زپیشِ شاه فغانے که می رود؟

خسرو که می کشد ز تو دامن، به حیرتم
کز بهرِ زیستن به امانے که می رود؟

۱۰۱۰ سٰہ          ب

اے اهلِ دل نخست ز جاں ترکِ جاں کنید | واں گه نظاره در رخِ آں دل ستاں کنید

سویش همی کنید به بازی نظر، خطاست | مانا بر آں شوند که بازی به جاں کنید

از سرمه رُو دسیه چه غوغا اے دو چشمِ من؟ | از خاکِ پاش دامنِ همت گراں کنید

باز آں کشید بر سرِ من خنجرِ ستم | وز بهرِ کشتنِ شهر سرم بر سناں کنید

در من زنید آتش و خاکسترِ مرا | بر سیلِ چشمِ خویش به سویش رواں کنید

من ار چه خاک بوسِ درش می کنم هوس | اے خلق خاکِ خواریم اندر دهاں کنید

---

سلہ مطابق نسخۂ ان ۔ سٰہ مطابق نسخۂ ان ۔

تا کشتیٔ مرادِ من اندر عدم شود — بردے نه پردهٔ دلِ من بادبان کنید

خسرو ز درد دل چو جوش شد برائے دوست
پیشانی اش به داغِ غلامی نشاں کنید

۱۰۱۱ ؎۱

بیار بادهٔ روشن که صبح روئے نمود — که در چنین نفسے بے شراب نتواں بود
شراب در دلم و توبه ہم کجاست قدح؟ — که دل بشویم ازاں توبهٔ شراب آلود
گرفت شعلهٔ شوقم به زیرِ دجلهٔ مئے — که دل تمام بسوزد گرش نه ریزی زود
علاجِ خویش مکن ضائع اے طبیب بیجا — که بر جراحتِ عاشق نه دوا نه دارد سود
به بند باز نیایم که زورِ پنجهٔ عشق — عناں صبر و سلامت ز دستِ من به ربود
گماں مبر که یکے چوں فراقِ دوست بود — اگر ہزار جفا آید از سپہرِ کبود

ازاں سیاه شود ہر نماز شامِ جہاں
کز آتشِ دلِ خسرو رود به گردوں دود

۱۰۱۲ ؎۲ ب

پلے ناز ار چه گہے جانبِ ما نگذارد — ہم تواں زیستن از جائے به جا نگذارد
ایں که ہر بار نگذارد قدم در زار کشد — ہم به یک بار ہماں تیغ چرا نگذارد
ہیچ بخشش مباد ار چه درین بیماری — ہیچ روزے قدمے جانبِ ما نگذارد
خود برد اشک به کو در دلِ ما قرا ز نمک — آنچه اندر دلِ ما ہست صبا نگذارد
طاقِ ابروے بلندِ تو قوی محرابے ست — که درو چشمِ تو جز خوابِ قضا نگذارد

غمزه اے گوئی گرت کشتنِ جمعے ہوس ست
که کسے بہتر ازو حقِ بلا نگذارد

۱۰۱۳ ؎۳ غ

تنہا غمِ خود گفتن با یار چه خوب آید — از کار بر آں لبہا آزار چه خوب آید
جاناں چو دهد فرماں در کشتنِ مشتاقاں — پیشِ نظرش رفتن بر دار چه خوب آید

---

؎۱ مطابق نسخهٔ ن ؎۲ مطابق نسخهٔ ن. ؎۳ مطابق نسخهٔ ن ۔

می سوزم ز می گردم گردِ سرِ شمعِ خود | رقاصیِ پروانه بر نار چه خوب آید
هم بادِ جفا بردم، هم جامِ دغا خوردم | این کار که من کردم از یار چه خوب آید
آن روز که جان بدہم در حسرتِ رخسارش | بر خاکِ من آن بت را رفتار چه خوب آید
روزے کہ پس از عمرے شب روز کند با من | شب تا بہ سحر پیشش گفتار چه خوب آید
من خود بہ کشم خود را از دستِ غمش لیکن | یارب کہ ہم از دستش این کار چه خوب آید
چوں پیشِ بتاں زاہد تسبیح گسل گردد | از رشتۂ تسبیحش زنّار چه خوب آید

چوں دوست کند بر جاں دعوائے خداوندی
در بندگی از خسرو اقرار چه خوب آید؟

۱۰۱۴ ب[1]

جہاں بہ خواب و شبے چشمِ من نیاساید | چو دل بہ جائے نہ باشد، چگونہ خواب آید؟
غلامِ نرگسِ نامہربان یارِ خودم | کہ کشتہ بیند و بخشائشے نہ فرماید
چو مایہ ہست زکاتے بدہ گدایاں را | کمالِ حسن و جوانی بہ کس نمی آید
کسے کہ در دلِ شب خواب بے غمی کردست | بر آبِ دیدۂ بے چارگاں نہ بخشاید
ہلاکِ من اگر از دستِ اوست اے زاہد | تو جمع باش کہ عمر از دعا بیفزاید
چہ کم شود زِ تو اے بے وفائے سنگیں دل | بہ یک نظارہ کہ در ماندہ اے بیاساید
دلم مشاہدِ ساقی و روئے در محراب | بیار مے کہ ز تزویر ہیچ نکشاید
ز من مپرس دلا، گر تو توبہ می شکنی | کہ مست و عاشق و دیوانہ راہمیں شاید

بہ بندگی نہ رسد چوں بہ ساعدت خسرو
کشش مگر کہ بہ خوں دستِ تو بیالاید

۱۰۱۵ [2]

ترکے کہ صحبت و جوئے دلِ من جز او نبود | او را دلے نبود کہ در صحبت و جو نبود
شمشیرِ مہر زد بہ منِ بے دل و برید | شمشیر نیک بود، بریدن نکو نبود

---

[1] مطابق نسخۂ ان۔ [2] مطابق نسخۂ ن۔

بہ فریبت مرا بہ سخن ہاے دل فریب — ورنہ دل مرا سرِ ہر گفت و گو نہ بود

در حیرتم کہ یارب ازو بود ایں کرم — یا عود بہ جاے او دگرے بود، او نہ بود

خسرو بساز با شبِ تنہائی فراق

گر گویمت کہ شمع کجا رفت کاو نہ بود؟

۱۰۱۶ ۱؎

چوں گاہِ خرامیدن یار از زمیں خیزد — پس فتنہ کہ یاراں را اندر دل و دیں خیزد

سرو از قدِ تو خیزش بنشست مرا در دل — چہ دل کہ بہ جا باشد، سروے کہ چنیں خیزد؟

شبہا کہ کنم نالہ بر یادِ قدش از من — قامت شنود موذن چوں باز پسیں خیزد

گوئی کہ صبا خود را بر داشت ز جاے خود — چوں در تگِ اسپ آں شوخ از خانۂ زیں خیزد

پس کز حسدِ چشمش بیمار شود نرگس — از شاخ عصا سازد، آں گہ ز زمیں خیزد

ترساں گذرم سویش کز گوشۂ چشم او — با تیر و کماں ناگہ ترکے ز کمیں خیزد

من سوختۂ عشقم چوں دم نہ دہم آرے — ایں سوختہ را آخر آتش ہم ازیں خیزد

گر تیغ کشد بر من، من سر نہ کشم از وے — کز من ہمہ مہر آید، وز وے ہمہ کیں خیزد

گر لعلِ لبش یابد زاں گونہ کز و خسرو

کز کار برآں بہا صد نقشِ نگیں خیزد

۱۰۱۷ ۲؎

چو بازِ صبح در آں سروِ خوش خرام شود — سلام گوید و جاں ہمرہِ سلام شود

غلامِ اویم و ہر کس کہ بیند آں صورت — ضرورت ست کہ ہمچو منش غلام شود

عنایتے کہ ز ہے نیم گشت، غمزۂ تست — بہ یک اشارتِ ابروے تو تمام شود

جفا کنی تو و من پیشِ خلق شکر کنم — مرا جمالِ تو باید کہ نیک نام شود

لب و دہان و رخت ہر یکے بلاے دل اند — یکے دلم چہ کند، جانبِ کدام شود؟

بہ چند سوز دل از آہ کار پخت کنم — دگر رہ از خنکی ہاے بخت خام شود

---

۱؎ مطابق نسخۂ ن۔ ۲؎ مطابق نسخۂ ن۔

میانهٔ غم زدگانم بخواں کہ پیشِ ملک　　فقیر نیز نہ گنجد کہ بارِ عام شود
بہ برد خواب ز ہمسایہ نالۂ خسرو
مباد مرغِ چمن پائے بند دام شود

۱۰۱۸ ط ت

دلبرِ من دوش بہ مہمان رسید　　در شب ہجرم مہِ تابان رسید
ذرّہ کم چشمۂ خورشید یافت　　مور چہ را ملک سلیمان رسید
سایہ صفت پست شدم زیرِ پاش　　چوں بہ من آں سروِ خرامان رسید
زیستنم باد مبارک کہ بہ او　　در تنِ مردہ قدم جان رسید
آتشِ دل کشتہ شد و من شدم　　زندہ چو آں چشمۂ حیوان رسید
جلوۂ طاؤس خراماں در او　　برمگسے کاں لشکر سنجان رسید
گریۂ خسرو چو نگہ کردہ گفت
خانہ روم زود کہ باران رسید

۱۰۱۹ ط

دل ز نادیدنت بہ جاں نہ شود　　اگرم ہوش پیش ازاں نہ شود
مخرام ایں چنیں بہ ناز کہ تا　　خلق را جان و دل زیاں نہ شود
دیدہ از خاکِ پات نامد ننگ　　نور در دیدہ ہا گراں نہ شود
تو چہ ساں بے زبانیم بارے　　تنِ مردم بہ حیلہ جاں نہ شود
عشق پشتم شکست کیش گراں گشت
تیر خسرو چرا کماں نہ شود

۱۰۲۰ ط ب

دلے کاو عاشقِ رو نیست در گلزار نکشاید　　گرہ کاندر دلِ یارے ست از اغیار نکشاید
رو اے باد تماشا دیگراں را بر بسوے گل　　کہ مارا غنچہ پر خون ست در گلزار نکشاید
چہ طالع دارم ایں کز آسمانِ کاروانِ غم　　کہ آید بر زمیں جز بر دل من بار نکشاید؟

---

ط مطابق نسخۂ ن ط مطابق نسخۂ ن ط مطابق نسخۂ ن۔

مرا در کار خود کند ست دندان ترش ابرو — بدین دندان که من دارم گره از کار نگشاید

اسیر کفر گیسوئے صنم چوں برہمن باید — که گر رگہائے او بگسلد گره زنار نگشاید

زنند بسیار لاف زہد و تقویٰ پارسا لیکن — ہماں بہتر که چشم خود در آں رخسار نگشاید

به جرم عشق اگر کافر کنندم، خلق گو "می کن" — مرا بارے زباں ہرگز به استغفار نگشاید

چه ساعت بود آں کاندر رخ او سرخ شد چشمم — که جز خوں ہر دمے زیں بیدار نگشاید

دل خود باد رو دیوار خالی می کند خسرو

به میر دگر غم خود باد ر و دیوار نگشاید

۱۰۲۱ [1] — ب

دل داد مرا بہره به جز غم نه فرستاد — بہر دو دل سوخته مرہم نه فرستاد

چندیں شب غم رفت که مہتاب جمالش — نورے به سوئے زاویهٔ غم نه فرستاد

عمرم به سر آورد به امید مئے وصل — شربت که گہ مرگ بود ہم نه فرستاد

مائیم و سر جوش جگر، جام لبالب — کز بزم و فا رطل دمادم نه فرستاد

دی زم ترے گفت سخن، نیز عتابش — از سینه گذشت ارچه که محکم نه فرستاد

لعلش که عطا کرد به شاہاں دُر و یاقوت — دریوزهٔ درویش مسلّم نه فرستاد

یک خنده نه کرد از پئے جاں داری بیمار — گر بنده کسے نیز به ماتم نه فرستاد

شادم به جگر سوزی ہجرانش که بارے — ایں مایه ز اقبال خودم کم نه فرستاد

بوسے به صبا داد که شد رہ لنگر خسرو

تا باد به رونش از حد عالم نه فرستاد

۱۰۲۲ [2] — غ

دست ز کار شد مرا دست بیار در نه شد — لا به نمودمش بسے ہیچ نه کار در نه شد

آه که صبر چوں کند ایں دل بے قرار من؟ — کز پئے تنگی اندر او صبر و قرار در نه شد

دل که به ہدیه دادمش کاین رخ زرد بنگرد — سکهٔ قلب داشتم زر به عیار در نه شد

---

[1] مطابق نسخهٔ ان۔ [2] مطابق نسخهٔ ن۔

دی به کرشمه می شدی گشتِ چمن به سانِ گل — شوخیِ گل که از حیا باز به خار در نه شد

گشت غبارِ جنگِ تو سرمهٔ چشم هیچ گه — سرمه بداں نمط دریں دیدهٔ تار نه شد

من به غبار خواستم در روم و نه جنبشی — لیک ز بس ضعیفی ام تن به غبار در نه شد

نالهٔ خسرو از غمش رفت به گوش آسماں
هیچ گہے به گوشت ایں نالهٔ زار در نه شد

۱۰۲۳ [1] و

تو کز سوزم نه ای واقف دلت بر من نمی سوزد — مرا آں جا که جاں سوزد، ترا دامن نمی سوزد

ز غیرت سوختم جانا، چوں در غیرم زدی آتش — تو آتش می زنی در غیر و غیر از من نمی سوزد

رخت کز دانهٔ فلفل نهاده خال بر عارض — کدامیں روز کاں یک دانه صد خرمن نمی سوزد

نه سازد دوست جز با دوست تا سوزد دلِ دشمن — تو چندیں دوست می سوزی که کس دشمن نمی سوزد

مزن بے گریهٔ خسرو دم اگر از عشق می لافی
که مردم از چراغِ دیدهٔ بے روغن نمی سوزد

۱۰۲۴ [2] غ

به هجر سوخته شد جانِ من سپندِ تو باد — دلم همیشه اسیرِ خمِ کمندِ تو باد

دریغ باشد جولانِ توسنت بر خاک — سوادِ دیده بساطِ سمِ سمندِ تو باد

چو هندواں که به سوے درخت سجده زنند — نمازِ من به سوے قامتِ بلندِ تو باد

جراحت تو که بے درد ذوقِ من بشناخت — دوائے سینهٔ عشاق دردمندِ تو باد

اگرچه من به رخت همچو چشم بد دورم — هزار همچو منے سوخته سپندِ تو باد

دلم که خوانِ مسیحش به چشم در ناید — طفیلیِ مگسانِ لبِ چو قندِ تو باد

گه از گہے سخنِ تلخ عیشِ خسرو را
گذشته بر لبِ شیرین نوش خندِ تو باد

۱۰۲۵ [3] ت

صبا چو در سرِ آں زلفِ نیم تاب شود — شکیب در دلِ بیننده تنگ تاب شود

---

[1] مطابق نسخهٔ ن - [2] مطابق نسخهٔ ن - [3] مطابق نسخهٔ ن

به ترکِ دینِ مسلمانیش به باید گفت — دلے که در شکنِ زلفِ نیم تاب شود
سیاه روے شدم زیں سفید رخساراں — چو ہندوے که پرستارِ آفتاب شود
یکے ز پرده بروں آئے تا به دیدهٔ من — جمالِ جمله بہشتی و شاں عذاب شود
به ہر جفا که کند چشمِ تو رضا دادم — که از خصومتِ ترکاں جہاں خراب شود
به ہر زمیں که چو آبِ حیات بخرامی — دہانِ مرده به زیرِ زمیں پُر آب شود
به مجلسے که تو حاضر شوی چه حاجتِ نقل — که ہم به دیدنِ تو صد جگر کباب شود
سوالِ غم زدگاں را ز لب درے به کشا — که جانِ خسته به دریوزهٔ جواب شود

نه خفت خسروِ مسکیں دریں ہوس شبہا
که دیده بر کفِ پایت نهد به خواب شود

۱۰۲۶ [۱]

غم کشت مرا آں بتِ نوشاد نیامد — گنجشک بمُرد از غمِ صیاد نیامد
عاشق شدم ایں بود گنه واے که ہجرش — جاں برد ازیں یک گنه آزاد نیامد
بر گریهٔ عاشق که زدم خنده نه مردم — تا پیشِ دو چشمِ منِ ناشاد نیامد
چه سود ازیں مردنِ بے بہره که شیریں — روزے به سرِ تربتِ فرہاد نیامد
گفتی که شبے زود رسم، روزِ بدم بیں — کاں نیز به روزِ دگرت یاد نیامد
با خاک نه سازد، چه کند ایں تنِ خاکی؟ — امروز که از جانبِ تو باد نیامد
تاراجِ خیالت شدم و بدرقهٔ صبر — آں جا که مرا دزدِ ره افتاد نیامد
فریاد کناں دی به سرِ کوئے تو رفتم — جز گریه کسے در پئے فریاد نیامد

خسرو به ستم جاں ده انصاف مجو زانک
در مذہبِ خوباں روشِ داد نیامد

۱۰۲۷ [۲]

کدام دل که تو غمزه زدی نگار نه شد؟ — کدام کس که ترا دید و بے قرار نه شد

---

[۱] مطابق نسخهٔ ن۔ [۲] مطابق نسخهٔ ن۔

حرام باد ز خاکِ تو بر دری چشم — که هیچ بهرهٔ این چشم خاکسار نشد

نسوخت نالهٔ من سنگ را عجب سنگ است — دلت که سوخته زین ناله‌هائے زار نشد

جهان پُر از گل و سروِ روانم از من دور — حسابِ من به جهان گوئیا بهار نشد

خوشا کرشمهٔ آن یار، دوش زاریِ من — به دیدهٔ نرگسکان داد و شرمسار نشد

به عشق دوزخیِ خام سوز شد خسرو
ازان که سوخت درین کار و پخته کار نشد

۱۰۲۸ [۱]

گل آمد و ز دوست صبائے نمی رسد — از باغِ وصل مهرگیائے نمی رسد

هنگامِ برگ ریزِ حیاتم شد و هنوز — زان نوبهارِ حسن صبائے نمی رسد

ما با سمومِ بادیهٔ هجر هم خوش ایم — گر زان شگوفه بوئے وفائے نمی رسد

من چون زیم که هیچ شبے نیست کاین طرف — زان غمزه کاروانِ بلائے نمی رسد

سلطان به خوابِ ناز چه آگه ز خلق چون — در گوشِ او فغانِ گدائے نمی رسد؟

در گنجِ غیب نقدِ تمنا بسے ست لیک — ما را به چرخ دستِ دعائے نمی رسد

دردِ مرا حیاتِ ابد باد در دلم — کان هم دواست گرچه دوائے نمی رسد

کوشم که سر نهم به درت لیک چون کنم؟ — مردم به جهدِ خویش به جائے نمی رسد

گر خسروا به وصل سزا نیستی مرنج
ملکِ سران به بے سر و پائے نمی رسد

۱۰۲۹ [۲]

کسے که دیدنِ آن ترکِ باده نوش رود — به پائے آید و چون ببیندش به دوش رود

تبارک الله ازان رو که بهره خواهد برد — چو هم ز دیدنِ او آدمی ز هوش رود

گر آن حریف رود سوئے قبله صوفی را — گلیمِ زهد به دکّانِ مئے فروش رود

ز بس که بے تو نم از روے چشم پاک کنم — به سوئے چشم برم دست و سوئے گوش رود

---

[۱] مطابق نسخهٔ ان [۲] مطابق نسخهٔ ان۔

خراشِ سینهٔ همسایه شد خروشِ دلم | کسے مباد که در گوشش آب خونیں رود
صلائے عیش همی آیدم ز یاراں لیک | دلم نه ماند که سوئے نشاط و نوش رود

طریق سرو قباپوش دیده تا خسرو
دلش نه خواست که بر سرو سبزپوش رود

۱۰۳۰ عل

کسے که دیدن آں چشم خوابناک رود | عجب مداں که به خواب خوش تنش هلاک رود
زمیں به یاد لبت بوسه می زنم لیکن | چگونه آرزوے انگبیں به خاک رود؟
چنیں که روئے تو گل برگِ نازک ست مباد | که سوئیت از دلِ من آهِ سوزناک رود
به عشق دعوی آتش پرستی اش نه رسد | رہے که در آتش به ترسناک رود
فرو خورد دگر از ناله نه دهد اهل دل آه | که گر بروں فگند شعله بر سماک رود
فدائے غمزه زنے باد جاں که جانبِ او | درست آید و دلهائے چاک چاک رود

گناه خسرو اگر دوستی ست غمزه بزن
که از جهاں چو شهیدانِ عشق پاک رود

۱۰۳۱ عل غ

گذشت مجلسِ عیش و خمار می نه رود | به ماند در دلم ایں یادگار می نه رود
شبے خراب شدم نئے ز مئے، ز ساقی خویش | به رفت آں شب و از سر خمار می نه رود
چه وقت بود که آمد که هیچم از خاطر؟ | طریقِ آمدنِ آں سوار می نه رود
چرا نه مردم در زیر پاے گلگونش؟ | هنوز از دلم ایں خار خار می نه رود
همان زماں که بروں شد، رقیب گفتم | "که رفتنی دگر ست آں نگار می نه برد
جفاے ساقی ما را خبر که بیروں رفت؟ | که کس ز مجلس ما هوشیار می نه رود
چنیں بهارے و من هم به بوے او چه کنم؟ | که ایں هوس ز نسیم بهار می نه رود
ز گوش خسرو آں زخم چنگ و نائے به رفت | ولے ز سینه فغاں هاے زار می شنود

له مطابق نسخهٔ آن ۔ ع مطابق نسخهٔ ان ـ

۱۰۳۲ [۱]

زلفت که هر خم از وے در شانه در نه گنجد | دلها که او فشاند در خانه در نه گنجد
دل را چناں که دانی خوں کن که من خموشم | در کار آشنایاں بیگانه در نه گنجد
گرمی کشیم خود کش بر غمزه باز مفگن | در بخششِ کریماں پروانه در نه گنجد
در اهلِ دل ز خوباں معنی در نه صورت | در دل شراب گنجد پیمانه در نه گنجد
افسرده وصل خواهد بارِ تیغ داغِ هجراں | بر مے مگس نشیند پروانه در نه گنجد
در جمعِ خود پرستاں سر بازِ عشق ماند | کاندر صفِ عروساں مردانه در نه گنجد

زیں نازکانِ رعنا خسرو گریز آں را
در کوے شیشه کاراں دیوانه در نه گنجد

۱۰۳۳ [۲]

زمن به خاطر آں نازنیں که یاد دهد؟ | ز جورِ او بر که نالم مرا که داد دهد؟
جواں ز دست نه فراموش کار ناداں است | زماں زماں زمنِ بے دلش که یاد دهد؟
مراد جویم و گوید "خدا دهد" آرے | خدا مگر منِ بے چاره را مراد دهد
دلم به ششدرِ غم ماند کعبتینِ دو چشم | سفید گشت که ایں مهره را کشاد دهد
شکیب کو که سرِ شاخِ سبک رکاب مرا | عناں بگیرد و یک ساعت ایستاد دهد

بدیں صفت که دمِ سرد می زند خسرو
عجب نه باشد اگر خویش را به باد دهد

۱۰۳۴ [۳]

هوائے می رسد کز سر گریباں چاک خواهم زد | کلاهِ عاقبت با سر به هم بر خاک خواهم زد
بر آں گل رخ چو راهے نیست سوئے باغ خواهم شد | به یادش پیش هر سروے گریباں چاک خواهم زد
به تلخیِ فراق اے پند گو بگذار بدهم جاں | گذشتست آں که من ایں زهر را تریاک خواهم زد
به شبهائے غمم بے تو چه جائے عقل و هوشِ جاں | بیا اے شمعِ جاں کاتش دریں خاشاک خواهم زد
بر ایں بس شد که بر خاکم سواره بگذری رعنا | نه می گویم که من دست اندر اں فتراک خواهم زد

---

۱ مطابق نسخه "ن" - ۲ مطابق نسخه "ن" - ۳ مطابق نسخه "ن"

به جانِ تو که چون تا پاک باشد جان دمِ آخر — دم مهر و وفایت هم دران تا پاک خواهم زد

همی گفت از تو شویم دست زین غم گرد او روزے — بسا گریه که پیشش زین دلِ غمناک خواهم زد

ز خونم گرچه ناپاک ست ازاں هم سوے درگاهش — من آبے بر درت زین دیدهٔ ناپاک خواهم زد

ازین پس خسروا دیوانگی زیرا نماند آن دل
که لافِ صبر پیشِ آن بتِ چالاک خواهم زد

ت

۱۰۳۵ [1]

هوائے در سرم افتاده جانم خاک خواهد شد — جهانے در سرِ آن غمزهٔ بیباک خواهد شد

تو می زن غمزه تا من می خورم خوش خوش به جا پیکان — چه غم دارد ترا گر سینهٔ من چاک خواهد شد

مبیں زین سو که جانم از خیالِ مهرهٔ چشمت — چو گنجشک کرد بد خورده در تاپاک غلطو شد

بسوزم خویشتن را از جورِ بختِ بد ولے ترسم — که آتش سوخته از ننگِ این خاشاک خواهد شد

خدایا زو نه پرسی دم ز سوزی به جائے او — که کشته عالمے زان نرگسِ چالاک خواهد شد

درید اے دوستان هر که می باید بر آن کویش — که این جان خاکِ این کویست این جا خاک خواهد شد

زہے شادی گر او آید که بیند حالِ من لیکن — من این شادی نمی خواهم که او غمناک خواهد شد

خیالِ خطِ تو همراهِ من بس باشد آن وقتے — که نامِ من ز لوحِ زندگانی پاک خواهد شد

ازان لب تلخ می گوئی بترس از مُردنِ خسرو
که هر زهرے که آید از لبش تریاک خواهد شد

غ

۱۰۳۶ [2]

همیشه زان نمک شور در جگر باشد — خوشم که یادِ داغِ تو تازه تر باشد

شهیدِ عشق که آلوده شد به خون کفنش — در آفتابِ قیامت منور تر باشد

دل از نسیمِ تو صد چاک در بید و چون نه درد؟ — حجابِ غنچه ز بادے که پرده در باشد

همه شبم رود از دیده خون و چون نه رود؟ — کسے که غمزهٔ خوبانش در جگر باشد

بمیرم و ز تو پرسش طمع نه دارم از آنک — کجات بر سرِ بیچارگان گذر باشد؟

---

[1] مطابق نسخهٔ ن ۔ [2] مطابق نسخهٔ ن

کنم گر از تو فراموش خاک بر سرِ من ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ به زیرِ خاک کز خشتم به زیرِ سر باشد
میانِ تنگ ز ابروی گرفتاراں ‌‌‌ کجے مگس نبود هر کجا شکر باشد
ز تو به زهرِ گیاهِ فراق خورسندم ‌‌‌ در خت وصل نه دانیم کش چه بر باشد؟

همیشه خسرو بیدار و بخشش اندر خواب
چه باشد ار شبِ ما را گہے سحر باشد

۱۰۳۷ [۱]

یک روز به عمرے ز منت یاد نیاید ‌‌‌ یک شب رہے از کوئے غمت شاد نیاید
یارب که مئے خوش دلی ات باد گوارا ‌‌‌ هر چند که از مات گہے یاد نیاید
جانم که به ویرانی غم ماند مخوابید ‌‌‌ کایں مرغِ خرابیست در آباد نیاید
دشوار نه باشد اگر از بندگی دل ‌‌‌ آساں کسے از جانِ خود آزاد نیاید
دیوانه نه گردم من اگر هر دم از آں سوے ‌‌‌ دیوانه وش آں ترکِ پری زاد نیاید
فردا ش مخوانید به بالینِ منش زانک ‌‌‌ شیریں به سرِ تربتِ فرهاد نیاید
نوروز گر آید ز برائے همه مرغاں ‌‌‌ بارے ز پئے بلبل صیاد نیاید
از بوے توام سوخت صبا دم آخر ‌‌‌ کم تر شود ایں شعله اگر باد نیاید

خسرو چو کند ناله و فریاد شبے نیست
کز ناله او کوه به فریاد نیاید

۱۰۳۸ [۲]

یارب ایں اندیشهٔ خوباں ز جانم چوں رود؟ ‌‌‌ چوں کنم از سینه ایں آه و فغانم چوں رود؟
نقش خوباں را اگر فتم خود بر آں دامن زنم ‌‌‌ آں که اندر سینه دارد جائے آنم چوں رود؟
در غمم خلقے که ایں افتاده در ره خاک شد ‌‌‌ من دریں غم کاں قدم بر استخوانم چوں رود؟
هاں و هاں اے کبکِ کهساری که می تازی بکام ‌‌‌ تو مرا بنما که آں سرو روانم چوں رود؟
کشتنم بر دیگراں می بند و آں جا کاو بود ‌‌‌ اے مسلماناں چه گویم کس گمانم چوں رود؟

---

[۱] مطابق نسخهٔ ن۔ [۲] مطابق نسخهٔ ن

مردمان گویند از او دعوای خونِ خود بکن — حاش للّٰه این حکایت بر زبانم چون رود؟
ای که پندم می‌دهی آخر بیاموزی مرا؟ — کز دلِ شوریده مشکل آن جوانم چون رود؟
دی جفاکار و ستمگر خواندمش کامروز سخن — از دلِ آن کافرِ نامهربانم چون رود؟

گرچه خسرو[۱] را رود جان و جهان و هرچه هست — آرزوی روی آن جانِ جهانم چون رود؟

سیمین زنخ که طرۀ عنبرفشان بگسترد — دل را به چه درافگند و پریشان نبرد
می‌گفت سروی که از او یک سرم بلند — گو باغبان که تا سرِ سروِ روان نبرد
کی دردناک‌تر بود از ضربتِ فراق — جلّاد اگر به گاهِ قصاص استخوان برد
بر عقلِ خویش تکیه مکن پیشِ عشق از آنک — دردیست کاو ز نخوت سرِ پاسبان برد
تیغ ار چه می‌برد همه پیوندهای جان — فرقت به ترکِ همدمیِ دوستان برد
یک بار سر به سر برهان مستمند را — تا چند جورِ هجرِ تو این ناتوان برد

ای هجرِ سخت پنجه مزن بند بندِ من — عیبست آن که ترک ز مستی کمان برد
جانا به نام گفتنِ جان بلب رسید — کس نیست تا که هیچ منی را زبان برد
تو جانِ خسروی و به جان دست کَه گر[۲] — نه بود امیدِ وصل ز جان و جهان برد

بر بامِ آسمان دمش گر ماه برآید — خورشید کیست باری کاو بر سما برآید؟
گل گشتِ او به خواهم بر خاکِ خود چو میرم — کز گورِ شوربختان خارِ عنا برآید
چون در خرامش از وی بارانِ ناز بارد — سیلابِ فتنه خیز و موجِ بلا برآید
گفتم که کی برآید جانم ز هجر؟ گفتا — جائی که ماند بی ما بگذار تا برآید
من چون زیم که جانم در آرزوی بوی — بر زلفِ عنبرینش هر دم صبا برآید
هر شب مرا برآید ناله ز جانِ سنگین — چون نالشی که شبها از آسیا برآید
ابری شود که برقش سیاره را بسوزد — دودی که هر شب از ما سوی هوا برآید
شب بهر صبحِ رویت گویم دعا و لیکن — حاجاتِ تیره روزان کی زان دعا برآید
از تیغِ جفایت خون ریز تا به کویت — هر جا که خونم افتد مهر گیا برآید

---

[۱] مطابق نسخهٔ ن [۲] مطابق نسخهٔ ن -

در کوئے تو کہ جانہا ذرات خاک باشد ❊ بیچارہ جان خسرو آں جا کجا برآید؟

سوار چابک من پیش چشم من مگذر ❊ مرا بکشتنی ازیں سوز بہر من مگذر

ببیں کہ چشم کسے چوں بود ز بہر خدا ❊ بایں صفت کہ توئی پیش مرد و زن مگذر

بہانہ می طلبند اہل دل کہ جاں بدہند ❊ بپوش روے وگرنہ در انجمن مگذر

سرم بہ خاک رہ تست پر شکستہ مرو ❊ نماز می کنم آخر ز پیش من مگذر

بہ دیدہ و دل و جاں بگذری کہ جان توام ❊ رواست زاں ہمہ بگذر از این سخن مگذر

غبارہاست ز جعد تو در دلم بسیار ❊ کشاں بہ روے زمیں جعد چوں سمن مگذر

دلا ز زلف گذر بر لبت اگر نتواں
دلیک تا بتوانی از آں دہن مگذر

۱۰۴۲ ❊ ۲

امروز کہ از باراں شد سبزہ رعناتر ❊ سیم و زر گل جملہ گشتند بہ صحرا تر

صد جاں نہ یکے باید تا صرف کنم در رہ ❊ گردد چو کف پایت در راہ تماشاتر

آہنگ بروں داری آب است بہ راہ چشم ❊ زیں راہ تفحص کن خشک است زمیں یا تر

در سبزہ خرامیدن کردی ہوس گشتن ❊ خود سبزہ نہ خواہد بود از خط تو رعناتر

بالاتر ہر جادو چشم تو ہمی بینم ❊ ابروے تو می بینم از چشم تو بالاتر

خسرو صفت خوباں می گوئی کہ خوش گو ❊ در ہیچ گلستانے بلبل ز تو گویاتر

بیا جاناں رضاے من نگہدار ❊ دمے حق وفاے من نگہدار

رضا جستی بہ بردن دل بود دائم ❊ تو ہم لختے رضاے من نگہدار

ہمہ بر دیگراں قسمت مکن غم ❊ از آں چیزے براے من نگہدار

مرا عشقت بلا شد دیگراں را ❊ خدایا از بلاے من نگہدار

لبت ناگفتہ بوسیدم خطا رفت ❊ مکش وین یک خطاے من نگہدار

---

۱ دراین غزل محذوف است ۲ در این غزل در این بیت ذیل زائد است ۳ احوال دو چشم من در گریہ یکے بنگر چوں خانہ برزدیم حیات ترانگی
۴ بیت محذوف است در ن ۶ بیت محذوف است در ن ۵ بیت محذوف است در ن

[1] سها بی کان فرو می ریزی از چشم — برای آشنائی من نگهدار
صبوری با غمش می گفت دل را — که من رفتم تو جای من نگهدار
بده بوسی خیالت را امانت — که این بهر گدای من نگهدار

مرو ترسان بکوی دوست خسرو
توکل کن خدای من نگهدار

۱۰۴۴ غ

نگارا چشم رحمت سوی من دار — عنایت بر تن چون موی من دار
دوتا شد بازویم زیر سر آخر — دمی سر در خم بازوی من دار
جفا کم کن ولی گر خواهدت دل — نمی گویم که شرم از روی من دار[2]
هنوزم چند خواهی سوخت ای چرخ — بکش یا دست را پهلوی من دار
دلم کز دست هجران خون شد آخنک — ببر در پیش آن بخوی من دار
مکن بیچاره خسرو را فراموش — زبان گه گه بگفت و گوی من دار

۱۰۴۵ [3]

مسلمانان گرفتارم گرفتار — عذاب جان دل افگارم گرفتار
نظر بر نیکوان چندان نهادم — که شد ناگه دل زارم گرفتار
چو خود کردم نظر در روی خوبان — بدین محنت سزاوارم گرفتار
کمند گیسو افگنده ست و کرده — یکی خون ریز عیارم گرفتار
گسستن را ندارم طاقت ارچه — ز موی او به یک تارم گرفتار
شبم را حال کی داند که هرگز — به روز من نشد یارم گرفتار

مرو از دیده خسرو که بادا
به آب چشم بیدارم گرفتار

---

[1] در ن بیت محذوف است۔ [2] در ین غزل بیت ذیل در ن زائد است۔
بده ای پارسا بیهوده پندم — ولی گر می توانی سوی من دار [3] در ن غزل محذوف است

چنان چشمم زده بم دور می دار | چنینم خسته و رنجور می دار
همی کن یار رعنائی زیادت | چراغ عاشقان بے نور می دار
برون شد پاے مستوران ز دامن | تو دلها میبر و مستور می دار
دلم را سوختی از دوری خویش | دلم می سوز و خود را دور می دار
کسے کاحوال من بیند دهد پند | که بر خود عقل را دستور می دار
من از جان بشنوم پند تو اے دوست | ولیکن عاشقم معذور می دار

نگارا چون غلام تست خسرو
بچشم رحمتش منظور می دار

۱۰۴۷ ع ب

اے دل ز بتان دو دیده برگیر | اندیشه ز عالم دگر گیر
تا شحنهٔ غم ترا درین راه | سر بر نه گرفت پاے بر گیر
شور و شر بیخودی ست این جا | با خود شو و ترک شور و شر گیر
نے نے غلطم که چون اسیران | دنبالهٔ جعدهاے تر گیر
گر درد سریست هست از عشق | با درد بساز و ترک سر گیر
سر باز مکش ز پاے خوبان | گر بے سپرست بے سپر گیر
خاکے که بر او بتے گذشت ست | از مردم دیده در گهر گیر
خارے که بر او گلے نشست ست | در دیده که میل سرمه بر گیر
ور عقل رسید زند به کوشش | ترک من مست بے خبر گیر

خسرو بنشین و دختر رز
با خوشش پسران سیم بر گیر

۱۰۴۸ ته

اے لعل لبت چو بر شکر شیر | شکر ز لب تو چاشنی گیر

---

درین غزل محذوف است۔ ٹه درین غزل محذوف است۔ ته درین غزل محذوف است

از زلف بریدنت دلِ من | دیوانه شده و برید زنجیر
زلفش بگرفت و کرد درہم | فریاد ہزار یاد شب گیر
می گبری و می زنی به تیرم | من کشته شدم ازاین زدوگیر
مادر چو توی نه زاد در تو | چوں دیده فرو نیاورد شیر
تقصیر نه می کنی تو ہر چند | تقصیر ہمی کند چه تقصیر

در بند تو بسته ماند خسرو
محبوس کجا رود ز زنجیر؟

۱۰۴۹ [۱]
ای بر دلم از فراق صد بار | ناگشته به وصل شاد یک بار
در بار گہِ وصالِ خویشم | از لطف نه می دہی دمے بار
شب تیره و بار و خر شده لنگ | ترسم نه رسد به منزل این بار
بلبل به ہوائے بوستاں سوخت | وین خار نه می دہد گلے بار
بارانِ سعادت الٰہی | از بہرِ عطا بخسروت بار
امید به کس نه دارم الا | بر رحمت و لطف ایزد بار

خسرو که ز فرقت تو سوزد
روزے نظرے به سوے او دار

۱۰۵۰ [۲]
اے شمع رُخِ تو مطلع نور | زین حسن و جمال چشم بد دور
با پرتوِ عارضِ تو خورشید | چوں شمع در آفتاب بے نور
رخسار تو در جہاں فروزی | مانندهٔ آفتاب مشہور
از روے تو شام صبح گردد | وز زلفِ تو صبح شام دیجور
انگیخته شام را ز خورشید | آمیخته مشک را ز کافور

---

[۱] در ین غزل محذوف است۔ [۲] درین غزل محذوف است

از دستِ غمِ تو در زمانه — یک خانهٔ دل نه ماند معمور

بردار غمت حلال باشد — ز وصلِ تو گشته هیچ منصور

خاطر نه رود به گلستانی — آن را که جمالِ تست منظور

خسرو که همیشه بر درِ تست

از درگهِ خود مکن ورا دور

۱۰۵۱ — ت

در سینه دارم کوهِ غم داند گر یار این قدر — شاید که نپسندد دلش بر جانِ من بار این قدر

بیچاره ای از دست شد آخر چه کم گردد ز تو — گر باز گوئی ای صبا در حضرت یار این قدر

گر بهرِ چون تو کعبه ای عمری به دیده ره روم — هم سهل باشد جانِ من این مزد را کار این قدر

از دیده زیرِ پای تو چندان فشاندم لعل و دُر — روزی نه گفتی کای فلان بست از تو بیا این قدر

گرچه دلم خون شد ز تو نی از تو می رنجد دلم — بودست مارا دیدنی از چشمِ خونبار این قدر

با آن که زارم می کشی دشوار می ناید ترا — آن کت ملامت می رسد از مات دشوار این قدر

در بوزه دارم خنده ای از نقلِ [illegible] — مرهم بکن بهرِ خدا بر جانِ افگار این قدر

ناله که خسرو می کند در آرزوی روی تو

کم نالد اندر فصلِ گل بلبل بگلزار این قدر

۱۰۵۲ — غ

جانی نه دانم این چنین یا زندگانی ای پسر — کز خوب رویانِ جهان باکس نه مانی ای پسر

دل می برد رفتارِ تو خون می کند گفتارِ تو — حیرانم اندر کارِ تو تا بر چه سانی ای پسر؟

زرین کمر بالای سر جعدی فرو ترا ز کمر — ره می روی وز جعدِ تر جان می فشانی ای پسر

گه پیچ[1] روئی چون سمن ز آئینه بینی باب سخن — چون تو به روی خویشتن حیران نه مانی ای پسر

بهر[2] چه تو مردافگنی کردم فدا جان و تنی — گرچه تو قدرِ چون منی هرگز نه دانی ای پسر

چون نیست صبر از روی تو هر ساعتی بر کوی تو — چون سگ دوم در کوی تو گرچه نه خوانی ای پسر

---

[1] درین بیت محذوف است [2] درین بیت محذوف است۔

آزردہ جانے را مکش بے خانمانے را مکش — مسکیں جوانے را مکش تو ہم جوانی اے پسر

خسرو[ملہ] در ایں بیچارگی دارد سر آوارگی

در کار او یکبارگی نامہربانی اے پسر

۱۰۵۳

صبح است و دہر از خرمی چوں روضۂ رضواں نگر — جنبیدن باد صبا جلوہ گر بستاں نگر

خندید خورشید فلک چوں سبزہ گل در بوستاں — از خندۂ آں سرخ گل آفاق را خنداں نگر

در چشمۂ خورشید اگر آبے نہ دیدستی گہے — خیزار چوں از خواب خوش روشن رخ خوباں نگر

رکن سریر مملکت کز دولت قطب جہاں — ارکان ملک و دیں قوی از روی چار ارکاں نگر

دال الحسن دستور شہ کز بہر وجہ عالمے — از کف دستش ہر خطے دیباچۂ احساں نگر

بنمودہ پیش مہر و مہ از لوح محفوظ آیتے — کاں نیک زہ بہر عمر خود منشور جاویداں نگر

گر صبح مشرق خسروا از آسماں طالع شود

صبح سعادت را طلوع از فر خسرو خاں نگر

۱۰۵۴ ت

اے از تو خوباں خوردہ خوں تو از ہمہ خونخوارہ تر — عیارہ کافر دلی چشمت ز تو عیارہ تر

من عاشقم بر روے تو ناداں چہ سازی خویش را — دانی کہ نبود بے سبب چشم کسے ہموارہ تر

در کشتن بیچارگاں آشفتی و بر من زدی — دانم نہ دیدی در جہاں کس را ز من بیچارہ تر

ہر روز ات آیم بنگرم پس بار دیگر بے خبر — صد پارہ گشتہ جامہ ہم و ز جامہ جانم پارہ تر

بگذار دل را خسروا چوں پند تو می نشنود

خاموش کن دیوانہ را او را از آں غم خوارہ تر

۱۰۵۵

ماہ نداری ار دلا یار چو ماہ من نگر — در رخ او نظارہ کن صنع الٰہ من نگر

گفتمش از لبت چساں گفت برو ز ایں ہوس — سجدہ ہزار ہم چو خود بر سر راہ من نگر

دفع کنم ز گریہ من شعلہ دمے ز تو تیا — سوختہ جان و دل بسے ز آتش و آہ من نگر

---

ملہ در بیت ذیل زائد است سہ کشتی اگر دل بر کنی مردم اگر [illegible]

چند خورد سمند تو لاله ز خون عاشقاں — گوگه گهے بشکر آں روے چو کاه من نگر

کشتنیم بدیں گنه کن نظرے همی کنم — بوسه چو مست خواهمش عذر گناه من نگر

سینه ز زخم ناخنم پاره شده ست و پر ز خوں — رگ چو نمود از درون رشتهٔ چاه من نگر

صوفی به خلوت دلم دامنے از دو دیده خوں — پارهٔ مقنع صنم ترک کلاه من نگر

خسرو عاشقاں منم در دو دلم که در هوا

گرد شده ست بر سرم چتر سیاه من نگر

۱۰۵۶ له

اے به تپیدن از تو دل هوش که می بری مبر — وے به خرابی از تو جاں باده که می خوری مخور

خوردن غم ز دل بود چند به خلق غم دهی — گر غرض این ست از کساں دل که همی بری مبر

کباب روانی و رهت هست درون سینه ها — دانهٔ دل بخور ولے دور که می پری مپر

شاه بتانی و بتاں بندهٔ تو ز بنده کم — غاشیه نه به فرق شاں بنده که می خری مخر

خسرو خسته را ز تو پردهٔ در دیده شد

یا راز آن دیگراں پرده که می دری مدر ت

۱۰۵۷ له

گر تو کلاه کج نهی هوش ز ما شود مگر — ور شکنی بر قبا کرته قبا شود مگر

خفته به است نرگست در بکشا کشن مے — شهر تمام کو بکو پر ز بلا شود مگر

مست و خراب شو رواں پاے به هر طرف فگن — دیده که خاک ست به ره در ته پا شود مگر

بندهٔ چشم تو شدم آں دو از آن من نه شد — خدمت لعل تو کنم این دو مرا شود مگر

مردم دیده مانده را بر در خویشتن ببیں — در دل همچو سنگ تو میل وفا شود مگر

دلی که خراب داشتم در رهِ من رها نه شد — خواهم از خراب تر از تو رها شود مگر

از سر زلفش اے صبا سوے من آر گه گهے — دل که ز جاے خود بشد تا که بجا شود مگر

خسرو خسته را اگر دل نه دهد خیال تو — جان و تنم ز یک دگر هر دو جدا شود مگر

---

له در ن ۱ غزل محذوف است ٢ه در ن بیت ذیل زائد است چشم تو مست شد بکن دست ترش به خون من نامه تیرنج خطا بود خطا شود مگر

۱۰۵۴ ای ز چون[۱] تو بت شده صد پارسا زنار دار — آفتابی روی ما در قبلهٔ دیدار دار
چون غم و اندوه خالت را فراوان پیشوا — در بلا و فتنه چشمت را هزاران کار دار
رشکم آید زآن که غمهایت دگر یاران خورند — آن همه یک جا کن و پیش من غمخوار دار
ناوکی زن بر دلم کز زحمت خود وارهم — خویش را بهر دلم یک دم درین پیکار دار
در دل چون از تو یادم می دهد مرهم مکن — بر دگر دلها در آویز و دلم افگار دار
من نه آن یارم که دارم پیش تو خود را عزیز — راضیم خواهی عزیزم دار و خواهی خوار دار
از چه تو هندوی کافرکیش گل چهره ست زنگ — گل به هندوستان بود چون برهمن زنار دار
رنگ می آرد کف پایت ز خون چشم من — یک دمی پا را برین دو دیدهٔ خونبار دار

چند گویی نیست بی هوشی ز مشتاقان ز من
من توانی خسرو بی چاره را هشیار دار

۱۰۵۵ ب
ای چراغ جانم از شمع جمالت نور دار — بارک الله چشم بد زان روی زیبا دور دار
چون دلم را بت پرستی نوش اندر عهد تو — بارے این بت خانهٔ دیرینه را معمور دار
کار دل[۲] کردی بر افگن بعد ازین بنیاد عقل — شحنه را چون دور کردی دست در دستور دار
من نه آنم[۳] کز درت سر بر کنم تا زنده ام — گر اجل از کوی تو دورم کند معذور دار
تا بابی حال خون آشامی شبهای من — جرعه ای زین باده پیش نرگس مخمور دار
من به جان درمانده و تو ترک بدنامی کنی — می توانی حال رسوائی چو من مستور دار

خسرو بی چاره مرد نقش شیرین تو نیست
صورت فرهاد کش در دفتر شاپور دار

۱۰۶۰[۴]
یارب این ماییم از آن جانان جدا افتاده دور — سایه وار از آفتابی ناگهان افتاده دور
چون کنم یاران که من بیمارم و مرکب ضعیف؟ — جان بلب تر زیک راهی درمیان افتاده دور

---

۱ دران غزل محذوف است، ۲ دران بیت محذوف است ۳ دران بیت محذوف است ۴ دران غزل محذوف است

بی‌نوا چون بلبلِ بی‌برگ چون شاخِ خزان — کز جمالِ گل بود در مهر جان افتاده دور

آن چنان کاندر لحد چشم بد مرا دور از رخت — یاد چشم باز در رویت آن چنان افتاده دور

دور از کوی تو سرگردان همه شب تا به روز — در فغان گوئی سگی ام ز آستان افتاده دور

در خیال ابرویت تنها و بیکس سالهاست — شسته در خاکم چو تیرے از کمان افتاده دور

یاد کن از چون منی ای دوست گر با چون توئی — آن چنان نزدیک بود این دم چنان افتاده دور

گفته ای "تو کیستی مانده درین کوی چنین" — بی‌دلی سرگشته ای از خانمان افتاده دور

دی خیالت گفت خسرو حال تنهائیت چیست؟
چیست همچون حالِ تنهائی ز جان افتاده دور؟

۱۰۶۱ — ت

گر هنر داری مرنج ار کم نشینی بر ستور — زیر عیسیٰ خر نگر زیر خران یکران تور

وز خرِ دنی نام رخش و دارد ت سر جا حسود — در عرب وی را تهمیت است اسم و در تاتار بور

نیک و بد در آدمی تنها نه می ماند چنانک — نافه در جیب ملوک و باده در جام بلور

نفس را چون رام جوئی ساکنی بهتر ز جهد — پیل را چون پست خواهی چاره نیکوتر ز زور

چند بهر لقمه‌ای کش خورده نشوانی ز حرص — پا نهی کآنجا نه‌بی تنگ در ره پیلان چو مور

احمقی باشد که گنجی دارد و خر جبش نیست — بر ستوری را نبار گوهری که بود دستور؟

مرد باشد عرض بخشش پیش دکان بخیل — خیره باشد چاه کندن بر لب دریای شور

در عیار سیم و زر تا کی پرستی سنگ را؟ — باش تا سیم تو گردد گور و گردد سنگ گور

ترک در دنبالهٔ گور نه ز گورش یاد نه — گور دنبالش روان زان گونه کاو دنبال گور

صنع یزدان شد چنان از دیدهٔ حبشی مبین — حسن در زنگ و حبش چون عقل در ملتان و غور

بر نگیرد بنده خواهش ذرّه ذرّه کن چو ریگ — روغن اندر ریگ ریزی بیشتر گردد جو ر

خام تر گردد ز پندِ معنوی نادانِ خام — کور تر گردد ز بادِ عیسوی دجالِ کور

گر به پند از فسق باز آئی چو خسرو ای حکیم — در جنب سر رشته‌ات باید چه دریاو جهور

له بیت در ن محذوف است

۱۰۶۲

یارب آن روی[1] ست یا گل برگ خندان در نظر — یارب آن بالاست یا سرو خرامان در نظر؟

ای خوش آن ساعت که بینم آن رخ و گیرم لبش — بادهٔ خوش بر کف و گلنار خندان در نظر

تا تو ای سرو خرامان در چمن بگذشته‌ای — می نیاید بیش بلبل را گلستان در نظر

در تو می بینم ز درد دل ز حسرت بیقرار — تشنه را کی سود دارد آب حیوان در نظر؟

یک زمان از دل فرو نائی همه شب تا به روز — گرچه باشد تا به روزم ماه تابان در نظر

در نظرها صورت جان گر نیاید گو "میا" — در تو بینم کایدم چیزی به از جان در نظر

خلق گل بینند و من روی تو زیرا خوشتر است — یک نظر در دوست از صد ساله بستان در نظر

گر به دندان تو زان بینم که دل می خواهدم
ورنه دریا نایدم از بار سلطان در نظر

۱۰۶۳

ای ترا در زیر هر لب شکرستانی دگر — جز لبت ما را نمک نه هر نمکدانی دگر

من غم دل گویم و تو همچنان مشغول یار — تو بشهری دیگر و من در بیابانی دگر

من به تو حیران تو می گوئی که "پیمان تازه کن" — بار ای دل عمر و آن گه عهد و پیمانی دگر

وه که چندان جان محنت کش مرا سوزی بسوز — خانه خالی کن که آمد باز مهمانی دگر

زان لب چون آب حیوان کشته شد شهری تمام — ای خضر بنما اگر هست آب حیوانی دگر

بر دل من غارت کافر میار ای بتان — زان که بود این کافرستان را مسلمانی دگر

هرچه ممکن بود کردم چارهٔ درمان خویش — بعد ازین جز جان سپردن نیست درمانی دگر

با چنین خونابه دست از چشمها خسرو بشوی
زان که این خانه نیارد تاب بارانی دگر

۱۰۶۴ [2]

پرتو خورشید بین تابنده از روی قمر — شاد باش ای روشنی روی نیکوی قمر

راست چون ماه نوم کاهیده و زار و نزار — کز پس ماهی بود یک روز پهلوی قمر

---

[1] غزل در دیوان محذوف است - [2] درین غزل محذوف است

هر شبے تا صبح بیدارم به بازیٔ خیال | سر به روے خاک مالدم چشم بر روے قمر
اے دل ار خواہی کہ حلواے خوری از عیدِ وصل | من حلالت می نمایم آں گہ ابروے قمر
ماہِ من چاہِ زنخدانِ تو شد از خوں پُر آب | پاک کن کز روے در آب افگندہ اے گوے قمر
نیکواں خاکِ تو اند اے ماہ در تو کے رسند | کے رسد خاکے کہ اندازد کسے سوے قمر
کشتت پنہاں می کنی و منع خسرو بیہدہ ست
زاں کہ شب گردے نہ خواہد رفتن از کوے قمر

۱۰۶۵      و

می نیاید چشمِ من بر آستانِ او گذر | دولت دستے کہ سازد در میانِ او گذر
یاد ہر دم تازہ تر نو روز عمرش گرچہ ہست | بلبلِ محروم را در بوستانِ او گذر
ناوکِ مہرش گذشت و ایں قدر روزی نکرد | ایں فنا را اندر دلِ نامہربانِ او گذر
او بہ دشنام و مرا ہر زبانش افسوں ز آنک | حیف باشد چوں منے را بر زبانِ او گذر
سر گذشتے باز گوئی از دلِ من زیں بہار | اے صبا گر افتدت روزے بہ خانِ او گذر
چوں رسد جانِ شہیداں بر فلک جانِ مرا | کشتۂ ادیم مبادا از آستانِ او گذر
عشق بس ناخوش بلاے لیکن ار پرسی ز من | خاک او خوش کایں بلا دارد ز جانِ او گذر
جانِ من از صبر می پرسی دلِ ما را بپرس | زاں کہ ایں معنی نہ دارد در گمانِ او گذر
ہر شبے کاندر دلِ خسرو گذشتی شب نہ خفت
کرد گوئی ناوکے در استخوانِ او گذر

۱۰۶۶      ت

خوش بود بادۂ گل رنگ در ایامِ بہار | خاصہ در سایۂ گلہاے تر اندامِ بہار
عاشقِ زارِ بہار است نہانی سوسن | لیک از شرم نیارد بہ زباں نامِ بہار
بر چمن بود بسے دامِ بہار از زر و سیم | غنچہ بکشاد گرہ تا بدہد وامِ بہار
بعد ازیں بینی در سایۂ ہر سرو بلند | مجلسے کردہ جواناں مئے آشامِ بہار
ہشیار او ست بہ نزدِ ہمہ اہلِ معنی | گر بہ مستی گذراند سحر و شامِ بہار

به غنیمت شمر اے دوست اگر یافته ای　　روے زیبا و مے روشن و ایام بهار

از پے خوردن مے با سخنانِ خسرو

باد می آرد از آں روے تو پیغام بهار

۱۰۶۷　　له

یکے امروز سرِ زلف پریشاں بگذار　　شانه تا کے بود انگشت به دنداں بگذار

گر سرم نیست به ساماں ز غمت هیچ مگوے　　مرمرا هم به من بے سر و ساماں بگذار

نیک دانند لب و چشم تو مردم کشتن　　تو مشو رنجه و ایں کار بدیشاں بگذار

طره را کار مفرماے به شهر آشوبے　　دیو را شعبه گرفتن به سلیماں بگذار

گویم جانِ غمینِ تو گرفتار من ست　　دو جهاں گشت گرفتارِ تو یک جاں بگذار

گر ز درماندگئ عشق ترا دردے هست　　هم یاراں در دِ قناعت کن و درماں بگذار

خسروا یا به گریبانِ وفا سر در کن

یا ز کفِ دامنِ اندیشهٔ خوباں بگذار

۱۰۶۸　　ب

زلفت از باد دگر باشد و از شانه دگر　　مست بگرفته لبِ ساغر مستانه دگر

در غمت جاں ز تنم رفت و خیال تو بماند　　عاقبت خویش دگر باشد و بیگانه دگر

دل آسوده دگر حال پریشاں دگر است　　شهر آباد دگر باشد و ویرانه دگر

اصل شهوت که خود آراے بود سوختن ست　　کرم شب تاب دگر باشد و پروانه دگر

اے دل[۲] افسانه که گفتی و ببردی خوابم　　بهرِ خوابِ اجلم گوے یکے افسانه دگر

به تکلف[۳] بشود عشق گر آں جان و خرد　　بیهش باده دگر باشد و دیوانه دگر

گفت مجموع دروغ آں چه گماں می بردند

که چوں خسرو نه بود عاقل و فرزانه دگر

۱۰۶۹　　ب

گر زمن جاں برد و باد هواے کم گیر　　در جهانم نه بود کهنه سراے کم گیر

له دریں غزل محذوف است ۲ه دریں بیت محذوف است۔ ۳ه دریں بیت محذوف است

این دل سوخته با گوشهٔ محنت خو کرد — گر به باغی نرود برگ و نوای کم گیر
زاهد من خدمت رندان خرابات بس است — گر نمازی نکنم رسم ریای کم گیر
زاهد ار سوی من از ننگ نه بیند هرگز — ما به دشنام تو سازیم دعای کم گیر
گر دل مردهٔ ما زندگی تو به نیافت — در خم آب حیات است صفای کم گیر
خلق از مشک و من از خاک در دوست خوشم — این صواب است مرا بوی خطای کم گیر
گر ز عشاق تو من کشته شدم عمر تو باد — از صف کج کلهان ژنده قبای کم گیر
غم مخور گر شود آواره ز کویت چو منی — از قدمگاه سگان بی سر و پای کم گیر
من که باشم که کسی از چو منی یاد کند؟ — از گلستان ارم برگ گیای کم گیر

صد چو خسرو به درت هست یکی گو کم باش
در طرب خانهٔ جمشید گدای کم گیر

۱۰۷۰ ـ [1]

سر به کوی عشق غلتانیده گیر — چشم را بر خواب خوابانیده گیر
زلف پیچانت چو گیرم بیهده — تهمتی بر خویش پیچانیده گیر
چشم تو خون می نه غلتد در درون — گوهری از دیده غلتانیده گیر
چون نه می گردد دولت چون آسیا — ماچه گردانیم گردانیده گیر؟
چند ترکانه به خون اغرا کنی — خانهٔ زنبور شورانیده گیر!
پس کند تا کی زبان گردن چو شمع — آتش اندر سینه گیرانیده گیر

گرچه خسرو را بمیرانی ز غم
نام چون باقیست میرانیده گیر

۱۰۷۱ ـ [2]

ای دخت از مه جهان آرای تر — وی لبت از می نشاط افزای تر
ترکنم جان در رهت چون ره روی — کآب می ریزد از آن بالای تر

---
[1] در ن غزل محذوف است ـ [2] در ن غزل محذوف است۔

مانده گشتی ارچه از خوں ریختن ‌‌ — خوں بریز از عارضِ زیبای تر

خوں خود جویم همی تا در تو دید — از کزیں چشمِ جگر پالاے تر

مردمِ چشمم نیاساید ز خواب — زاں که هستش روز تا شب جاے تر

در غمت آب از سرِ خسرو گذشت
گرچش از دریا نه گشتے پاے تر

١٠٧٢ [1]

با تو در سینه نفس را چه گذر؟ — در دلم غیر تو کس را چه گذر؟

باغ نشگفت و نیامد موسم — در دلِ خسته هوس را چه گذر؟

من اسیرم ز گلم یاد مده — در چمن مرغِ قفس را چه گذر؟

خلق گوید که نفس زن در وصل — در تنِ مرده نفس را چه گذر؟

اندر آں دل که تو ئی، غم چه کند؟ — خانهٔ شاه عسس را چه گذر؟

وصل جو را نه بود لذتِ عشق — در نمکسار مگس را چه گذر؟

می کند خنده که دریا ز تو ام
در دلت خسرو خس را چه گذر؟

١٠٧٣ [2]

در عشقِ یار خود را بدنام کردم از سر — یارب فرو مبادا ایں مے که خوردم از سر

سر بر خاک گشتن پیشِ درش نهادم — چه جاے آں که یاراں رو بند گردم از سر

مهره ز تن جدا شد در تن ز هجر جاناں — عشق و بلا از ایں پس بازنده کردم از سر

جانا بهارِ حسنت آغازِ سبزه دارد — شد وقت آں که اکنوں دیوانه گردم از سر

مطرب به نوکِ غمزه بکشاے سینهٔ من — بخراش ریش کهنه کن تازه دردم از سر

رفت آں که بود خسرو نیکو ز شاہد و مے — اے دل گواه باشی کاقرار کردم از سر

---

[1] دریں غزل محذوف است [2] دریں بیت ذیل زائد است سه خواهم شد امشب آں سو می باید ماند زدو
دے گر بسر نخ گرداں رخسار زردم از سر —

جولانِ توسنش بیں ہر سو غبار دیگر — فتراک از نگہ کن ہر سو شکار دیگر

دلہا اسیر گرد جانہا شکار سازد — ہرگز ندیدہ ام من زیں ساں سوار دیگر

بخشم بہ زلفش ایماں ہم نابد استوارش — آں چشم کافرش بیں نااستوار دیگر

ہست ارچہ کار عیسیٰ جانہا بہ مردہ دادن — مشکیں لب و دہانش دارند کار دیگر

از خندہ ہائے نو بر جاں یک یادگار دارم — وز داغ ہجر بر جاں صد یادگار دیگر

تا باد راست گہ گہ بر طرۂ تو بازی — از ہر شکنجِ مویت دارم غبار دیگر

گفتی کہ یار دیگر نہ نشست در دلِ تو — تو جائے می گذاری از بہر یار دیگر

یک بار دل بہ من دہ سوگند می خورم من — بینیم اگر بہ خوباں در عمر بار دیگر

از دست خوب رویاں دیوانہ گشت خسرو
تنہا نہ او کہ چوں او چندیں ہزار دیگر

۱۰۷۵

اے بادِ صبحدم خبر آشنا بیار — بوئے نہفتہ زاں صنمِ دلربا بیار

مارا کہ یابم از دلِ گم گشتہ آگہی — یک تارِ مو از آں سرِ زلفِ دوتا بیار

تعویذ عمر بایدم اندر شبِ فراق — یک نامہ زاں مسافرِ فرخ لقا بیار

گفتی سلام آرم از آں چشم مردمست — یا خود میائے تا نشوم کشتہ یا بیار

تا کے ز پند بیہدہ گوشم گراں بود — آخر ازاں دو ہم سخنے اے صبا بیار

زاں بوستاں کہ میوہ بہ اغیار می دہد — برگے بہ سوئے فاختۂ بے نوا بیار

در غیرتم کز آں دستِ خار نگے بہر دے — یکرہ از آں یکے ز پئے جانِ ما بیار

جانِ مرا خرید خیالش بہ بندگی — ایں بندہ زانِ اوست از آں بت رضا بیار

زاں جام لب کہ جرعہ ز شاہاں دریغ داشت — پروانۂ خرابیِ مشتے گدا بیار

از جرعہ گاہ او قدرے آبرو بخواہ — بر دردہائے کہنۂ خسرو دوا بیار

---

۱؎ در ن غزل محذوف است۔

۱۰۷۶

ای دل از این خرابهٔ وحشت کرانه گیر — رو بر فراز کنگرهٔ عرش آشیانه گیر

هستی به فقر باز ده بهانه مکن که نیست — یابی مگر خلاص ز دهر این بهانه گیر

سنگِ گرانِ خود به ترازوی همت آر — هر دو جهان به وزنِ دو خشخاش دانه گیر

از کیش پاک سهم سعادت ستان و بس — این جانب دو قوس ده کمانی نشانه گیر

گیتی فسانه گیر زِ خیالی که اندر اوست — آن جا که راستی ست دروغ و فسانه گیر

رخشِ زمانه نزدِ تو، خواهی قرارِ عمر — گر قوتیت هست عنانِ زمانه گیر

در عشق خونِ دل خور و از شوق ناله کن — آن باده را به زمزمهٔ این ترانه گیر

خسرو ز نام و ننگ جهان به که وارهی
نا داشت گرد مست شو و شاخسانه گیر

ت

۱۰۷۷

ای شهسوار دست به سوی عنان مبر — بر صید تیر مفگن و از خلق جان مبر

چون در شکار بر سرِ آهو گذر کنی — چشمت بس است دست به تیر و کمان مبر

در جعدِ چون کمندِ تو من صیدِ لاغرم — آزرده می‌شوم به زمینم کشان مبر

دانی که چند دست دل اندر عنانِ تست — آن دست نازنین به دوال عنان مبر

چندان ز مه و ستاره تو تنها شنیده‌ای — شرمی بدار و نام کسان بر زبان مبر

گفتی که نیست یارِ منت[1] از خدا بترس — بر من که سوختم ز فراق این گمان مبر

دل برده‌ای بیا شهِ مردم شکار ده — تن لاغر است طعمهٔ زاغ استخوان مبر

سودی بکن همین که بیایی به سوی من
صبر و قرار خسروِ مسکین زیان مبر

۱۰۷۸

از چشمِ تو که هست ز تو جان شکار تر — دل نیست در جهان ز دل من فگارتر

می گوئی تلخ از آن لبِ شیرین که زهرِ تست — ز آبِ حیات بر دل و جان سازگار تر

---

[1] در ن غزل محذوف است۔

خلق از تو با کمال وفا با شکایت‌اند | من هرچه بیش می‌کشیم شرمسار تر
بیش تو جان شگافم و باور نبایدت | هرگز ندیده‌ام ز تو بی استوار تر
گفتم که هوشیار شو ای دل به کار عشق | عقلم بگوش گفت "ز من هوشیار تر"
در عشق یار گوار بود پند دشمنان | حقا که پند دوست از آن ناگوار تر
پرسی که چون نخست دلت بیقرار نیست" | گر باورم کنی قدری بیقرار تر"
رخ هرچه پیش در تو همی زنم به سنگ | بختم نگر که هست زرم بی عیار تر

هم خود برون برآر چو خسرو بگویدت
کاخر ز چیست چشم من سوگوار تر؟

۱۰۷۹ ت

هر شب منم ز هجر پریشان ز دیده تر | دل از برم رمیده و من زو رمیده تر
افغان ز تو که هست به گوشت فغان من | هرچند بیش می‌شنوی ناشنیده تر
شیرین غمیست عشق ولیکن زبان کجاست؟ | ای دل بگویمت که بخوان لیک دیده تر
خلقی براه منتظرت جان سپرده اند | ای ترک مست وار عنان را کشیده تر
تو فتنهٔ زمانه شدی ورنه روزگار | بودست پیش ازین قدر آرمیده تر
ای دوست پرده پوشی مجنون ز عقل نیست | کو راست دامنی ز گریبان دریده تر

خسرو زمان رفتن و دردش بار عشق
راه دراز می‌روی آخر جریده تر

۱۰۸۰ ب

نه نرگس است ز چشم خوش تو عربده جو تر | حرف ارنه سنبل ست ز زلف کج تو غالیه بو تر
اگرچه سوخت مرا هجر خام و وعدهٔ دیت | خوشم که دوزخ نقد از بهشت نسیه نکو تر
من از قضاست که میرم به بند سلسلهٔ مویت | بیا که نیست کس از تو به دهر سلسله مو تر
به سخت چشمی یاران کشی صلیبه چو ترکی | که از گروههٔ سنگین کند شکار کبوتر

۱ بیت در ن محذوف است۔

شرابم از نه زبی تیغ دان به حلق که بارے — زدولت تو کنم زاں دگر شراب گلو تر

مبیں که مایهٔ دیوانگی ست عشق تو ایں بیں — که عقل اولیں از وے پیاده اے ست فروتر

گرت بگوید از آن منی مرنج ز خسرو
که نیست زو کسے اندر زمانه بیهده گوتر

۱۰۸۱ [ل]

رضاے من طلب امشب، طریق ناز مگیر — مبند چشم عنایت نظر فراز مگیر

ز دل گزیده شدم زلف را بدو مگذار — منم غریب تو سنگ را رسن دراز مگیر

اگر بگیرم زلفت به سوے خویشش مکش — ز دست من بردن شب طریق باز مگیر

بدزد لب چو بگیرم به زیر دندانش — نواله اے بدهن آمده ست باز مگیر

تنم ز هجر زد تا شد، هنوز زخم مزن — مرا که چنگ شکستم براے ساز مگیر

چو من بسوختم از غم مخاے چندیں لب — چو شمع پیش تو باشد اشکر به گاز مگیر

ببرده ای دل خسرو مگوے کے بردم
عنان ناز بکش راه احتراز مگیر

۱۰۸۲

قمر برید ز من مهر و من خراب قمر — شبم دراز چو گیسوے نیم تاب قمر

خرابه ها همه چوں از قمر شود روشن — چرا ست تیره دل من چو شد خراب قمر

تمام شب قمر آسماں نمی خسپد — که چشم ایں قمر ما ببرد خواب قمر

کجا رسد مه گردوں بدیں قمر بارے — که نیست چشمهٔ خورشید در برابر قمر

ز نور باشد هر قطره چشمهٔ خورشید — چو خوں چکد ز رخ همچو آفتاب قمر

کنوں دمیدن صبح از رخ قمر باشد — چو آفتاب نهاں شد ز ماهتاب قمر

گر آید و بدود زود تر نه جاے گله ست
از آں که نیست نهاں خسرو از شتاب قمر

---

ل : در ن غزل محذوف است ۔

١٠٨٣

منم بخانهٔ تن این جا و جان به جای دگر — به دل تویی و سخن بر زبان به جای دگر

به بوستان روم از غم دلی چه سود کراست — دلم بجای دگر بوستان به جای دگر

کجا بکوی تو ماند نسیم باغ بهشت — زمین ست جای دگر آسمان به جای دگر

چو جان دهم نرود دل به کویت ای چه رند — سگان کوی تو هر استخوان به جای دگر

نشان ز سوی تو پرسند و من نه بر غیرت — تو جای دیگر و گویم نشان به جای دگر

مگو که "یار دگر کن" کنم اگر بینم — لطافتی که تو داری همان به جای دگر

بگو چگونه توان گفت زنده خسرو را — که او بجای دگر ماند و جان به جای دگر

١٠٨٤[٢]

رخ گل خوش ست از وی رخت ای نگار خوش تر — چه بود گلی که رویت ز دو صد بهار خوش تر

چه روم به باغ و بستان چو گلی به تو نماند — ز گلی که بی تو بینم به دو دیده خار خوش تر

به یکی سخن که گویی بزید دو باره مرده — که ز آب زندگانی دو لبت دو بار خوش تر

چه خوش ست یک کرشمه ز برای مردن من — که اگر زیم به دیدن یکی از هزار خوش تر

منم و شبی و با دل همه شب حکایت او — که غم دراز گفتن به شبان تار خوش تر

چو روم به خاک جانم بکند این سخن به حسرت — که بر این تن زمینی ره آن سوار خوش تر

چو غلام تست خسرو ز پیاده مرد به فریاد
تو از بی دو گوی پیشتر که کدام کار خوش تر

١٠٨٥[١]

سپیده دم که گهر بار در ابر در گلزار — شود به جلوه گل اندر نگار خانهٔ یار

عجب نباشد اگر از نسیم روح افزای — دم حیات زند نقش خامه بر دیوار

چو عشقهای کهن را که نو کند از سر — چو عندلیب بر آرد ز شوق نالهٔ زار

گهر فروش شود روی نیکوان ز عرق — گهی که گرم شود آفتاب را بازار

خوش آن کرشمه و نازی که می کند نرگس — چو چشم ساقی رعنا میان خواب خمار

---

[١] مطابق نسخهٔ "ن"، [٢] مطابق نسخهٔ "ن"۔

میان لاله و گل بین صبا ز نغمهٔ مرغ — که رقص می کند از بے خودی بر آتش خار

شررست صحن گلستان ز ارغوان و سمن
چو آستان شہ از روے خسروان دیار

۱۰۸۶ [۱]

اے سرم را نجاک پایت نیاز — عاشقی را ز سر کنم آغاز
جاں ز نازت نمی شکیبد و نیست — چاره اے چوں بر آمده ست نیاز
گفتی "از من نہاں مکن راز ت" — کے شنیدی که من نه گفتم راز؟
یادم آید ز زلف او اے دل — باز گوئی به ما شب است دراز
گوشه می گیرم از کمانِ تو لیک — می زند غمزهٔ تو تیرم باز
یک دم اے بخت باز روشن کن — چشم محمود را به پاے ایاز
خسرو آواز خوب دارد دوست
کیست کاو نیست عاشق آواز؟

۱۰۸۷

فزوں شد عشقِ جاناں روز تا روز — کجا زیں پس شب ما و کجا روز
ز بے ہوشی نه دانم روز و شب را — شبم گوئی یکے گشتست با روز
دل ست ایں ہیچ پیدا نیست یا خوں — شب ست ایں ہیچ پیدا نیست یا روز؟
چه خفتی، خیز اے مرغ سحر خیز — ترا روزی ہمی باید مرا روز
مگو جاناں که روزے بر تو آیم — نه دارد چوں شب اندوه ما روز
تو خوش خفته به خواب ناز تا صبح — مرا بیدار باید بود تا روز
چه عیش ست ایں که خسرو را به ہجرت
شود هر شب به زاری و دعا روز

۱۰۸۸ [۲]

ز من چوں دل ربودی رفت جاں نیز — که در دل داشت شوقت ایں و آں نیز

---

[۱] دریں غزل محذوف است [۲] دریں غزل محذوف است۔

زیاقوت لبت ما را طمعهاست — که از او زنده ست جان و هم روان نیز

رقیبت را مده دشنام از آن لب — که دل را سخت می آید روان نیز

سر پابوس، تو تنها نه دل راست — که مشتاق است جان ناتوان نیز

دلے بودم شد آن پابند زلفت — نه می یابم از او نام و نشان نیز

تعالی الله چه تنگ است آن دهانت — که فکر آن جا نه می گنجد گمان نیز

غمت خسرو چه گوید آشکارا؟

که نتوان گفت راز تو نهان نیز

۱۰۸۹ [۱]

گشادی چشم خواب آلود را باز — در فتنه به عالم کرده ای باز

به دور ماه رویت زلف شب رو — پریشان کاری اکنون کرد آغاز

خط سبزت اگر نه خضر وقت است — چرا شد با لب جان بخش دمساز؟

ببستان گر روی در سجده آید — به پیش قامتت سرو سرافراز

ربودی دل ز من زان گه سپردی — به دست طرهٔ دل دوز غماز

چه جای جان که بر دل می زند تیر — چو گردد ترک چشمت ناوک انداز

اگر ندهی به عمرے کام خسرو

روا باشد بغیر از مهر و ناز

۱۰۹۰

بر جان من شکسته دل، باز — کردی تو شراب خوردن آغاز

جانا مخور این قدح، که مستی — لب را بزن و به من بده باز

شد نوبت شربت پسینم — جرعه به پیالهٔ من انداز

ما را غم تو ز خلق ببرد یاد — در صحبت دوستان دمساز

پرسی که چگونه ای"، چه گویم؟ — کز مرده برون نیاید آواز

---

[۱] در ن غزل محذوف است۔

گویند مرا "برو از این کوی"     دل گم کردم، کجا روم باز؟

خوش نیست سرود، خسروان را
مطرب مست ست و چنگ ناساز

۱۰۹۱ [1]

مبتلا شد چون دل مسکین به زلف یار باز     جان سلامت کی توان بردن از آن طرار باز

دل به ابروی بتان دارد چو اقرار درست     می کند از مومنی تصدیق آن اقرار باز

سرو بستان در چمن چون دید رفتار ترا     از خجالت خشک بر جا ماند از رفتار باز

هیچ غمخواری نه دارم در غم عشق تو من     هم مگر لطف تو گردد بنده را غمخوار باز

چارهٔ بیچارگان چون در لب شیرین تست     دامنت خواهم گرفتن ای صنم ناچار باز

چند گه پرکار چرخ ار کرد از هم مان جدا     عاقبت با هم رسانید آن سر پرکار باز

بر جمالت دل نه اکنون عاشق است ای جان من     مهر تو در سینه دارم مدت بسیار باز

گر هوای وصل آن مه داری ای خسرو روا
چشم غیرت را ببند از دیدن اغیار باز

۱۰۹۲ [2]

در فراقش رود خون از دیده می بارم هنوز     وان ز دل گرمی نه گوید ترک آزارم هنوز

سالها تا گلبن مقصود را می پرورم     ز آب چشم بر نمی آید گل از خارم هنوز

گرچه برباد هوس شد خرمن امید من     تخم مهرش در میان جان همی کارم هنوز

گرچه پر داغ است جان من ز هجران نگار     داغ مهرش بر جبین دوستی دارم هنوز

دلبر از کوی محبت پا اگر بیرون نهاد     من بد ستی نا امیدی سر نمی خارم هنوز

زاری و افغان من بی او گذشت از نه فلک     وان نگار آگه نه گشت از نالهٔ زارم هنوز

گرچه جان خسرو از مهر رخش از دست رفت     تخم عشقش در زمین دل همی کارم هنوز

۱۰۹۳

مست من چون جرعه نوشی باده ای بر من بریز     دُرد در جام عود برای رسوای مرد و زن بریز

---

[1] در ... غزل محذوف ست - [2] در ... غزل محذوف است۔

چشمِ تو مست ست گر کم ایستد ناکرده خون     خونِ من در پیشِ آں قتّال مردافگن بریز

دشمنِ جانِ من ست آں غمزه تا ناخوش گردد او     آن چه در درمن شنیدی پیشِ آں دشمن بریز

دل شد از تیرِ غمت روزن چو خواهد رفت جاں     شربتے از جامِ خود بارے برآں روزن بریز

خلعتِ[1] زنگے ست واجب گر گشتم بر سرِ سبو     نیمهٔ دیگر برایں دستار و پیراهن بریز

مست می رفتم سبو بر سر فتادم واں شکست     تارکم بشکن بداں و خونِ من بر من بریز

تیرگیٔ عیشِ مشتاقاں ترا چوں روشن ست

بر دلِ تاریک خسرو بادهٔ روشن بریز

۱۰۹۴[2]     ب

سوزم آں نرگسِ بے خواب نه بیند هرگز     بختم آں طرهٔ قلاب نه بیند هرگز

هر دمش سجده کنند انجم و مهر و مه و چرخ     یوسف ایں مرتبه در خواب نه بیند هرگز

بے محابا[3] کشد و شرم نه دارد آرے     روے قربانیٔ قصاب نه بیند هرگز

طمعِ مهر و وفا همتِ کوته نظراں ست     مردِ عشق ایں همه اسباب نه بیند هرگز

هر شکارے که فتد پیشِ تو اے تیر انداز     سیری از ناوکِ پرتاب نه بیند هرگز

ای[4] مؤذن مکش آواز که هست ایں دلِ من     بت پرستے که بمحراب نه بیند هرگز

خسرو آں شب که بکوے تو رود دل از غیرت

سایهٔ خویش به مهتاب نه بیند هرگز

۱۰۹۵

روبیت[5] از خوی همه پر گوهرِ خوشاب است امروز     آفتابِ تو ز سیاره به تاب است امروز

هر خیالے که ز خورشید در آب افتاده ست     پیشِ رخسارِ تو لرزنده چو آب است امروز

چشمِ بیمارِ تو پرهیز که می کرد ز مے     می فتد هر طرفے مست و خراب است امروز

دانم آں چشمِ تو فتنه ست و ز مستی خفته ست     خفته را هیچ نه دانم که چه خواب است امروز

---

[1] دریں بیت محذوف است [2] دریں بیت ذیل زائد است ع هر زماں خنده دیگر کند آں شوخ دلاویز؛ داغ دیرینه که آں چشم نه بیند هرگز [3] دریں بیت محذوف است [4] دریں بیت محذوف است [5] دریں بیت محذوف است [6] دریں غزل محذوف است

دوش گفتی که "دهم بوسه‌ات" پس می گوئی ‌‌ ‌‌ گرلبم ریش شود این چه جواب است امروز

خنده‌ات دید و دهن باز بمانده ست صنما[1]

از دهانت که پر از دُرِّ خوشاب است امروز

١٠٩٦

دل ز تن بردی و در جانی هنوز ‌‌ ‌‌ دردها دادی و درمانی هنوز

آشکارا سینه‌ام بشگافتی ‌‌ ‌‌ همچنان در سینه پنهانی هنوز

ملکِ دل کردی خراب از تیغ کین ‌‌ ‌‌ واندرین ویرانه سلطانی هنوز

هر دو عالم قیمتِ خود گفته‌ای ‌‌ ‌‌ نرخ بالا کن که ارزانی هنوز

خونِ کس یارب نگیرد دامنت ‌‌ ‌‌ گرچه در خون نے پشیمانی هنوز

جورها کردی سالها چون کافران ‌‌ ‌‌ بهر رحمت نامسلمانی هنوز

ما ز گریه چون نمک بگداختیم ‌‌ ‌‌ تو به خنده شکرستانی هنوز

جان ز بندِ کالبد آزاد گشت ‌‌ ‌‌ دل به گیسوے تو زندانی هنوز

پیری و شاهد پرستی ناخوش است

خسروا تا کے پریشانی هنوز[2]

١٠٩٧

تن پیر گشت و آرزوے دل جوان هنوز ‌‌ ‌‌ دل خون شد و حدیث بتان بر زبان هنوز

عمرم به آخر آمد و روزم به شب رسید ‌‌ ‌‌ مستی و بت پرستیِ من همچنان هنوز

آهنگ کرده سوے بتان جان کمترین ‌‌ ‌‌ کافر دلانِ حسن ز دل سوے جان هنوز

صد غم رسید و مرگ هنوزم نمی رسد ‌‌ ‌‌ صد کعبه رفت و مهر دلم رایگان هنوز

عالم تمام پر ز شهیدانِ خفته گشت ‌‌ ‌‌ ترکِ مرا خدنگِ بلا در کمان هنوز

بیدار مانده شب همه خلق از نفیرِ من ‌‌ ‌‌ وان چشمِ نیم مست به خوابِ گران هنوز

هر مردم کرشمه هاے وے افزون و آن گہے ‌‌ ‌‌ خسرو ز بند او به امید امان هنوز

---

۱؎ درین بیت محذوف است ۔ ۲؎ درین غزل محذوف است ۔

۱۰۹۸ ؎ افتادہ ام ز جاہ تو بیم از سر نیاز | دستے بگیر و در قدمت سر زما بباز
شمع جہاں فروز توئی در جہاں ولے | ما ہیم از برائے تو در سوز و در گداز
از ما چہ احتراز نمودی، کہ در جہاں | ہرگز نہ کرد شمع ز پروانہ احتراز
گر تو نماز جانبِ محراب می کنی | ما می کنیم در خمِ ابروے تو نماز

ببر یار زلف و کرد بہ خسرو اشارتے
یعنی کہ عمرِ تست نہ می خواہمش دراز

۱۰۹۹ ؎ مجال بود من مدہوش را حضورِ نماز؟ | کہ کنج کعبہ ز دیرِ مغاں نہ دانم باز
مرا مخواں بہ نماز اے امام و وعظ مگوے | کہ از نیاز نہ می باشدم حضورِ نماز
چو صوفی از مے صافی نہ می کند پرہیز | مباش منکرِ دُردے کشانِ شاہد باز
بسانِ مطربِ مفلس نواے سوختگاں | چو بلبلِ سحری می کند سماع آغاز
اگرچہ عود تو ام ہر نفس بخواہی سوخت | مرا ز ساز چہ می افگنی بہ سوز و بہ ساز
بداں طمع کہ کند مرغِ وصلِ خوباں صید | دو دیدہ ام شدہ از شام تا سحر گہ باز
خیالِ زلفِ درازِ تو گر نہ گیرد دست | کہ بر سر آرد ازیں ظلمتِ شبانِ دراز
تو در تنعّم و نازے ز ما کے اندیشی؟ | کہ ناز ما بہ نیاز است و نازش تو بہ ناز
اگر ز خطِ تو چوں موے سر بگردانم | بہ بندِ روچوں سرِ زلفم بر آفتاب انداز
امیدِ بندۂ مسکیں بہ ہیچ واثق نیست | مگر بہ لطفِ خداوندگار بندہ نواز
گذشت شعر ز شعری و سوزش از گردوں | چرا کہ از پے آوازہ می رود آواز

خرد مجوے ز خسرو کہ اہلِ معنی را
نظر بہ عشقِ حقیقت بود نہ عقلِ مجاز

۱۱۰۰ ؎ خیالِ دوست بہ چشمِ من اندر آمد باز | ہواے عشق دگر بارہ در سر آمد باز

---

؎ درین غزل محذوف است۔ ؎ درین غزل محذوف است۔ درین غزل محذوف است۔

کشیده غمزهٔ از لشکر و ولایت صبر — خراب کرد که غوغاے کافر آمد باز
سبک سوار من از کوے فتنه سر برکرد — فغاں به شهر تظلم بداور آمد باز
کبوترے بدام از چنگ باز رسته ز تیغ — که چنگ باز به پاے کبوتر آمد باز
جز آب دیده نه شوید غبار سینه کنوں — که خیل غمزه به صحراے دل در آمد باز
بسوز خسرو اگر بخت سایه ات نه کند
که آفتاب حوادث برابر آمد باز

۱۱۰۱ له

دمید صبح مبارک طلوع، ساقی خیز — بدلنوشی مے صافی به جام رندش ریز
شراب و شاهد و مطرب به مجلس آر کنوں — که در صبوح نشسته ست صوفی گه خیز
چو رفت توبه ام از صلاحت نیست در سیاه — بیار و در کله صوفیانهٔ من ریز
به درد عشق بمیرم دلے دوا چه کنم — ز روے خوب میسر نمی شود پرهیز
ره حجاز زن گریهٔ خرابی من — نشان هجر و بیاباں ببر ز راه حجیز
پیاله ام برلب و خوں چکاں ز دیدهٔ من — چه خوش همی خورم آں باده هاے خوں آمیز
بکش مرا به من و ز فراق باز رهاں — که زنده گردم ازاں مردن خیال انگیز
مدام جرعهٔ خود ریز بر سر خسرو
ز بعد مردن و بر گور باشش آویز

۱۱۰۲ ۲

نازنینان و چار بالش ناز — خاکساران و آستان نیاز
جور و خواری کشیدن از محبوب — خوش تر است از هزار نعمت و ناز
گوشش مجنوں و حلقهٔ لیلیٰ — سر محمود و آستان ایاز
نام و ناموس و دین و دنیا را — چه محل پیش عاشق جانباز
اے که عیبم همی کنی در عشق — یک نظر بر جمال او انداز

---

له درین غزل محذوف است۔ ۲ه درین غزل محذوف است۔

عشق در ہر دلے فرو ناید — زاں کہ ہر سینہ نیست محرم راز
من ازاں در کجا توانم رفت؟ — مرغ پر بستہ کے کند پرواز؟
نہ قرارے کہ لب فرو بندم — نہ مجالے کہ بر کشم آواز
گر بہ بوے تو جاں بر افشانم — ہم بہ بوے تو زندہ گردم باز
ہمہ گفتار دشمناں مشنو — یک دم آخر بہ دوستاں پرداز
ساعتے ایں شکستہ را دریاب — یک زماں ایں غریب را بنواز
امشب از رفتہ باز نتواں گفت — زاں کہ شب کوتہ است و قصہ دراز

خسروا از گریہ کرد معذور است
کش چو شمع است کار سوز و گداز

١١٠٣ سلہ

شب ز زلف تو شد نشانۂ روز — دور کن آں شب از کرانۂ روز
طرفہ خالے ست در میان رخت — شب کہ دیدہ ست در میانۂ روز؟
روز و شب زان تست زاں خط و خال — دام شب کردہ ای و دانۂ روز
روے تو می کند جہاں روشن — چہ نہی بر جہاں بہانۂ روز؟
بندۂ تست آفتاب کہ ہست — چشم روشن بہ چشم خانۂ روز
زیر پاے تو ریزم ار یابم — گوہر مشرق از خزانۂ روز
بار دہ تا بہ دولت بزنم — نوبت ملک پنج گانۂ روز

بندہ شد ہمچو خسروت خورشید
گرچہ ہست او شہ یگانۂ روز

١١٠٤ سلہ ب

باز نوروز آمد و در ہاے بستاں کرد باز — گل جہانے را بہ روے خویش خنداں کردہ باز
غنچہ بہر صد درم گل را بہ زنداں کردہ بود — زر بہ داد آں گہ صبا قفل زنداں کرد باز

سلہ درین غزل محذوف است۔ سلہ مطابق نسخۂ ان۔

در عرق شد غنچه از گرما و تنگ آمد ز خویش　　باد خوش می آید از گرما گریبان کرده باز

چرخ گردان بهر ما را ساخت از گل کوزه ها　　ابر آن گه کوزه ها بر آب حیوان کرده باز

بالش سلطان گل در خار جای شاخ بین　　جز ز بهر بار دادن چتر سلطان کرده باز

چند سوزی زلف سنبل بهتیها ای نرگس ترا　　آرزوی دیدن خواب پریشان کرده باز

یارب این ابرست در صحن چمن گوهر فشان　　یا شهنشاه جهان دست زر افشان کرده باز؟

تا ز خسرو دست گیری یافت در مدحش قلم
از سخن گفتن زبان بر درّ عمان کرده باز

۱۱۰۵ [1]　　　　ت

بوستان بشگفت و روی لاله خندان گشت باز　　بر رخ گل طرّهٔ سنبل پریشان گشت باز

سبزهٔ خط چند بهر خواندن بلبل نوشت　　بلبل آن گه از خط خوبان غزل خوان گشت باز

خون لاله گوئیا خوا ها چکید از تیغ کوه　　با چکید آن خون که کوه آلوده دامان گشت باز

بید هم بر سایهٔ خود تیغ لرزان بر کشید　　سایه زیر پای بید افتاده لرزان گشت باز

ساغر لاله پر از می گشت و هم از بوی او　　سبزه بر روی زمین افتان و خیزان گشت باز

بس که مرغان در هوای باغ پر در پر زدند　　باد گفته کاین مگر چتر سلیمان گشت باز

ماه رویان دی تماشا سوی بستان می شدند　　آفتاب از بر رخ بنمود و پنهان گشت باز

سایه می گیرد زمین زانزین تعجب در چمن　　سایه های گل پر از خورشید تابان گشت باز

بس که بهر سایه قشان زر فشان گشت آفتاب　　سایه های رخنه بر دیوار رخشان گشت باز

زلف خوبان سر فرو افگنده در هم بماند　　کز پریشانی مرا کشت و پریشان گشت باز

یاسمین و لاله را یک دست بردی باد گرم　　بوسه های نازک از رخسار ایشان گشت باز

خفت نرگس مست و از فریاد بلبل برنخاست　　نیم شب کز مجلس مخدوم گیهان گشت باز

شعر خسرو را فرو خوانند مرغان چمن　　بی دلی کامد بسوی باغ بیجاں گشت باز

---

[1] مطابق نسخهٔ ن۔

بالبِ ستهٔ میگونِ تو شکر چه کند کس؟ | باخندهٔ میمونِ تو گوهر چه کند کس؟
با روی خود آئینه برابر منه ای جاں | خورشید بر آئینه برابر چه کند کس؟
چوں روی توام نیست، جهاں را چه کنم من؟ | بی دیدنِ رویت به جهاں در چه کند کس؟
ور[1] زلفِ تو صد جور کند بر دلِ عاشق | ای ترک بداں هندوی کافر چه کند کس؟
با[2] چشمِ جفا کارِ تو گویم که "وفا کن" | گوید "من ازاو بهانه کنم گر، چه کند کس"
بسیار بکوشم که رسم من به تو، لیکن | با بختِ بد و گردشِ اختر چه کند کس؟
گفتی که "فلاں جهد نه کرد از پی وصلم" | خوں کرد دلِ سوخته دیگر چه کند کس؟
خسرو که فدا کرد دل و جاں ز پیِ تست | ور نه دل و جاں هر دو فدا بر چه کند کس؟

۱۱۰۷

کار دلم از دست شد ای دلربا فریاد رس | تنها فراقم می کشد آخر بیا فریاد رس
تا چند بر من دم به دم از هجرِ عاشق کش ستم؟ | بهرِ منت گر نیست غم بهرِ خدا فریاد رس
تا کی[3] رقیبت هر زماں در خونِ ما گوید سخن؟ | یا هم به دستِ خود ز ما خوں ریز یا فریاد رس
تا از تو دلبر مانده ام بی خواب و بی خور مانده ام | چوں در غمت در مانده ام درمانده را فریاد رس
شد جامِ عیشم بی صفا جانم لگد کوبِ جفا | بگذشت چوں عمر از وفا ای بیوفا فریاد رس

آں هر دو چشمِ دل ستاں از عالمی بربود جاں
یک جانِ خسرو را از آں هر دو بلا فریاد رس

۱۱۰۸

بیا که بزمِ[4] طرب را چمن نهاد اساس | بیا که بادِ صبا گشت عیسوی انفاس
بنوش بادهٔ گلگوں به طرفِ باغ که من | ز پا فتاده ام از دستِ محنتِ افلاس
چه حکمت است نه دانم که ساقیٔ گردوں | مدام خونِ جگر می دهد مرا از کاس
کسے ز چهرهٔ مقصودِ خود نه یافت نشاں | از آں زماں که نهادند سر نگوں ایں کاس

---

(۱) بیت دررن محذوف است. (۲) بیت محذوف است و بیت ذیل به جایش اضافه است (۳) جائے که حدیثِ لبِ شیرینِ تو گویند، میوه خند از لبِ تو هر چه کند کس (۴) دررن بیت محذوف است و بیت ذیل زائد است (۵) طلب است شب تا صبح گه بر ما که نتواں گفت ده / بگذشت چوں از او پیچ مه فریاد ما فریاد رس. (۶) دررن غزل محذوف است۔

بہ راہ کعبہ کہ از ہر طرف کمیں گاہے ست — اگر ز خویش گذشتی قدم منہ بہ ہراس

کسے بہ دلق مرقع کجا شود درویش؟ — چو سینہ صاف نہ باشد چہ سود ترک لباس[۱]

درون چو پاک شود از کدورت اغیار — تو خواہ جامۂ اطلس بپوش خواہ پلاس

حدیث دوزخ و جنت دگر مگو خسرو

وصال یار طلب کن گذر از این وسواس

۱۱۰۹

خرابیٔ من از آں چشم پر خماری پرس — ہلاک جانم از آں لالۂ بہاری پرس

ز زخم غمزہ چہ پرسی کہ در جگر چند است؟ — ز صد فزون ست ولے زخمہاے کاری پرس

غلام چشم توام گرچہ ناوک تو خوش است — ولیک لذت آں از دل شکاری پرس

دلم کہ زود فراموش می کند خود را — مپرس ہیچ ز ہجران و بیقراری پرس

مراست دردسرے از خمار مستی عشق[۱] — علاج دردم از آں نرگس خماری پرس

کجاست دولت آنم کہ بر درت باشم؟ — نشان من بہ سر کوے خاکساری پرس

روا[۲]ے صبا ز بہر مسافران فراق — از آں دو لب سخنے چند یادگاری پرس

سرود ذوق فراوان شنیدہ ای اکنون

بیا ز خسرو ذوق فغان و زاری پرس

۱۱۱۰ [۳]

دل ببردی بہ جنگ جوئی و بس — خو گرفتی بہ تندخوئی و بس

بس کن این چند از این جفا کردن — یا بہ عالم تو خوب روئی و بس

مردم از غم وصیتم این ست — کز دل خون من بجوئی و بس

سحر تو نیک می کشم دریاب — اندر این فن تو یار اوئی و بس

پیش تو حال بے کسی مرا

کس نہ گوید مگر تو گوئی و بس

---

۱ درین بیت محذوف است۔ درین بیت محذوف است۔ ۳ درین غزل محذوف است۔

۱۱۱۱

ای ز تو کارسازی همه کس | همه را هم تو کارسازی و بس
هست عرفان تو به عقل چنانک | کوه سنجد کسی به پر مگس
از من ادراک تو بدان ماند | کابلهی کرده باد را به قفس
در صفات کمال هستی تو | عقل مست است و ناطقه اجرس
پیش حکم تو هست هیجده هزار | روز طوفان و باد پارهٔ خس
مردم از تو بزرگ معنی شد | نی به صورت لبان فیل و فرس
که بیادت نفس زنند به صدق | آسمان بر پرد ز باد نفس
زیر پای گلیم پوشانت | پایمال است مفرش اطلس
کی رسم در تو من که در پیشت؟ | سایهٔ آهن شد از هوا و هوس

سوخته باد خسرو از شوقت
راست چون دیو از شهاب قبس

۱۱۱۲

تعالی الله چه دولت داشتم دوش | که بود آن بخت بیدارم در آغوش
چو در گرد سر خود گشتنم داد | ز شادی پای خود کردم فراموش
در آن چشمی که نه خفته نه بیدار | نه بیهش بودم از بودن نه باهوش
خوش آن حالت که گاه گفتن راز | دهانم بود نزدیک بناگوش
چه سودا می پزی ای جان شیرین؟ | مگس خفته چه بیند شربت نوش؟
دو سه بار ای خیال یار با من | بگو خوابی که دیدستم شب دوش
نگویم حال خود با کس که قصاب | به قطعه کردن است و گشته خاموش

فغان خسرو است از سوزش دل
بنالد دیگ چون ز آتش کند جوش

---

[1] درین غزل محذوف است ـ

۱۱۱۳

مرا کارے ست مشکل با دل خویش — که گفتن می نیارم مشکل خویش
خیالت دانه چشم من و غم — که هر شب در چه کارم با دل خویش؟
ز وا پس ماندگاں یاد کن آخر — چه رانی تند جانا محمل خویش؟
مرا در اولیں منزل ره افتاد — ترا خوش باد راه و منزل خویش
نه من زاں گونه در دریا فتادم — که آید کشتنم در ساحل خویش
چه[۱] فرصتها که گم کردم در ایں راه — ز بخت خوابناک غافل خویش
کم[۲] از جولانی آخر در ره ما
چو خسرو خاک کرد آب و گل خویش

۱۱۱۴ ب

دل من برد نتواں یافت بازش — که دستے نیست بر زلف درازش
شدم در کندن جاں نیم کشته — ز چشم نیم مست و نیم بازش
به من بخشید اجلهاے خود اے خلق — که میرم هر زماں در پیش نازش
چرا محمود از غیرت نه میرد — که میرد دیگرے پیش ایازش
به کار دوست جاں هم نیست محرم — که با بیگانه نتواں گفت رازش
رها کن تا کف پایت ببوسم — پس آں گه شویم از اشک نیازش
شبے خواهم به بالینت فسوں شمع — تو در خواب خوش و من در گدازش
دلم افتاد در چوگان زلفش — به بازی گوے دیوانه مسازش
جفا ها می کنی بر من مکن شرم
که شد شرمنده خسرو زاں نوازش

۱۱۱۵ [۳]

دل من چوں سمو در از وثاقش — که ماند آه بجسته زار بر روے طاقش
عجب سیار داے وار در دل من — که می سوزد جهانے ز احتراقش

---

۱؎ بیت درن محذوف است ۲؎ بیت درن محذوف است۔ ۳؎ درن غزل محذوف است۔

هزارم دیده باید گاه جولانش | که بندم فرش در راه براقش
مکن ضایع طبیبا مرهم خویش | که خوش می سوزم از داغ فراقش
گزیده شد دلم از جاں که جانش | سگ دیوانه شد در اشتیاقش
کجا یا چوں تو سیمیں ساق ماند؟ | درخت گل که همه خار است ساقش

جفاهاے ترا گر داں کند چرخ
نه رنجی جان خسرو از نفاقش

۱۱۱۶ غ

اگرچه پرسش من نیست رایش | رها کن تا بمیرم زیر پایش
زمیں را بهره زاں پا گر سرم دور | به غیرت هر دم از خاک سرایش
سر ما در کمند و شه به جولاں | چه غم می دارد از مشت گدایش؟
چو از ما رفت یاراں جان بے شرم | بدالا کی توانی داشت جایش
ترا خوں ریز عاشق نیست حاجت | که هجراں نیک می داند سزایش
شراب شوق کز جنت دلم خورد | گواراں باد آں نقل بلایش

تو کُش یارا که خواهد مرد بے تو
که خسرو کرد خود را آزمایش

۱۱۱۷ له

مائیم و شبے و یار در پیش | جام مے خوشگوار در پیش
وقت چمن و شگفته باغے | بے زحمت خار خار در پیش
گل آمده و خزاں گذشته | دی رفته و نو بهار در پیش
من بیهش و دست یار و یارم | نے مست و نه هوشیار در پیش
دستم به لب و نظر به رویش | مے بر کف و لاله زار در پیش
رفت آں که چو غنچه بود یک چند | در بسته و پرده دار در پیش

---

له درین غزل محذوف است۔

امروز چو شاخِ گل بہ صد لطف آمد ز برائے یار در پیش
اے دورِ فلک اگر ترا ہست وقتے بہ ازیں بیار در پیش
مستِ حق را کہ ہست با دوست زیں گونہ ہزار کار در پیش
خسرو مئے ناب کش کہ زیں پس
نارد فلکت خمار در پیش

۱۱۱۸ له

دزدانہ در آمد از درم دوش انگندہ کمندِ زلف بر دوش
برخاستم و فتادم از پائے چوں او بنشست رفتم از ہوش
گشتم بہ نظارۂ جمالش حیران و خراب و مست و بیہوش
آں نرگسِ نیم مستِ جادوش آہو برہ اے بہ خوابِ خرگوش
ہر کس کہ ببیندت بہ یک روز ملکِ دو جہاں کند فراموش
بے روئے تو نوش می شود نیش وز دستِ تو نیش می شود نوش
یک حلقہ بہ گوشِ خسرو انداز
کو بندہ تست و حلقہ در گوش

ت

۱۱۱۹

ای زدہ ناوکم بجاں یک دو سہ چار و پنج و شش
کشتہ چو بندہ ہر زماں یک دو سہ چار و پنج و شش
گفتہ بہ وعدہ گہ گہے یک شب از آں تو شوم
روز گذشتہ درمیاں یک دو سہ چار و پنج و شش
گفت صبا ز غیرتم کا یدا گر ز کوئے تو
ہمرہ بوئے تست جاں یک دو سہ چار و پنج و شش

---

له دریں غزل محذوف است۔

پیشِ درِ تو ہر نفس از ہوسِ دہانِ تو
بوسہ زنم بر آستاں یک دو سہ چار و پنج و شش

منعِ دو چشم کن کہ شد از دل خستہ ہر دمے
رابِ آں دو ناتواں یک دو سہ چار و پنج و شش

گاہِ نظارہ چوں کہ تو جلوہ کنی جمال را
کشتہ شوند عاشقاں یک دو سہ چار و پنج و شش

آہ فغاں ز مردماں بس کہ ہمی کند دمے
خسروِ خستہ دل فغاں یک دو سہ چار و پنج و شش

۱۱۲۰ [1]
پیش چشم خود مگو گر با تو گویم سوزِ خویش
زاں کہ می دانی مزاج غمزۂ کیں توز خویش

غمزہ را گوئیت شاہاں زن کہ نہ مردانگی است
بر گدایاں آزمودن خنجرِ فیروزِ خویش

من چو گردم کشتہ، گر گاہے بگردانی بہ زلف
جان من گرد سرِ آں ناوکِ دلدوزِ خویش

ہمرہِ جان کردم از جولانت گردی تا کنم
توشۂ فردائے حشر ایں نعمت امروزِ خویش

خاک شد جانہا بہ رہ بپسند از بہر خدا
ایں غبارِ غم برآں روئے جہاں افروزِ خویش

ہر شبے پیشِ چراغے سوزِ خود گویم از آنک
سوختہ با سوختہ بیروں فشاند سوزِ خویش

---

[1] درن غزل محذوف است۔

درد دلم باز آمد او یارئی کن اے خون جگر
تا بگریم سیر من بر روزگار و روز خویش

بندہ خسرو بر رخ از خون حرف بے صبری نوشت
تا کند تعلیم رسوائی بہ صبر آموز خویش

۱۱۲۱ لہ
گر نہ من دیوانہ گشتم زیں دل بد نام خویش
ہر چہ گویم صباد مرغ را پیغام خویش

چوں در آید شام آتش در دلم گیرد ز ہجر
خوش چراغے می فروزم ہر شب اندر شام خویش

رفت خوابم ناگہاں، چند از خیال موے تو
سلسلہ بندم بہ پائے جان بے آرام خویش

نیست چوں بخت و صالم بہر صبر از خون دل
ہر دمے یک جا نویسم نام تو با نام خویش

صد سموم فتنہ ز آہِ خلق سویت می وزد
روے پنہاں کن نبخشا بر رخ گلفام خویش

کیست خسرو تا لب خود رنجہ داری در جوابش؟
ایں چنیں ہم جابجا ضایع مکن دشنام خویش

۱۱۲۲ ۲
سالہا خوں خوردہ ام از بخت بے سامان خویش
تا زمانے دیدہ ام روے خوش جانان خویش

از خیال او چہ نالم، رفت چوں کارم ز دست
من بہ خون خویش پروردم بلاے جان خویش

لہ درین غزل محذوف است ۲ه درین غزل محذوف است

بس کہ خود را گم کنم شبہا بگرد کوے تو
رہ نیابم باز سوے خانۂ ویرانِ خویش

من ندانم بر آں دردم کہ خنجر دلبرش بود
بے تو چوں انگشتِ حسرت خایم از دندانِ خویش

گر کشندم بہر او پیش و بہ من آتش زنند
تا ہمی سوزم ہمی بینم رخِ سلطانِ خویش

شہسوار عاشقاں را در رہت سر خاک شد
تو کجا زاری سر و پا نہ یک دامانِ خویش

می کشم خاکِ درت در چشم و گشتہ می شود
چند خونابہ بخورم زیں دیدۂ گریانِ خویش

از جفاے تست خوں اندر دل خسرو مدام
از وفا نبود کہ باشم در پے سامانِ خویش ١١٢٣

اے جفا آموختی از غمزۂ بدخوے خویش
نیکوئی نا موزی آخر از رخ نیکوے خویش

می روم زیر راہ بیداد در جفا از خوے تو
بد نباشد گر دمے باز ار بس از خوے خویش

چوں تنم از ناتوانی موے شد بے ہیچ فرق
فرق کن گر می توانی از تنم تا موے خویش

چوں [٢] بہ پہلوے خودم در ریخ و بس ترسم کہ پیش
خویشتن را ہم بہ بینم بعد ازیں پہلوے خویش

---

١ دریں بیت محذوف است۔ ٢ دریں بیت محذوف است۔

روے من از اشک در رویت از صفا آیینہ شد
روے خود در روے من بین روے من در روے خویش
یک دم اے آئینۂ جاں رو نما تا جا کنم
بر سرِ دستِ خودت یا بر سرِ زانوے خویش
چشم باشد زیر ابرو در تو باشی چشمِ من
از عزیزی شانمت بالا تر از ابروے خویش
از نزاری آں چناں گشتم کہ گر می بنگرم
می توانم دیدن از یک سوے دیگر سوے خویش
یک شبے در دیدہ می خواہم کہ آیم سوے تو
کہ شفیع عفو باشی بر سگان کوے خویش
گر خیالِ قامتت اندر سرِ سرو افتد
سر نگوں ہمچوں خیال خود فتد در جوے خویش
گوشِ ہندو پارہ باشد در منم ہندوے تو
پارہ کن گوش و مکن پارہ دل ہندوے خویش
ہر زماں گوی کہ خسرو جا دوے چوں می کنی
ایں مپرس از من، بپرس از غمزۂ جادوے خویش

۱۲۴ ب

گر مرا با بخت کارے نیست گو ہرگز مباش
ور لبِ ماں روزگارے نیست گو ہرگز مباش
من سگِ خشک استخوانم بس کہ از تیرِ قضا
بہرِ من فربہ شکارے نیست گو ہرگز مباش

ل؎ درین بیت محذوف است ل؎ درین بیت محذوف است ل؎ درین بیت محذوف است ل؎ بیت محذوف

ہر خسے را از گلستانِ جہاں گلہا شگفت
گر مرا بوے بہارے نیست گو ہرگز مباش"

چہرۂ زریں و سیمیں سینہ ترکاں بسے
بازوے سیمیں نگارے نیست گو ہرگز مباش"

آسمان دادست دامانِ مرادِ ناکسان
گر مرا پیوند دارے نیست گو ہرگز مباش"

غم خود از عشق ست گو در جانِ من جاوید باد"
گر غمم را غمگسارے نیست گو ہرگز مباش"

عشق بازی با خیالِ یار ہم شبہا خوش ست
بارے از بوس و کنارے نیست گو ہرگز مباش"

سرخوشم از دُردِ دُرد از ساقیٔ عیش آں نظر
بہرِ من چوں دُرد خوارے نیست گو ہرگز مباش"

من[۲] خراب و مست یاراں ہم کہ گر دارد مرا
گر بہ مجلس ہوشیارے نیست گو ہرگز مباش"

مجلس عیش ست و جز خسرو ہمہ مستند اگر
ناکسے زِ نابکارے نیست گو ہرگز مباش [۳] ۱۱۲۵

مست و لایعقل گذشتم از درِ میخانہ دوش
سالکے دیدم نشستہ پیشِ پیرِ مے فروش
گشتہ از دنیا و ما فیہا بہ کلی اختیار
از پے یک جرعہ مے بر باد دادہ عقل و ہوش

---

[۱] درین بیت محذوف است و بیت ذیل زائد است ؎
سر بہ خشتِ مختم خوش گشت گر تاج سرے ؛ بہرِ چوں من خاکسارے نیست گو ہرگز مباش
[۲] درین بیت محذوف است [۳] درین غزل محذوف است۔

مطربان افتاده بے خود ہر یکے بر یک طرف
از لغیر آسوده چنگ و از فغاں بربط خموش

شمع مجلس ایستاده زرد و لرزان و نزار
آتشے بر سر دو دیده آمده خوش بہ جوش

خواستم تا بگذرم زاں در کہ ناگاہ از دروں
چشم سالک بر من افتاد و در آمد در خروش

گفت اے غافل کجائی چند گردی ہر طرف
بگذر از خویش و در آ و ز شرب ما یک جرعہ نوش

تو ہم از دُردی کشاں شو در خرابات مغاں
تا بیابی ہر چہ خواہی ایں نصیحت دار گوش

نیست در خورد تو خسرو ایں حکایت ہا برو
آتشے چنداں نہ داری بیہدہ چندیں مجوش

۱۱۲۶ ب

دل کہ برد از ما اگرچہ مبتلا می داردش
گر خوش است او را بدیں بگذار تا می داردش

از کہ پرسم تا کجا می دارد آں درماندہ را
اے صبا از من بپرسی ہر کجا می داردش

پند گوید عقل، لیکن کے کند فرمان عقل
آں کہ بے فرمان او دل در بلا می داردش

اے مسلماناں ز آہِ عاشقاں یادش دہید
کاں رقیب نامسلماں در بلا می داردش

---

له درین بیت محذوف ست۔

غمزه جاں دادے ست آں سلطانِ خوباں را عقیق

کز پے جاں بردنِ مشت گدا می داردش

چند[۱] ماند جان مسکینے که هر شب تا سحر

همچو بیماراں به افسوس و دعا می داردش ؟

سرو را نبود قبا، سروست بالایش ولیک

بے بلائے نیست آں کاندر قبا می داردش

از اجل نالد همه کس کاو کند جاں را جدا

من ز بختِ خویشتن کز من جدا می داردش

چند گه دیگر نه خواهم کرد هم با او وفا

آں همه خوبے که با ما بے وفا می داردش

گر سلامت نیست بارے کم ز دشنامی کزد

گوش خسرو را که در راهِ صبا می داردش

۱۱۲۷ غ

مایه جاں در ماندهٔ دل سوے ما می خواندش

وه که ایں بر خود نه بخشد وه کجا می خواندش؟

تا هوس یار زیستن دل را همی گفتم مخواں

چوں ز جاں برخاستم بگذار تا می خواندش

چوں ستاده[۲] بهرِ رفتن دین و دل بیگانه خواه

غیرتے هم نیست کز دستِ صبا می خواندش

خیز اے ابر و بسر زیں دیده آبے و شوے

پاے آں سرو و بگو آں گه که ما می خواندش[۳]

---

۱ درین بیت محذوف است ۲ درین بیت محذوف است ۳ درین بیت محذوف است ۴ ازین بیت مخلد

مردماں را از بلاے دل مرا تشویشِ جاں
من قیامت خرامم و خلقے بلا می خواندش

چشمش از جادوے تا خلق دیوانہ شوند
خلق دیوانہ شدہ ہر دم دعا می خواندش

خواہمش در جاں و گوید خانۂ من نیست ایں
با چنیں بیگانگی دل آشنا می خواندش

ماہ مردن بر درش مشتاق را یا آں چہ کار؟
کو ہمی راند ز پیشِ خویش یا می خواندش

راست می گویند "باشد کور عاشق" زاں کہ نیست
خاکِ پایش، چشمِ خسرو توتیا می خواندش

۱۱۲۸ ت

مشکِ تر بر مہ پراگندی و شب می خوانیش
برگِ گل را پُر شکر کردی و لب می خوانیش

آفتابِ نیم روزی و بہ خدمت کردنت
می رسد خورشید اگر در نیم شب می خوانیش

ہست بر خورشید پیشت نام خورشیدے خطا
تو بایں نام از پے حسنِ ادب می خوانیش

نسخہ اے کز خطِ تست اندر دلِ سوزانِ من
سحر آتش بند یا تعویذِ تب می خوانیش

لب رطب سازی و آں گہ خستہ از دنداں کنی
خستہ از دندانِ من کن گر رطب می خوانیش

ماه[۱] من زلفِ ذنب وش را چه می گیری بدست
ماه کے گیرد ذنب را چون ذنب می خوانیش

نالهٔ[۲] عشاق را شور و شغب گفتی ز چیست؟
نفخ صور است این که تو شور و شغب می خوانیش

با رقیب[۳] نیست کار و خوانیش می دانم این
تا مرا سوزی ز حسرت بے سبب می خوانیش

سجده کردن پیشِ طاق ابرویت از دوستی
فرض شد بر خسروا ر تو مستحب می خوانیش

۱۱۲۹ [۴]

دوش ما بودیم و جام بادهٔ مهتاب خوش
وان پسر مهمان و عشرت را همه اسباب خوش

سوے لب می برد جام و انگبین می گشت تلخ
بس که می را چاشنی می داد زان جلاب خوش

از خم ابرو سخن می گفت آن خورشید رو
من نماز چاشت می کردم دران محراب خوش

گفتم امشب خرم و خوش دیده است ز خواب
پاسبان خفته نباید گرچه بیند خواب خوش

خواب بود آن یا خیال آخر کجا شد آن نشاط
از لب و روے و شراب خلوت و مهتاب خوش

بر لبش تا سر نهم دیده پر خون ماند چشم
جوشش خون را فرو شاند از لب عناب خوش

خسروا خوش خوش ز دیده خون نابے می خوری
تا منم از چشم خود هرگز نخوردم آب خوش

۱۱۳۰

خوش رفیقی او که گه گه در نظر می آیدش
لیک حیرانم که دل بر جاے چون می بایدش؟

زلف بر بالیں داد در خواب خوش وہ رقیب
با چنان تشویشِ دلها خواب چون می آیدش؟

صوفی ما دعویٔ پرهیزگاری می کند
باش تا ساقیٔ مستان روے خود بنمایدش

---

۱ درین بیت محذوف است، ۲ درین بیت محذوف است، ۳ درین بیت محذوف است
۴ درین غزل محذوف است ـ

ساقیا چون[1] دور گردانی ز خونِ من بشوے  آں لبِ ساغر کہ بہاے تو می آلایدش
عشق را اسبابِ خونِ من ہمہ حاصل شدست  یک کرشمہ از پیر ابروے تو می بایدش
باغ رو جاناکہ نرگس در ہوائے روے تست  روے گل می بیند اما دل نہ می آسایدش
عاشق مسکین و کنجے و خیالے و غمے  چوں کند بیچارہ چوں دل با کسے نکشایدش
نیست عاشق را دوائے بہتر از صبر و شکیب  گر بود دانا چنیں دانم، ہمی فرمایدش

خسروا دل بد مکن گر یار بد خولیست، از آنک
ہر چہ با آں روے زیبا می کند می شایدش

## ۱۱۳۱

د

آیتے از رحمت آمد گرچہ سرتا پا تنش!  ہم دعائے می دہم از سوزِ دل پیراہنش
سوخت جان در شعلہ اے نامدبروں ربیش او  زاں کہ ترسم دل بسوزد ناگہ از سوزِ منش
شمع را سوز دلِ پروانہ چوں روشن نبود  سوخت خود را و آتشِ خود کرد بیدار و شنش
باز دیم طوقِ سگانِ کوے او بودہ بسے  حیف باشد کایں سفال آویزم اندر گردنش
وہ کہ داماَنش چرا گیرد ز خوں چوں سے منے  من کہ بپسندم سرشکِ خونِ خود پیراہنش
دل کہ با دامانِ یوسف چشمِ یعقوبے نداشت  آں نہ خونِ خود در دغے نیست بر پیراہنش

خاک می سازد تنِ خود خسروا اندر راہِ دوست
تا شود گردے و بنشیند بہ روے دامنش

## ۱۱۳۲

شد دلِ من[2] خوں ز داغِ ہجر او یا رب کیش؟  بینم و از دیدہ و دل آورم نقل و میش
دی برہ بود او روان و من فتادم بر زمیں  می شد او چوں آفتاب و من چو سایہ از پیش
شرح روز ہا کہ از تیر تو دارد سینہ ام  تا بگویید پیش تو بنواز یکدم چوں نیش

---

[1] درن بیت محذوف است  [2] درن غزل محذوف است

تاز تابِ عارضش خلقے بسوز دہر زماں — می زند بر آتشِ رخسارِ او آبِ خویش

آں کہ برخاکِ درت لافِ ازگدائی می زند — کے بہ پیشِ چشمِ آید شاہیٔ رُوم و رَیش

راہِ عشق ایں ست اگر بیاز خسرو را ہنوز

رہ بباید کرد تا وادی درایں منزل طیش

۱۱۳۳

صبحِ دولت می دمد از روئے آں خورشید وش — در چنیں فرخ صبوحی ساقیا یک جام کش

چوں من از بازوئے ہمت ے وز روز افزوں کنم — در نیارم سر بہ تاجِ رُوم و اکلیلِ حبش

مے کہ بر ما زہر شد ہم تو کنی آبِ حیات — تا نہ گیری عیب ما اول بگو یا خود بہ چش

بر لبت گازے زدم بوی دل و دین و خرد — مہرہ بر چیں چوں کہ نقشِ کعبتین آمد دوشش

بہتریں روز مرا روزِ بدی آمد از آنک

ہست خسرو شیشہ و آں سنگدل دیوانہ وش

۱۱۳۴

نامِ سرچشمۂ حیواں چہ بری با دہنش؟ — سخنِ قند مگو با لبِ شکر شکنش

گر زند با دہنش پستہ زبے مغزی لاف — ہر کہ بیند شکند با لب و دنداں دہنش

اے صبا گوئے زمن غنچۂ تو دامن را — "چیست آں غنچہ کہ پنہاں شدہ در پیرہنش؟"

دوش جستم زدہانش خبرِ آبِ حیات — گفت "باید طلبید از لبِ شیریں منش"

گر شود در غمِ تو چہرۂ عاشق کاہے — باز گل گوں کند از خونِ دلِ خویشتنش

زلفِ کج طبع تو ہندوے بلا انگیز است — چشمِ سرمستِ تو ترکے ست کہ یغما ست فنش

روز و شب وصفِ رخِ خوبِ تو گوید خسرو

تا چہ طوطی ست کہ از آئینہ باشد سخنش

---

لہ درین بیت محذوف است — ۲ہ درین غزل محذوف است

۱۱۳۵

آں سخن گفتنِ[1] تو ہست ہنوزم در گوش — واں شکر خندۂ شیرینِ تو از چشمۂ نوش

گریہ می آیدم از دور بہ آوازِ بلند — کہ از آں گریہ نہ می آیدم آواز بہ گوش

سرو قد از چمنِ سبز بہ بیروں چہ روی ؟ — سر بروں نازدہ از لالۂ تر مرز نگوش

دوش در خواب بدیدم رخ چوں خورشید — نیم شب وز شد از شعلۂ آہم شبِ دوش

اے بہ خشم از برِ من رفتہ و تنہا خفتہ — چشم را گوے کہ چندیں طرفِ خواب بپوش

خسروا گرم بروں می دودت خواب زچشم
دیگِ دل شد مگر از پختنِ سودا خاموش

۱۱۳۶

از خدنگِ[2] غمزۂ دلدوزِ خویش — پارہ سازم سینہ بہر سوزِ خویش

تا شبِ ہجرانِ ناخوش در رسید — بعد از آں ہرگز نہ دیدم روزِ خویش

ز آشنایاں بر سرِ بالینِ من — نیست غیر از شمع کس دل سوزِ خویش

در خزانِ ہجرم از دستِ رقیب — از وصالت کے رسد نوروزِ خویش

از رُخت بر آسماں مہ شد خجل — در چمن ہم بوستاں افروزِ خویش

وارہم از محنتِ ہجراں تمام — گر بیابم طالعِ فیروزِ خویش

خسروا در کنجِ تنہائی مگوئے
رازِ دل با جانِ غم اندوزِ خویش

۱۱۳۷

زلف تو ہر موئے[3] و بادے در سرش — لعلِ تو ہر گنج و خوبی بر درش

مست رُویت شعلۂ آتش و لے — شستہ اند از ہفت آبِ کوثرش

---

[1] تا [3] ہر سہ غزلیات درن مخدوف است

من نہ گردم گردِ آں چشمہ و لے | باد پیچیدہ ست بر نیلو فرش
خانہ اے کاں جا توئی، پردہ بند | کآفتاب اندر نیاید از درش
چشم من در سبزۂ خطِ تو یافت | چشمہ اے کو خضر جست اسکندرش
ز آب میرد آتش ایں روشن ترست | آتشیں روئے کہ خوں دارد برش

آں زرہ کز زلف در بر کردہ ای
آہِ خسرو بس بود پیکاں گرش

۱۱۳۸

آں کہ از جاں[1] دوست تر می دارمش | گر مرا بگذشت من نگذارمش
دل بدو دادم ز من رنجید و رفت | می دہم جاں تا مگر باز آرمش
آں کہ در خونِ دلِ من خستہ است | من دو چشمِ خویش می پندارمش
قالبِ بے روح دارم می برم | تا بہ خاک کوئے او بسپارمش
می دہم جاں روز و شب در کوئے دوست | گوہرے زیں بیش اگر درکارمش
روے در پائے تو می مالم، مرنج | گر بہ روئے سختِ خود می آرمش
گرچہ رویش داد بر باد م چو زلف | ہمچناں جانب نگہ می دارمش
گرچہ ہست او یارِ من، من یارِ او | من کجا یارم کہ گویم یارمش
ہیچ رحمے نیست بر بیمارِ خویش | آں طبیبے را کہ من بیمارمش

بادلِ خود گفتم او را "چیستی"؟
گفت خسرو "او گل و من خارمش"

۱۱۳۹

اے لب[2] چوں شکرت چشمۂ نوش | اے رخ چوں قمرت غارتِ ہوش

---

[1] و [2] درنہ ہر دو غزل محذوف است

ورقِ گل بدریدہ ست صبا | تا بدید آں خطِ چوں مرزنگوش
ہر دم از روئے خوں آلودۂ تو | لالہ را خونِ دل آید در جوش
دلِ عشاق چناں می ببری | کہ خبر می نہ شود گوش بہ گوش
کے بود آں کہ نشینم با تو؟ | بادہ در دست و گل اندر آغوش
من قدح دیر نہ دارم بر دست | تا تو مستانہ نہ گوئی کہ "بنوش"
لب نہم بر لبِ لعلت واں گاہ | مے لبالب کنم و نوشا نوش

خسروا تو بہ چو نئے در حدِ تست
بارے اندر طرب و مستی کوش

۱۱۴۰

شاد باش[1] اے شبِ فرخندہ دوش | کہ فلاں بود مرا در آغوش
نہ ہمی سیر شدا ز رُویش چشم | نہ ہمی پُر شدے از قولش گوش
ماجرائے دلِ خوں گشتۂ من | دیدہ می ریخت بروں من خاموش
مست بودم خبر از خویش نہ داشت | بادہ را گرچہ نہ می کردم نوش
او ہمی گفت سخن، من حیراں | او ہمی خورد مے و من بے ہوش
اے کہ آں روئے نہ دیدی زنہار | گر مقابل شوی اش دیدہ مپوش
ہست بازارِ تو در دلہا گرم | حسن چنداں کہ توانی بفروش

نالۂ خسرو بشنو کہ خوش است
بر درِ شاہ فغانِ چاووش

۱۱۴۱

در غمِ[2] آں دل کہ نگہدارندش | زیرِ آں زلفِ سیہ دارندش

---

[1] درین غزل محذوف است　[2] درین غزل محذوف است

مشک بے زلفِ تو نتواند بود    گر بہ شمشیر نگہدارندش
بر رُخِ خوب تو ماند چیزے    مہ اگر زیرِ کلہ دارندش
در زماں سر بنہد بر پایت    پایت ار بر سرِ مہ دارندش

چشمِ خسرو بہ گہِ آمدنت
منتظر بر سرِ رہ دارندش

۱۱۴۲    ب

خلق بہرِ کار و من بر سرِ سودائے خویش    در ہوسے ہر کسے من بہ تمنّائے خویش
گوید ہمسایہ ام "ہر شب این نالہ چیست؟"    مویۂ خود می کنم بر تنِ تنہائے خویش
سینہ[1] بہ طاباک و من بنگرم از بیمِ جاں    چند عقوبت کنم بر دلِ شیدائے خویش؟
من چو نمی بینمت، لطف کن ار گہ گہے    من نہ ہمہ جائے خود بلکہ ہمہ جائے خویش
حسن فروشی بہ دل نالہ فروشی بہ جاں    سہل چنیں ہم مکن قیمتِ کالائے خویش
در دلِ تنگم ہمی جز تو نہ گنجد کسے    کز تہ از این بہ مخواہ حبت بہ بالائے خویش
پا چو بہ کویت نہم غیرتِ کوئے ترا    سرمۂ دیدہ کنم خاکِ کفِ پائے خویش
من چو ز اندوہِ عشق جاں نہ برم لیک تو    خالِ ملامت منہ بر رُخِ زیبائے خویش

در حقِ خسرو فتد ہیچ کہ ضایع کنی
رحمتِ امروزِ خود از پے فردائے خویش

۱۱۴۳

مستی گرفت شیوۂ[2] آں چشمِ پُر خمارش    شد ختم جاں فزائی بر لعلِ آبدارش
تا باغِ حسن گیرد نزہت، قضا نہادہ    سروے ز قامتِ او بر طرفِ جویبارش
افزود مہرش آں دم دل را کہ بے حجابے    بنمود روئے تاباں خورشیدِ سایہ دارش

---

[1] درین بیت محذوف است    [2] درین غزل محذوف است

آوازهٔ بتِ حسن نشست بے توقف | ناگاه چوں برآمد از روم و زنگبارش

از شب اثر نه ماند از شام چوں بیاید | از ششِ جهاتِ گیتی از ما به پنج و چارش

بکشا ز قفلِ یاقوت آں درجِ زر به خنده | کارم رواں ز دیده گوهر بسے نثارش

خوں ریز تیرِ غمزه اش زاں روے شد که دارد | در نیم روز مسکن چشمِ سیاه کارش

ظلمش گذشت از حد زاں قصّه عرضه کردم | تا دادِ من ستاند ثانیٔ شهریارش

تا قافیه ست باقی راند کلامِ خسرو
لیکن طریقِ احسن ایں جاست اختصارش

۱۱۴۴

خواهم که سیر بینم روے چو یاسمینش | لیک آفتے ست فتنه می ترسم از کمینش

بسیار زهد و توبه باطل شد از لبانش | فتنه ست آں که بیند گر گاه شرمگینش

دل رفت و روزها شد کز وے خبر نیاید | اے دور مانده چونی در زلفِ عنبرینش؟

طاقت نه دارد آں رخ از نازکی نفس را | اے بادِ تند مگذر بر برگِ یاسمینش

اے جامه دار از اینساں جیبش مبند یکتا | کز بخیه نقش گیرد اندامِ نازنینش

بارے به تیغ راندن آں ساعدش ببینم | خیز اے رقیبِ بدخو برمال آستینش

گویند شادماں شو شخصے چو غمزهٔ او | من پشتیے که دارم کایمن شوم ز کینش

من خود ز بهرِ خوبی بر روے او نیارم | لیکن تو گفت بشنو بدخو مکن چنینش

خسرو به یک نظاره دل را به باد دادی
گر جاں به کارت آید بارِ دگر ببینش

۱۱۴۵

دیدم چو آفتابے در سایهٔ کلاهش | سایه گرفته مه را زاں طرهٔ سیاهش

از[1] بس که در کلاهش بر دوختم دو دیده | بادامه اے نشاندم بر سینهٔ کلاهش

---

۱؎ درین بیت محذوف است

او چشم داشت بر من، من زلفِ او گرفتم | تا بوکه زنده مانم زاں غمزه در پناهش
دل رفت در زنخدانش آواز دادم او را | گفت اینکم معلق در نیمه راه چاهش
بنوشت عارضش خط از بهر عرض خوبی | آں گه به گرد عارض صف می کشد سپاهش
من چشم می نیارم کز وے نگاه دارم | یارب مگر تو داری از چشم من نگاهش

کرد آں گنه که خسرو بخشیده خواست بوسے
بخشید نیست جانا گر هست ایں گناهش

غ

۱۱۴۶

چندیں شبم گذشت به کنجِ خرابِ خویش | نورے نه دادی ام شبے از ماهتاب خویش
روئے چناں مپوش ز عشاق کاهلِ دل | از تشنگاں دریغ نه دارند آبِ خویش
دی سیر دیدم آں رُخ و گشتم خراب لیک | نه شناخت جانِ تشنه قیاسِ شرابِ خویش
او حال پُرسد از من و گریه دهد جواب | فریادِ من ز گریهٔ حاضر جوابِ خویش
معمورهٔ مرادِ چه گویم که جانِ من ؟ | خو کرد با خرابهٔ عیشِ خرابِ خویش
از عشق سوختم چه کنم چوں ز روزِ بد | صبح دروغ می دمدم ز آفتابِ خویش
بینم شبت به خواب و ز مستی و بے خودی | گویم به درد با در و دیوار خوابِ خویش
گر نه کبابْ کردنِ دلها شدش حلال | آں مست را بحل نه کنم من کبابِ خویش

گر نزدِ دوست کشتنِ عاشق صواب شد
خسرو نه دوستی ست که جوید صوابِ خویش

۱۱۴۷

تنها من و دلے و غمے بر جانِ خویش | مشغول با خیال کسے در نهانِ خویش
ناورد باد بوئے از آں مرغِ باغ ما | نزدیک شد که بر پرد از آشیانِ خویش

---

له درن بیت محذوف است

اےؔ یوسفِ زمانہ بیا تا بگو یمت
تفسیر "احسن القصص" از داستانِ خویش

خوش وقت ما چو از پے مردن بہ چشم جاں
بینیم خاکِ کوئے تو در استخوانِ خویش

تاثیرؔ خواب بوکہ زیم ہر شبے ز تو
خوابے دروغ و راست کنم بہرِ جانِ خویش

در خود گماں برم کہ تو زانِ منی و باز
گم کردم از چنیں عجبے در گمانِ خویش

بخت بد ار ز کوئے تو ما را بروں فگند
کم گیر خاکے از شرفِ آستانِ خویش

رفت از درِ تو خسروؔ و اینک بہ یادگار
از خونِ دل گذاشت بہ ہر جا نشانِ خویش

۱۱۴۸

ابر خوش ست وقت خوش ست و ہوائے خوش
ساقی است دادہ بہ مستاں صلائے خوش

یارانِ خوش رسید و حریفانِ عیش را
گشتہ آشنائے جان و نہ آشنائے خوش

امروزؔ پارسائیِ زاہد ز بے زری ست
کو زر کہ بے خبر شود آں پارسائے خوش

آں کس ز ہوشیاریِ عقل ست بے خبر
کز بادہ بے خبر نہ شود در ہوائے خوش

گرچہ دعائے تو بہ خوش ست اے فرشتہ ہاں
تا سوئے آسماں نہ بری ایں دعائے خوش

مستانِ عشق را دل و جاں وقفِ شاہد ست
حجت زخطِ ساقی و مطرب گوائے خوش

بے روئے خوب خوش نہ بود دل بہ ہیچ جا
گل گرچہ خوب رو بود و باغ جائے خوش

عشقِ بتاں اگرچہ بلائے ست جاں گداز
خسرو بہ جان و دیدہ خرید ایں بلائے خوش

۱۱۴۹

دل بردؔ و زہرہ نیست کہ آں باز خواہمش
یا خود ز صبر رفتہ نشاں باز خواہمش

---

لہ درین بیت محذوف است۔ ؎۲ درین بیت محذوف است و بہ جایش بیت ذیل زائد است ؎

بگذار کز زباں کفِ پات آبلہ کنم ⁂ از ذکر تو چو آبلہ کردم زبانِ خویش

؎۳ درین بیت محذوف است ؎۴ درین غزل محذوف است

زاں جا کہ ناصبوریٔ دیوانگاں بود | پیداش دل دہم بہ نہاں باز خواہمش
نے خود چو دل کہ جانِ گرامی ست از من | ہرگز دلم نہ خواست کہ جاں باز خواہمش
ہر شبے کہ تا بہ سحر راز گویمش | واں راز گفتہ صبح دماں باز خواہمش
بوسے بہ وام برد خیالش ز من بہ خواب | بارِ دگر چو نیست ہماں باز خواہمش
دانم یقیں کہ باز نیابم ازو، ولیک | تسکین خویش را بہ گماں باز خواہمش
دی باز کرد لب کہ زبانے دہد مرا | امروز عذرِ لب بہ زباں باز خواہمش

بس عذرہا کہ گفت بہ خسرو بہ گاہِ وصل
ایں عذر نیز اگر بتواں باز خواہمش

۱۱۵۰

ہر بامداد تا بہ شبم بر سرِ رہش | وقتے مگر کہ بنگرم از دور ناگہش
زاں گہ گہے کہ بوئے ز خوئے گل کند زنخ | آتش سزد گلاب چو سیمیں بود جہش
آبے[1] کنند ہر کسے اندر رہے سبیل | من خونِ خود سبیل کنم بر سرِ رہش
گویم ببخش جانِ من او گویدم کہ "نے" | جاں بخشِ من بس ست ہماں گفتنِ نیش
چوں گل ز رشک جامہ درانم کہ تا چرا ست | در گرد کوئے گشتن بادِ سحر گہش
مشکل[2] کہ خویش را بتوانند باز یافت | آناں کہ گم شدند دراں روئے چوں مہش

فریادِ من ز نالۂ خسرو کہ ہر شبے
خفتن نہ می تواں ز نفیرِ الااللہش

۱۱۵۱

فرشتہ می نہ نویسد گناہِ دم بہ دمش | کہ از تحیرِ آں رو نہ می رود قلمش
نہ حدِ دیدنِ خلق ست روئے تو مگر آنک | قضا بہ قدر دو یوسف دہد جمال کمش
اگر بہ باغ روم دل بہ گیردم دردم | کہ خوں گرفتہ دلِ من بہ گوشہ ہائے غمش

---

[1] درن بیت محذوف است

[2] درن بیت محذوف است

سماع و نالهٔ من نے ز خون دل جویند | کہ ارغنون جگر خواری ست زیر و بمش
کشم ز دستِ تو بر چوب جامهٔ پر خوں | کہ ہر کہ شاہ بتاں شد چنیں بود علمش
کجا ز چاشنیِ درد دل خبر دارد | کسے کہ نیست خلاص از وظیفهٔ ستمش ؟
جفائے دوست بہ مقدار دوستی ست عزیز | اسیر عشق شناسد حلاوت المش
چہ جائے بانگ مؤذن بدیں دل بد روز | کہ روزگار بسر شد بہ طاعتِ صنمش

بہ یک دم ست کزاو جانِ خسروِ مسکیں
بہ میر دار نہ بود یادِ دوست دم بہ دمش

۱۱۵۲

گر اے[۵۱] نسیم ترا رہ دہند در حرمش | ببوسی از من خاکِ نشانهٔ قدمش
بخواں بحضرتِ او رز زینهار از سر سوز | تحیتے کہ نوشتم ہمہ بہ خون رقمش
ز بعدِ عرضِ تحیت اگر بماند بہ رسد | غریب تا نہ شماری ز غایتِ کرمش
میانِ دلبر و دل حاجتِ رسالت نیست | ولیک ہم بنوشتیم ماجرائے غمش
بہ تشنگانِ بیابان بحر باز رساں | کہ آبِ خضر نیابی ز رشحهٔ قلمش
طرازِ زر نہ بود زیبِ جامهٔ عشاق | بر آستیں بود از داغِ عاشقی علمش

ز خونِ دیدهٔ خسرو عجب مدار کہ خلق
بجائے نقل جگر می دہند دم بہ دمش

۱۱۵۳

ستمگرے کہ[۵۲] دلم شاد نیست جز بہ غمش | بہ خامہ راست نیاید شکایتِ ستمش
ہزار ناوکِ غمزہ زدہ ست بر دلِ من | کہ ہیچ آہ ز من بر نیامد از المش
اگر ز دستِ اجل چند گہ اماں یابم | بہ خاکِ پاش کہ سر بر نہ دارم از قدمش

---

[۵۱] درین غزل محذوف است
[۵۲] درین غزل محذوف است

هزار نامه نوشتم به خونِ دیده وے | بایں دیار نیامد کبوترِ حرمش
کسے که دیدنِ رخسارا و هوس دارد | دگر خلاص نه یابد ز زلفِ خم به خمش
مباشرے که به کنجِ فراق می نوشد | سفالِ باده نماید به چشم، جامِ جمش

اگر به زهد شوی شهرهٔ جهاں خسرو
چه سود تا نه کنی اعتماد بر کرمش

۱۱۵۴

قبائے پیرہنِ[1] او که می رسد به تنش | من از قباش به رشکم قبا ز پیرهنش
کرشمه می کند و مرداں همی میرند | چه غم ز مردنِ چندیں هزار همچو منش
عجب اگر نه تواں نقشِ خاطرش دریافت | زنازکی، به تواں دید روح در بدنش
طفیل آں که کساں را به زلف در بندی | بیا ریک رسن و در گلوئے من فکنش
به کوئے او کر شوم خاک نیست غم مگر آنک | ز بادِ گردِ غم آلودِ من رسد به تنش
شهیدِ عشق که شد یار در زیارتِ او | مبارک آمد و فرخنده خلعتِ کفنش
وصال با وے از ایں بیش نیست عاشق را | که کشته گشت و درآمد به زلفِ پُر شکنش

زباں که خواست ز تو خسروا نه کردی فهم
کنایتے ست که بگیر تیغ و سر فکنش

۱۱۵۵

کرشمه هائے سرِ زلف در بناگوشش | حدیثِ دردِ دلم ره نه داد در گوشش
بیا که سر به فدایت نهاده ام، ورنه | چنیں عزیز نیارم نهاده بر دوشش
نگو که غمزهٔ من خونِ کس نه می ریزد | تو یاد می ده اگر می شود فراموشش
دلم ز پختنِ سودائے وصل سوخته شد | که هیچ پخته نه شد کار من به صد جوشش

---

[1] دریں غزل محذوف است

ز عشق[۱] دیدنِ رویت ببرد و سیر نہ دید | کہ گاہِ دیدنِ رویت ز دل بشد ہوشش
شد آتشم بہ جہاں روشن و چرا نہ رود | کہ می کشم بہ تنِ ہمچو کاہ خس پوششش
بہ ناشناختگاں بیند و نظر نہ بود | بہ قصد شناخت و دراں مستمند مدہوشش
چناں شدم کہ نہ بیند مرا و نہ شناسد | اگر شبے بہ غلط در کشم در آغوشش
بہ جور و تلخیٔ ہجر تو چوں شکر خسرو
حلاوتے ست دراں بادہ تا ابد نوشش

۱۱۵۶

کسے کہ نیست[۲] نظر بر جمالِ میمونش | زہے نشاطِ دل و طالعِ ہمایونش
در آبِ خضر کہ محلولِ اوست پایۂ لطف | کہ در لطافتِ محلول ریخت بے چونش
ہوس نہ دید کہ خورشید و ماہ خاک شوند | دراں زمیں کہ زند گام شبنمِ گل گونش
بہ یک حدیث کند تلخیٔ غمش ہمہ محو | چو زہرِ ناب کہ جادو کند بہ افسونش
غلامِ آں نفسم کامدم بہ خانۂ او | بہ خشم گفت کہ "از در کنید بیرونش"
خوشم ز گریۂ چشمم اگرچہ غم زائد | ز چاشنیٔ مفرح ز دُرِّ مکنونش
شد از تو خونِ دلِ خسرو آب شادم ازانک
نماز از خوئے پاشستنِ تو شد خونش

۱۱۵۷ | ت

نظر ز دیدہ بدزدم چو بنگرم رویش | کہ دیدہ نیز نہ خواہم کہ بنگرد سویش
مرا بہ دیدہ درون خواب از کجا آید؟ | کہ شب نماند بہ عالم ز پرتوِ رویش
دلے ز رویش اگر در جہاں نماند شبے | ہزار شب نتواں ساختن ز یک موئش
ز فرق تا بہ قدم ماہِ نو شدُ و پہلو | بداں امید کہ پہلو نہد بہ پہلویش

---

۱ درن بیت محذوف است | ۲ درن غزل محذوف است

زبس کہ آئینہ گشت ست روئے زانوئے من — کہ آئینہ زچہ شد ہم نشینِ زانوئیش ؟
بہ مردمی اگر آیم بگوے او روزے — "سگم کند بہ فسوں ہائے چشمِ جادوئیش"
بدیں صفت کہ کنم کامِ عیش را شیریں — شراب تلخ نماند ز تلخئ خویش

خوش آں کسے کہ کشد جرعۂ ز جامِ لبش
کہ مست گشت جہانے چو خسروؔ از نوشیش

۱۱۵۸

شد آں کہ پائے مرا بوسہ می زند او باش — بیار بادہ کہ گشتم قلندر و قلاش
چو توبہ رفت سرِ صوفیے چو من اے مست — بہ جرعہ تر کن و ہم از سفال خم بتراش
مرا ز مقنعِ زاہد کنید خرقۂ زہد — کزیں لباس فرو پوشم آں عبادتِ فاش
منم ز عشق تو خشخاش ذرہ ذرہ و لے — نہفتہ چند تواں سر برید از خشخاش
شدیم ما ہمہ بے پوست بس کہ چہرۂ ما — برآستانہ سیمیں براں گرفت خراش
بہ بزم آں کہ دعائے کنند اہلِ صفا — زہے سعادت اگر طعنہ ام زند او باش
اگر ز خامہ کج افتاد نقشِ ما چہ کنیم ؟ — چگونہ عیب توانیم کرد بر نقاش ؟

نبود بر درِ مسجد چو خسروا بارم
گرو بخانۂ خمار کردم ایں تنِ لاش

۱۱۵۹ ت

ترک من سرکش ز پردۂ خویش — در کش آخر غبار زردۂ خویش
در مئے انداز ناتوانی را — با فراقِ ہزار مردۂ خویش
نظرے کردم و چناں گشتم — کہ پشیماں شدم ز کردۂ خویش
مطرب از نالہ ام چناں شد مست — کہ فراموش کرد پردۂ خویش

---

لہ بیت درن محذوف است — لہ غزل درن محذوف است

ساقیا خونِ من بخور بہ تمام　　مے بدہ لیک نیم خوردۂ خویش
بہ غلامی نیرزدت خسروؔ
تو فروں کن بہاے بردۂ خویش

۱۱۶۰

باغ بشگفت و سوری و سمنش　　تازہ گشت ارغواں و نسترنش
صفتِ باغ می کند بلبل　　شاخ در شاخ می رود سخنش
یوسفِ گل رسید و شد روشن　　نرگس از بوئے بوئے پیرہنش
تا کجا باشد آں سمن برِ من؟　　کآب و آتش شود گل از سمنش
مہر او ذرہ ذرہ کرد مرا　　گرچہ یک ذرہ نیست مہر منش
گر بہ حلقم رسن کند زلفش　　بکسلم ہم ز زلفِ چوں رسنش
دیدہ در پیشِ او کشد خسروؔ
کہ بہ بیند بہ چشم خویشتنش

۱۱۶۱

رفت دل نیست روشنم حالش　　بروائے جاں تو ہم بہ دنبالش
من بدینساں کہ حال خود بینم　　نہ برم جاں زچشم اقبالش
چہ خبر شہسوار رعنا را　　کز صفِ مور گشت پامالش؟
ہر کہ از شمع سوخت پروانہ　　کاتشِ دل فتاد در بالش
دل نشاسد کہ چیست حالتِ عشق　　نیست عقلِ حکیم دلالش
ہر کہ بر حالِ عاشقاں خندد　　گریہ اے واجب است بر حالش
منِ مسکیں نہ مردِ دردِ توام　　کوہ البرز و پشۂ حمالش

---

لہ غزل درن محذوف است　　لہ درن غزل محذوف است

درچہ آں دم فتاد دل کآمد　　سورۂ یوسف از رخت فالش
چہ در از دست ہیں غمِ خسرو
کررود بے تو ہر شبے سالش

۱۱۶۲

لب نگر واں دہانِ خندانش　　واں خم طرۂ پریشانش
روئے چوں بامدادِ تابستاں　　زلف ہمچوں شب زمستانش
تیرِ بالائے او بخست مرا　　از کشادِ رہِ گریبانش
دامن از ماہی کشد امروز　　چنگِ ماروز حشر و دامانش
کوفتہ ماند شخص چوں زرمن　　از دلِ سخت ہمچو سندانش
چوں فرو برد دردلم دنداں　　جاں فرستم بہ مزدِ دندانش
دلِ من گشت خون وخون دلم　　آب شد درچہ زنخدانش
خسروا پرسشے بکن کہ بہ دل
خار دارم زنوکِ مژگانش

۱۶۳

سوار[1] من ازمن عناں درمکش　　یک امروز از گفت من سرمکش
زدل نقشِ ابروئے خود برمگیر　　بہ کشتن زقرباں کماں برمکش
اگر خنجرِ غمزہ بہر سزاست　　سر اینک فدائے تو خنجر مکش
چو سلطاں شدی بردلم خط میار　　ولایت بہ فرماں ست لشکر مکش
مژہ تیز برجانِ خسرو مزن
چناں تیر برصیدِ لاغر مکش

---

[1] درین غزل محذوف است　　[2] درین غزل محذوف است

**۱۱۶۴** — د

آں چشم سخن[1] گو نگر و آں لب خاموش
واں تلخیٔ گفتار و شکر خندۂ خوں نوش

رسوا شدم از حالتِ خود زاں کہ ہمہ جاست
رخسارہ بہ گفتار و منِ دل شدہ خاموش

پوشیدہ نہ ماند آتشِ من در تنِ چوں کاہ
آں شعلہ بر آمد کہ نہفتیم بہ خس پوش

من دانم و جانے کہ بہ تن کاش نہ بودے
تا ہجر چساں کرد سزائے دلِ من دوش؟

تو خواہ دلا خوں شو و خواہی برو لائے جاں
کاں شوخ نہ خواہد شدن از سینہ فراموش

اے دام ملک زلفِ تو دلہا چہ کنی صید؟
یوسف کہ عزیز است بہ قلب دو سہ مفروش

عمرم شدہ روزے بہ رخت سیر نہ دیدم
زیرا کہ تو می آئی و من می روم از ہوش

انبوہ گدایانِ جمال است بہ کویت
بپسند کہ محروم شوم کشتہ در آں جوش

آتش بود م بے تو بہ آگندہ اے دوزخ
گر لالہ کشتم در بر و گر سرو در آغوش

گر لطف و کرم نیست کم از ضربت تیغے
بارے بر ہلا ایں سر تنگ آمدہ از دوش

از رہ زدنِ خسرو اگر منکری اے شوخ
آں دزدِ سیہ را چہ نشانے بہ بنا گوش؟

**۱۱۶۵** — غ

او می[2] رود و عاشقِ مسکیں نگرانش
چوں مردہ کہ در سینہ بود حسرتِ جانش

بے مہر سوارے کہ عناں باز نہ پیچد
آویختہ چندیں دل خلقے بہ فغانش

یاد است کہ در خواب شبش دیدہ ام اما
از بے خبری یاد نہ دارم کہ چسانش

یا دش دہی اے باد گہے نامِ گدائے
تا دولتِ دشنام بر آید ز زبانش

بسیار بکوشم کہ بپوشم غم خود لیک
آتش چو بگیرد نہ تواں داشت نہانش

از نالہ ام ار خلق نہ خسپد عجبے نیست
از بختِ خود م در عجب و خوابِ گرانش

---

[1] مطابق نسخہ ن

[2] مطابق نسخۂ ن

خسرو نگرانیش همه بر دل خود گیر
کوریے دلے را که نه باشد نگرانش

۱۱۶۶ — ب

به سنگے چون[1] سگان از دور خرسندم نه دربانش — سگ آن عزت کجا دارد که بنشانند برخوانش
به بازوے من گردن زده کے باشد این دولت؟ — که من در گردن آرم تنگ دستی از گریبانش
زدوده را انگشت می خایم چه حیلت چون نمی یابم — ز بختِ شور کانگشتے رسانم به نمک دانش
چه طعنه بر گرفتارے که او ماندست از پایے — همو می داند و جانش که تنها جسته بر جانش
سر و ساماں چه خواهی اے نکوخواه اندریں فتنه — اسیرے را که نے سرکار می آید نه سامانش
چو خوردم بے اجل تیرش دمے بگذار کز گریه — بشویم خونِ غم پروردِ خود از نوکِ مژگانش
غبار آلوده خونِ عاشقے با اوست سرگردان — هر آں ذره که بالا می رود از گرد میدانش
ببوسی آستان کعبه اے باد ار رسی از ما — که ما گم گشتگاں مردیم تشنه در بیابانش

شنیدن بوئے خسرو گر نیاری دار معذورش
که بوئے خونِ دل می آید از فریاد و افغانش

۱۱۶۷ — ت

خضر در کوئے او ره گم کند زاں شکل موزونش — تعالی الله مگر از آب حیواں ریخت بے چونش
مبادا آں پائے را در دے خراماں کرد گو بگذر — تو می دانی که خاک ست آں دلے خون ست معجونش
نثارے گر کند چشمم به پیشت پا مزن جانا — که حاصل شد به صد خونِ جگر هر دُرِّ مکنونش
بترسم از چناں روزے که باشم رفته از عالم — تعلق همچناں باقی به سوئے زلفِ شب گونش
دروغ ست ایں که گرد آلوده از خون جامهٔ یوسف — که چوں بر چشمِ یعقوب آمد آلوده شد از خونش
به وصف لیلی ار شرمنده ام در عاشقی بارے — بحمدالله که شرمنده نیم از روئے مجنونش

---

[1] مطابق نسخهٔ ن

[2] مطابق نسخهٔ ن

فسون خواں را بہ صد زاری ہمی بوسم قدم لیکن — چہ چارہ چوں پری حاضر نمی گردد بہ افسونش

حسد می بردی اے دشمن ز عقل و دانش خسرو

بیا تا بر مرادِ خاطرِ خود بینی اکنونش

۱۱۶۸ — ب

دلِ من دستِ۱؎ بازی می کند ہر لحظہ با مویش — معاذ اللہ کہ گر ناگہ بہ بیند چشمِ بد خویش

گہے کز در بروں آید بہ عیاری و رعنائی — زہے تاراجِ جانِ دل بہ ہر سو کاوفتد ہوشش

گرفتہ آتش اندر جاں دمی سوزد ہمہ مستی — من از خود بے خبر مشغول در نظارۂ رویش

بہ بزمی شانہ کن در مویش اے مشاطہ کز دردش — رگِ جاں بگسلد ما را مبادا بگسلد مویش

گذشت است آں کہ مستم کردی از بویش صبا اکنوں — خرابم ہم بہ بوئے خود کہ از من می زند بویش

چہ عیش ست ایں کہ من ایں جا و جانِ من برِ رعنا — دواں سرگشتہ ہمچوں گرد بادے بر سرِ کویش

دلِ گم کردہ می جستم میانِ خاکِ کوئے او

بہ خندہ گفت "چوں خسرو نہ خواہی یافت می جویش"

۱۱۶۹ — ت

زلفت کہ باد۲؎ از ہر طرف گہ گہ پریشاں داردش — ہر نوک بر باید از و زنجیرِ صد جاں داردش

جورے کہ ہر دم می کند گر مردمی باشد دراو — آخر نہ چنداں کردہ ہا وقتے پشیماں داردش؟

خاکے کہ از کویت برم در دیدہ پنہانش کنم — مفلس کہ یابد گوہرے ناچار پنہاں داردش

گفتارِ تو کاید بروں از جان و در جاں در رود — ہر دم کشد از چہ لبش در آبِ حیواں داردش

دور از من آں کو دور شد از چوں توئی نزدیکِ من — تلخ ست عیشش در فلک در سنگرستاں داردش

پروانہ کش ناگہاں شمعے بہ مہماں در رسد — خود را اگر بریاں کند دیگر چہ مہماں داردش

---

۱؎ مطابق نسخۂ ن — ۲؎ مطابق نسخۂ ن

بے چارہ خسرو را کنوں ساماں نہ می باشد مگر
ہوشے کہ مردم را بود گو تا بہ ساماں داودش

۱۱۷۰ — د

گہ گہ نظرے[۱] باز مدار از منِ درویش — چوں منعم بخشندہ بہ دریوزۂ درویش
ما را دلِ صد پارہ جراحت نمک آلود — مسپار کہ تا روزِ اجل بہ شود ایں ریش
حسنِ تو فزوں باد و جفائے تو فزوں تر — تا دردِ دلِ خستۂ من کم نہ شود بیش
جاناں مکش اکنونم ازاں شیوہ کہ دانی — کآں صبر نماندست کہ می کردم ازیں پیش
خوش باش کہ آں غمزۂ خوں ریزِ تو ما را — چنداں نہ گزارد کہ کشائی تو سرِ کیش
ایمن ز خیالِ تو نیم با ہمہ پرسش — قصاب نہ از مہر کند تربیتِ میش
ساقی منگر تو بہ قدح بر سرِ من ریز — تا غرقہ شود ایں خردِ مصلحت اندیش
ایمانِ من اندر شکنِ زلفِ بتاں شد — کافر کندم دل کہ اگر گردم ازیں کیش

اے آں کہ زنی طعنہ بہ خسرو ز پے عشق
تو فارغی از درد کہ من خوردم ایں نیش

۱۱۷۱ — ب

نباید گرچہ[۲] ہرگز از فرامش کشتگاں یادش — غلامِ آں سرِ زلفم کہ در ہم می کند بادش
بہ مکتب دانشے ناموخت جز آزارِ مسکیناں — کہ داند تا کدامیں سنگدل بود ست استادش؟
اگرچہ با من دلہا نازنینِ من نہ می دارد — دعائے عاشقاں ہر جا کہ باشد پاسباں بادش
فرامش کردی دردِ خود مرا از راہِ مظلوماں — خدایا کج مکن موئے ز یاری ہائے بیدادش
مرا ایں آہ بیہودہ ست پیشِ آں دلِ سنگیں — کزیں آتش کہ من دارم نہ گردد گرم پولادش
رواں کن پیشِ یارِ لشکرے جوئے ز اشکِ روائے — کہ گرد آلودہ خواہد بود آں سوری و شمشادش

---

[۱] مطابق نسخۂ ن
[۲] مطابق نسخۂ ن

دلم می شد به نظاره که با د افگند زلفش را    نیاید باز در خواهد که هم در ره شب افتادش

جفای روزگار و جور خوبان خسرو مسکین
شد آبستن ز غمهائی که کاش که مادر نه می زادش

۱۱۷۲

گرم روزی[1] به دست افتد کمند زلف دلبندش    ستانم داد این سینه که بی دل داشت یک چندش

ز خوی تلخ او بر لب رسیده جان شیرینم    هنوز این دل که خون باد ا به صد جان آرزومندش

خزان دیده نهال خشک بود از روزگار این جا    در آمد باد زلف نیکوان از بیخ برکندش

چه جای پند بیهوده دل سرگشته ما را    نه آن دیوانه دارم که بتوان داشت در بندش

شتاب عمر من بینی میان دوستان جانا    گره مکسل ز تن جان را که دشوار است پیوندش

حیاتم بی تو دشوار است کاین با تو خوش دل هست    به جان زندگانی چون توانم داشت خورسندش

نمی بینم خلاص جان نابخشوده خسرو
مگر بخشایش آرد از کرم کیش خداوندش

۱۱۷۳

هر کس نشسته[2] شاد به کام و هوای خویش    بیچاره من اسیر دل مبتلای خویش

هم جان درون این دل و هم دوست وه که من    خوناب ها خورم ز دل بی وفای خویش

فرستار به بنده جدائی، دلا بیا    کامروز نوحه‌ای بکنم از برای خویش

تا من از آن دل شدم و دل از آن دوست    این جان من کیای من و من کیای خویش

جانا رسم به کوی تو من آن کبوترم    کاید به میهمانی شاهین به پای خویش

بارنده بر تو ناوک آه و منت ز ره    با غم ز آب دیده ز باد دعای خویش

---

[1] مطابق نسخهٔ ن    [2] مطابق نسخهٔ ن

خسرو ز خویش بهرِ تو بیگانه شد چنانک
گوئی که هیچ گاه نبود آشنائے خویش

۱۱۷۴

چون سبزه[1] بردمید ز گلزارِ یار خط — دارم غبارِ خاطر ازاں مشک بار خط
جانا محقق است که جز کاتبِ ازل — بر برگِ لاله ات ننوشتست از غبار خط
یاقوت جوهر دهنت آب زندگی ست — کز وے مدام زنده بود خضروار خط
مشکِ خطت که هست لب و دان تر ز آبِ جوئے — برخوانده ام ندیده شدست گل عذار خط
از تو دلم به باغ و بهارے نمی کشد — باغِ من است روئے تو و نو بهار خط
یارب چه خوش به خامهٔ تقدیرِ دستِ صنع — بنوشته است بر ورقِ روئے یار خط
خسرو چه و چه بود که نادیده روئے او
آرد لبش به خونِ منِ دل فگارِ خط؟

۱۱۷۵

تا شد ز مطلع[2] غیب خورشید حسن طالع — عشاق بے نوا را مسعود گشت طالع
ما از جهان ملولیم از خویش و غیر فارغ — گشته به نیم جرعه در کنجِ دیر قانع
ساقی بیار جامے کز خود رهم زمانے — مگذار تا گذارم بے باده عمر ضائع
جز جامِ تو ننوشند عشاق در خرابات — جز نامِ تو نگویند زهاد در صوامع
چون قیل و قالِ هر کس با مست درنگیرد — در حقِ ما نباشد پندِ فقیه نافع
حالِ درونِ پُرخون از خلق چون بپوشم؟ — چون کرد پیشِ مردم اشکم بیانِ واقع
بگذر ز خویش خسرو گر وصلِ یار جوئی
زاں رو که نیست جز تو در راهِ وصل مانع

---

[1] این غزل محذوف است    [2] درین غزل محذوف است

۱۱۷۶

چو مهر می[۱] کند از مشرق پیاله طلوع | شود منور از انوار او جهان مجموع
جهان پیر چو روشن شد از فروغ قدح | چه باک اگر نه کند آفتاب چرخ طلوع؟
جماعتے که به تقوے و شرح می نوشند | چرا به باده پرستی نه می کنند شروع؟
کتاب فقه نه دانند در مدارس ما | دریغ عمر که شد صرف در اصول و فروع
فقیه شرع که ما را به مئے کند تکفیر | به عمر خویش نه کرده ست سجده‌ای به خضوع
چو نامه‌ای بنویسم به سوئے دلبر خویش | فَمِنْهُ اَمَنْ قَلْبِیْ عَلَی الْکِتَابِ دُمُوْع

مگوئے پند به خسرو، از او گذر واعظ
که پند خلق بود نزدِ مست نامسموع

۱۱۷۷

گل ز بیم[۲] باد زیر پرده می دارد چراغ | آرے آرے باد را طاقت نه می آرد چراغ
هر شبے پروین که عکسِ خویش در آب افگند | آسمان گوئی میان آب می کارد چراغ
برگ می ریزد ز گل، دانم خزان خواهد رسید | میهمان آید به خانه چون که گل بارد چراغ
چون در افتد برق در ابر سیه نظاره کن | ابر را شب داند و آن را چه پندارد چراغ
ابرها تیره ست نگذارم مئے روشن ز کف | کس به تاریکی روان از دست نگذارد چراغ

بے چراغِ مے جهان بر دیده خسرو شب است
ساقی، خورشید روئے کو که بسپارد چراغ

۱۱۷۸

شاه حسنی[۳] و ز متاع نیکوان داری فراغ | می نه زیبد بد کنی در پیش مسکینان دماغ
داغ هجرانم ز بس، خالم به رخ هم می نمائے | چند سوزم وه که داغے می نهی بالائے داغ

---

۱ درین غزل محذوف است ۲ درین غزل محذوف است ۳ درین غزل محذوف است

بهترین حاجات آں کائی شبے بیشم چو شمع ‌ ‌ ‌ ‌ می نهم از سوز دل هر شب به هر مسجد چراغ

آب چشمم گفت حال و بردرت زیں بیش برآر ‌ ‌ ‌ ‌ هم تو می دانی که نبود بر رسولاں جز بلاغ

غنچهٔ دل پاره کردم چوں که بر باد آمدم ‌ ‌ ‌ ‌ زاں که بودم با گلِ خنداںِ تو یک دم به باغ

هست نالاں سوخته جانم، را می‌ے کبکِ ناز ‌ ‌ ‌ ‌ گر ز مردار استخوانے نشنوی بانگ کلاغ

عقل و دیں الحمد لله رفت زیں پس ما و عشق

یافت چوں خسرو ز صحبتهائے بے درداں فراغ

۱۱۷۹ ‌ ‌ ‌ ‌ غ

دی می گذشت و سوئے او دلها رواں از هر طرف ‌ ‌ ‌ ‌ صد [illegible] گر کرده دل سویش رواں از هر طرف

گلگونِ نازش زیر زیں غمزه بلائے در کمیں ‌ ‌ ‌ ‌ می مرد از آں پیکانِ کیں پیر و جواں از هر طرف

ز ولیده موئش فتنه جو مخمور چشمش کینه جو ‌ ‌ ‌ ‌ موها پریشاں کرده رد او خوں چکاں از هر طرف

زنجیرِ دلها موئے او دلال سرِ ما خوئے او ‌ ‌ ‌ ‌ در چار سوئے روئے او بازارِ جاں از هر طرف

در کنجِ غم افتاده من بر یادِ سروِ خویشتن ‌ ‌ ‌ ‌ زانم چه کاید در چمن سروِ رواں از هر طرف

کعبه [illegible] می رود لبیکِ جاں می بشنود ‌ ‌ ‌ ‌ گرچه به پابوسش [illegible] صد کارواں از هر طرف

چوں [illegible] تو دں ناسایدم گر تیغ سر بر نایدم ‌ ‌ ‌ ‌ چه باک از آنم کایدم زخمِ زباں از هر طرف

زیں پس کر از خوئے بدت آهنگ پیرزن باشدش

ترسم که چوں خسرو بسے گیرد عناں از هر طرف

۱۱۸۰ ‌ ‌ ‌ ‌ ت

دی مست می رفتی نثار دیده از ما یک طرف ‌ ‌ ‌ ‌ شبدیز را مطلق عناں پیچیده عمداً یک طرف

---

لہ بعد ازیں در ن دو بیت ذیل زائد است ‌ ‌ ‌ ‌ سہ

جانها و دلها چوں خسے در راهش آب هر کسے ‌ ‌ ‌ ‌ ٭٭ می رفت جان و دل بسے گیسو کشاں از هر طرف

دلهائے پُر خونِ جگر گرد کمر گه سر به سر ‌ ‌ ‌ ‌ ٭٭ چوں لعل و یاقوت و گهر گرد میاں از هر طرف

لہ مطابق نسخهٔ ن

تا بر رخِ زیباے تو افتاده زاهد را نظر — تسبیح زهدش یک طرف مانده مصلا یک طرف

تیرے کہ دی زد بر دلم پیدا ست تا غایت بمن — پیکان و کلکش یک طرف سوفار و پرها یک طرف

در چہ [illegible] کوے خود افتاده بینی بنده را — تن یک طرف، جاں یک طرف، سر یک طرف، پا یک طرف

سلطانِ خوباں می رسد هر سو گروهِ عاشقاں — چادرش شهے کو تا کند مستِ گدا را یک طرف

نوشیں شرابِ لعلِ او شد مجلسِ ما بے خبر — ساقی صراحی یک طرف، مستانِ سوا یک طرف

جاں خسرو دل خسته را خوں ریختن فرموده است
خلقے به منت یک طرف، آں شوخ تنها یک طرف

۱۱۸۱

اے ز سودائے[1] تو در دل رونقِ بازارِ عشق — مرہم جانہاست از یادِ لبت آزارِ عشق

دی کہ می رفتی به پیشِ عاشقاں غمزه زناں — دیگراں بسمل شدند و من شدم مردارِ عشق

من بداں نذرم کہ گر میرم بسوزم بنگری — بیں کہ چوں من چند کس مُردست در بازارِ عشق

تیغِ خود بگذار تا دامِ تو بگذارم از آنک — دامِ معشوق است سر بر گردنِ عیارِ عشق

عاشق ار بر زیستن میرد درخش ہماے سیر — تا بمیر دزاں مفرح جاں کناں درکارِ عشق

از دعایت من چو اے زاهد نگشتم نیک بخت — تو بیا باری چو من بدبخت شو درکارِ عشق

آں کہ بیدارش ببر خوابِ خوش با شاهد است — شاهدش داں آں کہ حق است ایں چنیں بیدارِ عشق

خسروا با جان و دل هم قصهٔ جاناں مگوے
زاں کہ نتواں گفت با نامحرماں اسرارِ عشق

۱۱۸۲

رسید دوش[2] ندائے از ایں بلند رواق — کہ اے مقیم زوایائے شهر بندِ فراق!

درایں حضیض چرا گشته ای چنیں محبوس؟ — گذر چو طائرِ قدسی ز اوجِ ایں نه طاق

---

[1] درن غزل محذوف است

[2] درن غزل محذوف است

منافق اند و ریائی جمیع اہلِ بشر — بیا بصحبتِ یارانِ بے ریا و نفاق
ترا بہ روزِ ازل با حبیب عہد ست بود — چہ آمدت کہ فراموش کردہ ای میثاق؟
مرو بہ قولِ مخالف بہ ہرزہ راہِ حجاز — وگرنہ راہ نیابی بہ پردۂ عشاق
کسے کہ مسکنِ اصلیش عالمِ علوی ست — چہ می کند بہ خراساں چہ می رود بہ عراق؟
زخویش بگذر و باز آے سوئے ما خسرو
کہ نیست خوش ترازیں جائے در ہمہ آفاق"

۱۱۸۳

دو چشمت آفت دلہاست ہریک — دو زلفت عقدِ مشکلہاست ہریک
شکنہائے سرِ زلفِ کجِ تست — فرامش خانۂ دلہاست ہریک
نشیمن ہا کہ بر خاکِ درِ تست — ز بہرِ دیدہ منزلہاست ہریک
کنند ار عاشقانت خاک بر سر — سزد چوں پائے در گلہاست ہریک
مدہ پند اہلِ دل را زاہد از آنک
چو خسرو مستِ باطلہاست ہریک

۱۱۸۴

اے بادِ[1] لطفی کن بر و در کوئے جاناں سا کنک — احوالِ من در گوشِ او یک لحظہ بر خواں سا کنک
گو خستہ ات آمد بجاں گر زندہ می خواہی دلے — از لعلِ شکر بارِ خود بفرستِ درماں سا کنک
رفتم زجاں بر خاستم در خواب بود آں نازنیں — از خوابِ خوش بر خاستم ترساں و لرزاں سا کنک
چوں خواست او از خوابِ خوش افتادم اندر پائے او — بر داشت سر ز پائے خود خنداں و نازاں سا کنک
گفتم "کہ اے گل روئے من وقتے نہ گشتی آنِ من" — گفتا "کہ من آنِ توام بیمِ رقیباں سا کنک"
با یار بودم ساعتے رفتم بہ باغ و بوستاں — در باغ و بستاں آمدم افتاں و خیزاں سا کنک

[1] درین غزل محذوف است

بر روی تو موی تو بسته‌ست همی‌دم و می‌گفت او — چون کافران غارت مکن آخر مسلمان ساکنک
دشنامها می‌داد او هر دم به زیر لب مرا — من بر دست خود بر پای او نالان و مالان ساکنک

خسروا اگر در کوی تو رفتن ندانند روز را
لابد رود در نیم شب از خلق پنهان ساکنک

۱۱۸۵

ب

بوستان[1] جلوه در گرفت اینک — گل ز رخ پرده بر گرفت اینک
آتش لاله بر فروخت ز باد — دامن کوه در گرفت اینک
بلبل آمد نشست بر سر گل — بی‌نوا بود زر گرفت اینک
غنچه در پیش فاخته ز اصول — سبق تازه بر گرفت اینک
آب را گرچه چشمها پاک ست — بوستان را به بر گرفت اینک
بید در لرزه گشت و تیغ کشید — آب را ره گذر گرفت اینک
خار چون تیز کرد پیکان را — گل به برگش سپر گرفت اینک
شاخ گل گوی زبار گیر گل ست — ناگه از باد بر گرفت اینک
مرغ می‌گفت "گل نخواهد رفت" — لاله گوئی کمر گرفت اینک
ابر در گریه شد ز نالهٔ خویش — پردهٔ تنگ در گرفت اینک
کرد بر روی سحاب ریختنی — باغ را دُر و زر گرفت اینک

طوطی آغاز شعر خسرو کرد
روی گل در شکر گرفت اینک

۱۱۸۶

ترک سغید[2] روی و سیه چشم و لاله رنگ — مثلت نزاد مادر ایام شوخ و شنگ

---

[1] مطابق نسخهٔ ن — [2] درین غزل محذوف است

[1] ورق غنچه اکنم زده بود ✻ در قش یک دگر گرفت اینک — بیت زائد است

زلفِ تو بر رُخِ تو ہر آں کس کہ دید گفت | بگرفت ملکِ چین و حبش پادشاہِ زنگ
با تیرِ چشمِ جادو وُ ابروئے چوں کماں | داری قدے کشیدہ تراز قامتِ خدنگ
آہو صفت شکارِ دلِ عاشقاں کند | آں شیر گیر آہوئے چشمِ تو چوں پلنگ
در سنگِ سیم باشد و ایں طرفہ تر کہ تو | داری درونِ سینۂ سیمیں دلے چو سنگ
آبِ حیاتم از لب و دنداں رواں شود | گر بوسہ اے بہ بندہ دہی زاں دہانِ تنگ

بر نظمِ خسرو از سرِ مستی سخن مگیر
کو ہست در ہوائے تو فارغ ز نام و ننگ

ت

۱۱۸۷

دل[1] رفت ز تن بیروں دلدار ہماں در دل | افتاد سخن در جاں گفتار ہماں در دل
گفتم "ز دلم یادش ماند کہ بماند جاں" | شد کیسہ ہمہ خالی طرّار ہماں در دل
یک شہر پُر از خوباں دہ باغ پُر از گلہا | صد جائے نہم دیدہ دلدار ہماں در دل
آزار چو سر آرد گویند کہ "بہ گردد" | خونابہ رواں از چشم آزار ہماں در دل

در کعبہ وُ بتخانہ ہر جا کہ رود خسرو
دل باد ز تو بد خو دیدار ہماں در دل

۱۱۸۸

خہی[2] ز ہر نظر چونی خویش مقبول | چو من صد بیش در کوئے تو مقتول
کنہ اندر جہالت عقل و دانش | چو بیند مصلحت در خویش معزول

---

[1] دریں دو بیت ذیل زائد است ۵

قرباں شوی بہرش کانزوں شودے عمرش | با جانِ خود ایں خواہم با یار ہماں در دل
نے بگسلم از مویش کز شرمِ مسلمانی | تن را بہ نماز آرم زنار ہماں در دل

[2] دریں غزل محذوف است

خوئے حسنی کہ از رویت چکیدہ — بشستہ دفترِ معقول و منقول
تو اے دانا کہ عاشق را دہی پند — مکن دل در غمِ بیہودہ مشغول
بسے دیدم فلاطون و ارسطو — شدہ در عاشقی مجنون و بہلول
فرو خواں قصۂ شیریں و خسرو
کز و لیلیٰ و مجنوں ہست مسجول

۱۱۸۹

مرا بہرت خصومتہاست با دل — "کنوں با من درایں سودا تو با دل"
اگر با دِ سرِ زلفت ہمیں ست — کجا ما و کجا جان و کجا دل
ز تو از گوشۂ چشمے اشارت — ز ما عقل و ز ما جان و ز ما دل
دل ار بیگانہ گشت از من نہ رنجم — کہ عاشق را نہ باشد آشنا دل
مرا گوئی کہ جانت از چیست در سوز؟ — بلا شد جان مرا، جاں را بلا دل
بماندم در بلائے دل کہ یا رب — مبادا ہیچ کس را مبتلا دل
چہ گوشیدم[1] کہ دل نے پند بشنو — کہ صد منزل ز من راہ ست با دل
بہ یک دلدار بس کن خسرو از آنک
نہ بندد ہیچ عاشق جا بجا دل

۱۱۹۰

نگارا صحبت[2] از اغیار بگسل — گلِ خندانِ من از خار بگسل
نخست از بند جان پیوند بکشائے — پس آں گہ دوستی از یار بگسل

---

[1] درین بیت ذیل زائد است ؎
بہ خونِ گرم دل پیوست با جاں ؛ بدینساں چوں تواں کردن جدا دل؟
[2] درین غزل محذوف است

نه دانم تا که گفت آن بے وفا را | که "مهر از دوستان یک بار بگسل"
بزن مطرب ز رحمت راهِ عشاق | رگِ جان و دل انگار بگسل
اگر سوده شود زابریشمِ چنگ | گلیمِ صوفیان را تار بگسل
چرا می نالی اے بلبل چنین زار | نه می‌گفتم از آن گلزار بگسل
درون بتخانه و بیرون مناجات | مسلمان شو دلا زنار بگسل
کمندِ عشق را نتوان گسستن | برو سر رشتهٔ پندار بگسل

نیابی داد خوبان خسرو از کس
بزن دست و عنانِ یار بگسل

۱۱۹۱

زهے[1] زلفت شکسته نرخِ سنبل | گلستانِ رخت خندیده بر گل
رسانده خطِ یاقوتِ تو ریحان | کشیده خط ز کافورِ تو سنبل
عروسے را که او صاحب جمال ست | چو دریابد گرش نبود تحمل
چو ریشِ خستگان را مرهم از تست | مکن در کارِ مسکینان تغافل
اگر گل را نه باشد برگ و پیوند | چه سود از نالهٔ شبگیر بلبل؟
بجانت کان که بر جان دارم از غم | نه باشد کوهِ سنگین را تحمل
چو از زلفش بدین روز اوفتادم | تو نیز اے شب مکن بر من تطاول
خوشا آن بزمِ روحانی که هر دم | کند مستی به پاداشِ تعقل

بزن مطرب که مستانِ صبوحی
از آن مست اند و خسرو از تأمل

۱۱۹۲

مسلمانان[2] برفت از دستِ من دل | چو دیدم آن چنان شکل و شمائل

---

[1] درین غزل محذوف است
[2] درین بیت محذوف است

جهانے را بدیں شکل و شمائل　　همی بینم چو خود امروز مائل
ز بهر [illegible] لطف بگماشت　　از اینساں صورتے از آب و از گل
نه باشد همچو رویت مجلس افروز　　اگر خورشید بنشیند به محفل
دلم منزل به زلفت کرد گوئی　　نخواهد رفت ازیں فرخنده منزل
تنم گر خاک گردد نقش مهرت　　ز لوحِ جاں نخواهد گشت زائل
ملامت می کنند اصحاب ما را　　ز دردِ ما مگر هستند غافل
ندارم طاقتِ دردِ فراقت　　فراقِ دوستاں بسیار مشکل

ندایں ره خسروا دیوانه می باش
نمی باید شنیدن پند عاقل

۱۱۹۳

خیز که جلوه[۵۲] می کند چهرهٔ دلکشائے گل　　عام به بیخودی خوش است خاصه که در هوائے گل
نافه کشائے بوستاں سکه به نامِ گل زده　　خطبهٔ بلبلاں همه نیست مگر ثنائے گل
تاج مرصع آورد شاخ ز بهر شگوفه اے　　تختِ زمردیں زند بخت به زیر پائے گل
ابر دو اسپه می رود بهر نظارهٔ چمن　　سرو پیاده می شود پیشِ درِ سرائے گل
حیف بود که باد و گل خواهمت از سر هوس　　اے تو برا ز هزار مه چند بود بقائے گل

مستیٔ ما به بوسهٔ تو بهر خدا چه جائے مے
شادیٔ من به روئے تو بے تو جهاں چه جائے گل

۱۱۹۴

ترکِ من[۵۳] رفتم ز کویت گر ز من گشتی ملول　　خیر بارت می کنم یک سجدهٔ فرد قبول
زور و زر باشد اسباب وصال، اما مرا　　نیست چیزے غیر زاری در تمنائے وصول

---

[۵۱] درین بیت محذوف است　　[۵۲] درین غزل محذوف است

بس که چشم سیل خوں می بارد از هجران تو | کاروان در ره نمی یابد ز گل جای نزول

دم به دم از خون دل با تو نویسم نامه لیک | جز نسیم صبح دم دیگر نمی یابم رسول

در حریم کعبهٔ روحانیاں یعنی که دل | جز خیال دوست کس را نیست امکان نزول

تا بخواند آیت عشق از خط مشکین یار | رفت از یادم روایات فروع بے اصول

عاقلاں گر غافل اند از حال خسرو عیب نیست

از مجانیں کے خبر دارند ارباب عقول؟

غ

۱۱۹۵

می رود[1] یار و مرا آزار می ماند به دل | وائے مسکینے کش آں رفتار می ماند به دل

زیستن دشوار می بینم که از غمزه مرا | اندک اندک هر زماں آزار می ماند به دل

پند می گوئی ولے معذور داری دوست زانک | دل پریشاں دارم و دشوار می ماند به دل

گر شود جانا دلم زیر و زبر برحق بود | زاں که زلف او نه بر هنجار می ماند به دل

وه که جانم بر لب آمد چند بے خوابی کشم؟ | کاندکش می بینم و بسیار می ماند به دل

گر نه خواهی کشتنم غمزه زناں زینسو میا

کاں غمزه هر شب مرا چوں خار می ماند به دل

۱۱۹۶

من مسکین[2] چه کنم پیش که گویم غم دل؟ | که ز عشق تو بجز غصه ندارم حاصل

اے صبا حال دل من بر دلدار مگوئے | که جهانے ز غم عشق تو شد لا یعقل

غافل از یاد تو یک لحظه نیم تا دانی | زینهار از من دل خسته نه باشی غافل

---

[1] درین بیت ذیل زائد است ؎

این همه از بخت سست کت در دل نه باید گفت من ؂ ورنه از خسرو همیں گفتار می ماند به دل

[2] درین غزل محذوف است

طمع دانه کند مرغ که در دام افتد — ورنه در دام غم و غصه نیفتد عاقل

خلق را میل به حوران بهشتی باشد — چه کنم نیست مرا جز به تو خاطر مایل؟

به وصال تو بس امید وفا بود مرا — آه کاندیشه غلط بود و تصور باطل

به قیامت برد از عشق تو حسرت خسرو

که به تشریف وصال تو نگردد واصل

۱۱۹۷

رسته بودم من چندگه از زاری دل — از نمکدان تو شد تازه جگرخواری دل

تو همی آئی و صد غارت جان از هر سو — در چنین فتنه کجا صبر کند یاری دل؟

هر کسے با دل آزاد ازیں شهر گذشت — من گرفتار بماندم به گرفتاری دل

دل گنه کرد که عاشق شد و نزد خوبان — نشود عفو همه عمر گنه گاری دل

وقتے افگن نظرے جانب من اے خورشید — که سیه روئے بماندم ز شب تاری دل

وقت آں ست که دستے دهی اے دوست به لطف — که فرو رفتم در گل ز گرانباری دل

عشقت افگند میان من و دل بیزاری — بر رخ از خون نگر اینک خط بیزاری دل

می شود زلف تو ز آسیب نسیمے درهم — بس که بیتاب شد از زحمت بسیاری دل

عشق گویند که کار دل بیدار بود

بهره ام خواب اجل بود ز بیداری دل

۱۱۹۸

مده پندم که من در سینه سودائے دگر دارم — زبان با خلق در گفت ست و دل جائے دگر دارم

خرامان هر طرف سروے و جان من نیاساید — که من این خار خار از سرو بالائے دگر دارم

مرا این تشنگی از بهر آبے دیگرست ارنه — نمی بینی که در هر دیده دریائے دگر دارم

---

۱؎ مطابق نسخهٔ ان

طبیبا خویش را زحمت مده چوں بہ نہ خواہم شد | کہ من اندر سرِ شوریدہ سودائے دگر دارم
ترا گر رائے خوں ریزِ من مسکین ست بسم اللہ | چہ می پرسی ز من جاناؔ من رائے دگر دارم؟
بہ بازارِ[۱] تو دل را من بدیدم یک نظر کردی | کرم کن یک نظر دیگر کہ کالائے دگر دارم
ہمہ مستی من در کار چشم و زلف و رویت شد | بہم خاموش و در ہر یک تقاضائے دگر دارم
مراں سوئے کسانم چوں تنم شد خاک در کویت | نہ مانند آں سر کہ جز پائے تو در پائے دگر دارم

نمی اندیشی از دمہائے سردِ من نمی دانی
کہ در ہر کوچہ خسرو باد پیمائے دگر دارم

۱۱۹۹

ہمی خواہم[۲] ترا بینم نظر سوئے کہ من دارم | بہ خوباں دیدنم خوش شد عجب خوئے کہ من دارم
اگر بر خاک می غلتم مراد یاست با رُویت | تعالی اللہ عجائب پشت و پہلوئے کہ من دارم
ز بندت چوں جہم آخر کہ ہر یک بند زلفت را | گرہ بربستہ ای محکم بہ ہر موئے کہ من دارم
جفایت ہر کرا گویم ہمہ کس روئے تو بیند | بہ پیشت چوں تواں دیدن بدیں روئے کہ من دارم
ترازو کردی از من تیر و گوئی "برکشم آں را" | چہ خواہی برکشیدن ایں ترازوئے کہ من دارم
اشارت کن ز ابرو تا کشم سر زیرِ پائے تو | کزاں چوگاں تواں بردن چنیں گوئے کہ من دارم
صبا دی آمد از کویت دماغم خوش شد از بویت | دماغے خوش تواں کردن ازیں بوئے کہ من دارم
دو چشمم جوئے شد گر تو نداری آرزوئے من | تماشا ہم نمی آئی در ایں جوئے کہ من دارم

لطیفہ گوئیم خسرو توانی زیست در ہجرم
توانم خاصہ با ایں زورِ بازوئے کہ من دارم

غ

۱۲۰۰

من ایں آہ جگر سوز از دلِ پیماں شکن دارم | چرا از دیگرے نالم کہ درد از خویشتن دارم؟

---

۱؎ درن بیت محذوف است　　۲؎ درن غزل محذوف است

۳؎ درن بیت ذیل زائد است ؎

مرا در دا بہ دشواری بروں آرند با از گل ٭ کزاں چشمان عاشق کش بسے خون در کفن دارم

چه جای محنت ایوب و اندوه دل یعقوب | بلا اینست و بیماری و تنهائی که من دارم
گهی از دیده در رنجم گه از دل در جگرخواری | چه دانستم که من چندین بلا از خویشتن دارم
چو سروش در قبای سبزگون دیدم یقینم شد | که چون گل چاک خواهم زد اگر صد پیرهن دارم
مگر هر پاره ای زین دل به دلداری دهم ورنه | چه خواهم کرد با خوبان بدین یک دل که من دارم
چو من روی ترا بینم چرا از گل سخن گویم؟ | چو من قد ترا جویم چه پروای چمن دارم؟

ز دنیا می رود خسرو به زیر لب همی گوید
"دلم بگرفته در غربت، تمنای وطن دارم"

۱۲۰۱ ت

برون آ اندکی جانا که بسیار آرزو دارم | وداع عمر نزدیک ست و دیدار آرزو دارم
مرا بر خار بادا هر دو دیده بلکه بر گل هم | اگر بی روی تو هرگز به گلزار آرزو دارم
قیاس روزی خودی شناسم کز گلستانت | همه گل آرزو دارند و من خار آرزو دارم
درت می بوسم و آن بخت کو کاندر دلت گردد | که این بخشش از آن لعل شکربار آرزو دارم
ز زلفت یک گره بگشا نه از بهر دلم لیکن | خلاصی از پی مشتی گرفتار آرزو دارم
اگر شد عقل و دین در کار عشقت سهل باشد آن | هنوز اندر سر شوریده بسیار آرزو دارم

نصیحت می کنی ای آشنا "کاسوده شو خسرو"
چه پنداری که من این مردن زار آرزو دارم"

۱۲۰۲[1]

به یاد دیدن روی تو گلزار آرزو دارم | چه جای گل کزین سودا به دل خار آرزو دارم
هوس دارم بسی از مردن قد سرو روان یعنی | از آن قامت بخاک خویش رفتار آرزو دارم
چنانش دوست می دارم که دارند آرزو خلقی | اگر دارند از آن راحت من آزار آرزو دارم
چو آزادی ز بند موی او دارد دلم اورا | همیشه در خم زلفش گرفتار آرزو دارم

---

[1] در ن غزل محذوف است

مرا گفتی کہ "اے خسرو چہ داری آرزو از من"
"میسر نیست ورنہ از تو بسیار آرزو دارم"

۱۲۰۳

من آں[1] خاکم کہ در راہِ وفا رو بر زمیں دارم | ز سودائے بتاں داغِ غلامی بر جبیں دارم
ز مردن غم نہ دارم لیک روزے کز غمت میرم | فراموشت شود از من بہ عالم غم ہمیں دارم
فدا کردیم در عشقت دل و دین و زِ من ماندہ | ہمیں جانے کہ آں ہم بہرِ روزِ واپسیں دارم
مرا گویند "کاندر وصل او خوش باش" چوں باشم | کہ چوں ہجراں شباں روزے بلائے در کمیں دارم

بے گفتند خسرو را "دل از مہرِ بتاں برکن
سخن نشنودہ ام اکنوں نہ دل دارم نہ دیں دارم

ت

۱۲۰۴

نہ ترسم از بلا چوں دیدہ بر رخسارہ اے دارم | کہ جانِ غم کشتے بے غیرتے بیکارہ اے دارم
بخواہم سوخت روزے عاقبت ایں آشنایاں را | کہ ہر شب بر سر کویش پے خونخوارہ اے دارم
نظر در یار مشغول است و جاں در یار پیوستن | تو اے نظارگی دانی کہ من نظارہ اے دارم
نہ می دانم حکیما دل کجا شد در جگر خوردن | ببینی در غریبستاں یکے آوارہ اے دارم
بر آمد دودم از جاں چند سوزم زیں دل پارہ | مسلماناں نہ دل دارم کہ آتش پارہ اے دارم
چو خاک خفتگاں رفتم برخ واکنوں کہ حال شد | چگونہ بر جہاں یارے چنیں رخسارہ اے دارم

زآہ خسرو ش یارب نہ گیری گرچہ آں نادل
نیارد ہیچ گہ در دل کہ من بیچارہ اے دارم

ت

۱۲۰۵

شبے آں[2] سائیتم نبود عجب بیدار یے دارم | شفا از چشمِ تو خواہم عجب بیمار یے دارم
ہمہ شب می گزم انگشتِ حسرت را بہ دنداں من | ہمیں است از شاخِ عمر برخوردار یے دارم
الا اے ساقی فارغ دلاں مے ہم بدیں دہ | کہ من با روزگارِ خویشتن خوں خوار یے دارم

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین بیت ذیل زائد است —
مرا گوئی کہ دور از چوں منے زندہ چہ می مانی؟ ❊❊❊ خیالت را بقا باد اکہ از وے یار یے دارم

بروائے بخت خواب آلود از پہلوئے بیداراں	که تو شب کورے داری و من شب کالیے دارم
جگر بریاں و نالہ مضطرب و مے گریۂ تلخم	بیا مہمان من جاناکہ شب بیدارئے دارم
بہ یادِ رویت از یادِ تو خالی نیستم یک دم	ز تشویشِ غمت گرچہ فراموش کارئے دارم
چو خاک در شدم در زیر پائے خود عزیزم کن	بداں عزت کہ پیشِ آستانت خوارئے دارم

به چشمت می کند خسرو حق آں گر نہ می دانی
دروغے ہم نہ می گوئی کہ مردم سالیے دارم

۱۲۰۶

بہ چشم[1] تر دمے کاندر دل بریانش می دارم	وے اندر خواب و من نزدیک خود مہمانش می دارم
خیالِ زلفِ او را رنجہ می سازم بیا اے جاں	کہ بیروں آید آں گہ چشم بر جولانش می دارم
رخ او بینم و با خویشتن گویم نہ می بینم	عجائب غیرتے کز خویشتن پنہانش می دارم
اگر میرم فسوسے نیست بر جانم جز ایں حسرت	کہ جاں بوسش گرفت از بس کہ اندر جانش می دارم

ہنوز از غارتِ سیمیں براں آخر نہ می گردد
دل خسرو کہ چندیں سال شد ویرانش می دارم

غ

۱۲۰۷

من[2] و شبہا و یاد آں سر کوئے کہ من دانم	دلم رفت ست و جاں ہم می دود سوئے کہ من دانم
صبا بوہائے خوش می آرد از ہر بوستاں لیکن	کہ خواہد زیست چوں می نارد آں بوئے کہ من دانم
سر خود گیر و رو اے جانِ دل بر داشتہ از تن	کہ ایں سر خاک خواہد گشت در کوئے کہ من دانم
اگر تن مو شد و گر بگسلد جاں نیز گو "بگسل"	مرا از دل نہ خواہد رفت آں موئے کہ من دانم
بسوزی ہر چہ ہست اے باد اگر آں شورسی اما	بہ تندی نگذری زنہار بر روئے کہ من دانم
چو کشتن رسم خوباں ست جاں گر حیلہ می دارم	ذخیرہ می کنم از بہر بد خوئے کہ من دانم

---

[1] دررن غزل محذوف است [2] دررن بیت ذیل زائد است ؎
بسوزی ہر چہ ہست اے برق گرزاں سوروی اما ٭ بہ تندی نگذری زنہار زاں روئے کہ من دانم

چه پیچم بر درازیہائے شب تہمت چه می دانم؟
که ہست این پیچش خسرو ز گیسوئے که من دانم

۱۲۰۸

توئی در[1] بینش من یا خود مه و پروین می دانم — شب قدر من است امشب که قدر این نمی دانم
روی در باغ و می گوئی که "گل بین" چون منم عاشق — ہمیں روئے تو می بینم گل و نسریں نمی دانم
چنانم لذت یاد تو بنشست ست اندر جاں — که زاں پس ذوق تلخ و جان خود شیریں نمی دا
خرد را گفتم "اندر عاشقی دخلے بکن" گفتا — "غریبم رسم ایں کشور من مسکیں نمی دا
به بالینم رسیده یار و من در مردن از سوزش — کجائی در زبان و کیست در بالیں نمی دا

سوالے می کنی از من که "خسرو من کیم پیشت"؟
شنیدم لیک از حسرت جواب ایں نمی دانم

۱۲۰۹

چو خواہم[2] با تو حال خود بگویم جا نمی یابم — وگر پیدا کنم جائے ترا تنہا نمی یا
به جان و دل ترا جویم اگر ناگاه پیش آئی — ز شادی دست و پا گم می کنم خود را نمی یا
تعالی اللہ چه گلزارے ست حسن عالم افروزت — که گل در باغ خوبی چوں رخت زیبا نمی یا
نه دارد ہیچ پروائے به حال زار مسکیناں — کسے را از بتاں شکل تو بے پروا نمی یا

به کویت عاشقاں مستند اما در رہ عشقت
بسان خسرو دیوانه شیدا نمی یابم

۱۲۱۰

ہمیشه در[3] فراقت با دل افگار می گریم — غمت را اندکے می گویم و بسیار می گر
شبے کاندر حریمت ره نمی یابم به صد زاری — به حسرت می نشینم در پس دیوار می گر
اگر مردم به مستی گاه گاہے گریه ای دارند — چه حال است ایں که من ہم مست و ہم ہشیار
گہے در خلوت تاریک از ہجر تو می نالم — گہے در فرقتت در کوچه و بازار می گ

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین غزل محذوف است. [3] درین غزل محذود

چه سوز است این نمی دانم به جانِ خسروِ مسکین
که چون ابرِ بهار اندر سرِ کهسار می گریم

۱۲۱۱

خراشِ سینهٔ خود با یکی خونخوار می گویم — حسابِ عمر می دانم که غم با یار می گویم

فراهم کی شود ریشِ دلم زینسان که من هر بار — حدیثِ آن نمک پیشِ دلِ افگار می گویم ؟

به جانان گفته ام ناگه نخواهد رفت جان یارب — نمی دانم چه نام است این که من هر بار می گویم

درونِ خویش خالی می کنم زان زنده می مانم — که ذکرت روز و شب پیشِ در و دیوار می گویم

چو مجنون در بیابانِ غمم دور از رخِ لیلی — که دردِ خویشتن با بوته های خار می گویم

زبانم تیشهٔ فرهاد شد بهرِ دلم سنگین — ز بس کافسانهٔ شیرینِ خود بسیار می گویم

من از سر زنده گردم گر تو با من یک سخن گویی — تو می دانی نگویی لیک من گفتار می گویم

اگر با من ز بد گفتن خوشی ای من فدای تو — تو بد می کن که من بهرِ تو استغفار می گویم

رقیبا بر حقی گر باورت ناید غمِ خسرو
که من بیمار بلبل پیشِ تو بیمار می گویم

۱۲۱۲

بگویم حالِ خویشت لیک از آزار می ترسم — وگر نه هم برون ز اندیشهٔ گفتار می ترسم

چه حال است این که از بیمِ رقیبان ننگرم در دوست — هوس می آیدم گل چیدن و از خار می ترسم

معاذالله که از من مردن ترسم ز غمت لیکن — ز داغِ دوری و محرومیِ دیدار می ترسم

دلے دارم کباب از دستِ غم پیشت کشم لیکن — ز خوی نازکِ آن نرگسِ خونخوار می ترسم

تو شب در خوابِ مستی و مرا تا روز بیداری — محسب این که من زین دیده بیدار می ترسم

جوانی خنده بر خونابهٔ پیران مکن زیرا — تو می خندی و من زین گریهٔ بسیار می ترسم

[۱] ازین دیده آزار جراحت می تراود دل — مبادا کاندر و ماند ازین آزار می ترسم

[۲] دردِ من دلت هر سوی زحمت می کند لیکن — ز بی سامانیِ بختِ پریشان کار می ترسم

---

۱ درن بیت محذوف است    ۲ درن بیت محذوف است

نیم خسرو که فرهادم، نه ماند صحابم از عشقت
اگر ماند ست از شیرینیٔ گفتار می ترسم

۱۲۱۳ ت

همه شب با دل خود نقش آں دلدار دربندم — مگر ممکن بود کایں دیدهٔ بیدار در بندم
مژه در چشم من شد خار و خواب از دیده رفت اکنوں — مگر کایں رخنهٔ پُرفتنه را از خار دربندم
جهاں بے دوست نتواں دید بنشینم به کنج غم — به روئے خود درونِ کلبهٔ خونخوار دربندم
غمت گفتم بروں ندهم کشادی چشم از حسرت — فرو بستی لبم بے آں که من گفتار دربندم
تو خود را[1] اگر نه می دانی مسلماں گو بداں بارے — مرا نزدیک شد کز دست تو زنار دربندم
سر زلفے کزاو دیوانه شد خسرو به دستم ده
که تا زاں رشته دست عقلِ دعویٰ دار دربندم

۱۲۱۴ دہ

تو سرمستیٔ[2] و من عاشق بیا تا پا تو در غلتم — ز دستِ لعلِ تو تا چند در خونِ جگر غلتم
بغلتم هر زماں در زیر پایت باز برخیزم — چو رویت بنگرم بار دگر از پائے در غلتم
چناں گشته ست حالِ عیش من از تلخیٔ هجراں — مگس بر من نیارد نشست اگر اندر شکر غلتم
سر شکم گفت در وقتے که می غلتید بر رویم — "چو مروارید غلتانم که بر بالائے زر غلتم"
به کارِ عیش در خونِ دو چشمِ خویش می غلتم
چه بهتر زاں بود خسرو که در کارِ دگر غلتم؟

۱۲۱۵

نیارم تاب[3] دیدن دیر دیرت بهر آں بینم — بباید هر زماں جانے که رویت هر زماں بینم
مرا گویند "کش چوں مردماں بین و مرو از جا" — دلم بر جائے باید کش به چشمِ مردماں بینم
بدیں ساں کامداز روئے تو کارِ من به جاں وانگه — منِ دیوانه را بر خود نه بخشو دو هماں بینم

---

[1] درن بیت محذوف است و به جایش بیت ذیل اضافه است ہ
غبارے یادگارم ده ز کوئے خود که می خواهم ※ کزیں جا در غریبستان عقبی بار بر بندم
[2] درن غزل محذوف است [3] درن غزل محذوف است

اگر من کشتنی گشتم بنہ می گویم "مکش اے غم" — ولے بگذار چندانی کہ روئے آں جواں بینم
چہ حاجت بر دلم ناوک ہمیں بس نیست مرگ من — کہ گہ گہ چاشنی از دست آں نازک کماں بینم
گرِ جولاں نیارم دیدنش از بیم جاں لیکن — چو من بے طاقتم دزدیدہ در دستِ وے کماں بینم
زنو روزِ جوانی گرچہ بشگفتہ ست بُستانش — مبادا سبزۂ پیراہنِ آں بوستاں بینم

دریغا آں چناں رویے دگر خواہد شدن یارب
مرا آں روز تیماری کہ رویش آں چناں بینم

۱۲۱۶ — ب

چمن چوں بوئے تو آرد بہ بویت در چمن میرم — بہ یادِ قدِ تو در سایۂ سروِ سمن میرم
زیم از تو بمیرم ہم ز تو فارغ ز جان و تن — نیَم چوں دیگراں کز جاں زیم یا خود ز تن میرم
خوش آں وقتے کہ تو از ناز سویم بنگری و من — بہ زاری کشتہ انگشت او فگندہ در دہن میرم
شدم[1] رسوا درونِ شہر، در صحرا روم اکنوں — کہ رسوا تر شوم گر در میانِ مرد و زن میرم
بجور حیلہ تنم اے زاغ جز دیدہ کہ دید او را — کہ بیروں او فتم در عرصۂ زاغ و زغن میرم
مرا پیراہنِ[2] صد چاک پر خونست از آں یوسف — ہمیں آرایشِ گورم کنید آں دم کہ من میرم

سخن بربستی از خسرو مگر حیثیت فرود آمد
کرم کن یک سخن جانا کہ تا زاں یک سخن میرم

۱۲۱۷

سوارہ آمدی و صید خود کردی دل و تن ہم — کمندِ عقل بگسستی لجامِ نفسِ توسن ہم
بہ دامن می نہفتم گریہ ناگہ مست بگذشتی — شدم رسوا منِ تر دامن و صد چاک دامن ہم
تو ناوک می زنی بر جان و جانِ من ہمی گوید — کہ "چشتم بہ جدا زاں ناوک و زاں ناوک افگن ہم"
نہادم ہر چہ بود از ہر سرے ماندہ مرا بر تن — چو بارِ سر سبک کردی سبک کن بارِ گردن ہم
شبے روشن کن آخر کلبۂ تاریکِ من چوں من — دلِ تاریک در کارِ تو کردم چشم روشن ہم

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین بیت ذیل زائد است

بہ دامن می نہفتم گریہ ناگہ مست بگذشتی ؛؛ شدم رسوائے تر دامن، مبادا بے کفن میرم

عقوبت می کشم تا زنده ام وه کاندرین زندان   همه کس جان کند صورت مرا جان ست دشمن هم

ملامت بر دلِ صد پارهٔ عاشق بدان ماند   که باشد زخم پیکان و بدوزندش بسوزن هم

چه کیش است آخر ای خسرو که بی خوبان نه ای یک دم

زمانی آخر از بت باز می مانی برهمن هم

١٢١٨

ندانم کیست اندر دل که در جان می خلد بازم   چنان مشغولِ او گشتم که با خود می نپردازم

همه کس با بتی در خواب و من در کنجِ تنهائی   چه باشد گر شبی پوشیده گردد دیدهٔ بازم؟

غمت کشت و هنوز امشب ز اقبالِ خیالِ تو   امیدِ زیستن باشد اگر من دل بپردازم

سر خود گیر و ورنه جان و دل بر داشته از من   که من مرغِ گرفتارم میسر نیست پروازم

اگر جوشِ ناله هائی دردناکم در نمی گیرد   خوشم با این همه گر می شناسد یار آوازم

مسلمانی همه درباختم در کارِ بت رویان   نه بینید ای مسلمانان که من دین در چه می بازم

من و شبها و دردی و حدیثی بود از محنت   که داد آن دولتم جانا که تا خود بشنوی رازم

به دشواری ز کویت دوش جان را برده ام آسان   اگر کشتن دهی فرمان به گفتِ چشمِ غمازم

تو در بازی دلم در خون نخواهم زیستن دانم   ز درد آگه نئی حالی که من مشغول جانبازم

چگونه جان برد خسرو از این اندیشه کت هردم

فرامش می کنی عمداً و در جان می خلی بازم

١٢١٩

ز هجرانِ روز من شب گشت و کی بود این چنین روزم؟   شبی گر روز کردی با من آن ماهِ شب افروزم

بر آید زین هوس جانم که یک شب شمعِ تو باشم   تو خوش خوش باده می نوشی و من چون شمع می سوزم

بلا و غم خریدار آمدند از سوی تو بر من   بحمد الله که در کوی تو بازار است امروزم

کشتم تا جان بود در تن جفاهای سگِ کویت   سگِ کوی ترا بالی وفا داری بیاموزم

---

له درین غزل محذوف است

نہاں تا چند دارم دردِ خسرو را ز تو آخر؟

۱۲۲۰ دلم بردہ زلف داں گہ لب بیہودہ می دوزم

زدستم شد[1] عنانِ دل چہ داند کس کہ من چونم؟ | دراین تیمارِ بے حاصل چہ داند کس کہ من چونم؟

من و شبہا و نقشِ او کہ بروے فتنہ شد جانم | ہمہ روزم بدو مایل چہ داند کس کہ من چونم؟

زند ہر دم ز بدخوئی مرا سنگِ جفا بر جاں | ازآں بدخوے سنگیں دل چہ داند کس کہ من چونم؟

شبِ حامل برائے من بزاید ہر زماں دردے | ز دردِ ایں شبِ حامل چہ داند کس کہ من چونم؟

جدا شد کاروانِ صبر در راہ ہجرِ بے پایاں | چو دور افتادم از منزل چہ داند کس کہ من چونم؟

مرا خر در خلاب افتاد و از آبِ دو چشمِ خود | چو کس را نیست پا در گل چہ داند کس کہ من چونم؟

چو کس را دیدۂ بینش نہ می بینم کہ می بیند

۱۲۲۱ بجز شاہنشہِ عادل چہ داند کس کہ من چونم؟

بدو بودم[2] شبے، افسانۂ آں شب بگوئیدم | وگر میرم بہ تعظیمِ سگانِ او ببوئیدم

مرا امروز بردارِ بلا جلوہ ست بہرِ او | سرودِ جلوہ کاں در نوحہ گوئید آں مگوئیدم

شہیدِ خنجرِ عشقم بخونِ دیدہ آلودہ | بخاکم، ہمچناں برخوں درآرید و مشوئیدم

گلے کز خاکِ من روید بگوشِ اہلِ دل گوید | کہ "من بوئے فلاں دارم مبوئیدم، مبوئیدم"

ہمہ جا از شہیداں نور خیزد وز دلم آتش | نشان است ایں میانِ کشتگانش گر بجوئیدم

گر از گل گل شود پیدا ز من خواہد دمِ بوئش | نہ بوئیدم کہ از غیرت بسوزم گر ببوئیدم

پس از کشتن کہ خوں آلودہ خسپد بر درش خسرو

۱۲۲۲ ازآں بہتر کہ با عزت بخونِ دیدہ شوئیدم

نگارا عزم[3] آں دارم کہ جاں در پایت افشانم | بہ بوسہ از لبِ شیرینِ تو انصاف بستانم

مرا تا دادہ ای رخصت کہ گہ گہ می گذر در رہ | چنانم کشتی از شادی کہ رہ رفتن نہ می دانم

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین غزل محذوف است [3] درین غزل محذوف است

یقینست کز زلفِ تو سوئے خود کشم موئی
اگرچه روزگارے شد که در دنبالهٔ آنم

مسلمان نیستم گر نیست زلفت کافرِ مطلق
که کافری کند آں را که می گوید مسلمانم

رابا آں که نگذارند گردِ کوئے تو گشتن
همی خواهم که خود را بر سرِ کویت بگردانم

بے کوشم که پائے خود کشم در گوشهٔ عزلت
ولے مطلق نمی دارد غمت دست از گریبانم

چو من با دیدنِ رویت بدینسانم که می بینی
مبادا ساعتے کز دیدنِ رویت جدا مانم

بهر جائے که بنشینم ز عنوانِ وفائے تو
نه خوانم نامهٔ تا از جگر خونے نیفشانم

چو خو کردم در آبِ دیده از دریا نیندیشم
چو مرغابی شدم اکنوں چه باک از موجِ طوفانم

تو مستِ نازی اگر آگه نهٔ از روزگارِ من
ز خسرو پرس کت وا گوید از حالِ پریشانم

۱۲۲۳

چو دادی[1] مژدهٔ ایں نعمتم کت روے بنمایم
رہا کن کز کفِ پائے تو زنگِ دیده بزدایم

به پایت ار دیده سایم زنده گردم لیک کشت آنم
کز ایں خونِ غم آلوده چگونه پات آلایم

ز خونِ دیدهٔ خود شرمسارم پیشِ تو کز وے
همه یاقوتِ قلب است ایں نثارِ آں حنا پایم

بمیرم زیں هوس کاید شبے خواب و ترا بینم
چو از خواب اندر آیم هم به رویت چشم بکشایم

شنیدن چوں توانم ذکرت از گفتارِ هر غیرے
چو گویم نامِ تو خواهم زبانِ خود فرو خایم

مزن طعنه که از کویم عزیزِ چشمها گشتی
که آخر خاکِ در می بیزم ایں نه سرمه می سایم

بباید سوختن صد بار و بازم آفرید از سر
کز انساں پاک گردم کاتشت را سوختن شایم

دعا ایں می کند خسرو که گردم خاک در کویت
مگر بختم کند یارے که روزے زیرِ پات آیم

۱۲۲۴

سرو منی[2] وا ز دل بستانِ خودت خوانم
دردِ منی وا ز جاں درمانِ خودت خوانم

اول بدو صد زاری جاں پیشکشت کردم
وآں گاه بصد عزت مهمانِ خودت خوانم

---

[1] دریں غزل محذوف است

[2] دریں غزل محذوف است

مهمانت چه خواهم من نه خضر نه عیسیٰ تا ؟ — بر آبِ خودت جویم بر خوانِ خودت خوانم
هر چند که جانِ من دید از تو جفائے چند — با این همه دردِ دل جانانِ خودت خوانم
هر لحظه مرا با دل جنگے ست در این معنی — کو زانِ خودت گوید من زانِ خودت خوانم
از بس که نمی ارزم نزدِ تو به کشتن هم — قربان شوم ار گوئی "قربانِ خودت خوانم"

از گونهٔ روئے خود دارد زد همه شب خسرو
زین پس که اگر گوئی "سلطان خودت خوانم"

۱۲۲۵

سودائے سرِ[1] زلفت کاندر دل و جان دارم — ز اندیشه دلم خون شد تا چند نهان دارم ؟
گر سر نهم پیشت خاکے بنهی بر سر — من سرمه کنم آن را در دیدهٔ جان دارم
از تو نگرانیها افتاد مرا در دل — تا چند به روئے تو دیده نگران دارم
بے خواب کنی چشمم تو دیدهٔ آن داری — چون باز کنم پیشت من زهرهٔ آن دارم
گردِ دلم از عشقت گردابِ بلا شد غم — تا چند از این طوفان خود را بکران دارم
گفتی که "بیا بر من اندیشه مدار از کس" — گر بخت دهد یاری اندیشه[2] آن دارم
با تو چه دهم هر دم چون هست دمِ سردم — گل را چه برم مهمان چون بادِ خزان دارم

در هجرِ تو خسرو را اینک به لب آمد جان
جانے که رسد بر لب چندش به زبان دارم ؟

۱۲۲۶

اے گل صفتِ[3] حسنت بر وجهِ حسن گویم — سر تا به قدم جانے، کفر است که تن گویم
آن میم دهان داند از ابروئے چون نونش — نے نے که غلط گفتم من دانم و من گویم
هے هے سخنِ کفر است آن موئے رسن گفتن — ببریده زبان بادم گر پیش رسن گویم
زلفے که از او آید بوئے چو دمِ عیسیٰ — بس فکرِ خطا باشد گر مشکِ ختن گویم
چشمم که دو صد دریا دارد به هر مژگان — این قلزمِ پر خون را چون نامِ عدن گویم

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین غزل محذوف است

پیراہنِ خود گلہا سازند قبا در خوں　　گر از رخ جاں بخشت وصفے بہ ختن گویم
گفتی: "ز دہان من خسرو تو حدیثے گوے"
در وصف دہانِ تو من خود چہ سخن گویم؟

۱۲۲۷

در دیدہ[1] چہ کار آید ایں اشک چو بارانم　　بر دیدہ اگر جانا سروے چو تو بنشانم
خود را بہ سر کویت بدنامِ ابد کردم　　از ہر چہ جز ایں کردم از کردہ پشیمانم
جانم بہ فدات آں دم کز بعدِ دو سہ بوسہ　　گویم کہ "یکے دیگر" گوئی تو کہ "نتوانم"
از تیغ جفایم کش بے ہیچ دیت، زیرا　　زیں بیش نمی ارزد در نرخِ وفا جانم
گر با تو غمے گویم در خواب کنی خود را　　ایں دردِ دل ست آخر افسانہ نمی خوانم
تو نامِ کرم گیری، من جور و ستم خوانم　　گرچہ بہ زباں گوئی من نام تو می دانم
چاکِ دل اے محرم چوں دوخت نمی دانی　　ضائع چہ کنی رشتہ در چاکِ گریبانم؟
عشق بت و بیمِ جاں ایں نقد بہ کف تا کے؟
خسرو بہ غزل بر گو تا دست بر افشانم

۱۲۲۸

نبضِ دلِ[2] شوریدۂ رنجور گرفتیم　　واییمن ز ہوائے ہوسش دور گرفتیم
زیں خانۂ ویرانہ چو شد سرِ دل ما　　ما راہ در آں خانۂ معمور گرفتیم
گر راہ دراز است چہ اندیشہ کہ پنہاں؟　　رہ توشہ از آں منظرِ منظور گرفتیم
در صورتِ حور ار نفسے نیست ز حسنش　　تا دیدہ ز دیدار چناں حور گرفتیم
ما مردہ دلاں را ز کفِ غم برہانیم　　چوں روح نفس در نفسِ صور گرفتیم

---

[1] درین بیت ذیل زائد است ؎
جانے دگرم باید شکرانۂ فرمانت　　آں لحظہ کہ در کشتن آید ز تو فرمانم
[2] درین غزل محذوف است

## درحضرتِ سلطانِ معانی بہ حقیقت

### بردیم مثال خود و منشور گرفتیم

۱۲۲۹

ما ترکِ رضائے دلِ خودکام گرفتیم — در زاویۂ نیستی آرام گرفتیم

بدنامی و آوارگیٔ ما چو ز دل بود — ترکِ دلِ آوارۂ بدنام گرفتیم

دل زحمتِ خود برد ز ما و ز بلا رست — آزاد نہ شد مرغ کزیں دام گرفتیم

تا سوختنِ عشق ز پروانہ بدیدیم — سودائے ہمہ سوختگاں خام گرفتیم

غم خوردن پیدا بُد و خوں خوردنِ پنہاں — ذوقے کہ ز خوبانِ گل اندام گرفتیم

ہر کس درِ پیری زد و ما دامنِ خمار — زیں عاشقی عاریت آرام گرفتیم

اے اہلِ سلامت کہ نہ داری خبر از ما — رو سبحہ ترا باد کہ ما جام گرفتیم

گفتی[1] کم جانی و تنی گیر دریں راہ — ما راہ تو اے شیخ بہ ناکام گرفتیم

مائیم دعا گوے و زاقبالِ رقیبت — کز وے قدرے لذّتِ دشنام گرفتیم

می کن ز جفا ہر چہ توانی و میندیش

کاں در حقِ خسرو کرمِ عام گرفتیم

۱۲۳۰

آں نرگسِ[2] پُر ناز و جفا راز کہ دانیم؟ — واں غمزۂ بے مہر و وفا راز کہ دانیم؟

گر یار جفا کرد گنہ بر دلِ ریش است — اے خلقِ جفا گوے شما راز کہ دانیم؟

مردم زپئے کشتنِ آں زلف تو جنبند — اے خرمنِ گل بادِ صبا راز کہ دانیم؟

ہر شب کہ بود ماہ کہ بر بام برآید — آں شہرۂ انگشت نما راز کہ دانیم؟

---

[1] درین بیت محذوف و بر حاشیہ بیت ذیل زائد است ؎

سودائے تو تا کامِ دل از کامِ بروں برد ٭ ہر چیز ہمہ خوبان جہاں کام گرفتیم

[2] درین غزل محذوف است

دیوانگیٔ خسرو از اندیشہ شد آخر
آں سلسلۂ زلف دوتا را زکہ دانیم ؟

۱۲۳۱

ما از ہوسِ[1] روئے بتاں باز نیائیم — تیغ ست حدیِ ما بہ زباں باز نیائیم
گر تیر زنی بر جگرِ اے یارِ کماں کش — تیریم کہ رفتہ ز کماں باز نیائیم
مردانہ نہادیم چو پا بر سرِ کویت — گر سر برود از سرِ آں باز نیائیم
باز آمدن از مہرِ جواناں نتوانیم — لیک از چہ توئی چوں بتواں باز نیائیم
باز آمدن از عشق تواں ماند اگر دل — لیکن ز پے ماندنِ جاں باز نیائیم
راندیم چناں بے تو ز عالم کہ اجل و عمر — گر ہر دو بگیرند عناں باز نیائیم

پیدا نفس امروز زند گرچہ کہ خسرو
زینہا چہ شود دگر بہ نہاں باز نیائیم

۱۲۳۲

جاں[2] ز حمتِ خود برد و بہ جاناں نرسیدیم — دل رخنہ شد از درد و بہ درماں نرسیدیم
موریم کہ گشتیم لگد کوبِ سواراں — در گوشہ کہ بر پایۂ سلیماں نرسیدیم
دنبالِ دلِ دوست دویدیم فراواں — بگرفت اجل راہ و بدیشاں نرسیدیم
در عشقِ غبارِ سرِ زلفش تنِ خاکے — شد خاک و بداں زلفِ پریشاں نرسیدیم
چوں مرغ کہ دارند نگاہ از پئے کشتن — در دام بماندیم و بہ بستاں نرسیدیم
اے بادِ سلامے برسانی تو، اگر ما — در خدمتِ آں سرو خراماں نرسیدیم
چہ سود کہ فردا رخ چوں عید نمائی — کامروز بمردیم و بہ ساماں نرسیدیم
از خونِ جگر نامۂ دردِ تو نوشتیم — بگذشت ہمہ عمر و بہ جاناں نرسیدیم

دل نزل بہ بیگانہ بہ خسرو جگرے بس
ما خود سگِ کوئیم و بہ مہماں نرسیدیم

---

[1] دریں غزل محذوف است — [2] دریں غزل محذوف است

۱۲۳۳ غ

عمرے شد و ما عاشق و دیوانہ بماندیم
در دام چو مرغ از ہوس دانہ بماندیم

ہر مرغ ز باغے و گلے بہرہ گرفتند
ماییم کہ چوں بوم بہ ویرانہ بماندیم

وقتے دل و جان و خردے بہرۂ ما بود
عشق آمد و زیشاں ہمہ بیگانہ بماندیم

یاراں چو فرشتہ ز خرابات رمیدند
ما چوں مگساں بر سر خمخانہ بماندیم

در کوئے بتاں رفت ہمہ عمر دریغا
چوں برہمنِ پیر بہ بتخانہ بماندیم

اے بختِ سیہ روئے تو خوش خفت کہ شبہا
ما با دلِ خود بر سر خمخانہ بماندیم

خاکسترِ افتادہ، نہ دم ماندہ و نہ دُود
زیرِ قدمِ شمع چو پروانہ بماندیم

ناگاہ پری صورتے اندر نظر آمد
دیدیم در آں صورت و دیوانہ بماندیم

خسرو بہ زبانہا کہ فتادیم ز زلفش
گوئی تو کہ موئیم کہ در شانہ بماندیم

۱۲۳۴

صافی مدہ[1] اے دوست کہ ما دُرد کشانیم
نے رندِ تمامیم کزیں رند وشانیم

ایں کاسۂ سر بہر چہ داریم بہ عزت
گر در صفِ مستانش سبوئے نہ کشانیم

ہر چند کہ در کیسہ نہ داریم پشیزے
در ہمتِ ما بیں تو کہ جمشید وشانیم

کو ساقیِ نوخیز کہ بالائے دو دیدہ
چنداں کہ دو ابرو بنشاند، بنشانیم

پیش آر مے اے ساقیِ خوں ریز کہ پیشت
از لب بخوریم و ز مژہ باز فشانیم

گر زندہ نہ داریم شبے پیش تو گر زانک
خود را بہ سر کوئے تو یک شب بکشانیم

خوں خوردنم اے مستِ جوانی چو ندانی
دانی چو ترا شربتِ خسرو بہ چشانیم

۱۲۳۵ ت

اے از نظرم رفتہ، نظر سوئے کہ دارم؟
دل کز تو ستانم بہ خمِ موئے کہ دارم؟

---

[1] درن غزل محذوف است

تسلیم جفایت چہ کنم گر نہ کنم جاں ... چوں باز رہم قوتِ بازوے کہ دارم؟

گفتی کہ "تو ایں بے دلی از روے کہ داری؟" ... "از روے تو دارم دگر از روے کہ دارم"؟

ہر جا کہ[1] یکے روے نکو جانِ من آں جاست ... یارب بہ چنیں خو کہ منم خوے کہ دارم؟

اندازۂ من نیست کہ برگیرم ازآں چشم ... کاں چشم کہ برگیرم ازآں سوے کہ دارم؟

دستے کہ دوتا ماند بہ بالینِ فراقم ... گر باز رسم درتہِ پہلوے کہ دارم؟

گویند کہ "رو خسرو ز جادوے آموز"

چندیں دگر از نرگسِ جادوے کہ دارم؟ ۱۲۳۶

ب

عاشق شدم و محرم ایں کار نہ دارم ... فریاد کہ غم دارم و غم خوار نہ دارم

آں عیش کہ یارے دہدم صبر نہ دیدم ... واں بخت کہ پرسش کندم یار نہ دارم

بسیار شدم عاشق و دیوانہ ازیں بیش ... آں صبر کہ ہر بار بر ایں بار ندارم

یک سینہ پر از قصۂ ہجر است و لیکن ... از تنگ دلی طاقتِ گفتار نہ دارم

چوں راز بروں نفتدم از پردہ کہ ہر چند؟ ... گویند مرا گریہ نگہ دار نہ دارم

ایں کوری چشم غمِ نادیدنِ یار ست ... ورنہ غمِ ایں چشمِ گہر بار نہ دارم

گویند کہ[2] "بیدار مدار ایں شبِ غم را" ... اندازۂ من نیست کہ بیدار نہ دارم

جانا چو دلِ خستہ بہ سودای تو دارم ... او داند و سودائے تو من کار نہ دارم

خوں ریز[3] شکر ہست لبت سہل نہ گیرم ... مہمانِ عزیز است غمت خوار نہ دارم

مرگم ز تو دور افگند اندیشہ ام ایں ست ... اندیشہ از ایں جانِ گرفتار نہ دارم

---

[1] درین بعدہٗ بیت ذیل زائد است ــ ہ

تیرے کہ مرا ہست بہ سینہ ز کمانے ٭٭ من دانم و دل کز خمِ ابروے کہ دارم

[2] درین بیت محذوف است    [3] درین بیت محذوف است و بر جایش بیت ذیل زائد است

ہ دارم ہوسِ زیستنی نیز و لیکن ٭٭ پروانۂ آں لعلِ شکر بار نہ دارم

خوں شد دل خسروؔ ز نگہ داشتنِ راز
۱۲۳۷ چوں ہیچ کسے محرمِ اسرار نہ دارم

گمراہ شدم رہ سوے جاناں ز کہ پرسم؟ | وز ہجر بمردم خبر جاں ز کہ پرسم؟
از سرزنشِ مردہ دلاں جاں بہ لب آمد | داروے دلِ زارِ پریشاں ز کہ پرسم؟
خواب اجلم در سر و من مستِ خیالت | تفسیر چنیں خوابِ پریشاں ز کہ پرسم؟
اے راتبِ عشقِ تو رواں کشتنِ عشاق | در آدمیاں فتویٔ قرباں ز کہ پرسم؟
یک دردِ تو گر دو دو گرم زاں کہ نہ پرسی | ایں درد کہ را گویم و درماں ز کہ پرسم؟
خواہم کہ کشم پیشِ دو بادام تو خود را | سلطاں دو بہ یک مرتبہ فرماں ز کہ پرسم؟

داد ند نشانِ دلِ خسروؔ سوے چشمت
۱۲۳۸ مست است چو آں نرگسِ فتاں ز کہ پرسم؟

یارب غمِ آں سروِ خراماں بہ کہ گویم؟ | دل نیست بہ دستم سخن جاں بہ کہ گویم؟ [ب]
آہ از دلِ من دود برآرد ہمہ شب آہ | کایں سوختگیٔ غمِ ہجراں بہ کہ گویم؟
افسانۂ من ناخوش و کس محرمِ آں نیست | اندک نہ بود صبر فراواں بہ کہ گویم؟
خونابہ پیدا ہمہ بینند خود از چشم | احوال جگر خوردنِ پنہاں بہ کہ گویم؟
دردے ست دریں سینہ کہ ہمدرد نشناسد | بیدرد چو باور نہ کند آں بہ کہ گویم؟
دشنام دہد دشمن و تشنیع زند دوست | چندیں شنوم از کہ و چنداں بہ کہ گویم؟
من قصہ دہم شرح و زمستی نہ نہد گوش | آں زود کشِ دیر پشیماں بہ کہ گویم؟

بلبل نہ کند نالہ چو خسروؔ بہ سحرگاہ
۱۲۳۹ چوں بشنود آں سروِ خراماں بہ کہ گویم؟

ہردم غمِ خود با دلِ افگار بگویم | چوں زہرۂ آں نیست کہ با یار بگویم [ت]

---

لہ دریں غزل محذوف است

هر شب روم اندر سر آں کوے و غم خود — چوں نشنود او با در و دیوار بگویم
کو جان گرفتار کہ باور کند از من ؟ — گر من غم ایں جان گرفتار بگویم
انگار کنم ہمچو دل خود دل آں کس — کو را سخنے زاں دل انگار بگویم
شب[1] خواب شبم نے کہ مگر بینمت آں جا — خونابہ ازیں دیدۂ بیدار بگویم
دردے ست دریں سینہ کہ بیروں نتواں داد — حیف است کہ دردِ تو با اغیار بگویم
خوں شد ز نہفتن دل و اکنوں روم اے جاں — رسوا شوم و بر سر بازار بگویم

یک روز بپرس آخر ازاں محنتِ شبہا
۱۲۴۰ تا کے غمِ خسرو بشب تار بگویم

زیں پایۂ ادب نیست کہ در کوئے تو آیم؟ — سازم ز دو دیدہ قدم و سوئے تو آیم
اے کاش شوم زود ترے خاک کہ بارے — با باد شوم ہمرہ و پہلوئے تو آیم
در کوئے تو گرہ شوم از بوئے تو با آنک — آں جا ہم ازاں رہبریِ بوئے تو آیم
خورشیدی و من ذرہ کنم بے سر و پا رقص — آں لحظہ کہ در جلوہ گہ روئے تو آیم
گفتی کہ "سیاست کنمت" کے بود آں تا — گل بستہ و آراستہ در کوئے تو آیم؟
گفتی کہ "برو جاں ببر از من" چہ روم چوں — ہر جا کہ روم بستہ بہ یک موئے تو آیم

بر سی غمِ خسرو ز پے شرح زباں کو
۱۲۴۱ چوں پیشِ نمکداں سخن گوئے تو آیم

بیا[2] ساقی کہ ما در مے فتادیم — بہ خدمت پیش مے خواراں ستادیم
سرِ رندی چو گم کردیم در فسق — کلاہِ صوفیاں را کج نہادیم
رہا کن غرقہ گردیم ار برانیم — میانِ مے چو اندر مے فتادیم
چہ جائے توبہ چوں مے می بنوشیم — کہ از خوباں بہ خوں روزہ کشادیم

---

[1] درن بیت محذوف است
[2] درن غزل محذوف است

مرادے از غم او عشق داریم — چہ داند او گر از غم نامرادیم
بکش اے خوش پسر ما را بہ یک ناز — ہماں پندار کز مادر نہ زادیم
بدہ یک جام کیخسرو بہ خسرو
۱۲۴۲ — ہماں انگار ما ہم کیقبادیم

بر رخ[۱] خاکِ درت رفتیم و رفتیم — دعائے دولتت گفتیم و رفتیم
ز روئے خویش کردی دور ما را — چو گیسویت برآشفتیم و رفتیم
جفاہائے ترا با کس نہ گفتیم — درونِ سینہ بنہفتیم و رفتیم
چو غنچہ بس کہ پر خوں شد دلِ ما — چو گل ناگاہ بشگفتیم و رفتیم
بخود بیروں نمی رفتم ازایں در — ولے از خود بدر رفتیم و رفتیم
بعہدت خوابِ خوش ہرگز نہ کردیم — کنوں آسودہ دل خفتیم و رفتیم
ندارد قوتِ رفتار خسرو
۱۲۴۳ — میانِ سیلِ خوں افتیم و رفتیم

ہمی دزدی زمن اندام چوں سیم — کہ ایں سیم دزدت کرد تعلیم؟
زبہر سیم پیشانی گرہ چیست؟ — گرہ تا چند بتواں بست بر سیم؟
بتانِ آذری بشکن ازاں روئے — کز آتش سبزہ برزد چوں براہیم
مرا[۲] حرفِ نخستیں است از جاں — سرِ زلفت کہ شد چوں حلقۂ جیم
خوش ست آں خال نزدیکِ دہانت — اگرچہ نیست حاجت نقطہ برمیم
چہ[۳] بیم اندر دلے چوں خرم در چشم — نہ شرم از چشم داری نہ ز دل بیم
منم در کاغذیں پیراہن از تو — چو نقشِ ماہِ نو بر روئے تقویم

---

۱؎ درن غزل محذوف است — ۲؎ درن بیت محذوف است
۳؎ درن بیت محذوف است

چو تر کردیم پیشت دیده و دل ۔۔۔ از این پس ما و جانِ خشک و تسلیم

گر آئی سوئے خسرو نیم روزے

دو روزہ عمر باز آید بدو نیم

۱۲۴۴ ۔۔۔ ب

سفر کردند یاراں جان ما ہم ۔۔۔ بسے بیگانگان و آشنا ہم

ز ما یک بار برکندند دل را ۔۔۔ ز صحبت خیمۂ مہر و وفا ہم

چہ تاب رنجِ راہ آں نازنیں را ۔۔۔ کہ راہش در دل و در دیدہ جا ہم

دو بوسے یادگارے داد ما را ۔۔۔ دو دمے می دادنش از دیدہ با ہم

طفیلِ آہوئے صحرا چہ بودی ۔۔۔ کہ در فتراک خود بستی مرا ہم

جراحت می کند از جانِ من عشق ۔۔۔ جدائی بند بند من جدا ہم

فلک[۲] را کور بادا دیدۂ مہر ۔۔۔ کہ نارد دوستاں را دیدہ با ہم

اگر آں سو روی از خسرو اے باد

ببوسی باد پائے یار ما ہم

۱۲۴۵ ۔۔۔ د

بہ بستی چشم من زافسوں زباں ہم ۔۔۔ دلم بردی نہ تنہا بلکہ جاں ہم

خرابم می کنی از رخ ز لب نیز ۔۔۔ از ینم می کشی جانا از آں ہم

ز تیر[۱]ست مارا دعوئ خوں ۔۔۔ گواہی می دہد دل آں کماں ہم

ز بیداد تو خرسندم ہمہ عمر ۔۔۔ اگر خوں ریزیم راضی بداں ہم

بروائے باد بوسے زن برآں پائے ۔۔۔ اگر چیزے نہ گوید بر دہاں ہم

بدہ ساقی کہ من مست و خرابم ۔۔۔ پیالہ خوردہ ام رطلِ گراں ہم

غمے دارم کہ باد از دوستاں دور ۔۔۔ بہ حقِ دوستی کز دشمناں ہم

---

[۱] درین بیت محذوف است ۔۔۔ [۱] درین بیت محذوف است

[۲] ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

بتے[1] اندر قبلہ دارم نہ ہمیں بت | کہ زنارِ مغانہ بہ میاں ہم
---|---

اگر افتد قبول ایں جان خسرو
بہ بوسے می فروشم رائیگاں ہم

۱۲۴۶

بتے ہر[2] روز بر دل میر سازم | بہ خوردن خون خود را تیر سازم
---|---
تنِ پیرم گرفتارِ جواناں | بدیں طفلی چہ خود را پیر سازم؟
دلِ پارہ نیارم دوخت ہرچند | رگِ جاں رشتۂ تدبیر سازم
چو کافوری نہ خواہد گشت روزم | ضرورت باشبِ چوں قیر سازم
نہ پائے آں کہ بگریزم ز تقدیر | ہماں بہتر کہ با تقدیر سازم
نہ دارم چوں بہ حالِ صدق تلکے | ز زہد آئینۂ تزویر سازم

بس از بیہودہ گفتن خسرو آں بہ
ہمہ قوتِ تو مرغ انجیر سازم

۱۲۴۷

خیالت[3] بر دلِ خود شاہ سازم | ز بہرش دیدہ منزل گاہ سازم
---|---
ہمہ جانہا کنم چاک ار توانم | کہ از بہرِ سمندت راہ سازم
چو دل خواہم برآرم از ز نخدانت | رگِ جاں رشتۂ آں چارہ سازم
چو کافوری نہ خواہد گشت روزم | کہ شبہائے غمت کوتاہ سازم
چو بدخواہیم صد جاں بایدم تا | نکو خواہِ چو تو بدخواہ سازم

چو خسرو را تو خود شاداں نخواہی
ضرورت با رخِ چوں کاہ سازم

۱۲۴۸

ت

ز ہر موئے تو دل در بند دارم | دلم خوں گشت پنہاں چند دارم
---|---
بہ سوگندِ تو جاں را بستہ ام وائے | کہ چندش دل بر ایں سوگند دارم

---

[1] دریں بیت محذوف است [2] دریں غزل محذوف است [3] دریں غزل محذوف است

غمت با خویشتن گویم همه شب | بدبیناں خویش را خرسند دارم
بروجائے کہ من می دانم اے باد | کہ من آں جا دلے دربند دارم
مرا از صحبتِ جاں شرم بادا | کہ با جز تو چرا پیوند دارم؟
دہندم پندِ گفتارِ تو در گوش | چہ گوشِ خویش سوئے پند دارم

بہ خسرو دہ کہ من ناداده وامے
بر آں بہائے شکر خند دارم

۱۲۴۹

مرا[1] دل دہ کہ من سنگے نہ دارم | بہ جز خونِ جگر رنگے نہ دارم
دل من بردہ ای نیکوش می دار | وگرنہ درداری اش جنگے نہ دارم
سرکوئے گرم رسوا کند عشق | چو من عاشق شدم ننگے نہ دارم
سرودِ دردِ خود با خویشتن گویم | کہ نالاں تر زخود چنگے نہ دارم
زمن تا صبر صد فرسنگ راہ ست | ولے من پائے فرسنگے نہ دارم
دہندم پند و با من در نہ گیرد | کہ من عقلے و فرہنگے نہ دارم

منم خسرو کہ از غم کوہِ فرہاد
بہ سینہ دارم و سنگے نہ دارم

۱۲۵۰

غمت[2] با این دل آں گفتم نہ گفتم | اگرچہ ترک جاں گفتم نہ گفتم
ترا جاں گفتم اے دلبر تو دانی | کہ من ایں از زباں گفتم نہ گفتم
بہ خاموشی بکش مسکیں منے را | چنیں دریا چناں گفتم نہ گفتم
خوش آں لحظہ کہ تو گوئی بہ صد ناز | "ہمیں داں کاں فلاں گفتم نہ گفتم"

بہ گوشت گرچہ گفتم رازِ خسرو
تو گوئی "بود آں گفتم نہ گفتم"

۱۱

---

[1] درین غزل محذوف است

[2] درین غزل محذوف است

۵۱ — ت

شبے در کوئے آں مہ روئے رفتم — سر و پا گم چو آبِ جوئے رفتم
نہ می رفتم بلا شد بوئے زلفش — خراب اندر پے آں بوئے رفتم
بہ کویش رو نہادم بہرِ رفتن — زبے ہوشی بہ دیگر سوئے رفتم
شبت خوش باد اے دل نزد آں ماہ — کہ من خالی شدم زیں کوئے رفتم
شدم بدخو بہ رویش ہر دم اکنوں — کجا من دیدنِ آں روئے رفتم
بہ سینہ نقدِ جاں تشویش می داد — بہ رشوت دادنِ آں خوئے رفتم
کج ست آں زلف و می دانم بہ سویش
بہ گفتِ خسروِ بدگوئے رفتم

۱۲۵۲ — غ

بہ دستِ باد، کاں سو جاں فرستم — مرا بوئے ست آخر آں فرستم
اگر خود تیر بر جانم کشائی — بہ استقبالِ تیرت جاں فرستم
بہ کشتن خوں بہایم آں قدر بس — کہ گوئی بہرِ خوں فرماں فرستم
ہمائی چوں تو واں گہ استخوانم — بگو تا بر سگِ درباں فرستم
نماند اندر تنم نقدے کہ در شاہ — خراجے زیں دہِ ویراں فرستم
ز تیزیٔ نظر کش نہ بہ شمشیر
کہ خسرو را بہ تو قرباں فرستم

۱۲۵۳ — ت

پری روئے کہ من حیرانِ اویم — بہ جاں آمد دل از حیرانِ اویم
رقیبا دیدنم بارے رہا کن — دو روزہ عمر تا مہمانِ اویم
بگفتندش "فلاں مرد از غمت" گفت — "نخواہد مرد، چوں من جانِ اویم"
صبا ہم بر شکست از ما کہ روزے — نیارد بوئے از بستانِ اویم
چو مردم تشنہ من در وادیٔ ہجر — چہ سود از چشمۂ حیوانِ اویم
ز زلفش دل ہمی جستم، دلم گفت — کہ "زانِ تو نیم من زانِ اویم"

چو بر خسرو سیاست راند گفتم
کہ "با تو گفت من سلطان اویم"

۱۲۵۴

دلِ بے عشق را من دل نگویم | تنِ بے سوز را جز گِل نہ گویم
شکایت نا درم از عشق بر عقل | جفائے شحنہ با عاقل نہ گویم
الا اے آبِ حیواں پیشِ زلفت | رہِ ظلمات را مشکل نہ گویم
بگیرم زلفِ تو فردا ولیکن | چہ زائد آں شب وحامل نہ گویم
بہ اقطاع تو دل را خاص کردم | کہ جاں را ہم در آں داخل نہ گویم
زجانت نیک گویم تا توانم | وگر بد گویمت از دل نہ گویم
بسوزم در غمت ویں را زباکس | فراقم گر کند بسمل نہ گویم

بہ خسرو گویم ایں غم کو اسیر است
وگر خود بینمش عاقل نہ گویم

۱۲۵۵

زعشقت بیقرارم با کہ گویم؟ | زہجرت خوار و زارم با کہ گویم؟
نہ می پرسی ز احوالم کہ "چونی؟" | پریشاں روزگارم با کہ گویم؟
ہمی خواہم بفرستم سلامے | چو یک محرم نہ دارم با کہ گویم؟
نہ یک محرم کہ راز دل تواں گفت | فراواں راز دارم با کہ گویم؟
دلم بردی غم کارم نہ خوردی | خراب ست روزگارم با کہ گویم؟

ندارد جز تمنائے تو خسرو
جمالت دوست دارم با کہ گویم؟

۱۲۵۶

نہانی چند سوئے یار بینم؟ | نہاں دارم غم و آزار بینم
زصد جانب نظر دزدم کہ یک رہ | بدزدی سوئے آں غیار بینم

---

درون غزل محذوف است    ؎ درون غزل محذوف است    ؎

گہے تنہاش خواہم یافت یارب | کہ بے اندیشۂ آں رخسار بینم
چنیں ہم ہیچ گہ باشد خدایا | کہ سیر آں روئے چوں گلنار بینم
ہمہ عمرم دریں حسرت بسر شد | کہ رویش بینم و بسیار بینم
تماشا ہیچ باشد بے رخِ دوست | کہ جاناں نبود و گلزار بینم
بروئے گل تواں دیدن چمن را | چو گل نبود چہ بینم خار بینم؟
روائے رضواں تو دانی و بہشتت | مرا بگذار تا دیدار بینم
زغم شب می نخسپم، باشد آں روز | کہ بختِ خویش را بیدار بینم
فرو گویم بہ حیثمت قصۂ خویش | اگر آں مست را ہشیار بینم

چنیں کافتاد خسرو در رہِ عشق
رہِ بیروں شدن دشوار بینم

۱۲۵۷

منت ہر شب کہ گرد کوئے گردم | زبہر آں رخ دل جوئے گردم
ہمی گوید کہ جاں دہ پیش رویم | چہ می گوئی سر آں روئے گردم
ہماں تلخم کہ می گوئی ہمی گوئے | کہ گر بنوازیم بد خوئے گردم
زمن پرسی کہ "بر درکیستی تو؟" | "سگم گردِ سرِ آں کوئے گردم
زکویت مگذرم گر خاک گردم | ز زلفت نگسلم گر موئے گردم

دلِ خسرو تو داری گر ہمہ عمر
بگردِ لالہ خود روئے گردم

---

لہ درن سہ بیت ذیل زائداست ـ

مرا جانا زگل بوئے تو آید | بر بستاں از پئے آں بوئے گردم
زمن دی یاد داونت بہ بد گفت | فدائے گفتِ آں بدگوئے گردم
صبوری شب مرا می گفت تا چند؟ | گریزاں از دلت ہر سوئے گردم

۱۲۵۸

زتو صد فتنہ بر جاں بیش دیدم | چنیں باشد چو گفت دل شنیدم
گذر کردم بہ بازارِ جہالت | دلے بغروختم جلنے خریدم
جہانے کشتۂ اے از من مکن ننگ | کہ من ہم در صفِ ایشاں شہیدم
بہ کویت مردنم روزے ہوس بود | بحمد اللہ بہ کامِ دل رسیدم
برا رائے پند گوا ز دامنم دست | کہ من پیراہنِ عصمت دریدم
چہ داند بے خبر خوں خوردنِ عشق | تو از من پرس کایں شربت چشیدم
زگلزارت گنہ کارم بہ بوئے | مکش چوں نہ بدیدم نہ چشیدم
اگر گوئی زمن بر با دلِ خویش
زتو نتوانم از خسرو بریدم

۱۲۵۹

غ

لبالب کن قدح ساقی کہ مستم | بہ مئے دہ جملگی اسبابِ ہستم
مرا کن سرخ رو از جرعۂ خویش | چہ می رانی؟ کہ پیشت خاکِ پستم
اگر اصحابِ عشرت مے پرستند | بیا ساقی کہ من ساقی پرستم
مرا گویند" در مستی چہ دیدی | کہ می گوئی دل اندر بادہ بستم"
تعالے اللہ ازیں بہتر چہ باشد | کہ از ننگِ وجودِ خود برستم
چہ مستی اے نگار تیغ زن زانک | نہ من از مے ز روئے خوب مستم
مرا گوئی کہ از کے باز مستی
ازآں روزے کہ با خسرو نشستم

۱۲۶۰

بیا جاناناؔ کہ جانب را بمیرم | وگر میرم بر جاں منت پذیرم
خلاصِ من بجوئید اے رفیقاں | کہ من در قیدِ مہر او اسیرم

---

لہ درین غزل محذوف است

ٹہ درین غزل محذوف است

نظر گفتند داری با فقیراں — منِ مسکیں نہ آخر ہم فقیرم
نہ می آید بہ گوشت نالۂ من ؟ — کہ گوش چرخ کر گشت از نفیرم
ہمی ترسم سر آید عمر خسرو
بہ دردِ ہجر از حسرت بمیرم

۱۲۶۱

نہ می[1] داند مہِ نامہربانم — کہ دور از روئے خوبش برچہ سانم
چو زلفِ بیقرارش بیقرارم — چو چشمِ ناتوانش ناتوانم
برو باد و گدائی کن بہ کویش — بگو با آں مہ نامہربانم
"کہ گرچہ می نہی بار فراقم — وگرچہ می زنی تیغ زبانم
ہنوزم مہرت اندر سینہ باشد — اگر درخاک ریزد استخوانم"
بپرس از شمع حالِ سوزِ خسرو
کہ تا گوید کہ شبہا برچہ سانم ؟

۱۲۶۲ — ب

امشب سوئے دوست راہ گیریم — مے بر رخِ ہمچو ماہ گیریم
دی زہد فروختیم بسیار — امروز زمے پناہ گیریم
اقرار بہ مئے کنیم وانگاہ — بر خود ہمہ را گواہ گیریم
زنار کمر سبوئے مئے تاج — بر دکمر و کلاہ گیریم
آں دوست کہ با صلاح کوشد — با دشمنِ کینہ خواہ گیریم
نے جانِ زیاد تے ست مارا — کاں سلسلۂ دوتاہ گیریم
ہمائے رخِ چو گل کہ نالہ — چوں بلبلِ صبح گاہ گیریم
می خواند اجل بر آستانت — بوسے بزنیم و راہ گیریم

---

[1] درین غزل محذوف است

خسروؔ کہ قلم زکارِ ما خاست
چوں ترکِ خطِ سیاہ گیرم

ت

۱۲۶۳

ما دل شدگانِ بے قراریم ۔۔۔ ما سوختگانِ خام کاریم
آتش زدگانِ سوزِ عشقیم ۔۔۔ رسوا شدگانِ کوئے یاریم
بودیم خرابِ ساقیٔ دوش ۔۔۔ امروز ہم اندر آں خماریم
ایں کاسۂ سر سبوئے می راست ۔۔۔ زیرا کہ سرِ سبو نہ داریم
اے ترک چہ جائے زحمت ایں جا ۔۔۔ تو تیر بزن کہ ما شکاریم
جانے ست فدائے یک نظارہ ۔۔۔ نہ در ہوسِ لب و کناریم
جنت[۱] طلبا تو دانی و حور ۔۔۔ با شاہدِ خود نمی گذاریم
ما خاکِ رہیم ہمچو خسروؔ
وز کوئے بتاں بہ یادگاریم

۱۲۶۴

از دستِ[۲] غمت بہ نالہ مائیم ۔۔۔ در خونِ جگر چو لالہ مائیم
خورشید تو در کلالہ پنہاں ست ۔۔۔ در سایۂ آں کلالہ مائیم
با خاک یکے شدہ بہ کویت ۔۔۔ چوں مردۂ دیر سالہ مائیم
یک سینہ زخونِ دل لبالب ۔۔۔ از دستِ تو چوں پیالہ مائیم
از قطرۂ اشک واز دمِ سرد ۔۔۔ یک دامنِ پُر ز ژالہ مائیم
چوں ہیزمِ تر بہ روئے آتش ۔۔۔ در گریہ و سوز و نالہ مائیم
از محنت اگر نوالہ بخشند ۔۔۔ بریانیٔ آں نوالہ مائیم

---

[۱] درین بیت ذیل زائد است

از خارِ رہِ بتاں چہ باک ست؟ ؛؛ گر تیغ زنند سر نہ خاریم

[۲] درین غزل محذوف است

می کن غمِ خود بہ ما حوالہ
چوں درخورِ آں حوالہ مائیم

۱۲۶۵

ما عاشقِ[۱] روئے نیکوانیم — دیوانۂ شکلِ ہر جوانیم
ہر جا کہ چکید خوئے ز خوباں — ما خوں ز دو چشمِ خود چکانیم
ہر چند ز عشق موئے گشتیم — بر خاطرِ ناز کاں گرانیم
ما زندہ نہ ایم جز بہ یک دوست — نہ یک تن و نہ ہزار جانیم
ہجراست کمینِ جان گرفتہ — جانا تو بیا کہ زندہ مانیم
دل خود ز غمت دگر نہ ماندہ — کاں عمر حساب راندہ انیم
تلخی منما کہ شور بختیم — شمشیر مکش کہ بے زبانیم
گر سنگ زنی و گر دہی قوت
خسرو سگِ لست و ما ہمانیم

۱۲۶۶

آں مرغ[۲] کہ بود زیرکش نام — افتادہ بہ ہر دو پائے در دام
در دامِ بلا فتاد ز آغاز — تا خود بہ کجا رسد سرانجام؟
آیا تو کجا و ما کجائیم؟ — دردا کہ بہ ہرزہ رفت ایّام
ترسم کہ بہ جور تو بر آید — ناگاہ بہ شہر فتنۂ عام
خرم دل آں کہ با نگارے — در گوشۂ خلوتے کشد جام
رخسارِ تو زیرِ زلفِ مشکیں — صبح است مقیم بر درِ شام
چوں کامِ دل از تو بر نیاید — صبر از تو ہمی کنم بہ ناکام
نومید مشو دلا چہ دانی؟
باشد کہ بیابی خسروا کام

---

[۱] درین غزل محذوف است — [۲] در غزل محذوف است

۱۲۶۷ از دوست[1] رسے بہ یار دارم | نہ طاقتِ انتظار دارم

ہر جور کہ از تو بر من آید | از گردشِ روزگار دارم

در دلِ غمِ تو کنم خزینہ | گر یک دل و گر ہزار دارم

ایں خستہ دلِ چو موئے باریک | از زلفِ تو یادگار دارم

من کاندہِ تو کشیدہ باشم | اندوہِ زمانہ خار دارم

در آب دو دیدہ از تو غرقم | وامیدِ لب و کنار دارم

دل بردی و تن زدی ہمیں بود | من بارہ بسے شمار دارم

دشنام ہمی دہد بہ خسرو

من با دو لبِ تو کار دارم

۱۲۶۸ من کشتۂ[2] روئے یارِ خویشم | درماندۂ روزگارِ خویشم

زیں غم کہ بہ کس نمی تواں گفت | تنہاست کہ غمگسارِ خویشم

در خونِ خود از بانشمت یار | بس یار توئی کہ یارِ خویشم

ساقی بدہ آں قدح مرا زانک | من سوختۂ خمارِ خویشم

یاراں چو قرار و صبر جویند | از من نہ کہ بر قرارِ خویشم

اے ناصحِ من کہ می دہی پند | می گوئی کہ من بہ کارِ خویشم

گویند کہ "خسروا چہ نالی؟"

من فاختۂ بہارِ خویشم

۱۲۶۹ اے روئے[3] تو عمرِ جاودانم | عمرے ست کہ بے تو در فغانم

از نرگسِ جادوئے تو ہر روز | پیدا ست کہ چیست در نہانم؟

چوں سحر دو چشمِ تو ببینم | "ہٰذانِ لساحراں" بخوانم

[1] درین غزل محذوف است [2] درین غزل محذوف است [3] درین غزل محذوف است

رویت دیدم نکو نکردم — هر بد که کنی سزائے آنم

غم خور که ز عاشقی زبونم — مے ده که زبے دلی زبانم

می نالم زار ازاں که چون نائے — بے مغز شدست استخوانم

در اولِ عشق رفتم از دست — تا چون شود آخرش ندانم؟

بر خاکِ درت فتاده ماندم — مگذار که هم چنیں بعالم

گفتی "غم خود بگو" چه گویم؟ — چون کار نه می کند زبانم

نے با تو دمے همی نشینم — نے خاستن از تو می توانم

غم خسرو را به پیچ بفروخت

بتاں که غلام رائگانم

۱۲۷۰

من عاشقِ آں رخِ چو ماهم — گوزار بکش که بے گناهم

تاراجِ غمت شدم که فتنه — زد در شبِ گیسوئے تو راهم

از[1] شعله بسے گریخت چشمم — هم داد ازیں نمد کلاهم

در زیستنم نه ماند امید — ور ماند ترا حیات خواهم

بر من نفسے بخند تا بوک — صبحے دمد از شبِ سیاهم

پخته نه شدم ز عشق هر چند — جاں سوخته شد ز دودِ آهم

گفتی که "کسے نه داشت خسرو

آں صبر که بود چند گاهم"

۱۲۷۱

اے گریه[2] ترا چه شکر گویم؟ — کز تست هزار آبرویم

آید همه بوئے آتشِ دل — هر بار که از جگر بجویم

بیگانه و آشنا بیک بار — دانند که من غلام اویم

---

[1] درن بیت محذوف است — [2] درن غزل محذوف است

اے دیدہ بجائے اشک خوں ریز — یا دست ز دیدنت بشویم

گفتی کہ "اسیر کیست خسرو؟"

از غمزہ بپرس من چہ گویم؟

۱۲۷۲

زاں غمزۂ خوں خوار جاں افگار خوش می آیدم[1] — ناخوش بود زخم نہاں زاں یار خوش می آیدم

اے آں کہ بر دردِ دلم تدبیر درماں می کنی — بگذار کایں دل ہمچنیں افگار خوش می آیدم

شاہد پرستم خواندہ ای اے زاہد و منکر نیم — پنہاں چہ دارم پیش تو ایں کار خوش می آیدم

تسبیح و زہد اے پارسا دانم کہ خوش باشد و لے — گر راست می پرسی ز من زنار خوش می آیدم

افتادم اندر راہِ تو تا خاک گردم زود تر — واں پائے نازک چوں کنم رفتار خوش می آیدم

گفتی "دو چشم و دو لبم زینہا کدام آید خوشت؟" — خوردند اگر چہ خون من ہر چار خوش می آیدم

از گریہ من خار رست اندر سر کویت کنوں — از دیدہ رفتن سوئے تو بر خار خوش می آیدم

بر یاد روئے روے گل می بینم و خوں می خورم — خلقے چناں داند مگر گلزار خوش می آیدم

خسرو چو خواندی ذکر او یک بار دیگر خوش بود

می گو کہ یادِ آں صنم ہر بار خوش می آیدم

۱۲۷۳

یا رب چہ[2] باشد گر گہے جاناں در آغوش آیدم — مستسقی لعل و یم یک شربت نوش آیدم

در رہ فتادہ ماندہ ام دیدہ نہادہ بر رہم — بازو کشادہ ماندہ ام تا کے در آغوش آیدم؟

خواہم شبے کز بوئے او بے خود شوم پہلوے او — گہ روشنم بر روئے او گہ دوش بر دوش آیدم

گا ہے کہ عجز آمد بہ رہ سلطان با تاج و کلہ — گریہ ز ایں روزن بہ رہ مانندِ جادوش آیدم

اے دل مرہ یادم ازاں در چشمِ من گریہ مجو — ناگہ مبادا کز دو سو سیلاب در جوشش آیدم

مسکیں دلم سویش رود گم گشتہ بر بویش رود — ہشیار در کویش رود مجنون و بیہوش آیدم

اے آمدہ با صد فتن بردہ ہمہ ہوشم ز تن — در پے ہستی مگذر ز من بنشیں کہ تا ہوش آیدم

---

[1] درین غزل محذوف است

[2] درین غزل محذوف است

بس کز غمت شب تا سحر غلتیده گویم بی خبر — از دیده مروارید تر غلتان سوی گوش آیدم

خواهم چو سوز دخترم پوشیده ماند در تنم

از آه خسرو چون کنم کآتش بر خس پوش آیدم

۱۲۷۴

مستم که امشب گوییا[1] می های پنهان خورده ام — من با خیال خویش می، با نامسلمان خورده ام

نی نی که خوردم خون خود چون پوشم از تو چون رخم — بر من گواهی می دهد هر سو که پنهان خورده ام

از تشنگی آن دو لب می آیدم خون در جگر — مردم که در خواب از لبش دوش آب حیوان خورده ام

این نیم کشت غمزه را بیرون میارید از لبش — تا جان هم آن جایم رود کز یار پیکان خورده ام

ای مست جان خوش دلی بر جان من طعنه مزن — تو جام عشرت خورده ای من جام هجران خورده ام

وقتی به خسرو گفته ای "کت من به دست خود کشتم"

چندین همه غم های تو از شادی آن خورده ام

۱۲۷۵ ب

امشب میان[2] نوخطان سرمست و غلتان بوده ام — جمعم که باری یک شبی مست و پریشان بوده ام

در جمع خوبان بوده ام گر بر بتی عاشق شدم — عیبم مکن ای پارسا در کافرستان بوده ام

گر من اسیر بت شدم ای پارسا عیبم مکن — آخر من گمراه هم روزی مسلمان بوده ام

با او بُدم شب وین زمان در خود گمم یعنی دلا — من آن گدایم کز شب بر خوان سلطان بوده ام

پرسی که "با من بوده ای وقتی و غمها خورده ای" — دور از تو اکنون مرده ام آری وزبا جان بوده ام

گفتی که "در دامان من خود را شناس و دست زن" — عمری که از شرمندگی سر در گریبان بوده ام

شد خسرو عشقم بلا زین پس من و دیوانگی

رفت آنکه وقتی عقل را دربند فرمان بوده ام

۱۲۷۶

اینک به کوی[3] یار خود من بهر مردن می روم — با من که خواهد آمدن بر جان سپردن می روم

من می روم تا بنگرم چند است کشته بر درش — خود را میان کشتگان بهر شمردن می روم

---

[1] درین غزل محذوف است۔ [2] درین غزل محذوف است۔ [3] درین غزل محذوف است

چوں دیگراں مے می خورند از ساغرِ وصلِ تو من  زیں غصہ سوئے میکدہ خونابہ خوردن می روم
میدانِ وصلت اے پسر جاں می دہند گو "می برند"  من نیز از سر خاستم چوں گوئے بردن می روم
برکشتنِ خسرو مگر دارد دشنہ من آرزو
جاں برکف اکنوں بر درش من بہر مردن می روم

۱۲۷۷

از غمزہ ناوک[1] زن شدی آماج گاہت چوں کنم؟  ہر روز جانے بایدم تا بر درت منزل کنم
دل رفت و جاں ہم می رود گوئی کہ بے ما خوش زی؟  گیرم کہ ہر کس دل دہد جاں از کجا حاصل کنم؟
جو جو بہ سرم خویش را از تیغ بر خاکِ درت  تا خوشۂ مہرم دہد تخمِ وفا در گِل کنم
حاصل مرا صبحِ طرب دل عاشقِ شبہائے غم  بد روز مادر زاد را از حیلہ چوں مقبل کنم
دی گفت "صید جاں کنم" گفتم "چہ داری از عمل؟"  گفتا کہ "ترکِ کافرم، ہر سو شکارِ دل کنم"
گفتم کہ "خلق اندیشنت جاں می دہد بارے بکش"  گفتا "نمی باید مرا چنداں کساں بسمل کنم"
گوید خسرو میل کن بر دیگراں زاں بے وفا
جان و دلم بردی کرا بر دیگراں مایل کنم؟

۱۲۷۸

بسیار خواہم[2] از نظر تا روئے او یک سو کنم  می خواست چشم سوئے او از چہ دگر سو رو کنم
گرمی نہ دانم کز وفا دور است خوئے نازکت  ایں چشمِ خوں پالائے را در چشمِ آں بد خو کنم
در چارسوئے آرزو کارے ست با رویت مرا  رو سوئے من کن یک زماں تا کار خود یک سو کنم
پہلو کنم از غم کہ او بشکست پہلوئے مرا  من خود سگم گر فی المثل شیرم ز غم پہلو کنم
بیمارئ دارم نہاں زاں نرگسِ جادوئے تو  دردم زیادت می شود ہر چند مے دارو کنم
چوں نگذراند زلفِ تو بوئے بجانش جا کنم  ہر جا کہ زلفت بگذرد خاکِ زمیں را بو کنم
خسرو ہمہ تن موئے شد در آرزوئے روئے تو
یک مو بیت از سر کم شود ایں را بجائے او کنم

---

[1] درں غزل محذوف است  [2] درں غزل محذوف است

۱۲۷۹ — ب

هر دم چو نه دانم که آں رخسارِ زیبا بنگرم — جائے که روزے دیده ام رُو آرم آں جا بنگرم

گه گریه پوشد چشم و گه بے خود شوم چوں در رسد — ممکن نه گردد هیچ گه کاں روئے زیبا بنگرم

آتش به تر گیرد به دل هرچند بر یادِ رُخش — بیروں دوم وز هر طرف گلهائے صحرا بنگرم

اے باغباں لطفے بکن در بوستاں ره ده مرا — گر نخل ندهد میوه‌ئے بارے تماشا بنگرم

دیدن[۱] نه یارم چوں رُخت پابوسِ خود نگذاره‌ام — بگذار بارے یک نظر در پشت آں پا بنگرم

خونابهٔ خسروؔ به دل افسرد تو بر تو بدل
چرخم نه داد آں بخت کت از خلق تنها بنگرم

۱۲۸۰

جانم بروں آمد زغم آخر به جاناں کے رسم؟ — عقلم نه ماند و هوش هم بر نازنیناں کے رسم؟

من عاشق و رسوا چنیں خلقے زهر سو نقش من — دشمن هزاراں در کمیں بر دوست آساں کے رسم؟

از یادِ روئے چوں گلم اشک است همرنگ ملم — نالنده همچوں بلبلم تا در گلستاں کے رسم؟

هستم به صحرائے چمن مورِ ضعیفِ ممتحن — صد ساله ره در پیشِ من تا در سلیماں کے رسم؟

در جانم از غم خرمنے صد پاره گشتم دامنے — من بنده ام بے جاں تنے تا بر تو اے جاں کے رسم؟

با ایں سرشک افشاندنم حیف است از تو ماندنم — تا خود نخواهی خواندنم ناخوانده مهماں کے رسم؟

تو کرده‌ئی دردِ کهن آں گاه درمانِ سخن — بالے تو زانِ خود بکن من خود بدرماں کے رسم؟

هر جا که یارو همسرے رفتند در هر کشورے — من شهر بندِ کافرے ماندم بدلشیاں کے رسم؟

هر شام خسروؔ تا سحر انجم شمارد سر به سر
لیکن نه دانم ایں قدر تا من به جاناں کے رسم؟

---

۱؎ بعد ازیں درن دو بیت ذیل زائد است ؎

تو خود ز بهر آزموں شوخی کنی کایں سو مبیں — لیکن منِ بے هوش را کو هوشِ دل تا بنگرم

از دیدنت جاں می رود در جاں رود چوں بنگرت — حیرانم اندر کارِ خود کت جاں دهم تا بنگرم

۲؎ غزل درن محذوف است

۱۲۸۱

خواہم دل خوں[۱] گشتہ را از دستِ تو در خوں کشم    یعنی بدیدہ آرمش وز دیدہ در جیحوں کشم

چشمم کہ زیر ہر مژہ دارد دو صد دریائے خوں    زاں رو بہ نوک ہر مژہ صد گوہر مکنوں کشم

چشم خوشت مستانہ زد تیرے بہ دل دی از نظر    بادا بہ جانم تا ابد از دل اگر بیروں کشم

گفتی کہ چشم از لعل من بردارد بر رویم فگن    چشمم بہ خوں پروردہ است از خونِ دامن درکشم

خواہد کہ روئے زرد را خسروؔ بسازد یار سرخ
گریاں بہ یاد آں لباں جام مے گلگوں کشم

۱۲۸۲

یک شب اگر من[۲] دور از آں گیسوئے درہم اوفتم    بالینِ سودا زیرِ سر بر بسترِ غم اوفتم

چوں در نگیرد سوزِ من با شمع رویش دل ازاں    رو سوئے دیوار آورم در شب بہ ماتم اوفتم

دامن چو صبح از مہر او زیں ساں کہ در خوں می کشم    ہر لحظہ در صد موجِ خوں زیں چشم پُر نم اوفتم

چوں نقطہ بیش خط نما از خاک گندم گوں رخش    زاں دانۂ درد از بلا رونے چو آدم اوفتم

ہر سو بہ جستجوئے او چوں آب می گردم رواں    در پائے آں سروِ سہی ہر جا کہ یابم اوفتم

با غمزہ گو تا زاں کماں تیرے زند بر جانِ من    باشد بہ فتراکِ توزاں ابروئے پُر خم اوفتم

خواہم چو خسروؔ یک شبے افتم بداں مہ رد چار
بسیار می خواہم وے از بخت بد کم اوفتم

غ

۱۲۸۳

باز آمد آں وقتے کہ من از گریہ در خوں اوفتم    دامانِ عصمت بر درم وز پردہ بیروں اوفتم

غمہائے خود گویم کرا و ہمدرد را باور شود    گر من بہ محشر ناگہاں پہلوئے مجنوں اوفتم

سیارۂ دولت مرا گر پایہ بر گردوں برد    بہر زمیں بوسِ درت از اوجِ گردوں اوفتم

چوں قرعہ گردم ہر شبے پہلو بہ پہلو تا مگر    وقتے بہ زیر پائے تو زیں فال میموں اوفتم

ایں گریہ گوئی دعویٰ است از بہر سوزاکِ دلم    کافزوں شود شعلہ مرا گر خود بہ جیحوں اوفتم

---

۱ غزل در ن محذوف است    ۲ در ن غزل محذوف است

خوابِ اجل می آیدم لابد همی آید چو من بر بالشِ غم سر نهم، بر بسترِ خوں اوفتم

در محنت آبادِ دلم خسروؔ نہ می گنجد غمش
۱۲۸۴ فرہاد وارا کنوں مگر در کوہ و ہاموں اوفتم

غ

دیدم بلائے ناگہاں عاشق شدم دیوانہ ہم جانم بجاں آمد ہمی از خویشتن و از بیگانہ ہم

دیوانہ شد زو عشق ہم ناگہ برآورد آتشے شد رختِ شہرے سوختہ خاشاکِ ویرانہ ہم

شمع اند خوباں کاہلِ دل دانند سوزِ داغ شاں ایں جا شنیدہا اندکے دارد خبر پروانہ ہم

ماندہ دو چشمِ من براہ جانا مکن بیگانگی ایں خانہ اینک زانِ تو می بایدت آں خانہ ہم

زآئینہ ہر دم تا چرا گیرد خیالت را ببر ہر جہ درز لفت رود در غیرتم از شانہ ہم

ہنگام مستی و خوشی چوں بر حریفانِ طرب[۱] گر گہ بہ بازی گل زنی سنگے برایں دیوانہ ہم

برمن[۲] جفا ہا کز دلت آید چہ خواہی عذر آں رنجے کہ بردست آسیا منت منہ بردانہ ہم

چوں خواب ناید ہر شبے خسروؔ فتادہ بر درت
۱۲۸۵ در ماہ و پروین بنگرد غم گوید و افسانہ ہم

ب

ہر سحری بہ کوئے تو شعلہ ولے خود کشم چند بہ سینہ خلق را داغِ جفائے خود کشم؟

بس کہ بہ خفتم از غمت فرق نہ باشدم دگر گر بہ درونِ پیرہن رشتہ بہ جائے خود کشم

عشق بود بلائے من کاش بود ہزار جاں کز پے دوستی ہمہ پیشِ بلائے خود کشم

شب کہ بگشتِ کوئے تو خارم اگر بہ پا خلد از فرہ سوزنی کنم خار ز پائے خود کشم

رفت[۳] خطا کہ سر بہ شد خاکِ درِ تو تیغ کو تا سرِ خود قلم کنم خط بہ خطائے خود کشم

---

[۱] درین غزل محذوف است [۲] درین غزل محذوف است و بہ جایش بیت ذیل زائد است ؎
دوا بروئیت سرہا ہم درکارِ دزدیہائے دل ٭ دزدیدہ چشمک می زند آں نرگسِ مستانہ ہم

[۳] درین بیت محذوف است و بہ جایش بیت ذیل زائد است ؎
تا بہ سرائے خویشتن یک نفسیت دیدہ ام ٭ ہر نفسے بہ درد خود درِ سرائے خود کشم

دعویٔ[1] یار و زہد بدہ کہ نیست رہ بہ دل — پیشِ درِ تو ہمتِ صدق و صفائے خود کشم

بہرِ وصالِ می کشد خسروِ خستہ درد و غم
بر تو چہ منت است چوں جور برائے خود کشم

۱۲۸۶

بر درِ تو ز دشمناں گرچہ کہ صد جفا کشم — دوستیم حرام باد ار ز تو پائے وا کشم
غنچۂ دل بہ نازکی بشکندم بہ سانِ گل — صبح دمے کہ ناگہاں بوئے خوش از صبا کشم
طعنہ زنی تو از جفا من نہ بہ ترکِ از صفا — تحفۂ پادشاہ را پیشِ درِ گدا کشم
شرم ز دیدہ نایدم کو بتو دید واں گہے — خاکِ درت گذاشتم منتِ توتیا کشم
کشتۂ فراق و کافرم وہ کہ بیا و زندہ کن — پیشِ چناں لب و دہاں منتِ جاں چرا کشم
سر بہ درِ تو کردہ خوں می کنم و ز درد روں — ناشدہ سر چو خاکِ راہ از تو چگونہ پا کشم؟
وائے کہ خونم آب شد چند ز دیدہ خوں خورم — آہ کہ سوخت جانِ من چند ز دل بلا کشم؟
ہر شبم از خیالِ تو دل نہ دہد زباں زدن — من بہ چنیں عقوبتے تا بہ سحر کجا کشم؟

بختِ ستیزہ کارِ من ایں ہمہ تاخت بر سرم
خسروِ مستمند را چند بہ ماجرا کشم؟

۱۲۸۷ ب

آن نہ منم کہ از جفا دست ز یار در کشم — یا بسِ زانوئے خرد پائے قرار در کشم
دل بہ خطِ بتاں شد و دامنِ خویش می کشد — دامنِ من بہ چند جا از سرِ خار در کشم
شاہ سوارِ من کجا تنگ قبائے کج کلا — تاش درونِ چشمِ خود اسپ سوار در کشم
عمرِ من است بار تنگ ہیچ وفا نمی کند — عمر اگر وفا کند ہم بہ کنار در کشم
طاقتِ صبر طاق شد بر سرِ راہ اوردم — دیدۂ آبِ رفتہ را بو کہ غبار در کشم
خیز و قیامتے نما بہرِ شمارِ عاشقاں — تا بہ میانہ خویش را گاہ شمار در کشم
یک سرِ مو ز خطِ خود از پے کشتنم بکش — تا بہ عوض بہ جائے او ایں تنِ زار در کشم

[1] درین بیت محذوف است

ساقیٔ بخت اگر شبے بادہ بہ کام ما دہد — جام مراد تا بہ لب از لب یار درکشم

خسرو بے لب توام مست شبانۂ لبت
یک دو لبالبم بدہ تا بہ خمار درکشم

۱۲۸۸

ملکت عشق ملک شد از کرم الٰہیم — پشت من و پلاس غم ایں ست قبائے شاہیم
قاضی شہرم ار کشد بہر وطن روا بود — خاصہ کہ آب دیدگاں داد بخوں گواہیم
شد سیہم ز عشق رو گریہ درا و ازاں کنم — گریہ چہ سود چوں ز رخ شستہ نشد سیاہیم
چند بہ ناز خفتنت وہ کہ مباد ناگہاں — شعلہ بہ دامنت زند نالۂ صبح گاہیم
گر تو ز بہر کشتنم جرم و دروغ می نہی — حیف بود ز بہر جاں دعوئے بے گناہیم
وقف خیال تست جاں از پے ایں خورم غمت — من کہ ایں عمارتم گر تو خراب خواہیم
تو گل و باغ بیں کہ من در تہ چاہ محنتت — تو مے لعل خور کہ من بر سر تابہ ماہیم

ہمرہ خسرو ست داں تا بہ عدم وفائے تو
شکر کہ عقل بے وفا ماند ز نیم راہیم

۱۲۸۹

گر گلے نہ دہی ز باغ خود بہ خارے ہم خوشیم — در کنارے و لبے نہ دہی بہ بارے ہم خوشیم
چوں عنانِ دولتے اکنّد دستاویز ماست — در گذرگاہِ سمندت با غبارے ہم خوشیم
بادۂ وصلت گوارا باد ہر کس را کہ من — ما قدح ناخوردہ با رنج خمارے ہم خوشیم
روئے زرد ما و سنگِ آستانت روز و شب — ایں زر ار نقدے نیرزد با عیارے ہم خوشیم
دردہائے کہنہ داریم از تو در دل یادگار — گر تو ناری یادِ ما با یادگارے ہم خوشیم
گر میانِ عاقلاں سنگے نہ داریم از خرد — در رہِ دیوانگاں با سنگسارے ہم خوشیم
چوں بہ گاہِ آمدن دردم بہ بندِ رفتنی — تا ہنوز اندر رہے با انتظارے ہم خوشیم

گرچہ جان خسرو از بیداد تو بر لب رسید
جور یارا را شکایت نیست بارے ہم خوشیم

۱۲۹۰

اے[۱] خوش آں روزے کہ ما با یار خود خوش بودہ ایم | بادہ نوشاں زاں لب لعل شکر وش بودہ ایم

روئے او خوش خوش ہمی دیدیم و می دادیم جاں | جاں فدائے آں دمے کز روئے او خوش بودہ ایم

قامت او تیر و قد او کماں ہر دو بہم | الغرض زاں شست زلفش در کشاکش بودہ ایم

دی بہ پائے من زرہ بر دیدہ دشمن ساختہ | ما بہ دیدہ زیر پایش نقش مفرش بودہ ایم

از خیال او کہ سرتا پائے باشد نقشبند | پائے تا سر ہمچو دیبائے منقش بودہ ایم

انقلاب چرخ بنگر کز پے یک روزہ دل | مدتے از محنت ہجراں مشوش بودہ ایم

ہر یک ساعت کہ دست اندر کف او داشتیم | روزہا از دوری او دست در کش بودہ ایم

سی و ہشت عمر در شش و پنج غم شد سر بہ سر | شادماں زیں عمر روزے پنج یا شش بودہ ایم

ہر کسے گوید کہ سوزے داشت خسرو بیش ازیں
ایں زماں خاکسترم از وقتے آتش بودہ ایم

۱۲۹۱

ما گرفتار غم و[۲] از خویشتن وا ماندہ ایم | رحمتے از دوستاں کز دوست تنہا ماندہ ایم

سخت جانیم و بلاکش زآرزوئے روئے دوست | زندہ کم ماند کسے در عاشقی ما ماندہ ایم

ہجر خواہد کشت اکنوں کہ بہ چندیں عاشقی | تاکنوں ناکشتہ زاں بے رحم رعنا ماندہ ایم

صبر تا با کار گردش از بلائے ما گریخت | ما و بے صبری و محنت جملہ یک جا ماندہ ایم

گر بگویم اے مسلماناں نشاید منع از آنک | دردمندیم و ز روئے یار زیبا ماندہ ایم

دوستاں از ما جدا گشتند چوں خوں نگریم | ہیچ می دانید آخر کز کیاں وا ماندہ ایم؟

گر بیائی جان خسرو زیستم ورنہ ز شوق
مردن آمد یا خود اینک بر سر پا ماندہ ایم

۱۲۹۲

بادہ دردہ[۳] ساقیا تا جائے در جانش کنیم | ور درون دل دروں آید سبو دانش کنیم

---

۱ تا ۳ ہر سہ غزلیات محذوف است در ن،

در دلِ ما گر عمارت خانۂ کردہ است غم — بادہ رانیم و بہ سیل تند ویرانش کنیم
آدمی گر مے خورد سر تا قدم گوہر شود — ما ہمہ از مے گہر سازیم و غلتانش کنیم
زہرہ گر در بزمِ ما یک جو بہ جنباند خرک — گاوش از گردوں فرو آریم و قربانش کنیم
چوں بہ رقص آیند مستان و کماں برہم کشند — چشم بد گر تیز بیند تیر بارانش کنیم
ساقیٔ خورشید وش گر نور بخشد ماہ را — گر نہ از خورشید خواہد نور بایانش کنیم
دل بہ سکرات است کش غم زہر داد اندر شراب — یک دو شربت دیگرش بدہیم و آسانش کنیم
ساقیا گر زاہداں مے خوارہ را کافر کنند — ما بہ محرابِ دو ابرویت مسلمانش کنیم
ہر کسے گوید "مخور مے عقل فرماں می دہد" — عقل بارے کیست در عالم کہ فرمانش کنیم
بادہ در اسلام اگر گوئی "حرام" ایں ست کفر — کایں چنیں نعمت خوریم آں گاہ کفرانش کنیم

مجلس آرائیم گر بارے قدم رنجہ کند
از زبانِ بندہ خسرو گوہر افشانش کنیم

۱۲۹۳

اے سفر کردہ[۱] ز چشم و در دل و جانے مقیم — روز ہا شد تا نیاید از سر کویت نسیم
پیش از آں روزے کہ جاں را بابدن شد اتحاد — عشق تو با جانِ من بودند یارانِ قدیم
کس مقیمِ کعبۂ مقصود نتواند شدن — تا نہ گردد خاکِ پائے محرمانِ آں حریم
بادہ نوشیدن بہ خلوت لذتے دارم مدام — خاصہ آں ساعت کہ باشد نازک اندامے ندیم
اشک گردد از سمومِ قہرِ تو آبِ حیات — زندہ گردد از نسیمِ لطفِ تو عظمِ رمیم
مدعیٔ فقرم مبیں کز دولتِ عشقش مرا — ہر نفس دُرِّ یتیمے می دہد طبعِ کریم

ہم بہ مکتوبے ز خسرو یاد می کن گاہ گاہ
چند باشی محترز از طعنۂ مشتے لئیم

۱۲۹۴

گر گذر افتد[۲] ترا در کوئے جاناں اے نسیم — خدمتِ من عرضہ کن در خدمتِ یارِ قدیم

---

[۱] درین غزل محذوف است
[۲] درین غزل محذوف است

طورِ ہستی را حجابِ دیدۂ بینا مساز | تا جوابِ "لن ترانی" نشنوی ہمچوں کلیم

سیلِ اشکم از جنابش کے رود ہر جانبے؟ | سائلے کے روئے بر تابد ز درگاہِ کریم؟

شد دلم بیمارِ چشمِ ناتوانِ او و ہیچ | آں طبیبِ ما نمی پرسد احوالِ سقیم

گر صبا آرد نسیمے از تو بر خاکِ رہش | جاں برافشانم روان و منتے دارم عظیم

از درش زاہد بہ باغِ جنتم دعوت مکن | سر فرو نارد سگِ کویش بہ جناتِ نعیم

بس بدی ہا کردہ ام یا رب طفیلِ نیکواں

عفو فرما ہر چہ خسرو کرد از لطفِ عمیم

۱۲۹۵

ہر شبے چوں[۵۱] یاد آں رخسارِ گلناری کنم | تا بوقتِ صبح از مژگاں گہر باری کنم

گاہ از تفِ دہاں دامن بسوزم زہد را | گہ ز دُودِ سینہ سقفِ آسماں تاری کنم

تیرِ مژگانش بجانم تا رسید از نوکِ آہ | زخمہا ہر صبح در نۂ طاقِ زنگاری کنم

گر تمنائے جفائے او بخوں ریزم بوَد | شحنۂ غم را بخونِ خویش ہم یاری کنم

ضربتِ غم می خورم سلطانی آسا تا بکے؟

قبلۂ جاں روئے آں رخسارِ گلناری کنم

۱۲۹۶

بخت گویم نیست[۵۲] تا پیشِ تو سربازی کنم | تو بجاں چوگاں زنی گہ من سراندازی کنم

پوستے دارم کہ در وے نقدِ ہستی ہم نماند | با خریدارانِ غم چوں کیسہ پردازی کنم؟

با خیالت جاں بیک تن کے روا باشد کہ من؟ | با فرشتہ دیو را خانہ بہ انبازی کنم

چند نالانم درایں ویرانہ دور از کوئے تو؟ | من نہ آں مرغم کہ با بلبل ہم آوازی کنم

آفتابم در پسِ دیوارِ ہجراں ماندہ من | سایہ را مانم کہ با دیوار ہمرازی کنم

چشمِ او ترکے ست مست و خنجرِ خونی بدست | وہ کہ با ایں مست خونی چند جاں بازی کنم

سرو گفتش خط دہم از سبزہ پیشِ بندگیش | گر ز آزادی برم با خود سرافرازی کنم

---

۵۱ درن غزل محذوف است

۵۲ درن غزل محذوف است

هر کسے گوید که "گو حالِ خودش خسرو به شعر"
دل کجا دارم که دعوئ سخن سازی کنم

۱۲۹۷

بخت اگر یارے[1] دہد چوں جاں در آغوشش کنم	تلخ گوید آں لب و ہمچوں شکر نوشش کنم
بر سرِ من عقل اگر دعوائے ہشیاری کند	روئے تو بنمایم و از خویش بے ہوشش کنم
آتشِ عشقش فرو پوشم در ایں شخص چو کاہ	شعلہ روشن تر شود ہر چند خس پوششش کنم
سر فرو آرم ز دوش و رانم اندر راہِ او	چو فرو مانم ز رفتن باز بر دوشش کنم
آفتابِ عارضِ آں مہ در یادِ من ست	کافرم تا صبحِ محشر گر فراموشش کنم
گو سگے از کوئے تو تا از برائے زندگی؟	من دمِ او گیرم و چوں حلقہ در گوشش کنم

آشنا باید که گیرد دستِ خسرو زاں زمیں
ہیں در آبم زاں که چوں دریاست در جوشش کنم

۱۲۹۸

منزلِ عشقت[2] که من پوشیده در جاں می کنم	رخ گواہی می دہد ہر چند پنہاں می کنم
جاں که بندِ رفتن ست و ماندنش از بہرِ آں ست	کز کمانت ہر زماں من وعدہ پیکاں می کنم
توشہ دہ جانِ گراں گشت از برائے آں جہاں	بس که غم ہا یت ذخیرہ از پئے آں می کنم
گفتی ام "خاکِ درم بہر چہ می داری بہ چشم؟"	گریہ چشمم را جراحت کرد درماں می کنم
دیدہ بیرید ایں زماں از دیدنِ غم ہائے تو	ہر کجا شینم دلِ حلقے پریشاں می کنم
غمزہ می زد گفتمش "چوں عاشقاں جاں می کنند	چیست آں؟" گفتا "بر ایشاں مردن آساں می کنم"
اے کہ دلہا می ستد از خلق گفتم "ایں چراست؟"	گفت "در بازارِ غم نرخِ دل ارزاں می کنم"

جان و دل دادم خیالش را کجا ماند بجا؟
خسروا چوں دزد بر کالا نگہباں می کنم

۱۲۹۹

سایہ وارم ہر شب از سودائے زلفت چوں کنم؟	چند گردِ خویشتن که سحرگہ افسوں کنم؟

[1] درین غزل محذوف است
[2] درین غزل محذوف است

طورِ ہستی را حجابِ دیدۂ بینا مساز — تا جوابِ "لن ترانی" نشنوی ہمچوں کلیم

سیلِ اشکم از جدائیش کے رود ہر جانبے؟ — سائلے کے روئے بر تا بد ز درگاہِ کریم؟

شد دلم بیمارِ چشمِ ناتوانِ او و ہیچ — آں طبیبِ ما نہ می پرز احوالِ سقیم

گر صبا آرد نسیمے از تو بر خاکِ رہش — جاں برافشانم روان و منتے دارم عظیم

از درش زاہد بہ باغِ جنتم دعوت مکن — سر فرو نارد سگِ کویش بہ جناتِ نعیم

بس بدی ہا کردہ ام یا رب طفیلِ نیکواں

عفو فرما ہر چہ خسرو کرد از لطفِ عمیم

۱۲۹۵

ہر شبے چوں[1] یادِ آں رخسارِ گلناری کنم — تا بوقتِ صبح از مژگاں گہر باری کنم

گاہ از تفِ دہاں دامن بسوزم زہد را — گہ ز دُودِ سینہ سقفِ آسماں تاری کنم

تیرِ مژگانش بجانم تا رسید از نوکِ آہ — زخمہا ہر صبح در نہ طاقِ زنگاری کنم

گر تمنائے جفائے او بہ خوں ریزم بود — شحنۂ غم را بہ خونِ خویش ہم یاری کنم

ضربتِ غم می خورم سلطانی آسا تا بکے؟

قبلۂ جاں روئے آں رخسارِ گلناری کنم

۱۲۹۶

بخت گویم نیست[2] تا پیشِ تو سربازی کنم — تو بجاں چوگاں زنی گر من سراندازی کنم

پوستے دارم کہ در روے نقدِ ہستی ہم نماند — با خریدارانِ غم چوں کیسہ پردازی کنم؟

با خیالت جاں بہ یک تن کے روا باشد کہ من — با فرشتہ دیو را خانہ بہ انبازی کنم

چند نالانم در ایں ویرانہ دور از کوئے تو؟ — من نہ آں مرغم کہ با بلبل ہم آوازی کنم

آفتابم در پسِ دیوارِ ہجراں ماندہ من — سایہ را مانم کہ با دیوار ہمرازی کنم

چشمِ او ترکے ست مست و خنجرِ خونی بدست — وہ کہ با ایں مست خونی چند جاں بازی کنم

سرو گفتش خط دہم از سبزہ پیشِ بندگیش — گر ز آزادی برم باخود سرافرازی کنم

---

[1] درن غزل محذوف است

[2] درن غزل محذوف است

ہر کسے گوید کہ "گو حالِ خودش خسرو بہ شعر"
دل کجا دارم کہ دعوی سخن سازی کنم

۱۲۹۷

بخت اگر یارے دہد چوں جاں در آغوشش کنم | تلخ گویداں لب و ہمچوں شکر نوشش کنم
بر سرِ من عقل اگر دعوائے ہشیاری کند | روئے تو بنمایم و از خویش بے ہوشش کنم
آتشِ عشقش فرو پوشم در ایں شخص چو کاہ | شعلہ روشن تر شود ہر چند خس پوشش کنم
سر فرو آرم ز دوش و رانم اندر راہِ او | چو فرو مانم ز رفتن باز بر دوشش کنم
آفتابِ عارضِ آں مہ در یادِ من ست | کافرم تا صبحِ محشر گر فراموشش کنم
گو سگے از کوئے تو تا از برائے زندگی؟ | من دمِ او گیرم و چوں حلقہ در گوشش کنم

آشنا باید کہ گیرد دستِ خسرو زاں زمیں
ہیں در آبم زاں کہ چوں دریاست در جوشش کنم

۱۲۹۸[۱]

منزلِ عشقت کہ من پوشیدہ در جاں می کنم | رخ گواہی می دہد ہر چند پنہاں می کنم
جاں کہ بندِ رفتن ست و ماندنش از بہرِ آں ست | کز کمانت ہر زماں من وعدہ پیکاں می کنم
توشہ دہ جانِ گراں گشتست از برائے آں جہاں | بس کہ غم ہایت ذخیرہ از پئے آں می کنم
گفتی ام "خاکِ درم بہر چہ می داری بہ چشم؟" | گریہ چشم را جراحت کرد درماں می کنم
دیدہ بیر ید ایں زماں از دیدنِ غم ہائے تو | ہر کجا شینم دلِ حلقے پریشاں می کنم
غمزہ می زد گفتمش "چوں عاشقاں جاں می کنند | چیست آں؟" گفتا "پریشاں مردن آساں می کنم"
اے کہ دلہا می ستد از خلق گفتم "ایں چرا ست؟" | گفت "در بازارِ غم نرخِ دل ارزاں می کنم"

جان و دل دادم خیالش را کجا ماند بجا؟
خسروا چوں دزد بر کالا نگہباں می کنم

۱۲۹۹

سایہ وارم ہر شب از سودائے زلفت چوں کنم؟ | غ چند گردِ خویشتن کہ سحرگہ افسوں کنم؟

---

۱ دریں غزل محذوف است | ۲ دریں غزل محذوف است

از دل بدخوئے خود خوں نابہ اے دارم کہ گر
قطرہ اے از دل بروں ریزم جگر ہا خوں کنم

تو بہ بندِ کشتنِ من، من بر آں کز دوستی
عمرِ خود را بگسلم در عمرِ تو افزوں کنم

گوہرے دارم کہ درونے نیست جز لولوئے خام
چوں نثارِ خاکِ پایت لولوئے مکنوں کنم

چند گوئی "عشق را از دل برون و خوش بزی"
گر توانم جانِ خود از دست تو بیروں کنم

گفتی امشب دل را چرا از عشق ناری سوئے زہد
وہ کہ شاہد خانہ اے را وقفِ مسجد چوں کنم؟

روحِ مجنوں آید و آموزد آیت ہائے عشق
شعرِ خسرو گر رقم بر تربتِ مجنوں کنم

١٣٠٠ غ

عزم آں دارم کہ از دل نقدِ جاں بیروں کنم
آرمتے ریش و خود را از میاں بیروں کنم

قامتم از غم دوتا کردی، ز آہِ من بترس
کآسماں دوزد خدنگے کز کماں بیروں کنم

گرچہ در خونِ منی گر تیر بر جانم زنی
تیرِ تو بیروں نیارم گر ز جاں بیروں کنم

سروِ من یک رہ بہ گلزار آئے تا در پیشِ تو
سرو اگرچہ نارون باشد رواں بیروں کنم

نرگسِ بیمارِ تو رنجِ خود ار بر من نہد
تندرستی را بہ شمشیر از جہاں بیروں کنم

دوش می گفتی و چشمم در خیالت در نبست
گر چنیں باشد مگر از خانہ شاں بیروں کنم

گر نہ ۱؎ در پیشِ تو ماہ و آسماں گردن نہد
ماہ را گردن نہ گیرم ز آسماں بیروں کنم

مہر تو گر نیست خسرو را بہ مغزِ استخواں
مغزِ او از نوکِ غمزہ ات ز استخواں بیروں کنم

١٣٠١ غ

یک سخن گر زاں لبِ شکرفشاں بیروں کشم
صد دلِ گم گشتہ را از وے نشاں بیروں کشم

آرزو دارم میانت بنگرم بے پیرہن
ماہِ من بگذار تلکے از کتاں بیروں کشم

نیم ۱؎ مزدِ روئے تو صد جاں بود آں ہم چو نیست
نیم جانے ہست اگر گوئی ہماں بیروں کشم

ملکِ جاں بدہم لبت را در بہائے بوسہ اے
ہم بہ بوسہ جانِ دیگر زاں دہاں بیروں کشم

---

۱؎ تا ۱؎ در ن ابیات محذوف است

خطاتو[1] در چشمِ من بنشست تدبیرے بساز — تا گلیمِ خود مگر ز آبِ رواں بیروں کشم

چوں جہاں را بیمِ طوفاں ست ز آبِ چشمِ من — رختِ ہستی گر توانم زیں جہاں بیروں کشم

بس[2] کہ آہِ آتشینم در جہاں دارد گذر — آبلہ بینی سراسر از زباں بیروں کشم

اے ترا صد کشتہ چوں من چند گوئی کز جفا — خوں بہ ہماں ریزم و جانِ فلاں بیروں کشم

یک شبے مہمانِ خسرو باش تا از جودِ تو

سینہ را خالی کنم رازِ نہاں بیروں کشم

۱۳۰۲ ب

نے مجال آں کہ اورا از دلِ خود برکشم — نے دلِ خالی کہ در دل دلبرے دیگر کشم

دیدہ را گر حقِ آں نبود کہ دیدار دے تو — من ز خونہائے کہ نو خوردم ز چشمش برکشم

گر نہ ترسم زاں چہ در خونابہ ماند یارِ من — برکشم دیدہ بجائے دیدہ اورا درکشم

در رہے کو رفت ایں سر تا نہ گردد خاکِ رہ — ہم بہ خاکِ راہِ او زاں خاکِ راہش برکشم

برخودش خوانم فضولی بیں کہ می خواہم بہ جہد — چشمہ خورشید را در جنبِ نیلوفر کشم

عاقبت روشن شود ہم خانہ ہا را سوزِ من — گرچہ آہِ آتشیں از خلق پنہاں درکشم

چوں بر آں افسوں تواند داشت خسرو سالہا

گر توانم یک سخن زاں لعلِ جاں پرور کشم

۱۳۰۳ ب

اے خوش آں شبہا کہ من در دیدہ خوابے داشتم — گر چراغِ روشن و گہ ماہتابے داشتم

بارہا یاد آورم در خوابِ بے ہوشی ردم — آں کہ وقتے با خیالِ دوست خوابے داشتم

چند داغِ بے دلی پیوستہ بینم بیش ازیں — دل مرا بود ارچہ ویراں خرابے داشتم

روزگارِ آں دیدہ نتوانست دید و کرد خوں — من کہ بر رُویم ز چشمِ خویش آبے داشتم

محرمے دیدم شبے از دیدہ بیروں ریختم — آں ہمہ خونابہ ہا کاندر کبابے داشتم

آں[3] چہ دولت بود کاندر یک شبے خسرو زناں — گوئی از فردوسِ اعظم فتح بابے داشتم

---

[1] تا [3] درن ابیات محذوف است

گفت "نتوانم برفت" گفت "آں چہ شب بر من گذشت" کاے بہشتی روئے دور از تو عذابے داشتم

زاریم بشنید یار و گفت "می نالی ز عشق"

خسروم زاں بر دہاں گر چہ جوابے داشتم

١٣٠٤

خرم آں روزے[لے] کہ من با دوست کارے داشتم — با وصالِ او بہ شادی روزگارے داشتم

داشتم بارے ازیں اندیشہ کاید جاں بروں — بر زباں راندن می آرم کہ یارے داشتم

تن چو گل صد پارہ شد از بس کہ غلتیدم بہ خاک — از فسوں آں کہ خرم نوبہارے داشتم

خوش نیاید کایم از خانہ بروں کایں خانہ را — دوست می دارم کہ در وے دوستدارے داشتم

نیست رنجے گر تن از غم موشد و رنج ست و بس — کاں ز تارِ موئے خوباں یادگارے داشتم

چند گوئی "صبر کن در روزِ شادی در رسد" — طاقتم شد، صبر کردم تا قرارے داشتم

عشق گوید "خسروا وقتے دلِ خوش داشتی"

ایں زماں چوں نیست چوں گویم کہ "آرے داشتم"

١٣٠٥

یاد باد آں[عہ] کز لبش ہر لحظہ جامے داشتم — وز مئے وصلش بہ نو ہر روز جامے داشتم

مست آں ذوقم کہ در دورِ خمارِ چشمِ او — زاں لبِ یاقوت گوں عیش مدامے داشتم

آخر اے جاں یاد کن یک شب نہ دور افتادگاں — روزے آخر با تو من حقِ سلامے داشتم

روزہا می خواہم آں شب کز عبیرِ زلفِ او — چوں نسیمِ صبح دم مشکیں مشامے داشتم

ایں سر افرازی کجا یا بم منِ کوتاہ دست؟ — کز ہواداریٔ سروِ خوش خرامے داشتم

یاد خسرو گر فراموشت ز نام و ننگ شد

ایں قدر بارے بگو "وقتے غلامے داشتم"

١٣٠٦

دوش من[عہ] روئے چو ماہ آشنائے دیدہ ام — جاں فدایش گر چہ بہر جاں بلائے دیدہ ام

گشت آں ذوقم کہ دی از حالِ من گفتند، گفت — "یاد می آید کہ من روزیش جائے دیدہ ام

---

لہ تا عہ درین ہر سہ غزلیات محذوف است

خواست وے بدہد زکوٰۃِ حسن چوں دربان مرا  دیدہ برگفت "اندریں کوچہ گدائے دیدہ ام"

برکشتم ایں دیدہ کز وے پر کشم خونابہ لیک  زانش می دارم کہ وقتے زیرِ پلئے دیدہ ام

زابرویش زخندہ شد فالم چو جان در عشق رفت  کایں مہِ نو من بہ روے آشنائے دیدہ ام

عشق را گفتم "کمالِ عقل" گفت آخر گئے  معنیٔ پیرِ خرد در روستائے دیدہ ام

صد قبائے خوں چو گل پوشیدہ خسرو از دو چشم

خلعتِ سروے کہ دی زیرِ قبائے دیدہ ام

۱۳۰۷ ب

من کہ دور از دوستاں و زیار دور افتادہ ام  مرغ نالانم کہ از گلزار دور افتادہ ام

چوں زیم کز دل دہندم خلق و دلداری کنند؟  من کہ ہم از دل ہم از دلدار دور افتادہ ام

گر نہ خواہی یاری از جان و بمیرم در فراق  حق بہ دستِ من بود کز یار دور افتادہ ام

پیشِ ہر سنگے ہمی ریزم ز دل خونابہ اے  چوں کنم چوں کز در و دیوار دور افتادہ ام

گرچہ ہجرم کشت ہم شادی کہ بازی چند گاہ  زاں دلِ بدبخت بدکردار دور افتادہ ام

اے کہ ساماں جوئی از من ترکِ جانم گیر زانک  سالہا باشد کہ من زیں کار دور افتادہ ام

عیشِ من گو تلخ باش اے آشنا یادم مدہ

زاں لبِ شیریں کہ خسرو وار دور افتادہ ام

۱۳۰۸ ب

ایں منم یارب[1] کہ با دلدار ہم زانو شدم  پہلوے او رفتم اندر خواب و ہم پہلو شدم

دور دور از آفتابِ روئے او می سوختم  گشت جاں آسودہ چوں در سایۂ گیسو شدم

وصلِ او از بس کہ بادِ شادی اندر می دمید  من نہ گنجم در جہاں گرچہ از فراقش مو شدم

شکر ایزد را کہ گشتم جمع و رفت از من فراق  رفت جاں یکسو و دل یکسو و من یکسو شدم

از پئے دیدن ہمہ رُو چشم گشتم ہمچو شمع  وز برائے شدہ چوں آتش ہمہ تن رو شدم

چندیم بگذار چوں دیدن رہا کردی بہ بلغ  مردنم بگذار چوں بازیستن بدخو شدم

---

[1] درین غزل محذوف است

مرو دوری نیستم گر خود دلِ شیرم دهند
خسروا دل ده که من زین پس سگِ این کو شدم

۱۳۰۹ ب

بازوقت آمد که من سر در پریشانی نهم　　روی زیبا بینم و بر خاک پیشانی نهم
سوده گشت از سجدهٔ راهِ بتان پیشانیم　　چند بر دل تهمتِ دینِ مسلمانی نهم
تو به جنب ای بخت و دشواری شبهایم مپرس　　من گرفتارم کجا پهلو به آسانی نهم
دل[۱] به زلفِ یار دا از من صد بیارِ غم براو　　چند داغِ غم برای مسکینِ زندانی نهم؟
او نهد تیرِ بلا را در کمان ناز و من　　جان نهم در پیش و بر دل منتِ جانی نهم
اے صبا گر دے ز لعلِ مرکبش بر من رساں　　تا دوائے بر جراحتهائے پنهانی نهم
دیده گاں بر تو نهم اے سروِ آزادت غلام　　این ست کوته بینی ار بر سروِ بستانی نهم
بر من[۲] افشاں جرعه اے زاں جامِ خود تا از نشاط　　رختِ هستی را به بازارِ پریشانی نهم
چوں پریشاں گشت کارِ خسروا از عشقت چه سود؟
گر کنوں صد پے بر سر دستِ پشیمانی نهم

۱۳۱۰

نکنم عشق توبه[۳] که سرِ گناه دارم　　چه کنم نمی توانم دلِ خود نگاه دارم
چو نیائی دنیا یدرہے جز آں که پیشت　　جگرے به خاک ریزم نظرے به راه دارم
ز فراق شهر بندم به کدام سو گریزم؟　　که به گردِ قلعهٔ جاں ز بلا سپاه دارم
شبکے ز سوزِ سینه کنمت چو شمع روشن　　همه تیرگی که در دل ز شبِ سیاه دارم
چه کنم که آبِ حسرت نکنم رواں ز مژگاں　　که به سینه ز آتشِ دل همه دودِ آه دارم
چو فرو شدم به طوفاں چه کنم جفائے دیده　　چو گذشت آبم از سر چه غمِ کلاه دارم
بکش ار به نامهٔ جاں رقمِ وفا نوشتم
نه منِ سیاه نامه به جز این گناه دارم

---

۱ و ۲ درن ابیات محذوف است　　۳ درن غزل محذوف است

۱۳۱۱ ب

شب من سیه شد از غم مه کن کجات جویم؟ — به شبِ دراز هجران مگر از خدات جویم

نه ای آن گلے که کار د سوئے مات هیچ بادے — ز بے دلِ خود ست این که من از صبات جویم

سخنت به سرو گویم خبرت ز باد پرسم — تو درون دیدهٔ و دل ز کسان چرات جویم؟

به دل و درون دیدهٔ و جان همه جا نهفته هستی — چو نه بینم آشکارا به کدام جات جویم؟

تو که بر درِ تو گم شد سر و تاجِ پادشاهان — چه خیالِ فاسد ست این که منِ گدات جویم؟

دلِ من[1] گرفت از دین بت من کجات یابم؟ — شبِ من سیه شد از غم مهِ من کجات جویم؟

تن زار من شکستی دل و جان فدات سازم — طلب از کنی سرِ من ز سر رضات جویم

چو ز آهِ دردمندان سوئے تو رود بلاے — به میان سپر شوم هم رهِ آن بلات جویم

سر گم شده بجوید مگر از درِ تو خسرو
ز کجاست بختِ آنم که به زیر پات جویم؟

۱۳۱۲ ب

ز تو نعمت ست و راحت لب شکرین و رو هم — به من آفت ست و فتنه دل پر بلا و خو هم

همه عشق و آرزوے غلطم که در لطافت — شده بیقرار و مجنون ز تو عشق و آرزو هم

نه فقیه اگر فرشته چو تو گر حریف یابد — نه نهد ز کف پیاله ببرد سر سبو هم

تو که خونِ خلق ریزی چه غمت از آن که هر دم — رود آبِ دیدهٔ ما ز غمِ تو آبرو هم

چه بلاست بارک الله رخِ تو کزان تحیّر؟ — به خموشی اندمانده همه کس به گفتگو هم

به کرشمه گه گه این سوگذرے که بهر دیت — جگرے دو پاره دارم نظرے بجانبِ سو هم

کشتی و به[2] ناز گوئی که "اجل همی برد جاں" — دلِ تو اگر نه رنجد مهِ من رخِ نگو هم

به فدا هزار جانت دهی ار چه صد چو خسرو
به خراشِ غمزه کشتی به شکنجهاے مو هم

---

[1] و [2] درین ابیات محذوف است

۱۳۱۳

نفسے بروش[۵۱] نہ دادم کہ حدیث دل نہ گفتم — سخنے نہ گفتم از تو کہ ز دیدہ دُر نہ سفتم

چہ کنوں نہفتہ گویم کہ شدم ز عشق رسوا — کہ بہ روئے آہم آمد غمِ دل کہ می نہفتم

من ازآں گہے کہ دیدم بہ دوچشمِ خوابناکت — بہ دوچشم خوابناکت کہ اگر شبے بخفتم

ہمہ خلق خواند مجنوں زپے تو اَم کہ ہردم — بہ صبا پیام دادم، بہ پرندہ را زگفتم

من اگر ز دیدہ رفتم سرِ کوئے تو چہ رنجی؟ — کہ رہے ز دور رفتم نہ ستانہ تو رفتم

شبِ من ہزار سالہ تو بہ سینہ طرفہ کارے — کہ ہزار سالہ راہم بہ میان وبا تو خفتم

رسدت کہ بوئے خسرو نہ کشی کہ نازنینی
کہ من آں گلِ عذابم کہ زخارِ غم شگفتم

۱۳۱۴

وقت آنست[۵۲] کہ ما رُو بہ خرابات نہیم — چند بر زرق و ریا نام مناجات نہیم؟

گر فروشیم مصلا زپے مے بہ ازآنک — رخت تزویر بہ بازارِ مکافات نہیم

مست گر پاسئے بلغزد چو درآں ثابت پاست — دیدہ برپاش بہ صد عذر و مراعات نہیم

دیدہ داریم دل و جان و تن از عشق خراب — برخرابی دو سہ در وجہ خرابات نہیم

عاشقِ صورتِ خوبیم کہ خلقے ہمہ سر — بر درِ کعبہ وُ ما بر قدمِ لات نہیم

شاہ جاں گشت چو بازیچۂ نفسِ کج ناز — بینم اندر محلِ شہ رُخ و سرمات نہیم

دلِ خسرو کہ ہمہ شیشۂ مے می سنجد
سنگ قلب است کہ در پلۂ طاعات نہیم

۱۳۱۵

عہدہا[۵۳] را گہ آں شد کہ ز سر تازہ کنیم — مہرہا را بہ دلِ خستہ اثر تازہ کنیم

غزلِ سوختہ خواہیم ازآں مطربِ مست — داغِ دیرینۂ خود باز ز سر تازہ کنیم

جگرِ سوختہ را ریشِ کہن بکشائیم — دردہا را بہ ہمہ شہر خبر تازہ کنیم

---

۵۱ تا ۵۳ ہر سہ غزلیات درن محذوف است

مست و لایعقل با دوست به بازار شویم — قصهٔ عشق به هر کوچه و در تازه کنیم

چون خورد باده لبش پاک کنیم از دامن — وز سر آلوده گہ دامنِ تر تازه کنیم

امشب آن ست که افسانهٔ هجران گوییم — ور ترا خواب برد بار دگر تازه کنیم

زنده داریم ازاین پس شب اگر عمر شود — پس دعای شه جمشید گہر تازه کنیم

زلف آشفته از آن روی به یک سو فگنیم
جان آزردهٔ خسرو به نظر تازه کنیم

١٣١٦ — غ

ما به کوی تو سگانیم و به راه تو خسیم — این که پیشِ تو بس ست از همه رو نیز بسیم

دیگران[1] را چه کنی گر درِ رخ خویش ببند — کز پی سوختنی هم من و دل هر دو بسیم

گر نوازند رقیبان تو ما را خاکیم — ور بسوزند بسوزیم که خاشاک و خسیم

ما که باشیم که ما را سگ خود نام نهی؟ — این سخن با دگری گوی که ما هیچ کسیم

درمیان[2] هیچ نه و خشک زبانی به دهان — عالمی کرده پر آواز تو گویی جرسیم

عذر تقصیر نه خواهیم که از خدمتِ رفت — گر خدا خواسته باشد که به خدمت برسیم

به یکی جرعهٔ می باز خر از خود ما را — که به بازارِ فنا در گروِ یک نفسیم

مومیائی به کرم ها به فگن بر خسرو
که زناچیزی چون سایهٔ پرِ مگسیم

١٣١٧ — ب

فرخ آن روز که دیده به رخت باز کنم — تو مرا جانبِ خود خوانی و من ناز کنم

چند گویی که "تو می نال که من می شنوم"؟ — این نه جنگ ست که پیشِ تو چو مرساز کنم

سالها شد که نه یابم خبر در کویت — دلِ بیرون شده را آیم و آواز کنم

باغبانا ز تو گر گه بود ار فرمانم — بلبلم بر سر خود آیم و پرواز کنم

بهرِ دلبستگی ای دوست رهِ بد مگذار — این گره من نه توانم که دگر باز کنم

---

۱؎ درین بیت محذوف است — ۲؎ درین بیت محذوف است

خلق از صحبتِ من غمزده گشتند از آنک | ہر کجا شینم و غمہائے خود آغاز کنم
ابر را مایہ کم آید گہِ باریدنِ آب | گر نہ در گریہ خوں باخودش انباز کنم
دل بہ یک قلب زدن برد بہ یک دِادو کنوں | جاں ہم اندر سرِ آں چشم دغا باز کنم

خسروا جان و دل و تن ز تو بیگانہ شدند
دیگراں را چہ غم ار محرم ایں راز کنم

۱۳۱۸

اے خوش آں دم کہ سخنہائے تو در گوش کنم | جاشنی کردہ از آں لب بہ سخن گوش کنم
مست آئی تو و ُ پس گوئی "از ہوش مرو" | باش بارے بزیم و آں کہ سخن گوش کنم
می خلی روز و شب اندر دلِ آزردۂ من | بہ چہ مشغول شوم کز تو فراموش کنم؟
وہ کہ از دودِ جگر ایں تنِ چوں کاہ بسوخت | تلکے ایں آتشِ افروختہ خس پوش کنم؟
اے خردمند در ایں گوشہ سخنہائے کسے ست | کے توانم کہ سخنہائے تو در گوش کنم؟

کیست خسرو کہ عناں گیرِ تو گردد بہ وصال؟
لیکن ار حکم کنی غاشیہ بر دوش کنم

۱۳۱۹

پیشِ روئے تو حدیثِ مہ و جوزا نہ کنم | ور کنم نیز یقیں داں کہ بہ عمدا نہ کنم
بہ تماشائے رخِ چوں گل تو می آیم | ور بگوئی بہ چمن بیش تماشا نہ کنم
آں چہ بر من لبِ تو می کند اے جانِ من نیز | می توانم کہ کنم بر لبت اما نہ کنم
تا بگویم کہ فلاں در دلِ من دارد جائے | خویشتن را بہ دلِ ہیچ کسی جا نہ کنم
تو ہمہ خوں کنی از غمزہ و من آہ کنم | پس بگوئی "مکن اے شوخ، مکن تا نہ کنم"
دوش گفتی کہ "وفائے بکنم" ترسم از آنک | ناگہاں در دلت آید کہ "کنم یا نہ کنم"

بوسہ اے چند بگفتی کہ ترا خواہم داد
گر بہ خسرو نہ دہی بیش تقاضا نہ کنم

---

لہ درین غزل محذوف است | لہ درین غزل محذوف است

غ

۱۳۲۰

من اگر بر درِ تو هر شبے افغاں نہ کنم — خویش را شہرہ و بدنام بہ نیساں نہ کنم
گرد ہم دردسرے تنگ میا برمن از آنک — نتوانم کہ ترا بینم و افغاں نہ کنم
روزے انیا دِرختِ پیش گلے خواہم مرد — من ہماں بہ کہ گذر پیش بہ بستاں نہ کنم
وہ کہ دیوانہ دلم باز بہ بازار افتاد — من نہ می گفتم کا فسانۂ ہجراں نہ کنم
غم خور داین دلِ بےچارہ زبانش داری — بعدازاں چارہ ہمانست کہ درماں نہ کنم
آشنایاں ہمہ بیگانہ شدند از من ازانک — ہر کسے مصلحتے گوید و من آں نہ کنم
شکر گویم ز توائے توبہ کہ کورم کردی — تا نظر بازی ازاں بیش بہ خوباں نہ کنم
خلق گویند[1] دعا خواہ زخوباں نہ روم — روزگارِ خوشِ درویش پریشاں نہ کنم

چند گویند کہ خسرو زبتاں چشم بدوز
گر میسر شودم روئے بہ ایشاں نہ کنم

۱۳۲۱

بے تو جاں[2] رفت و بہ تن باز نیاید چہ کنم؟ — وز دلم پرسشِ ایں راز نیاید چہ کنم؟
بازداری کہ منہ دیدہ بہ رویم چندیں — دیدہ باز آمد و دل باز نیاید چہ کنم؟
از یک ابرو دہیم دل کہ بہ بخشم جانت — چوں رضا دوم انباز نیاید چہ کنم؟
تن کنم طعمۂ زاغانِ بیاباں لیکن — وز تحیر[3] زمن آواز نیاید چہ کنم؟

خسرو از یادِ لبت گرچہ لبِ خود بگزد
آں حلاوت زچنیں کار نیاید چہ کنم؟

۱۳۲۲

التفاتے بہ من[3] آں ماہ ندارد چہ کنم؟ — آں چنیں ملتفتم می نگذارد چہ کنم؟
سودہ شد بر صفتِ سرمہ تنِ سنگینم — ہیچم آں شوخ چو در چشم نیارد چہ کنم؟
ہر پیالہ کہ زمے بر لبِ او نوش کنم — گر بود چشمۂ حیواں نہ گوارد چہ کنم؟

---

[1] درین بیت محذوف است [2] درین غزل محذوف است [3] درین غزل محذوف است

بادرا گفتم "پیغامِ من او را بگذار" — آں قدم ست سبک چوں نگذارد چه کنم؟
برگِ کاہے شدم از کاہشِ بسیار و مرا — باد ز لغش به خسے ہم نه شمارد چه کنم؟
زلفِ او در سرِ ہر موئے جفائے دارد — وز وفا یک سرِ مو نیز نه دارد چه کنم؟
گویدم "چشمِ تو چندیں ز چه می بارد خوں"؟ — ہم نه خواہم که ببارد، چو ببارد چه کنم؟

می کشد ہر دم از اندیشۂ خود خسرو را
یک دم اندیشه به خود می نگمارد چه کنم؟

۱۳۲۳

ہر شب از دستِ غمت دیدۂ و دل خوں شودم — واں گه از ہر مژه راوق شده بیروں شودم
گاه گاہے به سرِ زلفِ تو در می آیم — بادے در ہم و آں ہم ز غمت خوں شودم
مردمِ دیده کند رقص به صحرائے دو رخ — چوں بم وزیر دل خسته به گردوں شودم
روزگارے ست مرا سخت پریشاں ز غمت — چه کنم بے تو و ایں عمر به سر چوں شودم؟

خارِ خارت نه شود از دلِ خسرو بیروں
گر چه از خونِ جگر رخ ہمه گلگوں شودم

۱۳۲۴

سوئے من بیں[2] که ز ہجرت بگداز آمده ام — روئے بنمائے که پشت به نیاز آمده ام
به سرِ زلفِ درازت کششے داشتمے — زاں کشش کرده به شبہائے دراز آمده ام
از تو رفتم چه کنم صبر چو نتوانستم — اینک آشفته و عاجز شده باز آمده ام
گر درا بروئے تو بینم منِ مدہوش، مرنج — چه کنم مست به محرابِ نماز آمده ام
دلِ من جاں ہتو بخشید و منم پروانه — وز پے سوختنِ شمع طراز آمده ام

خسروم از چو منے دور مکن چشم که من
خاکِ درگاه شه بنده نواز آمده ام

۱۳۲۵

بے تو امید نه[3] دارم که زمانے بزیم — سہل آں ست که تا چند به جانے بزیم

---

۱؎ تا ۳؎ ہر سه غزلیات درین محذوف است

رخصت زیستنم نیست ز چشم تو و لے　　گر دہد غمزۂ شوخ تو امانے بزیم

چو دہانِ تو یقیں نیست رہا کن بارے　　چند گاہے کہ توانم بہ گمانے بزیم

دست دہ بر دہنِ خویش ببوسے تو مرا　　مگر از لطف تو دستی بدہانے بزیم

خسروم لیک چو فرہاد شدم کشتۂ عشق

گر بہ گوئی کہ "چگونہ است فلانے بزیم"

۱۳۲۶

بخت برگشت[۱] ز من تا تو برفتی ز برم　　کے بود باز کہ چوں بخت در آئی ز درم

گفتم احوالِ دلِ خویش بہ گویم بہ کسے　　لیکن از بے خبری رفت بہ عالم خبرم

پیش از ایں یک نفسم بے تو نمی رفت بسر　　بعد از ایں تا ز فراقِ تو چہ آید بہ سرم

جاں سپر ساختہ ام ناوکِ ہجرانِ ترا　　تا ہمہ خلق بدانند کہ من جاں سپرم

بے گلِ روی تو چوں غنچہ دلم تنگ آمد　　بیم آں ست کہ بر خویش گریباں بدرم

سروِ گفتم کہ بہ بالائے تو مانند روزی　　زہرہ ام نیست کزیں شرم بہ بالا نگرم

خون دم می طلبم باز و یقیں می دانم　　کہ من از دستِ تو گر دل ببرم جاں نہ برم

ترکِ دنیا کنم ار سوئے خودم راہ دہے　　کو سرِ کوئے تو تا من ز جہاں درگذرم

تا خیالِ رخِ خوبِ تو مرا در نظر است　　می نماید ہمہ ملکِ دو جہاں در نظرم

بہ صبوری بہ تواں کرد مداوا خسرو

بیم آں است کہ ہر روز کہ آید بترم

۱۳۲۷　　ت

من و کنجِ غم و در سینہ ہماں سیم تنم　　چہ کند دل نہ کشاید بہ بہار و چمنم ؟

چوں دلم زمزمۂ شوق برآرد ہر صبح　　از سرِ حال بہ رقص آیم و چرخی بزنم

عاشقی ام کہ گر آواز دہی جان مرا　　دوست از سینہ ام آواز برآرد کہ "منم"

بس کہ بیروں و درونم ہمگی دوست گرفت　　بوے یوسف زند از باز کنی پیراہنم

---

۱؎ درین غزل محذوف است

رشکم آید که مگس بر شکرش سایه کند | ور فرشتہ پرِ داں سوپرو بالش فگنم
سایۂ ہمچو ہمایم بہ سر افگن زاں بیش | کہ فراقِ تو کند طعمۂ زاغ و زغنم
ہمہ شب نام تو می گویم و جاں در طاپاک | کیست آں لحظہ کہ چیزے بزند بر دہنم؟
منؔ کہ بر بوئے تو در راہِ صبا خاک شدم | چوں کشاید ز نسیمِ گل و بوئے سمنم؟

خسروؔا ہیچ نہ دانم کہ چہ طاعت بود ایں
روئے در کعبۂ و دل سوئے بتانِ ختنم

۱۳۲۸

خرّم آں روز کہ من آں رُخِ زیبا بینم | او کند ناز و من از دُور تماشا بینم
شکرِؔ جانش کہ پیراہنِ دلہا گوئی | بس منش خواہم از اغیار کہ تنہا بینم
دلِ من گاہِ خرامیدنش از دست برفت | ہر کجا پائے نہاد ست من آں جا بینم
دل نہ و صبر نہ و ہوش نہ و طاقت نہ | من در آں صورتِ زیبا بہ چہ یارا بینم؟
آخر اے شاخِ گلِ تازہ نو بر تا چند؟ | خارِ حسرت خورم و جانبِ خرما بینم؟

کیست خسروؔ کہ کند بوسہ ز پائے تو ہوس؟
ایں بسم نیست کہ از دور در آں پا بینم

۱۳۲۹

یاربؔ آں روز بیابم کہ جمالت بینم | چند بر یادِ جمالت بہ خیالت بینم

---

لہ درین بیت ذیل زائد است ـــ

من چو جاں بدہم باید کہ بہ خونِ دیدہ | بازِ قصۂ دوست نویسند و دعائے کفنم

لہ درین بیت محذوف و بہ جایش سہ بیت ذیل زائد اند ـــ

دوش مہ دیدم و گفتم کہ ترا می ماند | زہرہ ام نیست ازیں شرم کہ بالا بینم
وعدہ فرداست نہ فردا بکشم من مگر آنک | بامداداں رُخِ شہزادۂ والا بینم
شمسِ آفاق خضر خاں کہ بہ لطفِ جاں بخش | ہر دمش معجزۂ خضر و مسیحا بینم

لہ درین غزل محذوف است

شاہ حسنی و سپاہ تو بلا و فتنہ — جاں کشم پیش و بداں جاہ و جلالت بینم

چوں بہ گنجم بہ دو لب بس بودم کایں تن خویش — در تنِ صافی چوں آب زلالت بینم

نیست بس آں کہ شبم بے تو چو سالے گذرد — ویں بتر بیں کہ ز دوری مہ و سالت بینم

خواہیم سیر ببینم کہ بمیرم در حال — ایں نہ دانی کہ بہ امیدِ وصالت بینم

چشم از گوش برد رشک کہ نامت شنود — گوشم از چشم خورد خوں چو خیالت بینم

می خورم خوں ز سفالے کہ تو مے می نوشی — کہ چرا در لبت آلودہ سفالت بینم

اے کہ می سوزیم از پند و نصیحت یارب — کہ بسانِ دلِ خود سوختہ حالت بینم

صنما خسروم آخر بہ قفس ماندہ اسیر
تا کے از دور در آں کنجِ حالت بینم

د

۱۳۳۰

حالِ خود باز بر آئین دگر می بینم — بازکارِ دل خود زیر و زبر می بینم

آں پسر نازکناں می رود اندر رہِ من — دلِ افتادہ آں راہ گذر می بینم

کہ تواند کہ مرا باز رہاند امروز؟ — کیست آں فتنہ کہ در پیشِ نظر می بینم

جاں بہ طاپاک بروں می رود و می آید — خلق دانند کہ من عارضِ تر می بینم

ہم بہ اقبالِ غمش جاں بہ غمش خواہم داد — راہِ یک خندہ از آں تنگ شکر می بینم

ایں[۱] نیم تشنۂ دیرینہ فرو پوش آں روئے — شربتم سیر بدہ زاں کہ خطر می بینم

آخر آں[۲] پائے تو جلئے بہ زمیں می آید — من برایں دوش جہا منت سر می بینم

پیشِ[۳] آں زلفِ پریشان تو آید روزے — آں چہ من زد ہمہ شب تا بہ سحر می بینم

---

۱؎ درن بیت محذوف است — ۲؎ درن بیت محذوف است

۳؎ درن بیت محذوف است و بجایش بیت ذیل زائد است ہ

مبر یداز پئے من رنج کہ من روز بروز ؎ روزگارِ دلِ شوریدہ بتر می بینم

همه خسرو ز فراق تو به رسوائی بود
آخر الامر همان ست چو در می بینم

۱۳۳۱

می گذشتی و به سویت نگران می دیدم — زار می مردم و در رفتنِ جان می دیدم
همچو دزدے کہ بہ کالائے کساں می نگرد — جاں بہ کف کردہ در آں روئے نہاں می دیدم
از دلِ گم شدہ سررشتہ همی جستم باز — کہ بہ فتراک وگہے سوئے عناں می دیدم
پرسشِ حالِ دل از طرۂ او زهرہ نہ بود — گرچہ از خوں تہ ہر موئے نشاں می دیدم
او ز محرومیٔ بختِ بدِ من می خندید — من طمع بستہ در آں شکل دہاں می دیدم
عاشقم[1] گرچہ شود کشتہ غمے نیست چہ باک؟ — گاہ گاہے ست بہ جانِ گذراں می دیدم
اے خوش[2] آں شب کہ بہ یادِ رخِ او می خفتم — در دلم بودی و در خواب همان می دیدم
همه[2] زاں دل اجلِ خویش همی دانستم — کہ دل و دیدہ بہ سویت نگراں می دیدم

مردنِ خویش ز تو بود گماں خسرو را
شد یقیں اینک هر آں چہ بہ گماں می دیدم

۱۳۳۲

مدتے[3] شد کہ نظر بر رخِ یارے دارم — بلبلم این همه افغاں ز بہارے دارم
نازنینے ست کہ بہرش دل و دیں می بازم — خوب روئے ست کہ با او سر و کارے دارم
مست دلدارم اگر می نبود ورنہ از آنک — ساقیِ سرو قدے لالہ عذارے دارم
ہر کہ پرسد کہ "تو دل سوئے فلانے داری"؟ — ہیچ منکر نہ شوم، گویمش "آرے دارم"
می روم غاشیہ بر دوش غبار آلودہ — چہ کنم خدمتِ دیوانہ سوارے دارم؟
بامدادانش گرفتم کہ بیا مے نوشیم — گفت "بگذار بخسپم کہ خمارے دارم"

---

[1] درین بیت محذوف است۔ [2] درین بیت محذوف است و بجایش بیت ذیل زائد است ـ
او شد از دیدۂ من غائب و من همه زاں سو ٭ جاں کناں می شدم و دیدہ کناں می آیم
[3] درین غزل محذوف است

خسروا خدمتِ خوباں کنم از دیدہ از آنک

ہر چہ دارم من بے چارہ زیاں دارم

۱۳۳۳ غ

گرچہ از عقل و دل و دیدہ و جاں برخیزم ‏ حاش للہ کہ ز سودائے فلاں برخیزم

یک زماں پیشِ من اے جانِ جہانم بنشیں ‏ تا بداں خوش دلی از جان و جہاں برخیزم

گفتیم یا ز من و یا ز سرِ جاں برخیز ‏ از تو نتوانم ولیک از سرِ جاں برخیزم

از پسِ مرگ اگر بر سرِ خاکم گذری ‏ بانگِ پایت شنوم نعرہ زناں برخیزم

بہ گہِ حشر چو از خاک برانگیز ندم ‏ ہم ز مہرِ تو بہ ہر سو نگراں برخیزم

خسروم بیدہ مپسند کہ ہر دم با تو

شادماں شینم و با آہ و فغاں برخیزم

۱۳۳۴ ت

کس بدیں روز مبادا کہ من بد روزم ‏ کس بدیں گونہ مسوزاد کہ من می سوزم

دیں نہ ماندست کہ تا نامۂ عصمت خوانم ‏ دل نہ ماندست کہ تا تختۂ صبر آموزم

شب بسے رفتہ بہ بیداری و آں بخت نزد ‏ چند شب تا بہ سحر ہمچو چراغ افروزم

آخر اے چشمۂ خورشید یکے روئے بنمائے ‏ کہ دمد صبح مرادی ز رخت یک روزم

ترک قتال و مرا گریہ و زاری بسیار ‏ آں گنا ہست کہ بروے نہ کند فیروزم

چند گویند کہ رسوا شدی از دامن چاک ‏ چاک دل را چہ کنم گیر کہ دامن دوزم؟

غم نہ بود از دگراں تا رہ خسرو تو زدی

گشت معلوم حدِ طاقتِ خود امروزم

---

لہ درین سہ بیت ذیل زائد اند ؎

ہوسم ہست کہ پیشِ تو دمے بنشینم ‏ وز سرِ ہر چہ بگوئی پس ازاں برخیزم

مردمِ دیدہ مرا بہرِ تو در خوں بنشاند ‏ من بہ رویت نگرم وز سرِ جاں برخیزم

ناتواں گشتم ازاں گونہ کہ نتواں خاست ‏ ور مرا دست بگیری تو رواں برخیزم

ت

۱۳۳۵

دل آواره بر جائیست که من می دانم     جائے گرفتار هوائیست که من می دانم

بوی خون دل مشتاق سر زلفیم رسید     مگر این باد ز جائیست که من می دانم

سبزه بر خاک شهیدانش د لا خار مبین     زان که این مهر گیائیست که من می دانم

چشم و زلف و رخت ار چه همه عشاق کشند     لیکن این شکل بلائیست که من می دانم

گفتی[1] از تیغ سیاست کنم این لطف بود     زانکه هجر تو سزائیست که من می دانم

آنکه با خسرو گوئی که وفا خواهم کرد

اینم ای شوخ جفائیست که من می دانم

ت

۱۳۳۶

دلِ صد[2] پاره که صد جا گرهش بر بستم     نقدِ عشقے ست که در هر گرهے دربستم

جز به خونِ جگر این چشم گہے بسته نه شد     حاصل این بود که من از دل خود بر بستم

دلم از خوئے بدِ خویش به زنجیر افتاد     تهمتِ بیهده بر زلف معنبر بستم

دلِ من بستهٔ زلفے شد و نگشاید باز     که گشاید که هم از خون گرهش دربستم

دی خرابات شدم گفت سبوکش می زن     سر به دیوار که من میکده را دربستم

من که پا تا به همت کنم از اطلس چرخ     افسرِ جم نگر این ژنده که بر سر بستم

خسروا عشق در آمد به دلم مژده ترا

که به دامِ شهِ جبریل منوّر بستم

۱۳۳۷

سبزه[3] ها نو می دمد بیرون رویم     مست در صحرائے مینا گون رویم

دوستان مستند و باران می چکد     همچنان خیزان فرا بیرون رویم

---

[1] درین بیت ذیل زائد است ؎

عمر در کوئے توام رفت و نه گفتی روزے     کین همه کهنه گدائے ست که من می دانم

[2] درین غزل محذوف است

[3] درین غزل محذوف است

مطرب وے گرچہ موجود است لیک — خوب روئے نیست آخر چوں رویم
اے صبا آں سرو بالا را بخواں — تا بروں با آں رخِ گلگوں رویم
چند یادِ سرو بارے چند گاہ — ہمرہِ آں قامتِ موزوں رویم
روئے خوباں دارد بے ہوشی است — چوں زہیم ازیں جا چنیں افسوں رویم
جعد او گیریم و بر خسرو بریم
سلسلہ در دست بر مجنوں رویم

۱۳۳۸

اے بر چشمِ تو خمار و خواب ہم — در لبِ تو انگبیں جلاب ہم
زلفِ مشکینت کہ دل دزدد ز او — ہست مشکل تاب چوں سیماب ہم
در خیالِ روے و مویت ہر شبے — طالبِ شب می کنم مہتاب ہم
دل گرفتار است چوں خوں خوار تست — زاں کہ خوں گیرا بود جلاب ہم
بس کہ خوار است آبِ چشمم پیشِ تو — غرقِ آبم بر درت بے آب ہم
چند چوں بے رحمتاں خواہیم کشت — مہرے آخر می کند قصاب ہم
دیں خسرو بیں کز ابرو و رخت
شد دلش بت خانہ و قصاب ہم

۱۳۳۹

اے رخت[۲] چوں ماہ و از مہ بیش ہم — خستہ کردی سینۂ ماریش ہم
غمزۂ تو بر صفِ خوباں زند — گر نہ رنجی بر دلِ درویش ہم
تیرہ کردی عیش ما و روزِ دل — روزگارِ عقل دور اندیش ہم
کشتم از دستِ جفایت خویش را — بر تو آساں کردم و بر خویش ہم
می رود صبرِ من آوارہ ز من — پس نہ می بیند زبیم و بیش ہم

---

[۱] دریں غزل محذوف است — [۲] دریں غزل محذوف است

گرچه بر جانم قیامتها از اوست

تا قیامت عمر بادش بیش هم

۱۳۴۰ غ

در فراقت زندگانی چون کنم / با چنین غم شادمانی چون کنم؟

یار بدخو و فلک نامهربان / تکیه بر عمر و جوانی چون کنم؟

عشق و افلاس و غریبی و فراق / من بدینسان زندگانی چون کنم؟

ماه من گفتی که "جان ده" می‌دهم / عاشقم آخر گرانی چون کنم؟

خواه[۱] خونم ریز و خواهی زنده کن / بنده‌ام من رایگانی چون کنم؟

من نه بودم مرد سودای تو لیک / بے درم بازارگانی چون کنم؟

حال خود دانم که از غم چون بود / چون تو حال من ندانی چون کنم؟

ماجرای[۲] دل نوشتم بر دو رخ / گر تو بینی و نخوانی چون کنم؟

بر رخ[۳] بوسه لیک میدانم ولیک / با قضای آسمانی چون کنم؟

مست[۴] باشی پاس چون فرمائیم / من که دزدم پاسبانی چون کنم؟

در به خسرو بوسه ندهی آشکار

مرهم زخم نهانی چون کنم؟

۱۳۴۱

باز با درد[۵] جدائی چون کنم؟ / باز با هجر آشنائی چون کنم؟

دل ز جان چون بر کنم روز وداع / ترک آن ترک ختائی چون کنم؟

عقل گوید "پارسائی پیشه کن" / مست عشقم، پارسائی چون کنم؟

گفتمش روز وداع دوستان / گر به زودی باز نائی چون کنم؟

گفت "کای مستغرق دریای عشق

خسروم، من بیوفائی چون کنم؟

---

[۱] تا [۴] درین هر چهار ابیات محذوف اند [۵] درین غزل محذوف است

۱۳۴۲

برجمالت[^1] مبتلایم چوں کنم؟ | من بہ عشقت بر نیایم چوں کنم؟
لاف عشقت می زنم جانا ولے | بس فقیر بے نوایم چوں کنم؟
گفتی "از کویم برو بیگانہ باش" | با سگانت آشنایم چوں کنم؟
سر بہ شاہاں در نمی آرد حریف | من کہ درویش و گدایم چوں کنم؟
روز گارے شد کہ از لعل لبش | کشتۂ یک مرحبایم چوں کنم؟

خسرو بے چارہ می گوید بہ صدق
"عاشق روئے شمایم چوں کنم؟"

۱۳۴۳[^2]

می زنی تو غمزہ من جاں می کنم | وز دلِ مجروح پیکاں می کنم
چوں نہ می یارم کہ بوسم پائے تو | پشتِ دستِ خود بہ دنداں می کنم
می رود جاں رخصتِ نظارہ دہ | تا، کہ خوش ایں می کنم آں می کنم
عاشقِ سیمم کہ چوں کاوش زنم | کوئے آں چاہِ زنخداں می کنم

بر رسیم" کاندر چہ کاری خسروا؟"
اینک از دوریٔ تو جاں می کنم

۱۳۴۴[^3]

رازِ دل پوشیدہ با جاناں برم | درد را در خدمت درماں برم
نیک می دانم کہ خویش باز گشت | چوں برو دردِ سرِ ہجراں برم
اے مسلماناں نہ پندارم کہ من | از چناں کافر دلے ایماں برم
دل برا زیں ساں کہ دیدم شکل تو | من عجب باشد کہ از تو جاں برم
دادِیم تو جاں کہ جانا دل بدہ | بندہ ام از جان و دل فرماں برم
دل بہ موئے آویختہ پیچیت کشم | دزد گردن بستہ بر سلطاں برم

[^1]: لہ تا سہ درن ہر سہ غزلیات محذوف است

زلف را از بند خسرو گو کہ چند
رنج ایں سودائے بے پایاں برم؟

۱۳۴۵

دوش رخ بر آستانش سودہ ام — گرد دولت را براو اندودہ ام
جاں بہانہ جوئے و می بینم زخت — بیں کہ من بر خود چہ نا بخشودہ ام
از درت سنگے زدندم نیم شب — سگ گماں بردند و آں من بودہ ام
در پذیرائے کعبہ چوں مردم براہ — گر نہ کردم حج رہے پیمودہ ام
کشت ہجرم خوں بہایم ایں بس است — کایں قدر گوئی کہ من فرسودہ ام
دیدنت روزے بخوابم ہم مباد — کہ شبے در ہجر تو نغنودہ ام
دل بسے جاں می کند با من بہ عشق — در تپ غمہاش از آں افزودہ ام
از تری خواہد چکیدن گوئیا — آں لباں لعل کش بستودہ ام
غم بکشت و پرسیم "خسرو چہ حال؟"
شکر کز لطف تو بخت آسودہ ام

۱۳۴۶

ہر شبے با گریہ ہائے خود خوشم — گرچہ ہست آں روغنے بر آتشم
مرگ شیریں شد مرا از عیش تلخ — زندہ کردم وہ کزیں شربت خوشم
گل زباغ وصل نزدیکاں برند — من چو سگ از دور با سنگے خوشم
اے کہ با بوسی فغانم زن کہ من — زاہدم گویم ولے شاہد وشم
بس کہ جانم عاشق دشنام اوست — ہر کرا گوید بہ سوئے خود کشم
یک نفس بنشیں کہ میرم پیش تو — تا نفس باقی ست بنج و پا کشم
مور گر میرد نہ باشد خوں بہا — پے سپر کن زیر پائے ابرشم

---

لہ درں بیت محذوف است

لہ درں بیت محذوف است

زآہ خسرو جانِ من ایمن مباش

کآسماں دوزست تیرِ ترکشم

## غ ۱۳۴۷

توبۂ دیرینہ را می بشکنم — ساقیا در دہ شرابِ روشنم

ساقیم گر چوں توبت روئے بود — توبہ چبوَد ہمرا ہاں بشکنم؟

وقتے آید عاشق از مستیِ خویش — آں کہ زاں مے مست میرد آں منم

دامنم از گریہ خوں آلود چیست؟ — من کہ با یوسف بہ یک پیراہنم

پرسیم کاندر چہ حالی باز گوئے؟ — اینک از اقبالِ تو جاں می کنم

ہر نفس آہے کشم وز روزِ بد — روزگارِ خویش را آتش زنم

زندگی و مردنِ من چوں زتست — تہمتِ جاں چیست بارے بر تنم؟

بارِ شفقت بس پذیرم منتے — باز سرگر کم کنی از گردنم

گفتِ خسرو سوزشے دارد از آنک

بلبلِ دامم نہ مرغِ گلشنم

## ۱۳۴۸

دل برا[۱] در جاں نشیں فی العین ہم — اے ز تو شادی بہ جاں فی القلب ہم

گریۂ خوں بیں و می کن پرسشے — چوں بہ ماند اکنوں مرا فی الجسم ہم

چوں کنم من خواب خوش در گشتِ چشم؟ — تو بہ خندہ گوئیم فی الحشر ہم

تا ز ہر دل بر دغم خالِ رخت — بیں ہمہ جا غم بحرا لحال ہم

عمر خسرو در غمِ رویت گذشت

چند باشد دردیم والصبر ہم؟

## ۱۳۴۹

از دو زلفِ تو شکن وام کنم — وز برائے دلِ خود دام کنم

از پے آں کہ بہ رویت نہ رسد — چشمِ بد را بہ سخن رام کنم

---

[۱] درن غزل محذوف است

[۲] درن غزل محذوف است

تا تو نمائی رُو، گیرم زلف — تا رُخت چاشت کند شام کنم
چشم از زلفِ سیاہ تو کشم — گلہ از محنت ایام کنم
از تو صد جور و جفا می بینم — با کہ گویم بہ کہ پیغام کنم؟
دل نہ دارم کہ نہم بر دگرے — ہم ز زلفِ تو مگر وام کنم
بوسہ خواہیم و گر تند شوی — خویشتن را عجمی نام کنم
نیست حلوائے تو بہرِ خسرو
چہ بداں لب طمعِ خام کنم؟

۱۳۵۰
خَم آں[۱] طرۂ دلبند کشم — غم آں لعل شکر خند کشم
زلفِ تو ہر سر موئے نازے ست — آخر ایں ناز تو تا چند کشم
نیست مانندِ رُخت آئینہ — مگرت ز آئینہ مانند کشم
نہ کشم من سخنِ تلخ از کس — ور کشم از لبِ چوں قند کشم
کورم از گرد مگر در دیدہ
خاکِ درگاہِ خداوند کشم

۱۳۵۱
گر سخن[۲] زاں قد رعنا گویم — بیش از آں ست کہ زیبا گویم
با چناں قد چو کمر بر بندی — جائے آں ست کہ برجا گویم
تا تو در سینہ درونی دل را — تیر در خانۂ جوزا گویم
دل من حاملِ غم کردی وُ من — "زَادَهُ اللہ تعالیٰ" گویم
ہر دو چشمم کہ در آب اند یکے — ہر یکے دو یم دریا گویم
بے رقیب آئے شبِ تا بینت — حال خود گویم و تنہا گویم
سر نہم بر کفِ پایت واں گاہ — "لَیتَنِی کُنتُ تُرَابا" گویم

---

[۱] درین غزل محذوف است — [۲] درین غزل محذوف است

آن چنان سوخته‌ام از جورت    که بسوزد دلت او را گویم

حالِ خسرو نگر ابرو مشکن

گر نگویم سخنی یا گویم

۱۳۵۲

روئے تو ماه سما می گویم    موئے تو مشک ختا می گویم

پیش آن قامت چون نیشکرت    سرو را زهر گیا می گویم

مرترا یک نظر از ما نه رسد    گرچه انگشت نما می گویم

دیده را خاکِ درت می دانیم    تا نه دانی که ریا می گویم

شکر آن ست که اندر لبِ تست    سخن این ست که ما می گویم

قصهٔ خود ز لبت می جویم    غصهٔ خویش ترا می گویم

کعبتین ست دو چشمت کورا    مهر بازی به دغا می گویم

طاقِ محرابِ دو ابروت ز دود

ما ببینیم و دعا می گویم

۱۳۵۳

من عاشقم[1] نه رعنا کز دوست کام خواهم    کامم همین کزان در خاکے به گام خواهم

دارم هوس که میرم در پیش تو رکیم من؟    نه خضر و نه مسیحا نه این مقام خواهم

از زنده داری شب چون نیم کشته گشتم    از کشتگانت ما نا خوابے تمام خواهم

من خونِ دیده نوشم این است عشرتِ من    آیا چه جائے باده بے تو که جام خواهم

یا بم اگر گدائے شاہے به گردِ کویت    نقصان بود به همت گر ملکِ شام خواهم

دیدن ز بس که بینم حسن تو دیگران را    نه گل درست بینم نه مه تمام خواهم

خود را سلام گویم از تو بدین شوم خوش    تو زر پخته بخشی من سیم خام خواهم

---

[1] درین غزل محذوف است

[2] درین غزل محذوف است

بر درد عشق بازی خسرو دوا نہ خواہد
درد ش نصیبِ من شد، من بر دوام خواہم

۱۳۵۴ ب

ابر بہار باراں وین چشم خوں فشاں ہم
بلبل بہ باغ نالاں عاشق بہ صد فغاں ہم

صحرا و بوستاں خوش وین جان زار ماندہ
ناسایدے بہ صحرا در باغ و بوستاں ہم

باز آ کہ شہر بے تو تاریک و تیرہ باشد
در شہر بے تو نتواں واللہ کہ در جہاں ہم

این ست مردن من اے خیرہ کش کہ ہستی
ز آبِ حیات خوش تر وز عمر جاوداں ہم

خواہی بہ دیدہ بنشیں خواہی بہ سینہ جا کن
سلطانِ ہر دو ملکی این زان تست وے آں ہم

گفتی بہ حجتِ خط شد ملکِ من دلِ تو
گر راست پرسی از من جاناں توئی و جاں ہم

صد[۱] منت از تو بر من کز دولتِ جمالت
بدنام شہر گشتم رسوائے مرداں ہم

شد نرخ بندہ خسرو از چشم تو نگاہے
گر ایں قدر نیرزد بندہ برائیگاں ہم

۱۳۵۵

از دل[۲] پیام دارم، بر دوست چوں رسانم؟
آں جا کہ اوست بارے خود را دروں رسانم

آں باد را کہ آرد از تو پیام اے جاں
یک جاں چہ باشد او را صد جاں فزوں رسانم

گفتی کہ "خود مرا کس چوں با کسے رساند"
گر در حضور باشی دانی کہ چوں رسانم

جاں می بری ز سینہ وز دل گرانیٔ غم
تو دست خود مرنجاں تا من بروں رسانم

گیرم جواب ندہی، دشنام گوئے بارے
تا من بداں تمنا دل را سکوں رسانم

آں جا کہ کشتہ ای دل شمشیرِ تیز برکش
تا سر نہم ہم آں جا ہم خوں بہ خوں رسانم

---

ف: [۱] قبل ازیں درن بیت ذیل زائد است ـــ
نامم نشانہ اے شد در تہمتِ ملامت ⁂ اے کاش کہ نہ بودے نامِ من و نشاں ہم
[۲] درن غزل محذوف است

حکم ار کنی بہ مردن بر دیگراں توانی
لیکن اگر بہ محشر گوئی گنوں رسانم

۱۳۵۶

جانا[1] بر آستانت روزے کہ جا بگیرم    خاکِ درت بہ دیدہ چوں توتیا بگیرم
پیشِ تو روئے چوں زر مالم بہ خاکِ جانا    وندر دلِ چو سنگت زیں روئے جا بگیرم
خورشید اگر بخواند پیشت برات خوبی    در روزنامۂ او صد جا خطا بگیرم
باریکئے میانت تا غایتیست کز وے    تیغم بہ دست ناید از ہر کجا بگیرم
حالم ترا کہ گوید پیشت مرا کہ آرد؟    دستِ کرا ببوسم پائے کرا بگیرم
اے کاش پر بر آید بر بازوے نیازم    تا بر پرم بہ سویت راہِ ہوا بگیرم
گہ دست کیں برآری گہ پا بہ خوں فشاری    پیش آیدم بہ زاری گر دست و پا بگیرم

شد بندۂ تو خسرو گر باورش نداری
او را کہ تو بگوئی بر خود گوا بگیرم

۱۳۵۷

از دستِ[2] دل برآنم کز جان خود بہ شورم    بیروں جہم کہ باشد خوبا گوزن و گورم
دیوانہ‌ام من اے دل زاں شمع یادم آور    کاتش زنم جہاں را ناگہ اگر بشورم
ذوقِ خرد نہ جویم کز غم کشانِ عشقم    فضلِ عرب ندانم کز روستائے غورم
ہر مردہ از گناہے سوزند و من چو سوزم    از سوزِ عشق بارے باشد عذاب گورم
زاں نور آفتابم بینا و کور ہر دم    نیلوفرم ندانند یا بوم روز کورم
من چوں زمیم کہ دید با خطِ مور مالش    او در دل و جگر شد سوراخ ہائے مورم

گویند خسروا آں سو چندیں مرو بہ زاری
نے خود ہمی روم من دل می برد بہ زورم

۱۳۵۸

چوں نارم آں کہ فارغ زاں آشنا گریزم    گہ در فسوں نشینم گہ در دعا گریزم

---

[1] درین غزل محذوف است    [2] درین غزل محذوف است

بوئے کشندۂ او خود ہمرہ صبا شد | خلق از سموم وادی من از صبا گریزم
شمشیر برکشیدہ عشق و مرا درآں کوئے | پائے خرد شکستہ چوں از بلا گریزم؟
ہر جانور کہ باشد بگریزد از بلائے | من خود بلائے خویشم از خود کجا گریزم؟

خسرو مگوئے در کش پا از طواف کویش
کو نیست آں حریفے کز وے بہ پا گریزم

۱۳۵۹ ت

کارے چو بر نیاید از آہ صبح خیزم | تا چند ہر زمانے با بخت برستیزم؟
در آرزوئے خوابم کت گہ گہے بہ بینم | میرم چناں کہ ہرگز تا حشر بر نہ خیزم
از تیغ جور جانا گر خون من بریزی | مہرت ز دل نہ ریزم گر بر زمیں بریزم
بر تیغ کند باید کشتن چو من کسے را | زحمت بود کہ داری مہماں بہ تیغ تیزم
از ہول رستخیزم واللہ خبر نہ باشد | پیش آید ار بہ ناگہ در حشر رستخیزم
سوئے تو می گریزم آں گہ کہ زندہ مانم | بکشد مرا خیالت گر سوئے خود گریزم

بر ماست نظم خسرو ناوک زنی نہ دانم
کا ہوئے ہند دم من یا اشتر جحیزم

۱۳۶۰ غ

رفتیم با دل بہ یکے سو گذاشتیم | جان خراب نیز ہماں سو گذاشتیم
مائیم و راہ دوری تو تا باز کے رسد؟ | جان و دلے کہ بر سر آں کو گذاشتیم
بگذاشتیم روئے عزیزے کہ سالہا | عمر عزیز خویش برآں رو گذاشتیم
آں بخت کو کہ در خم بازو کشیم باز | آں گردنے کہ از غم بازو گذاشتیم
آں دل کہ او زما سر موئے جدا نہ بود | آویختہ بہ حلقۂ آں مو گذاشتیم

---

لہ درین بیت ذیل زائد است ۔ ۵
از عزت در تو خواہم کشم بہ دیدہ ❊ خاک درت کہ از وے خاشاک و خس نہ بیزم
لہ درین غزل محذوف است

دل بوئے وصل داخت کنوں تنگ خوش گرفت | زیں رنگ از آنِ ما شد و آں بو گذاشتیم
هر بار گفته ای که "ز پهلوئے من برو" | رفتیم اینک از تو و پهلو گذاشتیم
خوئے که دل به صحبتِ یاراں گرفته بود | بگسست سلکِ صحبت و آں خو گذاشتیم

زیں پس وفا ز عمر نه جوئیم خسروا
چوں روئے دوستانِ وفا جو گذاشتیم

۱۳۶۱

هر دم گذر به کوئے و سرائے که ما کنیم | هوئے قدر ز ناله و واے که ما کنیم
با ما دل آں چه کرد کنیمش اگر کباب | هستش هنوز سهل سزائے که ما کنیم
روز از کجا گواهیِ شبهائے ما کند؟ | چوں صبح کاذبے ست گوائے که ما کنیم
اے[1] پند گو "مگو که دعا کن ز بهر صبر" | تعویذ شاهدست دعائے که ما کنیم
بر بت[2] برائے فرشته که در خوردِ کعبه نیست | گاهِ نماز رسم و ریائے که ما کنیم
لاف وفا زنیم و بنالیم از جفات | سگ به بسے بود ز وفائے که ما کنیم
بر مشتری[3] خرام که ارزی هزار مهر | جانے و دیده ہاست بهائے که ما کنیم

خسرو ز عشق بے سر و پا شد چنیں بود
احوال خویش را سر و پائے که ما کنیم

۱۳۶۲[4]

هر شب به کوئے وصلِ تو دزد دیده ره کنیم | پیشِ در از طفیلِ سگاں خوابگه کنیم
دزدیم هر طرف نظر از بیم مردماں | واں گاه در رخ تو به دزدی نگه کنیم
روزے دو دیده چاره نه شد ده که با تو چند | در چار سوئے راهِ تو دیده به ره کنیم
شطرنج عشق باز که ما بهرِ نردِ تو | خود را به مات گاه رسانیم و شه کنیم

---

[1] درین بیت محذوف است [2] درین بیت محذوف است و به جایش بیت ذیل زائد است

با هیچو تو حریف که جاں می برد بلاغ ⁂ خود را ز بیم تیر دعائے که ما کنیم

[3] درین بیت محذوف است [4] درین غزل محذوف است

سختت کن اے فرشتہ خطِ یار بہرِ ما — بارے چنیں چو نامۂ خود را سیہ کنیم

ہاں اے حریف مے خورِ مے، زندہ ایم ما — ورتو بہ مردن است بیا تا گنہ کنیم

صوفی وشیم و دادِ کلہ چوں نمی دہیم — بر گرز پائے تا بہ مستاں کلہ کنیم

رندانِ مفلسیم و اگر دسترس بود — خمہائے مے سبیل بہ ہر کوئے وُرہ کنیم

گفتی کہ "بُرد ہم دو سہ گر خسرو اخوری"
درمانِ بیمارِ مبادا کہ نہ کنیم

۱۳۶۳

ما عافیت نثارِ رہِ درد کردہ ایم — جاں را بہ مے بریدِ عدم فرد کردہ ایم

زیں بحر آبگوں چو کسے آبِ خوش نخورد — دل را ز آب خوردِ جہاں سرد کردہ ایم

نیکست ہر بدی کہ کند کس بجائے من — گر نیک و بد ہر آنچہ تواں کرد کردہ ایم

تا چند از طپانچہ تواں سرخ داشتن؟ — روئے اَمل کہ بیش کساں زرد کردہ ایم

ایں سینۂ حریف کہ گردد ز خاک سیر — کردیم پُر غبار و چہ در خورد کردہ ایم

از بہر[1] آں کہ تیرہ کنیم آب آسماں — دہر از غبارِ سینہ پُر از گرد کردہ ایم

نظارہ گیست چشم در ایں چرخ مہرہ باز — ایں کعبتین در خورِ آں نرد کردہ ایم

اے عشق درد بخش کہ درماں مراد نیست
درمانِ جانِ خسرو از ایں درد کردہ ایم

۱۳۶۴

رحمے کہ بر درِ[2] تو غریب اوفتادہ ام — در خونِ دل ز دستِ تو چوں جامِ بادہ ام

دی بادِ صبح بوئے تو آورد سوئے من — امروز دل بہ بوئے تو بر باد دادہ ام

از بہر نیم بوسہ کہ بر پائے تو دہم — یارب کہ چند بار بہ پایت فتادہ ام

آں روز نیست کز تو نمی زایدم غمے — غم نیست چوں من از پئے ایں روز زادہ ام

گفتی "دلِ شکستہ بنہ بر دو زلفِ من" — من خود شکستہ وار بر ایں دل نہادہ ام

---

[1] درن بیت محذوف است

[2] درن غزل محذوف است

روبرد مرادِ خسروِ دل خستہ یک دمے
تا چند گوئیم کہ ببیں ایستادہ ام؟

۱۳۶۵

تا دامن از بساط جہاں درکشیدہ ایم | رخت خرد بہ کوئے قلندر کشیدہ ایم
اے ساقی از قرابہ فرو ریز مے کہ ما | خونابہا ز شیشۂ اخضر کشیدہ ایم
در حقۂ سفید و سیہ بر بساط خاک | چوں بر دغاست بادۂ احمر کشیدہ ایم
فقر است و صد ہزار معانی درو چو موئے | آں را گلیم کردہ و در سر کشیدہ ایم
چوں جیبِ حرص پُر نہ شد از حاصلِ جہاں | دامان ہمت از سرِ آں درکشیدہ ایم

خسرو نہ کودکیم کہ جوئیم و سرخ و زرد
چوں بالغاں دل از زر و گوہر کشیدہ ایم

۱۳۶۶

خیز اے بُتِ دل نشستہ کہ بے دل نشستہ ایم | مگسل ز ما کہ بہر تو از خود گسستہ ایم
آہ ار بہ روئے تو نہ کشائیم ما شبے | چشمے کہ در فراقِ تو تنہا نشستہ ایم
آلودۂ جفائے تو جاں می رود دروں | ہر چند کز خدنگِ جفائے تو خستہ ایم
ساماں ز ما طلب مکن اے پارسا کہ من | میخوارہ و سفال بہ تارک شکستہ ایم
دردہ شرابِ شادی از آں رو کہ عقل رفت | دانی کہ از کدام بلا باز رستہ ایم؟

خسرو چہ جائے صرفۂ جان ست و بیم سر
مارا کہ پیشِ سنگِ ملامت نشستہ ایم

۱۳۶۷

بخرام تا بہ زیر قدم پے سپر شویم | خاکیم در رہت قدمے خاک تر شویم
گر بخششے دگر نہ کنی خونِ من بریز | بارے بدیں بہانہ بہ نامت سمر شویم
عقلم ز نام و ننگ خبر می دہد ہنوز | بنمائے یک کرشمہ کہ تا بے خبر شویم
شبہا قرار نیست دمے گر بود قرار | بادمے وزد ز زلفِ تو زیر و زبر شویم

---

۱؎ درین بیت بیت محذوف است ۲؎ درین غزل محذوف است

مارا نہ ماند خواب رہا کن کہ بعد از ایں — بر یاتِ رُو نہیم و بہ خواب دگر شویم
مارا دگر مگوے کہ جائے حوالہ نیست — دل کو کہ ناوکِ دگرے را سپر شویم
مقصودِ خسرو است ز تو یک نظر کہ تا
ہر روز نیم کشتۂ آں یک نظر شویم

۱۳۶۸

می خواستم کہ روزہ کشایم نماز شام — سر بر زد آفتاب جہاں سوزِ من ز بام
با قامتے کہ سروِ سہی گر ببیندش — یک پا ستادہ تا بہ قیامت کند قیام
برداشت پردہ از رخ و چوں در عرضہ کرد — بر من نمازِ صبح بہ وقت نماز شام
کردم سلام و سر بنہادم بہ روئے خاک — ہر چند سجدہ سہو بود از پے سلام
اے عید روزگار نہاں کن رخ چو ماہ — بر عاشقانِ خویش مکن روزہ احرام
من بے قرار ماندہ و تو بر قرار خویش — در ویش روزہ بستہ و حلوا ہنوز خام
روزہ مدار چوں لبِ تو پُر ز شکر ست
آزاد کن غلامے اے خسرو ت غلام

۱۳۶۹

از طرۂ تو[1] جز رہِ سودا نہ یافتم — وز غمزۂ تو جز درِ غوغا نہ یافتم
در زلفِ تو شدم کہ بجویم نشانِ دل — خود را ز دست دادم و دل را نہ یافتم
تا دُردیٔ غمِ تو بہ کامِ دلم رسید — در دیدہ جز سرشکِ مصفا نہ یافتم
گویند "یافت ہر کسے از دوستاں وفا" — بارے من ستم کشِ رسوا نہ یافتم
بوسے بہ حیلہ ہا ز لبت یافتم شبے — پیش آں چناں مراد مہیا نہ یافتم
ہر کامِ من ہر آنچہ ز جامِ لبت رسید — از جامِ خضر و کامِ مسیحا نہ یافتم
سلطانی از نسیمِ وصالِ تو بہرہ مند
من جز سمومِ ہجر درا عضا نہ یافتم

---

[1] درین غزل محذوف است

۱۳۷۰ ت

عمرم گذشت و روی تو دیدن نه یافتم — طاقت رسید و با تو رسیدن نه یافتم
گفتم "رخت ببینم و میرم به پیش تو" — هم در هوس بمردم و دیدن نه یافتم
گفتی "به خونِ من سخنے هم خوشم" ولیک — چه سود کز لبِ تو شنیدن نه یافتم
دی بر رخِ گلت به چمن همنشین شدم — خود باغبان در آمد و چیدن نه یافتم
بر دوست خواستم که نویسم حکایتے — از آب دیده دست کشیدن نه یافتم
مرغم کز آشیانِ سلامت جدا شدم — ماندم ز آشیان و پریدن نه یافتم

شد جان خسرو آب که از ساغر امید
یک شربتِ مراد چشیدن نه یافتم

۱۳۷۱

هرگز نه[1] دورِ چرخ وفائے نه یافتم — وز گلشنِ مراد صفائے نه یافتم
گر هم چو نائے در شغب آیم عجب مدار — کز چنگ روزگار نوائے نه یافتم
ایام ناشتا صفت آمد ازین قبل — بر خوانچهٔ امید صلائے نه یافتم
دردم ز حد گذشت و صفائے نه شد پدید — کارم به جان رسید و دوائے نه یافتم
خونم بریخت عالم و خونِ دگر ز چشم — عمداً بریختم که بهائے نه یافتم

سلطانیا به صحبتِ دشمن گذار عمر
کز دوستان عهد وفائے نه یافتم

۱۳۷۲ ب

شب تا به روز خونِ جگر نوش کرده ام — خوش عشرتے ست این که شبے نوش کرده ام
خون شد حرامِ شرع و لے من چو عاشقم — بر من حلال باد که خوش نوش کرده ام
گر سرو و لاله ے ببرم نیست این بس است — کز خونِ دیده لاله در آغوش کرده ام
گفتی "به فرق بر سر کویم طواف کن" — زین لطف پائے خویش فراموش کرده ام

---

[1] درین غزل محذوف است

این بس که نیست یک نفس از دردِ عشق دور ... بارے ز محنتے ست که بر دوش کرده ام

گویند "گرچه عاشق دیوانه گشته ای؟"

گفتارِ خسرو است که در گوش کرده ام

۱۳۷۳

اول به سینه بهرِ غمت جائے کرده ام ... وآں گاه دلبرے چو تو خودرائے کرده ام

شادی به روئے تو چو غمم بهرِ روئے تست ... اینک درونِ جانِ خود تجائے کرده ام

سنگم که می زنند مگو کایں نهفته دار ... کایں جلوه خویش را به تپ پائے کرده ام

بیروں کشتم دو دیده که در عهدِ حسنِ تو ... گه گه نظر به ماهِ شب آرائے کرده ام

مجنونِ روزگارِ توام کز غمِ تو خو ... با آهوانِ بادیه بیمائے کرده ام

وصفِ تو نیست در خورِ خسرو من ایں صفت

وام از سخنورانِ شکر خائے کرده ام

غ

۱۳۷۴

هر شب فتاده بر درِ تو خاکِ در خورم ... باشد ز پاسبانِ تو سنگے دگر خورم

جائے که تو کماں کشی اے نخل فتنه بار ... پیکانِ آب داده چو خرمائے تر خورم

روزے که بے غمت ز پے دیدنِ دگر ... شب تا به روز حسرتِ روزِ دگر خورم

گر تو خوشی که برگِ مرادے نه باشدم ... از شاخِ عمرِ خویش مبادا که بر خورم

مستم کنند ز شوق لباں شرابِ تلخ ... خونابۂ غمت که چو شیر و شکر خورم

سیری هنوز نیست لبِ خوں گرفته را ... چندے که من همی ز فراقت جگر خورم؟

کم تر کرشمه کن که کشنده ست ایں شراب

بے چاره خسرو از قدرے بیشتر خورم

---

ع در ن بعد ازیں بیت ذیل زائد است ؎

بکشید وه مرا که نه خفت ست آں نگاه ... زاں ناله ها که شب منِ بے هوش کرده ام

ع در ن غزل محذوف است

۱۳۷۵

تلخ آبِ حسرت[1]ست ہر آبے کہ من خورم — خونابۂ دل ست شرابے کہ من خورم

از خوردنِ جگر جگرِ من کباب شد — نبود سزائے خوردِ کبابے کہ من خورم

ہرگز نہ خوردم آبِ خوشِ خویش در جگر — تیغ ست بے تو قطرۂ آبے کہ من خورم

ور خوں خورم بہ یادِ لبت قطرہ اشک نیست — طوفانِ آفت ایں مے نابے کہ من خورم

سنگ ست خسروا ارنہ کجا طاقت آورد؟

از شعلہ ہائے دل تف و تابے کہ من خورم

۱۳۷۶

ب

امشب منم آں نیم کہ فغاں را فرو برم — طوفاں کنم ز دیدہ جہاں را فرو برم

شمعے بہ سینہ ؤ نہ توانم بروں دہم — جاں سوخت چند سوزِ نہاں را فرو برم

بشناختم کہ لذتِ شمشیر و تیر چیست — ہر دم ز بس کہ آہ و فغاں را فرو برم

حسرت فرو برم چو بہ سینہ گرہ شود — آشامِ خونِ دل کنم آں را فرو برم

نے سنگ ماند و نے دلِ سنگیں درایں خراب — تا طعنہ ہائے پیر و جواں را فرو برم

[2]وہ گر نہ مردی سائے اجل آخر بہ پائے زود — تا من ز خویش نام و نشاں را فرو برم

روزے بہ روئے ترشا ز ابروئے تو نرفت — تا کے ز دورِ آبِ دہاں را فرو برم؟

من خسروم شکر شکن اما بہ ذکرِ دوست

خواہم ز ذوق کام و زباں را فرو برم

۱۳۷۷

ہر شب بہ[3] دل تصورِ نازش فرو برم — با خونِ دل فسانۂ رازش فرو برم

نازش کہ نیست بر لبِ شیریں بر آں شوم — کاندر میانِ آں گرہ نازش فرو برم

چوں تیر بر کماں نہد او خواہم از ہوس — پیکانہائے دیدہ نوازش فرو برم

شبہا ز ذوقِ خاکِ درش در دہاں کنم — در آبِ دیدگانِ نیازش فرو برم

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین بیت محذوف است [3] درین غزل محذوف است۔

دیوانه شد دلِ من و زنجیر واجب است — خواهد ازاو که زلف درازش فرو برم
باشد که یک دمے لب خود بر لبم نهد — تا من زبانِ عمربیده سازش فرو برم
خسروا گرچه عشق مجاز است زانِ او
تحقیق خویش من به مجازش فرو برم

۱۳۷۸

فریاد ازین[1] جفا که من از یار می کشم — اندک همی شمارم و بسیار می کشم
خاکم که کوب می خورد و پست می شوم — مورم که رنج می برم و بار می کشم
گر از جفائے او دلم افگار می شود — بازم هم اندرین دلِ افگار می کشم
همسایه می بسوزد و فریاد می کند — زاں ناله ها که من پسِ دیوار می کشم
خسرو خراب گشته و جهاں هم شده خراب
کز دیده باده هائے چو گلنار می کشم

و

۱۳۷۹

چوں ناله بهرِ دیدنت از ناز بر کشم — خواهم که ایں دو دیدهٔ غماز[1] بر کشم
بانگِ بلند خیزد از آتش چو شد بلند — نالیدنم هماں ست چو آواز بر کشم
صبرے نه باشد ارچه که هر دم ز خونِ دل — در خانه نقش آں بت طناز بر کشم
بر یادِ قامتت چو بگریم عجب مدار — کز گل هزار سروِ سرافراز بر کشم
او در دل ست و صبر نه کردم هزار بار — گر خویش را فرو برم و باز بر کشم
رسوا[2] شدم ز خلق گرم دسترس بود — یک یک زبانِ سفله و غماز بر کشم
یارا بسوختند من خسرو آهِ گرم
تا چند پیشِ همدم و همراز بر کشم؟

---

۱ درین غزل محذوف است — ۲ بعد ازیں درین بیت ذیل زائد است ؎
دستِ عزیز گر بکشاید به کشتنم ٭ خود تیغ آں سوار سرانداز بر کشم

١٣٨٠

نے پائے آں کہ از سرِ کویت سفر کنم    نے دست آں کہ دست بہ زلفِ تو در کنم

چندیں شبم گذشت بہ کنجِ خرابِ خویش    ممکن نہ شد کہ بوجِ صبوری زبر کنم

ماہے متاعِ صبر کنم جمع ز آبِ چشم    در مجلسِ خیالِ تو یک روز تر کنم

خوابم نہ ماند و خوابِ اجل ہم خوش ست لیک    گر خشت ز آستانۂ تو زیرِ سر کنم

عمرم گذشت ہیچ نیامد زمانِ آنک    روزے بہ روئے تو شبِ غم را سحر کنم

ذوقِ جفا و جورِ تو بر من حرام باد    گر من بجز وفائے تو کارے دگر کنم

چشمت بہ خوابِ ناز و مرا قصۂ دراز    آمد شبم بہ روز، سخن مختصر کنم

ہر کس بہ سوئے گور رود من بہ سوئے تو    چوں بامدادِ حشر سر از خواب بر کنم

روزے گذشتہ بود برائے سوار و من    ہر بامداد آیم و آں سو نظر کنم

دردش بہ از سرست و منِ سر بریدہ را    آں سر کجا کہ در سرِ آں دردِ سر کنم

یاراں ز پند بس کہ ز خسرو رہا نہ شد
آں دل کہ پیشِ تیرِ ملامت سپر کنم

١٣٨١

ہر روز دیدہ بر رہِ بادِ صبا نہم    بر دیدگانِ خاکِ درش تو تیا نہم

ز و صد جفا کشم کہ نیارم بہ روئے گفت    کایں دردِ خود چگونہ برآں بے وفا نہم

ندہم بروں غمش کہ مرا خود بسوخت غم    دلہائے دیگراں چہ دگر در بلا نہم

گفتند "یاد می کندت" دل نمی دہد    کایں تہمتِ دروغ برآں آشنا نہم

شاہاں مجال نیست کہ سر بر درش نہند    چوں من گدا رسیدہ کہ کاسہ کجا نہم

روزے چو خواست کشتنم از بوئے تو صبا    آں بہ کہ جاں بہ بوسم و پیشِ صبا نہم

چوں دل ز گفتِ دیدہ مرا سوخت دیدہ    بیروں کشم بہ پیشِ دلِ مبتلا نہم

شبہا کہ گردِ کوئے تو گردم بہ یک قدم    اول نہم دو دیدہ و آں گاہ پا نہم

بگذار پاره پاره کنم بر تو خویش را — بس طعمه پیشِ هر سگِ کویت جدا نهم

گفتی که "گل بر جائے زخم بیں" زہے خطا — کاں دل گر آه می نه کنم بر گیا نهم

زیں گونه کز لبت سخنے نیست روزیم

زنهار بر جراحتِ خسرو دوا نهم

۱۳۸۲

با تو چه روز بود که من آشنا شدم؟ — کز روزگار صبر و سلامت جدا شدم

هردم به خونِ دیدهٔ خود غرقه می شوم — من خوں گرفته با تو کجا آشنا شدم؟

از من قرار و صبر نه دانم کجا شدند؟ — من خود ز خویش هیچ نه دانم کجا شدم

از بس که گم شدم به خیالاتِ زلفِ تو — مورے بُدم که در دهنِ اژدها شدم

بارم نه بود کوهِ غم، اما به بوئے تو — در زیرِ بارِ منتِ بادِ صبا شدم

اے پند گوئے تا رخِ او را نه دیده‌ای — بگریز و جاں ببر تو که من مبتلا شدم

او رخ نه می نمود به زاری بدیدمش — من خود برائے جان و دلِ خود بلا شدم

هردم به داغِ هجر چو عیشم عذاب بود — بالے ز ننگِ زیستنِ خود رها شدم

خسرو به بندگیت غلامے ست بے بها

خاصه کنوں که بندهٔ تو بے بها شدم

۱۳۸۳

اے دیده[1] پائے شو که بر یار می روم — در جلوه گاه آں بتِ عیار می روم

راهش ز رفتنِ مژه پُر خار کرده اند — من باز دیده کرده بر آں خار می روم

اے خار، خارِ هجر ز دل دور شو، که من — بهرِ نظارهٔ گلِ رخسار می روم

گر سر زند رقیب کسے را ازو چه باک؟ — من سر زده خود از پئے ایں کار می روم

اے باد پیش از آں تو برو، پرده زاں جمال — بر کن، که من به دیدنِ دیدار می روم

گو زلف را "کمند مکن، کز میانِ تو — من خود به تارِ موئے گرفتار می روم"

---

[1] درین غزل محذوف است

من خسروم کہ زاغ سیہ گشتم از فراق
بلبل کنوں شوم کہ بہ گلزار می روم

۱۳۸۴

رحمے کہ بر[1] درِ تو غریب او فتادہ ام
در خونِ دل ز دستِ تو چوں جامِ بادہ ام

دل دادہ ام بہ دل بر و جانے خریدہ ام
ایں تحفہ بہر جانِ خراب آوریدہ ام

عنقت کہ ہست قیمتِ او صد ہزار جاں
سوداگری ست ایں کہ بہ جانے خریدہ ام

جاں ست در ہوائے پریدن کہ شب بہ خواب
بر شکرش مگس شدہ گوئی "پریدہ ام"

اے ساربان من اشترِ مستم مکن کہ من
در وادیٔ فراق مغیلاں چریدہ ام

نظارہ ام کنند کہ در کوئے عاشقی
روئے سیاہ کردہ و جعدِ بریدہ ام

خسرو غمم بکشت ہماں ہمدم ست ایں
کش سالہا بہ خونِ جگر پروریدہ ام

۱۳۸۵

گر خود سخن ز زہرہ و از ماہ بشنوم
نبود چناں کز آں بتِ دل خواہ بشنوم

بے خوابیم بکشت وہ از من کہ ہر شبے
بنشینم و فسانۂ آں ماہ بشنوم

تیغم زن اے رقیب کہ قرباں شوم ترا
آں دم کہ من روا رو آں ماہ بشنوم

آواز ارغنوں نہ دہد ذوقم آں چناں
کآوازِ پائے اسپ تو ناگاہ بشنوم

دل پارہ ہائے خوں فگند ہمچو برگِ گل
چوں بوئے تو ز بادِ سحر گاہ بشنوم

خود را[2] کشم سپند و نہ خواہم ترا گزند
از عاشقاں چو بر درِ تو آہ بشنوم

مدح و ثنائے خسرو خوباں کہ گفتہ ای
خسرو بخوانش تا منِ گمراہ بشنوم

۱۳۸۶

رو[3] زرد وے از من است ز چشمِ سیہ گرم
ورنہ کے آئی آں کہ من اندر تو بنگرم

من دانم و دلے کہ شدست آبِ جوئے او
کز دستِ چشمِ خویش چہ خونابہ می خورم

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین بیت محذوف است [3] درین غزل محذوف است

در جستنِ شگوفۀ روئے تو شد رواں     بادے که از جوانیٔ خود بود در سرم

اکنوں که مرمرا غمِ تو سرخ روئے کرد     بیش که گویم ایں غم وایں زر کجا برم؟

بکشا نقاب کز رخِ چوں آفتابِ تو     روزِ فرود رفتۀ خود را بر آورم

دل چوں چراغِ سوختہ شد ز آتشِ فراق     از شامِ غم ہنوز به تاریکی اندرم

سودائے خاکِ پائے تو تا در سرِ من ست     سر در کلاہِ سبزِ فلک در نیاورم

من خسروم ولیک نگر کز فراقِ تو
گوئی که از نگارشِ شاپور دفترم

۱۳۸۷

اگر نه روئے تو بینم به ماہتاب نه بینم     وگرچه ماه نه تابد به ماهِ تاب نه بینم

درآں زماں که نه بینم ترا به چشمِ چو ابرم     چناں ببارد باراں که آفتاب نه بینم

به خانه سایه ہمی گیردم ز فکرتِ زلفت     که آفتاب درایں خانۀ خراب نه بینم

وصال خواہم وایں در به روئے من که گشاید؟     ز خندۀ شکرینت چو فتحِ باب نه بینم

به وصل چند تواں گفتنم ہنوز توقف     کنم توقف اگر عمر را شتاب نه بینم

طمع بود ز دہانِ تو نشر بتیم ولیکن     سؤال از که کنم چوں رہِ جواب نه بینم

چو دل سخن نه شنود و تو عاقبت بر بودی     رواں بکش که نگه داشتن صواب نه بینم

جز آب می نه رود از دو چشمِ خسرو د ترسم
که چند روز دگر خوں رود که آب نه بینم

۱۳۸۸

کرشمه کردنت ارچه بلاست باز نه دارم     ولے به تیغ کشتی به که تابِ ناز نه دارم

چه روز بود که پیچید نقشِ زلفِ تو بر من     که عمر رفت و خلاص از شبِ دراز نه دارم

چناں به روزِ بدِ خود خوشم به دولتِ عشقت     که سوئے روزِ نکوئے کساں نیاز نه دارم

بیار ساقی و دُرده به ما صلائے خرابی     که بیش ازیں سرِ ایں عقلِ حیله ساز نه دارم

---

له دریں غزل محذوف است

مرا ز مسجد معذور دار خواجہ مؤذن — کہ من ز شاہد و مے فرصت نماز ندارم

چو بت پرست دلم شد چناں کہ باز نیاید — بہ ہر صفت کہ بود گو "بہ باش" باز ندارم

چناں رود غم خسرو کہ دست در پے کشتن
ز دیگرے سخنے نیز دل نواز ندارم

۱۳۸۹

برفت عمر و بہ سوئے خدائے روئے نہ کردم — بہ رشتہ غنیمت اوقات جستجوئے نہ کردم

ز لوث فسق دل من چگونہ دست بہ شوید؟ — بہ غسل چاہ ندامت چو دیدہ جوئے نہ کردم

سیاہ روئی خود را بہ آب دیدہ نہ شستم — بہ صف مرداں خود را سفید روئے نہ کردم

طریق شیر دلیہائے شب رواں چہ شناسم؟ — کہ صحبتے دو سہ شب با سگان کوئے نہ کردم

کجا بہ حضرت سلطاں قبول حال بیابد — سرے کہ در خم چوگان عشق گوئے نہ کردم

دماغ کردم چنینم کہ طیب خلق ندانم — زکام داشت بر آنم کہ مشک بوئے نہ کردم

بہ ترک خوئے بدم می دہند پند ولیکن — کنوں چگونہ کنم کز نخست خوئے نہ کردم

تمام عمر برانداختم بہ کذب کہ ہرگز — بہ صدق پیش خدا قامتِ دوتوئے نہ کردم

وبال من ہمہ شعر آمد و دریغ کہ خسرو
نہ گفت خامش و من ترک گفتگوئے نہ کردم

۱۳۹۰ ب

خراب کرد بہ یک بار خواب نرگس مستم — خبر دہید بہ جاناں کہ دل برفت ز دستم

ز بس کہ ایں دل خوں گشتہ در دو دیدہ بہ جستم — نہ ایستاد دلم تا میان خوں نہ نشستم

ہزار شب رود و من بہ خواب چشم نہ بندم — کنوں چگونہ ببندم کہ از نخست نہ بستم

مہ من ار بہ تو بینم مگو "کہ بت چہ پرستی؟" — چو دیں بہ کار تو کردم چگونہ بت نہ پرستم؟

مشو بہ خشم کہ "در من تو کیستی کہ نہ بینی؟" — گر آں گناہ نہ بخشی جوان و عاشق و مستم

مرا ز روئے بتاں تو بہ دادہ بود عزیزے — تو شوخ بار بر آں داشتی کہ تو بہ شکستم

---

۱؎ در ن غزل محذوف است

منِ ارچہ سگ نیَم اما برائے داغِ تو ہستم — نہاد داغِ سگے پاسباں کوئے تو برمن

دہند پند کہ خسروؔ صبوُر باش کہ رُستی

اگر سخن بہ صبوری بود بداں کہ نہ رستم

۱۳۹۱ ب

گذشت عمر و دمے در رخِ تو سیر نہ دیدم — ز ہجر جاں بہ لب آمد بہ کامِ دل نہ رسیدم

چو غنچہ تا بہ تو دل بستم اے بہار جوانی — بہ ہیچ جا نہ نشستم کہ جامہ اے نہ دریدم

گرِ جدا شدنِ جانُ تن بداں تو کہ ہرگز — عقوبتے کہ من اندر جدائی تو بدیدم

جزایں زمردنِ خویشتم فسوس نیست بہ سینہ — کہ زیرِ پائے تو شادیِ مرگ خویش نہ دیدم

سرم زسرزنشِ مدعی بہ خاک فرو شد — چنیں بود کہ نصیحت ز دوستاں نہ شنیدم

اگر بہ تیغِ سیاست مرا جدا کنی از خود — ز تو بریدن نیارم و لے ز خویش بریدم

فریب وعشوہ کہ نزدِ خرد بہ ہیچ نیرزد — بدہ کہ گر ز تو باشد بہ ہر دو کون خریدم

چو سایہ در پسِ خوباں بسے دویدم و اکنوں — ز روئے خوب چو سایہ ز آفتاب رمیدم

بہ عین[1] بے ہوشیم رُخ نمود و گفت کہ چُونی؟ — چہ تشنگی بردآبے کہ من بہ خواب بدیدم

چہ[2] جائے طعنہ کہ "خسروؔ چرا بہ نفس اسیری؟"

نہ من بلائے دلِ خود بہ اختیار گزیدم

۱۳۹۲

اگر ز من بہ ز[3] روئے تاب دوری تو ندارم — اگر نمائیم آں روزے نیز تاب نہ دارم

ہمی خورم ز تو صد خار غم ہمیں برم آرد — چو کار خویش بہ دنبالِ بختِ تیرہ گذارم

مباد ہیچ زوالت چو زیر پائی آں خط — کہ خالِ خویش بہ خارِ رہت بہ گریہ نگارم

دو لب بہ گریہ بشویم چو خاک پائے تو بوسم — نگیر ختم اگر آبِ دیدہ پاک ندارم

بہ زندہ داشتنِ شب بمرد خسروؔ مسکیں

زہے جفا کہ من ایں عمر در حساب نیارم

---

[1] دررن بیت محذوف است [2] دررن بیت محذوف است [3] دررن غزل محذوف است

۱۳۹۳

کجائی اے[1] بہ فدائے تو گشتہ جان و جہانم — بیا بیا کہ جدا بودن از تو می نتوانم
صبا سلام تو آرد و لے بہ من نرساند — کہ در غلط فتد از دیدنم از آں کہ نہ آنم
شدم ز دست تو و ہم عنانِ تو نگرفتم — فتاد دیدہ بہ روئے ز دست رفت عنانم
دلم بری بگوئی "مگو من ایں بہ کہ گویم"؟ — مرا کشی و ندانی ندانم ایں ز کہ دانم؟
در آب دیدہ تنم غرقہ گشت و آہ نکردم — ز تیر ہم چہ کشاید چو نم گرفت کمانم
ز گریہ رشتۂ جاں پر گرہ شد و دمِ سردم — گرہ گرفتہ بہ صد حیلہ می رسد بہ دہانم

بسوخت خسروِ مسکیں در آرزوئے لبِ تو
ببخش از پے تسکیں دو شربتے ہم از آنم

۱۳۹۴

دلم ز دستِ[2] تو خوں شد ندانم ایں بہ کہ گویم؟ — علاج خود ز کہ سازم دوائے دل ز کہ جویم؟
بہ بختِ تنگ من آں را کہ پارہ گشت در غم — برفت آبِ من آں را کہ رخنہ گشت سبویم
ازیں دو دیدۂ پُر آبِ من کہ ریختہ بادا — چہ آب ریختگیہا کہ آمدہ است بہ رویم
رہے بہ کوئے تو جویم کہ گو میت سخنِ خود — تو سوئے خود نہ دہی رہ ندانم ایں بہ کہ گویم؟
توئی چو چشمۂ آبِ حیات و من بہ تو تشنہ — نہ خوردہ شربتے آخر چگونہ دست بشویم؟
میارطرہ فراہم فروگذار کہ برمن — کند ہر آں چہ بباید چو می بپاید از اویم
تنِ چو موئے مرا بگسل و بسوز در آتش — کہ بے گسست در آمد غمت بہ شخص چو مویم

تبسمے کہ تو آں جانہ دلبرے گلِ باغے
نوازشے کہ من ایں جانہ خسروم سگ کویم

۱۳۹۵ ت

بیار ساقی دریائے بیکرانہ بہ سویم — کہ کشتہ می نشود آتش جگر بہ سبویم
طفیل خاک یکے جرعہ ریز بر سرِ من ریز — کہ گرد تو بہ ازیں دلق بے نماز بشویم

---

[1] درین غزل محذوف است
[2] درین غزل محذوف است

نہ گنجم[1] ار بہ دیرِ زاہداں ز بہرِ تبرک | بس ست خدمتِ رندانِ مست بر سر کویم

خوش آں خمار بپاے کہ لعبتانِ خماری | شبم دہند شراب و رہ درونہ ربویم

بہ یک سفالِ لبالب فروختم ہمی جنت | کہ دُردِ نقد بہ از سلسبیلِ نسیہ بجویم

حریف بیشتر از من شود خراب کہ پیشش | بہ ہر پیالہ سرودے ز دردِ خویش بگویم

صلاح[2] رہزنِ من شد کہ ذوقِ بت بگرفتم | کجاست شاہدِ بت رُو کہ رہ بہ قبلہ بجویم؟

بہ بت پرستی خلقے کہ سنگسار کنندم | نہ صبر آں کہ ز سنگے بود ز روے بہ رویم

دلم بہ خدمتِ او بود دوش گفت کہ خسرو

تو دانی و درِ مسجد کہ من سگِ درِ اُویم

۱۳۹۶

شنفتہ می[3] خورد آں شوخ و منکر است بہ دیدم | کجاست دولتِ آنم کہ تا دہانش ببویم؟

شبیش دیدم در خواب سالہاست کہ ہر شب | ز شام تا سحر آں خواب پیش خویش بگویم

مگر ز وادیٔ جاناں صبا برد خبرِ من | کہ کاروانِ سلامت گذر نہ کرد بہ سویم

بہ ناتوانیم از وے چہ آں کہ حال بپرسیش | ہمیں بس است کہ من سر بر آستانہ اُویم

کنوں کہ توبہ شکستم کدوے مے بہ سرم نہ | چناں کہ کاسۂ سر بشکند ز بارِ سبویم

تو بر گلوے من ار تیغِ آبدار برانی

بسے ز شربتِ آبِ حیات بہ بہ گلویم

ت

۱۳۹۷

غمم بکشت کہ از یار ماندہ ام چہ کنم؟ | بہ دستِ ہجر گرفتار ماندہ ام چہ کنم؟

نماند طاقتِ زاری و نالہ ام آں شوخ | نمی رود ز دلِ زار ماندہ ام چہ کنم؟

بروں دہم غمِ ہجراں و با دمم نہ کند | اسیرِ صحبتِ اغیار ماندہ ام چہ کنم؟

شدم ز یار و ز خویش و ز جان و دل بیزار | کہ ہم ز خویش و ہم از یار ماندہ ام چہ کنم؟

ہمی کشند کہ منگر بہ روے خوب چو من | بہ عالم از پے ایں کار ماندہ ام چہ کنم؟

---

[1] درین بیت محذوف است  [2] درین بیت محذوف است  [3] درین غزل محذوف است

همی کنند ملامت که چند گریی خون  ز زخم غمزه دل افگار مانده‌ام چه کنم؟

رقیب گفت که "مخمور از چه ای خسرو"؟
بسے شب ست که بیدار مانده‌ام چه کنم؟

۱۳۹۸

برونم[1] از دلِ پرخوں نه می شوی چه کنم؟  ز جانِ سوخته بیروں نه می شوی چه کنم؟
توئی به حسن چو لیلیٰ ولیک هیچ شبے  انیسِ خاطرِ مجنوں نه می شوی چه کنم؟
به یک فسوں که بکردی درآمدی به دلم  کنوں ز دل به صد افسوں نه می شوی چه کنم؟
هزار قصّه نوشتم ز خونِ دل بر تو  تو هیچ بر سرِ مضموں نه می شوی چه کنم؟
مگو به طعن که خسرو مکن فراموشم  کنم اگر بشوی چوں نه می شوی چه کنم؟

به جان تو که فراموشش نیستی نفسے
اگرچه می شدی اکنوں نه می شوی چه کنم؟

۱۳۹۹

گذشت یار و نه سازم به خوئے او چه کنم؟  چو صبر نیست ز روئے نکوئے او چه کنم؟
رقیب گویدم اے خوں گرفته چشم به بند  چو عاشقم منِ مسکیں به روئے او چه کنم؟
شدم[2] اسیر سمند و خلاص می جویم  ولیک می کشدم دل به سوئے او چه کنم؟
به جوئے اوست کنوں آب و من چنیں تشنه  ولے ز خونِ من ست آب جوئے او چه کنم؟
روم به باغ بدیں بو که خوش شود دل تنگ  به هیچ باغ نیابم چو موئے او چه کنم؟
چه جائے آں ست که گویندم "آبروئے مریز"  بسوخت ست مرا آرزوئے او چه کنم؟
فتادگی خودش عرضه می دهم از پے  فتاده چند بر ایں خاک کوئے او چه کنم؟

چو شیر خورد همه خون خسرو آں بدخو
ز شیرخوارگی این ست خوئے او چه کنم؟

---

[1] درین غزل محذوف است  [2] درین بیت محذوف است

۱۴۰۰

برابر[۱] لبِ او انگبیں چگونہ کنم؟ — مقابلِ رخِ او یاسمیں چگونہ کنم؟
خدائے چوں سخنت را ز انگبیں کردہ ست — بہ پیشِ تو سخن از انگبیں چگونہ کنم؟
بہ دزدیٔ دلِ من زلفِ تو ہمی آید — بگو گرفتنِ او را کمیں چگونہ کنم؟
بہ تابِ دیدہ نشیں کاندریں ہوس مردم — کہ دیدہ با چو توئی ہمنشیں چگونہ کنم؟
زگریہ دیدہ سفیدم بلے بہ قطعِ امید — سفید می شودم ایں چنیں چگونہ کنم؟
برآستیں گہر از دیدہ بر تو می ریزم
پُر از جبیں گہرِ آستیں چگونہ کنم

۱۴۰۱

گر آشکار[۲] حدیثِ نہانِ خویش کنم — بہ آشکار و نہاں قصدِ جانِ خویش کنم
زگریہ راز تو بر سینہ چوں رسد چہ کنم؟ — رواں زگریہ گرہ بر زبانِ خویش کنم
بہ حیلہ آں چہ توانستم آنِ خود کردم — ولے ترا نہ توانم کہ آنِ خویش کنم
از آنِ تست جفا و از آنِ بندہ وفا — تو آنِ خویش کن و من از آنِ خویش کنم
رواں شدی بہ سفر می رسد مرا چو جرس — کہ نالہا نہ سرِ کاروانِ خویش کنم
وداع کردی و چشم رواں شد از برِ تو — کنوں وداعِ دو چشمِ روانِ خویش کنم
طبیب رفت ز خسرو دگر کنوں وقت است
کہ خود علاجِ دلِ ناتوانِ خویش کنم

۱۴۰۲

نہ بخت آں[۳] کہ بہ سوئے تو جائے خویش کنم — نہ صبر آں کہ سکوں در سرائے خویش کنم
بہ گشتِ کوئے تو تقصیر کردہ باشم اگر — دو چشمِ خویش نثارِ دو پائے خویش کنم
ز غیرتِ دل و جان و دیدہ خوں گردند — چو آستانۂ تو بوسہ جائے خویش کنم
خوش آں زماں کہ دگر جانہ بینی و شنوی — چو من بہ گریۂ خوں ماجرائے خویش کنم

---

[۱] تا [۳] درین ہر سہ غزلیات محذوف است

درخت کرگشت بلا دیده را یکے بنمائے — که دیده پیشکشِ دل بلائے خویش کنم

بردِ خسروِ بر آستان و سلطان را
به دل نه گشت که یاد گدائے خویش کنم

۱۴۰۳

نه یار وعدهٔ بوس و کنار می کندم — نه دل ز دیدنِ رویش فرار می کندم
درون دل نه یکے صد هزار افسون ست — هنوز آرزوئے آں سوار می کندم
شبے ز بیمِ گزندش هزار ناوکِ آه — فرو همی خورم ار چه فگار می کندم
دگر ز بختِ خودم عزتے نه می باید — همیں بس است که پیشِ تو خوار می کندم
تو ام[1] به تیغ کشتی و خیال کشت که او — شفیع می شود و شرمسار می کندم
شبم به خوردنِ خوں رفت ساقیا مے ده — که آں شرابِ شبانه خمار می کندم
نگه بیامد و همسایه گفت "خوابم نیست — کہ ناله هائے تو در سینه کار می کندم"
شرابِ عشقِ تو می بایدم به سر هر چند — که بامدادِ اجل هوشیار می کندم

به ناز گفت شبے "خسروا دلت نشگفت"
هنوز آں سخنش خار خار می کندم

۱۴۰۴

من آں نیم که[2] به عمر از وفائے خود بروم — ز آستانت به حسنِ رضائے خود بروم
منم فتاده به خاکے و هر زماں چوں باد — گذر کنی به سرِ من ز جائے خود بروم
به راه بے سر و پا می روم که آبِ دو چشم — رہا نه می کندم تا به پائے خود بروم
چناں ضعیف شدم گر دعائے وصل کنم — ز آهِ خود به فلک با دعائے خود بروم
مرا جهانِ بلا بر سر است و می خواهم — که سر نهم به جهاں با بلائے خود بروم

---

[1] درین بیت محذوف و به جایش بیت ذیل زائد است ؎
همی خلد به دلِ من چو ناوکِ دشمن — نصیحتے که کسے دوستدار می کندم

[2] درین غزل محذوف است

به دست بوسِ خیالِ تو گر شود ممکن — درون دیدهٔ صورت نمائے خود بردم

در انتظارِ وصالت ز دست شد خسرو

دلت نه شد که به سوئے گدائے خود بردم

۱۴۰۵

ببین که باز[1] به دست تو اوفتاد دلم — متاعِ کاسدِ خود را کجا نهاد دلم

به جائے بود دلم تا نشسته بود آن زلف — به باد شد چو پریشان بهم فتاد دلم

هزار عهد بکردم که سنگرم رویش — چو پیشِ چشمِ من آمد نه ایستاد دلم

تمام عمرِ من اندر غمِ جوانان رفت — که هیچ گاه از ایشان نه بود شاد دلم

دلت به ناخوشیٔ روزگار سوختگان — اگر خوش است همه عمر خوش مباد دلم

از آن گهے که شدم با تو دوستی هرگز — ز دوستانِ گذشته نه کرد یاد دلم

نه ماند خسروِ محروم، بخت اگر این است

زهے محال که یابد گهے مراد دلم

۱۴۰۶

شکست پشت[1] من از بارِ غم چه چاره کنم؟ — ز غصه چند خورم خونِ خویش و دم نه زنم

به تیغِ هجر دلِ من هزار پاره شدست — عجب نه باشد اگر خون بر آید از دهنم

ز بس که سینه خراشم چو گل ز دستِ فراق — چو لاله غرقهٔ خون ست چاک پیرهنم

ز بعد مردنم ار سوزِ دل چنیں باشد — بسوزد از تپِ هجرِ تو در لحد کفنم

از آن دمے که دلم شد به صحبتت مائل — نه ماند میل به بالائے سرو و نارونم

حدیثِ باغ چگویم که با خیالِ رخت؟ — نمی کشد دلِ غمگیں به لاله و سمنم

بیا که بے تو به جانم ز محنت خسرو

به لطفِ خویش رهاں از عذابِ خویشتنم

۱۴۰۷

گذشت[1] باز بدیں سوئے ترکِ کج کلهم — کنوں من و چو سگاں خواب گه به خاکِ رهم

---

له تا سله درین هر سه غزلیات محذوف است

زبس که من به زنخدانش درشدم بخیال — گمان برم به خیالی مگر به زیر چهم
دلم به ماند به دنبال چشم او که مگر — زمان زمان به حقارت گهی کند نگهم
زهی درازی عمر و هلاک من زین غم — که نیست صبح شب غم کم از هزار مهم
مکن نصیحتم ای آشنا که بی‌خبرم — مدار آئینه در پیش من که روسیهم
گرت ز عشق گناهیست سیاستم کن لیک — نویس بر کفنم هم ز خون من گنهم

به پیش دیدهٔ خسرو توئی و بس چه کنم؟
به پیش چشم نیاید آفتاب و مهم

۱۴۰۸

زبان[1] نه ماند ز لعلت سخن کجا یابم؟ — سخن نه ماند دمی زان دهن کجا یابم؟
ز زلف تو همه چون بوی عشق می آید — من آن نسیم ز مشک ختن کجا یابم؟
دلم ز شکل تو بد خو به بوستان چه روم؟ — کرشمه از گل و ناز از سمن کجا یابم؟
علاج زیستنم جز نظر نه بد به رخت — من این دوا ز پی جان و تن کجا یابم؟
درین زمان که مرا دشنهٔ فراق بکشت — ترا که جان منی جان من کجا یابم؟
گرم به گوی دو بوسه به صد هوس میرم — من این قدر ز دهانت سخن کجا یابم؟

ز دوریت غم خسرو چو کوه و محرم نه
شگاف چون کنم این کوهکن کجا یابم؟

۱۴۰۹

کجات جویم و گر جویمت کجا یابم؟ — غمم که داند و همدرد خود کرا یابم؟
حدیث من همه جا و مرا شنیدن کشت — کجا روم که خلاصی ازین بلا یابم؟
از آن زمان که ز هجرم به مردن آمد کار — ترا که مایهٔ عمر منی کجا یابم؟
یکی بیا و برین سینه پای نه نفسی — مگر که درد دل خویش را دوا یابم؟
زباد چند زیید آدمی بیچاره — که من زییم ز نسیم تو گر صبا یابم؟

---

[1] درین غزل محذوف است

خوشم[۱] به خونِ خود ار تو گہے بہ تربتِ من || زیارت آئی و این با یہ خون بہا یابم؟

چہ کم شود ز تو اے بادشاہِ کشورِ حسن
کہ یک نظر ز تو بر خسروِ گدا یابم؟

۱۴۱۰ غ

کدام سوئے رَوم کز فراق اماں یابم؟ || کدام تیرہ شبِ ہجر را کراں یابم؟

ز تند بادِ فراقم بریخت برگِ وجود || کجاست بوئے از آں بوستاں کہ جاں یابم؟

زباں نہ ماند ز پرسش ہنوز نتواں زیست || اگر بیافتنش را کسے زباں یابم

بہ ہجر چند کنم جاں بمیرم ار یکبار؟ || خلاص یابم بل عمرِ جاوداں یابم

بہ جاں ستاند اگر باد گردے آرد از و || کہ کیمیائے سعادت ز رائگاں یابم

ز آفتابِ جمالش بسوختم یا رب || کجا رَوم کہ ازیں روزِ بد اماں یابم؟

ستارہ سوختہ می آید از دلم در خم || چو طالع ایں بود آں ماہ را چساں یابم؟

چو جاں دہم من از آں سو برائے صبا خاکم || مگر ز گم شدنِ خویشتن نشاں یابم

بہ خواب دادم اخسرو از لبت شکرے
مگر کہ بوسہ بدینگونہ زاں دہاں یابم

۱۴۱۱

بہ جاں[۲] رسیدم و از دل خبر نہ می یابم || وز آں کہ نیز دلم برد اثر نہ می یابم

ازیں دو دیدۂ بے خواب شب شناس شدم || ولے قیاسِ شبِ ہجر در نہ می یابم

بہار آمد و گل ہا شگفت، لیک چہ سود || کہ بوئے تو ز نسیمِ سحر نہ می یابم

کجا روم کہ بہ ہر انجمن حکایتِ تست || بہ شہر ہیچ بلا زیں بتر نہ می یابم

تو اے عزیز کہ با یوسفی، غنیمت داں || کہ من ز گم شدہ خود خبر نہ می یابم

---

۱؎ درین بیت ذیل زائد است ؎

نہ مستجاب دعائے ست بت پرستاں را || کہ پائے بوسِ بُتے چوں تو از دعا یابم

۲؎ درین غزل محذوف است

نوائے خسروِ مسکیں خوش است بلبل وار
ولے دریغ کہ از باغ برنہ می یابم

۱۴۱۲ غ

من آں چہ دوش بدیں جانِ مبتلا گفتم | ہمہ حکایتِ آں طرۂ دوتا گفتم
گرت ہوائے مے است و تراب نظارہ من | بیا کہ خونِ دل و دیدہ را صلا گفتم
بہ شہر در دفِ رسوائیم بزد ہمہ خلق | کجا بہ پیشِ تو دیوانہ ماجرا گفتم
ہنوز باز نہ می آید ایں دلِ بے شرم | تبارک اللہ تا من بدو چہا گفتم
کنوں مرا بہ سر کوئے شاہداں جوئید | کہ ترکِ صحبتِ مردانِ پارسا گفتم
بہ ہر جفا کہ زخوباں رسد سزاوارم | کہ بے دلاں را بسیار ناسزا گفتم
زصبر اگر سخنے گفتم اے فراق مکش | گناہ کردم و بد کردم و خطا گفتم
اگر بہ خدمتِ یارانِ من رسی اے باد | سلام من برسانی کہ من دعا گفتم

دلے کہ رفت ز تو خسروا در آں سرِ زلف
بجوے و خواہ مجو باز من ترا گفتم

۱۴۱۳ ت

نہ بودے آں کہ منت دل نوازی گفتم | چرا ز سادہ دلے با تو رازمی گفتم
ہمہ حکایتِ نازِ تو گفتمے زیں پیش | کنوں بلائے من است آں کہ نازمی گفتم
دلا بہ سوختی و تلخ می نمود ترا | من ارز پندِ حدیث ست بازمی گفتم
خوش آں شبے کہ بہ بوئے تو بادہ می خوردم | بہ آبِ دیدہ ہر شب نیازمی گفتم
عظیم دردِ سرآورد نازنینِ مرا | کہ من فسانہ بہ غایت درازمی گفتم
دلش گر از سخنِ من گرفت برحق بود | کہ دردہائے دلِ جاں گدازمی گفتم
ہر آں سخن کہ ازو یاد بود شب تا روز | تمام می شدو ہر بار بازمی گفتم

خیالِ خندہ نہ می سوخت جانِ خسروِ من
دعائے آں لب کمتر نوازمی گفتم

غ

۱۴۱۴

بیا کہ بہرِ تو جاں در بلا گرو کردم بتے خریدم و ہر دو سرا گرو کردم

تنے شکستہ بہ خاکے فروختم بر در دلے خراب بہ تیغِ جفا گرو کردم

غلام را تبہ خوارِ غمِ تو ام مفروش کہ دل بہ دردِ زبان و دعا گرو کردم

اگرچہ سر بفروشم خرید نتواں باز چنیں کہ دل بہ گلِ عشق و با گرو کردم

چہ روز بود کہ افتاد در سرایں سودا کہ رختِ عمر بہ دستِ بلا گرو کردم

اگر ستانند و منکر شود حلالش باد متاعِ دل کہ بداں آشنا گرو کردم

سگم اگر نہ دہم جاں ہوئے او بر باد بدیں قرار نفس با صبا گرو کردم

دلت چو درخورِ عشق ست خسروا افسوس

کہ قیمتِ گہرے بر گدا گرو کردم

ب

۱۴۱۵

توانم از ہمہ خوباں نظر بگردانم محالِ نیست کزاں خوش پسر بگردانم

خوش آں زماں کہ بہ بوسِ نہفتہ می نگرم چو سوئے من نگر دلیں نظر بگردانم

مرا بہ بند ہوئے ذن زبوں کند ہر روز چناں کہ آب دریں چشمِ تر بگردانم

چناں ز دستِ تو مسکیں شدم کہ خوباں[۱] اگر بہ راہ بہ بینم گذر بگردانم

کمر چہ بندی بگذار تا بہ گردِ میانت دو دستِ خویش بہ جائے کمر بگردانم

ز رشک سوختہ شد خسروا ار بود دستم

ز زلفِ تو رہِ بادِ سحر بگردانم

۱۴۱۶

خراب گشتم و با خویش بس نہ می آیم کہ ہیچ با چو توئی ہم نفس نہ می آیم

تو تیر می زنی از غمزہ و منِ بے دل بہ دیدہ می خورم و باز پس نہ می آیم

---

۱۔ درن بیت محذوف است ۲۔ درن بیت محذوف است و بجایش بیت ذیل اضافہ است:

توانم ایں نگس از شکر بہ رانم لیک ✿ ز دل مگس بہ چساں از شکر بگردانم؟

مرا مگوئے "کجائی" "من اینکم لیکن | ز بس ضعیفم و در چشم کس نہ می آیم
ز دست جور نہ می خواہمت کہ بینم روئے | ولیک با دلِ خود کام پیس نہ می آیم
مرا بر تو گلو بستہ می برد نہ لغت | وگرنہ من بہ ہوا و ہوس نہ می آیم
کدام باد بہ کوئے تو می رود ہر روز؟ | کہ من بہ ہمرہیٔ او چو خس نہ می آیم

رقیب تو بہ جفا خستہ کرد خسرو را
چو طوطیم کہ بہ چشمِ مگس نہ می آیم

۱۴۱۷

منم کہ بے تو بہ صد گونہ داغ می سوزم | تو لابہ دانی و من لاغ لاغ می سوزم
فراغ وصل نہ دارم ز مفلسی ہر چند | چو مفلساں ز برائے فراغ می سوزم
شبِ سیاہِ مرا نیست روشنی ہر چند | کہ شام تا بہ سحر چوں چراغ می سوزم
مرا بہ داغ سگے سوختی و درد نہ کرد | سگم نہ خواندی از ایں درد و داغ می سوزم

مباش گرم دماغ و بسوز خسرو را
من آخر از تو نہ ہم زیں دماغ می سوزم

۱۴۱۸

ہمہ شب از تو بہ دیوار خانہ غم گویم | فسانہ گویم و با چشم برز نِے نَم گویم
چو غنچہ گشت دلم خونِ قصۂ تو ز رشک | دلم نہ خواست کہ با بادِ صبح دم گویم
تو خود یقیں ست کہ خوش کردی از غمم لیکن | کجاست دولتِ آنم کہ با تو غم گویم؟
خوش آں شبے کہ تو در خوابِ ناز باشی و من | نیاز خویش بداں زلفِ خم بہ خم گویم
تو آں کہ می دہیم پند بگذر از سرِ من | ہماں لب است کہ من دردِ خویش کم گویم
حدیثِ جانِ دژم پرسدم ہمہ کس و من | ہمہ حکایتِ آں نرگسِ دژم گویم

---

لہ درین بیت محذوف و بہ جایش بیت ذیل است ؎
سکون دل را گویم فلاں از آنِ من ست ؞ چناں اگرچہ نہ باشد دروغ ہم گویم

مربع از شعب بے تکلف خسرو

سرود نیست کہ او را بہ زیر و بم گویم

ت

۱۴۱۹

رخے کہ بر کف پائے تو سیم تن مالم | دریغم آید اگر برگل و سمن مالم
در آں شبے کہ کنم گشت توئے تو ہمہ روز | دو دیدہ را بہ کف پائے خویشتن مالم
گرم بہ راہ سناں روید از ہوائے رخت | بہ زیر پائے چو نسریں و نسترن مالم
بہ یاد تو ہمہ شب خوں خورم چو روز شود | ز بیم سنگدلاں خاک بر دہن مالم
غبار کوئے تو با خویشتن برم در خاک | عبیر رحمت حا دید بر کفن مالم
چو بہر یوسف خود نیست گریہ ام تا چند | ز دیدہ خون در و غیں بہ پیرہن مالم

مگر رسد رخ خسرو بہ پاش ہر دم رخ

بہ صد نیاز تہ پائے مرد دزن مالم

۱۴۲۰

اگر چہ از تو دل خستہ و غمیں دارم | بدیں خوشم کہ بتے چوں تو نازنیں دارم
بہ بند زلف تو زنجیر جان خود سازم | دل ستم زدہ را چند گہ بدایں دارم
بہ وصل تو چو نیارم نمود گستاخی | کہ شحنہ اے چو فراق تو در کمیں دارم
بہ ناز بینی و بدخو شدی و ہم بد نیست | کہ دلبرے چو تو بدخو و نازنیں دارم
مرا[1] اگر چہ کہ بر دست غم فروختہ ای | ہنوز داغ غلامیت بر جبیں دارم

اگر چہ خسروِ روئے زمیں شدم بہ سخن

ہم از دو فا سوئے تو روئے بر زمیں دارم

ب

۱۴۲۱

نہ یک دل ار چہ ہزار است آں او دانم | کہ من کرشمۂ آں ترک فتنہ جو دانم
مرا چو بخت بدست ار چہ صد بلا بہ سرم | رسد ز یار نہ یاری بود دگر و دانم

---

[1] درن بیت ذیل زائد است ہ

برائے آں کہ کشم پیش چشم بیمار ت ※ متاع عافیت اینک در آستیں دارم

خوشم ز تو بہ جفائے مدہ فریبِ وفا | کہ من فریبِ تو و نیکواں نکو دانم
چنیں کہ بر سرِ کوئے تو راہ گم کردم | ز آستانِ تو رفتن کدام سودانم؟
ہوائے روئے تو برد آں ہمہ ہوس ز سرم | کہ گشت سبزہ و رفتن بہ باغ وجود انم
دلم[1] بہار کہ می آید از تو بوئے دلم | کہ من سگِ تو ام و بوئے را نکو دانم

اگرچہ گریۂ خسرو نشانِ رسوائی ست
ولیک من بہ حضورِ تو آبرو دانم

۱۴۲۲

نیامدہ ست بہ چشم آدمی بدیں سانم | پری و یا ملکی، چیستی نہ می دانم
نظر بروئے تو کردہ دو دیدہ حیراں شد | تو رفتی از نظر و من ہنوز حیرانم
چناں مقابلِ تو با دِ عاشقی در سر | ہمی روم کہ بہ شمشیر رُو نہ گردانم
دریدہ پردۂ دل تیرِ غمزۂ تو چنانک | شگاف گشت ہمہ رازہائے پنہانم
بہ صبر گفتم "یک لحظہ مونسِ من باش" | جواب داد کہ "از ہجر نیست درمانم"
کرشمۂ تو و جورِ رقیب و دردِ فراق | بدیں صفت من بیچارہ زیست نتوانم
خوش آں زماں کہ حریفِ معاشراں بودم | فراغ شاہد و مے بود و برگِ بستانم
نہ دانم آں ہمہ ہم صحبتاں کجا رفتند؟ | کہ ہیچ باز نیامد خبر از ایشانم

کنوں ز دولتِ عشقت امیدِ خسرو نیست
کہ بیشِ جمع شود خاطرِ پریشانم

۱۴۲۳

چنیں کہ غمزۂ خوباں نشست در کینم | مداں کہ یک نفس ایمن ز فتنہ بنشینم[ب]
حلال باد چو مے خونِ من بر آں ساقی | کہ غرقہ کرد بہ یک جرعہ تقوی و دینم

---

[1] درین بیت محذوف و بجائش بیت ذیل زائد است —
بجز بہ بندگیم روزگار می پرسی ٭ بہ زیرِ پائے تو مردن بہ آرزو دانم
[2] درین غزل محذوف است

چناں اسیر بت ام کم ز قبلہ نیست خبر — ز من حکایتِ بطحیٰ مپرس کز چلینم

گذشت عمر و عمارت نمی پذیرد ازآنک — خراب کردۂ نظارہ نخستینم

بہ بوستاں نہ روم کاں ہوس نخست گذشت — کہ دل کشد بہ سوئے ارغواں و نسرینم

خوش ست وگریہ و آں ہم نہ گوہرے ست کزو — مفرحے بتواں ساخت بہر تسکینم

بہ خواب دیدہ ام امشب کہ در کنارِ منی — چہ خوابہائے پریشاں ست ایں کہ می بینم

ہنوز با تو مقامِ دو کن خواہم باخت — اگرچہ مہرہ ز نطعِ حیات بر چینم

بکش بہ تیغ کہ راضی ست خسروِ مسکیں

مکش ز بہر خدا از زبانِ شیرینم

۱۴۲۴

چو من[1] ز دوست بہ داغِ درونہ خرسندم — نہ دوستی کہ دُمِ از بہ ہمرہی بندم

اگر بہ تیغ بہ برّند بند بندِ مرا — تو ذکرِ وصلِ خودم کن کہ باز پیوندم

چو موکہ برکنی و باز رویداں غمِ تست — کہ باز رست بہ دل ہر چہ بیش کہ برکندم

ہزار کوہِ غم ار بر دلم نہی بکشم — غبارِ خنگِ تو بر دامنِ تو بر بندم

ز بہر کشتنِ خویشش حیات خواہم و بس — اگر حیات دہد بعد ازیں خداوندم

روا مدار کہ از دیدنت شوم محروم — چنیں کہ من بہ جمالِ تو آرزومندم

دل شکستۂ خسرو تہی کنم یک بار

شوند محرم اگر دل شکستہ ایں چندم

۱۴۲۵

بہ دیدہ[2] اے کہ ترا دیدہ ام نمی آرم — کزاں نظر بہ سوئے دیگرے بہ بار آرم

چہ وقت بود کہ افتاد با تو ام سر و کار؟ — کہ کار سر شد و در سر نمی شود کارم

کجا روم چہ کنم کز تو ہر کجا کہ روم؟ — کمندِ گیسوئے تو می کند گرفتارم

کنوں کہ پیشِ رخت ہمچو زلف می پیچم — فرو گذاشت مکن ایں چنیں بہ یک بارم

---

[1] درین غزل محذوف است

[2] درین غزل محذوف است

محتسب این از آہے کہ می زنم ہر شب | کہ فتنہ بارِ تو اَم تا بہ روز بیدارم
مرا بہ ہر سخنے از زبانِ غمزہ مسوز | بہ دستِ خویش بزن تیغ اگر گنہ گارم
بہ پیشِ روئے تو از بیم آں کہ کشتہ شوم | چو شمع سوختم و دم زدن نمی یارم

فتادہ بر درِ تو خسروؔ و نہ دانستی
کہ او فتادۂ خود را فرو نگذارم

۱۴۲۶

بہ دیدہ[۱] منت کہ منِ خو گرفتہ می آیم | بکش بہ غمزہ کہ بر خویش می نہ بخشایم
چو بہرِ دیدنِ روئے خودم بخواہی کشت | بخسپم روئے نہ تابی گرت بہ خواب آیم
شبے بہ خواب نیاسودہ ام بیا کہ مگر | ز دولتِ تو بہ خوابِ اجل نیاسایم
گریست دیدہ بسے خوں ز رشکِ حسرت آں کہ | شبے بہ کوئے تو خارے خلید در پایم
ز بہر آں کہ نہ بوسد کسے درت جز من | ز خونِ دل ہمہ خاکِ درت بیالایم
گہے فتادہ بدم نیم سوختہ جانے | وزید بادے از آں کوئے و بر در بر جایم

برون نمی رود از کامِ تلخیٔ ہجرم
اگرچہ من بہ سخن خسروِ شکرخایم

۱۴۲۷

ما کہ در[۲] راہِ غم قدم زدہ ایم | بر خطِ عافیت رقم زدہ ایم
ما بہ طوفانِ عشق غرقہ شدیم | بر سرِ نہ فلک قدم زدہ ایم
قدمے کو براہِ عشق نتافت | دیدہ بر راہِ آں قدم زدہ ایم
چوں کہ اندر وجود نیست ثبات | دست در نامۂ عدم زدہ ایم
آستیں بر زد آبِ دیدہ بہ رقص | بس کہ در سینہ سازِ غم زدہ ایم

از سرِ نیستی چو سلطانی
ہستیِ ہر دو کون کم زدہ ایم

---

[۱] تا [۲] درن ہر دو غزلیات محذوف است

۱۴۲۸

ما در[1] این شہر پای‌بندِ تو ایم — عاشقِ قامتِ بلندِ تو ایم

مردهٔ آن دہانِ چون پستہ — کشتهٔ آن لبِ چو قندِ تو ایم

می دوانی و می کشی ما را — چون بدیدی کہ در کمندِ تو ایم

اے جفا بر دلم پسندیدہ — دوستی بود ار پسندِ تو ایم

گو رفیقاں سفر کنید کہ ما — نتوانیم پای‌بندِ تو ایم

باز پرسی تو حالِ خسرو را

تا چہ غایت نیازمندِ تو ایم

۱۴۲۹

غم کسے[2] چند یارِ خویش کنم — گریہ بر روزگارِ خویش کنم

با دلِ خویش دردِ خود گویم — مو بہ مو سوگوارِ خویش کنم

می رود چوں ز خونِ دل رقمے — بر درت یادگارِ خویش کنم

دل نہ و جاں نہ، پیشِ تو چہ کنم؟ — کہ ترا شرمسارِ خویش کنم

چوں بہ جز غم کسے نہ محرمِ ماست — غمِ خود غمگسارِ خویش کنم

بار باید بہ وقتِ خوردنِ غم

خسروِ خستہ یارِ خویش کنم

۱۴۳۰

خیز تا[3] بادہ در پیالہ کنیم — گل درونِ قدح چو لالہ کنیم

ساقیِ جاں فزا و نغمهٔ چنگ — تا بکے خوں خوریم و نالہ کنیم

با گل و لالہ ہمچو بلبلِ مست — وصفِ آں عنبریں کلالہ کنیم

شادخواراں چو بادہ پیمایند — دفعِ غم راست بر حوالہ کنیم

وز شکرفانِ چاردہ سالہ — طلبِ عمرِ شصت سالہ کنیم

---

[1] تا [3] درین ہر سہ غزلیات محذوف است

وز بہ خارِ شرابِ آتشِ خام     ورقِ چہرہ پُر ز ژالہ کنیم

ہمچو خسرو بہ نام مے خواراں

ملکِ دیوان بہ خوں قبالہ کنیم

۱۴۳۱ ب

ہر شب از شوق جامہ پارہ کنیم     عاشقم عاشقم چہ چارہ کنم؟

گر بر آید مہ از گریبانش     دامن از گریہ پُر ستارہ کنم

از درونم بروں نہ خواہد رفت     گرچہ صد جائے سینہ پارہ کنم

خوںؔ شد ایں دل نگر ز بہرِ جفات     دلِ دیگر ز سنگ خارہ کنم

جرعۂ گر بیابم از لبِ تو     صوفیاں را شراب خوارہ کنم

چند گوئی کہ "صبر کن در ہجر؟"     گر توانم ہزار بارہ کنم

من ہمی میرم و تو آبِ حیات     چوں توانم ز تو کنارہ کنم؟

تو کنی جور بر دلِ خسرو

من چو بیگانگاں نظارہ کنم

۱۴۳۲

چوںؔ شکرزاں دو لعل تر بکنم     دل نہ خواہم کہ از شکر بکنم

لبِ تو آبِ زندگانی را     طرفۂ خوں شود اگر بکنم

تا بسوزم در آتشِ غمِ تو     گوشۂ ہر دم از جگر بکنم

گر نہ باشد امیدِ دیدنِ تو     دیدۂ خویش را ز سر بکنم

پیشِ رویت در آتش اندازم     گل کہ از باغ تازہ تر بکنم

نہ کنم دل ز حسرت او ہر شب     جاں ز عشقِ تو تا سحر بکنم

بر مکن چشمِ مردمے از من     کہ نیارم ز تو نظر بکنم

---

لہ درین بیت محذوف است     ٰلہ درین غزل محذوف است

جاں کند خسرو از لبت ہر دم
خندہ اے زن کہ بیشتر بکنم ت

۱۴۳۳

جانِ من از غمت چناں شدہ ام　　کہ ز غم خوارگی بہ جاں شدہ ام
غمِ جاں بود بیش ازیں وکنوں　　بکشم خویش را براں شدہ ام
تا تو مہمانِ من شوی خود را　　از اجل یک شبے ضماں شدہ ام
پندت اے نیک خواہ می شنوم　　من کہ خود بندِ مردماں شدہ ام
کوہِ دردم ترا گنہ چہ کنم؟　　کہ اگر بر دلت گراں شدہ ام
گر سگانِ تو التفات کنند　　دور ازاں روے استخواں شدہ ام

خوار منگر کہ خسروم آخر
کہ غلامِ تو رایگاں شدہ ام

۱۴۳۴

گر درِ[1] وصل را کشاد دہیم　　دیدہ را مژدۂ مراد دہیم
پا نہادی بہ خاک ودل دادیم　　جانِ ہمت براں نژاد دہیم
دی برفتی و خواستم جاں را　　کہ نوید برو فتاد دہیم
وعدہ کردی وفا نہ فرمودی　　ور فراموش گشت یاد دہیم

صبر را گر عناں بہ دست آریم
اشک را یک دم ایستاد دہیم

۱۴۳۵

تیغ بر[2] کش کہ تاز سر برہیم　　تیر بکشاے کز نظر برہیم
آشکارا مکش کہ تا بارے　　ہم ز مرہم ز درد سر برہیم
خشم کن تا بمیرم اندر حال　　از تو وز خویشتن دگر برہیم
آخرم جرعہ اے بہ بخش از لب　　تا ازیں عقلِ حیلہ گر برہیم

---

[1] درین غزل محذوف است　　[2] درین غزل محذوف است

گفتی ام "خوش بزی و عشق مباز" — زنده از دستِ تو اگر برہیم
وه کہ شب در میاں کنم نہ روم — از تو روزے کہ اے پسر برہیم
غمِ خسرو بگویمت کہ اگر
از رفیقانِ بے ہنر برہیم

۱۴۳۶

گلِ[1] دل تازه گردد از دمِ خم — دلِ گل زنده گردد از نمِ خم
روح پاک است چشمِ عیسیٰ جام — و رشکِ لعل است خون مریمِ خم
تا شوی محرمِ حریمِ حرم — غوطہ اے خور بہ آبِ زمزمِ خم
در شبستانِ مے پرستاں کش — شاہدِ جام را ز طارمِ خم
خیز تا صبح دم فرو شوئیم — گلِ روئیں قدح بہ شبنمِ خم
دادِ عیش از ربیع بستانیم — بہ طلوعِ مہِ محرمِ خم
جانِ خسرو مگر بہ وقتِ صبوح
ہمچو ساغر بر آمد از غمِ خم

۱۴۳۷

ایں توئی یا بہ خواب می بینم — یا بہ شب آفتاب می بینم
در دلِ خویشتن خیالِ لبت — نمکے بر کباب می بینم
یک شب از خویشتن مکن دورم — کہ ز ہجراں عذاب می بینم
رازِ دل چوں نہاں کنم از اشک — ہمہ بر روئے آب می بینم
با کہ گویم غمِ تو کز غمِ تو؟ — ہمہ عالم خراب می بینم
مگر امروز کز پیِ عمرے — نرگست را بہ خواب می بینم
جانِ خسرو مرو شتاب مکن
عمرِ خود در شتاب می بینم

---

[1] درن غزل محذوف است

غ

۱۴۳۸

روییت اے نازنیں کہ می بینم — جاں ستاند چنیں کہ می بینم

گفتی "از رویم آرزوئے تو چیست؟" — "آرزویم ہمیں کہ می بینم"

دیدنت مردنی ست ہر روزم — نہ زیم من چنیں کہ می بینم

نتواں رنج عشق او بشنید — من بیچارہ بیں کہ می بینم

بہر روئے تو دوست می دارم — ہر گل و یاسمیں کہ می بینم

لب نمودی بہ بخش جاں شیریں — ہم از آں انگبیں کہ می بینم

یا خود از بہر جاں خسرو راست

ایں ہمہ خشم و کیں کہ می بینم

۱۴۳۹

دوش[1] می رفت و آہ می کردم — در پے او نگاہ می کردم

ہر دم از خونِ دیدہ در پے او — قاصدے رو بہ راہ می کردم

شب ہمہ شب زدودِ سینۂ خویش — سرمہ در چشمِ ماہ می کردم

ناوکِ غمزہ در دلم می زد — منِ دل خستہ آہ می کردم

خونِ دل تا بہ روز می خوردم — نالہ تا صبح گاہ می کردم

گریہ می کردم و بہ حالتِ خویش — خندہ ہم گاہ گاہ می کردم

آفتابے بہ صبح باز آمد — کانتظارش نگاہ می کردم

یافتم عاقبت ہمے کو را — طلبش سال و ماہ می کردم

بعد ازیں وقتِ توبہ شد خسرو

بیش ازیں گر گناہ می کردم

۱۴۴۰

دل[2] بہ زلفت سپردم و رفتم — در بہ زنجیر کردم و رفتم

---

[1] درن غزل محذوف است — [2] درن غزل محذوف است

در شبِ وصل مانْد نم بیمار | روزِ ہجراں شمردم و رفتم
ہیچ ہیچے داختم زِ بہر مویش | ہمہ از دل ببردم و رفتم
چوں غمت جملہ قسمتِ من شد | غمِ تو جملہ خوردم و رفتم
چند گوئی کہ "رو بمیر از غم" | تو ہماں داں کہ مُردم و رفتم
گر ترا بود زحمتے از من | زحمتِ خویش بردم و رفتم

جانِ خسرو کہ کس قبول نہ کرد
ہم بہ خدمت سپردم و رفتم

۱۴۴۱

دل زہجر تو در کہ پیوندم؟ | دل زحسرت کجا کند بندم؟
بس کہ دل می دری و می دوزی | یک دل ست و ہزار پیوندم؟
پیش ازینم دلے و دردے بود | دل شد اکنوں بہ درد خرسندم
بہ یکے دل غمِ تو نتواں خورد | بو کہ زلفت دہد دلے چندم؟
روئے من زعفراں شد وزیں روئے | خیرہ بر روئے خود ہمی خندم
ہر دم از تند بادِ سینۂ خویش | صبر از شاخ و بیخ برکندم
پند کم دہ مرا کز آں بگذشت | کہ نصیحت کند خردمندم

بعد ازیں دل بہ نیکواں نہ دہم
خسرو ار جاں دہد خداوندم

۱۴۴۲

من[۱] اگر دوستت ہمی دارم | کشش اکنوں برائے ایں کارم
من خود از ہجر مردہ ام لیکن | خویشتن را بدو نہ می آرم
لافِ یاری نہ می زنم ہرچند | با تو در خویشتن نہ می آرم
در نشانِ ستارگانِ سپہر | ہمہ شب تا بہ روز بیدارم

---

لہ درین غزل محذوف است | لہ درین غزل محذوف است

می دہم جاں بہ یادِ گیسویت شب بدیں یاد زندہ می دارم

نستانی تو جانِ خسرو لیک
گر بگوئی بہ غمزہ نسپارم

۱۴۴۳

اے وجودِ تو دیدۂ جانم[1] جسمِ پیدا و جانِ پنہانم
بس کہ سوئے تو می روم بخیال سوئے خود باز رہ نمی دانم
گر کرشمہ کنی و گاہے ناز من بدیں گونہ زیست نتوانم
حسرت از جانِ من بروں نرود جانِ من گر بروں رود جانم
تا ترا دیدم و نہ دادم جان واللہ از زیستن پشیمانم
چوں جوئے درد لت نمی گردد آسیائے تہی چہ گردانم؟
پندم اے دوست می نہفتم ازانک تو ز شہرے من از بیابانم

ایں چنیں با خیالِ یار بہ من
خسروم یا خیالِ جانانم

۱۴۴۴

سحرگہ کہ[2] بیدار گردیدہ بودم صبوحی دو سہ بادہ نوشیدہ بودم
شدم بامداداں بہ انساں کہ دل را کنم خوش کہ محمود ترز ولیدہ بودم
بتم ناگہ آمد بہ پیش و ز دستم فرو ریخت ہر گل کہ بر چیدہ بودم
بدیدم رخش را و دیوانہ گشتم من ایں روز را پیش ازیں دیدہ بودم
بخندید بر حالِ من خلقِ عالم کہ داند کہ من بر کہ خندیدہ بودم؟
مرنج ار درآویختم با تو جانا کہ دیوانہ و مست و شوریدہ بودم
نگارا چہ خوش آشنا ہا کہ کردی؟ ہر آبے کہ از دیدہ باریدہ بودم
مرا فتنہ بودی وزاں چشم بودی ترا بندم بودم وزیں دیدہ بودم

---

[1] درن غزل محذوف است
[2] درن غزل محذوف است

زغم ہائے خسرو شدم آزمودہ
کہ من عشق بازیت ورزیدہ بودم

۱۴۴۵ ت

من از دستِ دل دوش دیوانہ بودم — ہمہ شب در افسون و افسانہ بودم
غمش بود و من گم شدم در دلِ خود — کہ ہمراہِ غوغے بہ ویرانہ بودم
ز دل شعلہائے شوق می زد بہ یادش — بر آں شعلۂ شوق پروانہ بودم
بہ مسجد رود صبح ہر کس بہ مذہب — من نامسلماں بہ بت خانہ بودم
دل و جان و با خیالش یکے شد — ہمیں من در آں جمع بیگانہ بودم
دریغا خیالش بہ سیری نہ دیدم — کہ شوریدہ و مست و دیوانہ بودم
خرابیٔ خسرو نہ گفتم بہ رویش
کہ بے ہوش از آں شکلِ مستانہ بودم

۱۴۴۶

من آں[1] ترک طناز را می شناسم — من آں شوخِ بدساز را می شناسم
مبینید تا می توانید در روے — کہ من آں سرانداز را می شناسم
نہ بینم بہ سویش ز بیمِ دو چشمش — کہ آں ہر دو غماز را می شناسم
شم تازہ شد جاں بہ دشنامِ مستے — تو بودی من آواز را می شناسم
زمن پرس ذوق سخنہائے خسرو
کہ من آں رہ و ساز را می شناسم

۱۴۴۷

ز عشقت[2] من خستہ جاں می خراشم — چگونہ زِ ہر دیدہ خونے نہ پاشم
بہ یک جرعہ اے ساقیا جلہ زہدم — کزیں بیشتر می نیرزد قماشم
سر گنجِ شاہاں نہ دارم مرا بس — رُخِ خوب رویاں وجہِ معاشم
بہ میخانہ ہا بس کہ دیوانہ گشتم — مراد تو گیرد چو زود دور باشم

---

[1] ۵ درن غزل محذوف است — [2] ۵ درن غزل محذوف است

چو بر سر کله شد سفالِ شرابم  ز سر خود سزد گر سفالے تراشم
زہے سرخ روئی خسروؔ کہ خوش خوئے
بہ سنگِ درِ میکدہ رد فراشم

۱۴۴۸
گذشت آں کہ من صبر و دیں داشتم  تو گوئی نہ آں و نہ ایں داشتم
ہمی رفت وبا بوس زہرہ نہ بود  ہم از دردِ او بر زمیں داشتم
نہ دیدم درآں بایۂ زندگی  کہ من مردنِ خود یقیں داشتم
رقیبش ز ننگم نہ گشت ار نہ من  سر و تیغ در آستیں داشتم
بہ یادش ز خورشید می سوختم  ہمیں سایۂ ہمنشیں داشتم
ہنوز از گمانِ صبوریم ز آنک  نہ ماند آں کہ من بیش ازیں داشتم
فتادم بہ چاہِ زنخ گرچہ من
چو خسروؔ دلے دور بیں داشتم

۱۴۴۹
چو نامۂ تو در نامہ اے دیدہ ام  بہ نامت کہ بر دیدہ مالیدہ ام
بہ یادِ زمیں بوسِ درگاہِ تو  سراپائے آں نامہ بوسیدہ ام
ز نامِ تو آں نامۂ نامدار  سر بندگی بر نہ پیچیدہ ام
جز ایں یک ہنر نیست مکتوب را  وگر نیست بالے من ایں دیدہ ام
کہ آنہا کہ در روئے او خواندہ ام  جوابے از او باز نشنیدہ ام
قلم چوں سر یک زبانیش نیست  ازآں نا تراشیدہ ببریدہ ام
ولے ایں کہ بنہاد سر بر خطم  از او راستی را پسندیدہ ام
زبانم چو یارائے نطقش نہ ماند  زبانِ نے بر تراشیدہ ام
بیا اے دبیر ار نہ داری مداد  سیاہی بروں آور از دیدہ ام

---

لہ درن غزل محذوف است

سخن ہائے بگزیدہ بنویس وگوے　ق　"گدائے مفلس دیار بگزیدہ ام
چو زلفِ تو شوریدہ شد حالِ من　بہ بختائے برحال شوریدہ ام
سیہ کردہ ام نامہ از دودِ دل　سیہ روُ تر از خاک کن دیدہ ام
چو خسرو درایں رقعہ از سوزِ دل
بہ نئے آتشیں تیز پوشیدہ ام"

۱۴۵۰
ت
بیا تا[۱] بے گل وصہبا نہ باشیم　کہ گل باشد بسے وُ ما نہ باشیم
زگل نازک تریم و چند گاہے　بہ جز زیرِ گل و خارا نہ باشیم
بیا یارا وُ با ما باش امروز　چو می دانی کہ ما فردا نہ باشیم
چو تنہا بودے باید ہماں بہ　کہ با ہم صحبتاں تنہا نہ باشیم
چو نگذارند یک جا دوستاں را　چرا با دوستاں یک جا نہ باشیم ؟
چو زیرِ پائے می باید شدن خاک　چرا چوں خاک زیرِ پا نہ باشیم ؟
چو بودن نیست خسرو جز دو روزے
دو روزے نیز بگذر تا نہ باشیم

۱۴۵۱
غ
بحل کن[۲] آں ہمہ خوں ہا کہ در غمت خوردم　کہ عمرے از دل وجاں شکر ایں کرم کردم
حدیثِ وصل نہ گویم کہ گفتہ شد روزے　زبختِ بد چہ لگدہا کہ بر جگر خوردم
ہر دم و نہ دہم درد خود برون زیراک　کجاست دل کہ شناسد حلاوتِ دردم ؟
جہاں خوش ست جفایت کہ گر تو تیر زنی　قبول اگر نہ کنم من بہ دیدہ نا مردم
چہ کارم آید اگر خاکِ کوئے تو نہ شود　تنے کہ از پئے ایں سالہا تش پروردم
شبے کہ گرد سر کوئے تو توانم گشت　بہ عشقِ گردِ سرِ خود ہزار می گردم

---

[۱] و [۲] مطابق نسخۂ ن

گریست خوں بہ جفائے تو خسرو اصد شکر
کہ سرخ کرد بہ گاہِ وفا رُخِ زردم

ت

۱۴۵۲

رُخ زرد روئے[له] من ست ز چشمِ ستم کرم ‌‌ ‌ ‌ ورنہ کہ پائے آں کہ من اندر تو بنگرم
من دانم و دلے کہ شدست آبِ خونِ او ‌ ‌ ‌ ‌ کز دستِ چشمِ خویش چو خونابہ می خورم
در جستنِ شگوفہ روئے تو شد بیرِ دل ‌ ‌ ‌ ‌ بادے کہ از جوانی خود بود در سرم
دل چوں چراغ سوختہ شد ز آتشِ فراق ‌ ‌ ‌ ‌ از شامِ غم ہنوز بہ تاریکی اندرم
سودائے خاکِ پائے تو تا در سرِ من ست ‌ ‌ ‌ ‌ سر در کلاہِ سبزِ فلک در نیاورم

من مُردم ولیک نگر کز فراقِ تو
گوئی کہ از نگارش شاپور دخترم

و

۱۴۵۳

دوستاں[له] دردِ دل سنگِ گراں ست تنم ‌ ‌ ‌ ‌ چہ کنم تا زرہ ایں سنگ بہ یک سو فگنم؟
بلبلِ جاں بہ ہوائے چمنِ خویش بسوخت ‌ ‌ ‌ ‌ کے بود کے قفسِ تنگ بہم بر شکنم؟
شاہبازم کہ شکارم بُود از عالمِ دل ‌ ‌ ‌ ‌ تا کیم زیں دلِ مردار نہ زاغ و زغنم
آبِ خوش خوردنم از عقل بہتر نہ شود ‌ ‌ ‌ ‌ وقت مے خوش کر کند بے خبر از خویشتنم
مستم از عقل، لبِ خویش کن اے دوست چنانک ‌ ‌ ‌ ‌ خویشتن را بہ قیامت نہ شناسم کہ منم
منِ دُردی کشِ دیرینہ چو میرم سرمست ‌ ‌ ‌ ‌ بہ مے ام شوئے و زنانے ہم از دکن کفنم
مگسیم و بہ خُمِ بادہ در افتادہ چو من ‌ ‌ ‌ ‌ بہ کرانے نہ رسم، چند پر و بال زنم

ساقیا غرقہ بہ مے کن قدحے خسرو را
چند باشد ز بتاں غرقہ خونابہ تنم؟

و

۱۴۵۴

گر ہمہ روزے[له] بہ تو نو آشنائی ہا کنم ‌ ‌ ‌ ‌ ہر چہ باید خواہم و بخت آزمائی ہا کنم
او چو شاہ از گوشہ ہائے چشم بیند سوئے من ‌ ‌ ‌ ‌ من ازاں لبہا بہ صد منت گدائی ہا کنم

---

[له] تا [له] ہر سہ مطابق نسخۂ ن

اے خوش آں وقتے کہ او خوش خوش ورد در خواب من — پیش چشم و زلف او شرح جدائی ہا کنم
از شراب عشق سیل آمد مصلایم ببرد — گر شوم ہشیار ازیں مے پارسائی ہا کنم
از در او مست بیروں آیم و در پیش خلق — چوں گدایان توانگر خود نمائی ہا کنم
در شبے در کنج تاریکم ستد در پیش او — خویش را زندہ بسوزم روشنائی ہا کنم
بندگی را خط نویسم بر رخ از خون جگر — وز دو دیدہ ہم بر و ثبت گوائی ہا کنم
گر طفیل پاسباناں بینم اندر کوئے تو — با سگان آں سر کو آشنائی ہا کنم

یک غزل گر بشنود آں مہ بہ گوش خود ز من
ہمچو خسرو پیش خلقے خود ستائی ہا کنم

۱۴۵۵ — غ

چوں ز تو مے[1] نتوانم کہ شکیبا باشم — چہ غمت دارد بگذار کہ رسوا باشم
در فراق تو کہ داند کہ کجا خاک شوم؟ — بخت آں کو کہ من اندر تہ آں پا باشم؟
شب نہ دانم ز پئے دیدن او چوں گذرد؟ — بس کہ تا روز در اندیشۂ فردا باشم
اے خوش آں دم کہ برانی بہ گلویم شمشیر — من دراں فرصت سویت بہ تماشا باشم
تا بہ جز من نہ خورد کس غم تو بیشترے — از پئے خوردن غم ہائے تو تنہا باشم
رشکم آید کہ سگاں بر سر کویت گردند — گر بفرمائے من نیز ہم آں جا باشم
وعدہ خواہم و در بند وفا نیز نیم — غرض آں ست کہ بالئے بہ تقاضا باشم
از سرم در گذراں خواب خوشت خوش بادا[2] — عاشقم من ہمہ شب در غم و سودا باشم

حجت بندگی من خط یار است از انک
خسروم من کہ غلام خط زیبا باشم

۱۴۵۶ — د

ز شفقت خواستم از جان و یک دم با تو ننشستم — بریدم از جہاں بہر تو و با تو نہ پیوستم
تو دل را بر دو گرہ بستی و گفتی "خون تو ریزم" — من ایں فال مبارک را درون دل گرہ بستم

---

[1] مطابق نسخۂ ن   [2] مطابق نسخۂ ن

نه دارم حسرت آں کز شب روانِ زلفِ تو لافم     ولیکن ایں قدر دانم کہ در کویت سگے ہستم

چو ارزاں نیست آں دولت کہ پیشت بار یابد کس     مرا ایں دولت ارزانی کہ بر خاکِ درت بستم

چو در دل شستی و جاں ایں سخن گفت و بروں آمد     "مبارک باد خصمِ خانہ را منزل کہ من جستم"

برِ بالائے ہمچو تیر کز بنشست پہلو یم     مرا تیرے ست در پہلو چو پہلوئے تو بنشستم

بہ غمزہ عاشقے را کش کہ او را زندہ می دانی     کہ من از دولتِ ہجرت ز ننگِ زیستن رستم

گلہ می کرد خسرو "کز جفا بشکستیم"، گفتی

"چہ شد کردم سفالِ خرد در نعلِ تو بشکستم"

۱۴۵۷     د

عاشق شدم[1] با یارِ بد عہد وفا کردم     زاں شوخ جفا دیدم ہر چند وفا کردم

یا رب چہ شد آں[2] پُر فن دل را کہ ستد از من     من ہوش کرا دادم من صبر کجا کردم؟

مطرب غزلے تر زد، دردِ کہنم نو شد     معذور بُدم جاناں گر جامہ قبا کردم

یک چند ز ہر سودا باز آمدہ بود ایں دل     ناگاہ ترا دیدم بر خویش بلا کردم

بر ہر صنمے رفتم، در ہر پسرے دیدم     نشست کسے در دل چندانش کہ جا کردم

تا بار دگر خسرو دل بر پسراں ننہد

در کشمکشِ عشقت نیکوش سزا کردم

۱۴۵۸     ت

ہر نیم شب نہفتہ (بہ) بہ کوئے تو رہ کنم     واں گاہ در رُخِ تو بہ دزدی نگہ کنم

روزے دو دیدہ چار نہ شد با تو وہ کہ چند     در چار سوئے راہِ تو در دیدہ رہ کنم

شطرنجِ عشق باز کہ ما بہرِ نرد تو     خود را بہ مات گاہ رسانیم و شہ کنم

رندانِ مفلسیم کہ گر دسترس بود     خمارِ مئے سبیل بہ ہر کوئے وُرہ کنم

گفتی کہ "پُر دہم دو سہ گر خسرو اخوری"

دریائے مئے بیار مبادا کہ نہ کنم

---

[1] مطابق نسخۂ ن     [2] مطابق نسخۂ ن

۱۴۵۹ غ

رفتیم ما و[1] دل به یکے کو گذاشتیم | جانِ خراب نیز بہ یک سو گذاشتیم
مائیم وراہِ دور بہ ما باز کے رسید | جان و دلے کہ بر سرِ آں کو گذاشتیم
بگذاشتیم روئے عزیزے کہ سالہا | عمرِ عزیز خویش برآں رو گذاشتیم
آں بخت کو کہ بوسہ زنیم باز | آں گردنے کہ از خمِ بازو گذاشتیم
آں دل آں زمانہ سرِ موئے جدا نہ بود | آویختہ بہ حلقۂ آں مو گذاشتیم
ہر بار گفتہ ای "کہ ز پہلوئے من برو" | رفتیم اینک از تو و پہلو گذاشتیم

زیں پس دفائے عمر نہ خواہیم خسروا
چوں روئے دوستانِ دفا جو گذاشتیم

۱۴۶۰ غ

زیں پس[2] سرِ آں نیست کہ من زہد فروشم | ساقی قدحے دہ کہ بہ روئے تو بنوشم
جائے کہ نیز زد بہ جوے دینِ دُرستم | ایں توبۂ صد جائے شکستہ چہ فروشم؟
بس پیرِ خرابات کہ ہر دم بہ شفاعت | تا باز کشادند درِ میکدہ دوشم
اکنوں کہ سرم شد بہ درِ میکدہ پامال | چوں بیم دہد محتسب از مالشِ گوشم
بود ستم ز ہوش و دلم اندیشۂ تیمار | المنۃ للہ کہ نہ دل ماند، نہ ہوشم
رفت آں کہ مصلّی بہ کتف داشتم اکنوں | باز بچۂ گبرِ مغ بچگاں شد سر و دوشم
پوشید بسے خدمتِ بُت کردم و زیں پس | زنار ہوس می کندم از تو چہ پوشم؟

چوں باز نیامد ز بت و بتکدہ خسرو
اصلاحِ مزاجِ سگِ دیوانہ چہ کوشم؟

۱۴۶۱ غ

گر من بہ کمندِ[3] تو گرفتار نہ باشم | افتادہ دریں سایۂ دیوار نہ باشم
آخر ز تو چیزے ست دریں سینہ وگرنہ | چندیں بہ سرِ کوئے تو بیدار نہ باشم

---

[1] مطابق نسخۂ ن [2] مطابق نسخۂ ن [3] مطابق نسخۂ ن

زنجیر کشایم بہ برد زلفِ تو گر من — نو بردۂ آں غمزۂ خوں خوار نہ باشم
خوں نا خورم و شکر تو گویم کہ ازیں مئے — یک لحظہ ز اقبالِ تو ہشیار نہ باشم
خوش وقت دلے کو بود آزاد کہ بارے — من می نہ توانم کہ گرفتار نہ باشم
چوں خاصِ خیالت شدم اے جان و خرد دور — آں بہ کہ کنوں پہلوئے اغیار نہ باشم

گویند کہ "خسرو مگری" وائے کہ چندیں
بیروں نہ تراود اگر افگار نہ باشم

۱۴۶۲ — و

چوں دولتِ[1] آں نیست کہ پہلوئے تو باشم — کم زاں کہ فتادہ بہ سرِ کوئے تو باشم
کشتن چو ترا خوئے شد اکنوں من و ایں درد — یک روز مگر راتبۂ خوئے تو باشم
ہر صبح بہ قبلہ ہمہ خلق و منِ بد کیش — افتادہ در اندیشۂ ابروئے تو باشم
روز از ہوسِ قدِ تو گشتم بہ چمن ہا — شب نیز در اندیشۂ گیسوئے تو باشم
خورشید بہ آید خبرم نبود و مہ نیز — بس گرد دلِ پُر خوں بہ غمِ روئے تو باشم
بنواز بہ یک ناوکم اے ترک کہ بارے — من نیز طفیلی خورِ آہوئے تو باشم
آں دم کہ تو در کشتنِ من دست برآری — خلقے ہمہ سوئے من و من سوئے تو باشم
نایم بدر از منتِ دشنامِ تو ہرگز — با آں کہ ہمہ عمر دعا گوئے تو باشم

ایں ست بہارِ دلِ خسرو کہ چو غنچہ
صد پارہ جگر از ہوسِ روئے تو باشم

۱۴۶۳ — ب

عشقت نصیبِ[2] من ہمہ غم داد و درد ہم — ہوش و قرارِ من نہ شد و خواب و خورد ہم
دردا کہ آہِ گرم بہ تنہائیم بسوخت — تنہا نہ آہ گرم کہ دم ہائے سرد ہم
عشاق را کسے کہ جفا گفت عیب کرد — دید آں چہ گفت و یاد کند آں چہ کرد ہم
جرمم کہ از وفاست بہ بخشائے و عفو کن — اینک شفیعِ خونِ دل و روئے زرد ہم

---

۱؎ مطابق نسخۂ ن — ۲؎ مطابق نسخۂ ن

اشکم رواں بہ سوئے تو آورد چوں کنم؟     ایں خاک روزیم بدو ایں خواب و خورد ہم

آں جا کہ پائے خود نہی از ناز بر زمیں     خاکِ درت ز دیدہ دریغ ست و گرد ہم

بر جانِ خود نہم ہمہ دردِ تو بہر آنک     درمانِ تو بہ کس نہ رسد بلکہ درد ہم

تا مرد نیست مردِ تحمل بہ راہِ عشق     نامرد را چہ زہرہ و یارا کہ مرد ہم

خسرو دریں رہ از سرِ مردانگیت نیست
با دردِ عشق جفت شو از خویش خورد ہم

۱۴۶۴

ماہے رود[۱] و من ہمہ شب خواب نہ دانم     وہ ایں چہ حیات ست کہ من می گذرانم

گفتی کہ "چسانی، زغمم باز نہ گوئی"؟     من با تو چہ گویم چہ نہ دانم کہ چسانم؟

یک شب ز رخِ خویش چراغیم کرم کن     تا قصۂ اندوہِ تو آرم پیشِ تو خوانم

بو دست گمانم کہ ز دستت نہ برم جاں     جاوید بزی تو کہ یقیں گشت گمانم

پرسی کہ "بگو حالِ خود" اے دوست چہ پرسی؟     آں بہ کہ من ایں قصہ بہ گوشت نہ رسانم

نے زانِ منی تو چہ برم رشک ز اغیار؟     بیہودہ مگس از شکرستان کہ رانم؟

تا چند دہی دردِ سر اے اہلِ نصیحت     من خود ز دلِ سوختۂ خویش بہ جانم

زاں گونہ کہ ماندی تو دریں سینہ ہم اکنوں     مانی تو دریں سینہ و من بندہ نہ مانم

گویند کہ "خسرو تو شوی خاک بہ کویش"
ناچار چو رفتن بہ درش می نہ توانم

۱۴۶۵

دریاب[۲] کہ من طاقتِ ہجرِ تو ندارم     شبتاب کہ افتاد بہ جاں بہرِ تو کارم

از من تو کراں کردی و خوں ماند بہ چشمم     گوہر ز برم رفتہ و دریا بہ کنارم

ہر روز دمِ سرد، مگر بادِ خزانم     ہر لحظہ ز نم اشک، مگر ابرِ بہارم

ہر شب ز پئے طالعِ بد تا بہ سحرگاہ     قطرہ ز مژہ بارم و سیارہ شمارم

---

۱ مطابق نسخۂ ن     ۲ مطابق نسخۂ ن

آں دل کہ زِ من بستہ ای بہرِ خدا را | بسپار بہ من تا بہ خدایت بسپارم
گر صد ستم از بہرِ تو بر روئے من آید | آرم ہمہ بر خویش و بہ روئے تو نیارم

ہشدار دلِ خسرو اگر زلفِ تو گیرد
تا نالۂ شب گیر بہ رُویت نہ گمارم

۱۴۶۶ غ

ابر می بارد[1] و من یارِ سفری بندم | چشم می گرید و من از تو نظر می بندم
چشم گریاں بہ لبش داشتہ یعنی در راہ | بر سرِ آبِ رواں پل ز شکر می بندم
بہر بستن بہ دگر چیز ہمی آرم دست | وز تحیّر بہ غلط چیزِ دگر می بندم
گفتی "اے دوست کہ بر بند بہ موئے دلِ خویش" | حال این ست کہ می بینی اگر می بندم
در تو می دیدم و چوں آمد چشم بربست | بنگر از چشمِ خود اے دیدہ چہ بر می بندم؟

نمکے بخش بہ خسرو کہ برائے توشہ
خوں بروں می کشم از دیدہ جگر می بندم

۱۴۶۷ د

بر درِ تو ز[2] دشمناں گر چہ کہ صد جفا کشم | دوستیم حرام باد ار زِ تو پائے وا کشم
غنچۂ دل ز نازکی نشگفدم بسانِ گل | صبح دمے کہ نالہا بوئے تو از صبا کشم
طعنہ زنی تو از جفا من بہ تبرک و رضا | تحفۂ بادشاہ را پیشِ دلِ گدا کشم
شرم ز دیدہ نایدم کوئے تو دیدہ واں گہے | خاکِ درت گذاشتہ زحمتِ توتیا کشم
وائے کہ خونم آب شد چند ز دیدہ خوں خورم؟ | آہ کہ سوخت جانِ من چند ز دل بلا کشم؟
ہر شبم از خیالِ تو دل زدہ ہر زماں زماں | من بہ چنیں عقوبتے تا بہ سحر کجا کشم
گشت فراق و کافرم وہ کہ بہ ناز زندہ کن | پیشِ چناں لبے دہن منتِ جاں چرا کشم؟
من بہ درِ تو کردہ خوں می کشدت ز در جہاں | نا شدہ سر ہنوز خاک از تو چگونہ پا کشم؟

---

[1] مطابق نسخۂ ن
[2] مطابق نسخۂ ن

بخت ستیزه کار من این همه تاخت بر سرم
خسرو مستمند را چند به ماجرا کشم؟

۱۴۶۸ [۱]

مرا بین کاندرین حالت سروسامان نمی خواهم
نهانی خنده ای همراز لب و زندان نمی خواهم

به غمزه زاهدان را کش به ناوک مصلحان را زن
که من خون پلید خود بر آن دامان نمی خواهم

سر لبهات گردم سبزه شان آغاز شد آن گه
وگر زین بگذرد من زیستن چندان نمی خواهم

به رؤیت آرزومندم مدارا زمن دریغ آخر
که بت می جویم ای کافر تو ایمان نمی خواهم

مراکش ای نکوخواه و دعای بد مکن او را
که من این را ز دل می خواهم و از جان نمی خواهم

برو ای عهد مستوری، در آ ای دور بدنامی
که من دیوانهٔ عشقم سروسامان نمی خواهم

ز دست بیدلی خسرو به جان آمد اگر بخشی
ولی می خواهم از تو لیک آبادان نمی خواهم

۱۴۶۹ [۲]

از آن لب می وزد بوی و بوی خوناب است این
بیا تا تر کنم لب را اگر بوی شراب است این

ز مستی چشم نکشائی و تیرت بی خطا بر جان
چه ای کشته شد آخر چه می گوئی صواب است این؟

نه خفتم از غمت شبها و امروزت که می بینم
ز تن جان می رود و برون نمی دانم چه خواب است این

فراموشم شد مرا خورشید از شب های بی پایان
ترا می بینم و اندر گمانم کافتاب است این

مزن طعنه که عاشق نیستی چون خون نمی گریی
که خون بوده ست آخر بیش ازین امروز آب است این

ز سوزم خواب شب بوی در آمد مست من گفتا
"در این خانه جگر می سوزد و بوی کباب است این"

شبی زلفش گرفتم گفت "هم زینت در آویزم"
بره ای دزد جان شکرانه ای مشکین طناب است این

رقیبا تیغ می رانی و در جان می کنی رخنه
تو این را زخم می گوئی و ما را فتح باب است این

تو ای ساقی که هر دم می دهی خونابه ای ما را
به خسرو می چه می بدهی که خود مست و خراب است این

---

۱؎ مطابق نسخهٔ ن    ۲؎ در ن غزل محذوف است

۱۴۷۰

غبارِ مشک[1] می خیزد نه دانم تا چه باد است این؟ سوادِ مست می آید فسا داست و فسا داست این

به زلفش صد دلِ مظلوم در فریاد می بینم نه دانم رشتهٔ ظلم است یا زنجیرِ داد است این

همه کس را ز یادِ دوستان در دل نشاط آید مرا جان می رود بیرون ندانم تا چه یاد است این؟

ببین عارا به گریه ریخت مردم دیده در پایت که از خونِ دلش پرورد طفلِ خانه زاد است این

دلا در مانده گشتی از خیالِ من هم از اول کرا ورا جائے می دادی نمی گفتم "فسا داست این"

به امیدِ سلامے رفت روزِ عمر در کویش
شبت خوش خسروا بگزر که وقتِ خیر باد است این

۱۴۷۱

همی گفتی که می گفتند "اندر حسن فرد است این" بتِ خانه نشین است این نه ماهِ خانه گرد است این

نگویم چشم و غمزه ست این که بهرِ جانِ من داری که پیکانِ شکار است آن و شمشیرِ نبرد است این

لبت گه گه به خندیدی به روے زعفران رنگم چه شد آخر که اکنون هم همان رخسار زرد است این؟

خوشم با آبِ چشمِ خویش تا گفتی که "غم می خور" ولیکن هم تو می دانی که ناخوش آب خورد است این

هر آن[2] خاکے که می ریزد به شرط از دیده به پذیرم ولے شرطے که گویندم که از کوئے تو گرد است این

به شوخی می زنی سنگم گل است این بر رخِ عاشق
گلِ مُرداں مزن بر روئے خسرو چون که مرد است این

۱۴۷۲ ت

شب است این وه چه بے پایان و یا خود زلفِ یار است این مه است این پیشِ چشمم یا خیالِ آن نگار است این

رسید موسمِ نوروز و هر کس در گلستانے جهان در چشمِ من زندان چه ایامِ بهار است این

چه آیم در چمن اے باغبان گل که هست آن جا به دیده می نمایم دل به من گوید که "خار است این"

سیه شد روزِ من از غم پریشان روزگارم هم نه روز آسائشم باشد نه شب چون روزگار است این؟

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین بیت ذیل زائد است ۵

مرا دردے ست اندر جاں که هم با جاں رود بیروں ※ دگر دردِ آن که همدردے نیابم وه چه درد است این

غمِ ہجرم کہ می سوزد رہا کن تا ہمی سوزم | کہ از نا مہربانی چوں ببینی یادگار ست ایں
غبار آورد چشمم ز انتظار و باد ہم روزے | غبار نا رد از کویش کہ مزدِ انتظار ست ایں
بہ غم خوردن[1] موافق نہ شوندم دوستاں ہردم | ندارم من روا زیراں نقلِ خوشگوار ست ایں

مرا افسوس می آید ز تیرش بر دلِ خسرو
سگش ہم ننگرد زیں سو کہ بس لاغر شکار ست ایں

۱۴۷۳ غ

درآ اے شاخِ گل خنداں و مجلس را گلستاں کن | بگفتِ تلخ چوں مے عاشقاں را مست و غلطاں کن
ازاں زلفِ پریشاں نامزد کن باد را در کس | بہ عہدت خوابِ خوش دارد ہمہ خوابش پریشاں کن
مگو "پیراہنِ یبانی کہ آمد چیست بر یوسف" | تو ہم بشناس خود را و یکے سر در گریباں کن
فراواں بت پرستیدم بہ محرابِ نماز اکنوں | بہ محرابِ دو ابروئے خودم از سر مسلماں کن
پس[2] از مردن منہ تابوتم اندر گوشۂ مسجد | ببر آں ہیمہ را در کار آتش گاہ گبراں کن
منہ بر آئینہ آں روئے وہ گرمی نہی بارے | بسوز ایں جانِ کم بختِ مرا خاکستر آں کن
چو نتواں بوئے تو بشنید از وے می درم جامہ | چرا بیہودہ گوئیدت کہ "گل در مشک پنہاں کن"
گہ جاں دادن ست[3] شربت دیدار می خواہم | اگرچہ بر تو دشوار ست بارے بر من آساں کن
بروں آ چوں سوادِ دیدہ اے ابر سیہ داں کہ | بہ سر گرما سایہ اے بالائے آں سرو خراماں کن
طبیبا در دمِ من دارد نہفتہ در دلم کارے | تو درد ے را کہ بیکار ست رو تدبیر درماں کن
نثارِ[4] تست چوں جاں ہائے مشتاقانِ تو بارے | نثارِ دیگراں چیند نے خود غارتِ جاں کن
ندارم خوابِ من از آستانت بو کہ خواب آید | بیا آں خاک را ہم خوابہ آں چشم گریاں کن

---

[1] درین بیت ذیل زائد است ؎

مرا گویند بیکاراں چہ کار ست ایں کہ تو داری | ز دل پرسید ایں من ہم نمی دانم چہ کار ست ایں؟

[2] درین بیت محذوف است — [3] درین بیت محذوف است

بنائے عشقِ جاناں نو شُدا ندر سینۂ خسرو
بناہائے کہن از کارگاہِ غمزہ ویراں کن

۱۴۷۴

بہار آمد و نے سرو و گلستاں چوں تواں کردن | کہ بے یارانِ خود حیف است گشتِ بوستاں کردن
گسستہ سلک صحبت دوستانم باز و من زندہ | بدیں خواری نہ از راہست یادِ دوستاں کردن
مرا گوئی "فراموشش کن و آزاد شو از غم" | مسلماناں چنیں روئے فرامش چوں تواں کردن؟
بگوئید آں مسافر را کہ صد پارہ شدہ جانم | کم از یک نامہ اے کز وے تواں پیوندِ جاں کردن
بہ فتراکِ تو دل بندم مرا چوں نیست آں پنجہ | کہ بتواند ترا دستِ شفاعت در عناں کردن
کجا اند آں ہمہ مرغاں کہ رفتند از چمن یارب | نہ دانستند، پندارید یادِ آشیاں کردن

بیا تا شکرِ غم گوئیم خسرو بعد ازیں چوں ما
نہ دانستیم در ایامِ شادی شکرِ آں کردن

۱۴۷۵

زہے رسمِ بنا گوشت گل اندر سبزہ پروردن | حرامت بادہ بے یاراں مے اندر ساغر آوردن
لطافت گوئیم آں یا حسن یا خود آدمی کشتن | شمائل خوانم آں یا شکل یا خود مردم آزردن
چہ روسیت آں تعالے اللہ کہ نتواں زیستن بے او | چہ شکل است آں نمی دانم کہ نتواں پیشِ او مردن؟
گہے از رخ فشاندن گرد و گرد در دامن افگندن | گہے بر روے بردن دست و گرد آستیں کردن
اگر گویم کہ "دارم بر لبت کاسے بہ جای لب" | روا باشد چنیں در کار یا دنداں فرو بردن
خوش است آں لب گزیدن گاہِ شورانگیزیِ خندہ | اگر چہ نیست از معہود حلوا با نمک خوردن

مپرور خسروا در دل خیالِ خوبرویاں را
نہ شاید دشمنِ خود را بہ خونِ خویش پروردن

۱۴۷۶

مرا قامت چو چوگاں ست و سر چوں گوے سرگرداں | بیا اے ترکِ چوگانے بدیں سرگشتہ در گرداں
ہمہ شب جانِ من گرداں ست گرد اگردِ رخسارت | بداں گونہ کہ باشد گردِ گل بادِ سحر گرداں

---

۱؎ درن غزل محذوف است
۲؎ درن غزل محذوف است

سرت گردم زمانے گوش کن بر نالہ ہائے من — گرت دردِ سرے باشد مرا بر گردِ سر گرداں

زغم شب تا سحر جاں می کنم بردار زلف از رخ — اگر مردن نہ باشد زود بارے بے خبر گرداں

چہ منعم می کنی زاہد ازیں روئے و بدیں دیدن — تواں گفتن مسلماں را کہ روے از قبلہ بر گرداں

شبے اے آفتابِ حسن در مہتاب گشتے کن — در و دیوار را از سایۂ خود جانور گرداں

بروں آ از در و دیوانہ گرداں ہوشیاراں را

ولیکن خسروِ دیوانہ را دیوانہ تر گرداں

۱۴۷۷

شبے با ما خیالِ[1] خویشتن را میہماں گرداں — ز باغِ عارضِ خود مجلسم را بوستاں گرداں

بہ زیبائی و رعنائی بروں آ یک رہ از خانہ — ز رخ بنما گلستان و ز قد سروِ رواں گرداں

ہوس دارم از آں نرگس نگاہے سوئے من بنگر — چو چشمِ ناتوانِ خود مرا ہم ناتواں گرداں

خدا را چند سوزم ز آتشِ بے مہری آں مہ؟ — بدہ صبرے مرا یا با من او را مہرباں گرداں

غمِ عشق تو دارد پایمالم تا شوم کشتہ — تو ہم با او جفا را بہرِ قتلم ہم عناں گرداں

چہ پنہاں می شوی بنمائے روئے خویش خلقے را

چو خسرو ہر طرف از عشقِ خود بے خانماں گرداں

۱۴۷۸

وصیت می کنم[2] گر بشنود ابرو کمانِ من — پس از مردن نشانِ تیر سازد استخوانِ من

زبانِ او ست ترکی گوے و من ترکی نمی دانم — چہ خوش بودے اگر بودے زبانش در دہانِ من

بشکرِ نسبتِ لعلِ لبِ جاں پرورش کردم — بروں کن از پسِ سر گر غلط کردم زبانِ من

اگر با ما سخن گوئی ز روئے مرحمت می گو — منم فرہاد سرگرداں توئی شیریں زبانِ من

چناں از عشق می سوزد تنم در زیرِ پیراہن — کہ از بیرونِ پیراہن نماید استخوانِ من

مرادِ خسروِ بے دل برآور یک زماں بنشیں

کہ رحمے بر دلت آید ز فریاد و فغانِ من

---

۱؎ درین غزل محذوف است　　۲؎ درین غزل محذوف است

۱۴۷۹

دارم روزنے[1] از رؤیت بجز حیرت گزیدن — چہ سود از دیدنِ بستاں چو نتواں میوہ‌اے چیدن؟

گر دزدیدنِ جاں می‌نہ خواہی چیست از شوخی؟ — بہ ہنگامِ خرامش خویش را صد جائے دزدیدن

بے کو عاشقِ شمعے بود خیزد چو پروانہ — کہ بر آتش پریروئی بود چوں دود لرزیدن

جگر خارائے پیکاں غمزۂ خوباں روائے رعنا — کہ تا آرد نازنیں طاقتِ ناخن پشت خاریدن

مرنج از جورِ یار ار عاشقی، خسرو کہ بہ بود

مزاجِ نیکواں دانستن و بر خویش پوشیدن

۱۴۸۰

مخند از دردِ من جانانہ بر بازیست آہِ من[2] — دروں تا آتشے نبود نہ خیزد دود از روزن

گناہے جز وفاداری من اندر خود نمی بینم — ندانم تا کہ فرمودت کہ "دل از دوستاں برکن"

اگر از نازِ خوں ریزی حلالت کردم اے بدخو — وگر از دوست جاں خواہی، رضائے خواہم اے دشمن

مرا در باغ می‌خوانی مگر آگہ نہ ای از خود — رہا کن تا ترا بینم چہ جائے لالہ و نسرین

الا اے ساقیِ مستاں طفیلِ جرعۂ رنداں — شرابے گر نمی ارزم سفالے بر سرم بشکن

ببر از من ہمہ اسبابِ ہستی جز وفائے خود — کہ آں در خاک خواہد رفت وراں بوئے تو با من

---

[1] در ن چہار بیت ذیل زائد است ہ

زکاتِ آں لبت بر جانِ من یک خندہ ضائع کن — کہ ایں دیوانہ زاں لب ہا ہمی ارزد بہ خندیدن

لب و چشم بر شکند از پئے خاکِ درت باہم — کہ ایں در گردنِ سر مست و آں در بندِ بوسیدن

شبے گفتم کہ "سوزِ من نہ بینی گہ گہے" گفتا — کہ "باشد خس نہ بہرِ سوختن نے از پئے دیدن"

کسے کو جاں نہ بازد عشقِ او بازیست با جاناں — نہ شاید خود پرستاں را طریقِ عشق ورزیدن

[2] در ن دو بیت ذیل زائد است ہ

ز جامہ گرچہ جاں پارہ کنم کے با ورم داری؟ — ترا کا سیبِ خاری، ہیچ کہ نگرفت در دامن

رقیبا گردنش با زنگیاں را بر نمی تابد — تو از خونِ مسلماناں گراں باری مکن گردن

برفت از یادِ خسرو زادو بوم کہنہ در کویش
چو مرغے در قفس ماند فراموش گردد ش مسکن

ت

۱۴۸۱

با چوں تو چہے یک شب گر خواب تواں کردن | بہر خوشی عمرے اسباب تواں کردن
گر پائے ترا وقتے از گریہ تو شستن | از بہر چنیں کارے خوناب تواں کردن
آں طرہ بہ یک سو نہ وز گوشہ مہِ تاباں | شبہائے سیاہم را مہتاب تواں کردن
گر غمزۂ تو جوید تا گرد بہ خوں ریزے | صد خضر و مسیحا را قصاب تواں کردن
بیداری من بودست از رنج فراق امشب | چنداں کہ بہ آسائش دہ خواب تواں کردن
زاہد کہ ترا بیند گر قبلہ بہ دل خواہد | از طاقِ دو ابرویت محراب تواں کردن

آں خوں کہ ز روئے تو گہ گاہ چکد بر لب
کام دلِ خسرو را جلاب تواں کردن

۱۴۸۲

گیسوئے ترا نسبت[1] با شب نہ تواں کردن | وز ماہِ جمالت را غبغب نہ تواں کردن
جاں عزم سفر دارد بردار ز رخ پردہ | منزل گہِ مہ عمداً عقرب نہ تواں کردن
تو ظلم کنی بر من، من بندہ دعا گویم | یا رب چہ کنم کایں جا یا رب نہ تواں کردن
گیرم کہ تو پیکاں را بیکار نہ می خواہی | خوں ریختنِ خلقے مذہب نہ تواں کردن
کودک شدی و جانم بازیچۂ خود کردی | ور خود ز تنِ من شد مرکب نہ تواں کردن
شربت ز لبت خواہم ویں بیہدہ گوئی را | بہر دلِ گرمِ خود در تب نہ تواں کردن
حلوائے لبِ خود نہ اندر دہنم تا خود | از غایتِ شیرینی در لب نہ تواں کردن

خسرو بہ جہاں اندر از بہرِ تو می باشد
ورنہ بہ چنیں جائے یک شب نہ تواں کردن

۱۴۸۳

یوسف چو رخت[2] ماہے در خواب ندیدہ ست ایں | خورشید چناں زلفے در تاب ندیدہ ست ایں

---

[1] دریں غزل محذوف است [2] دریں غزل محذوف است

دو چشم چو بادامِ مست در خواب بود دایم | بادام چناں چشمے در خواب نہ دیدہ ست ایں
محرابِ دو ابرویت طاق ست دریں عالم | طاقے کہ چناں ہرگز محراب نہ دیدہ ست ایں
بوئے کہ دہد زلفت گلزار کجا دارد؟ | خونے کہ خورد لعلت عناب نہ دیدہ ست ایں
بالائے تو گر بیند مہتاب شود سایہ | خود سایۂ بالایت مہتاب نہ دیدہ ست ایں
نقشے کہ رخت دارد در آبِ دو چشم من | یک چشم چناں نقشے در آب نہ دیدہ ست ایں

صد حرف فرو خواندہ ست از دفترِ تو خسرو
بے دائرۂ عشقت یک باب نہ دیدہ ست ایں

۱۴۸۴

مبارک[1] باد ماہِ روزہ داراں | بداں مستی فزائے ہوشیاراں
مدہ اے محتسب تشویشِ چشمش | کہ در خواب خوش نداں پر خماراں
ز گریہ بلبش می سوزیم با آنک | نہ گیرد ہیمہ اے آتش زباراں
رخت در چشمِ مشتاقاں چناں است | کہ شربت در دہانِ روزہ داراں
خورد خونِ من آں کافر ہمہ روز | گوارا باد مے بر بادہ خواراں
غنیمت دار خواب بے غمے را | کہ شب ناخوش بود بر سوگواراں

بیار آں دہ قدح اے ساقی ہوش
کہ بر خسرو نہ بود ایں مے گواراں

۱۴۸۵

خمار و خواب[2] و چشم کافرش بیں | شکنج و پیچشِ زلفِ ترش بیں
دلِ پاکان و جانِ پارسایاں | ہلاکِ غمزہ ہائے ساحرش بیں
چو غوغائے مگس در خانۂ شہد | نفیرِ مستمنداں بر درش بیں
بہ جائے آب اگر ساکن نہ دیدی | درونِ پیرہن سیمیں برش بیں
بتا جعدت پر از دل ہاست خواہی | گرہ بکشا بہ ہر مو اندرش بیں

---

[1] درین غزل محذوف است　[2] درین غزل محذوف است

همه شب باده نوشیده ست تا روز | هنوز آں خوابِ مستی در سرش بیں
به دیدم یک رهش دیوانه گشتم | دلم گوید که" بار دیگر ش بیں"
دلم را سوختی و ر باورت نیست | درونم چاک کن خاکسترش بیں
چو گوید خسرو از غم گریۂ چشم
زخاکِ پائے شاہِ کشورش بیں

۱۴۸۶
برآمد[۱] ماہِ عید از اوج گردوں | طرب چوں ماہِ نو شد ہر دم افزوں
بر اوجِ آسماں نو نے ست یا عین | کہ بیروں آمدہ ست از کلک بے چوں
بہ گردش چیست چندیں نقطہ زانجم | اگر یک نقطہ باشد بر سرِ نوں
بہ بین اندر رکوع آں پارۂ نور | ہلالش گوئے خواہے خواہ ذوالنوں
ہمانا حلقۂ گوشِ سپہر ست | چو لیلیٰ ہست در پہلوئے مجنوں
شفق بین و سیاہیٔ شبِ عید | تو پنداری کہ ایں مشک است آں خوں
چنیں ماہِ نو و عیدِ خجستہ | مبارک باد بر ذاتِ ہمایوں
در اوصافِ کمالت نظمِ خسرو
نیامیزد ہمہ سحر ست و افسوں

۱۴۸۷
شبے[۲] بہ خرام و مہ را کار بشکن | رخے بنما و گل را بار بشکن[ت]
ز سر جوشِ دلم بر گیر جامے | خمارِ نرگسِ بیمار بشکن
مخور با مردمانِ عشق بادہ | سفالش بر سرِ اغیار بشکن
صبوحی کردہ از مجلس بروں آئے | بتاں را چاشت گہ بازار بشکن
جہانِ مئے کشی ہر روز بنشیں | یک امروز از پے من کار بشکن

---

[۱] درین غزل محذوف است [۲] درین بیت ذیل زائد است [۳]
سرم نطع ست پائے کوب ائے مست ؎ دماغِ عقلِ دعویٰ دار بشکن

خطِ مشکین یار اے گل نہ سہل ست — ورق کاں جا رسی زنہار بشکن
برآں دامن نہ خواہم خونِ خود نیز — قبا را عطفِ خونیں وار بشکن
دل خسروؔ شکستی وہ کہ گفتست
کہ مہر حقۂ اسرار بشکن

۱۴۸۸

خوش آمد[1] با تو اَم دیدار کردن — نظر در روئے چوں گلنار کردن
کشیدن بادہ بر روئے تو واں گاہ — تماشائے گل و گلزار کردن
چہ خوش باشد ترا از خوابِ مستی — بہ زخمِ بوسہ ہا بیدار کردن
زمن در پیشِ تو کارے نیاید — بہ جز نظارۂ دیدار کردن
نیارم از لبت دل را جدا کرد — کہ نتواں خوں زخوں بیزار کردن
بہ جرمِ عشق اگر خونم بریزند — نہ خواہم ہرگز استغفار کردن
بہ شمشیرے نہ گردم منکر از عشق — ز تو کشتن زمن اقرار کردن
مگو خسروؔ کہ ایں ہا گفتنی نیست
نہ می شاید سخن بسیار کردن

۱۴۸۹

برآں روئے کہ نتواں مے گرفتن — ترش بر روئے ما تا کے گرفتن
حلالش باد خونم آں چناں کوست — جفایت چوں تواں بر وے گرفتن
صبا[2] بستاں کبابِ نیم سوزم — بہ دستش دہ بہ جائے مے گرفتن
کجا افتادہ ای زاہد زما دور — نہ شاید مفلساں را پے گرفتن
چنیں کز غمزۂ شوخت اماں یافت — نہ خواہد فتنہ روم و رے گرفتن
ترا ہم مست شوقے لیک فرق ست — بتا از سوختن تا خوئے گرفتن

---

[1] درن غزل محذوف است　　[2] درن بیت محذوف است.

زتو درخان و ماں سوزی اشارت
زخسرو آتش اندر نے گرفتن

۱۴۹۰

نه بے[1] یادت برآیت یک دم ازمن — نه بے رویت جدا گردد غم ازمن
بزن بر جانم آں زخمے که دانی — به شرطِ آں که گوئی مرہم ازمن
دلم را خوں تو می ریزی و ترسم — که خواہی خوں بہائے دل ہم ازمن
مرا از ہر که دیدی بیش کشتی — مگر کس را نه می بینی کم ازمن
اگر آہے برآرم از دلِ تنگ — به تنگ آیند خلقِ عالم ازمن
کجا کارم بہ عالم راست گردد؟
که برگشتی چو زلفِ پُرخم ازمن

۱۴۹۱

روزے[2] که بہ عالم است شب داں — برسیدنِ کرم رازِ تب داں
زشکالِ زمانه نورِ ہر کار — خورشید به عقدهٔ ذنب داں
لافیدنِ سفله باشد از مال — بر جیفه کلاه بر شعب داں
درفاقه بود فروغِ تقوی — پیرایه گرِ چراغِ شب داں
بر اشکِ حریص عارفاں را — صد خنده ذخیرهٔ زیرِ لب داں
نقب افگنِ حرصِ تو زدیں ست — مه پرده درندهٔ قصب داں
از خسرو پندِ تلخ سودست
بپذیر و ملیله راالحب داں

غ

۱۴۹۲

از ہجو توئی برید نتواں — بر تو دگرے گزید نتواں
تا چند کشم جفایت آخر؟ — محنت ہمه عمر دید نتواں
زیں بیش من و جورِ عشق و تسلیم — کز آمده سر کشید نتواں

---

[1] درن غزل محذوف است
[2] درن غزل محذوف است

غم سینہ بسوخت چوں تواں کرد؟ | خود پردۂ خود درید نتواں
یارانِ عزیز پند گویند | گویند ولے شنید نتواں
من کز پے خوارِیم چہ تدبیر؟ | عزّت بہ درم خرید نتواں
بے یاریٔ بخت کامِ دل نیست | بے پر بہ ہوا پرید نتواں
ایوانِ مراد بس بلند ست | آں جا بہ ہوس رسید نتواں

ایں شربتِ عاشقی ست خسروؔ
بے خونِ جگر چشید نتواں

۱۴۹۳ ب

اے میر ہمہ شکّر فروشاں | توبہ شکنِ صلاح کوشاں
عشاق ز دست چوں تو ساقی | خونابہ بہ جائے بادہ نوشاں
در میکدۂ عمرت سفالے | نرخِ ہمہ معرفت فروشاں
یک خرقہ زُخت دُرست نگذاشت | در صومعۂ کبود پوشاں
از پردہ چو گل دمے بروں آئے | باوے ہمہ نیکواں فروشاں
خوش وقت تو، کاگہی نہ داری | از آتشِ سینہ ہائے جوشاں
بیدار نہ گشت نرگسِ مست | از نالۂ بلبلِ خروشاں

از تو سخنے بہ ہر ولایت
خسروؔ بہ ولایتِ خموشاں

۱۴۹۴ ت

زیں خوش پسران و شکل ایشاں | بیگانہ شدم ز جملہ خویشاں
خوبانِ ہمہ شہر و یک دلِ من | بے چارہ دلم بہ دستِ ایشاں
باما سر راستی نہ دارند | ایں کج کلہانِ مو پریشاں

---

له درین بیت ذیل زائد است ۵
درکاوشِ کنہ خوبیٔ تو ؛؛ کند ست خیالِ تیز ہوشاں

کشتند بہ تیغ غمزہ مارا — این سخت دلانِ سست کیشاں
جانا مگذر نمک فشاناں — بر سوختگاں و سینہ ریشاں
اے مرہم نیکواں فدایت — لیکن دل و جانِ من فداشاں
گر خوں ریزی زصد چو خسروؔ
باگرگ چہ دم زنند میشاں

۱۴۹۵ و

اے آرزوئے امّید واراں — اے مرہمِ دردِ دل فگاراں
از دشمنی آں چہ بود کردی — اے دوست چنیں کنند یاراں؟
تا سایۂ زلف تو بدیدم — دیوانہ شدم چو سایہ داراں
افگند تنِ چو موئے باریک — در زیرِ گلیمِ سوگواراں
می گریم بر غریبیٔ خویش — چوں ابر بہ موسمِ بہاراں
گر شرح دہم غمِ تو صد سال — یک قصّہ نہ گویم از ہزاراں
آں ہا کہ تو می کنی بریں دل — از دل نہ شود بہ روزگاراں
با ایں ہمہ چشم بر سرِ راہ — می دارم چوں امّید واراں
تا کے گذری بہ سوئے خسروؔ؟
چوں بر سرِ کشتِ خشک باراں

۱۴۹۶ غ

سرمست رود چو در گلستاں — پامال کند جمالِ بُتاں
من نالہ کناں زغم ہمہ شب — او خفتہ بہ ناز در شبستاں
یارب کہ از آں خدائے ناترس — انصافِ منِ شکستہ بستاں
اے چشمِ ترا بہ کشتنِ من — یک غمزہ و صد ہزار دستاں
ہم مستی و ہم خوشی ہمہ وقت — خوش بادہمیشہ وقتِ مستاں
فریاد ز بلبلاں بر آمد — مخرام بہ ناز در گلستاں

داغے کہ فراق بر دلم کرد | بہ شگاف و ببیں ہنوز ہست آں

شد کشتہ بہ دستِ جور خسرو
آخر نگہے بہ زیرِ دستاں

۱۴۹۷
تا از برِ[1] تو جدا شدم من | یا رب کہ غمت چہ کرد با من؟
از دیدنِ تو ز دست رفتم | اے کاش نہ دیدمے ترا من
سیماب شدی وُ از خیالت | در خویش گم ام چو کیمیا من
رفت آں کہ بہ یک دگر رسیدیم | من بعد کجا تو وُ کجا من
گیرم بہ غمم رہا کنی تو | ہرگز غمِ تو رہا کنم من
گر زندہ بمانم اندریں غم | جز مرگ نہ خواہم از خدا من

کس نیست بدیں ستم گرفتار
یا خسروِ دل شکستہ یا من

۱۴۹۸
جانا گذرے[2] بہ بوستاں کن | بادہ خور و رخ چو ارغواں کن
جاں ہا کہ گراں ست نزرخِ ایشاں | یک بار بخند و رائیگاں کن
از غمزہ روانہ کن خدنگے | یک جانِ مرا ہزار جاں کن
گر می کشیم ز کس چہ پرسی؟ | چیزے کہ ترا خوش آید آں کن

زن در دلِ خسرو آتش اما
خود را ز میانہ بر کراں کن

۱۴۹۹
ب
یک دم فراموشتم[3] نہ ای گرچہ نیاری یادِ من | انصاف حسنت می دہم باآں کہ ندہی دادِ من

---

[1] دریں غزل محذوف است | [2] دریں غزل محذوف است

[3] دریں بیت ذیل زائد است ؎

من می نہ گفتم کاں جواں یکے وز خواہد برد جاں | دیدی چہ حب زد نا گہاں ایں صبر بے بنیادِ من

گفتم که "نزدِ من نشیں مگذار زارم ایں چنیں | تو نازکی، و نازنیں تنگ آئی از فریادِ من"
هر ساعت از مژگانِ خود خونِ دلم پیش او فتد | زیں زار ماند بختِ بد ایں ست پیش افتادِ من
شب مونسم پروین بود در روزم از خوں بالین بود | پیوسته گر غم ایں بود مسکیں دلِ ناشادِ من
جاں می شود از تن جدا، هیچ ار گذر افتد ترا | بوے بیاری اے صبا زاں سوسنِ آزادِ من
اے دل در آں زلفِ دوتا می باش تسلیمِ بلا | کاساں نه خواهد شد رها از دام ایں صیادِ من

فریادِ خسرو هیچ گر اندر دلش نگرفت ره
گرچه کند در سنگِ[۱] ره ایں ناله و فریادِ من

۱۵۰۰ ت

سودائے خوباں کم نه شد زیں جانِ غم فرسودِ من | هستی همه کردم زیاں ایں بود زلفیاں سودِ من
با هر که بنمودم وفا دیدم جفائے عاقبت | شکرے نه گفت از هیچ کس ایں جانِ ناخشنودِ من
من خود ز دستِ هجرِ تو در تلخئ جاں کندنم | ابرو ترش کرده مرو اے ترکِ خشم آلودِ من
بنشیں بر بالینم دمے من خود نه خواهم زیستن | بارے به بینم روئے تو کافی ست خود مقصودِ من
زیں آهِ درد انگیزِ من بگریست چشمِ خلق خوں | یارب چه بودے چشمِ تو گر تر شدے از دودِ من
نالیدنِ یعقوبیم در سنگ می گردد همی | دیوار در رقص آورد ایں نغمهٔ داودِ من
امشب نهانی روئے را بر آستانش سوده ام | اے گریه امروزے مشو ایں روئے خاک آلودِ من

خونابهٔ خسرو چنیں دیده نیفگندی بروں
گر دل نه داری هر دمش اشکِ جگر پالودِ من

۱۵۰۱ ب

ماهے گذشت و شب نه خفت ایں دیدهٔ بیدارِ من | یادے نه کرد از دوستاں یارِ فرامش کارِ من
فریاد شبها ام چنیں کز درد می آرد خبر | بسیار دلها خوں کند ایں ناله هائے زارِ من
زیں بخت بے فرمانِ خود در حیرتِ مرگم دمے | بیروں نیاید چوں کنم ایں جانِ بد کردارِ من

---

[۱] بیت محذوف و به جایش درن بیت ذیل زائد است ؎
از ناله و زاری زباں یک دم نه می آسایدم ٭٭ بیں تا چه خواهد کرد باز ایں آهِ زود از زودِ من

یارا اگرچه از چشمِ نکو دیدن نمی آید مرا        اے دیدۂ بدکور شو، گر ننگری در یارِ من

ہاں اے رقیب ار می کشی ہم برکفش نہ تیغ را        مانا کہ شرمے آیدت از دیدۂ خوں بارِ من

گر تو نیا[1] زاری بگو تا خویش را قرباں کنم        چہ پرسی از آزارِ دل می بیں بجانِ آزارِ من

من[2] خونِ خود کردم بحل زاں گو نکت باید بکش        باشد کہ خشمت کم شود اے کافرِ خوں خوارِ من

گفتی کہ رازِ اندروں سوزے ندارد آں چناں

تو راست می گوئی ولے پیداست از گفتارِ من

ب

۱۵۰۲

ماہِ ہلال ابروئے[3] من عقلِ مرا شیدا مکن        غمزہ زناں زیں سو میا آہنگ جانِ ما مکن

گہ زلف سوئے رخ بری گہ خال پیشِ لب نہی        جاں دارد آخر ہر کسے چندیں بلا یک جا مکن

گر من ز جورِ چشمِ تو کردم شکایت گو نہ اے        زارم بکش لیکن نگو "در روئے من پیدا مکن"

دیرینہ یارانِ من اندر اے بندگو اندوہ و غم        ور بے غمی منزلے رہ زینساں مرا تنہا مکن

گفتی "شوم فردائے ہجراں کشتنت را ساختہ"        امروز مہمانِ توام، تو وعدہ فردا مکن

گر زہد می ورزی دلا پروانہ اے شو نئے مگس        بالائے آتش چرخ زن پرواز بر حلوا مکن

گفتم "ز زلفِ چوں توئی زنار بندم" گفت "رو        در کفر ہم صادق نہ ای زنار را رسوا مکن"

خسروا گر بختت گہے یاری دہد کاں جا رسی

ہم بر زمیں نہ دیدہ و گستاخی آں پا مکن

و

۱۵۰۳

مانا کہ بکشاید دلم بندے ز گیسو باز کن        گم گشتگانِ عشق را پنہاں یکے آواز کن

---

لہ درین بیت محذوف است        سلہ درین بیت محذوف و بجایش بیت ذیل زائد است ــہ

بر جانِ من آخر ہنوز از چیست بر آمد گرہ ※ بس نیست ایں کان لف زد چندیں گرہ در کارِ من

سلہ درین بیت ذیل زائد است ــہ

اے من غلامِ روئے تو گر جور خواہی ور ستم ※ بر بندۂ خود می کنی چوں گویمت "کن یا مکن"

غم هاست در هر دل ز تو هر یک به دیگر چاشنی    ما نیز گرمِ ذوقِ غم با هر یکے انباز کن

گو تا مراد در کوئے تو سوزند پیشِ عاشقاں    بازارِ تو چوں گرم شد پس من بدیده باز کن

گه جاں درون و گه بروں کارم مگر یکتا شود    نالے که اول کرده ای یک بار دیگر ناز کن

پیشِ رقیبِ کافرت درد ادمارا چشمِ تو    گر ذکرِ کشتن می کنی هم ذکرِ آں غماز کن

باز[1] آمد ایں بادِ صبا آورد بوئے از چمن    اے مرغِ جاں بشکن قفس هم سوئے او پرواز کن

بکشاد[2] عشق از دیده خوں نالاں شو اے شخص نگوں    آمد شرابِ تو کنوں چنگِ کهن را ساز کن

چوں[3] زاهدِ ما توبه را بشکست و عاشق شد ترا    خواهی بر و جرعه فشاں خواهیش سنگ انداز کن

گر بت پرستاں را رسد بر تارک از خواری لگد
آغاز آں اے محتسب زیں پیر شاهد باز کن

۱۵۰۴    د

هر مجلسے و ساقیٔ من در خمارِ خویشتن    هر بے دلے آمد به خود من بر قرارِ خویشتن

زیں سوئے جورِ دشمناں زاں سوئے طعنِ دوستاں    خلقے به طعنِ گفتگو عاشق به کارِ خویشتن

اے پندگو هر دم دگر چه آتشم در می زنی    من خود به جاں درمانده ام با روزگارِ خویشتن

جاناں[4] چو خواهی کشتنم در آرزوئے یک سخن    بارے به دشنامی مرا کن شرمسارِ خویشتن

می[5] دانی آخر مردنم عمداً چه می گوئی سخن ؟    درمانده اے را کشته گیر از انتظارِ خویشتن

تو در درونِ جانِ من هر دم در اندوهِ دگر    یارب که چوں پاره کنم جانِ فگارِ خویشتن

برداشتم ره در عدم بگذاشتم دل در برت    گه گه مگر یاد آوری از یادگارِ خویشتن

---

[1] درن بیت محذوف است    [2] درن بیت محذوف است

[3] درن بیت محذوف است و به جایش مقطع ذیل زائد است ؎

خسرو تو در وصے کئے رسی لیکن به کویش کن گذر    در خاک با هر ذره اے بنشیں بیانِ راز کن

[4] درن بیت محذوف است    [5] درن بیت محذوف و به جایش بیت ذیل زائد است ؎

گر در خمارِ آں مئے کز کشتنِ عاشق چه کرد    ایں خونِ خود کردم بحل بشکن خمارِ خویشتن

خود غمزه بر خسرو زنی بر دیگران تہمت نہی
مانا به فتراکِ کساں بندی شکارِ خویشتن

۱۵۰۵ ب

خونے ز چشمم می رود در انتظارِ کیست ایں؟
تیرے بہ جانم می نہد از خارِ خارِ کیست ایں؟

دل کز بتانِ بوالہوس آوردہ بودم باز پس
بارے دگر دزدید کس بنگر کہ کارِ کیست ایں؟

ہر دم بہ خاکے منزلم ہر دم غبارے حاصلم
اے خاک بر فرقِ دلم آخر غبارِ کیست ایں؟

آہنگ سیر آں کینہ کش جاں در رکابش کینہ کش
بر کشتنم دل کردہ خوش مردم شکارِ کیست ایں؟

گل گوں انار انگیختہ گیسو کمند آویختہ
دل خستہ و خوں ریختہ چابک سوارِ کیست ایں؟

بستہ میانے در کمر چوں ریسمانے دُگر
بارے مرا آمد بہ بر تا در کنارِ کیست ایں؟

بر خسرو بے دل زکیں اسپ جفا را کردہ زیں
گر ریزدش خوں در زمیں در زینہارِ کیست ایں؟

۱۵۰۶

آمد بہار اے[۱] یارِ من شگفت گلہا در چمن
شد در نوا ہر بلبلے بر شاخ سرو و نارون

بادِ صبا گل ریز شد ساقی بدہ مے تا شوم
گرا ز خمارِ چشمِ تو مست و گرا ز دُردی ُ و ن

با عارضِ زیبائے تو ما را چہ جائے باغ و گل
با قامتِ رعنائے تو چہ جائے سرو و نارون

چنداں بہ یادِ عارضت بارم ز چشمے دیدہ خوں
تا لالہ ہا یت را دمد سنبل بر اطرافِ چمن

چشمم چو در ہر گوشہ اے سرشار دارد چشم اے
در چشم ارناری گہے بارے بیا در چشمِ من

شادم اگر میرم ز غم بارے ز محنت وا رہم
از ہجرت اے زیبا صنم تا چند باشم ممتحن؟

گاہیم ساز د بے خبر گاہیم نادر در نظر
با عاشقاں آں چشم را بازایں چہ سحر است و فتن؟

داریم باز لفت بتا وقتِ خوش و ایں قصہ را
مکشائے با بادِ صبا وقتِ مرا برہم مزن

---

[۱] درن بیت محذوف و بہ جایش بیت ذیل زائد است ؎

گویند اگر آں خوش پسر آید چہ آری در نظر؟
در چشمِ من چندیں گہر ہر نثارِ کیست ایں؟

[۲] درن غزل محذوف است

از انتظارت دیده ها شد خسرو بے چاره را
اے یوسفِ فرخ لقا بوئے فرست از پیرہن

۱۵۰۷

بالائے تست این پیش من یا سروِ بستانی ست این | چشم من ست این پیش تو یا ابرِ نیسانی ست این
تو می روی و ز ہر کراں غلغلہ و فریاد و فغاں | اے کافرِ نامہرباں آخر مسلمانی ست این
ہر سو کہ می افتد گذر ہر غم کزاں نبود بتر | ہر لحظہ می آید بہ سر ما را چہ پیشانی ست این
ترساں ہمی بودم کہ جاں خوبی ستاند ناگہاں | اے دل کنوں ہشیار ہاں کآں آفتِ جانی ست این
ہر چہ آیدت زیں پیچ روش اے جان محنت کش بکش | بسیار بودے جمع و خوش وقتِ پریشانی ست این
شہرے بکشت آں تند خو زنہار جامے مجو
گستاخ می بینی در و خسرو چہ نادانی ست این

۱۵۰۸

ز اندازہ بگذشت آرزو و طاقت نہ دارم بیش ازیں | دیدم کہ ہجراں چوں بود دیگر نیارم بیش ازیں
دل تشنۂ دیدار تو جاں میہمانِ یک نفس | اے آشنا بر در رماں بیگانہ دارم بیش ازیں
بگذار بوسم پائے تو بس از جہاں محنت برم | ہم جاں تو کاندر جہاں کالائے نہ دارم بیش ازیں
آزردۂ دیرینہ را یک غمزہ زن کاں بہ شود | مرہم نہ می خواہد ز تو جانِ فگارم بیش ازیں
اے ابرِ نیسانی مزن لاف از درِ غلتانِ خود | کز بہرِ ایثارِ رہش در دیدہ دارم بیش ازیں
آرام گیر اے بے وفا یک دم نشیں بر چشمِ تر | زاں رو کہ دیدارِ ترا نبود قرارم بیش ازیں
خسرو چو موید از غمت زندوہِ تو بارِ گراں
آخر مسلمانی منہ بر سینہ بارم بیش ازیں

---

لہ درین بیت ذیل زائد است ؎
مردم بہ جاں جاکر ترا دیو و پری لشکر ترا | نے خوبی ست این مر ترا ملکِ سلیمانی ست این
لہ درین غزل محذوف است

۱۵۰۹ ب

خواہی دلا فردوس جان رخسارِ جانان را ببین | ور بایدت سروِ رواں آں پیرِ خوبان را ببین
اے دل کہ ہستی بیقرار از بہرِ روے آں سوار | از جانت می آید بکار آں شکل جولان را ببین
اے بُت پرستِ ہند و چین گر بایدت بُت بو زنی | چندیں چہ گوئی بُت چنیں آں یک مسلمان را ببین
دی شب کہ می رفتی چو مہ می گفت با من دل بہ[1] | "گر جانت دیدی ہیچ گاہ این جا بیا جان را ببین"
دارم ز تو داغِ کہن ور نیست باور ایں سخن | پیدا دلِ من پارہ کن واں داغ پنہان را ببین
بخرام ہمچوں عاقلاں از بہرِ جانِ غافلاں | درہم ز راہِ بیدلاں زلفِ پریشان را ببین
اے[2] چوں پری در دلبری در حسنِ خود گشتہ بری | خواہی سلیماں بنگری بر تختِ سلطان را ببین

می گوئی ہر دم خسروا سلطاں مبارک را دعا
ور راست خواہی قبلہ را آں قطبِ دوران را ببین

۱۵۱۰

خواب[3] نہ چشمِ من بہ بستہ چشمِ تو لبت خوابِ من | تا نماندہ در تنم زلفِ تو بردہ تابِ من
فتنہ بچشمِ تو بستہ خوابِ مرا بہ عہدِ تو | فتنہ چو خواب کم کند بہر چہ بردہ خوابِ من؟
تشنۂ خونِ فتنہ ام بس کہ بخورد خونِ من | دشمنِ آبِ دیدہ ام بس کہ بریخت آبِ من
دردِ سریت می دہد گریۂ زارِ من بلے | خود ہمہ دردِ سر بود حاصلِ ایں گلابِ من
سوزشِ خود چہ گویمت بس کہ بگفت در دمم | آتشِ دل بصد زباں حالِ دلِ کبابِ من
روزِ من از تو گشت شب در غمِ روشنی خورم | آہِ جہاں فروزِ دل بس بود آفتابِ من
در شبِ ماہتاب اگر سگ ہمہ شب فغاں کند | آں سگِ با فغاں منم روے تو ماہتابِ من
عمر شتاب می کند وقتِ وفاے عہد شد | ہست ز عمرِ بے وفا بیشتر ایں شتابِ من

---

[1] بیت درن محذوف است   [2] درن بیت محذوف و بر جایش بیت ذیل اضافہ است:

گم کردہ جاناں بر درت ہم جان و ہم دل جا کرت | در گیسوے عذرا آور درت ایں را بجو آں را ببین

[3] درن غزل محذوف است

از تو ہمائے کہ فتد سایہ بر آشیانِ ما | چند بہ حیلہ می پرد در وطنِ خرابِ من

دی درِ تو ہمی زدم لب بہ جفا کشا دیم | بخت درِ دگر کشود از پے فتحِ بابِ من

بوسہ سوال کردمت بوسہ زدی بہ زیرِ لب | گر نہ من ابلہم ہمیں بس نہ بود جوابِ من

خسروا از انقلابِ تو گرچہ کہ ماند بے سکوں

ہم ز سکوں بدل شود ایں ہمہ انقلابِ من

۱۵۱۱

آفتِ زہد تو بہ شد ترکِ شرابِ خوارِ من | یار گر او ست کے شود توبہ روز ہدیارِ من

بادۂ ہجر خوردنم رنجِ خمار در تنم | جز ز حلاوتِ لبش نشکند ایں خمارِ من

اے چو توئی نہ خاستہ پہلوئے من نشستیں دمے | تا بنشیند از درون آتشِ انتظارِ من

رغبت اگر نہ می کنم ساقیٔ خونِ خود شوم | مطربِ رائیگانِ تو نالۂ زیر دارِ من

بے تو دو چشم چار شد خاکِ درِ تو سرمہ ام | سرمہ گر از تو بایدم خاک بہرِ چہارِ من

چوں تو سوار بگذری دیدہ گہر نثار کنم | خواہ قبول و خواہ رد نیست جز ایں نثارِ من

بس کہ پُر از غبار شد دل ز تو گر نفس زنم | خاک بہ رویم افگند ایں دلِ پُر غبارِ من

لاغ مکن کہ خسروا دامنِ خود ز من مکش

چوں کہ ز دست من بشد دامنِ اختیارِ من

د

۱۵۱۲

گرچہ ز خوئے نازکت سوختہ گشت جانِ من | سوئے تو می کشد ہنوز ایں دلِ ناتوانِ من

خواب نماند خلق را در ہمہ شہر از غمت | دور شنیدہ می شود در دلِ شب فغانِ من

ہیچ عبارت از درون می نہ پذیرد م سکوں | گرچہ شد آب جملہ خوں در تنِ ناتوانِ من

---

لہ درین غزل محذوف است    ٹہ درین دو بیت ذیل زائد است    سہ

گفتی ام "از چہ ناخوشی رنج تو چیست باز گو؟" | دوریٔ دوستان و بس دور ز دوستانِ من

خشم کناں بیا کہ ما صلح کنیم یک دگر | جان و دلِ من آنِ تو رنج و غمِ تو آنِ من

وہ کہ جورِ چوں توئی نام غبار بر زبان — نیست کسے کہ بفگند خاک بر ایں دہانِ من

گر دہیم بہ جاں اماں نزلِ رہِ تو عمرِ من — ور نکشیم بہ رائیگاں گردِ سرِ تو جانِ من

بس کہ تو شوخ و دلبری گم شود از دل کسے — گرچہ کہ دیگرے برد بر تو بود گمانِ من

دور مکن ز دامنش گردِ من اے صبا از آنک — در رہِ او از ایں ہوس خاک شد استخوانِ من

خونِ دلِ من آب شد از پے روئے شستنش — خواب نہ می رود ہنوز از پے ایں جوانِ من

بگذرد و نیوفتد ہیچ بہ خسروش نظر
پیکِ شتاب می رود ترکِ سبک عنانِ من

۱۵۱۳

تنگِ نبات[۱] چوں بود لب بکشا کہ ہم چنیں — آبِ حیات چوں رود خیز و بیا کہ ہم چنیں

ہر کہ بگویدت کہ "تو دل بہ چہ شکل می بری؟" — از سرِ کوئے ناگہاں مست بر آ کہ ہم چنیں

ہر کہ بگویدت کہ "جاں چون بود اندرونِ تن؟" — یک نفسے بیا نشیں در برِ ما کہ ہم چنیں

ہر کہ بگویدت کہ "گل خندہ چگونہ می زند؟" — غنچۂ شکرینِ خود باز کشا کہ ہم چنیں

ور بہ تو گویم اے پسر "کت بہ کنار چوں کشم؟" — تنگ بہ بند بر میاں بندِ قبا کہ ہم چنیں

لافِ وفا زنی و لے نیست برائے نام را — در تو نشانے از وفا ہم بہ وفا کہ ہم چنیں

ہر کہ نہ خواند ہیچ گہ نامۂ عشق چوں بود
قصۂ حالِ خسروش باز نما کہ ہم چنیں

۱۹۱۴

رفتی و شد[۲] بے تو جانم زار باز آ و ببیں — سینہ اے دارم ز ہجر افگار باز آ و ببیں

بر سرِ راہِ تو زاں بادے کہ از سویت رسید — دیدۂ من پر خس و پر خار باز آ و ببیں

گر بیائی و بہ بینی حالِ من از گفتِ من — بو کہ بزیم جانِ من یک بار باز آ و ببیں

چوں تو رفتی از من و من از خود اکنوں لطف کن — گاہ رفتن آخریں دیدار باز آ و ببیں

---

[۱] درن غزل محذوف است

[۲] درن غزل محذوف است

من نمی گویم "بیا وین شخص چون مویم نگر"    از خمِ گیسوے خود یک بار باز آے و ببیں

گر نہ دیدی سوزشِ مجنون ز درد و داغِ عشق
درد و داغِ خسروِ غمخوار باز آے و ببیں

۱۵۱۵

آخر اے خود بینِ من روزے بہ غمخوارے ببیں    از گرفتارے بپرس و در گرفتارے ببیں

اینک اینک بر سرِ کوے تو زارم می کشند    گر ز کشتن باز نستانیم با زارے ببیں

چون نہ خواہی دید آن خون ریزہاے دیدہ ہا    بارے این ساعت کہ در قتلست بسیارے ببیں

نیست ہمدردے کہ گویم حالِ خود را اے صبا    بلبلے نالندہ تر از من بہ گلزارے ببیں

وصل خاصان راست من زینسان نیم اے بختِ بد    بہرِ من اندازۂ ادبارِ من کارے ببیں

بلبلا امروز من در گلستانم گل مجوے    از جگر برگِ لالہ بر نوکِ ہر خارے ببیں

اے دل آخر می بباید داشتِ پاسِ کارِ خویش
خسروا ار گم شد سگے دیگر بہ بازارے ببیں

و

۱۵۱۶

آن کلاہِ کج بر آن سروِ بلندِ او ببیں    وان شراب آلودہ لبہاے چو قندِ او ببیں

دل در آن زلف ست عذرش مشنو اے بادِ صبا    مو بہ موے او بہ خود پیوند و بندِ او ببیں

اے[۵] کہ می بافیش مو آہستہ تر کن شانہ را    ریشِ دلہا را بہ جعدِ چون کمندِ او ببیں

ہان و ہان اے چشمِ من کاندر کمینِ آن رخے    جانِ من بر آتشِ سینہ سپندِ او ببیں

دل اسیرِ عشق شد اقبالِ بختِ من نگر    سر فداے تیغ شد بختِ بلندِ او ببیں

پیشِ من روزے سوارہ می گذشت آہم بجست    اینک اینک داغ بر رانِ سمندِ او ببیں

جانِ من مخرام غافل پیشِ ہر درماندہ اے    ناگہان آہے ز جانِ مستمندِ او ببیں

---

۵ در ن این بیت محذوف و بیت ذیل زائد است ۔

اے رقیب ار می کشی او دلِ من پارہ کن    داغہاے خنجرِ بیداد مندِ او ببیں

پندِ خسرو شاہد ساقی ست ہاں تا نشنوی
خان وماں ہائے خراب اینک زپندِ او ببیں

۱۵۱۷

صبح[1] دولت می دمد یا خود رخِ جاناں ست ایں | بوئے گل می آید ایں یا بوئے آں بستاں ست ایں
زآبِ چشمِ من گیاہِ مہر می روید مدام | بنگرائے نامہرباں تا چہ عجب باراں ست ایں
جانم از ہجراں بروں رفت ست و[2] می بینم ترا | دل گواہی می دہد با من کہ اینک آں ست ایں
ہر کہ دید آں صفحۂ رخسار خواند "الحمد" و گفت | اللہ اللہ آیتے از رحمتِ یزداں ست ایں
رکنِ حق والائے دیں کاختر بتعظیمِ تمام | پاش می بوسد گہے دستورئ سلطاں ست ایں
دی رسیدہ ارغنونِ عشرتِ شادی بہ دست
داد خسرو را کہ خدمتگار خسرو خاں ست ایں

ب

۱۵۱۸

اے بہ کوئے بر نشاں گہ جائے تنہا ماندگاں | رحمتے بر چشمِ خوں پالائے تنہا ماندگاں
چوں بہ کوئے دوست تنہا پائے را خاکے کند | کز بجز گریہ نہ شوید پائے تنہا ماندگاں
با چنیں شبہا کہ من دارم چہ باشد وہ کہ گر | یادت آید روزنے از شبہائے تنہا ماندگاں
نئے منت گویم ز تو "حالم تو انی گوش کرد" | کاندہِ سخت ست در سودائے تنہا ماندگاں
ماند آہم آفتاب و مہ کہ در شبہائے غم | سایہ باشد مونس شبہائے تنہا ماندگاں
آفتاب[2] چرخ تنہا سوزد و گوید "مسوز" | وائے تنہا ماندگاں اے وائے تنہا ماندگاں
تو غمِ خسرو کجا دانی کہ نشنیدی گہے؟
نالہ و فریاد در دا فزائے تنہا ماندگاں

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین دو بیت ذیل زائد است س

کشتی از تنہا یئم آخر نیامد وقتِ آں | کت گذر باشد بہ محنت جائے تنہا ماندگاں
دردِ تن باشد ولیکن نئے بسانِ دردِ دل | در مثل گردوں رود بالائے تنہا ماندگاں

۱۵۱۹

ت

باش تا مشکت ز برگ یاسمیں آید بروں | بینی از تن چند جانِ نازنیں آید بروں
تیر زہر آلود چشمت قصد جانم می کند | ہمچو زنبورے کہ ناگہ از نگیں آید بروں
ماندہ در زیرِ زمیں خورشید آخر لیک بہوش | تا نگر خورشید از زیرِ زمیں آید بروں
گر لبِ[۱] چوں انگبینت را بہ دنداں بر کنم | خوں از او بیروں نیاید انگبیں آید بروں

نقشِ تو بر دیدۂ خسرو نشست از انتظار
گر نیائی چشمِ من با ہمنشیں آید بروں

۱۵۲۰

دوش[۲] سرمست آں نگارِ نازنیں آمد بروں | ہم چو طاؤسے کہ از خلد بریں آمد بروں
قامتِ زیبا و روئے چوں بہار آراستہ | راستی گوئی کہ سروِ راستیں آمد بروں
او میاں مطلق ندارد ایں کہ می بینیم چیست؟ | تار موئے کز دو زلفِ عنبریں آمد بروں
ناز نینا تا میانِ خویش بنمائی مرا | ز انتظارم دیدۂ باریک بیں آید بروں
چوں سخن می گوئی از روئے تو می گوید سخن | صورتے کز خامۂ نقاشِ چیں آمد بروں

تا بدید انگشترینِ لعلِ تو خسرو نہ دید
دیدہ کو آب از لبِ انگشتریں آمد بروں

۱۵۲۱

ب

نامِ گل بردن بہ پیشت بر زباں آید گراں | دم زدن بے یادِ رویت از دہاں آید گراں
در[۳] تراز وے دل ار سنجم ترا با جانِ خویش | از لطافت تو سبک آئی و جاں آید گراں

---

[۱] درین دو بیت ذیل زائد است ــ

چوں بہ پشتِ زیں نشینی گر نہ دیدستی ببیں | کز میانِ بید سرو راستیں آید بروں
زہرۂ من بس کہ از دستِ جفا ہایت نہ شد | خوں ہمی از چشمۂ چشم انگبیں آید بروں

[۲] درین غزل محذوف است [۳] درین بیت ذیل زائد است ــ

آں گرانی دارم از غم ہا کہ با ایں لاغری ٭ سایۂ او بر زمین و آسماں آید گراں

ابر دیت در سینه ام بشست و می لرزم ز بیم — کیں چنیں تو زی براں زیبا کماں آید گراں
گر بمیرم از غمت رو ئے نہ دارم جز آنک — بر چناں خاکِ عزیزاں استخواں آید گراں
گر خیالت بر دہانم بر زباں نا رم از آنک — منتِ کم همتاں بر میهماں آید گراں
تنگ ناید عاشق ار صد جور از جاناں رسد — گر بریزد ابر کے بر ناوداں آید گراں
گرچہ موئے گشتم از غائے گرانم بر ہمہ — بو العجب موئے کہ بر جملہ جہاں آید گراں
گرچہ پندِ دوستاں تلخ ست اے خسرو نکوست
کز طبیباں کن مکن برنا تواں آید بروں

۱۵۲۲

عافیت را [1] در ہمہ عالم نہ می یابم نشاں — گرچہ می گردم بہ عالم ہم نہ می یابم نشاں
آدمیت را کجا بر تختہ طینت کنم؟ — کآدمی را از بنی آدم نہ می یابم نشاں
مردمی جستن ز ہر نامردمے نامردمی ست — چوں ز مردم در ہمہ عالم نہ می یابم نشاں
طالعم ناخوب وا ز اختر نہ می بینم اثر — سینہ ام مجروح وا ز مرہم نہ می یابم نشاں
دل ز من گم گشت و من از دل براین نطع بلا — از کہ خواہم جستنش کز غم نہ می یابم نشاں
خسروم لیکن چو کے خسرو ز ترکانِ امل
شہر بندِ ظلم از رستم نہ می یابم نشاں

۱۵۲۳

آں کہ فصلِ گل ہمی گویند اینک آمد آں [2] — گل گریباں می درد از خجلتِ نسریں خزاں
شکرستانے ست گوئی باغ از شکر لباں — نیشکر عارے ست گوئی گلشن از غم مرداں
شاہد یا طاعتِ بادہ ست کز وے زندہ ایم — محتسب بگذار تا میرد میانِ مرتداں
ماکیاںِ زہد را اہلِ فسق را خاکِ رہیم — چوں مغانِ معتقد در زیرِ پائے موبداں
بسترِ خاشاک کا سودیم و بر خفتیم مست — بہتر از دیبائے پُر تشویش زریں مرقداں

---

[1] درین غزل محذوف است

[2] درین غزل محذوف است

ہست فرق اندر میانِ دون و عالی ہمتاں ‏ — ‏ خانہ اے از عود و صندل ساخت این او دیگر داں

چوں جدائی خواست بودے دوست دامن بر مچیں ‏ — ‏ قدرِ صحبتہا بدان و قدر گیر از ہجر داں

گر چو جوزائیم یا چوں فرقداں ہم محرم ست ‏ — ‏ زاں کہ ہم جوزا جدا خواہد شدن ہم فرقداں

خسروا چوں ہیچ عاقل را نہ دیدی خوش دلی

خوش دلِ دیوانگاں و عاشقانِ ہجراں

غ

۱۵۲۴

جانِ من از بے دلاں آخر گہے یادے بکن ‏ — ‏ ور بہ انصافے نمی ارزیم بیدادے بکن

شادمانی ماست از حسن و جوانی در سرت ‏ — ‏ شکر آں را یک نظر در حالِ ناشادی بکن

ہر شبے مائیم و تنہائی و زندان و فراق ‏ — ‏ گر توانی از فرامش گشتگاں یادے بکن

گر بہ دولت خانۂ وصلم نہ خوانی اے پسر ‏ — ‏ بارے ایں جا آے و سر در محنت آبادے بکن

امشب ایں ہجرانِ عاشق کش نہ خواہد کشتنم ‏ — ‏ اے مؤذن گر نہ مردی بانگ و فریادے بکن

خاکِ کویت کردم اندر چشمِ تو زیں آب و گل ‏ — ‏ ہم دریں خانہ ز بہرِ خویش بنیادے بکن

اشکِ خسرو را نہاں در کوئے خود راہے بدہ

جوئے شیریں را رواں از خونِ فرہادے بکن

غ

۱۵۲۵

چشم را در ملکِ خوبی شحنۂ بیداد کن ‏ — ‏ غمزۂ خوں خوارہ را بر جادواں استاد کن

زلف بر دستِ صبا نہ تا پریشانش کند ‏ — ‏ خان و مانے را بہ ہر موئے از آں آباد کن

تیغِ عیاری بکش سرہائے مشتاقاں ببر ‏ — ‏ پس طریقِ عشق بازی را ز سر بنیاد کن

اے کہ از حسن و جوانی مست و خواب آلودۂ ‏ — ‏ گاہ گاہ از حالِ بیدارانِ شبہا یاد کن

نالہ را ہر چند می خواہم کہ پنہاں بر کشم ‏ — ‏ سینہ می گوید کہ من تنگ آمدم فریاد کن

دل بہ زلفت بستم ار در بندگی در خورد نیست ‏ — ‏ اے سرت گردم بگرداں گردِ سر آزاد کن

حسرتِ رویت ہلاکم کرد از بہرِ خدا ‏ — ‏ روئے بنما و دلِ درماندۂ را شاد کن

من نسیم زیں ہا کہ خواہم کہ از جنابت سرکشیم　　خواہ فرمانِ ستم فرمائے و خواہی داد کن

ملکِ خوبی را شنیدم سکہ نو زد اے صبا　　اولش جاں خدمتے دہ پس مبارکباد کن

سینۂ من کوہ در دست و بہ ناخن می کنم

آں کہ نامم بود خسرو بعد ازیں فرہاد کن

۱۵۲۶

عاشقاں[51] را گہ گہے از رخ نوائے تازہ کن　　خستگان را گہ گہ از پاسخ جفائے تازہ کن

غمزہ را آشفتہ ساز و خونِ ما بر خاک ریز　　خندہ را بر لب گمار و خوں بہائے تازہ کن

بوسہ اے دزدیدہ خواہم گر نہ بدہی ظاہرا　　وعدہ اے پوشیدہ دہ لب را گوائے تازہ کن

لعلِ تو درمان جان ست و لبم را دردمند　　دردمندِ خویش را آخر دوائے تازہ کن

بے وفائی را دہاں بربستہ ای بکشا دہاں　　یا ز ما خوں ریز یا با ما وفائے تازہ کن

صبح دم بوئے ز زلفِ خود سوئے خسرو فرست

ملکِ افریدون و خاقاں بر گدائے تازہ کن

۱۵۲۷

ترکِ من[52] بر عزمِ رفتن تیر در ترکش مکن　　غمزۂ خوں ریز را بر فتنہ لشکر کش مکن

زاں دل سنگیں چو کردی تیر پیکانِ فترہ　　تا مرا جاں ہست در تن تیر در ترکش مکن

گر نہ داری زاں لبِ شیریں شکر در زیرِ نم　　خندۂ دزدیدہ زاں لبہائے شکروش مکن

پائے کوباں می رود خنگت بر آتش لاخ نہ　　گو برائے جانِ ما را نعل در آتش مکن

چرخ مہ گم کرد و زلفت یافت پنہانش بدار　　ہفت دوران ست سیارِ فلک آشش مکن

پیش رفت ست آبِ چشمِ خسرو از بہرِ وداع

ابر بارانی ست در رہ تنگ بر ابرش مکن

۱۵۲۸

ناز در چشم و کرشمہ در سرِ ابرو مکن　　ور کنی خیر و بلا بالائے نظر ہر سو مکن

---

[51] درین غزل محذوف است　　[52] درین غزل محذوف است

باز می داری ز کشتن نرگسِ بدخواہ را | ایں فسوں گیرانہ می آید بر آں جادو مکن
بوسہ اے دادی و کشتی وہ کہ دیگر گاہ گاہ | درد عاشق را بہ درماں می کنی بدخو مکن
تیغ بر وے زن کہ پیشت لافِ آزادی زند | ما گرفتاریم تندی بر سرِ ابرو مکن
دردِ دل می گویم و با آں کہ خوے نازکت | گر دل ایں جا نیست بارے سوے دیگر رو مکن
تشنۂ خونِ مسلمان ست چشمِ کافرت | گر مسلمانی تو کافر گفتِ آں ہندو مکن
پردۂ عشاقِ تو صد پارہ خواہد شد چو گل | بادہ را گستاخ با آں زلفِ عنبر بو مکن
من کہ از جاں دست شستم دادنِ پندم چہ سود؟ | اے طبیب از ہوشیاری مردہ را دارو مکن

اے کہ چوں خسرو گرفتار ہوائے دل نہ ای
عافیت خواہی نظر اندر رخِ نیکو مکن

۱۵۲۹ ت

بے وفا یارا چنیں ہم بے وفاداری مکن | گر وفائے نیستت بارے جفا کاری مکن
چند گوئی "کز جفا کردن دلت را خوں کنم" | ہر چہ خواہی کن ہمیں از بندہ بیزاری مکن
بر نیفتاد آخر از عالم نشانِ مردمی | شرم دار از مردمان و مردم آزاری مکن
چشم را دل می دہی در کشتنِ ما بے گنہ | کافراں را در قصاصِ مؤمناں یاری مکن
آیتِ حسنی و روئیت ہدیۂ دلہا بس ست | بر لبِ شنگرف فام ایں رنگ نگاری مکن
در خیالش بے ہشم چہ جائے پند ست اے حکیم | خوابِ دیوانہ ست تعبیرے بہ ہشیاری مکن

خسروا با او بہ عزت جاں برابر می نہی
ہم بداں عزت کہ یادِ او بدیں خواری مکن

۱۵۳۰

تا کے اے[1] مہ روے کیں انگیختن؟ | خونِ ما بر خاک عمداً ریختن
تنگ بربستن کمیتِ فتنہ را | در شکارستانِ عشق انگیختن

---

[1] دریں غزل محذوف است

کے روا باشد بہ کوئے عاشقاں؟ دل زما دزدیدن و بگریختن
جاں بہ مہرِ خویش بستن واں گہے کشتۂ خود را بہ زلف آویختن
گشت خسروؔ موئے از خود مگسلش
سہل باشد موئے را انگیختن

۱۵۳۱
خویش[1] را در کوئے بے خویشی فگن تا بہ بینی خویش را بے خویشتن
جرعۂ برخاکِ میخوارں فشاں آتشے در جان ہشیاراں فگن
ہر کہ را دادند مستی در ازل تا ابد گو "خیمہ در میخانہ زن"
مرغ نتواند کہ در بندِ زباں صبح دم چوں غنچہ بکشاید دہن
بادا گر بوئے تو بر خاکم دمد ہمچو گل بر خود بہ دَرّ انم کفن
از تنم جز پیرہن موجود نیست جانِ من جاناں شد و تن پیرہن
آں چناں بدنام و رسوا گشتہ ام کز درِ دیرم رہاند برہمن
جز خیالش در بدن یک موئے نیست وز غمِ او ہست یک مو ہم بدن
معرفت خسروؔ ز پیرِ عشق جوئے
تا سخن مِلکِ تو گردد بے سخن

ت

۱۵۳۲
عمر رفت و نرفت عشق ز سودائے من ترک جاناں نگفت ایں دلِ شیدائے من
بستہ بر جانم کمر پیشِ بتاں چوں کنم خاصیت ایں می دہد طالع جوزائے من
تا بہ خرابات عشق دامنم آلودہ گشت بر سرِ بازارِ عشق ہیچ نہ شد پائے من
پختن سودائے وصل جان و دلم را بسوخت چوں نگرم خام بود ایں ہمہ سودائے من
آئینہ[2] گر روئے تست آہِ دل اے آہِ دل علت اگر عشق تست وائے من اے وائے من

---

[1] درین غزل محذوف است
[2] درین بیت محذوف است

تو[۱] قتالِ منی من به تماشاے تو — بهتر ازین خود نه بود هیچ تمنّاے من

تا[۲] تو به چشم آمدی از پسِ این، هیچ گه — در رُخِ خوباں نه دید چشمِ گهرزاے من

پیش[۳] نیامد مرا شکل گلے پیش چشم — پیش خسے نگذرد برلبِ دریاے من

قصه[۴] بارانِ اشک بیش نه گویم ازانک — درخورِ گوشِ تو نیست لؤلؤے لالاے من

بهر چه می داریم بنده اگر کشتنی ست — رنجه کن آں تیغ را بهرِ تقاضاے من

خسروِ بے دل زشوق بردرِ تو خاک شد
هیچ نه گفتی "کجاست عاشقِ تنهاے من"؟

۱۵۳۳ غ

اے[۵] دل ازآں ها که رفت گر بتوانی مکن — یاد جوانی بلاست بیش تو دانی مکن

قسم خود اے جاں زتن جمله گرفتی کنوں — خانهٔ تو دیگرست خیز و گرانی مکن

اے لب و چشمت بلا غمزهٔ پنهاں مزن — تیغ بزن آشکار داغِ نهانی مکن

چند خراماں روی وه که بترس ازخدا — غارتِ پیرانِ راه بین و جوانی مکن

هرچه بخواهی زجور بر سرِ افتادگاں — می بتوانی ولیک گر بتوانی مکن

نرم ترم زن گره بر سرِ ابروے یار
حالِ دلم دیده ای سخت کمانی مکن

۱۵۳۴

از شبِ گیسوے[۶] تست روشنیٔ روزِ من — از رخِ چوں انجمت روشنیٔ انجمن

تا که شکسته دلم صحبتِ زلفت گزید — صحبتِ دل کرد اثر زلفِ تو شد پرشکن

---

۱ درین بیت محذوف است — ۲ درین بیت محذوف است

۳ درین بیت محذوف است — ۴ ″ ″ ″ ″

۵ درین بیت ذیل زائد است ـــه

اهلِ دل ار بیش ازین کشتهٔ خوباں شدند ٭ باقی ازآنِ تو اند دل نگرانی مکن

۶ درین غزل محذوف است

از سرِ زلفت نه خاست این دلِ گردن زده[۲] — من ز سرش خواستم گردنِ او را بزن

من همه سر می کشم پیشِ تو بے گفت تو — تو همه سر می کشی پیشِ من از گفتِ من

بر رخِ خسرو بماند نقش ز خوبانِ دل

تا دلِ پر خونِ اوست نقشِ رُخت اوطن

۱۵۳۵

اے دل بہ چشمِ عبرت نظارۂ جہاں کن — ظاہر نہاں چہ بینی نظارۂ نہاں کن

پرواز کن بہ ہمت بر پر برا اوجِ عزت — جبریلِ اوج خود شو بر سدرہ آشیاں کن

چشمت چو تند گیری چوں پردہ ہائے دیدہ — بکشای پردۂ دل سرپوش از آں دہاں کن

عمرِ روندہ خواہی پایندہ تا قیامت — زنہار نام نیکو با عمر ہم عناں کن

گر تختِ عاج خواہی خود را بلند منگر — در خاک تست بادے زاں منتِ استخواں کن

ور در صدف چنانی کآرند روے در تو — آئینہ ہائے خود را آئینۂ جہاں کن

خسرو بہ مُلکِ شہرت چندت زبانِ ہرزہ؟

عالم ہمہ گرفتی شمشیر در میاں کن

۱۵۳۶

یک رہ[۱] ز در بروں آ قصدِ ہزار جاں کن — قرباں ہزار چوں من بر چشمِ ناتواں کن

رویت بلاست بنما تا جاں دہند[۲] خلقے — در عہدِ خود ازیں ساں رخ بلاگراں کن

از دیدنِ تو مردم تا بزیم و نہ میرم — در شخص مردۂ من خود را بیار و جاں کن

از نوکِ غمزہ تا کے خونہا کنی دمادم — شہرے بکشتن اکنوں شمشیر در میاں کن

از کوششِ غمِ تو بگسست بند بندم — یک جرعۂ مے ام دہ پیوندِ استخواں کن

از لب چو دیگرانم چوں شکرے بہ بخشی — بارے طفیلِ ایشاں خاکے درایں و آں کن

گر دل بری توانی ور جاں بری ز من ہم

تسلیم تست خسرو خواہ ایں و خواہ آں کن

---

۱ درین غزل محذوف است — ۲ درین غزل محذوف است

۱۵۳۷ و

تا چند کوشی آخر در خون بے گناہاں ؟ | آہستہ تر زمانے اے میرِ کج کلاہاں

چنداں کہ بینم آں رو چشمم نمی شود پُر | چوں دیدنِ گدایاں بر خوانِ پادشاہاں

بے تو دو دیدہ چوں نیست از ہیچ گریہ فارغ | من دادِ خود نیابم ہرگز ازیں گواہاں

من چشم باز کردم خاکِ درِ تو دیدم | چوں کوریم نیاید از سرمۂ سیاہاں

غوغاست پیش رویت از عاشقاں کہ باشد | بازار بردگاں را گرمی بہ چاشت گاہاں

عشاق روسیہ را لازم بود ملامت | چوں لعنتِ ملایک بر نامۂ گناہاں

خسرو بہ زلف و خالش اندوہِ خود چہ گوئی؟
دانی کہ غم نیاید اندر دلِ سیاہاں

۱۵۳۸

اے دور[۱] ماندہ از نظرِ دور ماندگاں | باز آے ہم بہ جان و سرِ دور ماندگاں

عمرم بہ باد رفت و نیامد بہ سوئے من | آں باد کآورد خبرِ دور ماندگاں

مردم ز زندہ داشتنِ شب کہ در فراق | دشوار می رسد سحرِ دور ماندگاں

خلقے بسوزدم کہ رسیدند رفتگاں | ایں ست داغ تازہ ترِ دور ماندگاں

نبود بہ از نظارۂ دیدار رفتہ دیر | ہر تحفہ کآید از سفرِ دور ماندگاں

ہر شب رویم و گریۂ خونِ جگر کنیم | آں جا کہ خود بود گذرِ دور ماندگاں

ہر ساعتم ز خوردنِ غم خواب مردن است | آیا ہمیں ست خواب و خورِ دور ماندگاں

دلہا شود کباب چو خسرو کند نفیر
چوں دور ماندگاں ز برِ دور ماندگاں

۱۵۳۹ غ

اے تیغ برکشیدہ چو مردم کشندگاں | زنجیر خود بہ گردنِ گردن کشندگاں

---

۱ درین غزل محذوف است

از رفتنِ تو مردہ شود زندہ زیرِ خاک　　جانا مرو کہ باز بمردند زندگاں

چون[1] تو یکے نیافت اگر آبِ چشمِ من　　ہر چند گشت گردِ جہاں چون دوندگاں

ہر بامداد بر سرِ راہت روم بہ درد　　بر سمِ حکایتت ہمہ روز از روندگاں

من دانم و کسے کہ چو من طالبِ کسے ست　　کعبہ چہ آگہ ست ز پائے دوندگاں

بادے ست کاتشِ من از آں بیش می شود　　چندیں کہ می دمند بہ گوشم دہندگاں

صبر و قرار جستم و دل گفت "صبر کن"　　تا بر پریدہ اند ز دامِ ایں پرندگاں

بیچارہ خسروؔ ام پئے خوباں بجاں رسید
یارب خلاص بخش مرا زیں کشندگاں

۱۵۴۰　　د

اے بےخبر ز دیدۂ بےخواب عاشقاں　　تا سوختہ دلت زلف و تاب عاشقاں

ذکرِ لب و دہانِ تو تسبیحِ بےدلاں　　نعلِ سمِ سمندِ تو محراب عاشقاں

شب خواب دیدمت بہ برِ خویشتن ولے　　آں بخت کو کہ راست شود خواب عاشقاں

یک شب بہ میہمانیِ خونابۂ من آے　　تا بےخبر شوی ز مے ناب عاشقاں

گفتی "گر کشتنِ تو ہوس دارم آشکار"　　پوشیدہ نیست لطفِ تو در باب عاشقاں

گرچہ درونِ حجرۂ جاناں ست جائے تو　　ہم ایمنی خطا ست ز پرتابِ عاشقاں

مردن ہم رہا نکنی زیرِ پائے خویش　　زیں گونہ ہم بہر رہِ من آبِ عاشقاں

خسروؔ نزار و غمزۂ خوباں کشیدہ تیغ
شرمندہ می شویم ز قصابِ عاشقاں

۱۵۴۱　　غ

اے بادِ بوئے یار بدیں مبتلا رساں　　در چشمِ من ز خاکِ درش توتیا رساں

گر ہیچ از آں طرف گذرے افتدت ز من　　خدمت برا و سلام بگوے و دعا رساں

---

[1] دریں بیت محذوف است

یک تار بہرِ پرسشِ من زاں قبا بکش ‏ تشریف پادشاہ بہ پیشت گدا رساں
آں دل کہ بردہ ای زمن ار نیستت قبول ‏ باز آر و ہم بہ سینۂ ایں مبتلا رساں
گفتی کہ "نالۂ تو بہ یارِ تو می رسد" ‏ آں جا کہ نالہ می رسد آں جام را رساں
از دیدہ غرقِ آب شدم مردمی بکن ‏ ایں آب را نہفتہ بداں آشنا رساں
ما چوں[1] نمی رسیم بداں آرزوے دل ‏ یارب تو آرزوے دلِ ما بہ ما رساں

خسرو کہ از فراق خیالے شد اے صبا
از جانش ذرۂ با وُ بداں دل رُبا رساں

۱۵۴۲ ‏ غ

برداشتن نظر ز نگارے نمی تواں ‏ ور نیز می تواں ز تو بارے نمی تواں
از چوں تو گل مگو کہ کسے آستیں کشد ‏ دامن کشیدن از سرِ خارے نمی تواں
گر در کشید گردنِ خورشید را دوال ‏ جز در رکاب چوں تو نگارے نمی تواں
چوں[2] صید طرہ تو نہ گشت ست آسماں ‏ مر را گرفتن از دمِ مارے نمی تواں
دریا شد از ہوائے لبِ تو کنارِ من ‏ آخر کم از لبِ چو کنارے نمی تواں
با آں کہ در شکنجۂ غم بستہ ماندہ ام ‏ ہم باز ماندہ از تو چو یارے نمی تواں

خسرو ز دور در تو درودے ہمی دہد
چوں بر درت ز دیدہ نثارے نمی تواں

۱۵۴۳ ‏ ب

بشکست عشق یا رب جانم چناں دروں ‏ کز عافیت نماند نشانے در آں دروں
خوناب گشت و کشتہ نمی گردم ہنوز ‏ آں آتشے کہ ہست در ایں استخواں دروں

---

[1] درن بیت ذیل زائد است س
جانے خراب دارم و در دستِ نامِ او ‏ ※ ‏ ایں درد را گرفتہ بہ نزدِ دوا رساں
[2] بیت محذوف است درن

ہر کس زدے زمُردنِ فرہاد داستاں | ما نیز آمدیم در ایں داستاں دروں
یارب کسے بود کہ زبانم بروں کشد | یک دم زنالہ می نہ رود از دہاں دروں
گفتم چو دیدمش کہ بجانش دروں کشم | اورفت بے اجازتِ من خود بجاں دروں
در ہر دلے کہ درنہ رود دلبرے بسوز | آتش بخانہ اش کہ نشد میہماں دروں
خوش وقت آں زماں کہ بود گاہِ مردنم | آں بت درآید از درِ من ناگہاں دروں
مردم بر آستاں و نہ رفتم دروں کنوں | خاکم نگر کہ باد برد آستاں دروں
اے[1] مرغ جاں بخندیکے تا بروں پرد | مرغے کہ بر نشست درایں آشیاں دروں
گفتی کہ "خسروا بدلم جاے کردہ ای"
خشنودم از درم نہ بری یک زماں دروں

۱۵۴۴

دل می بری وُ در خمِ مو می کنی مکن | آزردنِ دلِ ہمہ خوں می کنی مکن
تو جور می کنی وُ من از دیدہ می کشم | ایں شیوہ گرچہ نیک نکو می کنی مکن
خلقے ز بوے تو ہمہ دیوانہ گشت و مست | بالاے تو گل ز بہر چہ بو می کنی مکن
گاہم[2] زرخ نمای وُ گہ زلف می کشی | بے رشتہ ام بچاہ فرو می کنی مکن
خوں می کنی دل من و بندی بزلفِ خویش | خود می کنی و بر سر او می کنی مکن
جاے دگر مدہ دل گم گشتہ را نشاں | آوارہ ام چہ سوے بسو می کنی مکن
گفتی کہ "خسروا چہ کنم کت بود خلاص؟"
آں شانہ را کہ در خمِ مو می کنی مکن

۱۵۴۵

اے دیدہ[3] بیش در رخِ جاناں نظر مکن | ور می کنی بر آں بتِ بیداد گر مکن

---

[1] درین بیت محذوف است [2] درین بیت محذوف و بیت ذیل زائد است ؎
لرزاں ست بر تو جانِ من از آہِ بیدلاں ٭ گہ گہ کہ گشت برلبِ جو می کنی مکن
[3] درین غزل محذوف است

اے دل نہ ماند طاقتِ آنم کہ بشنوم | با من ہمہ بکن سخن آں پسر مکن
می رفت و من بہ خاک نہادہ سرِ عزیز | گر وے نہ دید یارب ازایں خوار تر مکن
جاں خواہدم برآمدن اے باد زینہار | از زیر موئے زلفِ پریشان و تر مکن
گفتم "نہ ماند خواب و خورم در غمِ تو" گفت | "آخر ز عاشقی سخنِ خواب و خور مکن"
اے خرہ سوار شکلِ تو مارا خراب کرد | یک مردمی بکن کہ ازایں سوگذر مکن
اے ماہِ نو ز حلقہ بہ گوشانِ بندگیت | ما بندہ ایم حلقہ درآں گوش در مکن

خسروؔ بر آستانِ تو افتاد و خاک شد
خواہی درآ و نظر کن و خواہی نظر مکن

۱۵۴۶

عزمِ[1] بروں چو مست خمارے شوی مکن | تاراج نقشِ آذری ما نوی مکن
جاں کش نخست در قدمِ شب روان عشق | خوبی و لے چہ سود کہ بد می شوی مکن
گرچہ خوش است جور و جفاہائے نیکواں | لیکن اگر نصیحتِ من بشنوی مکن
کج می نہی بر گاہِ خرامش بہ دیدہ پائے | افگار گشت چشمِ من ایں کج روی مکن
گیرم کہ از لبم نہ رسانی گل انگبیں | بارے بدیں سخن دلِ دشمن قوی مکن
بنمائے روؤ چشمِ مرا منتظر مدار | بکشائے زلف و کارِ مرا یک توی مکن

عشق آفت ست خسروؔ یارا بہ ہوش نہ
تسلیم شو بہ بندگئ خسروی مکن

۱۵۴۷ ب

اے دل ز وعدہ کج آں شوخ یاد کن | خود را بہ عشوہ گرچہ دروغ ست شاد کن
بنویس نامہائے دُرواں کن بہ دستِ اشک | لیک اوّل از سیاہئ چشم سواد کن
تا چند خود مرادہ کنی صد ہزار کار | یک کار بر مرادِ من بے مراد کن

---

[1] درین غزل محذوف است

اینک سواره می رود و تا به بینمش | اے آبِ دیدہ یک نفسے ایستادہ کن

خسرو چو زدِ عشق بہ جاں باختی کنوں
ماندی سرے بہ دست گرا ورا زیاد کن

۱۵۴۸[1]

اے دل علم بہ ملکِ قناعت بلند کن | بر آتشِ درونۂ آں جاں سپند کن
آں کش ریا ضتے نہ بود خود زنند نہ | واں کش محاسنے نہ بود ریش خند کن
آں کوسِ عقل بر درِ سلطانِ عشق زن | ویں تاج لفگن از سر و نعلِ سمند کن
تا چند زاغ مذبلہ نخستے ہمائے باش | خود را بہ نا نمودنِ خویش ارجمند کن
جاں کش نخست در قدمِ شب روانِ عشق | برجِ حصارِ چرخ ز ہمت کمند کن
دشمن گرت ز پستیٔ ہمت لگد زند | تو خاکِ راہِ او شو و ہمت بلند کن
سنگ ار یکے زنند دعا شاں دوبارہ گوئے | کبر ار یکے کنند تواضع دو چند کن

ایں آستانہ ملکِ کسے زانِ دیگرست
خسرو برو تو ہیچ کسے را پسند کن

۱۵۴۹[2]

غ

جانا شبے بہ کوئے غریباں مقام کن | چوں جاں دہیم در کفِ پایت خرام کن
داری بہ زیرِ غمزہ و لب مرگ و زندگی | تا چند جاں دہم بہ زباں نا تمام کن
دعوائے خوں بہانۂ دلِ خویش می کنم | یک بوسہ بر لبم زن و قطعِ کلام کن
مے کت حلال باد بنوش و بروں خرام | بر زاہدانِ صومعہ تقویٰ حرام کن
اے بادِ صبح دم چو بداں سوئے بگذری | از من سگانِ آں سرِ کو را سلام کن
اے دل چو سوختی ز ہوس ہائے خامِ خویش | عمرِ عزیز در سرِ سودائے خام کن

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین دو بیت ذیل زائد است [3]

یک کاسہ نیم خوردۂ خود بر زمیں بریز | در کامِ مردہ شربتِ یحییٰ العظام کن
تا بوکہ بر لبِ تو رسم خونِ من بریز | واں گہ بہ جام بادۂ رنگیں بہ جام کن

خسرو نظر در آں رخ و واں گہ حدیثِ صبر
اندازۂ تو نیست زباں را بہ کام کن

۱۵۵۰ غ

امروز باز شکلِ دگر گشت یارِ من — یادے نہ کرد از من و از روزگارِ من
صد رہ فتادہ بر رہِ خویشم بدید و ہیچ — رحمت نہ کرد بر دلِ امیدوارِ من
مردم در آرزوے کنارے و بختِ بد — ننہاد آرزوے من اندر کنارِ من
عمرم در انتظار شد و یک دم آں حریف — نامد کہ واے بر من و بر انتظارِ من
گہ آہ و گاہ گریہ و زاری و گہ نفیر — یارب کجا شد آں ہمہ صبر و قرارِ من ؟
گر من بہ کوے می دوم از بہرِ یک نظر — تا با کہ گشت می زند آں شہسوارِ من ؟
اے مردماں بہ زہرہ و مہ بنگرید لیک — زنہار منگرید بہ سوے نگارِ من
ایزد کجات بہرِ ہلاکِ من آفرید؟ — اے آفتِ دلِ من و آشوبِ کارِ من

دشمن بدید گریۂ خسرو دلش بسوخت
ہرگز نہ گفتیش کہ بس اے دوستدارِ من

۱۵۵۱

باز آمد آں کہ سوختۂ اوست جانِ من — خوں گشتہ از جفاش دلِ ناتوانِ من
ہر چند بیمش ہوسم بیش می شود — روزے دریں ہوس رود البتہ جانِ من
آں جا طلب مرا کہ بود گردِ توسنش — روزے اگر ز خاک نیابی نشانِ من
اے[2] زاہد آں قدر کہ دعا می کنی حرا — نامش بہ گوئے بہرِ خدا از زبانِ من
داغِ غلامئ تو در لغیم بود از آنک — ہیچ ست و باز ہیچ نیابی کرانِ من
گفتی "حدیثِ بوسہ تو دانی ز من مپرس" — زیرا نہ گنجد ایں سخن اندر دہانِ من
چوں[1] نالم از غمِ تو کہ پروردۂ وے ست — گر بشکنند بند ز بند استخوانِ من

---

[1] دریں بیت محذوف است   [2] دریں بیت محذوف ست و بجایش بیت ذیل زائد است ؎

بیگانگی مکن چو در آمیختی بہ جاں ⁂ جاں خود از آنِ تست و خلاصِ تو آنِ من

اے صبا آرزوئے ز خسرو بتا فتی
شرمت نیامد از من و اشکِ وانِ من

۱۵۵۲

اے بودہ[1] در قفائے تو دائم دعائے من | بیگانگی مکن کہ شدی آشنائے من
دست از جفا بدار وگرنہ دعا کنم | تا دادِ من ز تو بستاند خدائے من
گر من دعا کنم بہ سحرگاہ وائے تو | گر دست من نگیری صد بار وائے من
تو از برائے عشقی و عشق از برائے تو | من از برائے دردم و درد از برائے من

تو بادشاہِ حسنی و خسرو گدائے تو
اے جاں بگو کہ کیست فقیر و گدائے من؟

۱۵۵۳

کم زاں کہ جاں[2] بہ کوئے تو دانیم سوختن | گر جملہ وام را نہ تو انیم سوختن
گر تو نظارہ آئی و یا پرسشے کنی | مارا کدام چارہ بہ از جامہ دوختن
در پردہ پوشی ام چہ کنی کوششں اے رقیب؟ | جہل است چاک دامنِ دیوانہ دوختن
جانا مدہ اگر دو جہانت دہند از آنک | یوسف بمن یزید نہ شاید فروختن
شبہائے من سیاہ تر است از چہ نیم شب | از آہِ من چراغ تواں بر فروختن

دعوئ عشق کردہ خسرو ببایدت
چوں ہندواں در آتشِ غم زندہ سوختن

۱۵۵۴

خوش ست[3] میکدہ ساقی بروئے ہم نفساں | ز جام ساقی دوشینہ جرعہ اے برساں
محقق است کہ خیاطِ غیب روزِ ازل | نہ دوخت خلعت رندی بقدِ بوالہوساں
بہ کنج میکدہ بنشیں مدام و قانع باش | کہ خونِ خویش خوری بہ کہ مے ز دست کساں
چراغِ عیش برافروز از شراب کہ زود | شود ز دستِ تو رغبت چو روغنِ بلساں

---

[1] درین بیت محذوف است
[2] درین بیت محذوف است
[3] درین بیت محذوف است

کسے کہ گوہرِ ذاتیش بے خلل باشد ۔۔۔ چہ التفات نماید بہ اختیارِ خساں؟
نہفتہ دار قدح را درونِ خلوتِ خاص ۔۔۔ روا مدار کہ افتند اندرا و مگساں
بیار بادہ کہ مارا نماند چوں خسرو
غمے ز شحنہ و قاضی و بیمے از عسساں

۱۵۵۵ غ

رسوائے صبا و سلام بہ دل نواز رساں ۔۔۔ نیاز بندہ بداں شوخ عشوہ ساز رساں
بہ جان کاستہ افسانۂ فراق بگو ۔۔۔ بہ شمع سوختہ پروانۂ گداز رساں
کجائی اے کہ دلت بر ہلاک ناخوش بود؟ ۔۔۔ بیا و مژدہ بداں لعل دل نواز رساں
من آں چہ می کشم اندر درازیٔ شبہا ۔۔۔ بہ روزگار سرِ زلفِ او فراز رساں
دلم ببردی و ترسم کہ در دِ آں رسدت ۔۔۔ دلم بہ زلف نگہدار و درد باز رساں
حریف می طلبد نرگسِ مقامرِ تو ۔۔۔ خبر بہ حلقۂ مردانِ پاکباز رساں
چو نیم خوردۂ خود بادہ بر زمیں فگنی ۔۔۔ بگو بہ روحِ ستم کشتگانِ ناز رساں
زناز ایں ہمہ نتواں فروخت بر خسرو
شکستہ را قدرے مرہم نیاز رساں

۱۵۵۶

نظر چہ گونہ تواں[۲] در ہمہ جہاں کردن ۔۔۔ چو نیست آں کہ بہ رویش نظر تواں کردن
بہ ہر چہ بے رخ تو بیش ازایں نظر کردم ۔۔۔ بہ جانِ تو کہ پشیماں شدم از آں کردن
بہ فتویٔ خطِ تو کایتے ست در خوبی ۔۔۔ حلال نیست تماشائے بوستاں کردن
چو کعبتیں شکرست چشمِ تو کہ چناں ۔۔۔ مقام را نہ تواند از استخواں کردن
گراں کنی دل اگر گویمت کہ "سنگ دلی" ۔۔۔ اگر نہ سنگ دلی چیست دل گراں کردن

---

[۱] درون بیت ذیل زائد است سہ
بردم و نہ کشادم غمش چو جاں ۔ بدہم ٭٭ بر حکایت و بر محرمانِ راز رساں
[۲] درون غزل محذوف است

غمت کہ دانہ دلہا خورد عجب مرغیست — کہ جز بسینہ نمی بارد آشیاں کردن
عنانِ صبر شد از دست در چہ آویزم؟ — کہ ہیچ می نتواں دست در عناں کردن
غلامِ تو شوم ار التفات کم نہ کنی — خدائے صبر دہادت بدیں زباں کردن
پر آب دیدہ شدم کشتیے ہمی باید
بدیں طریق مرا عمر بر کراں کردن

۱۵۵۷

صواب نیست[1] بر تو فکرِ حورِ عیں کردن — خطاست نسبتِ زلفت بہ مشک چیں کردن
برائے خاطرِ دشمن ز دوست بر گشتی — روا نباشد با دوستاں چنیں کردن
شکارہ اے نہ بر دہاں ز تیرِ غمزۂ تو — چہ حاجت ست بہ ہر جانبے کمیں کردن؟
ہزار جانِ گرامی ہنوز کم باشد — فدائے خاکِ رہِ مردِ دوربیں کردن
مکن تعجب ازایں داغمے برایں خرقہ — بحشر خواہم ازایں داغ بر جبیں کردن
نہ دارد از تو دمے صبر در جہاں خسرو
مگس شکیب ندارد ز انگبیں کردن

۱۵۵۸

عیار شود از چوں تو نخل بر خوردن — ز شاخِ عمر تواں میوہ ہائے تر خوردن
من از لبِ تو خورم خوں تو از دل و جگرم — چہ دوستی بود ایں خونِ یک دگر خوردن؟
چو مفلسانِ ہوسناک با تو چند از دور — بہ وہمِ خویش در اندیشہ گل شکر خوردن
گر ایں گل ست خود اند از خاک در دہنم — کہ تو بہ خوردنے من بہ خاک در خوردن
غمت کہ لقمۂ جاں ست کے تواند خورد؟ — شکم پرست کہ نشناسد او مگر خوردن
چنیں[2] کہ سر زدہ در کوئے دوست قتلِ ما ست — نہ آتشیم بخواہیم یا بہ سر خوردن
بہ غمزۂ تو کشاں می بود دلم ورنہ — کسے بہ خود نہ رود دشنہ بر جگر خوردن

---

[1] دریں غزل محذوف است [2] دریں بیت محذوف است

بہ جاں پذیر نہ از دیدہ زخم او خسرو
کہ عاشقی نہ بود زخم بر سپر خوردن

ت ۱۵۵۹

چنیں کہ بے تو زمانے نہ می تواں بودن | نہ مردمی بود از چشمِ ما نہاں بودن
دمے بہ سوئے من آ ارچہ عیب شاہاں ست | بہ کنج محنتِ درویش میہماں بودن
ز دیدہ گوہر و دُر بر درت فشانم ازآنک | نہ دوستی ست بہ کوئے تو رائیگاں بودن
صبور بودنم از دیدنِ رُخت گویند | چرا ز دیدہ نہ باشم اگر تواں بودن
نہ جانِ من نہ ہمانا بروں روی ہمہ عمر | چنیں کہ خوئے شدت درمیاں جاں بودن
ملامتت نہ کنم کہ جفا کنی زیراک | رہا نہ می کندت حسن مہرباں بودن
بہ بند سخت شدن در شکنجہ جاں دادن | از آں بہ است کہ در بندِ نیکواں بودن
طریق بوالہوساں ست نے رہِ عشاق | ز عشق لاف پس از فتنہ برکراں بودن

مپرس قصۂ خسرو چہ جائے پرس آں را
کہ حیرتِ رُخت آموخت بے زباں بودن

۱۵۶۰

اگر بخواہمش[1] آں روئے دلستاں دیدن | بہ ہیچ روئے نہ خواہم بہ گلستاں دیدن
چو روئے او نگرم جاں دہم کہ حیف بود | چناں جمالے واں گہ بہ رائیگاں دیدن
رُخش بدیدم و شد سرخ چشم من پیشش | بہ شیر دیدم و خونم نمود آں دیدن
بسے زیانِ دل و جاں بہ ہجر او دیدم | کہ ہیچ سود نہ دیدم ازایں زیاں دیدن
تمام ہستیِ من برد، گر کند نظرے | نہ خواہم آں ہمہ را ہیچ درمیاں دیدن
نگارِ من زخمِ جعد یک گرہ بکشا | مگر کہ دل بہ تواند خلاصِ جاں دیدن
گران گریہ نہ می بینم از غمت ویں سیل | بہ غایتے ست کہ نتوانیش کراں دیدن
ہزار خوں بہ زمیں ریختی و گر گویم | ز شرم سوئے زمیں چیست ہر زماں دیدن؟

---

[1] در ن غزل محذوف است

چو در به بند خسرو گرش بریزی خون
زہی محال کہ باز آید از چناں دیدن

۱۵۶۱ و

ز زلف تو کمرِ فتنہ بر میاں بستن | ز من بہ یک سرِ موئیت ہمہ جہاں بستن
دلِ پر آتشِ من زاں بہ زلف در بستی | کہ بس عجب بود آتش بہ ریسماں بستن
ز عشق طرۂ تو نافہ می کند آہو | وگر کہ چند گرہ بر شکم تواں بستن
نگار بستنِ تو جادوئے ست اندر دست | کزاں نگار تواں دست جادواں بستن
ز ناتوانیٔ چشمت جہاں چو گشت خراب | طبیب را نہ بود چارہ از دکاں بستن

نبست[له] خسرو مسکیں دلے بہ تو کہ تراست
اگرچہ چیز کشاید ازیں میاں بستن

۱۵۶۲ و

دلم کہ سوخت ز عشقش چراغِ جانِ من ست آں | غبار کز تو رسد نورِ دیدگانِ من ست آں
مسوز جانِ دگر عاشقاں بداں غمِ خود | کہ من ز رشک بمردم کہ حقِ جانِ من ست آں
بر آستانت کہ حالے ز خونِ دیدہ نوشتم | بخواں کہ درد فزاید کہ داستانِ من ست آں
بہ خاک کوئے تو مردن کہ خواستم بہ دعا من | تو نام اجل نہی و عمرِ جاودانِ من ست آں
شدا رچہ خارِ مغیلاں ز ہجر بسترِ خاکم | چو یاد می دہدم از تو پرنیانِ من ست آں
اگرچہ گوشۂ غم ناخوش است بر ہمہ لیکن | چو در خیالِ توام باغ و بوستانِ من ست آں
گر اے صبا روی آں جا بجانِ عاشق بگوئے | ز من ولیک نہ گوئی کہ از زبانِ من ست آں

شود بہ راہِ تو خسرو چو خاک تا بنشانی
غبار با چو نہ دانی کہ استخوانِ من ست آں

---

له درین مقطع محذوف و بیت ذیل زائد است ؎

خیالِ روئے تو شد شہر بندِ سینۂ من ٭٭ ہمائے را نہ تواں جز بہ استخواں بستن

۱۵۶۳ ق

بیا رساقیؔ وُجامِ شراب در گرداں | خراب کردۀ خود را خراب تر گرداں
زبہرِ دَرد کشاں آبگینہ حاجت نیست | یکے سفالِ شکستہ بیار و در گرداں
ہنوز عقل ز تو دیر می دہد خبرم | لبالبم دوسہ پیش آر و بے خبر گرداں
گر آں حریفِ مرا بینی اے صبا جائے | خبر دہیش از ایں مستمند سر گرداں
بہ ترکِ صحبت دیرینہ گفتمش ہوس ست | بہ فضلِ خویش خدایا دلش دگر گرداں
کساں بہ یاربِ او مست و بے خبر یارب | کہ پیشِ تیرِ ہمہ جانِ من سپر گرداں

نماند خسرو لب خشک وز آہ گرم آخر
گہے بہ پرس و زبانے بہ لطف در گرداں

۱۵۶۴

دریغ صحبتِ دیرینۀ وفا داراں | خوش آں نشاط و تنعّم کہ بود با یاراں
چو از شگفتنِ نوروزِ عیش یاد کنم | بہ چشمِ من گل اگر نیستند از آں یاراں
چو دوستانِ وفا دار رخت بربستند | جہاں چگونہ تواں دید بے وفا داراں
پدید نیست یکے ہم از آں تعالی اللہ | نبودہ اند مگر آں خجستہ دلداراں
فراق کردہ دلِ ما خراب و مرہم نہ | بہ حقۀ فلک از بہر ایں دلِ افگاراں
دلا بداں کہ بہ تعبیر ہم نمی ارزد | جہاں کہ صورتِ خواب است پیشِ بیداراں
عزیزِ من بہ متاعِ زمانہ غرّہ مشو | کہ آں ست دار فے کیسہ بران و طراراں
چو عمر می رود از حرص و آز جاں چہ کنی؟ | بہ ہرزہ چند تواں کرد کارِ بیکاراں؟

صلاحِ نفس مجو خسروا ز دلِ خود ازآنک
طبیب مردہ نہ سازد علاجِ بیماراں۔

---

لہ درن غزل محذوف است

۱۵۶۵

آخر نگاہے[۱] بر حال ما کن | دردِ دلم را روزے دوا کن
از دستِ ہجراں من در بلایم | یارب بہ فضلت آں را ادا کن
گفتی "بہ وصلت روزے نوازم" | وقت ست جانا وعدہ وفا کن
من در فراقت شوریدہ حالم | بازآے و رحمے بر حال ما کن
صدرہ نویدم دادی بہ وصلت | امید ما را بارے وفا کن
از خوب رویاں زشتی نماید | ایں زشتت روئی آخر رہا کن
زیں بیش ما را از خود میازار | اندیشۂ آخر روزِ جزا کن

در عشقِ خسرو دل را چہ قیمت؟
جان و رواں را پیشش فنا کن

غ

۱۵۶۶

سبزہ ہماں و گل و صحرا ہماں | باغ ہماں سایہ ہماں جا ہماں
گر دِ چمن شاہد زیبا بسے | در دلِ من شاہد زیبا ہماں
پہلوے من صحبت جاں بخش دارے[۲] | آں کہ مرا می کشد الاماں
در چمنے ہر کس و من بر درش | باغِ من آن ست و تماشا ہماں
نام نہ ماند از دل و جان و ہنوز | عشق ہماں ست و تمنا ہماں
چشم مرا سیل ز دریا گذشت | سوختگیٔ دلِ شیدا ہماں
قہرِ تو لطفے ست کہ عشاق را | خارِ ہماں باشد و خرما ہماں
فرقِ میانِ دولتے تو اں | خضر ہماں ست و مسیحا ہماں

از تو بلا و ز دلِ خسرو رضا
کز تو ہماں شاید و از ما ہماں

---

[۱] درین غزل محذوف است    [۲] درین بیت محذوف است

۱۵۶۷ غ

روئے ترش کردہ بہ یاراں مبیں سرکہ فروشی مکن اے انگبیں
چاہ مزن زیر لب چوں سمن رخنہ مکن در شکم یاسمیں
روئے زمیں را توئی آبِ حیات تشنہ ز تو ہر کہ بہ روئے زمیں
زلف کہ شد طوق گلوے تو کرد سلسلہ در گردنِ ناہ معیں
بے گنہے چشم زما بر مگیر بے جہتے چہرہ زما در مچیں
لیک از آں چشم کمیں می کنی دیدۂ بد نیز بہ بیں در کمیں
پائے بریں دیدۂ پر خوں منہ بیہدہ در خون و دلم منشیں
اے کہ ز روئے تو جہاں روشن ست آہ منِ سوختہ را ہم بہ بیں

خسروا آخر چو سگ از خود مراں
چند چو روبہ کنیم پوستیں

۱۵۶۸ غ

اے سمن نامۂ وفا بستاں نسخہ زاں روئے دلربا بستاں
وے بنفشہ زرشکِ طرۂ تو کوز پشتی برا و عصا بستاں
خاک او توتیا شد اے نرگس دیدہ بفروش و توتیا بستاں
گر توانی بدو رسانیدن یک سلام از من اے صبا بستاں
پس بگو کز دو چشم فتنہ پرست بدہ انصاف ما و یا بستاں
روئے چوں ماہ را بہ چرخ نمائے ہفت آئینہ رونما بستاں
بہ سلامے بخر مرا از من چشم گریانم آشنا بستاں
پس بہ چشمِ خیالِ خود بفروش لیکن از چشمِ خود رضا بستاں
دل بہ بردی و جاں ہمی خواہی گر بخواہی ستد بیا بستاں
زرچہ جوئی ببیں رُخِ زردم وز غمِ خویش کیمیا بستاں

نامۂ ما اگر نہ می خوانی　　قصہ بارے ز دستِ ما بستاں

داد خسرو ز دست قصۂ ہجر

از برائے خدائے را بستاں

۱۵۶۹

عالم[۱] از جامِ لب خراب مکن　　تہمت اندر سرِ شراب مکن[ب]

ہر زماں تافتہ مشو بر ما　　تو ہی کارِ آفتاب مکن

با چناں رہ مرو بہ غارتِ شب　　کارِ دزدی بہ ماہتاب مکن

گرچہ زاں غمزہ فتنۂ شہری　　امشبے آرزوئے خواب مکن

ور ترا آرزوئے کشتنِ ماست　　غمزہ خود می رود شتاب مکن

از دہانِ تو ام سوالے ہست　　گر نہ داری دہن خواب مکن

چشم از گریہ یک زماں بازآر　　خانۂ مردماں خراب مکن

بے چراغ ست خانۂ خسرو

ہر زماں روئے در نقاب مکن

۱۵۷۰

گواه[۲] جبین ست بر دردِ من　　سرشکِ رواں بر رخِ زردِ من

بہ بخشائے بر نالۂ عندلیب　　الا اے گلِ نازپروردِ من

کہ گر ہم بدیں نوع باشد فراق　　بہ کوئے تو آرد صبا گردِ من

کہ دیدہ ست ہرگز چنیں آفتے؟　　کز و می برآید دمِ سردِ من

فغانِ من از دستِ جورِ تو نیست　　کہ از طالعِ مادر آوردِ من

---

[۱] درن دو بیت ذیل زائد است ؎

خیمۂ حسن را بہ صحرا زن　　گردنِ عاشقاں طناب مکن

زلفِ خود را بہ زیرِ گوش منہ　　دامِ ماہی بہ زیرِ آب مکن

[۲] درن غزل محذوف است

من اندر خورِ بندگی نیستم — وز اندازہ بیروں تو در خوردِ من

تو دردِ دلے نداری کہ دردت مباد

از آں رحمتت نیست بر دردِ من

۱۵۷۱

دل[۱] ناشکیبا نہ می تواں کردن — وا نشکارا نہ می تواں کردن

سوخت جانم درونِ تن چہ کنم؟ — پردہ بالا نہ می تواں کردن

گفتی "اندر دلِ تو پنہاں کیست؟" — آہ پیدا نہ می تواں کردن

گرچہ گویند ہرچہ زیبا نیست — ترک زیبا نہ می تواں کردن

بخت بد بہ نہ گردد از کوشش — خار خرما نہ می تواں کردن

"صبر گویند" خسروا دانی؟

دانم امّا نہ می تواں کردن

۱۵۷۲

منِ[۲] خستہ رازانِ خود کن ببیں — یک امروز مہمانِ خود کن ببیں

مخور بادہ آئینہ در پیش دار — نظر در گلستانِ خود کن ببیں

نہ دیدی کہ مہ در گریباں بود — سر اندر گریبانِ خود کن ببیں

اگر نشکند دُر ز دندانِ تو — یکے زیرِ دندانِ خود کن ببیں

چہ گوئی کہ "خسرو از آنِ من است"

منِ خستہ رازانِ خود کن ببیں

۱۵۷۳ — ب

چہ کنم کز[۳] دلِ من آں صنم آید بیروں؟ — یا دل از سلسلۂ خم بہ خم آید بیروں

آخر اے آہِ دروں ماندہ دمے بیروں رو — مگر از دل قدرے دودِ غم آید بیروں

مژۂ تست چو پیکانِ کج اندر جگرم — بکشم لیکن با جاں بہم آید بیروں

---

[۱] درن غزل محذوف است — [۲] درن غزل محذوف است

[۳] مطابق نسخۂ ن

جاں رو دلیک دم مہر و وفایت گردد — آخرائیں روز کہ از سینہ ام آید بیروں

من و رسوائی جاوید کہ عشق تو بلاست — ہر کہ افتاد دریں فتنہ کم آید بیروں

گر معمائے خطت را بہ خرد برخوانند — قصّہ ای بیدلی از ہر رقم آید بیروں

چنگ را ماند خسرو کہ زند چوں رہ عشق

نالہ از ہر رگِ او زیر و بم آید بیروں

۱۵۷۴

اے نخل[۱] و بالایت بلا از بہرِ جانِ مرداں — بس کن ز جولاں ورنہ شد از کف عنانِ مرداں

تا بر نخواہد آمدن ناگہ ز کویت آتشے — آگہ نخواہد شد دلت زآہِ نہانِ مرداں

بادے ز زلفت می وزد جانے ز ہر سو می برد — کو آں کہ بودے پیش ازیں سنگِ گرانِ مرداں

ہر ذرّہ از خاکِ درش جانے دو سہ گردش دل — یارب چہ سرگردانی ست از بہرِ جانِ مرداں؟

پنہاں سگم خواندی خوشم گیرم کہ ندہی لقمہ ای — بارے بہ سنگے شاد کن سگ را میانِ مرداں

ہر شب من و کنجِ غمت گویند خلقے "با تو ام" — آخر ز صد شب راست کن یک شب گمانِ مرداں

آخر مسلمانے ست ایں آں غمزہ را بندی بدہ — تاراجِ کافر تا بہ کے در خانمانِ مرداں

من بر درِ تو ناکساں آخر ہمی بار آورد

ناخواندہ چوں مہماں رود خسرو بہ خوانِ مرداں

۱۵۷۵

چہ بلاست[۲] از دو چشمت نظرِ نیاز کردن — مژہ را کشادہ دادن درِ فتنہ باز کردن

چو کمالِ صنعِ بے چوں ز جمالِ تست پیدا — نتواں حدیثِ عشقت ز رہِ مجاز کردن

ہمہ خوابِ مرداں شد بہ دو دیدہ تلخ یارب — ز کجات گشت شیریں حرکاتِ ناز کردن

چہ خوش ست بادِ خلوت کہ دہد سرشکِ خونیں — ز خراشِ دل گواہی بہ زبانِ راز کردن

تو بہ خسپ خویش کہ ما را ز غمش چو شمع خوش شد — ہمہ روز زندہ بودن، ہمہ شب گداز کردن

بہ جفات دل نہادم بکن آں چہ می توانی — چہ کنم نمی توانم ز تو احتراز کردن

---

۱ مطابق نسخۂ ن — ۲ مطابق نسخۂ ن

به هوس خدا کنم جاں به درت که نیست عالے | پسر سبکتگیں را هوسِ ایاز کردن
صفِ عاشقاں ست ایں جا مده اے فقیه زحمت | که به شهر بت پرستاں نتواں نماز کردن

چه بُوَد متاعِ خسرو که کند نثارِ جاناں؟
مگسے چه طعمه راند به دهان باز کردن؟

۱۵۷۶ لہ — غ

گر ز شوخی نیستت پروائے من | رحمتے بر چشمِ خوں پالائے من
ناگهاں گر گشتِ کویت می کنم | چشمِ من در غیرت ست از پائے من
من چو جاں بدهم سگِ خود را بگوئے | تا نگهدارد به کویت جائے من
سوزشِ من از چراغِ خانه پرس | کوست سوزاں هردم از سودائے من
سنگ هائے کاں به کویت می خورم | گو، گوارا باد بر رسوائے من

جانِ خسرو در دو چشمت یک نظر
گرچه سر زد ایں قدر کالائے من

۱۵۷۷ لہ — د

یارِ بے فرماں دلِ من همچناں | یک دمے باقی و همدم همچناں
شانه کردن زلف را چندیں چه سود؟ | بسته چندیں دل به هر خم همچناں
هر کسے پندے شنید و صبر کرد | کارِ من دشوار و درهم همچناں
عشق صد گونه بر من فگند | کفرائے امیدِ من کم همچناں
هر شبے تا روز با خود بهرِ صبر | صد فسانه گویم و غم همچناں
جاں نفس بشکست و در پرواز شد | دل به دامِ فتنه گر کم همچناں

شد زیاراں دیده خسرو را خراب
عشق را بنیادِ محکم همچناں

---

لہ و لہ هر دو مطابق در نسخهٔ ن

ت

۱۵۷۸

همی ریزی[1] به بازی خونِ یاران — چنین باشد سزای دوستداران
به خونِ بیدلان خوردن مکن خوی — که کس را ناید این شربت گواران
منِ رسوا و هر سو خندهٔ خلق — چو مستی در میانِ هوشیاران
برای صبح پیروزی که بی تست — حیاتِ من چو شامِ سوگواران
تنم پرورده شد در خونِ دیده — چنان کز می سفالِ باده خواران
نگویم دردِ خود با کس کزین راز — نگنجد در دلِ نا استواران
منم سرگشته زیرِ پای خوبان — چو گوی افتاده در پیشِ سواران
نشانی را نه تیرِ ترک روزیست — مرا از ناوکِ مردم شکاران

چه خوش می نالد اندر عشق خسرو
چو بلبل در قفس وقتِ بهاران

د

۱۵۷۹

عشق آتشم در[2] جان زد و جانان از آنِ دیگران — ما را جگر بریان شد و او میهمانِ دیگران
ای مرغِ جان پرزن ازین چون نیست جانان زانِ تو — بیهوده افغان می کنی در بوستانِ دیگران
گر نقدِ جان لب بادهم گر مایهٔ دل دیده را — من بوالفضولی می کنم کالا از آنِ دیگران
جوی ز پیران بی غمی لیکن چنین بختم کجا؟ — با من جوان مردی کند بختِ جوانِ دیگران
گر کشتنی شد بیدلی تا کی ز خلقم سرزنش؟ — باری به تیغِ خویش کش چند از زبانِ دیگران؟
بگذار میرم بر درت منمای خوبانِ دگر — مفرست خاکِ کوی خود بر آستانِ دیگران
بر دیگران می بندی ام ای چشمهٔ حیوان مکن — چون خود بشستی از دلم نام و نشانِ دیگران
گویم که «مردم از غمت» گویی که «نتوان این قدر» — سهل است آخر جانِ من مردن به جانِ دیگران
تو سود کردی بنده را من جان زیان دارم به تو — مپسند بهرِ سودِ خود چندین زیانِ دیگران

---

[1] مطابق نسخهٔ ن — [2] مطابق نسخهٔ ن

تو مئے خوری من درد و غم یعنی روا باشد چنیں  شربت تو آشامی و تب در استخوانِ دیگراں
خسرو بہ تارِ موئے تو جاں می دہد دیگر جہاں
گرچہ علی الرغمِ منے جان و جہانِ دیگراں

و

۱۵۸۰

دل گم گشتہ[1] بہ بازار خریدن نتواں  دردہد لابہ چو تو یار خریدن نتواں
عشوہ می دہ کہ خریدار بہ جانم تا آنک  ایں متاعےست کہ بسیار خریدن نتواں
مردمی کن قدرے، چند درشتی و جفا؟  گل خرد ہر کہ بود خار خریدن نتواں
آہ دل نیک نہ باشد تو جوانی آخر  جانِ من روز و شب آزار خریدن نتواں
جاں بہ سودات ہم لیک بدیں نقد حقیر  نازِ آں نرگسِ بیمار خریدن نتواں
ما ہلاک و تو بہ درویش نہ بینی چہ کنم؟  دولت و بخت بہ بازار خریدن نتواں
خسروا زر بہ میاں آر، چہ جائے سخن ست؟
ابر چوں سیم بہ گفتار خریدن نتواں

ت

۱۵۸۱

در رہِ[2] عشق از بلا آزاد نتواں زیستن  تا غمش در سینہ باشد شاد نتواں زیستن
دشمنی چوں عشق در بنیادِ دل افتادہ بائے  بر امیدِ صبر بے بنیاد نتواں زیستن
قوتِ جانِ من تو ئی چند از صبا بوئے و بس  آخر ایں کس خرمن ست از باد نتواں زیستن
دل مرا شاہد پرست و نازِ آں بد خو بلا  با چنیں دل از بلا آزاد نتواں زیستن
من بہ جاں مرغِ اسیر و خلق گوید "صبر کن"  ایمن اندر رشتۂ صیاد نتواں زیستن
ہر کجا گفتارِ شیریں رخنہ در جاں افگند  حاضر مردن کم از فرہاد نتواں زیستن
گرچہ من سختی کشم آخر جفا را ہم حد ست  ہم تو دانی کاندریں بیداد نتواں زیستن
روز گارِ من پریشاں شد زیادِ زلفِ تو  در چنیں ویرانہ آباد نتواں زیستن

---

[1] و [2] مطابق نسخۂ ن

جور کش خسروؔ مزن دم از جفائے دوستاں
روز و شب با نالہ و فریاد نتواں زیستن ب

۱۵۸۲

آرائش مجلس[1] توئی مجلس بیارا ہر زماں — نقل و شراب از آں دو لب پیش آر یارا ہر زماں
زیں ساں کہ بر ہر موئے تو از نفس خود در غیرتم — آنجا کہ گستاخی ست ایں باد صبا را ہر زماں
چوں عاشقانت را نماند از نقد ہستی مایہ ئے — تاراج سلطانی مکن مست گدا را ہر زماں
جاں می رسد ہر دم بہ لب دانی کہ بارے نیست آں — ہر ناز دستوری مدہ چشم وغا را ہر زماں
اے سر بہ زودی خاک شو پیش در آں نازنیں — بو کہ طفیل نازنیں بوسیم پا را ہر زماں
گرچہ نیرزم از رہش گردی تو اے باد صبا — می گو سلام چشم من آں خاک پا را ہر زماں
گر نیست باران کرم سنگے بیارا اے آسماں — تا چند باز آرم تہی دست دعا را ہر زماں؟
خسروؔ اگر عاشق شدی از تیغ عذرش خواہ بس
تا چند عاری بر زباں آں یک خطا را ہر زماں؟ ب

۱۵۸۳

یک[2] دگر خلق پے سودائے دل و جاں گفتن — من و سودائے و ہمہ شب غم پنہاں گفتن
پرسی ام "بر کہ شدی عاشق؟" واشد بر تو — مختصر شد ہنرے نیست فراواں گفتن
گفت تلخ از لب شیرین تو زہر ست وگر — پرسی از بندہ تو "آں چشمۂ حیواں گفتن"
خوں شود دل کہ کنم با تو ز زلف تو گلہ — بر چناں روئے و آں گاہ پریشاں گفتن
بہتریں روز مرا خواب اجل خواہد بود — زیں شب بد بہ دل افسانۂ ہجراں گفتن
نام تو گویم و حسرت خورم آرے چہ کنم؟ — کام شیریں نہ شود از شکرستاں گفتن
چند گوئی غم خود گو "ز سر من بگذر" — کایں حدیث ست کہ بر دوست نتواں گفتن
گفتی ام "جانت چگونہ ست ز ہجرم؟" یعنی — جز ترا نیز تواں با دگرے جاں گفتن

---

[1] و [2] مطابق نسخۂ ن

شور خسروؔ ہمہ پرسند ولے چوں نہ کنم ؟
کاتش جان و جگر بیش شود زاں گفتن

ت

۱۵۸۴

جاناں[1] ہماں و دل ہماں درد من شیدا ہماں
ہر کس بہ سودائے گلے جان مرا سودا ہماں

در باغ ہر کس از گلے مست و من شوریدہ را
دیدہ بہ سوئے سرو گل اندر دل شیدا ہماں

گویند کز بہر چرا چندیں خوری غم، چوں کنم ؟
کامد خوشی بخش ہمہ بخش من تنہا ہماں

زاہد بہ محرابم مخواں صوفی ز تسبیحم مگوئے
مائیم گوئی ذ نبی محراب و درد ما ہماں

سویش بہ پائے خود شدم و ز پائے دیگر آمدم
ایں بار سر خواہم نہاد آں را کہ مست پا ہماں

چنداں چہ جوئی کشتنم کاں غم کہ دارد ہجر تو
خواہی شنیدن ناگہاں امروز تا فردا ہماں

پندم و ہند و نشنوم خواہم کہ ہم صبرے کنم
چوں تو بخاطر بگذری دل باز خسروؔ را ہماں

غ

۱۵۸۵

صبح دمید[2] و روز شد شمع بہ گوشہ نہ کنوں
شمع چہ آفتاب ہم چوں تو نشستہ ای دروں

ساقی حسن خود تو شو ساقی خون خویش من
تو ز پیالہ بادہ خور من ز دل کباب خوں

از تو کہ شمع سینہ ای سوختہ گشت جان من
جاں بہ چہ ساں برون کشم تا تو ز دل روی بروں ؟

فتوی بت پرستیم داد رخ تو چوں کنم ؟
چوں بہ شریعت غمت مفتی عقل شد بروں

لالہ ستان عاشقاں بر رخ تو ز خون دل
نو شد و بر ہمیں دہد دیدن روئے لالہ گوں

من ز وجود بے خبر خیل خیال در نظر
بحر بہ خواب در کشم تشنگی ام شود فزوں

ساغر آرزوئے من دہ کہ چگونہ پر شود ؟
چرخ چنیں کہ می دہد دور بکاسہ نگوں

جہد حسود خسروؔا در طلب مراد دل
رام کسے نمی شود بخت بہ حیلہ و فسوں

۱۵۸۶

اے مشک[3] وام دادہ زلفت بہ سوئے چیں
زاں زلف مشک تا مست عشاق گشتہ مشکیں

---

[1] مطابق نسخۂ ن [2] مطابق نسخۂ ن [3] مطابق نسخۂ ن

برخاست بوئے ریحاں زاں طرۂ چو سنبل　　بنشست بادہ بستاں زاں عارضِ چو نسریں
یک رہ بہ نیم خندہ دنداں نمائے مارا　　تا او فتادن آید دندانہائے پروین
بسیار روئے خوباں دیدم ولیک بے تو　　خاطر نمی پذیرد از ہیچ روئے تسکیں
چوں من نمی توانم برخاستن ز عشقت　　گر گہ اگر توانی نزدِ من آئے و بنشیں
پیراہنِ جفا را ہر روز می بپوشی　　حالم چہ نیک دانی بر خود مپوش چندیں
لب خواہد از تو خسرو گوئی کہ "ہیچ ندہم"
گر ہیچ نیست جانا بارے زبانِ شیریں

۱۵۸۷　　ب

خواز کجا[1] می رسی آلودۂ مے ہمچنیں ؟　　در خوں شدہ زلف آں جہاں رخسارہ خوئے ہمچنیں
چوں دشمنانم میکشی من خود شدم کشتہ ولے　　آخر مسلمانے ست ایں اے دوست تاکے ہمچنیں ؟
سختی جانم بیں کہ چوں سوزِ ترا تاب آورم　　تا خیر گردد گر فتد یک شعلہ در سنگ ہمچنیں
ہر شب خورم در بزم غم گر خونِ دل گاہے جگر　　وہ چوں خرابی ناردم نقل آں جہاں مے ہمچنیں
خسرو کہ نالد گر گہے از جور واز بیدادِ تو
گر لاف عشقت می زند نپسندم از وے ہمچنیں

۱۵۸۸　　غ

از خانہ[2] دشمن خاست دل فریاد کردن چوں تواں ؟　　بے صبرم از بہرِ خان ماں برباد کردن چوں تواں ؟
اے دوست چندیں غم مخور بہرِ خرابیٔ دلم　　تا دولتِ خوباں بود، آباد کردن چوں تواں ؟
ہر چند کوشیدم بجاں دل باز ماندن از بتاں　　شاگرد ما زد دست را استاد کردن چوں تواں ؟
گفتم "دلم آزاد کن" گفتا "بہ بازی بستدم"　　دیر ساں کتاں دادہ بہا آزاد کردن چوں تواں ؟
غمزہ زناں آں شوخ و من خاموش حیراں در رہش　　سلطاں چو خود خنجر کشد فریاد کردن چوں تواں ؟
گفتی کہ "از جاں یاد کن، از من چہ حیراں ماندہ ای" ؟　　آں جا کہ حاضر تو شوی یاد کردن چوں تواں ؟
ہجراں کشیدہ تیغِ کیں، تو سست پیماں دل وہی　　بر اعتمادِ چوں توئی، دل شاد کردن چوں تواں ؟

---

[1] مطابق نسخۂ ن　　[2] مطابق نسخۂ ن

من خود کشتم جورت ولے، تو خود بگوئی بیوفا — چندیں بروئے دوستاں بیداد کردن چوں توان؟

خسرو ز دل غرقہ بخوں، یاراں بہ تیمارِ منش
دررو ز طوفاں خانہ را بنیاد کردن چوں توان؟

۱۵۸۹ — ب

آستانِ[1] یار و آں گہ خونِ من — شاد باش اے طالعِ میمونِ من
بادہ خواہی خورد، روشن شد مزاج — چوں چنیں شد بارِ اول خونِ من
بوالعجب کارے ست من مشغولِ جاں — واں رقیبت در چراو چونِ من
کار افتادست با شبہا مرا — تو بخسپ اے بختِ دیگر گونِ من
کشتی و بازم رہائی شد ز ہجر — دیر زی دردِ دروں افزونِ من
خون دل از دامن لے دیدہ شوئی — یادگار ست ایں ازاں مجنونِ من

سحر خسرو مایۂ دیوانگی ست
تا نیاموزد کسے افسونِ من

۱۵۹۰ — ب

عیشِ من[2] تلخ ست ازاں شکر لبِ شیریں سخن — چوں بخند، ور چہ باشد، ہست دریزیں سخن
مردم نزدیک شد ہنگام شربت داد قسمت — کیست کار دیگ سخن برمن ازاں شیریں سخن؟
بو کہ بزیم اے صبا تر بہرِ من بہرِ خدا — گہ گہے جاسوسی می کن زدمے پرچیں سخن
کاش بے دردے بدیدندے رخ زیبائے یار — تا نہ گفتندے بطعنِ بے دلاں چندیں سخن
اے کہ گوئی "عشق چہ بود"؟ باش تا از خونِ من — بعد ازانت مرد خوانم، گر بگوئی ایں سخن
عاشق ای واں گہ مسلمانی، نہ دانی اے سلیم — دوستی چوں با بتاں افتد، رود در دیں سخن؟
بہتریں روز آں گفتے می بینم از تو در جہاں — گفتِ من بشنو مکن جانا بدیں آئیں سخن

در ہوائے روئے تو خوں می چکاند از غزل
خسروِ رنگیں سخن کز رنگِ تازی زیں سخن

[1] مطابق نسخۂ ن
[2] مطابق نسخۂ ن

۱۵۹۱

صد[1] رہ گذری ہر دم بر جانِ خرابِ من | رحمت نہ کنی ہرگز بر چشم پُر آبِ من
برزد زِ دماغم دود از شربتِ عشق آرے | بے دردسری نبود مستیٔ شرابِ من
ہر چند دلم خوں شد سوزاکِ من افزوں شد | کشتہ نہ شد ایں آتش از آبِ کبابِ من
جانم بہ گداز آمد کو آں ہمہ عیشِ من ؟ | شبہائے دراز آمد کو آں ہمہ خوابِ من
چوں گریہ کند چشمم ماتم کدہ اے باید | تا بر سرِ ہمدرداں ریزند گلابِ من
می سوز دلِ تنگم اے ہجر، مگرز یں سو | بر بوئے کباب آید آں مستِ خرابِ من
در دوزخ اگر سوزم زیں نیست مرا دردے | ہستی تو بہشتی رُو، ایں ست عذابِ من

یک تارِ قبایم دہ خلعت زپئے خسروؔ
درّاں نہ بود بارے تشریفِ جوابِ من

۱۵۹۲ ب

سوارہ اینک[2] آں سرو روانم می رود بیروں | بگیر یدش کز کف عنانم می رود بیروں
دعائے خوانش اے زاہد کہ چندیں خاطرِ خستہ | بہ ہمراہیٔ آں جانِ جہانم می رود بیروں
کمر بکشائے اے کافر کہ دینم می شود غارت | عناں گرد آرائے خونیں کہ جانم می رود بیروں
بہ جاناں گفتنم ناگہ نہ خواہد رفت جاں یا رب | چہ نام ست ایں کہ ہر بار از زبانم می رود بیروں؟
چہ دلہا زاں کہ خست ایں نالہ ہائے زارِ من یارب؟ | جگر دوز ست تیرے کز کمانم می رود بیروں
دلیری می کنم پیشش کہ خواہم ترکِ جاں گفتن | دلِ مرغ اندوہم من کہ جانم می رود بیروں

عجب حالے کہ خالی می نگردد سینہ خسروؔ
بدیں گونہ کہ ایں اشکِ روانم می رود بیروں

۱۵۹۳ ت

چشم ست یا[3] رب آں چناں یا خود بلائے جانِ من | جور ست از آں ساں دل ستاں یا غارتِ ایمانِ من
شوخ و مقامر پیشہ اے قتّال بے اندیشہ اے | خونیں چو شیریں تیشہ اے صید تِ دلِ قربانِ من

---

[1] مطابق درنسخہ ن [2] مطابق نسخہ ن [3] مطابق نسخہ ن

هر روز آیم سوئے تو دل جویم از گیسوئے تو — کاں دل تو دارد بوئے تو بود ست روزے آنِ من
از غارتِ خوباں مرا جانِ ربا شد مبتلا — تو شوخ دیگر از کجا پیدا شدی از جانِ من؟
اے کنج دلہا مستی ات، در قتل جاں یک دستی ات — دردِ من آمد مستی ات، دیوانگی درمانِ من
ہجرم بکشت و شوق ہم روزے نہ گفتی از کرم — "چون ست در شبہائے غم آں عاشقِ حیرانِ من؟"
با عاشقانِ تنگ دل زیں ساں منہ در جنگ دل — آخر بترس اے سنگ دل زاہِ دلِ بریانِ من

خیزائے صبائے مشک بو، بر گل رُخِ من راہ جو
حالِ من مسکیں بگو در خدمتِ جانانِ من

۱۵۹۴ غ

آہ از یں[۵۱] تنگ قبا آمدہ تنگ آں داماں — کہ نہ سر ماند مرا در غمِ ایشاں داماں
لب کشایند و نباتے نہ دہندم آرے — کام خود را نہ تواں یافتن از خود کاماں
گر برم در بر شاں دست بدزدید اندام — سیم دزدے عجبے نیست ز سیم انداماں
رُخ چو آتش بنمایند و جگر پختہ کنند — ایں دلِ پختۂ من سوختہ شد زیں خاماں

خسروا از پئے تو بدنام شد از وے بگریز
نیک نامی نہ بود در روشِ بدناماں

۱۵۹۵ د

اے جہا نے[۵۲] کشتہ جانِ چند کس خواہی شدن؟ — تہمت آلود زبانِ چند کس خواہی شدن؟
من ز دوُرت ہم نہ بینم تو علیٰ رغم مرا — مونسِ جسم و روانِ چند کس خواہی شدن؟
جاں دہد ہر کس کہ بیند ناگہت زیں گونہ کو — تا بلائے ناگہانِ چند کس خواہی شدن؟

از خرامت بس کہ می میرد بسے نظارگی
جانِ خسرو جاں ستانِ چند کس خواہی شدن؟

۱۵۹۶ غ

بنشیں[۵۳] نفسے کہ زہمہ لطفِ تو بس ست ایں — بستاں کہ زجانم نفسِ باز پس ست ایں

---

[۵۱] مطابق نسخۂ ن
[۵۲] مطابق نسخۂ ن
[۵۳] مطابق نسخۂ ن

در مستی من چند زنی شعلهٔ ہجراں — آخر دل و جان ست نہ خاشاک و خس ست ایں

گفتم کہ "گزیدم لب چوں قند تو در خواب" — خندید و شکر ریخت کہ خواب مگس ست ایں

اے باد بر وایں نفس از ما برسانش — کاے عیسیٰ جاں ہا گرو یک نفس ست ایں

خوش می کنم اندر ہوس روے تو جانے — ہستار چہ خوش آیندہ ناخوش ہوس ست ایں

گفتم کہ "بر فریادرس از غمزۂ خویشتت" — تیرے بر من انداخت کہ فریادرس ست ایں

من بندۂ آں چشم کہ از گوشۂ چشم — شب دیدی و گفتی کہ "بر ایں در چہ کس ست ایں؟"

خسرو چہ کند نالۂ عشاق میا تنگ

کاخر ہم ازاں قافلہ بانگ جرس ست ایں

۱۵۹۷ غ

دلم را کرد صد پارہ بہ سینہ خار خار تو — مرا ایں گل شگفت و بس ہمہ عمر از بہار تو

تو سلطاں چوں گدایاں از کات حسن فرمائے — مرا ایں بس کہ زیر پا شوم ہنگام بار تو

سر خود می زنم بر آستانت تا بر آید جاں — کہ ایں سر در د خواہم برد با خود یادگار تو

ہمہ کس بہیندت جز من روا باشد کزیں نعمت — بہ محرومی بمیرد بیش دردا مید وار تو

نیارم[1] چشم کس پوشید لیکن چشم خود بندم — اگر بینندگاں بینند روے چوں نگار تو

بہ خشم[2] گفتہ ای" کاندر دل و جانت زنم آتش" — "زہے دولت اگر خاشاک من آید بکار تو"

اگر بشکافیم سینہ من از جانت کنم یاری — وگر بیروں کنی چشمم منم از دیدہ یار تو

اگر نگرفتیم[2] دستے لگد بر سر ہوس دارم — بدیں مقدار ہم روزے نہ گشتم شرمسار تو

عفاک اللہ ز چشم خسرو آں خونہا کہ افشاند

معاذ اللہ کہ گویم پیش چشم پر خمار تو

۱۵۹۸

دلم آشفتہ[3] شد جانا بہ بالاے بلاے تو — بکن رحمے بجان من کہ گشتم مبتلاے تو

---

[1] درین بیت محذوف است

[2] درین بیت محذوف است

[3] درین غزل محذوف است

اگر رائے تو ایں باشد کہ من دائم جفا بینم     جفائے جملہ عالم را کشم جانا برائے تو

میاں بگشائے ورنہ پیرہن صد چاک خواہم زد     کہ در دل بسکہ رہ دارم من از بندِ قبائے تو

رقیبت را نہ می خواہم الٰہی نیست گردانش     کہ دائم می کند محروم ما را از لقائے تو

اگر تو ہر رقیبے را بہ جائے بندہ می داری

بحمد اللہ کہ خسروؔ را کسے نبود بہ جائے تو

۱۵۹۹

مہ شب گرد من امشب چو مہ می گشت و من با او     لبے و صد فسوں در وے خطے و صد فتن با او

قبا را بر زدہ دامن بہ خوں ریزی و از مژگاں     چو قصابے کشیدہ تیغ و زلفِ چوں رسن با او

ز بیمِ خلق از دور می کشیدم پائے خود لیکن     مرا بر داشتہ می برد آبِ چشمِ من با او

فلک ہرگز گذارد ماہ را در گردِ شب گشتن     اگر زاں طرۂ شبرنگ باشد یک شکن با او

مرا گوئی کہ "ہر کس بیند از سودائے آں روزے     کہ آں دیوانہ می آید جہانے مرد و زن با او"

گریبانم بہ صد چاکست ازیں حسرت کہ تا روزے     برہنہ در دہش گیرم کہ نبود پیرہن با او

نگارا ہمچو جاں در تن درآ اندر برِ خسروؔ

بروں کن جان رسمی را کہ راضی نیست تن با او

۱۶۰۰

دو رخ[۱] بنمائے و بازار کواکب بشکن از ہر دو     کہ گردد تافتہ خورشید و ماہت روشن از ہر دو

ز جان و دل چہ یادت می کنم دارم عجب از وے     کہ جان و دل زیک دیگر بشکند و من از ہر دو

کشیدند آں دو لب فتوائے خط ہمچوں مسلماناں     بلا بنگر کہ تعلیمِ تو چوں گشت ایں فن از ہر دو

ببیں اے یوسفِ جاں گر نہ زاں دو چشم یعقوبی     کہ غرقِ خون و خوناب ست یک پیراہن از ہر دو

دو ہمدم می دہہ پندم ولے چوں من گرفتارم     بہ حقِ دوستی نزدیکِ من بہ دشمن از ہر دو

عمارتہائے عمر و عقل چوں شد بے خلل از وے     بیا زود اے اجل بنیادِ ہستی بر کن از ہر دو

مرا مہمانئے دو عالم جزائے طاعت اے زاہد     کہ من کردم گریباں چاک و چیدم دامن از ہر دو

---

۱ ؎ دریں غزل محذوف است

اگر از عشق لاف مرد و نامرد و بنازد بہ
سرِ مرداں کہ خسروؔ مرد تر باشد ازاں ہر دو

ب

۱۶۰۱

بدیں ساں کز غمت بر خاک دارم ہر زماں پہلو — از آہن بایدم یا سنگ نہ از استخواں پہلو
چنیں شبہائے بے پایاں و من بر بسترِ اندہ — از آں پہلو بریں پہلو وزیں پہلو برآں پہلو
اگر بالا کنی یک گوشۂ ابرو فرو ماند — مہِ نو کز بلندی می زند با آسماں پہلو
وفاداری بیاموز از خیالِ خویشتن بارے — کہ از من وا نگیرد روز تا شب یک زماں پہلو
کنارم گیر تا بر ہم نشیند پشت و پہلویم — کہ دل بیروں شدست و ماند جائے در میاں پہلو
تو خوش می خسپ کز خوابِ جوانی بس کہ سرمستی — بہ ہر پہلو کہ می خسپی نہ می گردی ازاں پہلو

من و شبہا و خاکِ در کہ داد آں بخت خسروؔ را
کہ بہرِ خوابِ پہلویت نہد اے دل ستاں پہلو

۱۶۰۲

بیچارہ[1] دلم خوں شد در پیشِ خیالِ تو — تا چند ہنوز آخر دوری ز وصالِ تو
عقل و دل و جاں از تن بردایں ہمہ عقل از من — من ماندہ ام و چشمے حیرانِ جمالِ تو
خنجر کش و بازم کش تا باز رہم زیں غم — ورزاں کہ بود جانا ہر چند وبالِ تو
زیں گونہ کہ من دیدم شکلِ تو و حالِ خود — دشوار برم جاں را از دستِ خیالِ تو
اے لشکرِ مشتاقاں در پیشِ رکابِ تو — اے گردنِ سربازاں در پیشِ دوالِ تو
یارب کہ چہ ظلم ست آں یارب کہ چہ داغ ست ایں؟ — بر جانِ مسلماناں از ہندوے خالِ تو
جانے ست مرا ہدیہ مہمانے چناں ردیم — کاندازۂ من نبود تعظیمِ جمالِ تو

صد قصہ فزوں دارم از دردِ دلِ خسروؔ
لیکن بہ زباں نارم از بیمِ ملالِ تو

---

[1] دریں غزل محذوف است

۱۶۰۳

ای جانِ من آویزان از بند قبای تو — بی چاره دلم خون شد در عهد و فای تو
افتاده نه خواهم بود الا به درت زین پس — گر خاک شوم باری زیرِ کفِ پای تو
گفتی که بدین زاری از بهر که می میری؟ — والله که برای تو باالله که برای تو
یارب نفسی باشد کز عشق امان یابم — و آسوده به چشم شب ایمن ز بلای تو
جان تیغ ترا دادم از شرمِ رُخت مردم — زیرا به از این باید تعظیم جفای تو
یارِ دگرم گوئی وز آه نه می ترسی — یعنی که کسی دیگر آن گاه به جای تو

هر چند که شد خسرو سلطانِ سخن گویان
از بهر یکی بوسه هم هست گدای تو

غ

۱۶۰۴

آن کیست که می آید صد لشکرِ دل با او؟ — درویشِ جمالش ما سلطانِ دلِ ما او
بی صبح و شبی خواهم کو را غمِ خود گویم — من گویم و اُو خندد تنها من و تنها او
مستم ز خیالِ او من با وی وُ دی بی من — یارب چه خیال ست این این جا من و آن جا او
مهتاب چه خوش بودی گر بودی وُ من تنها — لب بر لب و رُو بر رُو او با من و من با او
گویند مرا "آخر دیوانگی ات خوش شد" — دیوانه چرا نبوم ماهِ من و شیدا او

من خسرو و او زیبا بنگر که چه نگسست این
دیباچهٔ دلها من آئینهٔ جان ها او

ت

۱۶۰۵

از دوریٔ خود جانا حالِ دلِ من بشنو — اندوهِ فراقِ گل از مرغِ چمن بشنو
زان موی بنا گوشت هر کس گلهای دارد — آن طره به یک سو نه از گوشِ سخن بشنو
نافه همه بوی خوش از بوی تو می دزدد — غمازیٔ آن دزدی از مشک ختن بشنو
با این همه نیکوئی اندر حق مسکینان — مشنو سخنِ بدگو گفتِ بدِ من بشنو
از بادِ هوایت دل صد جان بدریدا این خود — بشگفت گلی دیگر ای غنچه دهن بشنو

تو جان منی و من دور از تو همی میرم — ای جان جدا مانده آخر غم تن بشنو

بشکست می لعلت چون توبهٔ خسرو را
اکنون صفت مستی زان توبه شکن بشنو

ت

۱۶۰۶

ای رهزن عشاق چه عیار کسی ای تو؟ — وی ماه شب افروز چه طرار کسی ای تو؟

خون ست می نوش گوارت ز دل خلق — ای ظالم بی مهر چه خونخوار کسی ای تو؟

هر چند که گویند "مکن جور" کنی بیش — زین خوی مخالف چه جفاکار کسی ای تو؟

خنجر زنی از غمزه و رحمت نه کنی هیچ — زین بیش عفا الله چه ستمگار کسی ای تو؟

گر جان نه دهم، سر نهم، آزرده کنی دل — هم جان و سر تو که دل آزار کسی ای تو؟

خوارم کنی و عزتم این بس که بگویی — کای بردرم افتاده قوی خوار کسی ای تو؟

چندین که جفا برد ز تو خسرو مسکین
روزیش نه گفتی که "وفادار کسی ای تو"

ث

۱۶۰۷

خلقی همه[1] در شهر و مرا جان به دگر سو — هر کس برهی و من تنها به دگر سو

بینم چو به راهش، بدوم، پاش بگیرم — دستم به دگر سو رود و پا به دگر سو

وه این چه زمان بود که کردیم وداعش — او رفت به سوی دگر و ما به دگر سو

او رفت و من از بی خودی خویش ندیدم — کو باز سوی خانه بشد یا به دگر سو

در عشق عفا الله طلبم وصل تو زشت ست — معشوق دگر سو و تمنا به دگر سو

گر کام رسد ور نه رسد دوست پسند ست
خسرو نه رسد از رخ زیبا به دگر سو

---

[1] درین دو بیت ذیل زائد است

جان برد و من از دل طلبم وه که چه طرفه — دامم به دگر سو و تقاضا به دگر سو

آیا بود آن روز که با هم بنشینیم — آشوب دگر سو شد و غوغا به دگر سو

١۶٠٨

اے سبزہ[1] دمانیدہ بہ گردِ قمر از مُو ‏ ‏ ‏ سر سبزیٔ خطِ بہت سر بہ سر از مو

موئے ست دہانِ تو و در موئے شگافی ‏ ‏ ‏ ہنگامِ سخن ریختہ لؤلؤئے تر از مو

کس موئے میانت نہ کند یک سرِ مُو فرق ‏ ‏ ‏ تا ساختہ ای موئے میاں را کمر از مو

بیروں ز خیالِ تو کہ مانندۂ موئے ست ‏ ‏ ‏ کس بر تنِ سیمینت نہ بندد اثر از مو

جُز عارضِ سیمینِ تو بر طُرّہ شب رنگ ‏ ‏ ‏ ہرگز نہ شنیدیم طلوعِ قمر از مو

بر طرفِ بناگوشِ تو آں طرۂ مشکیں ‏ ‏ ‏ صد سلسلہ انگیختہ بر یک دگر از مو

خسرو کہ بہ وصفِ دہنت موئے شگافیست

یک نکتہ نہ گوید ز دہانت مگر از مو ‏ ‏ ‏ ت

١۶٠٩

من ایں جا و دل گرہ در آن کو ‏ ‏ ‏ از آں گم گشتۂ مسکیں نشاں کو؟

نگوئے پند گو "بے او بزی خوش" ‏ ‏ ‏ خوشم گر زندہ مانم لیک جاں کو؟

بہ دل گویم کہ "غمہا خواہمش" گفت ‏ ‏ ‏ "چو او پیشِ نظر آید زباں کو؟"

بپرس ایں ناتواں را پیشتر زانک ‏ ‏ ‏ بپرسی خلق را "کاں ناتواں کو؟"

پس[2] از مُردن دعائے تربتِ من ‏ ‏ ‏ پسند ست آں کہ گوئی "کو فلاں کو؟"

بہ گستاخی حدیثِ بوسہ گفتم

بہ خندہ گفت "کائے خسرو دہاں کو؟"

١۶١٠

زیں[3] ساں کہ ناوک می زند چشمم شکار انداز او ‏ ‏ ‏ بسیار مردِ شیرِ دل کاید شکارِ ناز او

---

[1] درن غزل محذوف است ‏ ‏ ‏ [2] درن بیت ذیل زائد است

مرا گوئی کہ "رَو با صابری ساز" ٭ تو خود می گوئی "اما گو کہ آں کو؟"

[3] درن غزل محذوف است

جائے کہ با ہر تار موشد بستہ صد گردن کشش — با ما چہ عیاری کند زلفِ کمند اندازِ او

برحکمِ آں خطِ قضا بنوشتہ اش "برگرد رُخ" — جاں وام دارُد او بہ بیں مر عاشقِ جانبازِ او

گفتی کہ "مرغِ جانت را بندِ قفس بسیار شد" — ایں ہم نہ ماند اے جاں بسے نزدیک شد پروازِ او

شوقے کہ ہست از شمعِ خود آلودۂ آتش مرا — گر مطرب آرد در نوا ترسم بسوزد سازِ او

خسرو نہ نالد پیشِ کس زیرا کہ گرید خلق خوں
بس کز جراحتہائے دل خوں می چکد زآوازِ او

۱۶۱۱

آں شکلِ[1] جولانش نگر واں خلق در دنبالِ او — واں خوابِ نازآلود بیں ویں غمزۂ قتالِ او

یک تار مویش را صبا ہر دو جہاں گوید بہا — ہرگز بدیں ندہم رضا گر من بود دلالِ او

خنگش چو از جا در جہد ہر گونہ پیشش سر نہد — سبزہ بہ خطِ خود دہد فتوائے خون و مالِ او

گر در شکار آں کینہ کش گاہے بہ میداں مست و خوش — مسکیں دلِ دیوانہ وش سرگشتہ در دنبالِ او

گرمی پرد ایں چشمِ تر کاں رویش آید در نظر — بگذر دلا کاندر اثر خوں می چکد از خالِ او

آہِ دلِ زارم کنوں سوزاں نمی آید بروں — کش داغہا اندر دروں گنجد نہ گنجد خالِ او

در بندِ آں زلفِ دوتا دیوانہ ام دائم دلا — زنہار زنہار اے صبا گہ گہ بپرسی حالِ او

خسرو شناسد سوزِ من واں نالۂ دل سوزِ من
زاں کاگہ ست از روزِ من شبہائے ہمچوں سالِ او

۱۶۱۲

ترکے ست[2] بدخو آنکہ من دارم سرِ سودائے او — چشمے ست کافر آں کہ شد جانِ دلم یغمائے او

شکلے بہ دل پنہاں شدہ بالا بلائے جاں شدہ — اے صد چو من قرباں شدہ بر قد و بر بالائے او

دل زاں سرِ زلفِ دوتا زیرِ کلاہش کردہ جا — گر جانِ من پرسی "کجا" اینک تہِ یکتائے او

زو ناوک دوزِ من تنے زو تیغ دوزِ من گردنے — ایں ست رائے چوں منے تا خود چہ باشد رائے او

گر خواست بر تیدن سرم زاں رفت بر تن خنجرم — تا وقتِ مردن بنگرم بارے رخِ زیبائے او

---

[1] دریں غزل محذوف است　[2] دریں غزل محذوف است

امروز در جانم سخن فردائے وصلم در دہن | او در غمِ امروزِ من، من در غمِ فردائے او
تن شد بہ رنج آموختہ دل شد بہ درد افروختہ | جاں با بدن ہم سوختہ از آتشِ سودائے او
ہر شب روم با چشمِ تر آں جا کہ بود آں سیم بر | گر چہ از او نبود اثر بارے ببینم جائے او

در چشمِ من آں خاکِ پا گر سرمہ شد گہ تو بیا
در مانِ چشم آمد سرا خسرو بہ خاکِ پائے او

۱۶۱۳

خیزد چو[1] از خواب آں پسر تا کس نہ شوید روئے او | کاندر خمارم خوش کند آں نرگس جادوئے او
زیں گونہ کز ایں دیدہ ام خوں می رود بے روئے اش | مشکل کہ آبِ خوش خورد ہرگز کسے از جوئے او
شمشیر در دستم نہید امشب بہ کوئش می روم | تا خویش را بسمل کنم آں جا کہ بینم روئے او
اے باد کز وے آمدی قبلے مکن کز گلشنم | ایں نیست بوئے باغ و گل من می شناسم بوئے او

کس را از آنِ خود نہ شد آں بے وفائے سنگ دل
بیہودہ سودا می پزی خسرو بہ جستجوئے او

۱۶۱۴

اے[2] زندگانی بخشِ من لعلِ شکر گفتارِ تو | در آرزوئے مُردنم از حسرتِ دیدارِ تو
گر شہد بینم در زباں یا آبِ حیواں در دہاں | تحقیق می دانم کہ آں نبود بہ جز گفتارِ تو
معذوری از زلفِ سیہ پوشے بر روئے ہمچو مہ | سیری نہ دارد ہیچ گہ چوں دیدہ از دیدارِ تو
گر خود ترا زیں چشمِ تر دشوار می آید نظر | بیروں کشم دیدہ ز سر آساں کنم دشوارِ تو
زیں پس بہ خوباں ننگرم در کوئے ایشاں نگذرم | گر ہیچ یک رہ جاں برم از غمزۂ خونخوارِ تو
خواہی نمک نہ ریش را خواہی بکش درویش را | ہر خوں کہ باشد خویش را بر بستہ ام در بارِ تو
در کوئے تو بر ہر درے افتادہ می بینم سرے | ایں نیست کارے دیگرے جز کارِ تو جز کارِ تو
چوں غم بہ گفتار آورم با دیدہ در کار آورم | چوں رو بہ دیوار آورم بالے بود دیوارِ تو

---

[1] درین غزل محذوف است    [2] درین غزل محذوف است

خواہی کہ بہرِ خندہ لے پیش افگنی افگندہ اے
اینک چہ خسرو بندہ اے او بندۂ دیدارِ تو

۱۶۱۵

گرچہ کہ ہست خونِ دل بادۂ خوشگوارِ تو        سرخوش و شیرگیر شد نرگسِ پُر خمارِ تو
سرو بلند و نخل تر گر گہے آورم بہ بر        وہ کہ بدیں کجا رود آرزوئے کنارِ تو
تیر برآہواں زنی غمزہ بہ ما ازآں سبب        رشکِ شکارِ تو زمن رشکِ من از شکارِ تو
چشمِ من ست و خاکِ رہ رفتہ بتا بیا ببیں        دیدہ کہ خاک می خورد در رہ انتظارِ تو
چوں سرو کار شد مرا با چو توئی بہ دوستی        رسم وفا نہ باشد ار سر بنہم بہ کارِ تو
از پے تو ز خونِ دل شربتِ مہر ساختم        تیر نہ کرد رحمتے چشمِ حرام خوارِ تو
ہست چو یادگارِ تو غم کہ مباد دردِ لے        جائے بہ سینہ کردہ ام از پئے یادگارِ تو

بے تو کہ زندہ ماندہ ام سیر نمائے رو بہ من
تا برہد ز ننگِ جاں خسروِ بیقرارِ تو

۱۶۱۶

تا بہ زمانہ شد خبر از مہ کہ با کمالِ تو        شیفتہ گشت عالمے زابروئے چوں ہلالِ تو
تا بہ دو[۲] ہفتہ ماہ اگر راست کند جمالِ تو        تیز نگاہش اوفتد ہر شبے از کمالِ تو
از خطت ارچہ کشتہ شد خلق بترس از خدا        نامۂ او سیاہ باد از رقمِ وبالِ تو
قرعہ دروغ می زنم بہر صبوری ارنہ کو        دولت آں کہ بنگرم روئے خجستہ فالِ تو
دور ز بندگیٔ تو گرچہ خیال گشتہ ام        از دل و دیدہ می کنم بندگیٔ خیالِ تو
گیر کہ ذرہ بر رود کے رسد آفتاب را        ہمت مدبرے چو من بس ہوسِ وصالِ تو
خالِ[۳] تو گشت در چشمِ من رہزنِ خال چوں مئے        کافرِ سرخ چشمِ من دزدِ دلم خیالِ تو
نخلِ قدِ تو در دلم کآب ہمی خورد ز خوں        بیں کہ چہ میوہ می دہد زیں غورشم نہالِ تو

---

۱ درین غزل محذوف است        ۲ درین بیت محذوف است
۳ درین بیت محذوف است

عمر بہ گنجِ فرقتم رفت و نہ گفتیم گہے
ایں قدرے کہ خسروا چیست بہ گوشہ حالِ تو؟

۱۶۱۷

باز بہ[1] خونِ خلق شد چشمِ جہاں نمائے تو — عمر اگر وفا کند جانِ من و جفائے تو
نیست امید کز توام یک گل بخت بشگفد — تا نہ روی ز جائے خود اے دل و دیدہ جائے تو
گریہ و آہِ سردِ من گر ببر بادم کسے — ہست حرام خوارگی گر نہ کنم دعائے تو
وقتے اگر ز جانِ من ناوکِ تو خطا شود — تن بہ قصاص در دہم معذرتِ خطائے تو
باد بر آستانِ تو خاک شدہ وجودِ من — تا بہ طفیلِ آستاں بوکہ رسم بہ پائے تو
از حسدِ خیالِ تو با دلِ خود بہ غیرتم — گل چہ خیئے چرا کشد ہودج کبریائے تو
گوش بہ خسروا آر شب تا کہ بہ بینی از کجا؟
نغمۂ شوق می زند بلبلِ خوش نوائے تو

۱۶۱۸

نیست[2] کشادہ چشمِ من جز بہ خیالِ روئے تو — بستہ کس نہ شد دلم جز بہ شکنج موئے تو
ہر سحرے چو بے دلاں آیم و بر تو بنگرم — از پے آں کہ شد مرا فالِ خجستہ روئے تو
بیتیِ من آکہ ساعتے با تو مگر دمے زنم — زاں کہ بہ لب رسیدہ شد جانم از آرزوئے تو
دیدۂ من ز نیکواں روئے تو اختیار کرد — از پے چشم زخمِ تو کم نگرم بہ سوئے تو
مرد چو خسروا ز غمت بوئے وفا بدو رساں
تا بہ وسیلۂ صبا زندہ شود بہ بوئے تو

۱۶۱۹

روئے یار را[3] ز سبزہ تر بوستانے یافت نو — چشمِ من بہر تماشا گلستانے یافت نو
تا لبِ او در تہِ ہر موئے خطِ جاں نمود — بندہ زاں لب در تہِ ہر موئے جانے یافت نو
بود نہ پیدا دہانش تیز دیدم بوسہ جاش — در لب از دنداں نشانے شد دہانِ یافت نو

---

[1] درین غزل محذوف است
[3] درین غزل محذوف است
[2] درین غزل محذوف است

ماهِ من زلف سیه بر خطِ سبزت سر نهاد  
طوطیٔ شکر خورت هندوستانے یافت نو

دی کمر بستی و در دے لبته شد موئے ز جعد  
بے میاں بودی تهی گاهت میانے یافت نو

قامت تو کز ضعیفی بسته در مویت نه ماند  
بر سر هر تار موئے خانمانے یافت نو

بس که نو نو داستانت فتنه شد بر هر زباں  
هر زباں از قصهٔ من داستانے یافت نو

بس که سود م روئے زرد خویش بر خاکِ درت  
باد هر دم زاستانت زعفرانے یافت نو

۱۶۲۰ ب

مست می گردی ز خانه بیش نا فرماں مشو  
چشم بد نیکو نباشد جا بجا جهاں مشو

گر ترا جولاں نه باشد گر تو از من صد کشی  
یا مرا اول بکش یا بیش در جولاں مشو

طوق شاهاں است فتراک تو بر ما سهل گیر  
شرم دار و بر گدایاں صاحب فرماں مشو

غمزه می آری و می گوئی "مرد از خود عجب"  
تیغ می رانی و می گوئی "مرا قرباں مشو"

دل ز من بستانی و گوئی "نه می دانم که برد"  
ایں چنیں یک بارگی هم جانِ من ناداں مشو

از غمت[1] شبهانه خفتم و آں زماں کت یافتم  
گر مرا خوابِ دگر گیرد تو دیگر ساں مشو

دوستاں[2] گشتند دشمن اے دل آخر آگهی؟  
زانِ من بودی تو بارے جانبِ ایشاں مشو

دل که[3] ویرانے ستاند ره طالعش از نیکواں  
گفت "مردم کے شود گر گویدش ویراں مشو"

خسروا دیدی که حیراں مانده ای در کارِ خویش  
من ترا صد ره نگفتم کایں چنیں حیراں مشو

۱۶۲۱ ت

مردمِ چشم مرا برد آب و گر آئی درو  
مردمی باشد که بنشینی چو بینائی درو

ماه را با چوں توئی بارے که نسبت می کند  
نیست چوں عیاری و شوخی و رعنائی درو

در رخت گم گشت عقل و گفت "یا رب چه کنم"؟  
وصف زیبائی که حیران ست زیبائی درو

عقل استاد ست و شاگرد ش بلائے کوے دوست  
مکتبت بد بختی و تعلیم رسوائی درو

---

[1] درین بیت محذوف است [2] درین بیت محذوف است [3] درین بیت محذوف است

تشنه[۱] تو میرد آب زندگی گر بیندت — زندهٔ سیراب گردد گر فرود آئی درو

گردِ کویت را نه بیزم من بدامانِ دو چشم — زاں کہ گم گردد دلِ بد روز ہر جائی درو

خلق گوید خسروا از عشق کے دیوانہ شد؟
چوں کند بے چارہ چوں نبود شکیبائی درو

۱۶۲۲

ازمن[۲] اے سادہ پسر دور مشو — بر شکستہ مگذر دور مشو

گرچہ سرتا بہ قدم از نمکی — ہم ازیں خستہ جگر دور مشو

مُردنم از غمِ تو نزدیک است — یک زمانیم ز سر دور مشو

مرو از پیشِ من و بہرِ خدا — مطلق از پیشِ نظر دور مشو

تری دیدهٔ پُر خوں دیدی — وہ کزیں دیدهٔ تر دور مشو

لب بہ خسرو دہ وآں گہ بہ لاغ
بامگس گو، "ز شکر دور مشو"

۱۶۲۳

پُر ز خم ست[۳] و شکست زلفِ گراں بارِ تو — زاں کہ ہزاراں دل ست بستۂ ہر تارِ تو

خط کہ برآں لب کشید از سرِ کلکِ قضا — نقشِ فنا زد رقم بر لبِ خوں خوارِ تو

زندہ بہ کویش نہ ماند دہ کہ چہ مردم کُش ست؟ — ہمچو طبیبانِ خام نرگسِ بیمارِ تو

فاتحہ خواں ست خلق سوئے سرایش کہ ہست — خاکِ شہیدانِ عشق در گلِ دیوارِ تو

ہر کہ زباں می کشید از پے تو سوے من — ہمچو منِ بے زباں گشت گرفتارِ تو

اے سرِ خسرو ترا مژدہ کہ ہر بامداد
فتنہ بہ قصا بیست بر سرِ بازارِ تو

۱۶۲۴

پردهٔ صبرم[۴] درید غمزهٔ دل دوزِ تو — زہرهٔ من آب کرد عشقِ جہاں سوزِ تو

---

۱۔ درین بیت محذوف است

۲۔ درین غزل محذوف است

۳۔ درین غزل محذوف است

۴۔ درین غزل محذوف است

من کہ سحر ہر شبے دم نہ زنم تا بہ صبح — ترسم روشن شود مہر دل افروز تو
رنگِ گلِ عارضت روز بہ روز ست نو — خارکشی را چہ رنگ از گل نوروز تو؟
ہندوے چشم ترا غارتِ ترکانِ چیں — نیکوئی آموختست زلف بدآموز تو
تا تو بر اہلِ صواب تیر زنی بے خطا — ہست کمانِ بلند ابروے کیں توز تو

خسرو بے چارہ کرد وقف ہواے تو دل
گرچہ پے جانش کرد غمزۂ دل دوز تو

۱۶۲۵

گر نہ کمندِ[1] بلاست بر دلِ عشاق تو — بہر چہ بازی کند زلف تو با ساق تو؟
تو کہ بہ غلتاق تنگ چست درآمد تنت — پردۂ دل را درید رشک بہ غلتاق تو
بو کہ بیابد سز تو شستنِ نعلِ سمند — پاے بزرگاں گرفت گریۂ عشاق تو
گریہ کنم تا مگر ز ابرو اشارت کنی — لیک زبارانِ من غم نخورد طاق تو

پیش تو مردن مرا چوں نگذارد رقیب
بہر چہ بارے زید خسروِ مشتاق تو

۱۶۲۶

نوبت[2] خوبی زدند در شبِ گیسوے تو — فتنہ عسس گشت باز گردِ سر کوے تو
گر بہ ترازوے چرخ دست رسد مر مرا — حسنِ تو یک سو نہم مہ بہ دگر سوے تو
روے مرا زرد کرد روے تو منکر شود — اینک اگر راستست روے من و روے تو
نیست کمانِ غمت چوں کہ بہ بازوے من — گوشہ گرفتم ولے گوشۂ ابروے تو
من بہ فسونِ وفازانِ خودت می کنم — تفرقہ گر فگند نرگسِ جادوے تو
بس کہ شکستہ دلاں بستۂ زلفت شدند — ہست ہزاراں شکست در سر ہر موے تو
اے بہ دو در رخ چو پری زلف ز رخ دور کن — دیو نہ نیکو بود خاصہ بہ پہلوے تو

---

[1] درین غزل محذوف است

[2] درین غزل محذوف است

قامتِ خسرو ز غم چون دُمِ سگ حلقه شد
تا فلکش طوق ساخت بہرِ سگِ کوئے تو

۱۶۲۷ غ

عاشق و دیوانہ ام سلسلۂ یار کو؟ | سینہ ز ہجراں بسوخت شربتِ دیدار کو؟
گرچہ گلستاں خوش ست ورچہ چمن دلکش است | آں ہمہ دیدم ولے آں گلِ رخسار کو؟
نالۂ ہر عاشقے از دلِ افگارِ خویش | از منِ مسکیں مپرس "کان دلِ افگار کو؟"
نفسِ منِ بُت پرست ہست بہ کشتن سزا | تیغِ سیاست کجاست بازوئے ایں کار کو؟
آہ کہ دعویٔ عشق پس غمِ جاں چوں بود | دوستیٔ جاں گرفت دوستیٔ یار کو؟
وہ کہ[۱] جہانے چناں روزی چشمم ببست | دیدۂ بیدار ہست دولتِ بیدار کو؟

بر سخن دردِ ما گوش نہد گرچہ یار
خسرو بےچارا را طاقتِ گفتار[۲] کو

۱۶۲۸ و

خوں گریم ارچہ از ستمِ بےکرانِ تو | ہم خاک روبم از مژہ بر آستانِ تو
بسیار آبگینۂ دلہا شکستہ ای | زیں جرم سنگ شد دلِ نامہربانِ تو
جاں رفت و نہ وصالِ تو ام شد نہ عیشِ خویش | نہ من از آنِ خویش شدم نہ از آنِ تو
در دل کہ شب جفائے تو می گشت تا بروز | گفتم کہ "اے تو در دلِ من" گفت "جانِ تو"
از[۳] تنگیٔ دہانِ توام دست کے دہد؟ | روزیٔ من چو تنگ ترست از دہانِ تو

گفتی کہ "خسرو آنِ من ست" ایں چہ دولت ست؟
یعنی منم کہ می گذرم بر زبانِ تو

۱۶۲۹

ہر جا کہ لب[۴] بہ خندہ کشاید دہانِ تو | خونابہ اے ست از لبِ چوں ناردانِ تو
اے بس عناں کہ بر سرِ کوئے تو شد ز دست | کز راہِ جور باز نہ تابد عنانِ تو

---

[۱] بیت درن اضافہ است [۲] درن بیت ذیل زائد است
ابرو ترش مکن کہ شود کشتہ عالمے ٭ زیں چاشنی کہ می نگرم در کمانِ تو
[۳] درن غزل محذوف است

شد خانمانِ صبر ہمہ غارب و خراب — از ترکتاز غمزۂ نا مہربان تو
از خوئے بد چہ ظلم کہ بر مانہ می کنی — آخر چہ کردہ ام من مسکیں از ان تو
عشق تو بس کہ بردل خسرو زدست زخم
گر ہست امیدِ زیستنم ہم بہ جانِ تو

۱۶۳۰ غ

کس چوں جہد ز گیسوئے ہمچوں کمندِ تو — جائے کہ آں کمند شود پائے بند تو
آموخت چشمہائے مرا گریہ ہائے تلخ — در دیدہ خندہ ہائے لب نوش خند تو
شویم ز گریہ روئے زمیں را کہ ہست حیف — کافتد بہ خاک سایۂ سرو بلند تو
اے پند گو کہ گوئیم "از عشقِ او بخیز — چوں دل بہ جائے نیست، چہ خیزد ز پند تو"
تا کے ہنوز در دلت از خستہ اے غبار — کز خونِ دل نشاند غبارِ سمندِ تو
دل[۱] تنگیم بکشت مفرمائے عیب اگر — تنگ ست ایں قبا بہ تنِ ارجمند تو
گو تا بہ[۲] روح من کند از بعد مردنم — کس گر بود نصیبہ ز حلوائے قند تو
گرد آر زلف را کہ ز عالم بروں گریخت
خسرو ہنوز می نہ جہد از کمندِ تو

۱۶۳۱ ب

گر بادہ می خورم بہ سر من خمارِ تو — ور در چمن روم بہ دلم خار خار تو
خوں شد ز نالشم جگرِ سنگ و ہمچناں — با سنگ خویشتن دل با استوار تو
از دیدنِ تو مست و خرابم تمام روز — جاں می کنم تمام شب اندر خمار تو
بیروں جہاں سمند کہ بینیت بہ صد ہوس — مردن بہ پائے خویشتن آید شکار تو
دل را تب غم تو چو بے من نہ می خورد — شرمندۂ دلم من و دل شرمسار تو

---

[۱] درین بیت محذوف است [۲] درین بیت محذوف و بہ جائش بیت ذیل اضافہ است

۵ پند است آخر ایں نہ سپند ایں چنیں مسوز
یک پند من بہ گوش کن اے من سپند تو

عدم بہ یاری سگ کوئے تو شد بسر — روزے نہ گفتیش کہ "چگونہ ست یار تو؟"
داغ تو دارم ار نہ کنم خدمتِ دگر — کم زاں کہ باز میں برم این یادگار تو
بہر کدام روز بود عقل و جان و دل — گر ایں متاع خرج نہ گردد بہ کار تو
صد پارہ شد چو غنچہ دل خسرو و ہنوز
بارے گلے شگفت مرا در بہار تو

ب

۱۶۳۲

ہر شب[1] منم فتادہ بہ گردِ سرائے تو — تا روز آہ و نالہ کنم از برائے تو
روزے کہ ذرّہ ذرّہ شود استخوانِ من — باشد ہنوز در دلِ تنگم ہوائے تو
ہرگز شبِ وصال تو روزے نہ شد مرا — اے وائے بر کسے کہ بود مبتلائے تو
جاں بارہا رواں برائے تو خواہم نثار کرد — دستم نمی دہد کہ نہم سر بہ پائے تو
بر حال زار من نظرے کن ز روئے لطف
تو پادشاہِ حسنی و خسرو گدائے تو

۱۶۳۳

بوئے[2] وفا ز طرۂ عنبر فشانِ تو — عشاق را نہ جز ستمِ بے کرانِ تو
شب نیستی کہ می نہ کنم تا بہ وقتِ صبح — افغاں ز جور غمزۂ نا مہربانِ تو
برق از نفس کشایم و ژالہ ز نم ز اشک — شاخ وفا دمد مگر از گلستانِ تو
نا دیدہ کس میانِ تو و تا بدیدہ ام — گم گشتہ ام ز لاغری اندر میانِ تو
تن موئے شد مرا و نہ ہر موئے از تنم — غم کوہ کوہ در غمِ کوہ روانِ تو
زرد و خمیدہ شد تن خسرو کہ تا شود
خلخال پائے ہائے سگِ پاسبانِ تو

۱۶۳۴

مستت[3] آمد آں نگار کہ ما مست روئے او — دیوانگی ست کار من از جستجوئے او

---

[1] ودن غزل محذوف است
[2] ودن غزل محذوف است
[3] ودن غزل محذوف است

با خود برید چشم من از روے مردمی — گر آرزو کنید که بینید روے او

بر خاک کوے وے دل من دوش گم شدست — یکره طلب کنید دل از خاک کوے او

خواهید تا چو من نه شوید از بلاے هجر — در من نگه کنید و بر بینید سوے او

گر تلخی سخن دهد از خوے تلخ خویش — هم بشنوید و تلخ مدانید خوے او

گر هیچ نیست پیش نسیم صبا روید

بر خسرو شکسته رسانید بوے او

د ۱۶۳۵

عشق نوست و یار نوست و بهار نو — زاں روے خوب روز نو و روزگار نو

چوں در نیاید از در من نو بهار من — زانم چه خوشدلی که در آید بهار نو

در نو بهار چوں تو نه ای در چمن مرا — از سرو و گل چه خیزد و از لاله زار نو

بس نو بهار کهنه که بشکست زاں که کرد — در چشم نیم مست تو هر دم خمار نو

دارم دل غمیں و نه دانستم ایں که باز — هر روز نو شود غمم از غمگسار نو

با خاک یادگار برم درد تو که باز — هم یادگار کهنه شود یادگار نو

خواهی ببیں و خواه نه باراں من از دو چشم — ریزم به خاک کوے تو هر دم نثار نو

خسرو ز عشق لافی و جوئی قرار دل

بخشد مگر خداے دولت را قرار نو

د ۱۶۳۶

سوے شکار اے پسر نازنیں مرو — رحمے بکن بر ایں دل اندوهگیں مرو

شیراں نیند مرد تو چوں غمزه می زنی — بر آهوان خسته بر آهنگ کیں مرو

مگذار تا به خویشتن آیم ز بے هشی — روزے دو مردمی کن و بر پشت زیں مرو

شب تیرے از کمان تو ام می کند هوس — امروز هم مرا کش و جاے به کیں مرو

---

۱ درں بیت ذیل زائد است

بردی دلم مرنج ز گستاخی امش از انک ⁂ نو برده اے ست پیش خداوندگار نو

دی گذشت رفتی و دلِ خلقے زجا برفت | رفت آں چہ رفت بارِ دگر ایں چنیں مرو
یک پارسا نماند بہ شہر از خدا بترس | مست و خراب سوئے بروں بیش ازیں مرو
گل کیست تا بہ پات رسد یا مراکش؟ | یا پا برہنہ بر گل و بر یاسمیں مرو
گفتی[۱] ہمیں ار نہ روم خوں بریز مت | مسکین بر آں چہ رائے تو باشد ہمیں مرو
بر نازکانِ باغ بجنبانے و لطف کن | زیں ساں بہ ناز در چمن اے نازنیں مرو

اے آں کہ در نظارۂ آں شوخ می روی
دیوانگیٔ خسروِ مسکیں ببیں مرو

۱۶۳۷

اے[۲] خرد مستِ لعلِ چوں مے تو | مانز آزادہ ابروئے خوئے تو
مے مرا چہ نہ لب بہ کوش برم | بس کہ مستم ز لعلِ چوں مے تو
چوں کنی وعدہ باز گوئی "کے؟" | من بہ صد جاں غلام آں کے تو
چوں غمت بکشدم بگوئی "ہے" | روح بخشد بہ تن ہماں ہے تو
گوئیم "مردنِ تو از پے کیست؟" | ہم بہ جان و سرِ تو از پے تو
گفتم "از تو حیات دارم" گفت | "تو نگر واں حیات لاشے تو"

خسروا چوں سزائے سوختنی
مہربانے ست شعلہ بر نے تو

۱۶۳۸

اے[۳] بہ بالا بلند و زیبا تو | رشک سرو بلند بالا تو
زر گر از سیم چوں تو بت نہ کند | خواہ ہم بر دو خواہ فرما تو

---

[۱] درین بیت محذوف و بہ جایش بیت ذیل زائد است

چشمِ تو آفت ست بہ روئے کسے مبیں | پائے تو نازک ست بہ روئے زمیں مرد

[۲] درین غزل محذوف است [۳] درین غزل محذوف است

در دولت هیچ جا نمی گیرم | گرچه ما هسته ایم و خرما تو
تیغ برکش که جاں فدا کردیم | گر نه خواهی برید از ما تو
خیز و بر دیده نشیں چناں که بود | مردُم دیده زیر و بالا تو
روزها شد که اندریں هوسم | که شوم هم نشیں شبے با تو
گل دماند اشکِ من از خاک | بو که آئی بدیں تماشا تو
همه راهت برفتم از مژگاں | گرچه دورست ره ز من تا تو

جان خسرو چو جائے خود کردی
دور تا کے شوی ازیں جا تو؟

۱۶۳۹

یا[1] دلم را به از محرم شو | یا تنم را بدوز و مرهم شو
گر نه ای آگه از درونهٔ من | یک زمانے بیا و همدم شو
نه شوی کم به پرسشے که کنی | ور شوی کم بدیں قدر کم شو
چند سر برکنی ز جیبِ جفا | پا به دامن کش و فراهم شو
ور غمت بهرِ بردنِ دل ماست | دلِ ما را بگیر و بے غم شو
گر شوی دیده می توانی شد | مردمِ دیده گر شوی هم شو

ب
جائے در چشمِ خسرو ار نه کنی
خاکِ پائے سرِ معظم شو

۱۶۴۰ ب

لاله[2] دمد از خونِ شهیدانِ غمِ او | تا حشر در آیند به خونِ علمِ او
از جور و جفا و ستم هر که بپرسی | در عشق مساویست وجود و عدمِ او
می زد رقمِ غالیه نقاشِ سیه کار | بشکست ز رشکِ خطِ سبزت قلمِ او

---

[1] درن غزل محذوف است   [2] مطابق نسخهٔ ن

وربہائے خم امروز چو من صاف وے نیست — جز درد کہ پیوستہ بود در قدم او
خسرو چو خوردی ز سفالِ سگِ کویش
جمشید حسد می برد از جامِ جم او — د

۱۶۴۱
تا شدم[۱] چشم آشنا بر روئے تو — چشمہا از من رواں شد سوئے تو
بس کہ مویت در خیالِ من نشست — در خیالم کیں منم یا موئے تو
عاشقِ اُوئیم تو کز بس صفا — روئے تو آں دیدن اندر روئے تو
گفتیم "بے روئے من در گل مبیں" — چوں کنم می آیدم زو بوئے تو
من کجا خسپم کہ از فریادِ من — شب نہ می خسپد کسے در کوئے تو
نفگنی در گردنم دستے کہ نیست — ایں کماں را طاقتِ بازوئے تو
سر بہ زانو ماندہ ام از دامنت — تا چرا بوسد سرِ زانوئے تو؟
بندہ خسرو از سرِ جاں خواستت
تا نشیند ساعتے پہلوئے تو — غ

۱۶۴۲
آئین[۲] تو دل بردن ست اے چشم خلقے سوئے تو — خوئے تو مردم کشتن ست اے من غلامِ روئے تو
گہ جاں بہ بوئے می دہم گہ دل بہ موئے می نہم — کارے ست افتادہ مرا با ہر خم گیسوئے تو
از بس کہ کویت ہیچ گہ خالی نہ باشد راہِ کس — ہر لحظہ بینم تازہ تر داغِ سگانِ کوئے تو
نزدیک مردن می شوم از بوئے زلفت می زیم — تا حال چوں خواہد شدن روزے کہ نبود بوئے تو
گر من نہ مانم ظن مبر کز کوئے او دامن کشم — با باد ہمراہی کند خاکِ من اندر کوئے تو
آیم بہ کویت ہر شبے چوں خواب نا ید چوں کنم؟ — مشغول دارم تا سحر خود را بہ گفت و گوئے تو
گفتی کہ "سوئے باغ رو تا بو کہ دل بکشایدت" — او فتح مارا کے دہد، چندیں گرہ در موئے تو

---

[۱] مطابق نسخۂ ن — [۲] مطابق نسخۂ ن

امشب که مهمان منی، فردا که خواهی زیستن　　بگذار تا یک ساعتے می بینم اندر روئے تو

دستِ رقیبت بس بود گر تیغ بر من می زنی
بیکارِ خسرو چون نهم بر ساعد و بازوئے تو

۱۶۴۳　　　　و

دل و جانِ مرا زِ اندازه بگذشت آرزوئے تو　　بباید خونِ من تا جاں کنم قربان خوئے تو

دلم بستی چو در زلفِ درازش آں قدر رشته　　که گردد هر زماں گردِ سر هر تارِ موئے تو

تو خود هم زیں پرُ خوں بروں بر حالِ دلِ جانا　　که من گفتن نمی آرم برآں خوئے نکوئے تو

به راهت خاک گشته عاشقاں ست تو در جولاں　　مبادا کایں جبیں گردے نشیند گرد روئے تو

نمی یابد خبر خلق از دلِ گم گشته جز آں دم　　که بوئے خوں دلها بادمی آرد ز سوئے تو

نه بر تو بلکه هم بر دیدهٔ خود می نهم منّت　　اگر در دیده پا گردم زبهرِ جست و جوئے تو

من و شبها و بیداری و حیرانی و خاموشی
که محرم نیست خسرو را زبان در گفت و گوئے تو

ب

۱۶۴۴

ز دلها[1] لشکرے دارد سخن با تاج داراں گو　　قرارِ لشکرِ خود ده، به ترکِ بے قراراں گو

ترا و چشم جادو کش من از دوری به مردن خوش　　خود ار خنجر نمی رانی بداں خنجر گذاراں گو

بگو با من که "در کویم بلا و فتنه می بارد"　　زبارانم چه ترسانی حدیثِ تیر باراں گو

چه گوئی ایں که "پامالِ غلامانت کنم بر در"　　به راهِ خویشتم اے سلطاں لگد کوبِ سواراں گو

چرا هر دم همی گوئی که "سوزِ عشق بد باشد؟"　　مرا در سینه دوزخها ست، ایں با خام کاراں گو

جفا گر می کند، بر روئے او چوں گویم اے محرم؟　　ولے زاں گونه کاندر گوشِ او افتد به یاراں گو

غمِ من بشنوائے باد، و چوں هست ایں گلے نوعے　　مگو آں جا و گر گوئی به سانِ شرمساراں گو

---

[1] مطابق نسخهٔ ن

تو اے کز بادهٔ عشقِ بتانم توبه می گوئی — مرا عمریست مستم، این سخن با هوشیاران گو

چه گل چیند کسے کز خار ترسد خسروا سرنه
به تیغ هیچو سوسن بس حدیثِ گل عذاران گو

١٦۴٥ — و

اے گلستانِ[1] ترا بالائے سرو — وز تو زیبِ قامتِ زیبائے سرو
شکلِ سروار چه به بستان ها خوش است — با چنان قدّے کرا پروائے سرو
هر کرا با گل عذارے سرخوش است — کئے سرِ باغ ست یا سودائے سرو؟
راستی گویم مرا با تست کار — راست ناید کار رم از بالائے سرو
می درم بر یادِ بالایت چو گل — جامه پیشِ قامتِ یکتائے سرو
هیچ گه باشد که زیرِ پائے تو؟ — سر نهم چون سبزه زیرِ پائے سرو

خسروت بر چشمها جا کرد ازآنک
بر گذارِ سرو باشد جائے سرو

١٦۴٦ — غ

همی گویم که وقتے[4] زانِ مشتاقانِ مجنون شو — تو نافرمانِ بدخو را نه می گویم که اکنون شو
چه حاجت نامه‌هائے دردِ ما را اظهار کردن؟ — ببین عنوانِ خون آلوده وز خون مضمون شو
من امشب جانِ شیرین در سر و کارِ تو فا کردم — تو در دولت بمان جاوید هر روزے بافزون شو
بده سر جرعهٔ دُردکش زجامِ شوق اے زاهد — پس آن گه هائے گویان پیشِ آن لب‌هائے میگون شو
به دیوارِ خرابات او فگندم خرقهٔ رسمی — حلالت کردم اے دزد اندرون و ستان و بیرون شو

نیاید عاقلان را خسروا سودائے تو باور
گر این را محرمے خواهی به گورستانِ مجنون شو

١٦۴٧ — ت

بیا اے باغِ[5] جانان تا ببینم سروِ روانِ تو — مرا دربان رها کن تا بمیرد باغبانِ تو

---

[1] تا [5] مطابق نسخهٔ ن

ز فریادم بنالد کوه و رهِ ندهی به سوی خود — تعالی الله چه سنگ است این دلِ نامهربانِ تو

بخواهی دید کز ظلمِ تو ناگه بهترین روزی — منِ مظلوم خواهم هر دو دست اندر عنانِ تو

مرا گفتی که "باشی تو که بوسی آستانِ من" — که آن گستاخیم بخشی غلام رایگانِ تو

دگر زین تنگ می داری که خود را زانِ تو گفتم — من و تنها از آنِ خود، دل و جانم از آنِ تو

تو آگه نئی ز من با تو ازین سان عشق می بازم — که خود را گه گهی دشنام گویم از زبانِ تو

به حیله زیستی خسرو که دیدی بیش آمد دیدی
کنون با ناز آن مردم کش اینک بهرِ جانِ تو

۱۶۴۸ غ

امشب[1] ای باد یکی جانبِ آن بستان شو — بر آن زلفِ پریشان کن و مشک افشان شو

من که زان بوی شوم کشته و خواهی بردم — از پی بوی دگر جانبِ آن بستان شو

چون شدی ای دلِ بدخو که نمودت این راه — که بر آن سرکشِ خودکامه و بی سامان شو

تشنهٔ خونِ دل ماست دو چشمِ مستت — هر دم ای دیدهٔ من ساقیِ آن مستان شو

صنما رفت چه جانم به غمت لطفی کن — تا شوم زنده ز سر هم تو در این تن جان شو

همه در مجلسِ شاهان نتوان خورد کباب — یک شبی بر جگرِ سوخته هم مهمان شو

آرزو دارم کامی ز لبت یک روزی — تا بگویی که "غارتگرِ خورستان شو"

سرمه‌ات هست که در دیده کشند ست خوبان — گفت خسرو که ز خاکِ درِ خسرو خان شو

رکن دین آصفِ ثانی حسن آن کس به دعا
آسمان گفت که "معمار دو چار ارکان شو"

۱۶۴۹ ب

دلی دارم[2] چو دامانِ گل از غم چاک گردیده — سری بر آستانش از محنت خاک گردیده

ز بس کز غمزهٔ او تیغ بیداد آمده بر من — مرا سر سینه‌ام چون دامنِ او چاک گردیده

---

[1] مطابق نسخهٔ دن  [2] در دن غزل محذوف است

به طاباک افگند پروانه را شمع وفا بینش ... که گر بر سر هنوزش اندر آن طاباک گردیده

بر آن شکل و شمایل با وجود حسن خورشیدی ... نه دیده چون توئی هر چند در افلاک گردیده

عجب گر شادمان گردد و رونها بعد ازین هرگز ... دل خلقی چنین کز درد من غمناک گردیده

بزهر هجر خسرو جان نه خواهی داد دور از وے

از آن روئے کز آئین وفا تریاک گردیده

۱۶۵۰

چه شکل است[1] این که می آید سمند ناز بر کرده ... هزاران جان و دل آویزهٔ بند کمر کرده

گهے خواهم کشم دیده گهے خواهم نکو دارم ... چو بینم سوئے او انگشت با دردیده ور کرده

سر آن چشم گردم دیده چون زد دیده سوئے من ... چو سویش دیده من از ناز دیگر سو نظر کرده

چه شرمش آید از تلخی که از شوخی و بد گوئی ... کند با من حدیث تلخ رو سوئے دگر کرده

نه من مردم به خون گرم و عشق شهوت آلوده ... عروسی دان مرا گلگونه از خون جگر کرده

خوش آن مجلس که خسرو گشته غرق جرعهٔ خوبان

لباس هستی خود پیش شان از گریه تر کرده

۱۶۵۱ ... و

من ارچه[2] هر شب از شبهائے هجرش می کنم ناله ... ز آه من مبادا بر لبش آزار تبخاله

گذشت از حد درازی شبم ترسم که ناگاهان ... شود شبهائے بے پایان ره این یک روزه صد ساله

به سینم درخت گر ره بود در آتش و تیغم ... دوم زان سان که گوئی می دوم بر سوسن و لاله

چه خوش جان دادنی باشد که من از تلخی مردن ... تو بخشی از لب خویش آخرش شربت دلان حاله

---

[1] درین غزل محذوف است

[2] درین بیت ذیل زائد است

مرا از ناله خود صد خراش ست و یکے راحت ⁂ که می لبش نا سر آن سلطان سگان خویش را ناله

گرم چوں خاک زیرپائے توسن پے سپارزی ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ ہمت نگذارم دگر دے شوم آیم ز دنبالہ

فراقت کشت خسرو را کہ ترسیدی ز روز بد

ملخ زد کشت دہقاں را کہ می ترسید از ژالہ

ب

۱۶۵۲

تو دورا فتادہ از ماو نہ گنجد شوق در نامہ ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بیا کز دست تو ہم بیش تو پارہ کنم جامہ

ترا خالِ بلا بر ورچوں نقطہ بر رُخے چوں مہ ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ مرا داغت بہ پیشانی چو عنواں بر سرِ نامہ

زخوں[له] ریزی تو ہم در سایۂ زلفِ تو آویزم ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ رقیبت گر بخواہد کشت بالسے اندر آں شامہ

من از جاں خاستم تو خوئے بد بگذار جانِ من ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ کہ مردن خوش بود از دست چوں تو شوخ خودکامہ

زآہِ خویشتن یک سینہ بے آتش نمی بینم ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ ببیں دیوانۂ خود را کہ چوں گرم ست ہنگامہ

ہمہ شب خوں خورم با دل نہ دارم عقل را محرم ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ کہ ہست ایں تربیتِ خاصاں نہ گنجد در دلِ عامہ

بر چندیں بیش ہر جنبے ز چشم خسروت رفتی

لبِ سرت نیست آخر ہم یکے خادم دو بادامہ

۱۶۵۳

اے[له] از رقمِ شب گوں دیباچہ مہ کردہ ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ صد نامۂ پاکاں را خطِ تو سیہ کردہ

چاہ ذقنت کاں جاجاں ہا بہ حیل گنجد ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ طرفہ کہ ہزاراں دل خوں گشتہ بہ چہ کردہ

جولانِ خیانت را چشم تو بہ یک غمزہ ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ اندر دلِ تنگِ من سہ گانہ رہ کردہ

ہر کس رخِ زیبائے بیند بہ نظر ہر سو ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ من دیدہ خیالت را ہر سو کہ نگہ کردہ

خاکِ درِ تو صوفی بیزد بہ کلاہِ خود ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ خاکِ درِ ایشاں ہم تعظیم کلہ کردہ

---

[له] بیت محذوف درن و بجایش بیت ذیل را مکرراست

ہزاراں نامہ تر کردم بخوں آخر چہ کم گشتی ※ اگر تو بے وفا را ترشد روز سر خامہ

[۵۲] درن غزل محذوف است

اول دلِ من خود را خوں کرد بہ صد زاری　　واں گاہ بہ صد زاری یادِ تو چو مہ کردہ

شد پختہ دلِ خسرو کش خام ہمی خواندی
تو سوختہ سر تا پا بر خاک سیہ کردہ

۱۶۵۴

اے جاں[1] چو سخن گویم مستانہ و رندانہ　　سرمستم و لا یعقل زاں نرگس مستانہ

پر سد ز سرِ شک خوں جانم ز غمت آرے　　پر گشتہ مرا آخر در عشقِ تو پیمانہ

اے دوست سرِ زلفت در سینۂ من بکشا　　زنجیر نہ ایں در را سرہاست دریں خانہ

با عشق دو چشمش چوں رفتی ز پئے خویش
خسرو تو رہے رفتی رندانہ و یارانہ

۱۶۵۵　　ت

اے رفتی و ترک من بدنام گرفتہ　　وز دست وفائے دگراں جام گرفتہ

باز آمدہ ای تا بنمای و بسوزی　　در سوز میا در دل آرام گرفتہ

خونم مخور اے دوست کہ ایں بادہ غم آرد　　چوں دید تواں آں رخِ گلفام گرفتہ

دشنام مرا گفتہ بدی دوش ہمہ شب　　من لذتِ آں گفتنِ دشنام گرفتہ

از پیش مراں بندہ و یرانۂ خود را　　گر دل شدت اے کافر خود کام گرفتہ

من[2] دوزخیٔ عقل و لبادوزخیٔ عشق　　گر صد چو منِ سوختہ را خام گرفتہ

اے گل چہ زنی خندہ ز نالیدنِ خسرو؟
کآزردہ بود بلبلِ در دام گرفتہ

۱۶۵۶

دلے دارم ز ہجراں پارہ پارہ　　جگر ہم گشتہ پنہاں پارہ پارہ

---

[1] درن غزل محذوف است　　[2] درن بیت ذیل زائد است

وزدان دل از شاہ بگوید کہ بگیرند　　من گیرم و ہر موئے ترا نام گرفتہ

بیا کت بینم و ہمچوں سپندے　　بر آتش افگنم جاں پارہ پارہ

چہ خوش حالے کہ گردم گرد کویت　　دلے پُر خوں گریباں پارہ پارہ

بہ کویت کردہ ام شب گریۂ خوں　　جگر اینک بہ داماں پارہ پارہ

ز پیوندت نہ خواہد شد جدا دل　　کنیش ار خود بہ پیکاں پارہ پارہ

بہ صد خونابہ ایماں در دل آویخت　　مکن اے نامسلماں پارہ پارہ

لبت گر خورد خونم گرد ہر دست

کند خسرو بہ دنداں پارہ پارہ

۱۶۵۷

دلم در عشق جاناں گشتہ پارہ　　دل ست آں شوخ را یا سنگ پارہ

کنار[1] خود نہ می بینم ز گریہ　　کہ نتواں دید دریا را کنارہ

چو بکشادم بہ گریہ چشم دُربار　　کشاد ابرو پدید آمد ستارہ

دو[2] بوسم داد دوش و تا بہ امروز　　خرابم زاں شراب مستکارہ

نگارا[3] بگسلاں سر رشتۂ خود　　کہ نتواں دوخت ایں جہائے پارہ

اگر خوں خورد خواہی شیوہ بگذار

کہ خسرو نیست طفلِ شیر خوارہ

۱۶۵۸　　غ

نسیم زلف بر دست صبا دہ　　مرا خوں غیر را مشک ختا دہ

بسے گز چشم می دارند لطفت　　مرا خاک و کساں را توتیا دہ

---

[1] درین بیت محذوف است　　[2] درین بیت محذوف است

[3] درین دو بیت ذیل زائد است

من و زیں بس دو سہ بدنام مستے　　سگاں رسوائے طفلاں در نظارہ

بہ عشقم چارہ فرمایند یاراں　　ولے با یار بے فرماں چہ چارہ؟

از آں مے کت چو خون من حلال است | پیالہ خود خور و شربت بہ مادہ
بکش از یک نظر چوں کشتہ گردم | یکے دیگر بیفگن خوں بہادہ
بہ حکم خدا خویش اے آیت حسن | ہمہ فتوی بہ خوں آرو مرادہ
دلیری می کند در دیدنت خلق | بہ دستِ غمزہ شمشیر بلادہ
مرا صد پارہ کن بر چشم بیمار | ظلیوا ثرا ان ونا غان رلصلادہ
چو خاکستر شوم از سوزِ عشقت | بہ دست خویش بر باد صبادہ

بہ صد تعویذ جاں دردم نہ شد بہ
بہ یک دشنام خسرو را دوادہ

۱۶۵۹

چو[1] بنمائی رخ گلنار گونہ | گل اندر خار غلتد خار گونہ
ہمیشہ چشم تو مست ست جانا | وسے در دلبری ہشیار گونہ
شفا حاصل نہ شد در دِ دلم را | مگر زاں نرگسِ بیمار گونہ
خرد در صدر دیواں خانۂ عشق | ہمی گردد دلِ بیکار گونہ

چو غم اینک بے تو می گذارم
نفس پیمودن مکّار گونہ

۱۶۶۰

کشادم[2] دیدہ در روئے تو ناگہ | بہ جانم در شدی ناکردہ آگہ
اگر گویم کہ "از جورت کنم آہ" | زلی فی الحال تیغ وگوئیم "دہ"
قدمے شاخ انار و روئے تو نار | تعالی اللہ از آں قدِ انارہ
اگر بر تو زند خورشید رویت | بسوزد مہ درونِ ہفت خرگہ

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین غزل محذوف است

مکن با چشمِ خود نرگس مقابل  کسے آئینہ ننہد پیش اکمہ
صفا از روئے او بر د آئینہ رہ  بنامی زد زہے دخل موجہ
بگریم ہر سحر بر یادِ رویت  کہ باراں خوش بود اندر سحرگہ
بگفتِ خسرو از خط موئے معنی
مسلسل کرد اعز اللہ شانہ

۱۶۶۱

تا[1] دل تو ام بہ غم نشستہ  جاں در گذر عدم نشستہ
بر خاکِ درِ تو من مقیم  مانند سگ حرم نشستہ
ہر کس کہ بدید حسنِ رویت  در خانۂ زہد کم نشستہ
آں خطِ غبار بر عذارت  چوں ہندوے پشت خم نشستہ
ہستم بہ رقیب ناکس اے دوست  چوں گل بہ گل دژم نشستہ
جہر از ہوس رخ تو ہر شب  تا وقتِ سحر بہ غم نشستہ
از دولتِ وصلِ تست خسرو
بر مسند و تختِ جم نشستہ

۱۶۶۲

در[2] خون منم اے صنم نشستہ  وز عشق تو در دلم نشستہ
مانند تو دلبرے بہ خوبی  در ملکتِ حسن کم نشستہ
اے ابروے شوخ دلربایت  بگرفتہ دل و بہ خم نشستہ
ہر کس بہ مقام و منزلِ خویش  در کوئے تو چوں سگم نشستہ
خسرو بہ حریم عشق فارغ
از زمزم و از حرم نشستہ

---

[1] درین غزل محذوف است  [2] درین غزل محذوف است

غ

۱۶۶۳

اے درد لِ من مقیم گشتہ ‏ ‏ ‏ ‏ دل بے تو اسیر بیم گشتہ
خالِ تو چو نقطۂ دو ابرو ت ‏ ‏ ‏ ‏ چشم ہمہ نون و میم گشتہ
پشتِ صدف از لبت شکستہ ‏ ‏ ‏ ‏ دُر در شکمش یتیم گشتہ
از میم[۱] دہان و نون ابرو یت ‏ ‏ ‏ ‏ یک دائرہ دو نیم گشتہ
خطت بہ سواد دیدۂ من ‏ ‏ ‏ ‏ بنشستہ و مستقیم گشتہ
تو مردہ[۱] فتادہ بندہ در عشق ‏ ‏ ‏ ‏ در مذہب غم قدیم گشتہ
من بے رد آستینِ تنگت ‏ ‏ ‏ ‏ از دست تو پر ز سیم گشتہ

خسرو بہ گدائی جہان سیم
پیشِ درِ او مقیم گشتہ

۱۶۶۴

اے[۲] درد دل من چو جان نشستہ ‏ ‏ ‏ ‏ در سینہ درون نہان نشستہ
بالات کہ راست کردہ تیر ست ‏ ‏ ‏ ‏ تیر ست بہ مغز جان نشستہ
من رفتن جان چگونہ خواہم ‏ ‏ ‏ ‏ تو شوخ چو درمیان نشستہ
جان بر لبم آمدو نہ رفتہ ‏ ‏ ‏ ‏ تا نام تو بر زبان نشستہ
من غرقہ و دست پازنان وائے ‏ ‏ ‏ ‏ می خند تو بر کران نشستہ
اے خاک بہ زاریم مکن دور ‏ ‏ ‏ ‏ گردے ست بر آستان نشستہ

عشاق کشی چو بر در تست
خسرو بہ امید آں نشستہ

---

لہ درین بیت محذوف است ‏ ‏ ‏ ‏ کہ درین بیت محذوف است۔
سہ درین غزل محذوف است

۱۶۶۵

اے[1] آرزوے دلِ شکستہ | ما در دلِ تو شکستہ بستہ
بس دل کہ بہ دولتِ فراقت | از ننگِ حیات باز رستہ
مجروح لبت بسے ست کس دید | یک خرما را ہزار ہستہ
دل کو فتہ من چو آہنِ سرد | زاں گونہ کہ صد شرار جستہ
سروت چو برائے جانِ ما خاست | برخاستہ و بہ جاں نشستہ
اندوہِ من ار نہند بر کوہ | کُہ را بینی کمر شکستہ

برخسرو غمزہ اے تمام ست
شمشیر چرا زنی دو دستہ؟

۱۶۶۶

اے[2] آمدہ جان ہر شکستہ | مے دہ ز شکستہ بر شکستہ
بشکستہ ام از تو ہیچ عہدے؟ | اے عہد ببستہ بر شکستہ
کم کردہ درست ہیچ عاشق | وصفے ز لبت مگر شکستہ
گل خندہ لعلِ شکر ریزت | قدرِ گل و گل شکر شکستہ
تا طوقِ سگِ تو سازد ایام | عشاق ترا کمر شکستہ
نشکستہ بہ ہیچ زر تو از کس | الا کہ بہ روئے زر شکستہ

دریاب کہ خسرو از ہوایت
ماندست چو مرغِ پر شکستہ

۱۶۶۷

اے[3] دہلی و اے بتانِ سادہ | یک بستہ و رستہ کج نہادہ

---

[1] درین غزل محذوف است
[2] درین غزل محذوف است
[3] درین غزل محذوف است

خوں خوردنِ شاں بہ آشکارے ست | گرچہ بہ نہاں خورند بادہ
قرباں نہ کنند از آں کہ ہستند | از غایتِ ناز نامرادہ
نزدیک دلی چناں کہ دل را | برداشتہ گوشہ اے نہادہ
جائے کہ بہ دہ کنند گلگشت | در کوچہ دمد گلِ پیادہ
آسیب صبا رسید بر دوش | دستار چہ بر زمیں فتادہ
شاں در رہ و عاشقاں بہ دنبال | خونابہ ز دیدگاں کشادہ
ایشاں ہمہ با دِ حسن در سر | ایں ہا ہمہ دل بہ باد دادہ
خورشید پرست شد دلِ ما | زیں ہندوکان شوخ سادہ
کردند مرا خراب و سرمست | ہندو بچگانِ پاک زادہ

بربستہ بہ موئے شاں چو مرغول
خسرو چو سگے ست در قلادہ

۱۶۶۸ ب

اے غالیہ گرد ماہ سودہ | آراستہ شمع را زدودہ
برداشتہ نسخہ اے ز خورشید | آہستہ کہ روئے تو نمودہ
یک[1] خندہ ز لعلِ شکرینت | زنگارِ ہزار دل زدودہ
جاں تازہ شود ز گردِ خنگت | کاں خاک مفرحے ست سودہ
ہر[2] روز بہ کوئے تو جواناں | جاں کاشتہ و جگر درودہ
ہر روز بہ دیدنِ رُخِ تو | جاں دادہ و عمر تو فزودہ
یگانہ شد آں کسے کہ بود ست | وقتے بہ دلِ خراب بودہ
ہر شب دلِ من حدیث دردت | ہم گفتہ و ہم ز خود شنودہ
کس در غمِ تو نہ دادہ پندم | جز آں کہ غمے نیازمودہ

[1] درین بیت محذوف است [2] درین بیت محذوف است

بستہ بہ عطائے او دلِ خویش
خسروکہ میانِ خوں غنودہ

۱۶۶۹ و

اے حسن تو آفتِ زمانہ | روئے تو بہ دلبری فسانہ
ہر دم سوئے قبلہ‌رو و ابرویت | خورشید یگانہ در دوگانہ
از زلف[له] تو گاہ قبلہ‌بازی | مطروحِ دو ورخ شدہ زمانہ
من غرقہ و تو بہ آب چشمم | پیشِ رخ خویش برکرانہ
تیرم زنی و خوشم کہ بارے | بشناختیم بدیں بہانہ
گم گشتی و خسروا بہ کویش
یا ماند مگر ترا بہ خانہ

۱۶۷۰ و

اے آرزوئے ہزار سینہ | وندر دل تو ہزار کینہ
ہستم ز برت کہ ہست پیدا | در جامہ چو می در آبگینہ
ہر قطرۂ خوں ز چشمِ من ہست | بر خاتمِ عاشقی نگینہ
اے عشق چہ نام و ننگ جوئی؟ | در آب رواں کن ایں سفینہ
طاقت بہ دلم نماند یارب | بفرست ز بہرِ من سکینہ
مجنونِ خراب کردہ داند | اندوہِ منِ خراب سینہ
ننگ ہمہ عاشقاں ست خسرو
مپسند سفال در خزینہ

---

له درں بیت محذوف است و بیت ذیل زائد ست

صد دل بدرد دمے بہ زلفت ٭٭٭ گر تیز زدود زبانِ شانہ

۱۶۶۱

ای[1] قبلهٔ ابروی تو محراب ابرار آمده — محرابیان در کوی تو از قبله بیزار آمده

هم عاشقان در شست تو هم روزه داران مست تو — هم زاهدان از دست تو در بند پندار آمده

وه کان کمند عنبرین مشک ختن اندر خم و چین — از بهر آن موی بهین جانی گرفتار آمده

زیبا تو بر بام آن چنان شوخی و عیاری کنان — ای آفتاب عاشقان از تو به دیوار آمده

تا دیدم آن چشم عجب سوگند آن چشم مست و لب — گر مست و جویم روز و شب در چشم بیدار آمده

تو سرکش و من بی دلم افتاده کار مشکلم — حاصل ز دست حاصلم صد رنج و تیمار آمده

تازیست اندر سر ترا خشمیست بر چاکر ترا — وان خوی نازک مر ترا از چشم بیمار آمده

خسرو گرفتار هوس دیوانهٔ روی تو بس
وز خون مژگان هر نفس آلوده رخسار آمده

۱۶۶۲

عید[2] ست خوبان نیم شب در کوی خمار آمده — سرمست گشته صبح دم غلطان به بازار آمده

عید آمد از چرخ برین پر شادمانی بین زمین — مه را چو زان جام بین از بهر خمار آمده

از دهرهای بی سکون چون سلخ شد مه بین کرچو — پهلوگه سلخش که چون بی هیچ آزار آمده

باز از لطافت سر به سر کرده لبان نغز تر — هر یک بر آیین دگر خون ریز و خونخوار آمده

گویی کره ابر اندر فلک پیلیست آن بی هیچ شک — وان پیل را زرین کجک بر سر نگونسار آمده

انگشترین بی نگین وز بهر آن انگشترین — چنین هزار انگشت بین هر سو پدیدار آمده

هر کس به کف کرده می هر دل شگفته چون گلی — وز کوس هر سو غلغلی در چرخ دوار آمده

شب کس نه خفته خواب را خوبان گلاب ناب را — نقل و می و جلاب را هر سو خریدار آمده

خوش خوش گلاب مشکبو گشته روان از چار سو — زو خانه و بازار و کو چون صحن گلزار آمده

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین غزل محذوف است

شب ماردو دانگیرداں صبح از دمش خندہ زناں ‌‌ گوئی کہ ضحاکیست آں اندر دمِ مار آمدہ

خورشیدِ تیغِ آتشیں زنگار چرخش ہم نشیں ‌‌ آں تیغ را بر چرخ بیں روشن ز زنگار آمدہ

در خانہ ہر خورشید وش گلگونہ تر کردہ خوش ‌‌ مژگاں چو تیرِ نیم کش لب ہا چو سوفار آمدہ

در عیدگہ گشتہ رواں ہر سوئے چوں پیر و جواں ‌‌ ہم عقل بردہ ہم رواں دل دزد و طرار آمدہ

بر تافتہ جعدِ سیہ وز ناز کج کردہ کلہ ‌‌ وز روئے ایشاں عیدگہ یغما و خوں خوار آمدہ

جو شاں بمرکب گرم رو در دیدہ میداں کردہ نو ‌‌ در ہر رکابش نو بنو گنبد گرے کار آمدہ

میخوارہ را امروز بیں غرق شرابِ شکریں ‌‌ مولیست اندر انگبیں گوئی گرفتار آمدہ

چنگ از نوائے ارغنوں از بسکہ جانے کردہ خوں

تن تن کناں جانے بروں از زیر ہر تار آمدہ

۱۶۷۳

عیدست[۱] و ساقی در قدح جامِ مصفا داشتہ ‌‌ تشنہ لبانِ روزہ را شربت مہیا داشتہ

تا از شرابِ با صفا گوید حریفاں را صلا ‌‌ اینک سپہر اندر ہوا جامِ مصفا داشتہ

ہست ایں مہ فرخندہ فر لیکن بروز فرخندہ تر ‌‌ کو دیدہ مہ را در نظر در روئے زیبا داشتہ

در دی کشئے کز عشق من در ماہ ماندہ چشم وے ‌‌ ساغر بدستش پے بہ پے دیدہ بہ بالا داشتہ

اے چشمۂ حیوانِ جاں نے نے کہ جانِ جانِ جاں

در حقۂ پنہانِ جاں معجونِ اصبا داشتہ

ت

۱۶۷۴

جانا رواں کن راحتے اے راحتِ جانِ ہمہ ‌‌ با ما ہمہ تلخی مکن اے شکرستانِ ہمہ

تو مست و غلتاں تو بتو زلفت پریشاں ہو بہو ‌‌ جاں باد گرداں سو بسو گردِ سرت جانِ ہمہ

غم دارم و دل ریش از آں بے خوابیٔ من بیش از آں ‌‌ می گفت حالم بیشتر از آں خوابِ پریشانِ ہمہ

---

[۱] درین غزل محذوف است

زان روئے چوں مہتاب خوش یک دم نکردم خواب خوش | از تو نہ خوردم آب خوش اے آبِ حیوانِ ہمہ
تو خفتہ[1] شبہا بے خبر خلقے بہ فریادِ سحر | من جانِ خود سازم سپر در پیشِ پیکانِ ہمہ
اے دردِ تو مہمانِ من مہمانِ دردت جانِ من | دردِ تو تنہا زانِ من درمانِ تو زانِ ہمہ

خسرو ز جانِ سوختہ گم گشتہ صبر آموختہ
وقتے شد آخر دوختہ چاکِ گریبانِ ہمہ

غ

۱۶۷۵

اے غمزہ[2] خوں خوارِ تو خونم بافسوں ریختہ | افسونِ چشمِ کافرت زیں گونہ صد خوں ریختہ
تا ہر کہ باشد یارِ تو بے خود شود در کارِ تو | اے زیرِ لبِ گفتارِ تو در بادہ افیوں ریختہ
اے آں کہ گردوں چند گہ می داشت در خونم نگہ | زیں ہر دو چشمم رو سیہ شد اینک اکنوں ریختہ
نے سرو اے شاخِ رطب کاں قامتِ زیبا سلب | از نقرۂ خام اے عجب نخلے ست موزوں ریختہ

اے کردہ خسرو را زبوں ہرگز نشنیدستی کہ چوں
خوں کردہ دل را در دروں از دیدہ بیروں ریختہ

۱۶۷۶

دوش[3] درآمد از درم تازہ چو بادِ صبح گہ | مشک فشاندہ بر قبا غالیہ سودہ بر کلہ
بس کہ دو دیدۂ سیہ بر کفِ پائے سودمش | گشت سفیدِ چشمِ من شد کفِ پائے او سیہ
دست گرفتمش کہ دل حاملِ درد شد ببیں | گرچہ گرفتہ حاملہ بر طبقِ سفید مہ
کوہ غم است بر دلم کاہ شدہ ز غم تنم | پیشِ تو می کشم بگیر آں چہ کہ ہست کوہ و کہ

---

[1] درین بیت محذوف است    [2] درین دو بیت ذیل زائد است

ہر جا کہ اشکم تاختہ آہم علم افراختہ | ہاموں ز دریا ساختہ دریا بہاموں ریختہ
خواہم ببرم بر سما کہ جو پر او گردم رہا | صد گونہ بارانِ بلا گردد ز گردوں ریختہ

[3] درین غزل محذوف است

روئے نمارست چشمِ من خاک درِ تو اندرو　　آب چو صفا بود خاک ببینمش به ته
این دلِ کور بیشتر بر زنخت گذر کند　　مرگ به خنده در شود کور چو بگذرد به چه
عارض گندمینِ تو ہست گزیدنم ہوس　　گر ز بہشت روئے خود افگنیم بدین گنہ
بودہ ام اندرین سخن صبح رسید از افق
ساخت بہ طرۂ ماہِ من طرۂ صبح را ہبہ

۱۹۶۷

گر کنی گشتِ چمن باشوخ و باشنگے دو سہ
باغ صد رنگ آورد از بوئے وُ از رنگے دو سہ

ہر مژہ از نرگست گو باز بانے شد کہ ہست
بہرِ دل بردن در وافسون و نیرنگے دو سہ

خشم ہا گیری نبود آشتی ور باشدت
باشدت اندر میانِ آشتی جنگے دو سہ

چوں بہ بازی سنگ بر عاشق زدن کارِ بتاں ست
اے بت آخر بر منِ بے سنگ ہم سنگے دو سہ

وہ کہ خسرو چوں زید گر ہمچو تو باشد بہ شہر
شوخ چشم و خیرہ وُ بازندہ وُ شنگے دو سہ

۱۹۶۸　　غ

ہمہ شب رود رہے رُو بہ رہِ صبا نشستہ
ہمہ کس بہ خوابِ راحت منِ مبتلا نشستہ

غرضے ورائے امکاں چہ خیال فاسد ست این
ہوسِ جمالِ سلطاں بہ دلِ گدا نشستہ

---

لہ درن محذوف است

نفسے[1] فرو نہ بردم کہ نہ اندہِ تو خوردم
تو بگو کہ چون زیم من بہ دلِ ہوا نشستہ؟

برائے دلِ اسیران بہ کجا گریزم از تو؟
بہ حوالیٔ دو چشمت حشمِ بلا نشستہ

ہمہ شب صبا بہ بویت منِ سوختہ چہ گویم؟
کہ چہاست در دلِ من ز دمِ صبا نشستہ

تو ز نالۂ من از من سزدار جدا نشینی
کہ ز دستِ خویش من ہم ز خودم جدا نشستہ

اگرست رسم خوبان کہ بہ سر شوند راضی
منم این کہ اندرین رہ بہ رہِ رضا نشستہ

سرِ کوئے تست خسرو شب و روز چون کنم من؟
کہ توام نہ می گذاری نفسے بہ ما نشستہ

۱۶۷۹ و

مہِ من خراب گشتم ز رخت بہ یک نظارہ
نظرے ز تو عفا اللہ چہ مے ست مست کارہ

بہ چہ سانت سیر بینم کہ ہم از نخست دیدن
شوم از خود و نیارم کہ ببینمت دو بارہ

ہوسم بود کہ دیدہ ز ہمہ ستانم و بس
بہ ہزار دیدہ تنہا بہ رخت کنم نظارہ

چو روی بہ گشتِ میدان دلِ عاشقان بود گو
کہ ز نعلِ بادپایت جہد آتشیں نظارہ

---

[1] در ن بیت محذوف و بہ جائش بیت ذیل زائد است
تو درآ و غمزہ اے زن کہ نہند پیش بت سر ۞ بہ ستانۂ کہ باشد صفِ پارسا نشستہ

تو به ره روان و خلقے به هلاک مانده هر سو
چه غم آب تند رو را ز خرابیٔ کناره

سر آں دو چشم گردم که چو هندوانِ رهزن
همه را ز نوک مژگاں زده بر جگر کناره

چه[1] زیم دم عیارے تو آں بلند ایواں
که به کنگرِ جلالش نه رسد کمند چاره

چو ز دست رفت خسرو رگ جاں مکش ز دستش
که به رشته دوخت نتواں جگرے که گشت پاره

۱۶۸۰

نوبهار است[2] و چمن جلوهٔ جوزا کرده ‌ ‌ ابر بر ریختنی لؤلوے لالا کرده
گرهِ طرهٔ سنبل ز صبا جستم گفت ‌ ‌ "دامنِ لاله پر از عنبر سارا کرده"
برگ گل و لالهٔ تر می رود و نیک ببیں ‌ ‌ پائے آلوده به خوں پائچه بالا کرده
عاشقاں رفته به گلزار و دلِ سوخته را ‌ ‌ به تکلف ز گل و لاله شکیبا کرده
هر که را بر جگر از فتنهٔ خوباں داغے ست ‌ ‌ من هم از گل گله اے از رخ زیبا ـده
داشته چشم به نرگس برِ هر گل که رسید ‌ ‌ به هوس دیدهٔ خویشتنش به تهِ پا کرده
می شنودی که گل و لاله به باغ و نرگس ‌ ‌ مطرباں را به نوا بلبلِ گویا کرده
پس ازیں ما و شراب و چمن و مستیٔ چند ‌ ‌ دل و دیں را به سر شاهد و صهبا کرده

بنده خسرو ز شکرریز صفت هر روزه
کلکِ خود را به دو دندانه شکرخا کرده

---

[1] درن بیت محذوف و به جایش بیت ذیل زالما است

مشمر حکیم طالع چو ز روز بد به گریم ٭ که من آب خوش نه خوردم به شمار ایں سیاره

[2] درن غزل محذوف است

۱۶۸۱ اشک بچشم[۱] از بر من رفته تو تنها مانده — تو ز جان رفته و درد تو بسر جا مانده

تا تو ای دیده بینای من اندر خاکی — نیست جز خاک درین دیده تنها مانده

خرمی تو که از ناکسی ام وا ماندی — وای بر من که من از چون تو کسی وا مانده

گله زین سوختگی با که کنم چون جز دل — نیست سوزنده کسی بر من رسوا مانده

آه صد آه که ایمن نیم از آتش آه — گرچه سر تا قدم غرقه دریا مانده

ای مسلمانان یا رب دل تان سوخته باد — گر نه سوزد دل تان بر من تنها مانده

لؤلؤی دیده عزیز[۲]ست بچشم من از آنک — یادگاریست کز آن لؤلؤی لالا مانده

کس نه ز اندوه خسرو مگر آن کس که بماند (ق) بی چراغی بود اندر شب یلدا مانده

قدر داغ چه شناسد مگر آن سوخته‌ای
که بود یک شبی از پهلوی عذرا مانده

۱۶۸۲ منم امروز ز درد تو چه یاری مانده — باده عیش ز سر رفته خماری مانده

چشم و سینه بگذرهای تو بر ره سوده — دیده پر خاک و دلی پر ز غباری مانده

عشق خون خوردن و جان سوختنم فرموده — من به نزدیک خود اندر سر و کاری مانده

بوستانی که درو جز گل بی خار نبود — چون توان دید که گل رفته و خاری مانده؟

وه درین فتنه که فریاد رسد جان مرا — ترک قتال فرس تند و شکاری مانده

ای صبا عذر بخواهش اگر ما رفتیم — راه خون خوار و خر افتاده و باری مانده

دوستان باز نیابید دل من بگذارید — کشته صیدیست به فتراک سواری مانده

خلق گویند که بی او بچه سانی خسرو؟
چون بود بلبل مسکین ز بهاری مانده؟"

۱۶۸۳ [۳] ای صبا از زلف او بندی بخواه — عاریت از لعل او قندی بخواه

---

۱ درین غزل محذوف است۔ ۲ درین بیت محذوف و بجایش بیت ذیل است: رفته از پیش نظر نقش نگاری زیبا۔ بر رخ از خون جگر نقش و نگاری مانده ۳ درین غزل محذوف است۔

چوں لبِ مئے گوں بیالاید نہ مے | چاشنی از لعلِ او قندے بخواہ
پارہ شد پیراہنِ جاں از غمش | زاں لبِ جاں بخش پیوندے بخواہ
اے کہ می گوئی قناعت کن بہ ہجر | رو قناعت را ز خرسندے بخواہ
زآتشِ دل دفترِ صبرم بسوخت | نسخت او از خردمندے بخواہ
نوبتِ وصلش اگر پیوستہ نیست | گر توانی خواست یک چندے بخواہ

ہست وصلش با خداوندانِ بخت
خسروا بخت از خداوندے بخواہ

۱۶۸۴

ہر شب از سودائے آں زلفِ سیاہ | بگذرانم از فلک من دودِ آہ
گر کنی دعوائے خوبی می رسد | شاہداں داری ز درخ چوں مہر و ماہ
ماہ را با روئیت نسبت کنم | شرمساری چوں نہ بینم زیں گناہ؟
خونِ چندیں سوختہ در گردنش | آں کہ نامش کردہ ای "زلفِ سیاہ"
ملکِ دل ملکِ تو شد اے شاہِ حسن | کامراں بنشیں بہ صدرِ بارگاہ

خسروش خلوت گہِ دیدار ساخت
دیدہ را چوں دید روشن جائے گاہ

۱۶۸۵ غ

اے جفایت بر منِ مسکیں ہمہ | چند ازیں خشم و عتاب و کیں ہمہ؟
قصدِ جانم می کنی چوں دشمناں | دوست می دارم ترا با ایں ہمہ
محنتِ من بین و رو بنمائے از آنک | بہرِ رویت می کشم چندیں ہمہ
در بناگوشِ تو سر در کردہ زلف | کشتنِ ما می کند تلقیں ہمہ
تا کہ آخر شربتِ زہرم دہی | تلخ گوئی زاں لبِ شیریں ہمہ
کاش کہ خوباں نہ بودندے بہ دہر | تا نہ بودندے بدیں آئیں ہمہ
ہر چہ دانی تو بکن چوں مر ترا | می رود بر خسروِ مسکیں ہمہ

ؔ دریں بیت محذوف است۔

ای ترا آهو روِ جفا آیین همه | خشم و نازت بر منِ مسکین همه
بار قیبانِ تو ای جان چون کنم | ظالم اند و بی کس و بی دین همه
داغ حسرت بر دلم ماند و رفت | جان من با ظالمی با این همه
عالمی را با رخت عیش ست و من | تلخ کامم زان لب شیرین همه
در شب هجران غمت با روی خویش | می فشانم در سحر پروین همه
ای ترا بنده شده شاهانِ هند | وی غلامت دلبرانِ چین همه
نیست مانندت بسی جستیم هیچ | در ختا و خلخ و در سقین همه
پیشِ رویت در چمن گشتند آب | از خجالت لاله و نسرین همه

هرچه می خواهی بکن چون مر ترا
می رود بر خسرو مسکین همه

۱۶۸۷ ۲

جان من بر دست بی دادم مده | دم به دم هر روز بر بادم مده
نالهٔ من نیست بی دردسری | گوش را ره سوی فریادم مده
داد اگر خواهم بخواهی کشتنم | ور نخواهی کشتنم دادم مده
جان که در محنت بپرورد دم بخواه | دل که در خدمت فرستادم مده
دوست گر دشمن شود رفت ای خیال | تو هم دشمن شوی ما یادم مده

می دهی کوهی ز غم جانِ مرا
خسروم آخر نه فرهادم مده

۱۶۸۸ ۳

باغ بین فصلِ بهاری ساخته | سرو چون سلطان کله افراخته
قمریان گشته غزل خوان یکطرف | پردهٔ نوروز را بنواخته
برده باد اوراق اسناد خزان | غنچه نو مجموعهٔ خوش ساخته

---

۱ درین غزل محذوف است ۲ درین غزل محذوف است ۳ درین غزل محذوف است

بلبل از اوراق گل کرده درست — منطق الطیر و اصول فاخته
گل فرش از ریسمان شیرازه بست — دختر گل بین که چون پرداخته
وان بنفشه بین که خطِ سبز را — می نخواند سر فرو انداخته

مرغ باچندان فرو خواند لطیف
عشقها با شعر خسرو باخته

۱۶۸۹

اے جهان چشمِ سیاهت بسته — فتنه خود را به پناهت بسته
آسمان دستِ مه از رشتهٔ صبح — پیش آن روے چو ماهت بسته
غم بپیچید مرا چون طومار — پس به تعویذ کلاهت بسته
دیده ره داد ترا اندر چشم — خونِ دل آمده راهت بسته
دلِ من غرقهٔ خون ست که شد — در سرِ زلفِ دوتاهت بسته
خواب گر چشمِ جهان می بندد — ماند از آن چشمِ سیاهت بسته
خطت آورد سپه بر من و شد — مه به فتراک سپاهت بسته

جان بر آرم ز زنخدانِ تو تا
نه شد از خط سیه چاهت بسته

۱۶۹۰

خسروا گر عاشقی جامِ بلا پیش نه — داغِ عقوبت بیار بر جگر ریش نه
تا به تیره ست عقل صیقلِ او کن ز عشق — تا به چه آئینه گشت دم مزن و پیش نه
نعل در آتش فگن از پے معشوق وگر — عاشقِ حال خودی بر جگرِ ریش نه
جان که نه ماند مقیم در صفِ عشاق باز — سر که نه داری به راه در رهِ درویش نه
بو که[۲] ز چشم بتان سیر بیت آید گهے — آن همه ناوک بیار بر دل بدکیش نه
چشم ستیزنده را جا یک تا دو بیان — ظلم رسانده را لشکر فرویش نه

---

۱؎ درین غزل محذوف است ۲؎ درین بیت محذوف است

خون کہ مے عارفان ست بر لب جان فشان بریز     غم چه خورد عاشقان ست از پے دل ریش نه

گر رسد از دوستان زخم ملامت مرنج     خون تنت فاسد ست رگ به تہِ نیش نه

طعنه کہ ناخوش نزست در دہنِ خویش کن

لقمه کہ بایسته تر پیشِ بد اندیش نه

۱۶۹۱ له

از لب او اے خیال نقلِ لب ما مده     مرغِ خشک خوارہ را پسته و خرما مده

من کہ به نامش کنم وصفِ جمالش بگو     غرقہ یکے غوطه را قطرهٔ دریا مده

رندِ خراباتیم مے به سفالم رسان     دُردکشِ کہنه را جام مصفا مده

گر گذری اے صبا از پے چشم بیار     خاکے از آن پا و بے بوسه بآن پا مده

تاکہ زید با مرا دکُشی تو نوازشں کنی     کشتۂ امروز را وعدهٔ فردا مده

دل کہ مرا سوخت ست آمده در زلفِ تو     تاکہ نه سوزد جگر من پیش خودش جا مده

بهر توام می کشد هدیه من روے تو     جلوهٔ عاشق بده هدیه بده یا مده

جور تو خوشتر زداد نزد دلے کو دل ست     گر به جفا جان دهیم داد دل ما مده

جان و دل خسرو است در رهِ سودائے تو

هر چه بری خوش به بر قیمتِ کالا مده

۱۶۹۲     ب

اے از گل تو ما را در دیده خار مانده     وز نوک غمزهٔ تو جانم فگار مانده

تا نقش تو زمانه در پیرهن کشیده     در کارگاهِ گردون مه نیم کار مانده

تا بو کہ چون تو ماهے بینم به طالع خود     هر شب به گریه چشم انجم شمار مانده

پس دل کہ هست هر دم از ناردانِ لعلت     در پرده قطره قطره همچون انار مانده

تو رفتی و دل من دنبال کرد چشمت     مگذار دوستان را دل پر غبار مانده

بے تو درونِ جانم زار است چون کنم من     ببین دلا چو می نیایدا این جان زار مانده

---

له درین غزل محذوف است ـ ب درین بیت محذوف است ـ

رحمے کز انتظارت دو چشم چار کردم
وز گریہ ہست صد جو در ہر چہار ماندہ

دستم بگیر یارا یاری بکن کہ ہستم
در محنت جدائی دستے ز کار ماندہ

تن موے گشت گرگہ زاں می کنم عزیزش
کز زلف تست ما را ایں یادگار ماندہ

عمرم کہ رفت بے تو اندر حساب ناید
دامے ست بہر خسرو بر روزگار ماندہ

۱۶۹۳

مہر تو در دل من مانند جاں نشستہ
ہمچوں منت بہ ہر سو صد ناتواں نشستہ

من با دو چشم گریاں پیوستہ در فراقت
تو شادماں و خرم با دیگراں نشستہ

گر خوں چکد ز دیدہ زیں غصہ جاے نیست
تا کے توانمت دیدن با این و آں نشستہ

یک شب بہ کلبۂ ما گر بگذری ببینی
گرد فراق و محنت بر خوان و ماں نشستہ

بخرام سوے گلشن تا ہر طرف ببینی
بلبل ز شوقِ رویت نالہ کناں نشستہ

آیا بود کہ بینم روزے بہ کامِ خویشت
از دشمناں بریدہ با دوستاں نشستہ

از گرد رہ نگارا عمرے ست تا کہ خسرو
از بہرِ پاے بوست بر آستاں نشستہ

۱۶۹۴ ب

ماییم و مجلسے خوبے سہ چار سادہ
من در میانہ پیرے دیں را بہ بادہ دادہ

مجلس میانِ بستاں گل با صبا بہ بازی
نرگس بہ ناز خفتہ سروِ سہی ستادہ

خوباں بہ بادہ خوردن من جرعہ نوش مجلس
ہر جرعہ اے کہ خوردہ سر بر زمیں نہادہ

من بے خبر ز ساقی وز چشم من بہ مجلس
چوں جرعہ ہاے مستاں خوں خور بجاے بادہ

ساقی چو من ز بادہ مست و خراب میرم
بفرست خشتِ گورم بستاں سفال بادہ

سیراب خوں ست دائم زاں می زند بسر گو
آں سبزہ کت بر آید گردِ لبانِ سادہ

مو بیست بہ زلف درہم[۱] نے خاستہ نہ خفتہ
چشمت بہ خواب مستی نے بستہ نہ کشادہ

---

۱؎ دریں بیت محذوف است۔

زان ذمم کہ: بد خسرو مستانہ خفت و خیزش | ماجاء کل شیئ راس علی بنیادہ

چوں راست آید آخر با تو طریق خسرو؟

۱۶۹۵ او نامراد مسکیں تو شوخ خود مرادہ

از بس کہ ریخت چشم بہر تو خون تیرہ | کم ماند بہر گریہ در چشم من ذخیرہ

چشم مقامر تو از بس دغا کہ دارد | مالیدہ صبر ما را ہمچوں حروف خیرہ

اے من غلام آں لب کاں را اگر ببیند | پر گم شدہ فرشتہ ہمچوں مگس بہ شیرہ

آباد بر تو جانا کز کشتن عزیزاں | دہ کو خراب کردہ آباد صد حظیرہ

از آفتاب دیدن گر چشم خیرہ گردد | شد آفتاب چشم از دیدن تو خیرہ

گر شاہیم بر آتش گوئی نشینم او را | فرضم بود نشستن در قعدۂ اخیرہ

افگندہ روز بختم سایہ بریں شب من | ور نہ شبم چنیں ہم نبود سیاہ و تیرہ

ایں نالہ ہاے زارم بشنید و گفت خسرو

زان تو نیستم من زحمت مبیں وحیرہ

۱۶۹۶ ت

دہ زے بلاغ گفتم کت نسبتے ست با مہ | من لعبہ ست حبّا من شارۃ اللوامہ

گاہے کشد بہ تیغم گاہے زند بہ تیرم | فی کل ما لعری حلا فنا ادامہ

چوں حال خویش گویم با ظالمے کہ پیشش | لم تعتبر حدیثی والعجم فی التہامہ

مائیم و کعبۂ جاں مردن بہ وادی غم | واللہ فرمنی یا طالب السلامہ

خسرو ز طعن نرسد ایں جاست بازی جاں

یا لحیف لحق من خافۂ ملامہ

۱۶۹۷ ت

شمع فلک بر آید با آتشیں زبانہ | ساقی نامسلماں دردہ مے مغانہ

کشتی من رواں کن ما نا کرانہ یابم | دریاے غم نہ دارد چوں ہیچ جا کرانہ

---

ل درین بیت محذوف ست ۲ درین غزل محذوف است ۳ درین غزل محذوف است۔

مے نیم خوردہ دہ وز بادۂ ترنجی          دل بر لب تو دارم مے خواستن بہانہ
نے نے کہ از رخ خود بیہوش کن کہ بارے          یک دم خلاص یابم از محنت زمانہ
رو تا روم بیروں دستم بہ گردنِ تو          تو بیخودِ صبوحی من بیہشِ شبانہ
اے مہ غلامِ حسنت چوں در خمار باشی          نے روئے خواب شستہ نے موئے کردہ شانہ
مطرب[1] برو و خود زن دستے بہ ابر باراں          ویں زہد خشک ما را تر کن بہ یک ترانہ
خسرو خراب مطرب تو مست ناز و شوخی
ہاں در چنیں نشاطے یک رقص عاشقانہ

۱۶۹۸          غ

من بہر تو بہ دیدہ و دل خانہ ساختہ          از من تو خویش را ز چہ بیگانہ ساختہ
شانہ چرا بہ موئے سرت دہ کہ ارہ باد          بر فرق آں کہ بہر تو ایں شانہ ساختہ
مائیم رخنہ کردہ دل از بہر نیکواں          مسجد خراب کردہ و بتخانہ ساختہ
من چوں زیم کہ جائے تو در خانۂ درون          سنگ ملامتم سگ دیوانہ ساختہ
یاراں کہ در فسانۂ راحت کنند خواب          بے خوابیٔ مرا ہمہ افسانہ ساختہ
چوں نالۂ شبانۂ عاشق کشید نیست          مطرب کہ صد ترانۂ مستانہ ساختہ
مردم[2] چو بے وفاست ہمہ آہوان دشت          کارام گاہِ خویش بہ ویرانہ ساختہ
خسرو بہ عشوۂ تو زبوں گشت عاقبت
خود را اگرچہ عاقل و فرزانہ ساختہ

۱۶۹۹

اے عشقت آتشے بہ ہمہ شہر در زدہ          واں آتش از درونۂ من شعلہ بر زدہ
ہر روز چشمِ مستِ تو در کاروانِ صبر          بیروں کشیدہ تیغ و در رہ خواب و خور زدہ

---

[1] درون بیت ذیل زائد است ۔ گر تو بہ رام گشتی کز نیست وجہ بادہ ٭ بفروش خانۂ من یا آں شراب خانہ

[2] درین بیت ذیل زائد ست ۔ آتش خورے ست مرغ دلم خوش پریدہ ست ٭ کاید بہ فضل تو تش ازیں دانہ ساختہ

مژگان تو بہر زدن چشم بہر قتل ‌ ‌ آراستہ دو لشکر و بر یک دگر زدہ

ہر تیر کز اشارت تو راست کردہ چشم ‌ ‌ آن تیر راست کردہ مرا بر جگر زدہ

لب تر مکن بہ پاسخ تلخ و مرا مکش ‌ ‌ زاں لعل آب کردہ و اندر شکر زدہ

نی[۱] چشم تو ز دست مرا تیر بلکہ ہست ‌ ‌ ہم چشم من مرا ز گشاد نظر زدہ

اشکیک[۲] ز چشم من بتو آمد مستغاث ‌ ‌ خون جگر بدامن تو دست تر زدہ

چوں[۳] شانہ تو ماندہ ام از دست موی تو ‌ ‌ پائے بگل بماندہ و دستی بسر زدہ

دل[۴] بر گرفتہ از تو چرا نشکند دلم ‌ ‌ چوں سنگ بر گرفتہ ای و بر گہر زدہ

تو تیغ جور بر سر من می زنی و من ‌ ‌ آیم ہمی بہ کوے تو ہر روز سر زدہ

ہر شب زدہ ز جور تو خسرو ہزار آہ
ہر چند گفتہ ہیچش مزن بیشتر زدہ

۶۰۰ اه

بیا شبے بر من سر خوش از شراب شدہ ‌ ‌ کہ بہر نقل تو دارم دلے کباب شدہ

خراب کردہ ہمہ عاقلان عالم را ‌ ‌ خطت بجہ ہر سر مہ بر سر شراب شدہ

شب ست و زلف تو یک سو شدہ زرخش ‌ ‌ کنوں کہ ابر کشا دست و ماہتاب شدہ

وفا مکن کہ بود عیب خوب رویاں را ‌ ‌ کہ جان دوست گدازندہ تا خراب شدہ

بہشت روے تو بادا ہمیشہ خوش ہر چند ‌ ‌ کہ ہست بہر من آں دوزخ عذاب شدہ

در آب کردہ ز سوز آفتاب جوزا خوے ‌ ‌ رخت چو غرق خوے از تف آفتاب شدہ

بہ ساں طفل کز آواز خوش بہ خواب شود ‌ ‌ ز آہ و نالہ من بخت من بہ خواب شدہ

مگو کہ گریہ خوں نیستش ز دوری من
چنیں کہ از غم تو خون خسرو آب شدہ

---

۱ درین بیت محذوف است ۲ درین بیت محذوف است ۳ درین بیت محذوف است ۴ درین بیت محذوف است ۵ درین غزل محذوف است

۱۷۰۱[۱]

رسید وقت که هر روز بامداد پگه | خوریم باده و بر روی گل کنیم نگه
ز شاخ یک تن سرو است و صد هزار قبا | ز لاله یک سر کوه است و صد هزار کله
کلاه لاله که لعل است اگر تو بشناسی | نمونه ای مگرش داغ کینه است سیه
چو از کرشمه بیمار است چشم را نرگس | بدید بلبل و گفتش که عافاک علیک الله
دمید گل به روی نیکوان و گل در باغ | روان شد نار و ببرد نار دجله را از ره
هزار سال خوشی بیش دارد اندر عمر | اگرچه مدت عمر گل است روزی ده
کنون به باغ ز لب جوی غنچه باید زد | خوش آن حباب که دارد بری ز نار خرگه
کجاست ساقی نوخیز ساده رو که ز شرم | نگه کند به زمین چون در او کنیم نگه

مرنج ساقی اگر چشم من به روی تو نیست
که هست دیدهٔ من زیر پای هیچ تو شه

۱۷۰۲[۲]

به کوی عقل مرو گر به عشوه برد ره | و گر ز عقل گذشتی بگوی بسم الله
هزار بار به گوش دلم رسید از غیب | که عشوه را نهایست و عقل مانع راه
دگر به سلسلهٔ عشق مبتلا شده ای | برو به میکده و ز پیر و به همت خواه
به یک پیاله رهانده ز بند عقل ترا | من آزموده ام ار نشنوی مرا چه گناه؟
بیا به مجلس رندان و بر کف ساقی | قرار چشمهٔ خورشید من به یک شبه ماه

مجو مجو قدح باده در جهان خسرو
که آب بوالهوسان ریخت حب منصب و جاه

۱۷۰۳[۳]

مدار جان من از بهر جان ما روزه | از آن که جانی و جان را دهد عنا روزه
لبت پر از می و گوئی که روزه می دارم | تو خود بگوی که باشد چنین روا روزه
اگر تو روزه برای خدای می داری | مدار بیش برای خدای را روزه

---

[۱] درین غزل محذوف است [۲] درین غزل محذوف است [۳] درین غزل محذوف است

ز دیده ساخته‌ام شربتے و لے نه خوری — اگرچه روزه ترا خوش بود خوشا روزه

یک ابروئیت نگرم روزه گیرم از پے وصل — به دیدن مه ابرو کنم قضا روزه

برد تشنگی خلق را اگر از لب تو — به تاب چشمهٔ حیوان کشد آشنا روزه

به تو چو کرد لبالب دکان خسرو را
فقاع از آں لب شیرین کشاد تا روزه

۱۷۰۴ — ت

مہے در آمده در دیده و نه جا کرده — برفت جان و به تو جائے خود رها کرده

چه چشمها که به ره ماند بهر آمدنت — چه دیده‌ها که سمند تو زیر پا کرده

نه بود[1] قیمت یوسف ز سفیده قلب فروش — هزار جانت فزون یوسفان بها کرده

نعوذ[2] بالله گویم که پیش چشم تو باد — هر آنچه چشم تو بر روزگار ما کرده

خیالت[3] آمده هردم ز بهر کشتن من — دو دیده گریهٔ من پیش و مرحبا کرده

بسی سزا ز تو کسی این که از کرشمهٔ ناز — قصاص می کنم و بر گناه ناکرده

مرا[4] به سایهٔ بالاے خود یکے بنواز — که سرو نیز گہے سایه بر گیا کرده

دعاے خسرو جز دیدن جمال تو نیست
به پیش دیدهٔ خود هر کجا دعا کرده

۱۷۰۵ — ب

چو بوے زلف تو همراهی صبا کرده — ربوده جان ز من و کالبد رها کرده

پناه سوزش بیچارگان شده زلفت — که در کنارهٔ خورشید تکیه جا کرده

کلاه تو که شده کج ز باد رعنائی — هزار پیرهن عاشقان قبا کرده

به یک خدنگ که بکشاد نرگس مستت — دلم ز سینه و جانم ز تن رها کرده

---

[1] درین بیت محذوف است [2] درین بیت محذوف است [3] درین بیت محذوف است [4] درین بیت محذوف است و به جایش بیت ذیل است تو خیره دیده گئی من نگر که هر بارے۔ غبار خنگ تو در دیده از صبا کرده
بجاں خریده دلم از تو بوسه هاواں را ۔ ذخیره بهر زمین بوس بادشا کرده۔

تو هیچ گاه نه دیدی مرا به چشم نکو | منت نهان ز پے چشم بد دعا کرده
چو شکرِ دیدنِ رویت نه دیده ام هیجان | بنا نمودنِ رویت مرا سزا کرده
عقوبتے که به شبهاے هجر دید دلم | ستارگان را بر خویشتن گوا کرده

خیال تو که از و غرقِ خوں شدم هرچند
میانِ خونِ دلِ خسرو آشنا کرده

۱۷۰۶ [۱]

بکش به گردِ رخ خطِ دلربا پرده | که هیچ کس نه کند آفتاب را پرده
ز بیم آں که رسد چشم آفتاب به تو | به بست ابر به هر لحظه در هوا پرده
کند به پیشِ رخت پرده پوشیٔ سبزه | چو گل به باغ کشد بر سر گیا پرده
گل از رخِ تو بدزدید و روے پنهاں داشت | ولیک پاره شدش ناگه از صبا پرده
جمال روے تو پوشیده چوں نه خواهد ماند | میوش پیش رخ از پردهٔ دو تا پرده
تنت بجاے نهفتن چناں بود که کشد | به روے باده ز جانِ جهاں نما پرده

شها ز بهر جدائی و ملح تو خسرو
کشاد از پسِ هر پرده اے جدا پرده

۱۷۰۷ [۲]

چو خاست صبح دم آں مه ز خواب پژمرده | گلِ رخش ز خمارِ شراب پژمرده
در آفتاب مرو ماه من که نارد تاب | رخت که می شود از ماهتاب پژمرده
به روے آب همه گل رخاں دو تا گشتند | چو آں گلے که کشندش گلاب پژمرده
بدید نرگسِ بستاں به خواب چشم ترا | شد از تحیّرِ آں هم به خواب پژمرده
مرا بگیر چو گل لعل بر رخ از دمِ سرد | که تو به توست همه خونِ ناب پژمرده

---

[۱] درین بیت ذیل زائد است سه سپیده دم تو به خواب و مرا بکشته ز رشک مرا عنها که به گردِ رخت صبا کرده [۲] درین غزل محذوف است۔ [۳] درون غزل محذوف است۔

وصال یافت ز تو خسروے ولے جوابے یافت
کہ گشت غنچۂ دل زاں جواب پژمردہ
ست

۱۷۰۸

مکش بہ ناز مرا اے بہ ناز پروردہ | مریز خونِ مسلماں بہ جرمِ ناکردہ
مرا بکشت لبِ جاں ستانِ تو ہر چند | مفرحے ست بہ آبِ حیات پروردہ
ببخش قندے از آں لب کہ بیشِ آں نلید[۱] | ہم از خیالِ لبت وام کردہ ام خوردہ
بترس از آں چہ بہ شب یا بہ خواب کردہ دراز | ہزار کس بہ دعا دستہا برآوردہ

برآمد یک نفس اے صبحِ تیرہ روز امید
مگر سفید شود ایں شبِ سیہ کردہ

۱۷۰۹ د

اے فراقِ تو یارِ دیرینہ | غمِ تو غمگسارِ دیرینہ
دردِ تو میہمانِ ہر روزہ | داغِ تو یادگارِ دیرینہ
غرقِ خونم کہ می خلد ہر دم | در دلم خار خارِ دیرینہ
اے دریغا کہ خاک خواہم شد | با دلِ پُر غبارِ دیرینہ
اے صبا زینہار یاد دہش[۲] | گہ گہ از دوستدارِ دیرینہ
گاہ گاہے خرامشے نہ کنی | بر سرِ خاکِ یارِ دیرینہ
چند گاہے خلاص یافتہ بود | جانم از کار و بارِ دیرینہ
وہ کہ باز آمدی و خسرو را | بردی از دل قرارِ دیرینہ

۱۷۱۰

اے رخت[۳] شمعِ حسن بر کردہ | شبِ عشاق را سحر کردہ

---

۱ درین بیت ذیل زائد است ۔ زر بدید پردہ دل را فراق و جاں رہ یافت ؛ ہنوز چند کنم پیش ہر دو ما پردہ ؟ بداں کہ من بہ شبیخونِ ہجر جاں نہ برم ۔ چنیں کہ صبرِ من آوردہ گشت در پردہ ۔ چہ جائے پیار چو من خسرو از دست شدم چہ سود نعلِ زر اکنوں کہ لنگ شد یجردہ ۲ درین بیت محذوف و بجائش دو بیت ذیل است ۔ ہر کسے را مئے دیار و من نعلے خبر از خمارِ دیرینہ ۔ ہیچ گہ در حضور خواہم گفت ۔ محنتِ انتظارِ دیرینہ ۳ درین غزل محذوف است ۔

مه به زلف تو گم شده خود را | می بجوید چراغ بر کرده
لب تو بر شکر نهاده خراج | چشم تو اندکے نظر کرده
تن من نے شد و خیال لبت | بند بندم چونے شکر کرده
عکس دندان تو به طرف دهن | قطرهٔ اشک را سحر کرده
پختگی دلم که بر خون ست | دم به دم از غم تو سر کرده
بے خبر کرد ناله گوش مرا | لیک گوش ترا خبر کرده
بینمت یک شبے بخانهٔ خویش | چوں مہے سر به عقده در کرده
تو چو آب حیات بر سر من | من به پاے تو دیده تر کرده

خسرو اندر میانت پیچیده
موے را هم ز مو کمر کرده

۱۶۱۱ [1]

مه به زلف تو گر شود بسته | هر زمان خوب تر شود بسته
گر به زلف تو چشم بکشایم | موے در مو نظر شود بسته
چوں کشائی دهان شیریں را | تنگهاے شکر شود بسته
گر ز جور ت به چرخ ناله کنم | چرخ را هفت در شود بسته
دیده کز خواب بسته می نه شود | هم به خون جگر شود بسته
از دم سرد من عجب نه بود | آب چشم اگر شود بسته

بنده خسرو که دل به مهر تو بست
کے به مهر دگر شود بسته؟

۱۶۱۲ [2]

جهاں تا مہر روشنت ساخته | ز دلها فلک خرمنت ساخته

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین غزل محذوف است۔

رخ خویش تا بیند اندر رخت ‏ مه آیینهٔ روشنت ساخته
قضا کرده یک جا هزار آرزو ‏ خلاصه کشیده تنت ساخته
غمت پُر ز خوں کرده دلها بسی ‏ وزاں غنچه‌ها گلشنت ساخته
میا تنگ اگر خسرو تنگ دل
دلِ تنگ را مسکنت ساخته

۱۷۱۳ ۱

لبت در سخن انگبیں ریخته ‏ رخت مشک بر یاسمیں ریخته
ازاں روے و موے دلآویزِ تست ‏ دلم در شب و روز آویخته
چه بادِ صبا دید رخسارِ تو ‏ به گل گفت کاے روے تو ریخته
برانگیختی بر من اسپ جفا ‏ دگر تا چه‌ها باشد انگیخته؟
ز خسرو گریزاں مشو کو شدست
اسیرِ تو و ز خویش بگریخته

۱۷۱۴ ۲

درِ صافِ خود عقل را ره مده ‏ بهشت بریں را به ابله مده
چناں مست و دیوانه کردی به زلف ‏ نسیمے به بادِ سحرگه مده
چه گویم به تو رازِ پنهانِ خویش؟ ‏ خودش بشنو و سوے خود ره مده
گر انصاف جوئی دل ظالمم ‏ مده هیچش انصاف والله مده
زنخ می نمائی و خجلم می خورم ‏ چنیں شربتم زاں چناں چه مده
رقیب ار کشد خسروِ خسته را
زباں را دراں رخصتِ نه مده

۱۷۱۵ ۳

قلاشم اے منکر مرا دربانیِ میخانه ده ‏ ایں عقلِ رسمی عذر کن مے تا لب پیمانه ده

---

۱ دریں غزل محذوف است ۲ دریں غزل محذوف است ۳ مطابق نسخهٔ ن۔

من تو بہ تنہا بشکنم او دل سیہ نہ برسرم      واں گہ ندارے زہرہ من پیش دمے خلندہ

من عاشق و بیرے بے خبر از خان و ماں یاد یلم      اے آہ سوزاں شعلہ اے بر دست ایں لیلانہ دہ

مشغولِ شہدِ بے غمی چہ آگہ از سوزِ دلم      یارب مگس را چاشنی از لذتِ پروانہ دہ

بیگانہ شد یارا اے صبا با جا چہ کار اکنوں مرا      ایں آشنائے کہنہ را بستاں بداں بیگانہ دہ

اے خواجۂ دیوانِ دل آخر بہ اقصائے غلش      گر نیست وجہِ زندگی بر مردنم پروانہ دہ

چوں بر پری روباں ہمہ ملک سلیماں یافتی

بستاں تو خسرو جان و دل مرغ بلا را دانہ دہ

۱۷۱۶ ^ل^      ب

جاں بہانہ طلب و شکلِ تو ناز آلودہ      من بیم زیستنی جاں چہ کنم بیہودہ؟

بس کہ در سایہ دیوار تو در فریادم      زادۂ من سایۂ دیوارِ تو ہمہ ناسودہ

با تو در خواب مرا پہلوے آزادہ نبود      گرچہ بر خاکِ درت پہلوے من شد سود

بر ساق زمی اے گریہ گر آں سو گزری      خدمتِ چند بہ خونابۂ چشم آلودہ

سالہاست دلِ من رفت و نہ دانم بہ کجاست؟      از کہ پرسم خبر آں دل گمرہ بودہ

یارب از سوزِ دلِ ما تو نگاہش داری

گرچہ بر خسرو دل سوختہ کم بخشودہ

۱۷۱۷ ^۲^      و

اے گل کہ چنیں در بغلت تنگ گرفتہ      کز خونِ دلت پیرہنت رنگ گرفتہ

آں سوختگی جگر لالہ ازاں است      کز آہِ من آتش بہ دلِ سنگ گرفتہ

تا دستِ تظلّم نہ زند کس بہ عنانش      تن دادہ بہ مستی و عناں تنگ گرفتہ

از سوزنِ زنگار گرفتہ بشناسد

بس کز نم گریہ مژہ ام زنگ گرفتہ

۱۷۱۸ ^۳^

خردی ہنوز و کودکی اے نازنینِ نادرہ      جورت نہ می گیرم گنہ کز نیک و بد نادانی

---

^ل^ مطابق نسخۂ ن ^۲^ مطابق نسخۂ ن ^۳^ در ن غزل محذوف است۔

هر سو که زیبا بگذرد در دل همی بار آورد — زیبائیت جاں می برد با آفتِ زیبانه ای

رخسارِ جاں پرور ترا شکلے ز جاں خوش‌تر ترا — بیهوده هر کس مر ترا جاں می نه خواند تا نه ای

آشوبِ عقل گمرهی بر نیکواں شاهنشهی — نے نے که خورشیدی، پروین نه ای جوزا نه ای

سروی نه ای چنیں یا سوسنی یا از گلِ تر خرمنی — یعنی تو پہلوے منی یارب تو کی این یا نه ای

روے چو گل شسته به خوں و آلوده بهار آمیے — دل ها به گردت پے به پے می بینمت تنها نه ای

بد عهدی و نامهرباں گر دل دہی گاہے زباں — من با توام بارے به جاں گر تو ز دل با ما نه ای

شوخی مکن زیں ها مگو گفتن نیست با ما آرزو — من بنده ام آں جا که تو لیکن تو کی کایں جا نه ای

دی شب کشیدم از کمیں زنجیرِ لطفِ عنبریں
چشمِ تو گفت از خشم و کیں خسرو مگر دیوانه ای

۱۷۱۹ ۱؎

حیرے ست کاے گل برگِ تر بر روے ما خندانه ای — هستی لطیف و خوب رو زاں در وفا خندانه ای

زلفِ دوتاهت چیست این پر کلاهت چیست آں؟ — چتر سیاهت چیست این چوں بر دلم سلطانه ای؟

چوں بر توی دارم نظر از چیست زیں ساں تلخیم ترا — آخر نه دانی این قدر نیکو نه هم نادان نه ای ؟

تاراجِ دل کردی بسے دستے بر او یاری رسے — در بردنِ دل هر کسے می دانمت پنهاں نه ای

اے عشق داری مدخلے در جانِ مشتاقاں بلے — در گفتن آسانی بلے در تاختن آساں نه ای

بشگافتی جاں از میاں خود در اندر پیوند ی برآں — یعنی توئی پیوندِ جاں پرکاله ای از جاں نه ای

لبها نگر میگوں شده سر سبز از آبے خوں شده — با خضر همره چوں شده گر چشمهٔ حیواں نه ای؟

زیں پیش بودی هم نفس اکنوں نه مانی هم نفس
خسرو همان بنده ست ویں تو آں که بودی آں ای

۱۷۲۰

ت

اے دردِ بے دردِ دلم تاراج پنهاں کرده ای — با جاں هم بیروں روی کآرام در جاں کرده ای

در جیبِ تم تا هر شبے چوں خواب می آید ترا — زیں ساں که در هر گوشه اے صد دل پریشاں کرده ای

---

۱؎ درین غزل محذوف است

فتنه دمے در عهدِ تو بیکار ننشیند همی ‌‌ — از نقدِ جاں ها لاجرم مزدش فراواں کرده ای

تو مست و دلها بر درت گشته رواں از هر طرف ‌‌ — در چار بازارِ بلا نرخِ دل ارزاں کرده ای

گفتی "نه دانم بے سبب غمگیں چه می دارد ترا" ‌‌ — من آشکارا گویمت خوں ها که پنهاں کرده ای

از نیکواں کس را نه بود ایں مرحمت بر عاشقاں ‌‌ — آیا دریں تو کز ستم صد خانه ویراں کرده ای

دانم که نتوانی وفا لیک اندک اندک خوے کن ‌‌ — کایں از جفا کارے بود چنداں که تو آساں کرده ای

دل در گلے بندم ولے گل نیست چوں تو چه کنم ‌‌ — آخر تو هم وقتے گذر سوئے گلستاں کرده ای

در پیشِ زلف و خالِ تو خون جگر می ریختم

دل گفت "کایں هم خسروا شبهائے هجراں کرده ای"

۱۷۲۱

قاصد بیامد کاورد زاں نامسلماں نامهٔ ‌‌ — جاں خاکِ راهِ قاصدے کارد ز جاناں نامهٔ

چوں کافرانم کشت غم چوں می نهادم سوختن هجر ‌‌ — یارب بودے کامدے زاں نامسلماں نامهٔ؟

بیم ست جاناں کز غمت از پرده بیروں اوفتم ‌‌ — تا رازِ من پنهاں نه شد بفرست پنهاں نامهٔ

بر دل نهم آں نامه را چوں کاغذے بر ریشِ تو ‌‌ — بر ریشِ دل مرهم کنم ناچار زیں ساں نامهٔ

[2] خود گیر کاید نامهٔ [illegible] شوریده سر ‌‌ — خواندن نیارم چوں کنم زیں چشمِ گریاں نامهٔ

تیر آورد نامه بسے بفرست بر جانم ز تن ‌‌ — تا مونسِ گورم شود بفرست باراں نامهٔ

دارم به دل دلے تو پیچیده تو بر تو به دل ‌‌ — بهر دل از تیغِ مژه بشگاف و بر اں نامهٔ

اے دیده خوناب جگر بر نوکِ مژگاں بر همه ‌‌ — پس از زبانِ کالبد بنویس بر جاں نامهٔ

خسرو ز درد ایں سوزِ نهاں بیهوده سودا می زنی

درویش را آں بخت کو کاید ز سلطاں نامهٔ

۱۷۲۲

شهرے ست معمور و در و از هر طرف مه پارهٔ ‌‌ — مسکیں دلم صد پاره شد در دستِ هر مه پارهٔ

اشکالِ هر کس را ببیں کاندر میانِ آں همه ‌‌ — دارد هوائے کشتنم ناوک زنے خونخوارهٔ

---

۱ دریں غزل محذوف است ۲ دریں بیت محذوف است ۳ دریں بیت محذوف است۔

هر کس که با او می کند دعوی ز حسن و دلبری باید ز سرو قامتے و ز برگ گل رخساره اے

زین سان که ماه عارضش شد آفتاب یگان هرگز به بخت ماه نشد طالع چنین سیاره اے

صد چاک گشته سینه ام از کاوکاو عشق تو مسکین دل ریشم درون چون طفل در گهواره

چون وعده و حیله دهد رخ پوشد و پنهان شود

جز جان سپاری چون کند خسرو به هر نظاره اے

۱۶۲۳ ب

اے که چشم من به روے خویش روشن کرده ای اندر آغوش خوش گزاں رو و خانه گلشن کرده ای

صد دل ویران ست در هر تار پیراهن ترا تو چنین نازک چه تار است این که بر تن کرده ای

تو همه تن مایه شادی و جانم پر ز غم جان من وه این چنین جائے چه مسکن کرده ای

جلوه کردی بر من از رخ تا روان شد خون ز چشم یارب آید پیش حیثیت آں چه بر من کرده ای

تیغ زن بر گردن من خون من در گردنت غم مخور چون این چنین صد خون به گردن کرده ای

هر شبے تا روز می سوزم گدازان همچو شمع دم بدم از سوزش من جمله روشن کرده ای

دوست می دارم ترا با آں که بهر خویشتن

عالمے بر خسرو بے چاره دشمن کرده ای

۱۶۲۴ الف

سینه ام را از غم عالم تو بے غم کرده ای از غم خود تا مرا رسوائے عالم کرده ای

فاشم اے دیده تو کردی زاں که زین دل نهان خواستم گویم غمے، بنیاد ماتم کرده ای

وه که خلقے ز آه و درد انگیز من بگریست خون اے عفاک الله تو یارے دیده را نم کرده ای

زیں پریشانی سرت گردم خلاصم کن مے اے که کار من چو زلف خویش درهم کرده ای

دل به تو دادم کنون می خواهی این دم جان من آمدے آمدے بر دلم جور و جفا کم کرده ای

ریش کردی سینه ام از ناوک هجران و باز خنده کردی بر دلم جور و جفا کم کرده ای

گر ز بے مهری سخن می گوئی آں را خود مگوے وه ز من می پرسی ز بیداد آں هم کرده ای

---

له درین بیت محذوف است۔

خسروا دیوانگی بگذار و لعلش را مخواه
کاین سلیمان ست کز وے قصدِ خاتم کردہ ای

۱۷۲۵ [۱]

اے کہ در پیچ غمے یادِ دلِ من یار نہ ای — سوئے من بین اگر اندر سرِ آزار نہ ای
از تو ہر روز گرفتارِ بلائے گردم — تو چہ دانی کہ دریں روز گرفتار نہ ای؟
ہر شب از نالۂ من خواب نیاید کس را — خفتہ ای تو کہ دریں واقعہ بیدار نہ ای
با منِ خستہ کہ رویم ز تو در دیوار ست — نی کن آخر سخنے صورتِ دیوار نہ ای
نار دانے ز دو لب بر منِ بیمار فرست — شکر آں را کہ چو من در ہم و بیمار نہ ای
از برائے دل من جانِ من امروز ببر — گرچہ عہدے ست بہ دنبالۂ ایں کار نہ ای
یار بنشست مرا در دل و من دانم واو
خسروا خیز کہ تو محرم اسرار نہ ای

۱۷۲۶ [۲]

اے کہ در دیدہ درونی و در آغوش نہ ای — ہم بہ یادِ تو کہ یک لحظہ فراموش نہ ای
چند افسونِ جفا خوانی و پنہاں داری؟ — آں چناں نیست کہ افسونگرش بہ ہر گوش نہ ای
تو بہ ہوشیاری وایں بندہ خطا کرد کہ دید — من و رسوائی ازیں پس چو خطا پوش نہ ای
وہ کہ از دردِ توام خونِ جگر نوش گرفت — تو چہ دانی کہ درایں دردِ جگر نوش نہ ای؟
گر بہ آغوش بریزند گل اندر برِ من — آں ہمہ خار بود چوں تو در آغوش نہ ای
دوش گفتی کہ کنم چارۂ کارت فردا — آخر امروز چرا بر سخنِ دوش نہ ای؟
از لبش وعدہ دہی و ز مژہ اش زخم زنی
نیش بارے مزن اے دیدہ اگر نوش نہ ای

غ

۱۷۲۷

خندہ را سوختنِ جانِ من آموختہ ای — غمزہ را غارتِ ایمانِ من آموختہ ای
جاں بہ بازی ببری از من و بازم ندہی — ایں چہ بازی ست کہ بر جانِ من آموختہ ای

---

[۱] دریں غزل محذوف است [۲] دریں غزل محذوف است۔

می زنی بر من سرگشته که سر بازی کن ¹ | گوئے بازی تو به چوگانِ من آموخته ای
طرہ را بشکنی و باز ببندی دانم | این شکست از پئے پیمانِ من آموخته ای
چاہ چشم کنی و غرقہ شوم ² بدر نہ کشی | آشنا گرچہ بہ طوفانِ من آموخته ای
پارہ گردا ئے دل و خوں کشو کہ ترا فرمان ³ ست | عشق بازی تو بہ فرمانِ من آموخته ای

چہ کنی از حرفہ سحر از پئے خسرو ہر دم؟
ایں عملہا نہ ز دیوانِ من آموخته ای؟

۱۷۲۸

آتش اندر آب ⁴ ہرگز دیدہ ای؟ | عنبر اندر تاب ہرگز دیدہ ای؟
چوں دہان و لعلِ شور انگیز او | پستہ و عناب ہرگز دیدہ ای
شد نقابِ عارضش زلفِ سیاہ | شام بر مہتاب ہرگز دیدہ ای؟
در صدف چوں رشتۂ دندانِ او | بوئے خوش آب ہرگز دیدہ ای؟
نرگسش در طاقِ ابرو خفتہ مست | مست در محراب ہرگز دیدہ ای؟

در غمش خسرو چو چشمِ خوں فشاں
چشمۂ خوناب ہرگز دیدہ ای؟

۱۷۲۹ ⁵

جاں ز ہجرت چیست زار افتادہ ئے؟ | دل ز عشقت بے قرار افتادہ ئے
من کیم زارے حزینے بے دلے؟ | غم خورئے بے غم گسار افتادہ اے
در دمندے مستمندے خستہ اے | کارِ زارِ کار زار افتادہ اے
خاکیئے، بے آبروئے در ہوا | آتشیں آہے ز کار افتادہ اے
دُرد نوشے، جہاں فروشے در خروش | بے کسے بے کار و بار افتادہ اے

¹ دریں بیت محذوف است ² دریں بیت محذوف است ³ دریں بیت محذوف است
⁴ دریں غزل محذوف است۔
⁵ دریں غزل محذوف است۔

جان غریبی، بی نصیبی از حبیب     دور از یار و دیار افتاده‌ای
مبتلای بی‌نوایی در بلا     جان نثارِ دلفگاری افتاده‌ای
بلبلی با غلغلی بی روی گل     وز میانه بر کناری افتاده‌ای
پای در گل، دست بر دل سر به پیش     رفته عزت سخت خواری افتاده‌ای
بی دلی، بی دلبری، بی مونسی     بی زر و بی زور زاری افتاده‌ای
خسته فرهادی شکسته وامقی     خسروی بی خست کاری افتاده‌ای

۱۷۳۰

باز بر خونم کمر بر بسته‌ای     وان دو ابروی دو سر بر بسته‌ای
من میان بر بستنت را بنده‌ام     موی را گویی کمر بر بسته‌ای
من روی چون تیر در دل می‌خلی     ناخود از شستی که بیرون جسته‌ای
از تری آب بر لبانت می‌چکد     بس که اندر چشم من بنشسته‌ای
زان خطِ میگون که بر گل ریختی     دفترِ گل را ورق بشکسته‌ای
تازه کردستی زنم بر روی خود     هم به خونِ تازه در پیوسته‌ای

بر زمین پهلو نمی یارم نهاد
بس که خسرو را به مژگان خسته‌ای

۱۷۳۱

سر در خمارِ شب به کنارِ که بوده‌ای؟     لب‌ها نگار سهدم و یارِ که بوده‌ای؟
سنبل به تاب رفته و نرگس خراب ناز     شب تا به روز باده گسارِ که بوده‌ای؟
شمعِ مرادِ من نه شدی یک شبی تمام     ماهِ تمام در شبِ تارِ که بوده‌ای؟
با چشمِ آهوانه که شیران کند شکار     ای آهوی رمیده شکارِ که بوده‌ای؟
سروت هنوز هست در آغوشِ خواستن     ای سروِ نیم رسته بهارِ که بوده‌ای؟
زانک ... که جوی چشمهٔ خورشید خون گرفت     خونابه شوی گریهٔ زارِ که بوده‌ای؟

---

له درین بیت محذوف است ۔

کارت چنیں که پردهٔ دلها دریدن ست   امشب به پرده محرمِ کارِ که بوده ای؟

ما را ز اشک صد جگرِ پاره در کنار   تو پارهٔ جگر به کنارِ که بوده ای؟

بر ریشِ خسرو ست نگه هم دریغ بود

مرهم رسانِ جانِ فگارِ که بوده ای؟

۱۷۳۲ [۱]

ای ده یکے ز خوبئ تو مه چگونه ای؟   وز مهرِ دو هفته ماه یکے ده چگونه ای؟

گفتم تبسم در آخر آں مه به نزدِ تو   آخر رسید اے صنم آں مه چگونه ای؟

تا چند گوئیم "نرسیدست گاهِ وصل"   آں گاه نیز می رسد آں گه چگونه ای؟

گرچه نپرسی ام که "چگونه ست حالِ تو؟"   بارے تواں ز حالِ من آگه چگونه ای؟

ره می روی و در پئے تو صد هزار دل   اے برده صد هزار دل از ره چگونه ای؟

دی بوسه داده ام چو شدم خاک بردرت   امروز خاک بوسِ درِ شه چگونه ای؟

آیم به نزدِ تو، چه خوش آید مرا ز تو

بر خسرو ست خوش آمدی اے مه چگونه ای

۱۷۳۳ [۲]

هر روز کافتاب برآید ز بانه اے   بیروں جهم ز کلبهٔ غم عاشقانه اے

نظاره بر رخِ تو کنم گر ببینمت   بارے ز چاوشاں بخورم تازیانه اے

از دوستئ تو به سرِ کوئے تو نه ماند   تا شسته زآبِ دیدهٔ من آشیانه اے

افتاده راهِ من به دل و گنجِ معرفت   گشت از خیالِ سیم براں در دخانه اے

سوزِ دروں کزاو جگرِ من کباب شد   بیروں جهد ز هر تنهٔ موئے زبانه اے

مردن به کوئے تو هوسم می کند ولے   یابم اگر چو دیدنِ رویت بهانه اے

بیدار ایم بگشت که هر روز ازاں خمار   باشیم گه خراب چو مستِ شبانه اے

خوابم نه ماند بو که رسد خوابِ آخرم   آغاز کن ز لا زمزمهٔ من فسانه اے

---

۱ درین غزل محذوف است ۲ درین غزل محذوف است۔

خسرو مرو به باغ که از نالهٔ تو دی
مرغان نه خورده اند به گلزار دانهٔ

۱۷۳۴ ل

...شک بر اطراف مه آورده ای — تو به راز برگنه آورده ای
...ز رخ تو کافت جان من ست — از شب یلدا سپه آورده ای
...انه کو گم کرده بر فرق تو راه — مو کشانش کو به ره آورده ای
...اده ام از دیده چون دل خستهٔ — خواستم یک بوسه نه آورده ای

رسم تو آزار دل خسرو شده
باز چه رسم تبه آورده ای؟

۱۷۳۵ ل

...اب ملاحت که رخ آلوده ای — وان که نمک بر جگرے سوده ای
...ادلبت بوسه دو بر نجه شدی — باز ستان گر تو نه فرموده ای
...بشنو از ارواح شهیدان عشق — زمزمهٔ عشق که نشنوده ای
...ردم از وعدهٔ وصلت مدام — گرچه کرباد ست که پیموده ای

منت بخشیدن تو بهر چیست؟
بر دل خسرو که نه بخشوده ای

۱۷۳۶ ۲ ع

چه بهر سخن دلم از تن ربوده ای — با این همه بگوئے که جانم فزوده ای
...مست به غمزه بردن دلها نمونه است — تا تو بدین بهانه چه دلها ربوده ای؟
...دیت در درون پرده وصال پرده چاک زد — شادی به روزگار کسے کش نموده ای
...بس گرد ناک مرا طعنه می زنی — جانا به تکیه گاه غریبان نه بوده ای
...تی که خون به دست خودت ریزد رقیب — شکرانه بر من ست که از وے شنوده ای؟
...دانی اند شب تنها نشستگان — اے آں که مست در بر جانان غنوده ای؟

---

...رن غزل محذوف است ۲ درین غزل محذوف است ۳ مطابق نسخهٔ ن ـــ

بد گفت عاشقانت چنیں کرد خسروا
رنجہ مشو کہ کشتۂ خود را درودہ ای

۱۴۳۷ ا

تو شوخ سہل کی لبِ خنداں کشودہ ای — از دل بسے گرہ کہ بہ دنداں کشودہ ای
آبِ حیات می رودت در سخن کہ لب — گوئی رہ آبِ چشمۂ حیواں کشودہ ای
ما چوں زنیم بیش کہ از بہر جانِ ما — مستی و خواجگان و گریباں کشودہ ای
ہست از برائے کینۂ ما خط کشیدنت — مضمونِ نہاں ملار کہ عنواں کشودہ ای

فریادرس مرا و ز فریاد وارہانش
خسرو کہ ہر شبے ز وے افغاں کشودہ ای

۱۴۳۸ ۱؎ ب

مسلماناں گرفتارم بہ دست نا مسلمانے — ازیں دیوانہ بد مستے و بد خوے و نادانے
بہ طرہ آشنا بندے بہ خندہ پارسا بینے — بہ غمزہ ناخدا ترسے بہ کشتن نا مسلمانے
بہ ابرو فتنہ انگیزے بہ نرگس عالم آشوبے — بہ بالا آفت آبادے بہ کاکل کافرستانے
دعائے بد نہ خواہم کرد لیکن ایں قدر گویم — کہ یارب مبتلا گردے بچوں من روزے بہ ہجرانے
طبیبا بہرِ جانِ ناتوانم غم مخور چنداں — رہا کن جان و ہم زیرا نمی ارزم بہ درمانے

کنوں یاد شراب و شاہد و مستی و قلاشی
گذشت ست آں چہ خسرو را سرے بود و سامانے

۱۴۳۹ ۲؎ غ

تو خود بہ غمزہ سراسر کرشمہ و نازی — چہ حاجت ست کہ با ما کرشمہ اے سازی
بہ تیغ بازی مژگاں مریز خونِ مرا — کہ نیست ریختنِ خونِ عاشقاں بازی
شب آمدی و نہ گفتنم بہ کس دلے چہ کنم؟ — کہ بوے زلف بہ ہمسایہ کرد غمازی
حدیثِ حسن کسے را بہ عہد تو نہ رسد — ترا رسد کہ نگارا بہ حسن ممتازی
ازاں شدست لگد کوب بلبلاں سر سرو — کہ پیشِ قامتِ تو می کند سرافرازی

---

۱؎ مطابق نسخۂ ان ۲؎ مطابق نسخۂ ن ـ ۳؎ مطابق نسخۂ ان،

چو جاں بہ پاے تو انداختم، خیال بگفت | کہ من ازان توام تا تو دل نیندازی

رضا بہ کشتنِ خود داد خسروت کز لب
بہ زندہ کردنِ او چوں مسیح پردازی

١٧٤٠ ؎۱

اے شبِ تیرہ بہ گیسوے کسے می مانی | وے موذن تو بہ فریاد رسے می مانی
چہ خبر داری ازاں قافلہ اے مرغ سحر؟ | کز فریاد و بہ نالہ جرسے می مانی
گریہ می خواست ہمی آیدم از دیدنِ تو | زاں کہ اے سرو بہ بالاے کسے می مانی
عمر آں ست کہ در دیدہ ہمی آئی لیک | مردن ایں ست کہ در دیدہ بسے می مانی
صد شبم چشم بہ رہ ماندہ و روزے کہ رسی | طاقتم نیست اگر یک نفسے می مانی
آخر اے دل چہ کنم با تو بہ ہر جا کہ روی | عاقبت بستہ بہ دامِ ہوسے می مانی

آہ سوزندہ چرا دود ز تو بر نارد
خسروا چوں تو بہ زاری بہ خسے می مانی

١٧٤١

١٧٤١ ؎۲

کرشمہ کردنِ تو وقتِ ناز و بدخوئی | سزد کہ نو کند اکنوں لباسِ دلجوئی
چہ آبروست کہ حسن از رخ می بارد | بہ وقتِ صبح کہ روے چو ماہ می شوئی
جز از روے کسے را نکو نہ می بینم | کہ دیگرے نہ بود خود بدیں نکو روئی
بہ عشوہ عیش مرا تلخ می کنی ہر روز | مکن کہ خود شودت ہمچنیں بہ بدخوئی
فتادہ ام بہ کدرت خان و ماں رہا کردہ | رہا مکن از منِ بے خان و ماں چہ می جوئی؟
اگر بہ پیشِ تو از بندہ گر بدی گو یاد | برو بگو کہ تو بارے نکو نہ می گوئی

بیا تو در برِ خسرو ببر غم از دلِ او
بہ شادیِ دلِ آں کس کہ در بر اوئی

١٧٤٢ ؎۳ ب

اے گل دہنِ تنگت صد تنگ شکر چیزے | گل با تو نہ می ماند در حسن مگر چیزے

---

؎۱ مطابق نسخۂ ان ؎۲ مطابق نسخۂ ن ؎۳ مطابق نسخۂ ن۔

مارا به تماشای مهمانِ رخِ خود کن | چون سبزه برآوردی گردِ گلِ تر چیزی
دودے که ز آهِ من بر ماه زدی هر شب | در روی چو ماهِ تو هم کرد اثر چیزی
تا باغِ رخت دیدم گل باد به چشمِ من | گر از گل و بستانی آرم به نظر چیزی
گفتی که کمر بندم در ریختنِ خونت | یارب ز پیِ بستن داری به کمر چیزی
گویم غمِ دردم بین، گوئی که بتر خواهم | بسم الله اگر خواهی زین هر دو بتر چیزی

زان غم که فرستادی کرده دلِ خسرو خوش
جان منتظر ست اینک گر هست دگر چیزی

۱۶۴۳ [1] ت

لعل ست چنان، یا لب، یا هست ز جان چیزی | روی ست ترا، یا مه، یا خود به از آن چیزی
بنشین که نه می خیزد یک سرو به بالایت | خود پیشِ تو کی خیزد از سروِ روان چیزی
من پیش درم از تو، تو غم نخوری از من | آری نبود مه را از ضعف گران چیزی
خنده زنی ار خواهم قندے ز دهانِ تو | یعنی که ازین گفتن ناید به دهان چیزی
بوسه طلبم گوئی "لب می نه دهد دامم" | گر بوسه نه خواهی داد بارے بستان چیزی
وصلم تو نه کی خواهی زانم به زیان داری | از عشوه بکش ما را گر هست پنهان چیزی

خواهم به فسون بستی در جادوئی اش باید
اینک غزلِ خسرو برگیر و بخوان چیزی

۱۶۴۴ [2]

سمن در سبزه به زیرِ سبزه یا خود سمین داری | رخے داری به از هر دو جهان داری همین داری
ز غمزه می کشی ناوک نه دانم بر که خواهی زد | جبینت تندی دانی نه دانم با که کین داری
از آن زلف و دهانِ خوش سلیمانی مکن دعوی | که هم دیوت به فرمان ست و هم انگشترین داری
به زلفِ کافرت دارم دلِ کافر مزاجِ خود | به زنارے بدل کردم همین ایمان و دین داری
مرا رخساره زرین شد چو سیمین دیدمت سینه | مرا جان آهنین باید چو تو دل آهنین داری

---

[1] مطابق نسخهٔ ن [2] مطابق نسخهٔ ن

ترا چوں آبِ حیواں روے و عاشق پیش تو میرد ‌‌ ‌ چه سودم ازچناں روے که مارا ایں چنیں داری

براں عزمم که گیرم ساعدِ سیمین تو یک دم ‌ ‌ به من ده انارکے زاں گل که اندر آستیں داری

خطِ سبز از پرِ طاؤس می سازد مگس رانت ‌ ‌ رہا کن تا مگس راند که در لب انگبیں داری

لبِ شیریں به خسرو ده، مبادا خط فرو گیرد
شکر در کامِ طوطی نه که زاغ اندر کمیں داری

۱۷۴۵ ؎ ‌ ‌ ت

تا داشت به جاں طاقت بودم به شکیبائی ‌ ‌ چوں کار به جاں آمد زیں پس من و رسوائی

سرپنجهٔ صبرم را پیچیده بروں شد دل ‌ ‌ اے صبر همیں بودت بازوے توانائی

در زاویهٔ محنت دور از تو چو مهجوراں ‌ ‌ تنها منم و آہے آه از غمِ تنهائی

شبها منم و اشکے و ز خوں همه بالیں تر ‌ ‌ عشق ایں هنرم فرمود ار عیب نه فرمائی

گر راز بروں دادم دانی که ز بے خویشی ‌ ‌ دیوانه بود عاشق خاصه منِ سودائی

بس دُر که همی ریزد از چشمِ ترِ خسرو
کز دست بروں رفتش سررشتهٔ دانائی

۱۷۴۶ ؎ ‌ ‌ ب

بهارے ایں چنیں خرم مرا آواره دل جائے ‌ ‌ من و کنجِ غم و هر کس به باغے و تماشائے

به سوے سرو یا در گل نه زاں شاد خلق من اکنوں ‌ ‌ که خواهم خاک گشتن زیر پاے سروِ بالائے

ز هجراں خوں همی گریم ز دیده جز گیاهِ غم ‌ ‌ چنیں ابرے معاذ الله اگر بارد به صحرائے

به کوبت سنگ سازم گر تو بنوازی به پایِ نگم ‌ ‌ بیا نظاره کن بارے جمالِ حالِ رسوائے

به خارے کز جفایت می خلد در سینه ام هر دم ‌ ‌ اگر از نخلِ بالایت نه می ارزم به خرمائے

کبابِ خام سوزیدا حریفِ چاشنی دانند ‌ ‌ که از سوزِ جگر وقتے چو من بخت ست سودائے

اگر زیر و زبر شد ذره گو می شو که جاے ست این ‌ ‌ که یاد آمدگهے خورشید را از بے سر و پائے

تو اے عاقل که از خسرو سر و ساماں همی جوئی ‌ ‌ رها کن و جدوری جوئی ز مجنونے و شیدائے

---

غزل ؎، ؎ مطابق نسخهٔ ان ‌ ‌ ـه ‌ ‌ صد رنج همی بینم اے راحتِ جاں از تو
از دیده تواں دیدن چیزے که تو فرمائی

۱۷۴۷ دو چشم مستِ ترا نیست از جهان خبرے — کہ نشترے ست ازاں غمزہ ہا بہ ہر جگرے
تو داری آں چہ پری دارد از لطافت لیک — چہ فائدہ کہ نہ داری ز مردمی قدرے
دلم ببردی تا دیگرے درا د نہ رود — دریغ باشد بر جائے چوں توئی دگرے
متاعِ جاں کہ بہ ہر دو جہانش نفروشم — اگر تو می طلبی راضی ام بہ یک نظرے
چناں بہ روئے تو مستغرق ام کہ یاد نیست — کہ بر فرازِ فلک زہرہ اے ست یا قمرے
در آں زمیں کہ توئی پائے را بہ عزت نہ — کہ زیر ہر کفِ پائے فرو شدست سرے
کجاست صحبتِ آں دور رفتگاں فریاد! — کہ عمر رفت و نیامد ز رفتگاں خبرے
مرا کہ آبلہ شد پائے دل، ترا چہ خبر؟ — کہ در ولایتِ خوباں نہ کردہ ای سفرے
نہ گشت خوش دلِ عاشق بہ انگبینِ بہشت — چہ دل بود کہ توانا بود بہ گل شکرے

بوس از قبلِ خسرو آستانش اے باد
اگر در آں سرِ کو روزے افتدت گذرے

۱۷۴۸ ط
من اینک بے دلاں را خندہ می پنداشتم روزے — کنوں بر می دہد تخمے کہ من می کاشتم روزے
ہم اول روز کاں زلفت سیاہم پیشِ چشم آمد — دلِ من زد کہ از وے شام گرد و چاشتم روزے
توائے ناخوردہ جامِ عشق ہشیاری مکن دعویٰ — کہ من ہم خویش را ہشیار می پنداشتم روزے
نہ چشم رو رخش را رہ بہ کویش و رنہ ہم بارے — ہم از خاکِ درش ایں رخنہ می انباشتم روزے
ملامت سوخت خسرو را ہمہ پاداشِ آں ست ایں
کہ بر اہلِ سلامت بازمی انگاشتم روزے

۱۷۴۹ ط ب
صبا آمد و لے بوئے ازاں گلزار بایستے — چہ سود از بوئے گل ما را نسیم یار بایستے
رخش در جلوہ ناز ست و من از گریہ نابینا — دریغا دیدہ ہائے بخت من بیدار بایستے
شباں گاہم کہ چوں بے رحمتاں گریم بہ ہجرانش — شفاعت خواہ من آں لعلِ شکر بار بایستے

لہ مطابق نسخۂ ن ٹہ مطابق نسخۂ ن سہ مطابق نسخۂ ن

چه سود ازاں که در گشتن رسد خلقے به نظاره
نگاہے سوئے من زاں نرگس بیمار بایستے

شراب عشق خوردم نیست کس کار دبه سامانم
دلم گر مست شد بارے خرد ہشیار بایستے

دراں ساعت که سرو تو من اندر بوستاں دیدم
اگر در چشم من گل نیست بارے خار بایستے

زخوبی ہر چه باید باز نیناں را ہمه داری
ولیکن از وفا خالی بر آں رخسار بایستے

سگاں در کوئے او شب گرد و خسرو در آوارہ
طفیل آں سگاں بارے مرا ہم بار بایستے

۱۷۵۰ ل و

مگر اے باد نوروزی گذر بر یار من داری
که گوئی آں نسیم تازہ زاں گلزار من داری

اگرچه یار نارد در زبان از ما چوں روی آنجا
سرے از من به پائے آں فراموش کار من داری

مرا از زندگانی توبه شد اے مرگ ، بے رو پیش
بیا بسم اللہ ار فرمانے از دلدار من داری

بداں اے سرو کز حسن تو حیراں ماند عام در تو
ولیکن دوست می دارم که شکل یار من داری

دل آزردہ من بارے از غم خوارگی خوں شد
تو ہم نی اے که جاں اندر دل غم خوار من داری؟

کلاہ صوفیاں را جام مئے می سازد آں ساقی
درآ اے محتسب گر طاقت بازار من داری

من و شبہا و ہجر و پاسبانے از سرم بگذر
تو خواب آلود نتوانی که پاس کار من داری

گر ایں سو بنشیند ، توانی مردمی کردن
که یک دم پائے نازک بر دل افگار من داری

زبانِ خسرو اشکر غمت گر نشنوی از نئے
تو مست دولتی ہاں کے گوش بر گفتار من داری؟

ولا آں ترک را دیدی کنوں ساماں کجا بینی؟
نمی گفتم دریں منگر که خود را مبتلا بینی!

به تخییل آں سواد اے لشکر دلہائے مشتاقاں
فروزاں ہمچو آتش ہائے لشکر جابجا بینی

نیارم گفت کش پا بوس از من اے صبا لیکن
زمیں را گرد برسر گردی زخیلش ہر کرا بینی

شدا از درد جدائی جان من صد پارہ بنگر تا
به ہر یک پارۂ جاں جان من درد جدا بینی

یکے باز آ در دیوار ہائے خانۂ خود بیں
که در ہر یک به خون من نوشته ماجرا بینی

---

ل مطابق نسخہ ن ۲ مطابق نسخہ ن۔

فدائے پات صد جاں چوں خرامی و کشی صندلا ۔ و گر جویند خوں از شرم سوئے پشت پا بینی

مرا گفتی کہ خسرو حالِ خود بنمائے گہ گاہے

معاذ اللہ کہ تو ایں دردہائے بے دوا بینی

۱۷۵۲ [1]

عزیزی ہمچو جاں گر چہ ما چو خاکم خار بگذاری ۔ بہ حقِ عزتے کاندر دلِ من دارد آں خواری

جفا پیرایۂ حسن ست آں کن با جاں من ۔ کہ خوباں را نہ زیبد زیور مہر و وفاداری

بہ تیغم گر کنی صد شاخ و از بیخم بیندازی ۔ ترا سرسبز می خواہم نہ دارم برگ بیزاری

زغمزہ کشتی ام اکنوں بہ بوسیدن لبے تر کن ۔ کرم کن آخر ایں شربت کہ زخمے خوردہ ام کاری

چو گم گردم بہ زیرِ خاک در کوئے فراموشاں ۔ فرامش گشتگاں خاک را گہگاہے یاد آری

وداعے خواب اجل آخر نہ خواہی آمدن وقتے ۔ ہم امروزم بہ خوباں خوش کہ من مردم ز بیداری

بہ ہشیاری نہ دارم تاب غم ساقی بیار آں مئے ۔ کہ آتش رنگ شد آتش زنم در رگ ہشیاری

مزن اے دوست چندیں طعنہ بر غمخوارگان دشمن ۔ مبادا ہیچ دشمن را بہ دستِ دل نگفتہ آری

بہ صد جاں شکر می گوید جفاہائے ترا خسرو

شکایت گونہ اے دار دہم از تو بدیں بیکاری

۱۷۵۳ [2]

نیست در شہر گرفتار ترا از من دگرے ۔ بنود از نیز غمِ افگار ترا از من دگرے

بر سرِ کوئے تو دانم کہ سگاں بسیار اند ۔ لیک بنمائے وفادار ترا از من دگرے

وہ کہ بہ آں روز بہ خرمن دگرے را منمائے ۔ تا نہ بینی ز غمت زار ترا از من دگرے

شرم سازم زگراں جانی خود تا کہ نہ ماند ۔ بر سرِ کوئے تو بسیار ترا از من دگرے

محنتِ عشق و غمِ دوری و بدخوئیِ دوست ۔ نہ کشد ایں ہمہ دشوار ترا از من دگرے

کارواں رفت و مرا بار بلائے در دل ۔ چوں رود صحبت گراں بار ترا از من دگرے

ساقیا بگذر از من کہ بہ خواب اجلم ۔ باز جوئے اکنوں تو ہشیار ترا از من دگرے

---

[1] مطابق نسخہ ن [2] مطابق نسخہ ن ۔

خسروم بهرِ بتان کوی به کو سرگردان
در جهان نی نبود بیکارتر از من دگری

۱۷۵۴ [۱]

گهی بنمای گر پوشیده در آن روی گلناری
چه غم دارد ترا بگذار تا میرم به دشواری

خرابم هم به یک دیدن منِ دیوانه در روبت
کسی را بوده این مئی کو کند دعوی هشیاری

لبت در خواب می‌بوسیدم امشب بو العجب کاری
که می در خواب خوردم این زمان مستم به بیداری

خوشم با تو در این سودا که باشم با تو در کنجی
تو سوی خویش ندهی راه و من پشتیت کنم زاری

نه دارد چشمِ من بر آستانت سیری از سودن
مگر کز خاک گرد سبزه این دیدهٔ ناری

ز جورت ذوق می‌گیرم که کاری ناید از خوبان
بجز شوخی و بدخوئی و تندی و جفاکاری

اگر چشمش غمزه خون‌خوار صد خون می‌کند هردم
مبارک باد بر سلطانِ من رسمِ ستمگاری

به صد سختی بخواهد کشتنم غم بعد از این زیرا
نماند آن دل که خسرو را به غم می‌کرد غمخواری

۱۷۵۵ [۲]

ز من که عاشق و مستم صلاحِ کار مجوی
خزان ست در چمن عاشقان بهار مجوی

دلم به صحبتِ مستان و شاهدان خو کرد
نشانِ تقوی از این رندِ دُردخوار مجوی

چو من ز خونِ دلِ سوخته سیه رویم
سیاه روئی من زین سیاه کار مجوی

نه روید از گلِ من جز گیاهِ بار نامی
گلِ سلامت از این خاکِ خاکسار مجوی

به جز فساد ز فاسق دگر عمل مطلب
به جز دعا ز مقامِ دگر شمار مجوی

ز اهلِ میکده جز ما کسی جمال مخواه
به کنجِ مزبله جز ماکیان شکار مجوی

دلا چو هدیه بجان پیشکش نخواهی کرد
بر آستانهٔ سلطانِ عشق بار مجوی

سوارِ چابکِ من آمدم به بندگیت
قرارِ بندگیم ده ولی قرار مجوی

چو خسرو از بتان زینهار نتوان یافت
مجو رهائی از آن بند و زینهار مجوی

---

۱ مطابق نسخهٔ ن ۲ مطابق نسخهٔ ن -

۱۷۵۶

ای بادِ صبح گاهی[۱] چه از کدام سوئی؟ وے بوئے مهربانی ره از کدام کوئی

گرچه غمت به خونم تعویذ می نویسد تعویذ جانت سازم ای آیتِ نکوئی

پنهاں مشو ز دلها آتش زنان آشکارا هر روز گرم تر کن بازارِ خوب روئی

خوں ها ز دیده سو بیت رفت و شبے نه گفتی کو آبِ آشنائی تو از کدام جوئی؟

تو مست همچو غنچه دل در خیالِ حسنت گل برگِ من نه گوئی تو در کدام بوئی؟

با آں که کشته گشتم از خنجرِ جفایت بوئے وفات آید گر خاکِ من ببوئی

ای باد من بیارم گفتن گر باش بوسی لیکن سلامِ چشمم با خاکِ در بگوئی

چندم ز گریه گوئی ای پند گو که باز آ پیکاں درونِ سینه، خوں از بروں چه شوئی[۲]

شب قصه هائے خسرو پیشش که گویم ای جاں

با تو نه گویم ای دل زیرا که زانِ اوئی

۱۷۵۷ ۵۵

سخن چوں زاں دو لب گوئی چگونه انگبیں بارے گهے تو انگبیں باری ز لبها یا سمیں بارے

چو غم را چاشنی تلخ ست نتواں زهر خوردن وگر خوردت هوس باشد غمِ آں نازنیں بارے

هنوز آں زلف چوں زنار تا کے در دلم گردد؟ به کارِ بت پرستی شد مرا ایماں و دیں بارے

تما بازارِ خوبی گرم و من در سنگسار ایں جا که گر رسوا شود عاشق به بازارے چنیں بارے

بمانی کاستیں بر مالی و تیغے زنی بر من چه حاجت تیغ ساعد بیں تو بر بالائے سینه بارے

اگر دامانِ رحمت سایه اے بر ما نیندازی چنیں هم از منِ بیچاره دامن بر مچیں بارے

لبت غیرے گزید و گرد رنجیت از من آں جانم هم امروزم بکے بنمائے آں نقشِ نگیں بارے

چه باشد جانِ شیریں گر بپائے شیریں لبت ندهم چو می باید مگس مردن اندر انگبیں بارے

حساب زندگانی نیست روزے کز تو دورم

وگر خود مرگ باید هم به خاکِ آں زمیں بارے

---

۱ مطابق نسخهٔ ن ۲ مطابق نسخهٔ ن ـ

۱۷۵۸

گل آمد و همہ[1] در باغ با مے و جامے — من و خرابۂ ہجر و غمِ گل اندامے

ہوائے دیدنِ گل شد، روا مدار اے دوست — کہ بے رخت گذرانم چنیں خوش ایامے

ز جامِ خویش فرو ریز جرعہ اے بہ سرم — کہ سرخ روے شوم گر نہ می دہی جامے

یکے خبر بہ گلِ تو ہمی رساں اے باد — کہ مرد بلبل و تو در شکنجۂ دامے

چنیں کہ صبحِ سعادت ہمی برد ز رخت — چہ باشد ار شبِ ما را سحر کنی نامے

خوشم من ار چہ کہ دردِ نہفتہ در دل ہست — کجے کرشمہ دریں دل بہ منزلِ کامے

چہ پرسست باز کنم با تو داغِ پنہاں را؟ — کہ ہست سوختہ جانے کشیدہ در جامے

دلے کہ پیشِ رخت لافِ صبر زد مردہ ست — کہ ہیچ زندہ نہ گیرد بہ آتش آرامے

بود فضول خریداریِ تو از خسرو
بہ جانِ عمر کہ ایں نسیہ است و آں وامے

۱۷۵۹[2]

واز دہ ست کہ گوییم کبابِ خوش گامی — کہ کبک قہقہہ از خود زناد چو بخرامی

ز شرم سر بہ گریباں فرو برد غنچہ — اگر بہ باغ روی کاے چناں گل اندامی

چو ذرہ زیر و زبر می شوند مشتاقاں — در آں زماں کہ چو خورشید بر سرِ بامی

اگر توئی بہ سرانجام بدرِ من خورشید — کدام حال مرا بہ ز بد سرانجامی؟

بہ سینہ می گذرد ہر دمے دمی سوزی — کہ آتشی نو بہ خاشاک در نیا رامی

نہ گشت سیر ز طوفانِ آتشِ شوقت — دلم کہ بود گوارانش دوزخ آشامی

کسے کہ لاف زد از سوزِ عشق شمع وشاں — اگر کم است ز پروانہ اے زہے حامی

چرا کشد ز گریبانِ عشق سر آں کو — نہ کردہ پارہ یکے پیرہن بہ بدنامی

بباز ہر ہوس جاں بہ کامِ دل خسرو
کہ ہست ہر ہمہ را مردنی بہ ناکامی

---

[1] مطابق نسخۂ ن [2] مطابق نسخۂ ن ـ

دلم که لاف زدے[۱] از کمالِ دانائی / بگو که چوں شد از اندیشهٔ تو سودائی

دمے اگرچه که جانِ من از تو تنها نیست / به جانِ تو که به جاں آمدم ز تنهائی

در انتظارِ نسیمے ز تو به راهِ صبا / که هست عمرِ گرامی به باد پیمائی

عرصهٔ عالم چه هست از خوباں / بیا که از همه عالم مرا تو می بائی

چو وصل نیست مرا قربِ تو همینم بس / که آستانِ خود از خونِ من بیالائی

چو گل فشانی برِ دوستانِ خود دلم از آنک / مرا طفیلِ همه سنگ سار فرمائی

دلم که رفت نیاورد یاد هیچ چیزے / از آں مسافرِ آواره گردِ هر جائی

دریده جامهٔ عمرم نه ماند آں مقدار / که زیر پا بکشم دامنِ شکیبائی

به بند باز نیامد چو خسرو از خوباں
رهاش کن که بمیرد کنوں به رسوائی

ت

۱۷۶۱[۲]

هر بار که تو در دلِ شب در دلم آئی / خونِ دلم آید ز دو دیده به روائی

اے جاں به تو دادم و تو یادم نه کنی هیچ / فریاد که جانم به لب آمد ز جدائی

آئی چو خراماں و زنی راهِ همه خلق / باآں روش و ناز چه گویم چه بلائی؟

جانم به سرِ رفتنِ مشکل تو کشیده / بے چاره من آں دم که تو در پیشِ من آئی

بے دیدنِ روئے تو چه گویم به چه روزم؟ / یارب که تو ایں روز کسے را ننمائی

اے شاهدِ سرمست ببر موے کشانم / تا در سر و کارت کنم ایں زهدِ ریائی

چوں بلبلم آموخته با شکّرِ دردت / در بند بمیرم که نه ام خوش به رهائی

خوش وقتِ من آں دم که کشم باده به یادت / چوں جاں بدهم بر سرِ کویت به گدائی

هر شب منم و خاکِ سرِ کوئے تو تا روز
اے روز و شب اندر دلِ خسرو تو کجائی؟

---

[۱] مطابق نسخهٔ کون ـ [۲] مطابق نسخهٔ ن

۱۷۶۲ [۱]

تو اے پسر کہ ازیں سو سوار می گذری
مرا بکش ار ز برائے شکار می گذری

ز دوستاں کہ بہ جولاں گہِ تو خاک شدند
بہ شوخیٔ تو کہ اے شرمسار می گذری

ہزار دل بہ دوال عنانت آویزاں
تو بر شکستہ از ایشاں سوار می گذری

جراحتے بہ جز ایں نیست آشنایاں را
کہ آشنائی و بیگانہ وار می گذری

چہ مرہمے کہ فزون ست زردم ار چہ دمے
ہزار بار بہ جانِ فگار می گذری

تو مست خواب چہ دانی کہ با چہ می گذرد
درآں دلے کہ بہ شبہائے تار می گذری

تو در درونِ دلِ تنگِ من خلی ہمہ شب
گلی ولے بہ دلم ہمچو خار می گذری

قرار وصل خوش ست ار چہ دیر می بینم
ولے چہ سود کہ زود از قرار می گذری

بلاست نالۂ خسرو بہ بردن مبا زیں بیش
کہ مست می رسی و در خمار می گذری

۱۷۶۳ [۲]

مارا در آرزو بیت بگذشت زندگانی
باقی ست تا زوسرہ دم دریاب گر توانی

چشمت کہ کشت ما را باشد ہمیں قصاصش
کز درد مردنِ من بنمائی آتشِ نہانی

گرایں تنِ چو مویم بودست بر تو گوئی
تو دیر زی کہ اینک بردیم از گرانی

رشک آیدم ز تیغت بر عاشقانِ دیگر
ایں لطف ہم مرا کن از بہر آں جوانی

چوں بر سرم رسیدی بر من مبارک آمد
مردن برآشنائیت اے جان زندگانی

شکر غم تو گویم کز دولتش ہمہ شب
با دیدہ در شرابم با دل بہ دوستگانی

با مغز خود نخوشم من بر من سخن گرگہ
تا بشنوند گرد ایں داغہائے جانی

بے او دلا ز خسرو کم جو قرار و ساماں
کو رسم صبر داند لیکن چناں کہ دانی

۱۷۶۴ [۳]

ہوس بخت ست پروانہ ز بہر خویشتن سوزی
بہ یاد خانہ روشن کن ز بہر مجلس افروزی

---

[۱] مطابق نسخہ ا ن [۲] مطابق نسخہ ا ن ۔ [۳] مطابق نسخہ ا ن ۔

چه آتش می زنی زین سان ام ای دور از چشم بد　　دل و جان سوخت آخر، نیست این سینه کی می سوزی

گران بے مہری چشمت گله کردم بنامی زد　　که آموزد کمان ابرویت دائم کین توزی

چو دیدی مردنم گفتی اگر روزے رود بنمائیم　　چنیں روزے ہم در زندگی یعنی شود روزی

سگت ہم می رود از من، توانی مردمی کردن　　که چون مارو کنم طوفش به تیرے بازی اش روزی

چه اغوا می کنی در خون خسرو چشم بدخو را

به رحمت رہ نما قصاب را کشتن چه آموزی

۱۷۶۵　له

کشان دل ہمه سوئے گلے و نسترنے　　غ　من و دلے و شبے و ہوائے سیم تنے

گر بخت عقل ز سودائے عشق برجای تو　　چه طاقت آرد زالے نبرد تہمتنے

بیار ساقی و در نامه سیاه مبیں　　فرشته را چه غم از پارسائی چو منے

ہزار جان مقدس در انتظار بسوخت　　ز تنگنائی گفتار در جہان دہنے

بگوئے یک سخن و خوش بکش چو فرہادم　　که نیست جز سخنے خون بہائے کوه کنے

من از درون برافتادم از کمند تو راست　　زخان و مان بدر افتاده ای به ہر شکنے

چو بت پرست شدم درد زخم به نسیه بگو　　به نقد سوز که کم نیستم ز برہمنے

تو چاک سینه نه بینی ز چاک جامه مرنج　　که بس گران نبود در سفر به پیرہنے

مثال خسرو اگر عاشقی ز دوست از انک

نه یافت کحل وفا چشم ہیچ غمزه زنے

۱۷۶۶　۲

گذشت آن که بس دل زارم شکیبا بود یک چند　　ب　پریشانی ز نعش آمد و زد راه خرسندے

بجز این شیرینی اندر عیش تلخ خود نمی بینم　　که گرگه می کنی بر گریه تلخم شکر خندے

گواراں باد بر جان و دلم از ہجر فرقت چون　　نه بخشیدند آن کامم که از وصلت خورم قندے

چه می خندی بری سامان جان من تو ای بے غم　　دل و صبرے تو داری و مراہم بود یک چندے

له مطابق نسخه ان　　۲ مطابق نسخه انون -

پدر دادم ہمہ در بستر و من دنبالِ کارِ خود — مبادا ہیچ مادر را چنیں بدرود فرزندے

بگوائے پند گو نامش کہ باشد مرہمِ جانم

کہ خسرو را ز بہرِ ترکِ او تیرے ست ہر پندے

۱۶۶۷ ب [1]

خوش آں شبہا کہ آں جانِ جہاں مہمانِ من بودے — جراحت ہا کہ او کردے لبش درمانِ من بودے

گدائی می کنم از وقت خوش را از در دلہا — کہ آں گنجِ رواں در خانۂ ویرانِ من بودے

نمی گردد فراموش از دلم پائے نگارینش — کہ جائے گہ گہے بر دیدۂ گریانِ من بودے

من محروم را چندیں نم از خشمے نہ بودے ہم — اگر زاں کوئے مشتے خاک در دامانِ من بودے

ہزاراں داغِ غم جاں را شود زیں حسرتم در دل — کہ کاش آں داغِ اسپش بر دلِ بریانِ من بودے

مرا گوئی بہ جا دار دل کایامِ عیش ست ایں — گذشت آں کیں دلِ دیوانہ در فرمانِ من بودے

دل رفتہ نہ باید باز رہ تا کئے تواں رفتن؟

رہا کن خسروا باز آمدے گر زانِ من بودے

۱۶۶۸ ب [2]

بہ نازِ ہر نفس از سوئے من گذر چہ کنی؟ — ہمیں کہ ایں دلِ من خوں کنی دگر چہ کنی؟

اگر چنیں کہ توئی نیم شب روئی بہ بام — تبارک اللہ تا بر سرِ قمر چہ کنی؟

یکے کرشمۂ ابروت بہرِ فتنہ بس ست — بہ گرد رہ زدے موا ایں ہمہ حشر چہ کنی؟

خدائے از پئے دل بردن آفرید ترا — تو موئے بہرِ چہ مانی بہ سر چہ کنی؟

چو ہر چہ کردم امانم نہ بود از دستت — کنوں ز دیدہ نہ خواہم کشیدہ ہر چہ کنی

نعوذ باللہ امید و تا و پس از تو — من استوار نہ دارم ترا اگرچہ کنی

اگر ہمی طلبی تا بہ کشتنم بندی — ترا کہ نیست میانے بگو کمر چہ کنی؟

ز رنجِ خسروؔ گفتی ہمیشہ پُر حذرم

کنوں کہ رہ زدے دل ز دست شد حذر چہ کنی؟

---

[1] مطابق نسخۂ ان۔ [2] مطابق نسخۂ ان۔

١٦٩

ای جان ز تنم[1] رفته به تن باز کے آئی؟ — وے سروِ خرامان به چمن باز کے آئی؟

جانی تو که از دوری روے تو بمردم — تا زنده شوم باز به من باز کے آئی؟

ما را وطن تنگ و تو خو کرده به صحرا — در ظلمتِ رندانِ وطن باز کے آئی؟

سرمایهٔ خسرو به جهان جز سخنے نیست

عمرے که تو رفتی به سخن باز کے آئی؟

١٧٠

تو با آن رو بگو مه را چه باشی؟ — تو با آن رخ بگو شه را چه باشی؟

ببین آئینهٔ خود را صفت کن — حدیثِ زهره و مه را چه باشی؟

دلا زین سان می نالی در آن کوے — گدایانِ شهان گه را چه باشی؟

بمیر آن[2] مرغ تشنه در بیابان — امید ابر امب ناگه را چه باشی؟

چو سویت خسروا دارد جدا گوش

به کوشش نالهٔ ده را چه باشی؟

١٧١

چه بد کردیم کز ما بر شکستی؟ — ز غم بر جان ما نشتر شکستی

روان شد گریه تا گیرد عنانت — گذشتی و عنان را بر شکستی

مرا در طعنهٔ خصمان فگندی — به سنگِ ناکسان گوهر شکستی

تنم خستی و خونم نوش کردی — چرا مے خوردی و ساغر شکستی؟

دلم را خرد بشکستی به هجران — توی بت خانه اے را در شکستی

نه گویم[3] زلف کان سوزد سیه را — نکو کردی که یاد و سر شکستی

گره محکم زدی بر جان خسرو

که زلفِ عنبرین را بر شکستی

---

[1] مطابق نسخهٔ ن [2] درن بیت محذوف است [3] درن دو بیت ذیل زائد است

چه بشکستی این که دین را غارتیدی؛ چه نادرست این مگر کافر شکستی — چه یا نگہبانے سبب ست این که در وجه؛ نواد رحلق خلیا گه شکستی

فسونِ چشمش از خوابم نه بستے — چرا چشمم چنیں در خوں نشستے؟

دگر بودے به چشمش مردمے هیچ — بدیں ساں در برِ وے من نه بستے

در از خوباں به آسانی ستاندے دل — ز آهِ عاشقاں آتش نجستے

خوش آں وقتے که گاہے از سرِ ناز — بار یدے سوے ما و بر شکستے

به بازم جاں که دل خود بیش ازآں بود — مقامِ پختهٔ من خام دستے

مؤذن چند خوانی در نمازم؟ — چه می خواهی ز چوں من بت پرستے!

بتا گر گو بهیت بوسے ز لب ده — مگیر ایں بیهاره گوے به پستے

ز تو یک غمزه و ز عشاق شهرے — ز تو یک تیر و ز عشاق شستے

رخت را کاش خسرو سیر دیدے
که مردے گر زنا دیدن برستے

۱۷۷۳

دلے دارم درو دردے و داغے — که یک دم نیستش از غم فراغے

به هر دل از دلم سوزے بگیرد — بسوزد چوں چراغے از چراغے

شگافندم جگر و ز طره گویند — جراحت را به باید کرد داغے

کم از نظارهٔ بارے که مست ست — دمیده سبزه اے بر گردِ باغے

رقیب رو سیه را کن ز خود دور
که گل حیف ست در چنگِ کلاغے

۱۷۷۴ [الف]

چوں می نه رسد دست به پائے که تو داری — کم زاں که شوم خاک سرائے که تو داری

باز نار جهاں را به یکے داد و بتا ز نار — من هر دو به بازم به دعاے که تو داری

زنهار به جوئی دل آزردهٔ ما را — اے باد صبا گشته به جائے که تو داری

گر بار نه کنی دل تن تو نه توان گفت — جائے ست نهاں زیرِ قبائے که تو داری

---

۱ دریں بیت محذوف است ۲ دریں غزل محذوف است ۳ دریں غزل محذوف است ۔

افسوس بود جور تو بر سر دل و جانے　　من دانم و من قادر جفاے کہ تو داری
صد خرقۂ صوفی بہ خرابات گرو کرد　　آں نرگس مخمور بلاے کہ تو داری
خسرو بہ زباں تو بود در دل مے و شاہد
احسنت از ایں صادق صفاے کہ تو داری

۱۷۷۵ له

رخسارہ مکن راست بہ جاے کہ تو باشی　　در راست کنی طرفہ بلاے کہ تو باشی
گفتی بچو بینی رخ ما را "غم خود خور"　　از جاں کہ کند یاد بہ جاے کہ تو باشی؟
از دیدہ نہفتہ گذرش بر تو نہ گوئی　　تا خاک شوم در تہ پاے کہ تو باشی
شاید کہ نیاری بہ نظر ملک جہاں را　　در کلبۂ احزان گداے کہ تو باشی
خلقے بہ درم سر دہ بمیرد بہ درت زانک　　خورشید نہ تابد بہ سراے کہ تو باشی
خسرو اگر از شعر برانی سخن عشق
احسنت زہے شعر سراے کہ تو باشی

۱۷۷۶ ٢ه

اے کاش مرا با تو سر و کار نہ بودے　　تا دیدہ و دل سر و گرفتار نبودے
شرمندہ نبودے اگر از ریختن خوں　　آں زلف نگون تو نگوں سار نہ بودے
بودی سر آتش کہ بدیدی بہ سوے من　　گر نرگس مخمور تو بیمار نہ بودے
بر داشتمے ایں دل در گوشہ فتادہ　　گر از غم و اندیشہ گراں بار نہ بودے
ہم سہل گذشتے ستم و ہجر تو بر من　　گر شحنۂ غم بر سر ایں کار نہ بودے
مردم ز جفاے تو و کس زندہ نہ ماند　　در عالم اگر یار وفادار نہ بودے
دشوار شد احوال من و دست نہ داند　　گر دست بیارا فتے دشوار نہ بودے
خسرو اگرت دیدہ بہ خوباں نہ فتادے
از غمزۂ خوباں دلت افگار نہ بودے

---

له در ان غزل محذوف است ٢ه در ان غزل محذوف است ۔

گر ماه تو از مشک تر آلوده نہ بودے — زیں ساں دلِ من خستہ و پا آلودہ نہ بودے
در زلف ترا شانہ فراہم نہ نشاندے — یک دل بہ سر کوے تو آسودہ نہ بودے
زیں گونہ نہ خوردے غمِ تو خونِ دلِ ما — گر غمزۂ خوں خوار تو فرسودہ نہ بودے
در نرگسِ مستِ تو خبر داشتے از ما — خوں خوردن ما بہر تو بیہودہ نہ بودے
تا چند کشم زیں دل خود کار جفا ہا — اے کاش کہ ایں جان غم اندودہ نہ بودے
آسودہ دلے داشتہ ام اے صنم آں روز — کایں داغ بتاں بر دل کم دیدہ نہ بودے

خسرو کہ بہ دامانِ مژہ رُفت درت را
افسوس کہ گر دامنش آلودہ نہ بودے

۱۷۲۸

مست آمدہ ای باز بہ مہمان کہ بودی؟ — دانم شکری در شکرستانِ کہ بودی؟
اے یار جدا ماندہ دلِ تنگ کہ جستی؟ — اے یوسفِ گم گشتہ بہ زندانِ کہ بودی؟
دیوانۂ من بر سر کوے کہ گذشتی؟ — تشویش دہ حالِ پریشانِ کہ بودی؟
مے دوش کجا خوردی و ساغر بہ کہ دادی؟ — در ظلمتِ شب چشمۂ حیوانِ کہ بودی؟
آراستہ و مست در آغوشِ کہ خفتی؟ — ایں بخت کرا بودہ بہ فرمانِ کہ بودی
جہد ست کہ کشیدست لبت را کہ گزیدست — پیش کہ نشستی شب و مہمانِ کہ بودی؟
حلوا ہمہ تاراج شد اے دل تو چہ کردی؟ — شہد کہ چشیدی و مگس خوانِ کہ بودی؟
جانِ دگری در تنِ نالانِ کہ بودی؟ — کانِ نمکی در دل بریانِ کہ بودی؟

نے بوے گلے داری و نے رنگ بہار
خسرو تو بہ نظارۂ بستانِ کہ بودی؟

۱۷۲۹

دیدی کہ حق خدمت بسیار نہ دیدی — بربادی و رنجِ من غمخوار نہ دیدی
بسیار کشیدم غم و رنجِ تو و اندک — آں را بہ میاں اندک و بسیار نہ دیدی

[1] دریں بیت محذوف است [2] دریں بیت محذوف است [3] دریں غزل محذوف است۔

آماجِ خدنگِ ستمم ساختی آخر — جز من دگرے لائقِ این کار نہ دیدی
بارے تو بری شاد کہ داری دلِ خرم — چوں کہ نہ شدی عاشق و آزار نہ دیدی
بیداریٔ شبہام چہ دیدی تو کہ ہرگز؟ — در خواب مگے دیدۂ بیدار نہ دیدی
بیمار چہ پرسی تو کہ بیمار نہ گشتی؟ — تیمار چہ دانی تو کہ تیمار نہ دیدی
خسرو تو بسے غصہ کشیدی ز چناں شوخ
بازار دلِ گم رہ و از کار نہ دیدی

۱۷۸۰

اے بادِ حدیثِ دلم آں جاش بگوئی — در گوشہ در گوش بہ تنہاش بگوئی
از ہر نمط آں جا سخنے در فگنی بس — زاں گونہ کہ دانی سخنِ ماش بگوئی
از غمزۂ اوہست ہمہ شہر بہ فریاد — آہستہ باں غمزۂ رعناش بگوئی
با دامنِ پر خوں چو بہ بازار فتادم — حالِ من ز دامنِ شیداش بگوئی
گستاخیٔ بوسہ نہ کنم لیک پیامے — از ہر لبِ من بر کفِ ہر پاش بگوئی
دل[۱] دادۂ ادیم اگر امروز دہم جاں — فردا خبرے از پئے فرداش بگوئی
ہر چند دلِ خسرو از و سوختہ نخواہم
کش ہیچ ملامت کنی اماش بگوئی

۱۷۸۱

غ

ای بادِ سلامِ دلم آں جا برسانی — بوے ز لبم بر کفِ آں پا برسانی
یک بار رسانی چو سلام ہمہ عشاق — صد بارش از آنِ منِ تنہا برسانی
بسیار[۲] بکر دناز ز ما کر دگر آں گاہ — صد سجدۂ فرشش ز سرِ ما برسانی
ایں پیرہنِ چاک بہ خوں غرقہ کہ دارم — پنہاں ببری از من و پیدا برسانی

---

[۱] درین دو بیت ذیل ز الحاق است سہ گفتی گر کشد درد ت از نام تو گویم، اے کاش بگوئی و ز ماکاش بگوئی
چوں مردنِ من ز تہمتِ آں پاش نیز زد :: ایں جاش نہ خوانی و ہم آں جاش بگوئی [۲] درین بیت
محذوف است

دیرینه پیامی که بدل داده ای از دل — پرورده به خون‌های دل آنجا برسانی
کردیم به خوناب جگر نقش به چهره — این قصه به آن یوسف دلها برسانی
گر بر سر خسرو گذری دوست بهانک
عمرے ست که امروز به فردا برسانی

۱۷۸۲ — ب

امید نبود ارچه مرا یک نظر از وی — هم دیده که بسیار بود این قدر از وی
سلطان[۱] ز گدا بر نشود چشم نگارند — درویش که دریوزه کند یک نظر از وی
دل می کشدم جانب آن غنچه هنوز م — هست ارچه که صد تیر بلا در نظر از وی
دوش از دل من یاد نمی کرد خیالش — کان رفته کجا شد که نیامد خبر از وی؟
صد[۲] جان به فدایش که گه کشتن عشاق — بنمایدم از دور که گیرند بر از وی
دور از تو مرا دور کنند از تو دگویم — دگر[۳] از همه کس بود توانم گذر از وی
در کشتن ما عیب کنندش همه لیکن — گر عیب نه گیری چه خوش است این هنر از وی
من[۴] داشته جان را به صدا فسانه همه شب — وان گه همه جنبیدن باد سحر از وی

مپسند که میرم چو سگان بر سر راهت
خسرو سگ خانه ست مبندید در از وی

۱۷۸۳

من باد نه خواهم که وزد بر چو تو باغی — تا از تو نسیمی نه رساند به دماغی
صحرا خواه به بازار شوم خواه به بستان — ما را ز رخت سوی دگر نیست فراغی
گر جلوهٔ طاوس ز روی تو به بینم — در کوی تو میریم به مهمانی زاغی
تو داغ جگر را چه شفایی که بتوزت — جز از می گلرنگ به دامان تو داغی

---

[۱] درین بیت محذوف است [۲] درین بیت محذوف است [۳] درین دو بیت ذیل زائد اند
[۴] یکسر مرده مبادا ارچه خورد از جگرم آب ٭ آن شاخ جوانی که نه خوردیم بر از وی
از موی تو بر پای ملائک نهد اشکال ـ حسنت که گسست ست خیال بشر از وی

پروانه که جان را به سر شمع فدا کرد — در شهر خویش از تن خود سوخت چراغی
آن به که من سوخته پیش تو نیایم — زیبا نبود پیش گلی بانگ کلاغی
لاغ است[1] ترا کشتن اگر لطف دگر نیست — باری ز من دل شده یاد آر بلاغی

نامه ز دل خسته خبر گرچه که خسرو
از گریه دو دامنش جیب و پراست الاغی

١٧٨٤

ای آن که به تو سلطان همه بیم برانی — دستور بود فتنه به ملک تو که رانی
صد تیر جفا می گذرانی ز جگر ها — بازوت قوی باد که خوش می گذرانی
چشمی که دو بید از پی دیدار نه دیدت — این ست سزا لیکش که به تیر لیش برانی
سبزه که دمد از گل عشاق تو ای ترک — خنگ تو بود سوخته ها تا نچرانی
از آب دو گلم گرد برآورد هواریت — تا چند به دنبال خودم خاک خورانی؟
مارا تو مکش در هوس آن لب شیرین — این سوی درآییم گرم آن سوی برانی
گفتی که ز بانیم جز از تو همه کس را ای — مارا بکش ار تو حیات دگرانی

هستی تو اگر شاد به رنجیدن خسرو
من سینه کنم پاره تو گر جامه درانی

١٧٨٥

ت

ششتربان اد می محمل میارای — رها کن تا ببوسم ناقه را پای
نهادند آشنایان بار بر دل — دلم رفت ست و بارش ماند بر جای
نه دیدم ره چو غایب شد ز چشمم — غبار بختیان دشت پیمای
تو ای کت بر شتر آب حیات ست — به وادی تشنه می میرم ببخشای
بیابان پیش چشمم گشت تاریک — مه محمل نشینم پرده بگشای
دلم چون همرهش شد گو بیش ای باد — که جان هم می رسد تعجیل منمای

[1] در ان بیت محذوف و به جائش بیت ذیل زائد ست «ای دولت مرغی که خورد بر ز تو ما بیم - کز دور خرابیم به بوی چو تو باغی» [2] در ان غزل محذوف است

خوشی[3] بر مردنم آخر نیارم بدین دوری همه منزل مقرمانے

رسید آں ماه چوں خسرو به منزل
تو ره می بین و رو بر خاک می مالے

ت

۱۷۸۶

مرا از خوب رویاں نیست روزی | گدایاں را ز شاهاں نیست روزی
به سنگے چوں سگاں خرسندم از دور | گرم جوئی ز درباں نیست روزی
ز من زایل کن اے جاں زحمت خویش | چو درمانت ز جاناں نیست روزی
روا اے اسکندر از همراهی خضر | ترا چوں آب حیواں نیست روزی
به حیله چند بتواں زیست آخر | تنے دارم کش از جاں نیست روزی
هوس بردم به رویش گفته بختم | "شما را از گلستاں نیست روزی"
دل و جان و خرد بردی ترا باد | مرا بارے از ایشاں نیست روزی
ز دردت باد روزی من به جانم | به دردی کش ز درماں نیست روزی[1]

چه سود از گریهٔ خسرو درین غم
چو کشتش را ز باراں نیست روزی

۱۷۸۷[2]

چه کردم کاخرم فرماں نه کردی | بدیدی دردم و درماں نه کردی
ز هجران تو کفرے هست بر من | شب کفر مرا ایماں نه کردی
به دشواری بر آمد جانم از تن | ببردی جانِ من آساں نه کردی
به گریه خواستم وصلت درین ملک | گدای خویش را سلطاں نه کردی
ترا گفتم که یک روزے مرا باش" | برفتی از من و فرماں نه کردی
دلم بردی و گفتی "خواهمت داد" | چو رفتی بیش یاد آں نه کردی
نه دیدی عیشِ خسرو تلخ هرگز | به حلوای لبش مهماں نه کردی

---

۱ درین بیت محذوف است ۲ درین غزل محذوف است ۳ درین غزل محذوف است۔

چنیں کاں خستۂ[1] شیریں تو کردی ۔۔۔ ہلاک عاشقاں آئیں تو کردی

جفا می کرد بر من خود زمانہ ۔۔۔ بلائے عشق تا شد ایں تو کردی

نہ کردے زو سوال بوسہ ہرگز ۔۔۔ گدائی بر دلم شیریں تو کردی

ترا من دل سپردم لیک جایش ۔۔۔ در آں گیسوئے چیں بر چیں تو کردی

نہ مرد عشق بودم من ولیکن ۔۔۔ مگس را طعمۂ شاہیں تو کردی

مبادا نام غم ہرگز بر آں دل ۔۔۔ مرا گرچہ چنیں غمگیں تو کردی

مرا ایں ماجرائے دیدہ با تست ۔۔۔ چنینم بے دل و بے دیں تو کردی

نہ گفتم بد ترا اے عشق ہرگز
کہ تقصیر خسرو مسکیں تو کردی

۱۷۸۹ ۔۔۔ غ

صبا زلف ترا گر دم نہ دادے ۔۔۔ گرہ بر کار من محکم نہ دادے

ورا از درد دل ما بودے آگاہ ۔۔۔ مشاطہ گیسویت را خم نہ دادے

دگر در عقل گنجیدے خیالش ۔۔۔ ورق بر دست نامحرم نہ دادے

حکیم از عشق دانستے خرد را ۔۔۔ نشاں سوئے بنی آدم نہ دادے

وگر عاشق بدست خویش بودے ۔۔۔ عنان دل بہ دست غم نہ دادے

دگر جادو بدو بودے ملک مقصود ۔۔۔ سلیماں دیو را خاتم نہ دادے

صبا ہم نہ زخی دانست ما را ۔۔۔ وگرنہ سوز ما را دم نہ دادے

شد جان و جوانی داد ما را ۔۔۔ چہ می کردم اگر آں ہم نہ دادے

خلاصی دیدے[2] از خسرو ز نفس ۔۔۔ گرہ ہا را ز گریہ نم نہ دادے

۱۷۹۰[3]

ز رحمت چشم بر جا کر نہ داری ۔۔۔ نہ داری رحمت اے کافر نہ داری

دلم بردی و خوشتر آں کہ گر من ۔۔۔ بگویم «بدہ دلم» باز نہ داری

---

۱ درین غزل محذوف است ۔ ۲ درین بیت محذوف است ۔ ۳ درین غزل محذوف است

مگو در من مبین در دیگران بین[1]　　که مثلِ خویش در کشور نداری

به پشتِ پای خود بنگر که وقت است　　از این آیینهٔ بهتر نداری

کله را کج منه چندین بر آن سر　　که تا با ما کجی در سر نداری

بخور خونِ دل و دیده کن آب　　نه خون من که خواب و خور نداری

چو دل برداشتن اندیشه‌ات بود　　چرا سنگی به کشتن بر نداری

حدیثِ خسرو اندر گوش می‌کن

ز بهرِ گوش اگر گوهر نداری

غ

۱۷۹۱

شکستی طره تا در سر چه داری؟　　نگوئی کینه با ما گر چه داری؟

کله کج کرده‌ای از بهرِ آن‌ها است　　که خون‌ریزی دگر در سر چه داری؟

مسلمان کشتن اندر مذهب است　　بجز این خود تو ای کافر چه داری؟

مسلمان[1] نیست این آخر نه کفر است؟　　ستم با بی‌وفا داور چه داری؟

ربودی جانِ خلقی از نگاهی　　کنون تا چشم دیگر بر چه داری؟

ورق چون داغ شد ابتر نگردد　　چو داغم کرده‌ای ابتر چه داری؟

اگر من گفته‌ام[2] کز تو صبورم　　دروغی گفته‌ام باور چه داری؟

نمی[3] دادی ز آن دل را سپردم　　من اینک حاضرم دیگر چه داری؟

گرم دیوانه خواهی داشت در دشت　　میان بربسته‌ام بر هر چه داری؟

فتاده دستِ ختم بر خاکِ راهت　　چنینم خاک و خاکستر چه داری؟

بر آبِ دیدهٔ خسرو نبخشائی؟

چو جان تر کرد چشم تر چه داری؟

۱۷۹۲ الف

مرا چند آخر از خود دور داری؟　　دلم را در هم و رنجور داری

---

[1] در ن بیت محذوف است [2] در ن بیت محذوف است [3] در ن، غزل محذوف است

روا داری که با آن روی چون شمع　　شب تاریک ماه و نور داری
میان داری چو زنبوران کافر　　مژه کافر تر از زنبور داری
ز رسوائی مرنج آخر محال ست　　که عاشق باشی و مستور داری
بتے گر داری از فردا مبین بش　　که در خانه بهشت و حور داری
تو آن سلطان خوبانی نگارا　　که همچون فتنه صد دستور داری
ز چندان دل که ویران کردهٔ تست　　چه باشد گر یکے معمور داری؟
چو آتش در زدی یارے همین بین　　چنین باشد که خود را دور داری
معانی گر نه می پرسی ز خسرو
که خوبی تو دل مغرور داری

۱۷۹۳ [۱]

زهے رویت شگفته لاله زارے　　در حسن ترا گل پرده دارے
رخت را بهتر از مه می شمارم　　وزیں بهتر نه می دانم شمارے
درخت صندل آمد قامت تو　　که می پیچد در او زلفت چو مارے
روان کردی سمند کامران را　　نه ترسیدی که برخیزد غبارے
به دنبالت روان شد آب چشمم　　که ریزد بر سر راهت نثارے
چو خود رفتی به تسکین دل من　　خیال خویش را بفرست بارے
نخواهم یادگارے از تو لیکن　　خیال ست ایں که بدہی یادگارے
دلم یک چند بود اندر پس کار　　فراقت باز پیش آورد کارے
گلے نشگفته بختم را از وصلت　　ز غم هر موے بر تن گشت خارے
ز شاخ وصل چون برگے ندارم　　نخواهم از جناب شاه بارے
ز بحر نظم خسرو در نثارت　　کشد هر لحظه در شاهوارے

---

[۱] درین غزل محذوف است۔

۱۷۹۴

دلا با غمزهٔ خوباں چه بازی؟ — بگو با تیغ خوں افشاں چه بازی؟

مرا گوئی که "با من بازیے کن" — کنم جانا و لے با جاں چه بازی؟

ز جاں سیر آمدستم من وگرنه — مرا با آں لب و دنداں چه بازی؟

تفحص کن که حال کشتگاں چیست — چه رانی مرکب و چوگاں چه بازی؟

چرا بر خود نه می بخشائی اے دل — بر کافر مسلماناں چه بازی؟

نه از یارست خوشتر آں که بینی — نه از عشق ست بهتر آں چه بازی؟

مکن خسرو که بازی نیست ایں کار

ترا با ساقی سلطاں چه بازی؟

۱۷۹۵

بیکار دلے باشد کو را نه بود دردے — کاهل نفسے باشد کز وے نه جهد گردے

دردے که ز عشق آید جانم به فدائے آں — خود جاں نه بود شیریں بے ذوق چناں دردے

از گردش چشمت هست آوارگی دلها — تا کعب نه فرماید جنبش نه کند نردے

شبها منم و شمعے هم سوخته و هم مست — گر مرده و گر زنده آهے زدم سردے

شاد وقت گل و روزی فریاد که نشینی — یک دم چو گل سرخی در پیش گل زردے

زاں گه که غمت در دل چوں حرص بخیلاں شد — دارم همه شب چشمے چوں دست جواں مردے

گفتم که "غمت آخر تا چند خورد خسرو؟"

خندید که عاشق را به زیں نه بود خوردے

۱۷۹۶

رخساره چه می پوشی در کینه چه می گوئی؟ — حال اسکیں را می دانی و می پوشی

گر ز رخ به جاں سازی در عمر بها گوئی — از دیده خبر یابم هر عشوه که بفروشی

گفتی که "ز غمے هر دم سودائے دلے دارم" — تا خون که خواهد بود آں باده که می نوشی؟

از درد فراقت من بیم است که جاں بدهم — ساقی دو سه مے برده یاد آرد و بے هوشی

---

۱؎ دریں غزل محذوف است ۲؎ دریں بیت محذوف است ۳؎ دریں بیت محذوف است ۴؎ دریں غزل محذوف است

شب رفت چراغِ ما از سوز نہ می شنید ۔ اے شمع ہمہ دانم آتش زدۂ دوشی
گر فتنہ ز چشم آمد اے دل تو چرا مانی؟ ور سوختہ شد عاشق عارف تو چرا جوشی؟
غم بست بہم آرے دردِ دلِ بیماراں ۔ از نالہ شود دردش زو مردہ بہ خاموشی
گفتم کہ کنم یادش تا دل بہ نشاط آید ۔ چوں کار بہ جاں آمد خوش وقت فراموشی
گر خال نہا گوشت دل بستہ و منکر شد ۔ بارے تو گواہی دہ اے ذرّۂ بینا گوشی
خسرو ز رخِ خوباں، گفتی کہ کنم توبہ ۔ کارے کہ ز تو ناید بیہودہ چرا کوشی

۱۶۹۷

گل آمد و ہر مرغے زد نغمہ بہ ہر باغے ۔ ہر فاختہ اے دارد با ہمسرِ خود داغے
از بادِ صبا ہر کس بشگفتہ چو گل خرّم ۔ آں باد کہ من جویم کے می وزد از باغے
ہر کس غمِ خود گویاں یا قمری و یا بلبل ۔ من سوختہ می جویم رو کردہ سیہ زاغے
بیں سوختہ ام زاہد تو طعنہ زدی ہر دم ۔ تا چند نہی داغے ما را ز برِ داغے
خسرو نہ شود ہرگز عشق و خرد ت باہم
کاں بلبلِ نہ می گنجد در خانہ آں باغے

۱۶۹۸

اے سروِ بلندت را صد فتنہ بہ ہر گامے ۔ ہست از رخِ رنگینت رنگ از رخِ گل دامے
یک مردہ اگر عیسیٰ کردے بہ دعا زندہ ۔ صد مردہ کنی زندہ اے شوخ بہ دشنامے
خورشید رخا از تو یک ذرہ چہ گم گردد ۔ از کلبۂ تاریکم گر صبح کنی شامے
گویند "مدر جامہ" من می ندرم لیکن ۔ ماندست گریبانم در پنجۂ خود کامے
عقل و دل و جاں ہر سہ شد کشتۂ عشق آرے ۔ خاشاک بسے سوزم تا پختہ شود خامے
شب[۱] خوں بہ نہاں خوردم وام از بہ رخِ تو ۔ ہر صبح خمارے را در خور بود آشامے
بے دوست دلم با گل آرام نمی گیرد ۔ گو در چمن آں کس رو کو را بود آرامے
در قید بمرد آہو خسرو بہ خمِ گیسو[۲] ۔ ہر صید بود لابد در کشمکشِ دامے

---

۱ درین غزل محذوف است ۲ درین دو بیت ذیل زائد است و این بیت محذوف است ۔
اے مرغ کہ می نالی از بہرِ گل چندیں ... [illegible] ... اے چشم و لبِ خوباں ... [illegible] ... بیت ۹ زائد است

۷۹۹ اگر تو شرح گذشت من بدانی | دگر افسانهٔ مجنون نه خوانی
همی گو یاد بر دیدار می باش | بکن تعلیم سگ را پاسبانی
زمن پرسی که هجران داں چه کردند؟ | ترا دادند جان و زندگانی
مرا گردِ سرِ آں چشم گرداں | که تا بر من فتاد آں ناتوانی
نه ماندم استخوانے هم که بارے | سگِ تو باشد از من میهمانی
طبیبم داغ فرماید نه داند | که صد جا بیش دارم در نهانی
به بالینش منالید اے اسیراں | که بس شیرین بود خواب گرانی
مرا جاں در وفاداری برآمد | هنوز اندر حق من بدگمانی

به قتل خسرو آمد عشق و شادم
که یارے هم رهے شد آں جهانی

۸۰۰ الف

نگارین مرا شد نوجوانی | که نو بادش نشاط و کامرانی
خطش پیرامن لب گوئیا خضر | برآمد گرد آب زندگانی
بمیرم بر سر کویش که باشد | سگان کوے او را مهربانی
نه بر رویت خطت اے آبِ حسن | که هست آں فتنهٔ نامهربانی
من از باغ تو گر برگے نه بندم | تو بارے برخور از شاخ جوانی
غمے چوں کوه بر جانم نهادی | تو باقی ماں که من بردم گرانی

چه یارد گفت در وصف تو خسرو
که هر نج اندر دل آرم بیش از آنی

۸۰۱ الف

سزد گر بنگوئی در من ببینی | که خود کام و جوان و نازنینی
نگاه خنده چوں دندان نمائی | مرا اندر میانِ چشم شینی

---

۱ : ایں غزل محذوف است ۲ : ایں غزل محذوف است ۳ : ایں غزل محذوف است ـ

مسلمان دیدمت زان دل سپردم — ندانستم که تو کافر چنینی

مه و خورشید را بسیار دیدم — بهی از هر که می گویم نه اینی

به عیش خوش ترش خوشنودم از تو — که گاهی سرکه گاهی انگبینی

ز جان آیم به استقبال تیرت — که بر من راست کرده در کمینی

بیا گر در نهی چینی ز چشمم — به شرط آن که مهره بر نچینی

۱۸۰۲ [۱]

فراهم کرد شکل کج کلاهی — که در زیر کلاهش هست ماهی

گنه از دیدن خوبان ست خطا — که نفروشم به صد توبه گناهی

سیه رویم ز دل کاین دل چنان سوخت — که بر رومی رود خون سیاهی

چنانم شب دراز آمد که شادم — اگر خورشید بینم بعد ماهی

خیالت خوابگه در چشم من کرد — مرنج ار هست ناخوش خوابگاهی

ز سوزت چون رهم ای جان من وای — که دایم از غمت هستم بچاهی

به هر گلزار اشکم سبزه‌ها رست — سمندت را رسد زین سان گیاهی

مرا درد و غمت زان روی کشتند — که خسرو را رسد در دو باره راهی

ت

۱۸۰۳

مرا دل با یکی ماندست جایی — که ناید روزی از کویش صدایی

همه کس ز آتش بیگانه سوزد — من مسکین به داغ آشنایی

بیا ای زاغ کاین آن استخوان است — که بر وی سایه اندازد همایی

مزن طعنه پریشانیم بگذار — که عمرم رفت بر باد هوایی

به جرم عشق [۲] کشتن حاجتم نیست — که دانا عشق کردن هم سزایی

---

۱ درین غزل محذوف است ـ ۲ درین بیت محذوف‌هاست ـ

مه و خورشید گو بر جای خود باش | کہ ما ہم شاہدے داریم جاے
ز عشقت کار من جاے رسیدست | بجز مردن نہ می بینم دواے

ز تیغت بیم خسرو بیش ازین نیست
کہ گیرد دامنت خون گداے

۱۸۰۴ غ

دیوانہ شدم ز یار بدخوے | بیگانہ پرست و آشنا روے
دل بردن عاشقان ست خویش | من جان نبرم ازیں چنین خوے
از جعد ترش تنی چو مویم | در تافتہ گشتہ موے در موے
پرسد نشان صبر گویم | گامے دو سہ از عدم بر آں سوے
خواہم بہ درت روم بہ صد آہ | سوزم سر و پاے خود در آں کوے
ور گرچہ بسوز من نہ بیند | بارے رسدش ز داغ من بوے
ساقی بہ زکات مے پرستاں | از من بہ دو جرعہ غم فروشوے
اے دیدہ بہ سوز من ببخشاے | کامروز تراست آب در جوے

خسرو چہ بہ نیک گوئیت[۱]
یاد آر او را بہ گفت بدگوئے

۱۸۰۵ ل

بر لب از شراب داری | در غمزہ خیال خواب داری
شب خسپی و ما کنیم فریاد | آگہ نشوی چہ خواب داری؟
نار ستنہ ز پوست می نماید | خطت کہ ز مشک تاب داری
در آب حیات غرقہ شد خضر | زاں سبزہ کہ زیر آب داری
نزی خطت بجاے خویش ست | ہرچند بہ آفتاب داری
لب از تو و دل ز من خوشی کن | چوں ہم مے و ہم کباب داری

---

[۱] دردن) بیت را نداستها در ان غزل محذوف است۔

خوں ریز کہ گر بپرسدت کس — در ہر مژہ صد جواب داری
گفتی کُشمت بہ غمزہ بسمل — "بسم اللہ اگر شتاب داری"
گر کشتنی ست بندہ خسرو
بیہودہ چہ در عذاب داری؟

۱۸۰۶ لہ
جانا تو ز غم خبر نہ داری — کز سوز دلم اثر نہ داری
بر دار چو در دَرَت فتادم — باخود فگنی و بر نہ داری
تا کے بجوابِ تلخ سوزی؟ — نے آں کہ بہ لب شکر نہ داری
جاے تو دلِ من ست بنشیں — دل جاے دگر اگر نہ داری
اے غم تو ز جانِ من چہ خواہی؟ — یا کار دیگر مگر نہ داری؟
خسرو تو بہ راہ خوب رویاں
یکسر چہ روی دو سر نہ داری

۱۸۰۷ ۲ہ
اے زلفِ تو ہر گرہ کشادے — دے خطِ تو خطر و سوادے
اے چشمِ مرا چراغ خانہ — در سر مکن از کرشمہ بادے
در راہ نیاز می نہی پاے — خوش راہے و بوالعجب نہادے
شب چشمِ تو خلق راہمی کُشت — پیچ ست زمانہ کر دیادے
یک موج ز غمزہ نامزد کن — تا با صفِ غم کنم جہادے
سر می دادم بہ مہر نگارے — گر تیغ غمت زبان نہ دادے
سرگشتہ نہ بودے ار دلِ من — در دستِ خطِ تو چوں فتادے؟
پرکار اگر بہ دستِ خویش ست — از دایرہ پا برون نہادے
تو تیرِ ستم کشادہ و من — دل بستہ برایں چنیں کشادے

---

لہ درین غزل محذوف است ۲ہ درین غزل محذوف است ۔

گر از ستم تو بدگریز ام
ایام چو خسرو سے نزادست

۱۸۰۸

نے کار کسے ست عشق بازی	کو دل نہ نہد بہ جاں گدازی
عشقے کہ نہ جاں دہند در وے	بازی باشد نہ عشق بازی
می آئی و می چکد ز تو ناز	کز سر تا پا ے جملہ نازی
تن غرقۂ خوں ست سجدہ بپذیر	کایں جامہ نہ می شود نمازی
محمود و شانِ عشق را کشت	حسنت بہ کرشمۂ ایازی
زلفت کہ حدیثِ او دراز ست	آموخت شب مرا درازی
از غمزۂ تو کجا رہد دل؟	ایں کافر و آں کشندہ غازی
بر یادِ تو می زیم و لے جاں	تا کے ماند بہ چارہ سازی؟

خسرو چو نہاد سر بہ تسلیم
بارے بکش ار نہ می نوازی

۱۸۰۹

اے فتنہ ز چشم تو نشانے	بالاے تو آفت جہانے
مہ نیست ز زلفِ تو کہ صد بار	بر باز نہ داد خان و مانے
من با تو بجز نظر نہ دارم	حاشا کہ بہ یار بری گمانے
بوسے ہوسم کند و لیکن	خشنود نہ می شوی بجانے
گر لب نہ بود کم از حدیثے	ور دل نہ دہی کم از زبانے
گر می کشدم رقیب بار خوے	بگذار سگے و استخوانے
اے زلف درو مپیچ زنہار	کاز ردہ شود چناں میانے
دل گم کرد ست خسرو آں کیست[1]	کز گم شدگاں دہد نشانے

---

[1] بیت درن زائد است۔

۱۸۱۰ [۱]

اے بردهٔ دلم به دل ستانی
هم جانِ منی و هم جهانی

جاں می رود درون و غم نیست
غم زاں ست که در میانِ جانی

دود از دلِ عاشقاں برآرد
حسنِ تو ز آتشِ جوانی

از سوزِ غمِ تو بر نه خیزم
بے آں که بر آتشم نشانی

بکشاے دهانِ خویش، تا دست
شوییم ز آبِ زندگانی

هر شب منم و خیالِ زلفت
شبهاے دراز و پاسبانی

من خواهم داد جاں به عشقت
هرچند تو قدرِ آں نه دانی

از دوستیِ تو ناتوانم
اے دوست ببر اگر توانی

خسرو که بمرد زنده گردد
گر دم دهدش مسیحِ ثانی

۱۸۱۱ [۲]

اے آں که تمام همچو ماهی
با زلف چه چترِ پادشاهی

مردم ز براے نقشِ زلفت
از دیده به دل کشد سیاهی

گر خطِ سیاهِ خود ببینی
بر مشک دهی به خوں گواهی

اے زلفِ ترت مراغه کرده
بر روے تو چوں در آب ماهی

آخر چه شود گر از لبِ خویش؟
یک بوسه براے من بخواهی

از خسروِ خسته رو بگرداں
زاں رو که تمام همچو ماهی

۱۸۱۲ [۳]

اے مردمِ دیدهٔ نکوئی
شاد آں که درونِ چشمِ اوئی

من بے تو چه گویمت که "چونم"؟
"بے من تو چگونه ای" نه گوئی

سیب ارچه ترست آب او را
چاهِ زنخِ تو برد گوئی

---

[۱] درین غزل محذوف است۔ [۲] درین غزل محذوف است [۳] درین غزل محذوف است۔

بر بستہ لب تو تا نہ خندید — از بستہ نہ رفت تنگ خوئی

بر مشک دہی بہ خوں گواہی — گر طرۂ خویشتن ببوئی

گل پیش تو گر بہ باغ رانی — خیزد بہ ہزار تازہ روئی

دریاب کہ گوہرے چرا شکم — در خاک نہ یابی ار بجوئی

من پاسے ز آبِ دیدہ شوئیم — تو دست ز خونِ من نشوئی

با ایں ہمہ از تو چشم بد دور

اے مردمِ دیدہ را نکوئی!

۱۸۱۳

بخرام اے سرو رواں کز باغ رضواں خوش تری — دلدادگانِ خویش را می کش کہ از جاں خوش تری

در ہوشیاری مہ وشی سرمست و غلطاں دلکشی — چوں مو کنی شانہ کشی طرہ پریشاں خوش تری

چوگانت سر چو از ہمہ سر برد چوں گو از ہمہ — خوش می بری گو از ہمہ در لعب چوگاں خوش تری

با آں کہ خوش باشد چمن با سرو و نسرین و سمن — بسیار دیدم در تو من بسیار از ایشاں خوش تری

ہر چند می بینم ترا تشنہ تر است ایں دل مرا — خواہم بیاشامم ترا کز آبِ حیواں خوش تری

بارے چہ باشد دل ببیں کاں جا کنی منزل گزیں — در چار سوے دل نشیں کز ہشت بستاں خوش تری

دارم بہ دل درد توی می خواہمش منزل توی

با آں کہ در دخستہ روی لیکن ز درماں خوش تری

۱۸۱۴ ؎

اے قامتت چوں شاخ گل از برگ گل خنداں تری — چوں لالۂ تر نازکی چوں سرو در بستاں تری

گل داشت وقتے بوے تو آمد بہ دعویٰ سوے تو — از آفتابِ روے تو شد خشک با چنداں تری

یا رب چہ اندامِ تر است آں کت بہ پیراہن درست — آبِ حیات ار چہ تر است اما نہ دارد آں تری

---

۱؎ درین دو بیت ذیل زائد است : گرچہ جوانی خوش بود لیکن تو نو دانی خوش بود ۔ در زندگانی خوش بود حقا کہ تو زاں خوش تری ۔ نقش تو اے شمع چگل بیروں دہم زیں آب و گل :: لیکن توئی در کنج دل در کنج ویراں خوش تری

۲؎ درین غزل مخذوف است ۔

اکنوں کہ بدنامی شوی آرامِ دلہا می شوی — ہر چند دانا می شوی از کودکاں ناداں تری

با عہد اے پیماں شکن گفتی کہ "نہ می آرم سخن" — کز عہدِ زلفِ خویشتن بد عہدہ بد پیماں تری

یوسف بہ ہفدہ قلب اگر ارزاں بود اندر نظر — گر جاں دہم عالم بہ سر از وے بسے ارزاں تری

گفتِ منت آید گراں وز چوں توئی من برکراں — خوبی و رعنائی از آں ہر روز نافرماں تری

گر جاں کند خسرو زیاں با تو چہ در گیرد ازاں
کز بہرِ جانِ عاشقاں ہر روز نافرماں تری

### ۱۸۱۵ [1]

اے مہ بدیں چابک روی از آسمانِ کیستی؟ — وے گل بدیں نازک تنی از بوستانِ کیستی؟

سیمیں تری از بادِ تر در لب ز شیرینی اثر — با قامتے چوں نیشکر پستہ دہانِ کیستی؟

با دامِ چشمت پرفتن عنابِ لعلت پرشکن — با ما نہ می گوئی سخن پستہ دہانِ کیستی؟

ترکی ولے یغمانہ ای می ہنمت تنہانہ ای — بارے از آنِ ما نہ ای آخر از آنِ کیستی؟

نے سر بہ پیماں می بری نے ہیچ فرماں می بری — رہ می روی جاں می بری سروِ روانِ کیستی؟

از غمزۂ بیباکِ تو شد جانِ مردم خاکِ تو — اے من سگِ فتراکِ تو مطلق عنانِ کیستی؟

می نالد از غم چوں جرس خسرو نگوئی یک نفس
"کاے مرغ نالاں در قفس از گلستانِ کیستی؟"

### ۱۸۱۶ [2]

در چشمِ من گر روزے آں خورشید رخسار آمدے — آخر شبِ امید را صبحے پدیدار آمدے

تا کے دمم چوں بے خودے در کویت از بختم بدے — یا پاے در سنگ آمدے یا سر بہ دیوار آمدے

گر دوست بودے یارِ من کے خواستے آزارِ من؟ — آساں گرفتے کارِ من ہر چند دشوار آمدے

پشتِ من از غم گشت خم کز بخت بنمودی ستم — ہرگز چنیں خارے ز غم بر جانِ غمخوار آمدے

دردے کہ دارم در نہاں گر یار جستے کس نشاں — ہر موے من گشتے زباں یک یک بہ گفتار آمدے

تا کے ز بیداری مرا باشد دو دیدہ در ہوا — اے کاش تیرے از سما بر چشمِ بیدار آمدے

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین غزل محذوف است۔

خسرو چناں گشت از سخن کاندر میانِ انجمن
از دوست گر گفتے سخن دشمن بہ گفتار آمدے

۱۸۱۷ [1]

زیں ساں کہ از ہر موے خود زنجیر ہر دل می کنی
مرزن ہم از گیسوے خود بر خلق مشکل می کنی

بیروں میا در آفتاب آزردہ می گردد تنت
یا روے خود با روے او نسخہ مقابل می کنی

دلہا بری خوں کنی اے ظالم آخر رحمتے
آں دل کہ خواہی کرد خوں بہر چہ حاصل می کنی؟

خاکِ رہ خود می کنی آلودہ از خون کساں
چوں حق چشم ماست ایں بہر چہ بسمل می کنی

خسرو کہ در چاہِ زنخ اندازی و برنازیش
جادوست بیسرا درانگر در چاہِ بابل می کنی

۱۸۱۸ ب

اے چہرۂ زیبائے تو رشکِ بتانِ آذری
ہر چند وصفت می کنم در حسن از آں زیباتری

ہرگز نیاید در نظر نقشے ز رویت خوب تر
شمسے نہ دانم نے قمر، حورے نہ دانم نے پری

آفاق را گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام اما تو چیزے دیگری

اے راحت و آرامِ جاں با قدِ چوں سرو رواں
زیں ساں مرو دامن کشاں کارامِ جانم می بری

عزمِ تماشا کردی ای آہنگِ صحرا کردہ ای
جان و دل ما بردہ ای این ست رسمِ دلبری

عالم ہمہ یغمائے تو خلقے ہمہ شیدائے تو
آں نرگسِ رعنائے تو آوردہ کیشِ کافری

خسرو غریب ست و گدا افتادہ در شہرِ شما
باشد کہ از بہرِ خدا سوے غریباں بنگری

۱۸۱۹ ت

ہر کشادِ عالمے بکشا ز زلفِ خود خمے
در پیچ پیچ زلفِ تو پوشیدہ شد چوں عالمے؟

دلہاست در زلفت اگر شانہ کنی آہستہ تر
زیرا نہ باید ناگہاں خونے چکد از ہر خمے

چند از خیالت ہر شبے صبحِ دروغینم دمد
اے آفتابِ راستی از صادقی آخر دمے

درہم شدہ نامِ ترا می گریم و جانم بہ لب
یک خندۂ تو بس بود شربت برائے درہمے

---

[1] درین غزل محذوف است۔

با خویش گویم رازِ تو می گویم و دم در کشم — اشک آیدم کاندر غمت انبار گرد محرمے

غمهات آرد پے به دل گر مگسلد آں سلکِ غم — پیوندم از خونِ جگر بنهم غمے را بر غمے

خسرو گرفتارِ تو و چوں هست چشمت ناتواں
گر دسترت آزاد کن بے چاره مرغے پر گمے

ط ۱۸۲۰

جاں به فدات می کنم بو که از آنِ من شوی — مرده تنیٔ من ببیں کوشش کز آنِ من شوی

شد به یقینِ دیگراں ماهِ تمام روے تو — چشمهٔ آفتاب شو گر به گمانِ من شوی

چند به چربیِ زباں همچو چراغ سوزیم؟ — سوخته عاقبت گهے هم به زبانِ من شوی

گر به فغانِ من ترا دردِ سرے ست بازده — نیستم آں طمع که تو در دستانِ من شوی

سیم بگیرم از برت گر بکنی عنا بتے — وام بخواهم از لبت گر تو ضمانِ من شوی

بر گذرد دو چشمِ من کاب روان ست در گذر — پیش که غرقه ناگهاں ز آبِ روانِ من شوی؟

فتنهٔ خسروی به رخ پهلوے من نشیں دمے
بو که به چیزے از بلا فتنه نشانِ من شوی

ط ۱۸۲۱

نیست دلے که هر دمش آفتِ دیں نه می شوی — مهر فزوں نه می شود تا تو به کیں نه می شوی

صد ستم و جفاے تو یاد نه می کنم به دل — هیچ فرامشم به دل اے بتِ چیں نه می شوی

می نگری در آینه من ز قرار می شوم — گرچه تو نیز می شوی لیک چنیں نه می شوی

از تو چنیں که می رسد نور به ماهِ آسماں — در عجبم که تو چرا ماهِ زمیں نه می شوی

جانِ کساں که می شود هر شبے ار به کینِ تو — خود دلِ تو نه می شود تا تو به کیں نه می شوی

جور و جفا نه بود بس بر سگکانت نیز شد — بارے از آں بتر مشو گر به از ایں نه می شوی

آخر امید پاے تو داشت سرم به خاک ره — گیر که از کرشمه تو بر سرِ ایں نه می شوی

چوں دلِ خسرو از غمت گوشه نشینِ غم شده — ده که تو هیچ گه برا د گوشه نشیں نه می شوی

---

ط درن غزل محذوف است ط درن بیت محذوف است ۔

۱۸۲۳ [۱]

قصد کہ داری اے پسر باز چنیں کہ می روی؟ کافت و فتنۂ نوی در دل و دیں کہ می روی؟

باز کہ را بلاے جاں آمد و باز گشت خون تا بہ نوا فتارش نظر ست چنیں کہ می روی؟

غمزہ بس ست قتل را تیر و کماں چہ می بری غصہ ہمی کشد مرا زیں بہ کمیں کہ می روی؟

گرچہ نہ می کشی مرا ہم نفسے ز پا نشیں از من خستہ جان و دل از تو ہمیں کہ می روی

می روی اندرون جاں و ربہ دروغ گویمت سر بہ شگاف جاں بکن نیک ببیں کہ می روی

خلق نہ دانند ایں قدر ہست از پے فتنہ رفتنت
خسروا اگر نہ می شود بر سر ایں کہ می روی

۱۸ ۲۳ [۲]

می گذری کہ سینہ را وقف ہواے خود کنی من کہ بوم کہ بر دلم داغ جفاے خود کنی

گویمت ایں چنیں مرو زید چشم کن حذر لیک تو گفت نشنوی کار براے خود کنی

حیف بود کہ در روش پاے تو بر زمیں رسد دیدہ بہ خاک می نہم گر تہ پاے خود کنی

ماہی و آفتاب ساں گرم بر آسماں روی آہ مرا اگر شبے راہنماے خود کنی

گفتی اگر نگہ کنی در رخ من سزا کنم آئینہ گر کنی نگہ ہم تو سزاے خود کنی

جانِ تو ہست در دلم از سر لطف و مردمی ہر چہ بہ جاے دل کنی واں کہ بجاے خود کنی

خسروا از اشتیاقِ تو سوختہ گشت و رفت و شد
گر نظرے بہ مرحمت سوے گداے خود کنی

۱۸۲۴ [۳]

دست بہ گل نہ می زنی زاں کہ نگار من توئی بوے سمن نہ می کشم زاں کہ بہار من توئی

روے زمیں گر از صبا میر گہ شگوفہ شد من چہ گرہ کنم از آں لالہ عذار من توئی

گر ز قرار می رود ہوشِ من از تو گو برو من بہ قرارِ خود خوشم ہوش و قرار من توئی

گرچہ سوار آسماں خانہ بہ خانہ می رود کے نگرم بہ سوے او فتنہ سوار من توئی؟

چشم من از نگار خوں نقشِ تو می کند بہ رخ دل بنہم بہ نقشِ او ہر چہ نگار من توئی

---

۱ در ن غزل محذوف است ۲ در ن غزل محذوف است ۳ در ن غزل محذوف است۔

خسرو خسته به دولت کشتهٔ تیر غمزه شد
هیچ نه گفتی «ای فلان کشتهٔ زار من توی»

۱۸۲۵

کج کلها کمان کشا تنگ قبای کیستی؟ — لابه گرا دلبرا عشوه نمای کیستی؟
زیر کلاه جعد تو بر کمرت کشیده سر — بسته به چابکی کمر چیست قبای کیستی؟
مرکب ناز کرده زین داده به تیغ غمزه کین — ساخته آماده چنین باز برای کیستی؟
سینهٔ بنده جای تو دیده به زیر پای تو — ما همه در هوای تو تو به هوای کیستی؟
تا رخ خود نموده ای جان ز تنم ربوده ای — کاهش من فزوده ای مهر فزای کیستی؟
خانهٔ جان همی بری دانهٔ دل همی خوری — تنگ بلند می پری مرغ هوای کیستی؟

خسرو خسته را سخن بسته شد از تو در دهن
طوطی شکرین من نغز نوای کیستی؟

۱۸۲۶[1]

ای نه نهاده هیچ گه تن به رضای چون منی — تافته چون ستمگران دست وفای چون منی
من به رضای خویشتن جان به فدات می کنم — نیست دولت که در دهی تن به رضای چون منی
می گذری و بی خطا راست گرفته ای دلم — ناوک غمزه می زنی چیست خطای چون منی؟
گر به بقای خود مرا نیست مراد از رخت — تو به مراد خود بزی هم به بقای چون منی
بهر نجات خویشتن دست چه در دعا زنم؟ — چون به فلک نمی رسد دست دعای چون منی
عشق ببرد از سرم گوهر عقل لاجرم — چرخ به رشتهٔ ادب کرد سزای چون منی
بس که چو مرغ کنده پر خستهٔ خار محنتم — نیست به جز سموم غم باد صبای چون منی
چون به همه جهان مرا نیست به جای تو کسی — مرحمت ار کنی بسز خاصه به جای چون منی

خسرو بی دل توام بلبل باغ آرزو
عشق به پردهٔ جفا بسته نوای چون منی

---

[1] این غزل محذوف است.

۱۸۲۷ [۱]

سرو دشمن برم کجا تا ببرش در آرمے؟ — دست مراد یک دمے در کمرش در آرمے

سرو نه دیده ام به بر لیک به سرو قامتش — سحر زبان خود دهم تا به برش در آرمے

هست دو دیده ام به ره در به یکے در آمدم — بر کنمش از آں یکے در گذرش در آرمے

از قد خود کماں کنم در رخ خویش جام زر — تا به طریق خادمے در نظرش در آرمے

خسرو دم و به جاے زر جام جهاں نما کشم

عادت مور را شبے در نظرش در آرمے

۱۸۲۸ [۲]

گر به کمند زلف تو من نه چنیں اسیرمے — کے به کمند ابروے خسته به زخم تیرمے

هست یقیں چو مردنم از غم دوریش مکش — بارے اگر بمیرمے در قدم تو میرمے

بودم اسیر کافراں وقتے که در فراق تو — در موسمے که ایں زماں کاش بساں اسیرمے

پند دهند گر نهاں چشم به بند جان من — باز کشید تا مگر پند کسے پذیرمے

ترک سخن بگو که شد ملک جهاں از آن من — آه که تنگ در برت یک شب اگر بگیرمے

طعنه زنی که خسروا ملک جهاں ستانمے

گر به ولایت سخن مثل تو بے نظیرمے

۱۸۲۹ [۳]

اے ز غبار خنگ تو یافته دیده روشنی — چند به شوخی و خوشی کرد هلاک من کنی؟

وه که ز شوخ چوں توئی دود برآمد از دلم — خوب نه بد تو آفتی دوست نه ای تو دشمنی

بهر خدا ے دست را پیش از آستیں مکش — زاں که زیاں بری تو از ریزش خون چو منی

مے بخور و به دامنم پاک بکن دهان و لب — تا نه کنم ازیں سپس دعوی پاک دامنی

دعوی مهر واں گهے بر دل خسته رخنه ها — ریش من ست آخر ایں چند تنگ فراخنی؟

در گذر براق تو خاک شده استخوان من — منتظر عنایتم گر نظرے در افگنی

اے که سوار می روی ترکش ناز بر کمر — زیں چه که غمزه می زنی تیر چرا نه می زنی؟

---

۱ درین غزل محذوف است ۲ درین غزل محذوف است ۳ درین غزل محذوف است۔

دل که بسوخت در غمت طعنه چه می زنی دگر؟ شیشهٔ نازکِ مرا سنگ مزن که بشکنی
کبر تو از چه می کشم زاں که لطیف و دلکشی خوب نیاید اے پسر از چو توئی فروتنی
خسروِ خسته پیش از ایں داشت رعونتے بہ سر
چوں بہ ریاضتِ غمت جملہ ببرد توسنی

۱۸۳۰ لہ

رخ خوبت بہ چہ ماند بہ گلستان و بہاری چشم مستت تو بداں نرگس رعنائے خُماری
تیغ بگذار کہ بارے حقِ عشقت بگذارم گر نہ آنے تو کہ با ما حقِ صحبت بگذاری
شاد مانم بہ غمت گرچہ دلِ سوختہ خوں شد شاد باد ا دلِ تو گرچہ ز ما یاد نیاری
صیدِ آں چشم شدم گر کشدم نیست ملامت گر بجویند ز ترکاں دیت خون شکاری
اے خیالِ رخ آں یار جدا مانده دریں دل از چو مہماں نہ رسد خانہ بہ صورت چہ نگاری؟
اے کہ بے فائدہ پندم دہی آں روئے ندیدی؟ گر ببینیش تو ہم گوش بہ آں پند نہ داری
آبگینہ ست دلِ نازک بے طاقت خسرو
بشکند وہ کہ چنیں گر تو ز دستش بگذاری

۱۸۳۱ لہ

خواستم ز د آبرو لی گفت "بیہودہ مگوے" عاشقاں را ز آبِ چشمِ خویش باشد آبروے
بر سرِ خاکِ شہیدِ عشق حاجت خواستم گفت ہم نام دلبرِ ما گو و لے حاجت مگوے"
آبِ چشمم شست خون و خونِ چشمم گشت آب پند گویا بنگر ایں خوناب و دست از من بشوے
دی بہ بازارے گذشتی خواست ہو آں جہاں جان و دل کردند خلقے گم در آں فریاد و ہوے
جانِ من گم گشت و می جویم نہ می یابم نشاں چوں تو در جانِ منی بارے چنیں خود را مجوے
در خرابی ہائے ہجراں گر تو در خسرو رسی
در بیاباں کے رود بہر رضائے تشنہ جوے؟

۱۸۳۲ ته

باز ایں ابر بہاری از کجا آید ہمی؟ کز برائے جانِ مسکیناں بلا آید ہمی

---

لہ درن دو بیت ذیل زائد است سہ می روی در رہ وی گرد دجا گرد سر - ہم بداں گونہ کہ گرد سر گل باد بہاری - بیہودہ ست ایں کہ سر کوے تو باران دو چشم - کز وفا خوشہ نہ یابم کہ تو ایں تخم بکاری ٢ہ درن غزل محذوف است ٣ہ درن غزل محذوف است۔

من نه خواهم زیست این بو می شناسم کز کجاست؟ — خون من در گردنش بر من چه ها آید همی؟

رو بگرداں اے صبا بر من ببخشائے و بیا — کز تو بوے آں نگار آشنا آید همی

بوے گل گر گه که می آید ز من جاں می رود — زاں یکے من می ندانم و من کز کجا آید همی

یار حاضر من نمی دانم ز بیهوشی خویش — کوست ایں یا می رسد یا رفت یا آید همی؟

صبر فرمایند و من بے خود که در عشق ترا — دل که رفت از جاے خود کم تر به جا آید همی

خلق گوید خسروا غم گشت از خود یاد کن

چنیں اندیشه یادِ خود که را آید همی؟

٣٣ ١٨ ل

سبزه نوخیز ست و باراں در فشاں آید همی — میل دل بر سبزه و آب رواں آید همی

ابر گوهر بار پنداری که از دریا کنار — بار مروارید بسته کارواں آید همی

جاے آں باشد که دل چوں گل ز شادی بشگفد — کز صبا امروز بوے آں جواں آید همی

می رود آں نازنیں گیسو کشاں از هر طرف — صد هزاراں دل به دنبالش کشاں آید همی

جانِ من گر زنده ماند جاوداں نبود عجب — کابِ حیواں از لبت در جوے جاں آید همی

وه که هر شب با چناں فریاد کاندر کوے تست — خواب در چشمت نه دانم بر چه ساں آید همی؟

باد هر دم تازه تر گلزار حسنت گرچه زو

هر سحر خسرو چو بلبل در فغاں آید همی

١٨٣٤

پیش ازیں من با جواناں آشنائی کردمے — کاش که زیشاں هم از اول جدائی کردمے

از دل گم گشته اکنوں گوش نتوانم نهاد — زاں که اول وصف خوبانِ ختائی کردمے

زیں دلِ دوزخ اگر افروختے شمع مراد — وقتے آخر شام غم را روشنائی کردمے

یک سخن شیریں نه دارم یاد ازاں روزے که آں — بر جراحتهاے جانی مومیائی کردمے

توبه دادی چشم شاهد بازوی ایں شاهد مرا — زاں چه من وقتے حدیث پارسائی کردمے

ل در ن غزل محذوف است ـ

اے خوش آں شبہا کہ از بہر گدائی بر درت — بر سر کوے تو بر در ہا گدائی کردمے

خلعت تیغت ز خوباں نسبتی اندر گردنم — تا میانِ عاشقانت خود نمائی کردمے

از پئے تو دوست می دارم غمت را ورنہ من — با چناں بیگانۂ اے کے آشنائی کردمے؟

زاغ نالان ست خسرو بے رخت در خار عشق
گر گلے بودے ز تو بلبل نوائی کردمے

۱۸۳۵ ؎

پیش ازیں من کاش کہ عشقت نہ می ورزیدمے — تا بہ گوشِ خود جفا از دیگراں نشنیدمے

ایں ہمہ رسوائی از عشقت نہ رفتے بر سرم — روزِ اول چشم اگر از دیدنت پوشیدمے

کاش من حجام بودم تا بوقت سر تراش — بہر صدقہ دانہا گرد سرت گردیدمے

یا کہ آہوے شکاری بودمے کز بہر قتل — در تہِ پاے سمندت غرقِ خوں غلطیدمے

یا پیادہ بودمے بر نطعِ شطرنج تو تا — در میانِ پیل مات آخر رخِ تو دیدمے

یا کہ در پیشِ سگانِ کوے خود بارم دہی — تا بہ ایشاں سر بہ سر بر آستاں خسپیدمے

ایں ہمہ دولت نصیبِ دشمناں اے کاش کہ — من بہ دشنامی ہم آخر زاں میاں ارزیدمے

غیر مہجوری و محرومی نصیبم چوں نہ شد — گر بدانستے من ایں کے عشق می ورزیدمے

خاک پایم گفتہ ای خسرو ببوسی عاقبت
دولتے بودے اگر پاے سگت بوسیدمے

۱۸۳۶ ؎

باز بہرِ جانِ ما را ناز در سر می کنی — دیدۂ بینندہ را ہر دم بہ خوں تر می کنی

گر چہ مویم می کنی بہر عدم ہم دولت ست — زاں کہ رہ دور ست و بارم سبک تر می کنی

آفتابی تو ولے زاں جا کہ روزِ چوں منے — کے سر اندر خانۂ تاریک من در می کنی؟

گفتنی از دل دور کن جاں را و ہم با من بساز — شرم بادت خویش را با جاں برابر می کنی

می کنی آں خندہ اے تا ریشِ من بہتر شود — باز خندہ می زنی و آزار دیگر می کنی

؎ درین غزل محذوف است ۔ ؎ درین غزل محذوف است ۔

اے بتِ بدکیش چشمِ نامسلماں را بپوش ۔۔۔ ور مسلمانی چرا تاراج کافر می کنی؟

ہر زماں گوئی کہ حالِ خویشتن پیش من بگوے"

آرے آرے گفتِ خسرو نیک باور می کنی

١٨٢٧ ت

اے پری وش ہر چہ رسمِ مردمی کم می کنی ۔۔۔ می کنی دیوانہ و دیوانہ تر ہم می کنی

لعل تو از پُر دلی صد قلبِ خوباں را شکست ۔۔۔ بس کہ تو بر تو دلش در زیرِ سر خم می کنی

بر درت جاں می کنم مزدم ز روئیت یک نظر ۔۔۔ شاہ خوبانی چرا مزدِ گدا کم می کنی؟

خاست طوفانے ہم از خاکِ شہیداں زاستانت ۔۔۔ وہ چگونہ خسپد آں خوں ہا کہ ہر دم می کنی؟

کشتگانت را بہ آبِ دیدہ می شویند خلق ۔۔۔ اے عفاک اللہ تو بارے دیدہ را نم می کنی

شعلہ ہاے خود دلا روشن مکن ہر جا ز رنگ ۔۔۔ تازہ داغے بر دلِ یارانِ محرم می کنی

درد خسرو را زیادت می کنی اے پندگو

تو حسابِ خویش می دانی کہ مرہم می کنی

١٨٢٨ ر

ہر زمانے از کرشمہ خویشتن بینی کنی ۔۔۔ چند کافر کیش باشی چند بے دینی کنی

صورتِ چیں نابدت از ہیچ روے در نظر ۔۔۔ باچناں رو گر نظر در صورتِ چینی کنی

آئینہ کو تا بہ بینی و ببوسی لعلِ خویش ۔۔۔ وز دہانِ خویشتن ہر دم شکر چینی کنی

گر بہ روے زہرہ گردوں کنی دنداں سپید ۔۔۔ بر شرف جاے مہت گوئی کہ پروینی کنی

آئینہ بینی و پس گوئی کہ من خود بین ام ۔۔۔ چوں ببینی آئینہ ناچار خود بینی کنی

گوئی اندر گیسوے مشکین من مسکیں شوی" ۔۔۔ گر بساں سودا نہ بینی بر کہ مسکینی کنی؟

مستِ حسنی در ز خوے بد توئی نقل ترش

جانِ خسرو ہست اگر رغبت بہ شیرینی کنی

١٨٢٩ ۲

بستر عنبر وش کن از گیسو کہ سلطانِ منی ۔۔۔ ترک لشکر کش کن از مژگاں کہ خاقانِ منی

ہ درین غزل محذوف است ۔ ۲ درین غزل محذوف است ۔

زلف بالا کن به بند آن روزنِ خورشید را　　　کافتابم نیست حاجت چون تو مهمانِ منی

جانِ من گم گشت پیشت نیست آن جای دگر　　　تا تو بردی جانِ من یا خود تو هم جانِ منی

از لطافت جوهرت را من نمی دانم که چیست　　　پا منه بر من که مورم چون سلیمانِ منی

در دلم باشی و هرگز سایه بر من نفگنی　　　بارک الله آخر اے سرو از گلستانِ منی

دوش دل بردی و می خواهی که امشب خون کنی　　　من بحل کردم اگر حجاج قربانِ منی

کافرت کردند خلقے بس که ناحق کشتنم　　　کافری نزدیکِ خلق اما مسلمانِ منی

چون تو مهمانی و آن گه خانۂ خسرو غمت

یارب این خواب ست اے یوسف به زندانِ منی　　　ت

۱۸۴۰

گر تو سیمیں سرو را شکلِ سرافرازی دهی　　　بنده را در ناله با بلبل هم آوازی دهی

بهر مردن گفتم اینک ساخته تا کے هنوز　　　نرگسِ بدخوے را تعلیمِ بد سازی دهی

آب چشمِ من که شد غمازِ حالِ من به خون　　　کسوتِ لعلش همی تعلیمِ غمازی دهی

بت پرستی دلم بسیار شد وقت ست اگر　　　تیغِ کافرکش به دستِ غمزۂ غازی دهی

دادِ این سر هم بده کز زیرِ پایت دور ماند　　　چون به صفِ عاشقان دادِ سرافرازی دهی

یار در دلِ خسرو و جانم آخر شاید آنکه

پادشا را با گدا ے خانه انبازی دهی

۱۸۴۱ [۱]

جانِ شیرینِ منی اے از لطافت چون پری　　　گر پری جان ست تو از جانِ شیرین خوشتری

گوئیا بر آبِ حیوان برگِ نیلوفر دمید　　　آن تنِ نازک به زیرِ فوطۂ نیلوفری

خواستم جورت بگویم خونِ دل بربست لب　　　لیک رخ را چون کنم دارد زبانِ زرگری

کافرا تا چند تو خونِ مسلمانان خوری؟　　　یارِ دیگر گر مسلمانی بدین سو بنگری

دل ز من دزدیدی و کردی نهاں در زیرِ چشم　　　پس همی خواهی به غمزه جانِ من بیرون بری

---

۱ درین غزل محذوف است ۔

چوں بہ یارم چشم غلطانت گزیدم پشت دست — کهتیں آں جادوی چشم ایں چه عجب بازیگری

چشمهاے من چو دریا گشت و لبها خشک ماند — چوں تو سلطاں را چنیں بر ملک خشکی و تری

سوز عاشق لطف معشوق ست بر پروانه نیست — منت شمع آں که دادش دولت خاکستری

می کنی شوخی که خسرو جامه ها چندیں مدر

خویشتن را گو که چندیں پرده دل می دری

۱۸۴۲ [1]

چه شد ار کرشمه نظرے به ما نه کردی — سخنے بروں نه دادی شکرے عطا نه کردی

چو گیاه به خاک سودم سر خود به زیر پایت — تو چو باد بر نه گشتی مدد گیا نه کردی

به دلم چه خانه سازی که هزار خانه دارد — ز هزار تیر مژگاں چو یکے خطا نه کردی

ز طواف کعبهٔ خود چه دوانی ام به کعبه؟ — ز هزار حاجت من چو یکے روا نه کردی

همه عمر وعده کردی طمع وفا نه کردم — که چو عمر بیوفائی سزد ار وفا نه کردی

تو ز حال من چه دانی که به خوں چگونه غرقم؟ — چو دریں محیط هاموں گهے آشنا نه کردی

بکن اے دو دیده گرچه سر مردمی نه داری

نظرے به حال خسرو چو به کار ما نه کردی

۱۸۴۳ غ

ز نظر اگرچه دوری شب و روز در حضوری — ز وصال شرمنده که بسوختم ز دوری

منم و شبے و گشتے چو سگاں به گرد کویت — که عظیم دور ماندم ز ولایت صبوری

چو به اختیار خاطر غم عشق بر گزیدم — ز جفا هر آں چه آید بکشیم از ضروری

من اگر هلاک گردم تو چه التفات داری؟ — که ز غفلت جوانی به کرشمهٔ غروری

نه خیال بر دو چشم نه یکے هزار منت — که توام ز دولت او شب و روز در حضوری

چمن ایں چنیں نه خندد تو مگر بهشت و باغے — بشر ایں چنیں نه باشد تو مگر پری و حوری

گذرے اگر توانی به بهار عاشقاں کن — که ز اشک من به صحرا همه لاله است و سوری

---

۱ دریں غزل محذوف است ۲ دریں بیت محذوف است۔

به شب فراق خسرو چو چراغ سوخت آخر
شبش ارچه تیره زشتا چراغ از تو نوری

۱۸۴۴ [۱]

همه شب فرو نیاید به دلم کرشمه سازی — ز شب ست این که دارم غم و نالهٔ درازی
به نمازش ارچه بینم چپ و راست پیش آن گل — ده سلام چاره گویم چو ادا کنم نمازی
به جفا کلاه کج نه چو شناختی حال خود — که میان شهسواران چو تو نیست شاهبازی
وه ازین هوس بمردم که به زیر پات بینم — سر من تمام گردان هوسم بدین نیازی
همه شب چو شمع باشم به چنین خیال پختن — که طفیل شمع پیشت بودم شب گدازی
چو نه دارم این سعادت که بگرد پات شوم — ز پی رهِ تو شستن من و گریه و نیازی

همه خون ست اشک خسرو سراب بود ضرور
پسر سبکتگین را چو به دل بود ایازی

۱۸۴۵ [۲]

بسم از جمال ساقی ز شراب ارغوانی — که به یار تشنه ام من نه به آب زندگانی
منم و شبی و گشتی چو سگان به گرد کویت — نه برم هوس سپاهی که خوشم به پاسبانی
غمش ارچه کرد پیرم گله نیست دل نیارم — من و صد هزار چون من به فدای آن جوانی
ز فراق کشته ای و به زبان و جان نوازد — به عنایتی که داری به نوازشی که دانی

که اگر ز شرح شوقت دل سنگ خون نگرید
ز حدیث عشق باشد سخنی به روز بانی

۱۸۴۶ [۳]

نفسی که یادگاری گذرد به شادمانی — مفروش لذتش را به حیات جاودانی
ز طرب مباش خالی می ناب و خواه ساقی — که غنیمت ست دو دولت دو سه روز زندگانی
غم نیستی و هستی نه خورد کسی که داند — که گذشت عمر و باقی نبود جهان فانی
مکن ای امام مسجد من رند را ملامت — چو به شهر می پرستان نرسیده ای چه دانی

---

[۱] درین غزل محذوف است [۲] درین غزل محذوف است [۳] درین غزل محذوف است.

چه شوی به زهد غرّه که ز دیرمے پرستاں — به خدا رسید بتواں به تضرع نهانی

تو و زهد خرقه پوشاں من و دیر دردنوشاں

به تو حال ما نه ماند تو به حال ما نمانی

١٨٤٧ — و

پسرا و ناز بینا به کرشمه گاه گاهے — اگر اتفاق افتد به فتادگاں نگاہے

ز غمت کجا گریزم که جہاں گرفت حسنت؟ — ز تو ہم به تست یارا اگرم بود پناہے

شرف ملال پیشت به دو بوسه جاں نوده — که گر ایں امید باشد بزنیم چند گاہے

به امید با تو مارا چو نه رفت پیش کارے — پس ازیں چه نامراداں من و گوشه و آہے

چه خیال بود امشب که خیال بر سر آمد — بارمید صبح لیکن چه به سر رسید ماہے

به یکے ز ہم نشیناں سخن تو دوش گفتم — "که تو دیده ای فلاں را به سرے ست کج کلاہے"

به جواب گفت خسرو تو کجا رسی به وصفش

نظرے ز دور می کن به جمال پادشاہے"

ب — ١٨٤٨ ل

به فراغ دل زمانے نظرے به ماه روئے — به از آں که چتر شاہی ہمه عمر ہاے و ہوئے

نه ز دست ناجواناں به چمن شدم ولیکن — ہوس جمال جاناں نه رود به رنگ و بوئے

نفسم به آخر آمد نظرم نه دید سیرش — به جز ایں نه ماند مارا ہوسے و جستجوئے

ببرید ناتواں را به طبیب آدمی کش — که چه مردن ست بارے به نظارۂ چو اوئے

چه[۲] خوش ست مست مارا بکرشمه لعب چوگاں — که به خاک و در نه غلتد سر ما به سان گوئے

به خدا که رشکم آید به دو چشم روشن خود — که نظر دریغ باشد به چناں لطیف روئے

دل من که شد نه دانم چه شد آں غریب مارا؟ — که گذشت عمر و نامد خبرش ز ہیچ سوئے

سخن[۳] سگان شب رو نه زند مگر کسے را — که شبیبش بوده باشد گذرے به گرد کوئے

---

ل ایں غزل به حافظ شیرازی ہم منسوب است و لے اغلب ایں که از خسرو ست ۲ درن بیت محذوف است ۳ درن بیت محذوف است۔

مکن ای صبا مشوش سر زلف آن پریوش
که هزار جان خسرو به فدای تار موی

۱۸۴۹ [1]

خنده ای کن شکرستان دهن باز کشای — انگبین زان لب چون برگ سمن باز کشای
نقل شاهانه تو پسته و عناب سزد — مردمی کن قدری گنج دهن باز کشای
با بزرگان نه رسد خرده سخن می گوئی — خرده گیری به میان نیست سخن باز کشای
جعد تو تنگ به کار دل ما پیچیده ست — پنجه ای چند ز جعد چو شکن باز کشای

هست کوتاه شب وصل درازیش ببخش
زان سر زلف سیه نیم شکن باز کشای

۱۸۵۰ [2]

عالم آشوب ترا از طرهٔ طرار خود ای — فتنه انگیز ترا از غمزهٔ خونخوار خود ای
پای افشرده و زانو زده ای در کار — دامنت خون بگرفته ست و تو در کار خود ای
آیت حسنی و پیچیده به طومار دو زلف — پیچ بر پیچ ز نیرنگ به طومار خود ای
گر گرفتار تو ام نیست گرفتی بر من — که تو نیز از رسن زلف گرفتار خود ای
صبر من طرهٔ طرار تو گر باز دهد — یا سزای عمل طرهٔ طرار خود ای
دوش بوسی بزدم بر لبت آزرده شدی — باز کن لب نه اگر بر سر آزار خود ای

دام بردی دل خسرو به گواهی دو چشم
اینک اینک خط تو گر نه به اقرار خود ای

۱۸۵۱ [3]

من ترا دارم و جز لطف تو ام نیست کسی — در جهانم نه بود غیر تو فریاد رسی
نفسی بی تو نیارم زدن ای جان گرچه — نکنی یاد من خسته به عمری نفسی
هر کسی را است هوای و خیالی در سر — من به جز فکر و خیال تو نه دارم هوسی
غرقه در بحر غم عشقم و در خون جگر — می رود بی رخت از چشمهٔ چشم ارسی

---

[1] در این غزل محذوف است [2] در این غزل محذوف است [3] در این غزل محذوف است

بیش ازاینیم چو مگس از شکرِ خویش مراں — کہ تفاوت نہ کند در شکرستاں مگسے
بر منِ دل شدہ ہر چند گزیدی دگرے — بہ وصالت کہ بجائے تو مرا نیست کسے
بلبلِ جانِ من از شوقِ گلستانِ رُخت — تا بکے صبر کند نعرہ زناں در قفسے؟
طالبِ وصل شواے خسروِ خوباں خسرو
نہ منِ دل شدہ ام بس کہ چو من نیست بسے

۱۸۵۲ لہ

در سر افتادہ ز عشق توام اے جاں ہوسے — با سگِ کوے تو گفتم کہ بر آرم نفسے
بر درت حلقہ چو زنجیر درم بہر در آے — نالہ ہا کردم و فریاد بہ شکل جرسے
نہ شدی ملتفتِ حالِ من اے عمرِ عزیز — ہرگز ایں خواری و زاری نہ کشیدست کسے
حلقۂ زلفِ سمن ساے تو در دورِ قمر — فتنہ پیدا کند و غارت و آشوب بسے
سر بہ سر باسگِ کوے تو نہادہ خسرو
چوں بہ پابوس تو اے جاں نہ شد از دسترسے

۱۸۵۳

مے بہ جام ار چہ زخونِ منِ مسکیں داری — نوش بادت کہ شکر خندۂ شیریں داری
دو حیات ست زیک خندۂ تو عاشق را — زاں کہ در حقۂ یک خندہ دو پروین داری
نگری در من و چوں من نگرم برشکنی — ایں چہ فتنہ ست کہ بہرِ منِ مسکیں داری؟
خار در بسترِ تنہائیم انگند فراق — زاں چہ سودم کہ تو تن بر گلِ نسریں داری؟
ہمہ را زندہ کنی و بکشی خسرو را
جانِ من ایں چہ طریق ست و چہ آئیں داری؟

۱۸۵۴ سے

بجستم از خواب در آمد چو تو با من خفتی — نہ در آغوش کہ در دیدۂ روشن خفتی

---

لہ دریں غزل محذوف است۔ ٹہ دریں دو بیت ذیل زائد اند: سہ زاں لب سادہ گرم بوسہ بخشی کم از انکہ
نظرے جانب ایں گریہ رنگیں داری۔ پیش صوفی گذر گریہ خونیں فرمائے۔ تا بخوں دست بشوید دلش از دیں داری
سے دریں غزل محذوف است۔

هر دمے گردی بدر دیدهٔ ناخفتهٔ دوست    دوستانهٔ ز پے کوری دشمن خفتی

یاد داری که شبے هر دو به بستان بودیم    من به خار و خس و تو در گل و گلشن خفتی

ایں چه عید است که خسرو ز تو فرزدے دریافت

که تو با او همه شب دست به گردن خفتی

۱۸۵۵ له

گر تو رخ من مسکین گدا را بشناسی    جور از حد نه بری حد جفا بشناسی

من بجز از تو نه شناسم به حق خدمت تو    تو نه آنی که حق خدمت ما بشناسی

تو که از کبر زمنی می نه شناسی خود را    من مسکین گدا را ز کجا بشناسی؟

ز فراقت ز ضعیفی همه خلقم بشناخت    ور تو ببینی نه همانا که مرا بشناسی

بستهٔ موے توام ور به تنم در نگری    موے در موے کنی فرق و مرا بشناسی

برده ای صاد دل و زنهار که نیکو داری    که دلم زاں همه دلها صنما بشناسی

از درون سوختگی دارد دا ز بیروں داغ    ایں نشاں بهر همان ست که تا بشناسی

چوں درون جگرم جاے گرفتی زنهار

چوں بریزی نمکے از لب و جا بشناسی

۱۸۵۶ ته

نو بهار است و گل و موسم عید اے ساقی    باده نوش و گذر از وعده و عید اے ساقی

روز محشر نه بود هیچ حسابش به یقیں    هر که در کوے مغاں گشت شهید اے ساقی

گشت پیمانه چو تسبیح رواں در کف شیخ    تا ز لعل تو یکے جرعه کشید اے ساقی

حاصل از عمر نه دارد به جز از حسرت و درد    هر که عید است ز میخانه به عید اے ساقی

آں که در کوے محبت قدم از صدق نهاد    دگر او پند از یاراں نشنید اے ساقی

بار ها کرده بدم توبه ز مے باز مرا    چشم مست تو به میخانه کشید اے ساقی

زاهد از شرم تو دایم سر انگشت گزد    جرعه در میکده جاے مگر دید اے ساقی

---

له درین غزل محذوف است ته درین غزل محذوف است ۔

۱۸۵۷ [۱]

باز ای شهره خرامان ز کجا می آئی — که برای دل دیوانهٔ ما می آئی

می کشد هجر و رهِ آمدنت می طلبم — نیست فرمانِ تو جانا به کجا می آئی؟

گر ز جا می روی از خویش نه باشد عجبی — عجب این ست که چون باز به جا می آئی

ای خوش آن کشته که شد در تهِ شمشیر و بهشت — گر در آن دم تو به نظارهٔ ما می آئی

سوزت ای عشق همه خرمن جان ها سوزد — شرم ناید که براین برگ گیا می آئی

زندگانیت همی سازد و آنم خسرو
آخر این کوی فلان ست که تا می آئی

۱۸۵۸ [۲]

آن نه روی ست که ماهی ست بآن زیبائی — وان نه بالاست بلای ست بدان رعنائی

گر سرِ زلفِ سیه باز کشائی چه عجب — که شود مشکِ تتار از غمِ تو شیدائی

هم بباران بام چو مهتاب طوافی می کن — آفتابی تو چرا بر سرِ دیوار آئی

چند از دور حبیبا به سوی من نگری؟ — چند هر ساعتی از خویشتنم بربائی؟

بخت یاری دهدم گر تو به من یار شوی — دولتم روی نماید چو تو رو بنمائی

بکشیدم سرِ زلفِ تو و خسرو داند
آن که من می کشم امروز ز بارِ تنهائی

۱۸۵۹ [۳]

چو منی را مده از دست که کم تر یابی — نه چو من یابی هر یار که دیگر یابی

قدرِ من می نه شناسی که چه سانم به وفا — باش تا صحبتِ یارانِ دگر دریابی

میرِ خوبانِ ولایت شدی از ما می پرس — کاین ولایت نه همه عمر مقرر یابی

قاب و قوسین خدا ایست کمانِ ابرو — نه کمانی که به دکانِ کمان گر یابی

نیکوئی داری اندر حقِ خسرو کن صرف
کز بسی خوبی از این دولتِ بی مر یابی

---

۱؎ درین غزل محذوف است ۲؎ درین غزل محذوف است ۳؎ درین غزل محذوف است.

١٨٦٠ [۱]

جانِ من بے من در ماندهٔ تنها چونی؟ — من ز غم سوخته گشتم تو بگو تا چونی؟
بندگاں را نه ز سر پرسشِ مخدوم و لے — اے منت بنده بگو بهرِ خدا تا چونی؟
هیچ می دانی کاخر غمِ تنهائی چیست؟ — هیچ می پرسی کاے غم زده تنها چونی؟
بهرِ تسکینِ غریبے چه کمت خواهد شد؟ — گر بگوئی که "چه حال ست ترا با چونی؟"
بے منِ سوخته هر شب که حرامت بادا — با گل و نقل و ز جامِ مصفا چونی؟
خسروا از دستِ تو خود خونِ دلش می نوشد
تو بگو ایں که به نوشیدنِ صهبا چونی؟

١٨٦١ [۲]

بے تو اے بے تو به جاں آمده جانم چونی؟ — کز پے کاهشِ من روز به روز افزونی
پیش ازیں گرچه جفاهات بسے بود و لے — نه چنیں بود از ایں بیشترے کاکنونی
جاں همی خواستی از من که به افسوں ببری — جانِ من رفت و تو هم بر سرِ آں افسونی
چند گوئی که "چه حال ست دلِ تنگِ ترا؟" — آں چناں ست که تو از دلِ من بیرونی
حالِ خونابهٔ خسرو دلِ خسرو داند
تو چه دانی که نه در آب و نه اندر خونی؟

١٨٦٢ [۳]

دلها به غمزه دزدی چوں خنده بر کشائی — جاں ها به عشوه سوزی چوں زلف را نمائی
دل ها بری و گوئی "من دلبری ندانم" — بارے ز زلف بستاں تو نیز دل ربائی
هستم فتاده در غم برخاسته ز هستی — هیچ افتدت که گه گه در یادِ من آئی؟
گردد دلِ غمینم خوں از برائے جاناں — زیرا که می برآید حالِ من از جدائی
خوں شد ز گریه دیده بفشاں ز زلف گردے — تا دیده سرمه سازد از بهرِ روشنائی
چندیں مگو که "خسرو با من چه کار دارد؟" — آخر تو رو ز عیاری، من بنده روستائی

---

[۱] درین غزل محذوف است۔ [۲] درین غزل محذوف است [۳] درین غزل محذوف است۔

۱۸۶۳

اے بے غم[1] از دلِ من بسیار شد جدائی | شادی به رویت ار چه برہم گناں بیائی
داند چگونه باشد شبہاے دردمنداں | آں کس که خفته یک روز بر گستر جدائی
شبہاے عاشقاں را شمع مراد نبود | رسواے شہر و کورا چه جاے پارسائی
خورشیدِ آسماں را چوں کم تواں رسیدن | بر جاے رقص مسکیں اے ذرۂ ہوائی
در حسرتِ جمالت جانم به لب رسیده | اے دستگیر جاں ہا آخر بگو کجائی؟

آں من نیم که باشد در ملکِ وصل خسرو
بگذار تا به کویت خوش می کنم گدائی

۱۸۶۴

بسیار باشد اے جاں از ہیچو من غمینے | نازے کہ می کشم من از چوں تو نازنینے
تا دست و پا نہادی در حسن کس نه دیدم | پاے به دامن اندر دستے درآستینے
گر در جہاں بگردی از جور خود نه یابی | بے آب دیده خاکے بے خون دل زمینے
از شب روانِ کویت ہر گوشه اے و آہے | وز ہندوانِ چشمت ہر غمزه در کمینے
شمشیرے از خیالت بر ما سرے و جانے | زنارے از دو زلفت از ما دلے و دینے
پوشیده ایم بر دل مشکیں زره ز زلفت | کز گوشہ ہاے چشمت ترکے ست در کمینے

زنبور وار بستی در خون من میاں را
زاں لعل دل نوازم نا داده انگبینے[2]

۱۸۶۵

آں چشم شوخ را بیں ہر غمزه اے بلائے | واں لعل ناب بنگر ہر خنده اے جفائے
ہر ابروے ز رویت محراب بت پرستے | ہر تار مو ز زلفت زنار پارسائے
گویند چیست حالت آں دم که پیشت آیا؟ | چوں باشد آں که ناگہ پیش آیدش بلائے
ایں غم که ہست دانم ہر دم ز تو بریں دل | می کش که ظالمے را خوش می کنی سزائے

---

[1] درین بیت ذیل ندارد است «گفتی ز ہاں کردم از ہجر سیاست * دل سوختی و جانم آتش براں رہائی» و درین بیت ذیل زائد است «در شہر بناے عشقت دانی که کس ندارد قدرے چو من عزیزے ہیچو من غمینے * شبہاست بند خسرو کز پا نمی نشیند * روزے نشست آخر با چوں تو ہم نشینے» -

سودائے زلف آں بت امشب بکشت مارا | آہ اے شبِ سیہ رُو پایانت نیست جائے
من خود ز محنتِ خود بر دم بجان دگر تو | وہ کز کجا فتادے بر جانِ مبتلائے؟

سلطانِ من توانی مہماں خسروآئی
بیداری است امشب در خانۂ گدائے

۱۸۶۶ لہ

اے کہ تاراج دل و دیں می دہی | فتنہ را بازیچہ آئیں می دہی
ماہ از روے تو می یابد شرف | کش بہ یک خندہ دو پرویں می دہی
می دہی دل بو کہ جاں خواہد ستد | بادۂ آں مستاں اگر ایں می دہی
نا ہمیم چنداں کہ خواہیم بوسہ اے | بارک اللہ عشوہ چندیں می دہی
چند گوئی لب بہ دندانت گزم | در دہان مردہ یاسیں می دہی
خوں ز رویت ریخت آبے بر لبت | زاں کہ شربت نیک شیریں می دہی

لعل تو در خون خسرو بستہ شد
ہم بر ایں شربت کہ رنگیں می دہی

۱۸۶۷ لہ

سرمہ اندر چشم خود بیں می کنی | شانہ اندر زلفِ پرچیں می کنی
از ستم چندیں کہ کردی کس نہ کرد | بس کن از بہر کہ چندیں می کنی
"در غمِ لبہائے من" گوئی "بمیر" | مرگ را بر بندہ شیریں می کنی
بگذری از مہر و گوئی "کایں کنم" | مہری باید نہ کیں می کنی

تا بود ماہ خیالت در شرف
چشم خسرو پُر ز پرویں می کنی

۱۸۶۸ سلہ

آن کہ جاں گویند خلقے آں توئی | واں کہ شیریں تر بود از جاں توئی
شہرِ دل ویراں شد از بیدادِ تو | ور چہ ویراں تر شود سلطاں توئی

---

لہ درین غزل محذوف است ۲ہ درین غزل محذوف است۔ ۳ہ درین غزل محذوف است۔

در بلای فتنه نتواں زیستن — دیر زی گرچه بلا زیشاں توئی

از گراں جانی من جانا مرنج — چوں درونِ جان من پنہاں توئی

دردِ خسرو ہر زماں افزوں تر ست

از که گیرم عیب چوں درماں توئی؟

۱۸۶۹ [1]

ہر شبم کآہم بہ عالم دم زدے — آتش اندر خرمن عالم زدے

سوخت جانم را غم و غم سوختے — ذرہ اے سوز من ار بر غم زدے

گر دلم را دست بودے بر فلک — دبدبہ سقفش کہ چوں برہم زدے

زیں زباں دانی اگر جم بودمے — آسماں را بوسہ بر خاتم زدے

در تن خاکے ز سلطانی بادے

خاک پایم آسماں را کم زدے

۱۸۷۰ [2]

اے ز روئے بت چشم جاں را رہزنی — زلف مشکن تا دلم را نشکنی

گفتمش "ایمن شو که من زانِ توام" — عید بر عمر است و آں گہ ایمنی

چیست کز دستم نه می نوشی شراب؟ — روشنم شد تشنۂ خونِ منی

ہر زماں گوئی "ہمناں از دوستاں" — چند را اندر بازی آباد افگنی

آخر ایں جان ست کز تن می رود — آخر ایں تیغ ست و بر من می زنی

ما ناره یادا مانِ آں یوسف دلم — آخر ایں خوں ہم در آں پیراہنی

پاک داماتی تو دانی چاره چیست؟ — ماو معشوق وے ز تر دامنی

تا چه خواہد شد نه دانم حال من — من اسیر تیغ خوباں بودنی

خسروا از کندن جاں چاره نیست

چوں نه می یاری که دل را برکنی

---

[1] دریں غزل محذوف است [2] دریں غزل محذوف است۔

۱۸۷۱

ترک من بر شکل دیگر می روی　　با مه از خوبی برابر می روی
چیست بر بستی قبای فتنه را　　گوئی از میدان به لشکر می روی
بر سر خود راه کردم مر ترا　　بر حقی گر بر سرم بر می روی
چند گوئی در روم در چشم تو"　　دیده در راه ست گر سر می روی
دوش گفتی "مردم چشم توام"　　وین زمان در چشم من در می روی

سوے خسرو بیں که خاک پاے تست
اے که باد افگنده در سر می روی

۱۸۷۲ ؎

تا فراقت تاخت بر من یارگی　　ساختم با محنت و آوارگی
دل ز ما بردی زهے جاں پروری　　خون ما خوردی چرا ای غمخوارگی
چاره ناچارست چو ما فرماں بریم　　چارهٔ ما ساز در بیچارگی
چوں عنانِ صبر بردی از کفم　　یک زماں در کش عنانِ بارگی

وارہاں یک دم ازیں بے داد و غم
زاں که شد بے داد و غم یک بارگی

۱۸۷۳

من نه دیدم چوں تو هرگز دلبرے　　سرکشے عاشق کشے غارت گرے
از زمیں پنهاں نه ماند آفتاب　　گر برآئی بامداد از منظرے
من سرے دارم که در پایت کشم　　گر تو در خوبی نه داری همسرے
از کجا بر روزگارِ من فتاد؟　　چوں تو سنگیں دل بلاے کافرے
دست نه بر سینه‌ام تا بنگری　　آتش پوشیده در خاکسترے
ماند چشم روز و شب در چار سو　　تا مگر ناگه در آئی از درے
من که از خود بر تو غیرت می برم　　چوں توانم دیدنت با دیگرے

؎ درین غزل محذوف است ؎ در نسخه بیت ذیل الحاق است: از تو یک ناز و ز خوباں عالمے ؛ از تو تیرے در دو لهاے لشکرے

هر که دید از چشم خسرو خون روان
گشت هر مو بر تنِ او نشترے

۱۸۷۴ ؎۱

آمد آں شادیٔ جاں بر مادی — شادی افزود مرا بر شادی
پایش افتادم و لب بگرفتم — گفت "بگذار کجا افتادی؟"
گفتم "آں کردم چوں باد صبا — از دلِ غنچه گره نکشادی"
سرو در آرزوے بندگیت — گله ہا می کند از آزادی
یاد داری که ازیں پیش ز لطف — باده بر یاد خودم می دادی
کرد بیداد تو بر خسرو جور
نستد داد ولی از بیدادی

۱۸۷۵ ؎۲

هر شب اے ماه کجا می گردی؟ — از منِ خسته جدا می گردی
گر به ذکر تو همی گردد دل — هیچ گردِ دل ما می گردی؟
زرقِ چهره به کف چوں خط خویش — همه در گردِ بلا می گردی
با خطِ خویش بگوئی "کامشب — گردِ خورشید چرا می گردی؟"
من کجا تا به کجا در طلبت — تو کجائی و کجا می گردی؟
من دهن باز چو گل منتظرت
تو پریشاں چو صبا می گردی

۱۸۷۶ ؎۳

آں که مرا در دل ست گر به کنار آمدے — کے ستم روزگار بر منِ زار آمدے؟
یار ز دستم برفت کار ز دستم نه ماند — کار بدستِ منست اگر دست به کار آمدے
دست من آں گه که گشت از سرِ زلفش جدا — کاش که پایے حیات بردمِ مار آمدے
صبر و دل از من برفت قدر ندانستمش — از پے ایں روزگار ایں دو به کار آمدے

---

؎۱ درین غزل محذوف است ؎۲ درین غزل محذوف است ؎۳ درین غزل محذوف است۔

از پے سالے مگر روے نما یا چو گل | غنچه که بسته قبا باد سوار آمدے

خسروا از آں یک کنار جا به میاں ریختے

آں که رفت از میاں گر به کنار آمدے

١٨٧٧ له

گرچه سعادت بسے ست در فلکِ مشتری | در حوادث هم است از پے انگشتری

عقلِ حوادث نه پخت در پسِ نه پرده زنگ | رخنهٔ بال من است در فلکِ چنبری

راست روی پیشه کن همچو سحاب سپهر | بو که ازیں در بو گاه جاں به سلامت بری

حرف طلب کن نه نقش کز ره معنی خطاست | معتقد پایه از دست به صورت گری

سوزشِ عشاق تو هست چو آتش به دل | نه ز پے مردی ست دولتِ خاکستری

قابل عصمت نیند پند نه گویند از سگ | مغ نه شود پارسا سگ نه شود چهبری

گرچه در آخر زماں پرورش دیں کم ست | عدل خلیفه بس ست از پے دیں پروری

قطب جهاں کاهلِ ملک خدمتی اے سو(کشتن)

جمله سر آرند پیش تاجِ شهی بر سری

١٨٧٨ غ

اے رفته در غریبی باز آ که عمر و جانی | یا خود چو عمر رفته باز آمدن نه دانی

در راه تو بمیرم گرچه ترا نه بینم | بارے خلاص یابم از تنگِ زندگانی

رفتی و زار زدیت بر لب رسید جانم | ماناکه زنده یابی باز آ اگر توانی

از ما چو آشنایاں بر داشتند دل را | اے جان زار مانده تو هم ببر گرانی

اے صاحب ملامت خفته به خواب مستی

تو در شب سلامت احوال من چه دانی!

١٨٧٩ ت

اے باد باز بر سر کوے که می روی؟ | بوے که رهبرت شد و سوے که می روی؟

---

له درین غزل محذوف است ره درین دو بیت ذیل زائد ست سه ز آں جا که رفته ای تو نظر جستی از سلامے بر دست یاد بادے از خاک و خشک تا زیں بخت به سامان کامے نیافت خسرو۔ بر باد آرزو شد سرمایهٔ جوانی۔

چنداں گل و شگوفہ کہ ہستند خاکیات — در جستجوے روے نکوے کہ می روی؟

با ایں نسیم خوش کہ تو داری بہ بوستاں — جاے دگر بگو کہ بہ بوے کہ می روی؟

زیں گونہ کز تو طرۂ سنبل معطرست — تو بہرِ بوے کردنِ موے کہ می روی؟

خوش می شود دلت کہ گذر می کنی بباغ — دانی بہ گردِ گلبنِ روے کہ می روی؟

آں جا روی مگر کہ جہانے اسیرِ دل — در کوے تو رواں تو بہ کوے کہ می روی؟

خسرو ز تشنگی بیابانِ ہجر سوخت
اے آبِ زندگی تو بہ جوے کہ می روی؟

١٨٨٠

یک رہ بکن ز غمزۂ خونیں اشارتے — کافتد ز فتنہ در ہمہ آفاق غارتے

چندیں بہ شہر دزدیِ دلہا کجا شود؟ — در دیدہ گر ز چشمِ تو نبود اشارتے

آں را کہ می کشی بہ ازیں نیست خوں بہا — از سر کنیش زندہ گر آئی زیارتے

گر بے رخت عمارتِ عمرم کند سپہر — بادا خراب یارب ازیں ساں عمارتے

گویند "دوستاں وعدہ بہ شمشیر می کند" — آں بخت کو کہ یابم ازایشاں بشارتے؟

مثل وصفِ آں جمال چگونہ کنم کہ ہیچ؟ — فیروز ز من نیست برانم عبارتے

عشق آتش ست خسروا گر سوزدت تنے
دانی کہ آتشے نبود بے حرارتے

١٨٨١ [١]

آمد بہار و سرو برآمد است قامتے — گل بر کشید بہرِ طرب را علامتے

گر دیدہ باد بر سرِ آں سرو جانِ من — گرداں چو باد گرد بر آں سرو قامتے

"قد قامت الصلاۃ" موذن زند بہ صبح — من نیم شب شوم بہ قدِ یار قامتے

تاراجِ غمزہ باش در آمد بہ شہر و کو — در خانہ اے نہ ماند متاعِ سلامتے

ہم خونِ عاشقاں گنہش را شفیع باد — چو نیستش ز کردنِ خوں ہا ندامتے

---

[١] دریں بیت محذوف است۔ [٢] دریں غزل محذوف است۔

ای پند گوے درگذر از پند بے دلاں — دانی کہ مست را نہ بود استقامتے
گفتار خویش بیہدہ ضایع چہ می کنی؟ — در حق گمرہے کہ کہ نیرزد ملامتے
داغم نہاد بر دل و در جانیم ہنوز — بہ زیں مخواہ سوختگاں را غرامتے
صد فتنہ زاب دیدہ نوشتم بر آشناں
خسرو بدہ نہ خواند ز بیم سہامتے

۱۸۸۲ [ل]

مردانہ می کشد بہ جفایم ستم گرے — تا میرم و دگر نہ دہم دل بہ دیگرے
راحت بود سیاست آں کس کہ بایدش — از غمزہ دور باشی و از ناز خنجرے
گفتم کہ "دوش با تو نشستیم راست ست" — بر خویش بستہ ام بہ ہوس خواب دیگرے
از غم مگر ز وادی ہجر استخواں برد — کز کعبۂ امید بیابد کبوترے
مائیم و خواب و بازوے آں یار زیر سر — وہ کے تہی تو در خم بازوے ما سرے؟
کے رہ کند بہ کلبۂ ما چوں تو آفتاب — ما نا خداے باز کند ز آسماں درے
یارب حلال خواب خوشا رچہ شبے زغم — روزے نہ بود پہلوے ما را ز بسترے
خسرو بہ سایہ اے ز درخت تو قانع ست
آں دولت از کجا کہ بہ دست افتدش برے؟

۱۸۸۳

اے صد شکست زلف ترا از پے خمے — در ہر خمیش ماندہ بہ ہر گوشہ درہمے (غ)
گہ گہ بہ ناز شانہ کن آں زلف را مگر — دلہاے دور ماندہ بروں آید از خمے
موئے شدم ز ہجر و تو گوئی کز ایں قدر — کاہ از پے من ست نہ گنجم بہ عالمے
در رشک آں کہ در غم تو گردم شریک — می میرم و غم تو نہ گویم بہ ہمدمے
گر جاں رود تو پرسش بیمار ہم میا — ترسم کہ در دل آیدت از دیدنم غمے
افسوس مردنم مخور اے بادشاہ حسن — زیرا گدائے مردہ نیرزد بہ ماتمے

---

ل؎ دریں غزل محذوف است ۔

چون درد کهنه در دل من یادگار تست — یارب مباد درد مرا هیچ مرهمی
گر بی تو در بهشت برندم ز غم ز آه — آتش در آن بهشت که گردد جهنمی
نبود عجب که مهر تو می روید از زمین
هر جا که از دو دیدهٔ خسرو چکد نمی

ت

۱۸۸۴

تا مرد هست سر که درو نیست مردمی — عودی که بوش نیست بسوزش به هیزمی
دو این چه کور بین که در شاهراه شرع — با صد هزار رهبر بینند ره گمی
عمر روان چو آب و تو معمار قصر خاک — چون آب چشمه نیست چرا در تیممی
شرمی که بهر مال شوی بندهٔ خران — چون بندهٔ خدائی و فرزند آدمی
چون با کسی بدیت بگویند از آن مرنج — کان هم خودی که در حق خود در تکلمی
از برگ سبز یاد کن و دل منه به باغ — ای بلبلی که بر سر گل در ترنمی
امروز باژگونه مزن نعل اسپ خویش[1] — فردا چه زیر خاک لگد کوب هر سمی
از تست بی نمازی خسرو دلا که تو
مردار افتاده به چه بلکه در خمی

غ

۱۸۸۵

ساقی بیا که موسم عیش است دم دمی — می ده که لاله گون شده از باده روح
رخ بر فروز زلف مسلسل گره بزن — تا بشکند جمال تو بازار مه ده
مه را به روی خوب تو نسبت کجا رسد؟ — ای رویت آفتاب و لبت [illegible]
شکر شد از خجالت لعل تو آب وار — [illegible] کشیده نوح و ط
خط معنبر تو چو دور قمر گرفت — کردند عاشقان تو تر ره دو روح
روح مجسمی تو نه عقل مصوری — ای روح عقل مثل تو نادیده [illegible]

---

[1] در ان بیت ذیل زائد است — ع مردم نه ای چه نقش بد اندر نهاد تست
دیوی که جای کرده در اندام آدمی۔

تنگ چو دید پیشِ رخ و قامتِ تو کرد — از شرمِ کارخانۂ صد سالہ طے
مطرب کن حدیثِ دورِ زماں جامِ بیا — تا باغِ روح را دہم آبے زمے
می خورد غمِ دل و دیں خسروا دگر — بکشا بہ مدحِ خسروِ آفاق لب

۱۸۸۶

بہ بت نمائے مرا رہ اگر بدیں نتوانی — بہ مہر کش سگِ خود را اگر بکیں نتوانی
مجھم نوازی و گاہے بود کہ تیغ برانی — مرادِ تست چناں کن اگر چنیں نتوانی
بہ ناز گوئیے بوسے دہم اگر بدہی جاں — من آں توانم کردن ولے تو ایں نتوانی
بیا و تکیہ بریں چشمِ شب نخفتۂ من کن — کہ با چنیں تن و اندام بر زمیں نتوانی
مکن چو تلخ کہ جاں میبری بگفتۂ شیریں — مرا بہ زہر کشی کز انگبیں نتوانی
بترس ازآں کہ شنیدست تا بروز نخفت — کہ ناشنیدن ایں نالۂ حزیں نتوانی

دلا بکش ز بلند آستانت دامنِ دعوی
کہ خاک رفتن آں جا بہ آستیں نتوانی

۱۸۸۷

تو می روی و بہ نظارۂ تو چشمِ جہانے — بگو کہ آگہی از عاشقانِ دلشدہ گانے
بکشت خال بہ بالائے ابروئے تو کساں را — کہ زیرِ دستِ قنادش چناں کمند و کمانے
درا بروے تو نہ یک دل ہزار اندیشہ فزود — بہ من ز زاغِ دل آں گہ کہ دارد از تو نشانے
برہمناں کہ پرستند آفتابِ فلک را — مگر کہ ہندوے ما را نہ دیدہ اند زمانے
غلامِ پنجۂ مرغولِ ہندوانہ ادیم — کہ ہست ہر خمِ موے از او شکنجۂ جانے
کراں کمانی آں ہندوے کماں کش چابک — بہ ہیچ پنجۂ ترکی رہا نہ کرد عنانے

---

ل؎ درین بیت ذیل زائد است ؎ لب بر لبِ نگار نہ از دست می دہد، خالی مدار از قدح و بادہ ہم دمے۔ ؎ درین بیت محذوف است ؎ درین دو بیت ذیل زائد است ؎ خوش ست باغ و لیکن لم نہ ایستاں جا۔ کہ تو چو او شدن از برگِ یاسمیں نتوانی ؎ نخست از سرِ جاں خیز خسروا پس آں گہ۔ بہ آشکار بہ روزن پس از کمیں نتوانی ؎ درین بیت محذوف و بجائیش بیت ذیل اضافہ است ؎ بر بخت آبِ رخِ بے دلاں بہ خاکِ درِ او۔ چہ کم شود کہ اگر ترکند بہ لطف زمانے۔

به خارِ هجراں خسرو صبور باش که هرگز
رطب نیابی ازیں بستگی ز پسته دهانے

۱۸۸۸ ل

بسے نه ماند که جانے برون رود ز غریبے | هنوز می نه رساند مرا ز زلفِ تو طیبے
مباد خواب خوش آں شوخ را که غمزهٔ شوخش | فگند خارِ مغیلاں به خواب گاهِ غریبے
ز دردِ عشق بمردم خبر دهید رفیقاں | اگر مفرّح صبرست در دکانِ طبیبے
نه دادی ام چو ضمانے بتیغ نه همام اکنوں | اشارتے به کرم جانِ من به سوے رقیبے
زکوٰۃ حسن بده زاں به سر چه می رسی اے چه | نه می رسد به گدایانِ دور مانده نصیبے

به گاهِ دیدنِ تو از بلا چه غم خورد خسرو
چه غم نظاره‌گیِ شاه را ز چوبِ نقیبے؟

۱۸۸۹ ع

هلالِ عید نمود اے مهِ دو هفته کجائی؟ | که دوستاں را رُخے چو عیدِ خود بنمائی
برون خرام کله کج نهاده تا به نظاره | ز پرده ها به درافتند لعبتانِ ختائی
اگر تو باد به سر می کنی رسد که به خوبی | چو غنچه لعل کلاه و چو سبزه سبز قبائی
نمازِ عید به محراب ابروے تو کنم من | نه من که جمله جهاں چوں به عیدگاه درائی
چراروائی اشکم به پیش روے تو نبود | گلاب را بود آخر به روزِ عید روائی
هر آں چه در دلِ من بود ریختند به صحرا | دو چشم من که به خونم همی دهند گوائی
بخواں به نزدِ خودم تا چو بخت سوے تو آیم | کجاست دولت آنم تو به سوے من آئی؟

به جور می کشم ایں جرم خسروست نه از تو
که تو چو لطف ملک جاں فزاے عمر فزائی

۱۸۹۰ ب

سلام و خدمت ما اے صبا به یار بگوے | فغان و زاری بلبل به نوبهار بگوے
برفت طاقتِ صبر و نه ماند قوتِ عقل | بگوے حالِ من او را و زینهار بگوے

---

ل درین غزل محذوف است ع درین غزل محذوف است ـ

زخونِ دیدہ ہمہ دستِ من نگار گرفت
مگر کہ دست بگیرد بداں نگار بگوے

ہزار جور کشیدم ز غم کہ نتواں گفت
یکے اگر بتوانی از آں ہزار بگوے

اگر ز بندہ فراموش کرد یادش دہ
وزیں سخن دو سہ بر وجہ یادگار بگوے

بنائے عافیتم کاستوار بود از صبر
خراب شد ز غمم دارِ استوار بگوے

حدیث چشم چو دریا بگوے زیں بگذر
چو زیں گذشت حدیث لب و کنار بگوے

١٨٩١ ے

یار است و صد کرشمہ شہر است و خوب روئے
مائیم و طعنِ دشمن خلقی و گفتگوئے

او باد کند بہ شوخی من جز نکو نہ گویم
چوں گویم ایں کہ با من بد می کند نکوئے

موے میانت نشست اندر تنِ چو مویم
با آں کہ در نہ گنجد موئے میانِ موئے

یک رہ ترا ببینم پس پیش تو بمیرم
من بیش از ایں نہ دارم در عالم آرزوئے

ابروت ہمچو چوگاں اے شہ سوار خوباں
حالے برائے بازی دارم سرے چو گوئے

مجنوں شنیدہ باشی کز دست عشق لیلیٰ
بیش آے تا ببینی در ماندہ زار زوئے

تو می روی و خسرو نعرہ زناں بہ پشت
سلطان و صد تجمل بیچارہ وش و ہائے ہوئے

١٨٩٢ ے ت

اے باد صبح گاہ بہ من نام او بگوے
خوناب غیرتم بہ لب جام او بگوے

جاں کو کہ خوش برآیدم از زیر پیش او
چیزے دگر نگوے ہمیں نام او بگوے

بستاں دعاے سوختہ اے وز لبش مرا
آلودہ کرشمہ و دشنام او بگوے

با دست ایں خیال نہ می دانم ایں قدر
آں کیست در طواف برآں بام او بگوے

شبہا منم ز غمزہ او غرقِ خونِ ناب
ایں ماجرا بہ نرگسِ خودکام او بگوے

پیغام داد کز سر تیغت سر افگنم
حاجت بہ تیغ نیست بہ پیغام او بگوے

---

لہ درین بیت محذوف است ٢ہ درین غزل محذوف است ٣ہ درین غزل محذوف است۔

دامے ست جانِ خسروؔ از آں روئے ہمچو مہ
گر ممکن ست بر رخِ گل فام او بگرے

۱۸۹۳[1]

گاہم ز غمزہ ہا ہدفِ تیر می کنی    گاہم ز بونِ چشم زبوں گیر می کنی
من جامہ کاغذیں کنم از رشکِ کاغذ    کاں را چو برگ گہ ہدفِ تیر می کنی
خوں ہا کہ می خورانی ام از تو بدیں خوشم    گوئی بہ کامِ من شکر و شیر می کنی
شب گوئیا بہ خواب لبم بر دہانِ تست    ایں خواب را بگو کہ چہ تعبیر می کنی؟
من از غمت خمیدہ، تو گوئی جواں شدم    خوش خندہ اے ست ایں کہ بہ تدبیر می کنی
گفتی "بلا رسد کہ بہ خواریت می کشد"    جانِ عزیزِ من تو چہ تقصیر می کنی؟

ہر دم مگو ز یاریِ خسروؔ مراست ننگ"
زیرا سخن موافقِ تزویر می کنی

۱۸۹۴[2]

اے یار پر نمک جگرم ریش می کنی    قصدِ ہلاکِ سوختۂ خویش می کنی
از دیدہ شرم دار گرت بیم آہ نیست    بے موجبے چرا دلِ من ریش می کنی؟
آخر کجا روا بود اے ناخدا ترس؟    ایں سلطنت کہ با منِ درویش می کنی
جانا ز طعنہ کشتہ شدم کایں دلِ مرا    آماجِ تیرِ دشمن بدکیش می کنی
چشمت بہ خواب می رود آں مست را بگو    "آخر چہ کردہ ایم کہ در پیش می کنی؟"
جورے کہ می کنی تو مرا آں نہ می کشد    ایں می کشد کہ پیش بد اندیش می کنی
گر بوسہ خواہم از مژہ گوئی جواب تلخ    بوسہ بدہ چرا سخن از نیش می کنی؟

خسروؔ بہ آرزو چہ خیالت بہ جاں خرید
در کار او ہنوز چہ فرولیش می کنی؟    ت

۱۸۹۵

اے کہ بہ چشم تو نیایم نمے    یک نظر آخر بہ چہ من درہمے

---

۱ درین غزل محذوف است ۲ درین غزل محذوف است۔

گفت کہ "از مات فراموش گشت" / کاش فراموش شدی یک دمے

عالم غم بے تو مرا بر دل ست / لیک دلت را چہ غم از عالمے؟

بے غمی از عمر توئی شادی است / شادی آں کس کہ ندارد غمے

ایں دل پُر ریش کہ خالی کنم / وہ کہ نہ دارم بہ جہاں محرمے

ہست دریں دردِ منِ خستہ را / مرگ سزاوار تر ازیں مرہمے

بر منِ اگر گریہ نہ می آیدت

وام کن از دیدۂ خسرو نمے

۱۸۹۶

ہر کسے را ہوائے سیم و زرے / من مسکین و داغ سیم برے

ہست در خوں ز گریہ مردم چشم / چوں گریبے بہ دست بار گرے

شبم ار تا قیامت ست چہ باک؟ / گر ز روے توام دمد سحرے

تو بہ یک غمزہ لشکری گر من / کشتم از عقل و جان و دل حشرے

بیار گو یا ترا چہ درد کند؟ / زخم پیکاں بہ سینۂ دگرے

خورشِ صوفیاں شکر باشد / نقل مے خوارگاں بود جگرے

ہمہ کس ذوق خرمی گیرد

ذوق غم گیر خسروا قدرے

۱۸۹۷ ۲؎

بتِ من بت پرست را چہ زنی؟ / مستم از عشق، مست را چہ زنی؟

روے خود پوش، چشم را چہ کنی؟ / بت شکن بت پرست را چہ زنی؟

آخر از شست دوده کن یک تیر / بہ یکے تیر شست را چہ زنی؟

عالمے در رہت نشستہ بماند / راہِ اہلِ نشست را چہ زنی؟

من کہ بر آستانت پست شدم / لگد قہر پست را چہ زنی؟

---

۱؎ درین دو بیت ذیل زائد است: ہر کہ جانش ہست و جانانش نیست - او نہ دارد ز زندگی اثرے؛ بہر من گر جہاں بود پر غم کہ زیادست یا ز بیش ترے ۲؎ درین غزل محذوف است۔

چوں زبردست را بیازاری زد　　خود بگو زیردست را چه زنی؟

تیغ بہر شکستِ کافر زن

۱۸۹۸　خسرو پر شکست را چه زنی

ہیچ شکر چو آں دہاں دیدی؟[۱]　　ہیچ تنگِ شکر چو آں دیدی؟

ایں زمانت که در کنار آمد　　جز کمر ہیچ در میاں دیدی

در چمن ہمچو شمعِ مجلسِ ما　　طوطیِ آتشیں زباں دیدی

در سخن جز شرابِ آتشِ فام　　ز آب آتش نشاں نشاں دیدی

راستی را شمایلِ قدِ او　　ہیچ در سرو بوستاں دیدی؟

پرتوِ روئے او بگو روشن　　ہیچ در ماہِ آسماں دیدی؟

ہمچو غرقاب عشقِ او خسرو

ہیچ دریائے بے کراں دیدی؟

۱۸۹۹[۲]

گر منت می کنم عناں گیری　　تا کے از چوں منت کراں گیری؟

ہر زماں از کرشمۂ ابرو　　بہر خوں ریز من کماں گیری

دل گرفتار تو از آں کردم　　که مرا از برائے جاں گیری

غمزہ و چشم تو نکو داند　　ایں زبوں کردن آں زباں گیری

آفتابی و کے نہ خواہم گفت　　کہ تو زاں چیز ہا جہاں گیری

بیں دہانِ چو خاتمِ خود را　　تا خود انگشت در دہاں گیری

منم و ہر دو مردمِ چشمم　　کہ دو سہ بندہ را یگاں گیری

بوسہ گفتی دگر لبت گیرم　　ایں نہ باید حساب آں گیری

گو بدت دل کہ ترکِ خسرو گیر　　ترسم از کودکی ہماں گیری

---

[۱] دریں غزل محذوف است [۲] دریں غزل محذوف است۔

۹۰۰
دوش می گفت پیر ترسائے — باده دارم ز مرد دانائے
کاندرین دور مے پرستاں را — نیست خوش تر ز میکده جائے
درد نوشان و کنج دیر مغاں — خلق عالم به هر تماشائے
بر سر چار سوئے خطۂ عشق — نیست خالی سرے ز سودائے
زاهد و باغ خلد و ما و حبیب — هر کسے را بود تمنائے
ساقیا زاں قدح که می نوشی — جرعه اے ده به بے سر و پائے
خوش بود جام باده نوشیدن — خاصه از دست مجلس آرائے
در تردد گذشت عمر عزیز — همچو من نیست مختلف جائے
شد ز مهر تو ذره ساں خسرو
هرزه گردے و باد پیمائے

۹۰۱ [۱]
اے ز زلف تو مشک تر بوئے — وز میان تو تا عدم موئے
گل ز تو نرم شد چناں که به باغ — بزمیے می کند به هر توئے
ماه نو گردد از تو زیر و زبر — گر اشارت کنی به ابروئے
پیش چوگان زلفت از سر حال — سر زده می دویم چوں گوئے
چند جا خویش را کنم قرباں؟ — کت نه بیند کسے ز هر سوئے
یار من رو متاب یا بنمائے — جائے دیگر چو روے خود روئے
پهلوے من نشیں که بے تو شبے — بر زمینم نه سود پهلوئے
غنده اے کن که بے خیال لبت
در دخسرو نه دید داروئے

---

[۱] درین غزل محذوف است [۲] درین غزل محذوف است۔

۱۹۰۲
تا تو روے چو ماہ بنمائی — نتواں دید بار روے بینائی
نیم بالای تو نباشد سرو — کہ تو سرو تمام بالائی
نہ تماشا قدم چہ رنجہ کنی؟ — تو کہ سر تا قدم تماشائی
گوئی از حسرتِ نبات لبت — شیشہ گرگشت چرخ مینائی
روے بنماے تا زدودارم — گرد رخ آئینہ مصفائی
پیشِ تو زاں کہ بر زدائی زنگ — نتوانی کہ روے بنمائی
پیشِ زلفت فتادہ ام شبہا — دیو می گیردم ز تنہائی
بستہ زلف را بگو بارے — کاے فلاں در کدام سودائی؟
بے تو چوں زلفِ تو پریشاں حالم — چہ شود گر بہ رفق پیش آئی؟
بوسہ اے چند بندہ خسرو را
بر لبِ خود برات فرمائی

۱۹۰۳
چو کار جہاں نیست جز بے وفائی — درو با امیدِ وفا چند پائی؟
رہا کن چرا می کنی قصر و ایواں — بجاے کہ بنود امیدِ رہائی
بلندم فتادست ہر یک کہ بینی — بگرداندر و در ہواے ہوائی
اگر آدمی غرقہ گردد بہ دریا — از آں کہ با کس کند آشنائی
اگرچہ بسے درد ہاست لیکن — جدا گانہ دردے ست دردِ جدائی
چو دیدی کہ ہستی بقاے نہ دارد — ز ہستی چہ لافی درین لابقائی
مرو بہر مشتے درم نزد ہر خس — مکن خدمت گاو چوں روستائی
بجیبِ فلک خسروا دست در کن — بہ ہر جا چو دوناں چہ دامن کشائی

---

۱ درین بیت محذوف است ۲ درین بیت محذوف است ۳ درین بیت محذوف است ۴ درین غزل محذوف است۔

۱۹۰۴

مرا دوش گویی به خواب آمدی | به کف کرده جامِ شرابت آمدی
کنون هست جان کندنم زان خمار | که در خواب مستِ خراب آمدی
ز حیرت به خواب اجل می روم | به بیداریم نئے به خواب آمدی
به دل بردنم آمدی عیب نیست | تو مستی به بوی کباب آمدی
شبے داشتم تیره از روز بار | شبم خوش که چون ماهتاب آمدی
چو جستند از گریهٔ من سبب | تو بودی که بر روے آب آمدی
کجا بودی اے اخترِ نیک فال | که مه بودی و آفتاب آمدی
به قهر ار چه کامل شدی هم خوشم | که در تیغ حاضر جواب آمدی

دل خسروا از تو نه شد هیچ دور
به ره گرچه پس ماهتاب آمدی

۱۹۰۵ [۱]

ز من بر شکستی به یک بارگی | در وصل بستی به یک بارگی
در افتاده بودی به دامم چه سود | که از دام جستی به یک بارگی
بیا کز جدائی بر انداختم | همه ملکِ هستی به یک بارگی
مگر در دلت مهربانی نماند | که پیمان شکستی به یک بارگی
برفتی و یا با سگالانِ من | به عشرت نشستی به یک بارگی

چه مے خورده ای خسروا که دگر
ز اندوه رستی به یک بارگی

۱۹۰۶ [۲]

ولے دارم اما جز از گلرئے | غم از حد گذشت و غمخوارئے
دل خویش خواهم سپردن بیار | که بے دل تواں بود نه بے یارئے
نگارا تماشا کنم در خیال | رخ تست دل سوے گلزارئے

---

[۱] درین غزل محذوف است۔ [۲] درین غزل محذوف است۔

ز خونم کہ چشمت چو من می خورد — شباں روز مست ست و ہشیار نے

ترا کار گرگرد حسن ء مرا
بجز خوردن غم دگر کار نے

۱۹۰۷

افتاد بازم در سر ہوائے
دل باز دارد میلے بہ جائے

او شہر یارے من خاکسارے
او پادشاہے من بے نوائے

بالا بلندے گیسو کمندے
سلطان حسنے فرماں روائے

ابرو کمانے پستہ دہانے
نازک میانے سنگیں دغائے

زیں دل نوازے زیں سرو نازے
زیں جو فروشے گندم نمائے

بے او بہ بخشد خورشید نورے
بے او نہ دارد عالم صفائے

ہر جا کہ لعلش در خندہ آید
شکر نہ دارد آں جا بہائے

ہر لحظہ دارد دل با خیالش
خوش گفتگوئے خوش ماجرائے

گر چشم خسرو تیرش بہ بیند
دیگر نہ بیند چشمش بلائے

قصائد
اگرچہ خسروِ روئے زمیں شدم بہ سخن
ہم از وفا سوئے تو روئے بر زمیں دارم

# بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## در توحید

زباں کہ بر درِ معنی کلید گفتارست
زبہر شکر و سپاس یکے جہاں دارست

تبارک اللہ باکن ز نورِ عرفانش
متاعِ سوز ہزاراں خیالِ افکارست

دو حرفِ لائے شہادت دو خارِ سر تیز است
کہ پاے سرعتِ افکار ازآں دو دل افگارست

زگنجِ معرفتش کے بہ سیر یابد کس
چو بر خرد ہمہ درہائے از مسمارست

خیال می رود و قفلِ معرفت سخت ست
نسیم می دزد و حفرِ کوہ دشوارست

بہ دل زلعلِ گراں مایہ ذرہ خاک ست
بہ زخم صورت اگر کاہ گاہِ کہسارست

بلند کنگرِ شاہ کمند عیارے
ضعیف رشتۂ باریک تار و یک تارست

لوامع صفتش ہست چشم پوش عقول
چو آفتاب کہ نورش حجابِ ابصارست

حکیم گفت شناسم بہ عقل یزداں را
زہے کمالِ حماقت وہ ایں چہ گفتارست؟

کمینہ جوہرِ صنعش بہ پیشِ کلکِ حکیم
زمردی ست کہ در پیشِ دیدۂ مارست

از ایں چہ سود و زیاں در کمالِ حکمتِ او
کہ بو علی مقر و ارسطو بہ انکارست

چہ آہوئے ست بزرگ ایں کشادنِ نافہ
کہ بوئے مشک در اثبات و نفیِ عطارست

کجا بہ چرخ رسد تیرِ فکرِ افلاطون ؟
کہ تیرِ چرخ ہم ایں جا بہ پاے خود خارست

سپہرِ پیر نہ دارد خبر زہیاتِ خویش
کہ ثابت ایں زچہ شد واں چہ شد کہ سیارست؟

هیچے کہ کند صد غلط بہ تختۂ خاک — ز نورِ چرخ چہ داند اگرچہ ہشیارست؟
کسے کہ لاف شناسائیش بہ علم زند — یقیں بداں کہ ہماں بارگیرِ اسفارست
ز گنج خانۂ سلطاں کجا خبر دارد ؟ — گرہ بُرے کہ ز بہرِ دو فلس طرارست
بہ کنہِ حق نہ رسد عارف ارچہ دانندہ ست — بر آسماں نہ پرد جعفر ارچہ طیارست
بہ ارعنانِ ادب درکشم دریں میداں — کہ نہ فراز نشیبش بہ پاے رہوارست
سخن کہ عزت تحقیق نیست اندر وے — چو بانگِ گاؤ بہ نزدیکِ عاقلاں خوارست
دہان بیہدہ گویاں بداں جرس ماند — کہ در گلوے ستوراں بہ نالۂ زارست
ز تیرہ دل مشنو آں کہ علتش گوید — چو آفتاب کہ علت ز بہرِ انوارست
بہ ترک نور نہ دارد چو قدرتے خورشید — کسے کہ مضطر و عاجز بود نہ دادارست
ہموں ست قادرِ مطلق کہ خالق ست چہ خواست؟ — نہ خلقے ست کہ خلقش ہمیشہ ناچارست
دراں محل کہ دزد بادِ قدرتش عالم — میانِ صدمہ و صرصر خسے سبکسارست
مہیم نیست کز و صد ہزار عالم صنع — بہ ناپدیداریٔ ہر ذرہ اے پدیدارست
جہاں نوشتۂ کلکش دراز طومارست — کہ عقل و نفسِ فلک پیچ پیچ طومارست
ز بحرِ صنع حبابے ست سخت وست بقا — کہ پیشِ دیدۂ ما نہ سپہرِ دوّارست
مبیں کہ نہ فلک و عالم است ہژدہ ہزار — کہ نیست یک اثر از صد ہزار آثارست
مگو کہ ہست ز انگشترین چرخ گراں — کہ در اصابۂ رحمانش نے چوبے بارست
از دست دَورِ مہ و مہر نے ز گردشِ چرخ — کہ دائرہ زنگارندہ نے ز پرگارست
پدید کرد جواہر مجرد از مادہ — کہ در خزانۂ ملکش بہ سلک اظہارست
یکے ست نفس کہ ہست او مدبر ابداں — کہ بہر ہر بدنے روز و شب بہ تیمارست
دگر دوم طلبی عقل جوہرے ست کہ آں — نہ در تعلقِ کارِ دیار و دیارست
نہے عجائبِ صنعش کہ در ردائح کن — دلا رسہ پشت نہ دمر دیعفت و زن چارست

نبات و معدن و حیواں درایں حدیقہ کنوں — سہ میوہ اے ست کہ از یک درخت آں بار است
یکے ست سنگ و جمادی ملوّن و سادہ — کہ از مشابہت دو شریک بیزار است
دوم چہ شعلہ وزاں تکیہ کرد بر بالش — گہے بہ کنج حرم گہ بہ صفہ نار است
سوم روندہ و گرداں خزانہ خانہ جاں ست — کہ بہر نقب خزانہ بسیش ہنجار است
درآں خزینہ چہارم گراں بہا گہرے ست — کہ قیمتش نہ و دو عالمش خریدار است
ازآں سہ حاصل سود و زیان و لذت و ذوق — بریں یکے کہ یگانہ ست جملہ ایثار است
وجود آدمی از عین عزتش عکس ست — چو عکس آب کہ از آدمی نمودار است
تراست دیدہ بے نور اگر بہ نشناسی — کہ سنبل حبشی بہ ز سرو فرخار است
بہ حکم احسن تقویم بہ ز ماہ نو ست — بہ دست ما سر ناخن کہ ماہ نو دار است
چو نیستی ست پس و پیش ایں دو روزہ خیال — معمران جہاں را چہ لاف اعمار است؟
چرا بہ خاک نہ سائیم پیش او رخ و چشم — کہ او ز خاک مرا دادہ چشم و رخسار است
ز آب و گل تن مردم چو قلعہ اے آراست — بہ شکل تنگ و بہ معنی جہان اسرار است
درو کشید چو عنصر چہار بازارے — کہ رخت ہر دو جہانش بہ چار بازار است
خزینہ دار نفائس بہ سینہ دل را ساخت — خرد وزیر شد و جاں سپاہ سالار است
نخست حسن بروں را بہ تجربت بنگر — کہ ذوق و فایدہ در ہر یکے چہ مقدار است؟
دگر حواس درون بینی آں خود اندر تن — ہزار عالم مستور خاص ستّار است
تو حس مشترک و وہم فہم صورت کن — کہ برگ آئینہ جاں بغیر زنگار است
بہ شرح مردم اگر بیش ازیں برون یزم — صحیفہ گرد کہ آرد کہ آسماں بار است
دمے بہ جام دہم شربت نبات بہ خلق — کہ ایں شراب نہ اندر دکان خمّار است
نما و نشو نہ دانی تو و ہمیں دانی — کہ لوح خاک زمرد ز ابر دُر بار است
نمونہ سبزہ برآرد ہمی سر از بالش — کہ خفتنش بہ نہانی گرم گلزار است

به هر صحیفهٔ برگ ست نورِ حکمتِ او — نوشته چوں لقبِ شه بروئے دینارست

به رنگِ آب دگلِ نازنین و دانهٔ نار — که این چو قطرهٔ آب آں چو دانهٔ نارست

ببیں که چند به هر یک نقاوه و معنی ست — به رنگ اگرچه گلِ نار هم چو گلنارست

دگر به جانور آیم که جاں همون داده — به مرغ و ماهی و انسان و گرگ گفتارست

تلطفے ست نه عذر ایں که در جریدهٔ رزق — به زی سلیم دل از بهر گرگ غذا رست

ز طوطی ست مگس بیشتر به مرتبه کو — به فرقِ شاه و گدا ایں به کنج دیوارست

به بے نیازیٔ او کعبه چوں ترا با تست — در آفرینشِ او مکه چوں ملیبارست

نه ز آدمی و ملک نقشِ نسبتش فخر ست — نه از ستور و مگس آفرینش عارست

چه رمزهاست تعالی الله ایں به ملک قدیم — که بے غم ست سگ و سگ مصاحبِ غارست

شده بلالِ سیه بر جمالِ ایماں خال — ز کفر عزِ عرب عمِ مصطفیٰ خوارست

حرارتے به زباں کرد در رهش منصور — کزاں حرارتِ خود جلوه کرده بر دارست

جهود به ز منافق کسے که رد سیه است — به از کسے که ز بیش سفید رخسارست

به صدق دامن ابرار گیر کاں بادے — که باد رحمتش آورده باد ابرارست

چه باک رهروِ حق را که ره نه آسان ست؟ — چه غم کبوترِ حج را که ره نه هموارست ؟

ولیکن افسرِ دولت به آں کس آراید — کش از خزانهٔ اقبال دُرِّ شهوارست

ملک هموں ست که عرش آفریده و هرچه درو ست — نوشته نقشِ ملک در سرِ ستمگارست

هموں کلاه سرے می دهد به تاجوری — که از کلاه سلاطیں به پایش افزارست

گدائے بے سر و پا هم به خارِ خوارش زد ست — که گاه خار به پا یست و گاه سر خارست

یکے ز موهبتش پادشاهِ هر دو جهاں — یکے امیرِ خراسان و غورِ ضیا رست

که انار بر درش آناں که سنگِ سدهٔ شاں — ز سیمِ جبههٔ شاهاں چو سنگِ معیارست

به دست او سطِ عنانِ ارادتِ همه کس — که هر طرف ز پے هر ضمیر مضمارست

به سوی کعبه ز بت خانه رهنمای همون ست    که هر کس از پی معبود خود به پیکار ست

به عشق و کفر فزون می دهد کسان را میل    که هر کسی نه سزای بهشت و انهار ست

کلید در الف امر اوست در قفلی    که برد هان دل آهنین کفار ست

بزد به زخم گهش منکران احمد را    که طعن شان پس از آن سرزنش به حقار ست

هم از دویست ردا قفص نشانهٔ لعنت    که سنگ زن ست پریشان سرانه معمار ست

همون فگند به دلها ز بو تراب غبار    که خاک بر سر مردن به فرسیار ست

دوای این سفها نیست جز به خنجر تیز    چو تندرستی گرگان ز پیش بیطار ست

کمال حکم خدادان سگی که این فن از اوست    دراز می دهدش رشته کرده قهار ست

هر آن دمی که نه بر یاد آورد نامی    نه آن دم ست که بادی در درون مضمار ست

بتر ز سنگ کلوخی ست هر که زد خالی ست    کلوخ و سنگ چو از ذکر او به گفتار ست

چه خاکسار بود طینتی که طاعت او    چنان کند که خری زیر گل به بیگار ست

جز از ریاضت توفیق او شود مرتاض    هر آن شموس که در راه او به رفتار ست

خوشا کسی که از او یافت ره به بستانی    که از عنایت توفیق در روی اشجار ست

کریم بنده نوازا تو نیک می دانی    که هستی من پر شر به رنگ اشرار ست

دو کاتب از پی جرمم قلم چو جعد کنند    که مو به مو ز پریشانیم در اقرار ست

فرشته گو که سر کلک خود سیه نه کند    ز حرف من که از او دیو هم در آزار ست

تنم سزا است که پران رود سوی آتش    همه پریدن من چون ز بال اشعار ست

مرا ببر به دل جمله خلق در دوزخ    که هیچ دوزخیی نی چو من ستمگار ست

به دوزخی که روم من رها فگن دگری    که دوزخیان را ز چون منی عار ست

چنین که از گل من چون گل وفا نه دمد    حساب من در فردوس بسته از خار ست

چگونه من ز تو سررشتهٔ امان یابم؟    که هر رگی که مرا در تن ست زنار ست

امیدوارم وبا ایں ہمہ زعینِ عطاست — سپیدئ رخِ خود کس سوادش آشکارست

اگر تو فضل نمائی پلید و پاک یکے ست — زفیضِ باراں خس بہرہ ور چو ازہارست

زبہرِ شستنِ لوحِ ہمہ ستم گاراں — زعینِ عفوِ تو یک قطرہ نیز بسیارست

گناہ من زیک آسیب بادِ رحمتِ تو — بریزد ار مثل افزوں زبرگ اشجارست

چناں بسوئے خودم کن کہ وارہم زنفس — کہ بامن از پئے گمراہیم در اصرارست

بقلبِ من درِ فتحے بدہ کہ نندیشم — زدیو ہر طرف ار صد سپاہِ جرارست

جناحِ حرص جدا کن ولے سپاہِ مرا — کہ ہمچو زاغ دداں در قفائے مردارست

بحرمتِ عشقم برافگن آں پردہ — کہ عقل و نفس دراو اجنبی و مردارست

مدح بچشمِ دلم روشنی جز از خاکے — کہ آں زشارعِ شرعِ رسولِ مختارست

وکیست بدرِ دجیٰ کاندر آسمانِ شرف — نجومِ اوست ہما جز صعودش انصارست

دوم عمر کہ تواں خواند عمر نامش را — بدہر عامرِ عدل و بشرع عمارست

سوم چراغِ دو نور آں کہ دودۂ قلمش — زلوحِ پاکِ خداوند کحلِ ابصارست

چہارمیں علی آں درکشائے علم و غزا — کہ ایں دو فتح اثر زاں ستودہ کردارست

دگر صحابۂ والا کہ مکہ باہمہ قدر — بگردشاں شدہ طائف بسانِ زوارست

نصیحتِ دلِ ایشاں کہ زمزمے زصفاست — بصحتِ دلِ من کن رواں کہ بیمارست

بدیں قصیدہ کہ کردم، قبول بادش نام — وزاں نسیم قبول ار چہ سحر اسحارست

فضول چند کنم کز درت نزدن دم عفو؟ — نہ حدِ خسروِ مردم نمائے سگ سارست

حمایتِ چو منے کز درت خلاص نیم — ہمیں بس ست کہ نامت غفور و غفارست

## فی نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

زہے از جوہرِ قرآں ہمہ پیرایۂ دہنت — بصحتِ نسخۂ حبل المتیں منشورِ مشکینت

دو منشور ایزد از دیوانِ انشا بہر آں دادہ    کہ اقطاعِ امیری در دو عالم کرد تعیینت
ز ظلماتِ عدم می آمدی و پیش رو آدم    چراغے بود بر دستش ہم از نورِ نخستینت
نبی السیفی دیا رب چہ آئین ست فی اتت الیہ    کہ وجہ اللہ را بے شک توان دیدن درآئینت
ید اللہ کو ست اندر آستینِ غیب پوشیدہ    فشاندہ آستین در ریختہ در پائے تحسینت
ملک با جان و با روح اللہ و روح الامین حلہ    بزن یک خندہ تا میرند یک یک پیش یاسینت
مرا زیں نعت سلطان سخن خواند ہمی گردوں    زہے سلطان خسرو گرش آں خواند مسکینت
چو در ہر بیت نعتِ تست جائے سجدہ مومن را    تواں بیت اللہش خواندن برائے عزت و زینت

## فی المدح سلطان کیقباد علیہ الرحمہ

منت ایزد را کہ شہ بر تختِ سلطانی نشست    در دماغِ مملکت باد سلیمانی نشست
شہ معز الدین والدنیا کہ از دیوانِ غیب    نامِ او بر نامہ دولت بہ عنوانی نشست
کیقباد آں گوہرِ تاجِ کیاں کز زخمِ تیغ    تاج از ایران بستہ و بر تخت تورانی نشست
تخت را بنمود کایں پیشانی دولت کراست؟    تاج زرینش کہ بر بالائے پیشانی نشست
رتبہ دریا نگر بر گوہر والائے خویش    تا بہ گستاخی چرا بر تاجِ سلطانی نشست؟
بر سرش چوں سائبانِ چتر می گفت آسماں    "سایہ را دیدی کہ با خورشید نورانی نشست؟"
نیز نتواند بہ عالم دیدن اکنوں آفتاب    چوں ز چترش عالمے در ظلِ یزدانی نشست
انس و جاں از مہر گردوں در خیال افتادہ اند    مہر او تا در خیال انسی و جانی نشست
تا غبار بادپایش چشم جاں را سرمہ داد    خاک را بر منتِ ہر دیدہ تابانی نشست
از زبانِ تیغ تا از بہر سرہا شانہ خواست    در سرِ ہر کس کہ بد موئے پریشانی نشست
روز ہیجا از خیالِ ناوکِ ترکانِ او    نیستانے در دلِ شیر نیستانی نشست
در دل بدخواہ پیکانش کہ از خوں لعل گشت    گوئیا در سنگِ خارا لعل پیکانی نشست

ابر دستا داد بر دست خدا تیغِ چو آب — تا غبارِ کافر از راہ مسلمانی نشست

چوں بہ تختِ سلطنت بنشستی از حکمِ ازل — تا ابد بنشیں کہ آں جا ہم تو می‌دانی نشست

خطبہ را از نامِ تو تا آسماں آوازہ رفت — سکہ اے می‌خواستی در ملکِ بنشانی نشست

زاں کمرہائے مرصع کز تو بر بستند خلق — ہر بزرگے تا کمر در گوہرِ کانی نشست

ابر صد بارہ آبروئے خویش را بر خاک ریخت — پیشِ ابرِ دستِ تو کاندر دُر افشانی نشست

ابرِ نیساں کز کرم آوازہ در عالم فگند — آں ہمہ آوازہ ہائے ابرِ نیسانی نشست

بر درِ قصرِ چو فردوسِ تو رضوانِ بہشت — شاخِ طوبیٰ را عصا کرد و بہ دربانی نشست

دید قصرِ شاہ را با برجِ جوزا ہم کمر — بندہ خسرو چوں عطارد در ثنا خوانی نشست

چشمِ تو بیدارِ دولت باد تا از عونِ بخت
جملہ بیداراں بخسپند و تو بتوانی نشست

## در مدح

اے[۱] ہر دو کون سایہ نشیں زیرِ رایتت — انوارِ دیں گلے ز چراغِ ہدایتت

اول کہ خواستہ قلم از آب جویبار — بالائے باغِ نور نوشتہ حکایتت

یخ بند گشتہ چشمۂ خورشید روزِ حشر — زاں سوئے کو فتاد ظلالِ حمایتت

بہرِ خلاصِ امتِ خود ز آتشِ ہلاک — نعل اندر آتش است ز عینِ عنایتت

خسرو از آں فزوں ز نہایت گناہ کرد — کایں داد دل عنایتِ بیش از نہایتت

## فی مدح ملک العہد چھجو طاب ثراہ

صبح چوں از سوئے مشرق رو نمود — صحنِ مینا روضۂ مینو نمود

---

۱ در "ن"، ہر پنج اشعار مدح محذوف اند۔

گیسوے شب شد سفید و آفتاب — نورِ شیبش از تہِ گیسو نمود
ہندوِ شب مرد و خورشید آتشے — از براے سوزِ آں ہندو نمود
سوے ساقی ماہ باریک لے سحر — بس اشارت کز خمِ ابرو نمود
ماہ شب رو را چو گردوں سلخ کرد — استخوانش از تہِ پہلو نمود
بندہ خسرو دل بہ ساقی عرضہ کرد — دُردِ دل را پیش جاں دارو نمود
جام آئینہ ست لیکن بے شراب — مردماں را کے تواند رو نمود؟
بود پنہاں آفتاب آں دم کہ صبح — ہمدمے با باد عنبر بو نمود
صبح را گفتم کہ "خورشیدت کجاست؟" — آسماں روے ملک ہجہو نمود
تاج دولت آں کہ زد ہر سر دلے — تا بہ سر فرق زرو لؤ لؤ نمود
شہسوارا گاہ نخچیر آمدن — شیر پیشت یوز چوں آہو نمود
تیرِ تو نظارۂ صد چشم را — صد دریچہ بر سرِ یک مو نمود
چرخ را گفتم "ستونی پشت ہست" — دست پر زورِ تو و بازو نمود
دشمنت نالاں بود روزے دو بیست — پیش تو چوں خشک زرد آلو نمود
گل ز خلعت پیش بلبل پارہ کرد — آں ہمہ جامہ کہ تو بر تو نمود
از عرقہاے جبیں بر آستانت — آبروے خلق آبِ جو نمود
زانویت بوسیدم و دولت مرا — روے از آں آئینۂ زانو نمود
جستم از گردوں قیاسِ عمرِ تو — از قیامت منزلِ زاں سو نمود
شاخ عمرت سبز بادا تا ابد — زد تواند صد گل خودرو نمود

## فی التوحید باری تعالیٰ

اے ز خیالِ ما بروں در تو خیال کے رسد؟ — با صفتِ تو عقل را لاف کمال کے رسد

گر همه مردم و ملک خاک شوند بر درت — دامنِ عزتِ ترا گردِ زوال کے رسد؟
کنگرِ کبریائے تو هست فرازِ لامکاں — طائرِ ما دراں هوائے پر و بال کے رسد؟
بر درِ بے نیازیت صد چو حسین کربلا — تشنه بماند بر گذر تا به زلال کے رسد؟
هست به تختگاه دل جلوهٔ قرب روز و شب — لیک به جلوهٔ چناں چشمِ خیال کے رسد؟
زاں چمنے که بلبلش روحِ قدس نمی سزد — گلخنیانِ خاک را بوئے وصال کے رسد؟
توسنِ چابکاں سبک عرصهٔ کوئے نیکواں — آں که فتاد مرکبش بر سرِ حال کے رسد؟
حربهٔ روئے عاشقاں بر سرِ چوں منے سزد — راه روانِ پاک را لوثِ وبال کے رسد؟

آیتِ رحمت از حرم هست برائے حاجیاں
خسروِ بت را جز خط و خال کے رسد؟

## در مدح حضرت نظام الدین اولیاء

کسے که از ازلش عونِ غیب یار بود — همیشه کوششِ او در صلاحِ کار بود
تنے که هست سه روحش یکے هزاراں گشت — خطے که هست سه صفرش یکے هزار بود
چو سنگ نیست ز طینت چو معرفت خیزد؟ — کجا ز خشتِ زر و نقره را عیار بود؟
به عشق باش به کلی که مرغِ آتش خوار — نه پخته باشد اگر کم ز دود خار بود
فقیر کش به ریاضت عقیده محکم نیست — تکاوریست کش از کند نافسار بود
ز نفس بوالهوست نغل زشت خوب نمود — وگرنه زاغ کے از نغمه همچو سار بود
چو نیست خوئے تو شیریں شکر چه سود تمام؟ — که نیشکر به سمرقند و قندهار بود
ز تابِ مهر تو دل مردم آتشے باید — که نور او را سوزِ زندگی چو نار بود
کند فروزشِ شب لیک سوزشے نه کند — اگرچه کرمکِ شب تاب چوں شرار بود
به کار بر سرِ آں باغ گراں بابے — که یک شکم همه دندانش چوں انار بود

به اختیار طلب یاری از خدای ودود — به سان یار که در لفظ اختیار بود

چو فضل نیست به بالا چو مستعار ملاف — که عار لازمت و نقش مستعار بود

ز بهر روغن آب کسان حریص مشو — چو ریگ کج که بر جوی رود بار بود

شکم پرست مشو بار خر به پشت به سر — اسیر بار شکم بین که آن چه بار بود

به روح زی نه به تن تا همیشه مانی از آنک — بنای عمر ز آب و گل استوار بود

ز زندگی ست که پیلی شکار اژدرهاست — چو اژدها بمرد کرم را شکار بود

بر دیگی بد و گر با صفا کنی عملی — که پیش آئینه گردد نهی چهار بود

عمل نگر ز بشر نے درم چو گوش کرست — چه سود اگر زر و لعلش به گوش وار بود

به کار دین چو به کار ست سنگ استنجا — اگر تو کم تر از آنی ببین چه عار بود

به کار چون من اشتر دلان پلنگ و سید — که موش جز دل القاب صد حصار بود

به ملک دل نه شد امین که او گران جان ست — سزای جل نه شد استر که برد بار بود

سبک شو از پی راهی که جان بدان سنگے — در او ثقیل تر از کوه کوهسار بود

چو مور چه ز کبوتر رسد بر اوج هوا — بگو کجا رسد آن کو هوا سوار بود

هوا به زیر قدم کن اگر همی خواهی — به بارگاه فرشته دشانت بار بود

تو خود فرشته شو ار ما ز خویش نتوان شد — جز آن که صحبت خاصان کردگار بود

فرشته می شود و جبرئیل روحانی — کسے که در پناه غوث روزگار بود

نظام دین که زنیروش اهل دین پیوست — ز حادثات سماوی به زینهار بود

ز تیزی نظرش بس که خاک شد تیره چرخ — همه سرائر زیباش در چهار بود

همیشه نور تجلی ست شمع مجلس او — درون پردهٔ باری شبے که بار بود

خزینهٔ خرد و بارگاه خانهٔ دل — مدام از فلکش پیر زیادگار بود

همیشه مهر ملک در جوار او ست چنانک — مسیح را به فلک مهر در جوار بود

شیوخ خفته از آں زندہ گشتگاں داری ‌ ‌ ‌ نیام را ہمہ رونق ز ذوالفقار بود
بہ فرِ خاکِ درِ او کہ سرِ عزتِ فقر ‌ ‌ ‌ ہزار کوہِ زرش ہمچو کوہِ خار بود
ز دستِ آئینہ خواہندگاں گہ و بے گاہ ‌ ‌ ‌ ہوائے پیشِ درش چوں سرِ چنار بود
دے چنار ہمہ دستہا تہی دارد ‌ ‌ ‌ از او بود ہمہ پر گرچہ بے شمار بود
شود خراب بسیطِ زمیں ز خیلِ فتن ‌ ‌ ‌ اگر نہ در پنہ ایں بزر گوار بود
دگر نہ رابطۂ دہر نو کند بہ جہاں ‌ ‌ ‌ ز خلق او ہمہ فصلِ جہاں بہار بود
زہے کہ سرِ دولت "والجبال اوتاد" ‌ ‌ ‌ کہ وصفِ آں وتد الارض در وقار بود
کسے کہ دید ترا گرچہ دوزخی ست بہ جرم ‌ ‌ ‌ بساطِ آتشِ سوزانش لالہ زار بود
کلاہ دار و قباپوش نیز ہست بسے ‌ ‌ ‌ کہ ذرّہ ذرّہ دلش ہمچو کو کنار بود
بہ خاکِ پاک کہ بینم ورائے عرش او را ‌ ‌ ‌ کہ خاکِ پائے تو در چشم اعتبار بود
مزید فقرِ ترا رقعہ ہائے پُر شبہ ست ‌ ‌ ‌ ز حرفِ غیب بہ ہر رقعہ صد نگار بود
دلے تو زندہ داں کش دلے ست کشتۂ تو ‌ ‌ ‌ کجا دے ست کہ رشوت خورِ مزار بود
بہ دورِ دولتِ امید خسرو مسکیں ست ‌ ‌ ‌ رحیقِ حق کہ بنا خوردنش خمار بود
چو نامِ روشن ایں شعر نائب النور ست ‌ ‌ ‌ سزد اگر کہ زمینوسش برگ و بار بود
قبول کن ز من سنگ ریزہ ہائے گہر ‌ ‌ ‌ چہ نقصِ کعبہ اگر در رہش حمار بود؟
صلہ بہ بخشش در ایں مدحم آں کہ در حضرت ‌ ‌ ‌ نہ خواہی آں کہ چو ایں سگ بہ خواب غار بود

ز ابرِ رحمتِ یزدانِ پاک بہ نشیند
غبارہا کہ در ایں خاک خاکسار بود

## فی المدح سلطان جلال الدین

چو زلفِ یار شکن بر شکن ہمی پیچد ‌ ‌ ‌ در او ہزار دلِ مرد و زن ہمی پیچد

دلم بہ زلف بہ پیچید و سحر بیں کہ چساں — زمو بر آتش سوزاں رسن ہمی پیچید
ز زلف پر شکنت آب می چکد ز تری — مگر کہ زلفِ تو مو بر شکن ہمی پیچید
بہ تاز طرہ ہمی پیچد و ندانم چیست؟ — کہ باز بر سرِ آں پر فتن ہمی پیچید
بتا بہ ناز مپیچ ایں چنیں کہ ہر ساعت — ز پیچ پیچِ تو ام جان و تن ہمی پیچید
زباں بہ وصفِ میانِ تو موے گشت و ہنوز — زبانِ موے شدہ در سخن ہمی پیچید
ز بہر بندگیت گل فروشش را بنگر — کہ ریسماں بہ گلوے سخن ہمی پیچید
ز جور ہاے تو بس قصہ کز سیاہیِ چشم — سواد می کنم و جانِ من ہمی پیچید
دلم ز جور تو بے جاں ست چوں دوال بہ ترس — کہ در عنانِ شہ صف شکن ہمی پیچید
جلال دنیا و دیں خسروے کہ از پیششش — عناد و کینۂ دو تہمتن ہمی پیچید
بہ پوشش زرہ آں آہنیں تن ست کہ او — بہ پنجہ بازوے روئینہ تن ہمی پیچید
بہ تیغ می ببرد بادِ کتفِ آں زنار — کہ کفر بر کتفِ برہمن ہمی پیچید
ہمی کند بہ جہاں روزِ دشمنش روشن — زبانِ شمع گر اندر کفن ہمی پیچید
حسود ارچہ کہ پوشیدہ شد میانِ کفن — ہنوز از حسد اندر کفن ہمی پیچید
گل ارچہ بوے بہ گردِ دماغ گشت مگر — کہ مشکِ خُلقِ تو در پیرہن ہمی پیچید
شہنشہا فن خسرو چو موے باریک ست — مگر ز مدحِ تو در کوچہ فن ہمی پیچید
بہ امتحانِ سخن بہرِ پاسخ دگرے — ردیف چستی از ایں ممتحن ہمی پیچید
ببیں کہ لقمہ چنیں کردمش کہ لذتِ آں — نوالہ اے ز پیے ہر دہن ہمی پیچید
بہ طرزِ من ہمہ پیچند آرے از پے چشم — شبہ بہ رشتۂ دُرِّ عدن ہمی پیچید
گہِ دعات کہ طومارِ ہفت ہیکلِ چرخ — بہ حضرتِ ملکِ ذوالمنن ہمی پیچید

بساطِ قدرِ تو گسترده باد تا گویند
کہ بوریاے قیامت زمن ہمی پیچید

# فی المدح سلطان الاعظم جلال الدنیا والدین فیروز شاه

سپیده دم که فلک جام زر به کیهان داد ‎ نسیم غالیه در دامن گلستان داد

چو چرخ پیر به رخ زد سپیده ز سرخی ‎ به دستش آئینه داد آفتاب خنداں داد

نماند چوں فلک گوژ پشت را دنداں ‎ ز ماه قرص سپید خودش به داماں داد

وراست مغربی آفتاب را که فلک ‎ نهاد زیر زمیں بامداد تاباں داد

ستاره را ز چه شد دیده خیره از خورشید ‎ چو شب ز حقهٔ میناکش سرمه چنداں داد

چو شغل بخشش جاں داد باد را ساقی ‎ خضر نیابت شغلش به آب حیواں داد

به صبح باده جواں خواند بهر لذت عمر ‎ که دادِ عمر و جوانی به باده نتواں داد

ز مردگاں بتر است آں که صبح زنده نداشت ‎ که بادِ خوش نفس صبح مرده را جاں داد

غلام بادِ صبا ام که بامداد و پگاه ‎ صلائے عیش به عشرت سرائے ستاں داد

بر آں حریف گواراں بود شراب نشاط ‎ که بخت نقل مرادش به بزم سلطاں داد

علائے دنیا و دیں کز خطاب فرخ خویش ‎ به روزنامهٔ خورشید زیب عنواں داد

سپهر پایه محمد شه بلند سریر ‎ که از سریر جهاں را چهار ارکاں داد

ستاره چشم همه ره به هر چه اشارت کرد ‎ سپهر گوش همه تن به هر چه فرماں داد

خصوصاً از پے تعظیم در در داخل اوست ‎ که دهر نه کره را دور در میداں داد

نگاورش سر موئے ذره نه شد یک سوے ‎ میانِ فرق سهایش اگرچه جولاں داد

گرفت گنج همه خسروانِ ذوالقرنین ‎ پس آں گهے به زکوة تنِ خضر جاں داد

جهاں کشایا تیغ تو تیغ نتواں گفت ‎ که فتح بابِ سپهرت کلید کیهاں داد

زمانه نامهٔ فتح و ظفر به تیر تو بست ‎ ولیک تیرِ تو آں نامه را به پیکاں داد

چناں به سهر همه را بوے خوش پراگندی ‎ که زاغ بر سر قاآں ندائے قاآں داد

بہ خواست خاک درت را ملول از بہر چشم ‏ ‏ ‏ ‏ جہاں بہ ہر کس از آں سرمۂ سپاہاں داد
نگیں چگونہ زبردست چوں توئی بشنید ‏ ‏ ‏ ‏ کس ایں محل نہ چناں سنگریزۂ کاں داد

ہماں بہ مسندِ ملک از دعاے خسرو شاد
کہ چرخ دولت و عمرِ تو بس فراواں داد

## در مدح سلطان علاالدین خلجی

سپیدہ دم چو ہوا گشت بوستاں فرمود ‏ ‏ ‏ ‏ بساطِ خاک ز دیبا و پرنیاں فرمود
کنوں گل از بنِ دنداں درم دہد ہر روز ‏ ‏ ‏ ‏ کہ لالہ خال و خطِ سبزہ رافشاں فرمود
چو روے نازکِ گل تابِ آفتاب نہ داشت ‏ ‏ ‏ ‏ زمانہ بر سرش از ابر سایباں فرمود
زلالہ خواست چمن ساغر و سبک بخشید ‏ ‏ ‏ ‏ ز ابر خواست زمیں شربتے رواں فرمود
ز نو شدا ردِ باراں کہ ریخت ساقی ابر ‏ ‏ ‏ ‏ علاجِ نرگسِ مخمورِ ناتواں فرمود
حرارۃ دفِ خورشید بیں کنوں بہ ہوا ‏ ‏ ‏ ‏ کہ یادِ جلوۂ یک رانِ بوستاں فرمود
ہر آں چہ در ورقِ خویش غنچہ مشکل داشت ‏ ‏ ‏ ‏ بنفشہ گوشش نہاد و صبابیاں فرمود
اصول فاختہ چوں شد درست بلبل را ‏ ‏ ‏ ‏ گلش ترنمِ بزمِ خدا یگاں فرمود
علاے دنیا و دیں آں شہے کہ عالم را ‏ ‏ ‏ ‏ بہ عدلِ خویشتن از حادثات اماں فرمود
ہماے ہمتِ او چوں پرید برگردوں ‏ ‏ ‏ ‏ قدر بہ کنگرۂ عرشش آشیاں فرمود
کماں ترا چو پسندیدہ نیست ابر چرا ‏ ‏ ‏ ‏ برائے شاہ ز قوسِ قزح کماں فرمود؟
شہا شکوہِ تو بگسست عقدِ جوزا را ‏ ‏ ‏ ‏ وزاں حمائلِ شمشیرِ خضر خاں فرمود
خورد بہ مرتبہ لافِ عطاردی خسرو ‏ ‏ ‏ ‏ فلک دعاؤ ثنایش بہ امتحاں فرمود

ہماں بہ دولت و اقبال بر سریرِ بلند
کہ کردگار ترا عمرِ جاوداں فرمود

# در مدح سلطان جلال الدین فیروز شاہ

شیریں دہانِ یار کہ راحت بہ جاں دہد
آبِ حیات ازاں لبِ شکر فشاں دہد

اینک ز کشتگانِ فراقت یکے منم
کس را مباد کاں لبِ شیریں زیاں دہد

عمرے رود کہ یاد نیارد ز دوستاں
آں شوخ را خدائے دلِ مہرباں دہد

گم شد دلم کنوں منِ شبہا و کوئے دوست
باشد کسے ز گم شدۂ من نشاں دہد

شیریں سوارِ من چہ خبر دارد از جہاں ؟
مسکیں کسے کہ بندش از دور جاں دہد

اے باغباں ز سوزِ دلاں بلبلاں بترس
گل را رہا مکن کہ صبا را عناں دہد

بوئے طلب کنم بگزد لب گلہ ز کیست ؟
چوں بخت در نوالہ مرا استخواں دہد

پُر خوں شد از پیالہ درونم کہ تا چرا
ہر لحظہ بوسہ لے بہ لبِ آں جواں دہد ؟

ساقی نگر کہ دشمنِ جاں شد مرا کہ من
مستِ خرابِ او ہمہ رطل گراں دہد

کارِ من از شراب بدیں جائے گہ رسید
واں نا خدائے ترس مرا خود ہماں دہد

آخر رسید دورِ من آں مست نازکو ؟
تا یک دمے ز دستِ خودم در دہاں دہد

کارم شد ست ہم نہ زنم گر پیالہ را
خود چاشنی کند بہ منِ ناتواں دہد

ز آبِ حیات شست دہاں را ہزار بار
تا بوسہ بر رکابِ شہِ کامراں دہد

اندیشہ کے رسد کہ بہ بوسد رکابِ شاہ
گر بوسہ بر رکابِ قزل ارسلاں دہد

زاں سوئے کون گر پرد اندیشہ تا ابد
نتواند آں کہ بوسہ بر آں آستاں دہد

سلطاں جلال دیں کہ گہِ تخت بر شدن
چرخش ز ہفت کرسئی خود نردباں دہد

فیروز شہ کہ صیتِ بلندش زماں زماں
از شرق تا بہ غرب ندائے اماں دہد

آں دم کہ گردِ لشکرِ او بر رود بہ چرخ
پیشش بہ خاک بوسہ مہِ آسماں دہد

نفرت ازاں غبار بہ گردابِ آسماں
سازد جزیرہ وردہ انجم بر آں دہد

اے سایۂ خدائے کہ چتر بلند تو | خورشید را ز ابر سیہ سایباں دہد
عیسے بہ چرخ سوزن ازاں برد کز سنانت | چوں چرخ پارہ گردد و پیوند ازاں دہد
تیرت کہ در ہجا بہ پر کرکساں پرد | نسرین چرخ طعمۂ زاغ کماں دہد
تیر ترا است تیزیٔ پیکاں بہ پا چنانک | یکدم بہ دشمن است خبر آں جہاں دہد
تا چست دید جامۂ انصاف بر تو ماہ | شہباز چرخ تار بہ تار کتاں دہد
از ران پردہ بستہ رود پا زبر فلک | دمش بہ عقلش ار نہ کلید از بناں دہد
دریا کجا رسد بہ کف دُر فشانش کو | خاشاک و خس بہ کف ہند و بر کراں دہد
ہر خط کہ ہست در کف او از کتاب جود | ہست آیتے کہ فتوئے خوں ہائے کاں دہد
شاہا بہ عیب شعر رہی لقمہ گزید | بے دیدہ اے دو سہ کہ خدا آسماں دہد
دانا ترا ز تو کیست ز دانندگان دہر؟ | کانصاف شعر خسرو سحر البیاں دہد
بادت مدام دولت و آں گاہ دولتے | کز قدر کرۂ فلکت زیر راں دہد

بختے چناں کہ روے ہمایونت را قضا
ہر دم نوید مملکت جاوداں دہد

## فی مدح سلطان علاء الدین سلطان محمد شاہ

کجا خیزد چو تو سروے جوان و نازک و نوبر؟ | شکر گفتار و شیریں کار و گل رخسار و مہ پیکر
نباشد چوں لب و اندام و گیسوے درختے ہرگز | شکر شیریں و گل رنگیں و شب مشکیں و صبح از فر
ببرد اندیشۂ مہر و فراق و آرزوے تو | ز خصمم تاب و رویم آب و چشمم خواب و جانم خور
ز شوق و عشق و سوز و ساز و داغ اینک بریں گونہ | دہم و دو غمم سود و دلم عود و تنم مجمر
نہ دیدم چوں توئی از شکل و ناز و شوخی و خندہ | بروں رنگ و دروں جنگ و بہ دل سنگ و بہ لب گوہر
جوانان عاشق و حیران و مست و بے خود و خوبا | فریب انگیز و رنگ آمیز و بے پرہیز و غارت گر

چه در سحر و در دم افسون و نیرنگ و من از گفتنت
دنم جوش و دهم هوش و نهم گوش و کنم باور

مشو زین سان جور و خشم و رعنائی و بدخوئی
جگر خار و دل آزار و جفا کار و ستم گستر

مکن چندین ببین آخر که دی بی گاه و روز و شب
قضا بیشک ز یاران ترک بقا کو جک فنا بی مر

نماند کس بعمر و دولت و نور و شکوه آری
سر شاهان جم دوران سرا ایوان شه کشور

علاء الدین بود شه کز کف و رای و دل و دین شد
درافشان و هنر دان و جهانبان و جهان داور

محمد شاه کز عفو و جهاد علم و حلم آمد
خطا پوش و غزا کوش و قوی هوش و علی مخبر

شهنشاهی که هست از تاج و تیغ و چتر و بخشایش
خداوند و هنرمند و عدو بند و دلی پرور

به طوع و رغبت و عشق و هوس باشند در پیشش
ستاره راه و زهره گاه و مه درگاه و کیوان در

به رزم اندر دلیر و پهلوانان و ترک و هندوکیش
چه هامان و چه پیران و چه دستان و چه زال زر

کشیده اند و برده و کوفته اندر دار ملک او
سنان تازان قلم هامان علم خاقان و هل سنجر

شوند از حربه و بیم و نهیب و خوف در پیشش
فلک لرزان ملک بی جان جهان حیران و ماه مضطر

زهی بکشاد فتح و نصرت و فیروزی و بختت
دری بجید فراوان شد ز قلعه صد و صد لشکر

ترا دیدم به گاه بازگشت و حمله و هیجا
علا گردن سما توسن بقا جوشن ظفر مغفر

ترا داد ایزد اندر ملک و تخت و بالش و مسند
جلال و قدر و عز و صدر و زیب و بدر و نور خور

جهان پیش از تو بد زاد و بار و ظلم و ظلمت و حرمان
رهی نیزه صفی بی شه شبی بی مه زری بی زر

به عهد و نوبت و دوران ملکت شد بحمدالله
فلک خوش خرم چمن دل جو زمین مینو سما ازهر

رعیت را ز لطف و خلق و خیر و یمن تو گشته
خنک بستان و خس ریحان و یم مرجان و گل عنبر

یگان کس را دهی ز انعام و جود و رافت و همت
به دریا در به دشت اشتر به موج اختر به فوج استر

ز خط سبز و نقش سرخ و احسان تو شد عاجز
دل عامه رخ نامه سر خامه خط دفتر

کسی کز عون بذل و فضل و لطف خاص شه گردد
مخالف سوز و گنج اندوز و فرخ روز و نیک اختر

بداندیشان دولت را تن و عین و دل و سر شد
نزار و زار و تنگ و تار و پست و خار و کور و کر

ز مدح تست طبع و دل و کلک و خطِ خسرو — هنر مضمون شکر معجون دُرِ مکنون گهر مضمر

الا تا زاید و آید الا تا خیزد و تابد — گل از خار و خز از تار و تف از نار و خور از خاور

به وجد و حال و ذوق و شوق در بزمت کشد زهره — دلم دلکش سرود خوش نه شد کین کش نوای تر

به شاهی و جهانبانی و دینداری و سلطانی — عدو فرسای و بزم آرای و ملک افزای و عالم خور

مبادت هیچ روز و ساعت و وقت و نفس خالی — نگین انگشت و جام از مشت و حرز از پشت و تاج از سر

## فی المدح سلطان علاء الدین

درآ ای همچو شاخِ گل لطیف و نازنین و تر — نشاط انگیز و عیش افزا و راحت بخش و جان پرور

ز زیبائی و لطف و نازکی و تازگی پیشت — چه ریحان و چه نسرین و چه شمشاد و چه نیلوفر؟

ز عکس عارض و جعد و بناگوش و دو چشم تو — دمد لاله جهد سنبل فتد نسرین پرد عنبر

ز گلگشت و جوی افشان نسیم عطر تو جوید — چمن درج و سمن طیب و صبا مشک و گیا عنبر

تن و روی و خطِ و خد و بر و قد و لب و لطفت — مه و مهر و شب و روز و گل و سرو و می و شکر

شبم در هجر و بیداری و شوق و غم بود بی تو — نفس مونس حجر بالش خسک بالین زمین بستر

ز بیها ز ابرو و مژگان خشمی از نرگس و غمزه — خصومت ساز و عاشق سوز و افسون خوان و جادوگر

بیا تا با دو شاد و خرم و آسوده و خندان — شوم همدم کنم عشرت خورم باده کشم ساغر

که هست از عون و عدل و بذل و احسانِ شهِ عالم — جهان بی غم امان محکم طرب بی حد خوشی بی مر

جهاندار ای نکوکار ای فلک قدر ای ملک صدر ای — علاء الدین علوِ حق محمد نام احمد فر

سرافراز و سرانداز و جهانگیر و مخالف کش — ظفریاب و گهرپاش و جهان بخش و کرم گستر

ره رای و دم و خلق و فنِ علم و هنرها فش — خرد را بیخ و جان را شاخ و تن را برگ و حق را بر

امان و امن و عدل و راحت است اندر زمانِ او — به شرق و غرب و شهر و دیه و کوه و دشت و بحر و بر

جمال زیب و یمین و فر گرفت از خطبهٔ نامش — رخِ جمعه صفِ قبله درِ مسجد سرِ منبر

---

سله و سله در "ن" اضافه زائد است.

بزرگ و خرد و خاص و عام را در ذکر ذات او — صفت ورد و لقب حرز و دعا یاد و ثنا از بر

ربود و برد و بشکست و ستد باد سنان او — ز مردان دل ز شیران جان ز خصمان تن ز شاهان سر

در آن روزی که از سهم لوا و خاک و خون گردد — جهان ادهم هوا ابرش قضا ابلق سمان اغبر

سواران و یلان و پردلان و صفدران بینی — کمند انداز و خنجر گیر و ناوک باز و جولان گر

به آهنگ و درنگ و حیله و حمله شود پیدا — بلا ز شست و بز از گرگ و سگ از شیر و دلیر از گر

کند شاه از سنان و تیر و گرز و حربه گر خواهد — فلک زیر و زمین بالا و دوران نشیب و هر ابتر

حسود و دشمن و بدخواه و خصمش را رسد هر دم — به دل ناوک به جان تیر و به سینه به تن نیزه به سر خنجر

به پشت هر دو دستی کز دو مشت و قوس و پشت پیل — رود ناوک دو در یک جهد سوری پر دگلبر

ز رعب و بیم و ترس و هیبت شه گم کند آن دم — ثوابت جا ثریا پاره کواکب پا ملائک پر

کشاید چار چیز از چار جا یک زخم تیر او — ز تن خون و ز ابر آب و ز رگ دود و ز سنگ آذر

به هر جائے و صفش کوس و رکاب و کیش را شد — شرف موکب علو رایت بقا ساقه ظفر رهبر

جهان آرا به علم و حلم و مهر و کین سر آید دم — تن عالم دل دریا کف معدن سر لشکر

سریر و ملت و ملک و جهان ز ضبط خود کرد ست — به کار و بار دین و کیش و دست و شست زور و زر

ز عنف و لطف تو هستند مردم عاصی و مخلص — به نار و نور دود و داد و سوز و ساز و خیر و شر

ز قلب هر امیر و پهلوان و گرد و لشکر کش — تهمتن تن سیاوش وش فریدون سکندر در

حریم بارو چتر ملک و نعل اسپ پابوست — در خلد و شب قدر و مه عید و حج اکبر

سزد رضوان و حور و آفتاب و زهره در بزمت — نشاط آغاز و ساحت بیت و نقل آرای و خنیاگر

ز طبع و ذهن و فهم و وهم خسرو یافت در مدحت — زبان گوهر سخن هدیه قلم حلیه ورق دفتر

همیشه تا به شکل طول و عرض و عمق چرخ آمد — ره و قوس و دم جدی و سر قطب و خط محور

به حزم و عزم و بزم و رزم بادت هر کجا خواهی
قدر حامی فلک خادم قضا حافظ خدا یاور

## فی نعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم

زہے روشن ز رویت چشم بینش — وجودت کیمیائے آفرینش
مبارک قرآں تو داری — کہ مرغ نامہ شد روح الامینش
چہ بیند مردم ار از خاک پایت؟ — نہ باشد سرمۂ عین الیقینش
کہ دارد جز تو دست آنکہ باشد؟ — کلید نہ فلک در آستینش
رسل را ذات تست آں خاتم چیست — کہ قرآں آمدہ نقش نگینش
لبش چوں انگبیں ریزد در افتد — ملائک چوں مگس در انگبینش

دقایق ریخت خسرو ز نعتت
پس از آب خضر کردہ عجینش

## در مدح

اے سپہر آفریدہ و انجم — نئے ملک مدرک تو نئے مردم
اے پدیدار گشتہ از تو جہاں — باز کارِ جہاں بہ کار تو گم
در حریم سرائے تقدیرت — نئے فلک محرم ست و نئے انجم
ہست و صفت ز ساکنانِ جہاں — لحن گرمابہ و ترنم خم
چوں شناسد کمال دہقاں را؟ — دانہ در چاہ و کرم در گندم
حرفے از کبریات در ادراک — دیدۂ عقل را شدہ کژدم
گہ کنی نسر چرخ را مرغش — گہ کنی زاغ شام را مہ دم
یارب از دور خم امان دہ از آنک — سنگ آں آتش ست و ایں ہیزم
دہ رحیق رضا بہ من زاں پیش — کہ کند شیشۂ فلک قم قم

اشتلم می کنم بسے در دیں — عفو فرما ز خسرو ایں شتلم

کن ز ایشاں مرا کہ پایۂ شاں ست

"ربنا المستعان یدعوکم"

## فی المواعظۃ والنصائح

مرد ہمہ جا بہ سر کار بہ — شخصِ معطل مجل و خوار بہ

بہرۂ مقصود چو بے رنج نیست — کاہل بے کار بہ پیکار بہ

مرد کہ شبلی نہ شود گاہِ کار — زو سگِ بازار بہ مقدار بہ

ہر کہ نہ ریزد بہ عزا خونِ خویش — زو صنم جائفسر بسیار بہ

زاں تنِ کاہل کہ گلِ نازک ست — خارکش سوختہ صد بار بہ

گرچہ کہ پیری تنت امروز زاد — کار تو صد سال اگر پار بہ

عین بزرگی ست کہ گویند ہست — "احمدِ پار ینہ ز بیمار بہ"

کارِ بزرگے ست کہ خوانند علم — بے عمل آں کار مپندار بہ

علم کہ از بہرِ فریب خر است — کاں خر از عالمِ غدار بہ

سفلہ کہ شد با سمِ خر میخ دوز — دوختہ چوں نعل بہ مسمار بہ

سُرعتِ جاہل کہ سبک شد براہ — از کسلِ حاملِ اسفار بہ

گر تو پیادہ روی از تو بسے — اشتر لنگ و خر رہوار بہ

راہ بہ دل رو کہ روندہ دل ست — رہروِ اسریٰ سوے اسرار بہ

راہ ہر دے کو بہ رہِ دل رود — از تن خود نیز سُبکسار بہ

دل کہ بہ گل ماند بنیا مد بروں — سنگ گران ست بہ دیوار بہ

آں کہ سوے ملک ابد کرد عزم — از خسرو ز ہمہ بیزار بہ

چوں نہ پرد ہر چہ سبک شد بلند ‏ ‏ ذرۂ گرد از کہ و کہسار بہ

پیر کماں پشت بہ عزلت نشست ‏ ‏ پورِ شتابندہ بہ بلغار بہ

واں کہ جوانیش ز پیری بہ است ‏ ‏ خلوتش از صحبتِ اغیار بہ

دائرۂ میم مراد آنکہ ہست ‏ ‏ ساکنِ گردندہ چو پرکار بہ

آں کہ کند نقد الٰہی طلب ‏ ‏ اژدرِ گنج ست تہِ غار بہ

عرقِ فقیر ار بہ ہوا سر کشد ‏ ‏ از رگِ او رشتۂ زنّار بہ

مرغ کہ در بادیہ خوں ریز شد ‏ ‏ خار و خسش از گل و گلنار بہ

عشق خوش ست از ہمہ باشد مجاز ‏ ‏ لیک ز شہوت رہِ انکار بہ

گر نظرِ صدق بہ صنعِ خداست ‏ ‏ دیو بہ چشم از بتِ فرخار بہ

مرتبۂ عشق چو بیچارگی ست ‏ ‏ فخر بدیں مرتبہ ناچار بہ

مسکنت ار ہست بہ پندار و کبر ‏ ‏ مسکنت از کبر ز پندار بہ

دوں کہ بود باد سرے در سرش ‏ ‏ بر سرِ او خاک بہ انبار بہ

واں کہ بود خاکِ رہ از حسنِ خلق ‏ ‏ چوں گلِ کعبہ شرف آثار بہ

سرکش از گردِ رہِ رہبر داں ‏ ‏ خاکِ حرم بر سرِ زوّار بہ

مرد کہ گردن کشد از حکمِ پیر ‏ ‏ سیلیش از دیو ستمگار بہ

در حقِ میشے کہ رسید از شباں ‏ ‏ تربیتِ گرگِ کم آزار بہ

نفس حروں گر بہ ریاضت برفت ‏ ‏ حبلِ متیں بر سرِ شں انبار بہ

زن دمِ اخلاص بہ طاعت از آنک ‏ ‏ زندگیت زیں دمِ ابرار بہ

خرقۂ تزویر کہ پوشد فقیر ‏ ‏ دوختہ از سوزنِ پندار بہ

ابر چہ پوشد ضوِ خورشید را؟ ‏ ‏ حلۂ خورشید ز انوار بہ

طاعت اگر از پے مال و زرست ‏ ‏ کاسہ کہ خالی ست نگوں سار بہ

نزد معاشر که نه باشد خسیس      برگ گل از تنگهٔ دینار به
چوں به شکم کار فتد بهر قوت      کیسه پُر از صوفیٔ زردار به
از پے ظلم آں که صبوحی کند      نورِ نشاطش چو شبِ تار به
شربت نوشے که به ظالم دهند      خون همه اں ظالم خوں خوار به
فرض به جا آرد مجو بیش از آنک      حرصِ کم از طاعتِ بسیار به
تن چو به خرماے کساں میل کرد      دام شکم دوخته از خار به
هر که چو در حبش شده یکتا صبور      ماش و نخود از دُرِ شهوار به
چوں زرهِ معرکه جوید سوار      از خرِ شه زندهٔ اخبار به
خواجه که از خون کساں خوردمۓ      از نتلِم اوسنۓ دُ مزمار به
کے کند اندیشهٔ روز حساب      تذکره آں راکه ز طومار به
در عطشِ ناکرده نه بر تو حریف      از چهِ زمزم خُمِ خمّار به
از سر شاخے که خورد آب غیر      خوردن تار از خورشِ نار به
شحنه کز افسوں به خورد خون خلق      زد به هنر جادو دُ گفتار به
سخت سری راکه سرِ خلق کوفت      پتک و سے از نامهٔ تاتار به
ابر ببارد چو بگوئی «ببار»      دست سخی ز ابرِ گهر بار به
گر تبرے هیزمِ دیگ عطاست      آں تبر از تیشهٔ نجار به
سائلِ تو گرچه چو دجله پُرست      از تو برد قطرهٔ قنطار به
کیسهٔ بے جود بریده به ست      سرزنش از کوششِ چمقار به
دیده که باشد به جفا تیز بیں      تیرش انداز که افگار به
میر چو آں بر نهد از بهر مال      مدخلش از گنج زیاں کار به
آب نه چه از پلے کافر کشند      رسختهٔ آں هم رگِ کفار به

آں کہ ز پرہیز نہ گیرد نصیب — بستہ لب از ماندن ناہار بہ

صعوہ کہ خواہد خورد انجیرِ خام — شیرۂ پستانش بہ منقار بہ

چوں خورشِ تن ہمہ بیماریست — فاقہ علاجِ دلِ بیمار بہ

کم خورد کم گوست چہ باز ملک — طعمۂ او کبک و بط و سار بہ

نفس کہ در دل گہرے از حیاست — بر دو لبِ بستہ صدف وار بہ

ہر سخنے در محلِ خود نکوست — زمزمۂ مرغ بہ گلزار بہ

چوں سخنِ خوش گہرِ مردم ست — بانگِ سگ از نعرۂ جاں دار بہ

شکرِ رزاق و خروشِ عوام — بر سرِ حیلت گرِ طرار بہ

جور سفیہ ست دوائے خبیث — سگ بہ دمِ روبہ مکار بہ

پند و نصیحت ز سفیہانِ ہوش — آئینہ در زنگ بہ زنگار بہ

بر جہلا جہلِ نکوتر زیبند — درد خر از داروے بیطار بہ

مشک تبرکی چہ دہی کش ز ذوق — سیر فروشندہ ز عطار بہ

لحن منوم چہ زنی پیش او؟ — کش دمِ موجے ز مسیقار بہ

زاں کہ بود قابل پندے ورا — خواندن ایں شعر در اسحار بہ

نام شد انجیر نہ ایں شعر را — گو "بہ بہی از ہمہ اشعار بہ"

پردہ بر افگندم از ایں خام از آنک — رخت فروشندہ بہ بازار بہ

گرچہ کہ خسرو سخنت گوہر ست — ہم خمشیت از ہمہ گفتار بہ

ہست چو گفتِ تو گناہِ بزرگ — بر گنہِ خویشتن اقرار بہ

ہر سخنے کو بہ دلت بہ نمود — خواندہ بہ داں کار وزیں کار بہ

ہست ہماں بہ کہ بگوئی بہ صدق

مغفرتِ ایزد غفار بہ

## در مدح

اے بہ درماندگی پناہِ ہمہ | کرمِ تست عذر خواہِ ہمہ
گرد نعلین رہروانِ رہت | شرفِ تحمۂ کلاہِ ہمہ
قطرۂ اے ز ابرِ رحمتِ تو بس است | شستنِ نامۂ سیاہ ہمہ
از رہے بر مراکہ در تو رسم | اے بہ سوئے درِ تو راہِ ہمہ
گنہ ما ہمہ افزوں ز قیاس | عفوت افزوں تر از گناہِ ہمہ

خسروؔ از تو پناہ می جوید
اے پناہِ من و پناہِ ہمہ

## فی نعت سید المرسلین خاتم النبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اے رسالت را علم افراختہ | دستِ تو تیغِ شریعت آختہ
مرکبت کو بر مکاں بنہاد پای | قدرِ تو بر لا مکانش تاختہ
آدم و من درش تحت اللوا | آمدہ چوں تو لوا افراختہ
ز قبائے چرخ را خیاطِ صنع | خاص بہر قامتت پرداختہ
میم احمد را گزیدہ بعد ازآں | خاتم مہرِ نبوت ساختہ
ہر کہ ادا از میم ا طوق یافت | دریکی گوئی رددسے چوں فاختہ
جز خدا کس قدرِ تو نشناخت نک | کس خدا را ہمچو تو نشناختہ
تافتہ نورِ تو از روزِ ازل | پد تو خود تا ابد انداختہ
دیدہ اے کش در نظر ناید بہشت | عشق با خاک جنابت باختہ

عاصیان زرد رو را کردگار　　از برای روی تو بنواخته

بندہ خسرو تا نویسد نعت تو
ز آتشِ دل جانِ خود بگداخته

## وله فی نعت النبی الہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم

ای بہ نہ گردون براق انگیخته　　دے بہ فتراک دو کون آویخته
گشت ز لفت لیلة المعراج دل　　قاب قوسین ز ابروان انگیخته
ہر کجا افتادہ از روی تو خوں　　سرخ گل خونِ خود آن جا ریخته
تو بہ مہ بنمودہ دست و آفتاب　　زرد گشته در زمین بگریخته
خاطرم خاک درت را کردہ و صف　　دیدہ ام بسیار بر خود بیخته
اہل دل را بوئے خون آید ز مشک　　گر نہ با خاکت بود آمیخته

خسرو از بہرِ نثارِ مدح تو
عقد شعری ہر زمان بگسیخته

——۰۰۰——

با توچہ زہرہ مرا لافِ محبت ولے

دوستیٔ بندگانت بر دلِ من خویش باد

## ترکیب بند در مدح شیخ نظام

ای[1] مونس سینه‌های غمناک — ای گم شده در تو وهم و ادراک
در کار تو از کمال حیرت — سرگشته شده نجوم و افلاک
ره سوی تو دور واندرین راه — دو کون چو نیم ذرهٔ خاک
بس مردم بو الفضول زد لاف — از دیدهٔ این رهِ خطرناک
آن جا که کمال بی نیازی ست — ابر آمد و برگرفت خاشاک
از عالم کن ردیم بیدل — در حضرت تو رسیم بی باک
پاک ست چو وصف بندگانت — نبود ز ادب که گوئیمت پاک
خسرو که گرفت پای پیران — یعنی جای کار ادست حاشاک

ذاتی که براق را نشاید
آویزش تو برد به فتراک

ای شربت عاشقی به جامت — وز دست زمانه مان پیامت
در سیر وصال هر دو عالم — داخل به مسافت دو گامت
شد سلک فرید از تو منظوم — زان ست که شد لقب نظامت
صد جان شریف پاک را چرخ — بگداخته و نوشته نامت
درگاه تو قبلهٔ ملائک — پرّان چو کبوتران به بامت

---

[1] این بند در نسخهٔ "ن" محذوف است۔

سودازدگانِ شوقِ حق را  تسکیں نہ مفرحِ کلامت

جا دید بقاست بندہ خسرد

چوں شد بہ ہزار جاں غلامت

اے در رہ دیں رسولِ برحق[1]  در وحی مُصدِّق و مُصدَّق

اے گفتہ بہ اُمّتِ تو یزداں  "قد جاءکم الرسول بالحق"

دینِ تو گزیں بہ حکمِ محکم  ذاتِ تو خلاصہ زامرِ مطلق

در کعبۂ ذاتِ تو پریدہ  گیتی کہ کبوترے ست ابلق

در مصحفِ مجد و آیتِ حسن  خطِ تو جوامی محقق

نامت کہ محمد ست در دیں  از حمدِ خدائے گشتہ مشتق

ہر ماہ زناخنت نشاں دار  مہ کز سرِ ناخنِ تو شد شق

واللیل سیاہ چترِ تو شاہ  والشمس سفید چتر بیرق

از نعتِ تو ذوق یافت خسرو

زاں شد سخنش چنیں مذوق

اے خاصۂ "قرب لی مع اللہ"  سرخیلِ مقربانِ درگاہ

اے ہائے دو چشمۂ ہدایت  دادہ بہ دو چشم خود ترا راہ

ہر کس کہ شفیع برد نامت  کارش بہ نظام شد ہم آں گاہ

تقدیر بروں نہ کردہ راہے  تا را اے ترا نہ کردہ آگاہ

اے صوفِ ہزار بخیۂ چرخ  بر قامتِ ہمتِ تو کوتاہ

مہ کفشِ تو گر بہ سر نہ کردہ  انجم زدہ کفش بر سرِ ماہ

---

[1] ایں بند در نسخۂ "ن" محذوف است۔

چوں شد دلِ خسرو از تو زنده
حیاک اللہ فی رضا اللہ

## ترکیب بند
## فی نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اے دل و جاں ماندہ خیز رہ سوے جاناں طلب
در نفسِ اہلِ درد مایۂ درماں طلب

پردۂ اعلیٰ ست فقر گر ملکی ایں کشاے
لجۂ دریاست عشق گر گہری آں طلب

مکتۂ مردانت ہست کنجِ سلامت گزیں
منطقِ مرغانت ہست ملکِ سلیماں طلب

محنتِ تاج و سریر گر بہ تقاضیت دود
تو بہ گدایاں گریز دولت از ایشاں طلب

چند مرادت ز فقر کشف کرامات خشک؟
چوں خضرت آشناست چشمۂ حیواں طلب

شیر شود صید را در تہِ چنگال کش
مرد شود خصم را بر سرِ میداں طلب

ہست مرادِ کساں دولتِ روزِ وصال
آں چہ مرادِ من ست در شبِ ہجراں طلب

ہر کہ شبے زندہ داشت ہمدمِ روح اللہ ست
تا چہ ربائی ز خوانش چاشنیِ جاں طلب

مست شوی ہوشیار لیک از ایں بادہ نیز
از قدحِ مصطفیٰ جرعۂ احساں طلب

## نامۂ تلک الرسل فضل از او یافتہ

احمد مرسل کز و چرخ علو یافتہ
نامۂ تلک الرسل فضل از او یافتہ

سنت عشاق نیست دل بہ ہوس داشتن
قالب خاکی چو باد ہمرہِ خس داشتن

زندگیٔ مرد چیست خواب نہادن ز سر
پس چو بروں رفت خواب پاسِ نفس داشتن

سنگ فگندن بود در صفتِ مردان عیب
دانۂ تسبیح را دامِ ہوس داشتن

ترسمت انجام کار بار ستوراں کند | بانگ و میانِ تہی ہمچو جرس داشتن
ناصیۂ طفل راست نعلچۂ گوہری | زر صفت خسروست نعل فرس داشتن
مرد نہ ترسد ز فقر شیر نہ ترسد ز زخم | مذہب عیار نیست بیم عسس داشتن
ہمتِ درویش بس غلد دمے ز انگبیں | بنارِ زر آں کہ در دشیر مگس داشتن
عذر عروساں بود دعوئ مردی و بس | گاہ وغا پیش خصم روے بہ پس داشتن
گندمِ آدم بجوے کز صفتِ مصطفیٰ ہست | ہمچو یتیم خلیل طاسِ عدس داشتن

میم کہ در احمد ست چوں بہ خرد بنگری
ہست بہ نقشِ احمد خاتم پیغمبری

ہر کہ بہ راہ وفا خاک ترا از خاک نیست | در صفِ اہلِ صفا عاشق چالاک نیست
بہر چہ با غازیاں پا بہ رکاب آورد؟ | آں کہ سرش بہرِ تیغ در خمِ فتراک نیست
بر تو کہ شیدا ست سر ہم ز درشتی تست | راہ چہ صحرا بود سیل شغب ناک نیست
سبلت شیر ست خصم باش کم آزار از آنک | جز مزہ ہائے گوزن در خور تریاک نیست
خاکِ رہِ عاشقاں سرمۂ چشم ست لیک | چوں کنم از دست چوں دیدۂ من پاک نیست؟
بر شرفِ نیستی رہ نہ برد ہر خسے | زاں کہ بہ بامِ بہشت زحمتِ خاشاک نیست
ہستئ خواجہ چہ سود زاں چوں نہ گیرد مراد | گنج بہ ویرانہ در جز خورشِ خاک نیست
آں چہ مقدر شد ست چوں نہ شود بیش و کم | گر برسد خرمیم ور نہ رسد باک نیست
حرص بہ خاکت کشد شارعِ دیں گیر ز آنک | بے روشِ مصطفیٰ راہ بر افلاک نیست

"علّم آدم" خطے از رقمِ دولتش
"کنتُ نبیاً" طراز بر علمِ دولتش

عشق نہ جائے ست کش بے خبرے راہ دہند | اشک نہ لعلے ست کاں بدگہرے راہ دہند
تیر چو جاناں زند جلوہ دلے را کنند | تیغ چو سلطاں کشد مژدہ سرے را دہند

چاشنیٔ درد را سجدهٔ شکر آر از آنک  زہر به خوانِ ملک نامورے را دہند

درد و بلا زانِ تست گر دمِ مردی زنی  تن به زنی اعتراف تا دگرے را دہند

بادهٔ عشاق چیست خونِ دل و آبِ چشم  واے گر ایں دور ما بے جگرے را دہند

دیده مرا می دہد شربتِ اول از آنک  چاشنیِ مے نخست درد خورے را دہند

پیش دو بیناں نه داد صورتِ اسرارِ عشق  آه گر ایں آئینه کژ نظرے را دہند

چشمِ من و پاے شرع گرچه که حیف ست از آنک  خاکِ رهِ مصطفیٰ بے بصرے را دہند

ہیچ نه خوانده ولے خواندهٔ ہر دو سرا
خانهٔ او بے شکم حاملِ وحیِ خداے

اے ز دمِ زندگی جسمِ تو جانِ ہمه  خلق ہمه گوہر اند سنگِ تو کانِ ہمه

از ظلماتِ عدم راه که بردے بر دل  گر نه شدے نورِ تو شمعِ روانِ ہمه

بر ورقِ کاف و نون از سرِ کلکت چکید  ہر چه ز آیاتِ لطف بود نشانِ ہمه

تا به فصیحاں رسید گوہرِ لفظِ تو شد  رخنهٔ زندانہا تیغِ زبانِ ہمه

تیغِ یدالله تو لیٔ یا گہرِ اقتلوا  زاں که ترا برکشید حق ز میانِ ہمه

بر سرِ مه بر نه زد جز تو کسے تیر از آنک  نیست ز "نون والقلم" تیرِ و کمانِ ہمه

ماو گناہِ چو کوه ہر دم و غم نے که ہست  بر کتفِ نازکت بارِ گرانِ ہمه

طرفه که چوں آفتاب سایه نه داری و ہست  از تفِ خورشیدِ حشر از تو امانِ ہمه

گرچه بخوانی به لطف ور چه برانی به قہر  ما ہمه زانِ توئیم ایں تو از آنِ ہمه

با تو دلِ کافراں گر ز درون راز گفت
نیست عجب زاں که سنگ با تو سخن باز گفت

بر اُممم از عونِ تو رحمتِ حق بیش باد  ہست درِ خلد باز ہفت درک پیش باد

کور که ابلیس شد تیر ز کیشِ تو خورد  سہمِ سعاداتِ ما یا رب از آں کیش باد

مایهٔ عصیانِ ما هست ز اندازه بیش  
در حقِ ما عاصیان عونِ تو زاں بیش باد

باد به دینِ تو راست دیوِ دلم چوں شهاب  
سوختهٔ ایں شهاب دیو بد اندیش باد

با تو چه زهره مرا لافِ محبت دے؟  
دوستیٔ بندگانت بر دلِ من خویش باد

چوں سفر افتد مرا در رهِ تاریک گور  
پرتوِ دینِ ترا مشعله در پیش باد

از بد و دلغو و دروغ کام و لبم هست ریش  
نامِ تو اُم برزباں مرہم ایں ریش باد

نوشِ ثنایت مرا کرد زباں نیش کل  
شهدِ شهادت مدام بر سرِ ایں نیش باد

نعتِ تو گنجینهٔ ست نقدِ دو عالم درو  
طعمهٔ زاں تا ابد خسروِ درویش باد

گم شده ام در تو خواست راه یقیں می کنم  
ره سوے قرآں دبس ختم بریں می کنم

بہ باغِ مجلسِ خود ہمچو بلبل
نگہ کن خسروِ شیریں زباں را

# قطعات

تا کے اے بے ہمت از بہر دو فلس کردہ ریگ    قبلہ سازی وہ کہ مستے جابلے افسردہ را
گر قبائے می کنی بارے منہ سر بر زمیں    زاں کہ در دیں سجدہ اے نبود نمازِ مردہ را

## ولہ

بہ جاہِ فقر توانگر نما ہے ہمت باش    کہ گرچہ ہیچ نہ داری بزرگ دار ندت
بداں کہ با ہمہ ہستی شوی خسیس مزاج    کہ گرچہ قاروں باشی گدا شمارندت

## ولہ

گرچہ فرزند زادۂ ملک ست    بخت اگر نیست خاک میخاید
در گدائے دہ ست دولت مند    ملک کار از وزیر بر باید
گرچہ مادر نہ زاد دولت مند    سعیِ بیہودہ دل بفرساید

## ولہ

کے سر فرو برد بہ حضیضِ امل کسے ؟    کورا فرازِ ذروۂ ہمت گذر بود
لیکن چو احتیاج عنانِ خرد گرفت    ناچار مرد دہ بہ دہ و در بہ در بود
از مالِ دون طبع کہ در ماندگی رواست    مدقوق را دوائے پسیں شیرِ خر بود

## وله

حاصل خود بجز روانده بیهوده مخور　　باشد آں را چو خوری حاصل دیگر باشد
دگراں را بجز ی حاصل دیگر نه شود　　غم امروز همال روزت در خور باشد
ابلهی باشد با هستی زر غم خوردن　　هر که او غم خورد و زر نه خورد خر باشد

## وله

از جود و کرم قبول حق جوئی　　خود نام بود گر آنت میل است
مقصود زر سرمه نور چشم ست　　زیبائی چشم خود طفیل است

## وله

کس درین روزگار نتواں یافت　　گر سخن با فروغ می گوید
هر که گوید که راست می گویم　　راست گویم دروغ می گوید

## وله

از گفتن مدح دل بمیرد　　شعر ارچه تر و فصیح باشد
گردد ز نفس چراغ، مرده　　گر خود نفس مسیح باشد

## وله

گرچه بد خوے در کرم کوشد　　عود هردم همیشه سید کند
با همه لطف امیدواراں را　　یاد آں خوے نا امید کند

خوے خوش را در ابد دیدیت خواہد
بوے خوش موے را سفید کند

ولہ

حسن اخلاق از خردمنداں تواں کردن طلب[۱]
خر بود آں کو ادب جستن بسوے خر بود

بے خرد را عیب نتواں کرد در ترکِ ادب
عیب نبود مور بر تخت سلیماں گر بود

مطربے می گفت خسرو را کہ اے گنجِ سخن
علمِ موسیقی ز فنِ نظم نیکو تر بود

زاں کہ ایں علمے ست کز دقت نیاید در قلم
واں نہ دشوار است کاندر کاغذ و دفتر بود"

پاسخش گفتم کہ "من در ہر دو معنی کاملم
ہر دو را سنجیدہ بر وزنے کہ آں بہتر بود

فرق می گویم میانِ ہر دو معقول و درست
تا دہد انصافِ آں کز ہر دو دانشور بود

نظم را علمے تصور کن بہ نفسِ خود تمام
کو نہ محتاجِ سماع و صوتِ خنیاگر بود

گر کسے بے زیر و بم نظمے فرو خواند رواست
نے بہ معنی ہیچ نقصاں نے بہ لفظ اندر بود

ور کند مطرب بسے ہاں ہاں ہوں ہوں در سرود
چوں سخن نبود ہمہ بے معنی و ابتر بود

نائے زن را بیں کہ صوتے دارد و گفتار نے
لاجرم محتاج در قولِ کسے دیگر بود

پس دریں صورت ضرورت حسن صوت و سماع
از برائے شعر محتاجِ سخن پرور بود

نظم را حاصل عروسے داں و نغمہ زیورش
نیست عیبے گر عروسے خوب بے زیور بود

من کسے را آدمی دانم کہ داند ایں قدر
ورنہ داند پرسد از من ور نہ پرسد خر بود"

ولہ

سفلہ گر قصد دوستاں دارد
ہم بہ بیند سزاے خود ناچار

---

[۱] در تذکرہ دولت شاہ سمرقندی ایں قطعہ با استثنائے اولیں دو بیت نقل است۔

شخص کہ صد پے سرِ چراغ پرد — عاقبت سوختہ شود یک بار

## ولہ

روشن دلانِ صاف در دل را خلل بود — در کارِ خلق چشم کشادن بہ خیر و شر

پوشیدہ نیست نزد ہمہ کس کہ طاس را — سوراخ عیب باشد و غربال را ہنر

## ولہ

گریۂ مردم نہ بہرِ مرگِ خویشاں دادہ اند — خندہ اے نے بہرِ سخرہ لاغ و بازی و ہوس

لیک گریہ خاص بہرِ ترسِ ایزد یافتی — یا ز بہرِ اشتیاقِ دیدنِ دلدار و بس

خندہ بہرِ ریش آن بے ہمتے گر می کند

دعوئ عشقِ خدا و ماسوا اللہش ہوس

## ولہ

کسے کز عشق دولت مند گردد — بیفزاید ہزاراں اعتبارش

نہ بینی گر بہ عشقِ بلبلِ مست — یکے مرغ ست و می خوانی ہزارش

## ولہ

مشو خسرو بہ شعر خویش غرّہ — کہ گوینده بسے ہست از پس و پیش

چو گفتِ خویش را بے عیب خواہی — بہ چشمِ دشمناں بیں گفتۂ خویش

ہمہ کس گفت خود را خوب داند

دگر یارست ہم تحسیں کند بیش

## ولہ

ز افسردگاں مجو اثرِ زندگیٔ دل
نے از مزاجِ ظالمِ سوزندہ خوے خویش

نۓ شعلہ لے بر آتشِ لالہ تواں فروخت
نے از گلِ چراغ تواں یافت بوے خویش

## ولہ

نہ رسمِ عقل بود نۓ طریقِ دانائیٔ
کہ زور خود کُنی اندر گزافۂ ہرزہ تلف

دروںِ پردہ سخن گوے چوں بریشم چنگ
بروںِ پردہ نواے مزن چو پردۂ دف

چو لاف بیش رود، گفت کم رود بہ صواب
چو باد تیز رود، تیر کے رسد بہ ہدف؟

## ولہ

جواں مردے بہ دست آموز خود را
کہ نزدِ ہمگناں مقدار یابی

بہ دستِ داد باید شد جواں مرد
جواں مردِ زباں بسیار یابی

## ولہ

مرد بخشندہ را کسے گویند
کہ بہ درویش دہد پیے درپے

ہر کہ بخشد بتوانگر درمے
خندہ کن گرچہ بود حاتمِ طے

ابر اگر بر سرِ دریا بارد
شاید ار برق بخندد بر وَے

# ولہ

عواں را اے ملک شغلے مفرمائے  که بدنامت کند از رشوه خواری
کسے کز بہرِ تو با خلق بد کرد  کند با تو ہمیں ناسازگاری
کسے کش پروری از خونِ مردم
وفا داری از او چوں چشم داری؟
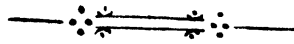
رباعیات
اگرچہ خسرو روے زمیں شدم بہ سخن
ہم ازوفا سوے تو روے بر زمیں دارم

# رباعیات

یارب کہ اماں نہ آب و گل دہ ما را  تو بہ ز نگارانِ چنگل دہ ما را
در عالم بے دلی نمارہ داں گاہ  چوں دل بروو ز دست دل دہ ما را

اے آں کہ شدہ طفیلت آدم پیدا  گشت از سببِ تو چرخِ اعظم پیدا
نورِ تو نہ گنجید چو در یک عالم  بہر تو خدا، کرد دو عالم پیدا

شیخ بہ حقِ نظامِ دیں شد ما را  گنجور خداست عالم بالا را
صاحب قدمے ست ہر مریدش کہ کند  بر کشتی کفش عبرہ نہ دریا را

از شیخ نظام چوں سلام ست مرا  با حسنِ عمل عیش مدام ست مرا
امیدِ پس مرا دو کام ست مرا  زیرا ہمہ کار با نظام ست مرا

گوئی تو کہ جز خاک نہ بیزم آں جا  نہ نشینم تا ز جاں نہ خیزم آں جا
جائے کہ چکد خوے ز رخت نامردم  گر خون دل از دیدہ نہ ریزم آں جا

انگور ہمی گفت ز من جوے مرا[1]  امروز کہ عزت ست ہر سوے مرا

---

[1] رباعی در "ن" محذوف ست۔

شد پختہ درونِ من ز دستِ خورشید گوئی کہ کند ہستہ سیہ روے مرا

تا چشمِ تو بہ نمود ز ابرو محراب زاں قبلہ بناے دینِ من گشت خراب
بر خاکِ درِ تو مردمِ چشمِ مرا فرض ست تیمم ارچہ غرق ست در آب

صانع ملکے[1] کہ ہستیٔ ما پرداخت وز لطف شکستگانِ خود را بنواخت
از خاکِ گِل کوزہ بروں می آید یعنی ز گلے کوزہ چنیں باید ساخت

مادر[2] بانیم و غنچہ ہا بشگفتہ ست بستاں ز پے آمدنت آشفتہ ست
گل نامہ بدست، باد گرد ست رواں موے سخنے چند زبانے گفتہ ست

اے[3] بر سرِ خوبانِ جہاں سر چشمت دردا ز چہ فتادست بگو در چشمت ؟
از بس کہ بہ چشمِ تو در آمد دلِ من دردِ دلِ من کرد اثر در چشمت

آن[4] درد کہ خود را بہ دو زانوے تو بست از بستگیٔ خویش دلِ ما را خست
تا از دلِ دشمنِ تو گوید سخنے در پیشِ تو آمد بہ دو زانو بہ نشست

عاشق[5] کہ اسیر شد بہ زلفِ مستت اندیشۂ او ہیچ بہ خاطر ہستت ؟
شطرنجِ امید با وصالت می باخت بازی بازی چناں بماند بر دستت

---

[1] [2] [3] [4] [5] در "ن" رباعی محذوف است۔

[۱] بر دل کہ ز غم خیمہ ز خوناب زدہ ست — چشمِ تو ز غمزہ تیر پرتاب زدہ ست
زیں ساں کہ رواں گرد خیالت ز رہِ چشم — پس چیست بگو کوچہ رہِ خواب زدہ ست؟

---

[۲] خط بر لبِ تو نقش نگیں افتادہ ست — خورشید از آں نگیں نگیں افتادہ ست
زاں زلف ترا شکستہ شد سرتاپای — کز سروِ بلند بر زمیں افتادہ ست

---

[۳] مطرب کہ کمانچہ در سرود آوردست — از موے کسے دو تار رود آوردہ ست
پستان تو نرگس از کجا افتادست؟ — یا نرگسِ تو شیر فرود آوردہ ست؟

---

[۴] در خوشہ انگور ببینی چون ست؟ — کز ذوق و حلاوت ز صفت بیرون ست
از بس کہ ز گرمیٔ ہوا پختہ شدست — سرتا قدمش آبلۂ پُر خون ست

---

[۵] انگور کہ جاں در شکر آب افگندہ ست — در جامِ نشاطِ ما شراب افگندہ ست
ہر خوشہ چو مادرے کہ صد بخت بزاد — ہر چند کہ تخمِ خود در آب افگندہ ست

---

[۶] مسکیں دلم از غم بہ زیاں فتادہ ست — زاں زار زبانہ در فغاں افتادہ ست
ماندست فتادہ در کفِ خوش پسراں — دیوانہ بہ دستِ کودکاں افتادہ ست

---

[۷] در عدم نہ دہل کہ جاے من برگردون ست — گردوں داند صداے آں عار کہ چون ست
بے پردہ ز من بروں نیامد آواز — ہر چند کہ آوازِ من از پردہ بروں ست

---

[۱] [۲] [۳] [۴] [۵] [۶] [۷] در "ن" رباعی محذوف است۔

[۱] خشخاش کہ بودہ با گلش خار رست نشست　　امروز نہ می رسد چو گل دست بہ دست
گوید سخنے بہ رمز سر پوشیدہ　　کاندر دلِ او ہزار باریکی ہست

[۲] تا لشکرِ شاہ راہ بالا بگرفت　　دل رفت ز جا و غم در دجا بگرفت
اے آب میاے بعد ازیں با ملتاں　　چوں جائے تو آبِ دیدۂ ما بگرفت

[۳] زیں واقعہ کامسال بہ ملتاں زادست　　از گریہ نفیر در جہاں افتادست
فریاد ز گوشِ من بر آمد چہ کنم؟　　ہر سوئے کہ گوش می نہم فریادست

[۴] آں شمع کہ شمعِ روشنی را دودہ ست　　خود رارخِ او کہ باد در چشمت سودہ ست
در دیدۂ تو جاے گرفت ست آلے　　بسیار بہ دنبالۂ چشمت بودہ ست

[۵] با روے تو غنچہ را دہاں خنداں نیست　　گل ہست و لے پیشِ رخت چنداں نیست
از رشکِ لبت پستہ بخاید لبِ خود　　لیکن چہ کند در دہنش دنداں نیست

[۶] دستار چہ در دستِ تو شاہا عجب ست؟　　در وے ہمہ نقشہاے زیبا عجب ست؟
از غایتِ لطف ہست چوں قطرۂ آب　　در قطرۂ آب موجِ دریا عجب ست؟

در ملکِ قلندر کہ جہاں بانیٔ ماست　　دیدن بہ پری وشاں سلیمانیٔ ماست
سند چو بر آسمان خمار کنم　　ہر قطرۂ مے نگینِ سلطانیٔ ماست

---

[۱] [۲] [۳] [۴] [۵] [۶] در "ن" رباعی محذوف است۔

زاں گہ کہ مرا غمِ تو چوں جاں بہ تن ست　　خوں ریختنم ز مردمِ دیدہ فن ست
زیں گونہ مبیں اشک مرا خار آخر　　خونِ من و خار زادۂ چشمِ من ست

---

[1] از شعلۂ عشق ہر کہ افروختہ نیست　　با او سر سوزنے دلم دوختہ نیست
گر سوختہ دل نہ ای ز ما دور کہ ما　　آتش بہ دلے زنیم کاں سوختہ نیست

---

[2] از چرخ پدید شد رخ خرمِ صبح　　گل خاست ز خواب و شست روئے از دم صبح
روشن کنم آئینۂ جان از دم صبح　　چون تیرہ شد آئینہ ماہ از دم صبح

---

ہر جا کہ سخن در بت و بت رو افتد　　دہ کایں دل بت پرست آں سو افتد
یا رب تو مرا درد نہ اے دہ کہ بہ صدق　　"ہُو" گویم و اندر دلِ من "ہُو" افتد

---

وصفِ شرفِ تو بیش از ادراک آمد　　سبقِ ادبت "نعبد ایاک" آمد
توقیعِ تو کز صحیفۂ پاک آمد　　"لولاک لما خلقت الافلاک" آمد

---

احمد نامے کہ کان عالم زد بود　　یک سوے قبایش فلکِ نہ تُو بود
بسیار چکید، قطرہ ہا از آدم　　آں قطرہ کہ بحر گشت آخر او بود

---

چشم از رخ تو جاے دگر نتواں برد　　سوداے تو از سینہ بدر نتواں برد
بے روے تو می رود بہ سر عمر عزیز　　ضائع تر ازیں عمر بہ سر نتواں برد

---

[1] ایں رباعی در تذکرہ دولت شاہ ہم موجود است۔ [2] در "ن" رباعی محذوف است۔

رخت از درِ دوست برگراں خواہم برد　　جاں خواہم داد بلکہ جاں خواہم برد
اے دل پس ازیں تو دانی و آں بدخوے　　من زحمتِ خویش از میاں خواہم برد

---

زلفت کشم امشب ہمہ شب جانم داد　　چشم تر و اشک گوہر افشانم داد
بوسی کہ بگفتی ار ترا دشوار ست　　کن بر لب خود حوالہ من دانم داد

---

دل در شکنِ زلف دوتاے تو بماند　　جاں نیز چو ذرہ در ہواے تو بماند
ہر کس سرِ خود گرفت و رفت از کویت　　الا سرِ من کہ زیرِ پاے تو بماند

---

گویند نصیحت از چہ افزوں آرد　　عشق از دلِ عشاق بروں چوں آرد؟
سوزن کہ بہ صد حیلہ کشد خار ز پاے　　پیکاں ز جگر چگونہ بیروں آرد؟

---

شب ساقی و دوست رو مرا دشمن بود　　من مست و بہ دل آں بتِ سیمیں تن بود
ہر بادہ کہ بود خونِ جانِ من بود　　گوئی کہ برآتشِ دلم روغن بود

---

ما را ز حریف دردِ جاں می باید　　بل جرعہ کشِ دردکشاں می باید
آں شیفتہ و سوختہ جاں می باید　　آتش زدہ اے بہ خانماں می باید

---

دوش آمدہ و وعدہ شرابم می داد　　خونابہ بہ جاے مے نابم می داد
می پرسیدم حالِ دل او خامش بود　　واں زلف بہ جای او جوابم می داد

---

نامی صنمی که در دلم ره دارد　　دریابدے هر کو دلِ آگه دارد
باآں که سرِ وفا نه دارد چه خوش ست؟　　آں شوخ سرِ طره که برمه دارد

---

۱؎ عشاق که بر روے تو دل بردستند　　تاچیست که باز در سرآدر دستند؟
جز خال که گنجد به میانِ ایشاں　　امروز که هر دو سر یکے کردستند

---

۲؎ موراں خطِ تو به دانهٔ جاں بخزند　　سوراخ به دل کنند و پنهاں بخزند
گرد آمده اند بر لبِ چوں شکرت　　ما را شکرے نیست که ایشاں بخزند

---

۳؎ آں ترک ختا که بادِ سنبلش بو زید　　در زیرِ دو گوش خطِ سبزه بجشید
گوئی سرِ زلفِ او بیالود ز خوے　　کش زیر بنا گوش سیاهی بدمید

---

۴؎ خوں کز غمت از دیده بروں می گذرد　　چوں درد به دیده ئے که خوں می گذرد
از مردمک دیده برآمد فریاد　　کامروز درایں خانه چه چوں می گذرد

---

۵؎ زیں دهلِ شه که فغاں می زاید　　وز زادنِ او طرب به جاں می زاید
دیدم که دو رسته است ازاں کانِ گراں　　کاوازهٔ فتح هر زماں می زاید

---

۶؎ هستم دهلے که چوں مرا ساز کنند　　ز آوازه جهانے پر از آواز کنند
در معرکه چوں بانگ بر اعدا نه زنم　　فرماں ست که "پوست از سرم باز کنند"

---

۱؎ ۲؎ ۳؎ ۴؎ ۵؎ ۶؎ در "ن" رباعی محذوف است ۔

۱ے
بنگر به دہل چوں که شبش یاد کند　　از شادیٔ خویش خلق را شاد کند
ہر گه که گرہ زخمه زند در حق او　　از کوفتگی ہزار فریاد کند

---

۲ے
جورے که لب شکر فروش تو کند　　در مستیٔ چشم باده نوش تو کند
در بنار ترا شیدن سر شد زلفت　　ورنه زپئے چه سر به بگوش تو کند

---

۳ے
تیغت که از او روئے عدو پشت بود　　گرد ہمه آفاق چو درمشت بود
یارب که ہمه روئے زمیں خوں گیرد　　آں آب که پہنائش سه انگشت بود

---

۴ے
قومے که در او عرصۂ کیں می خسپند　　فریاد چه از بہر چنیں می خسپند
بر خاک نہاده اند سرہا گوئی　　در ماتم خویش بر زمیں می خسپند

---

۵ے
ایں گرد بلا بیں که برانگیختہ شد　　تا گه به سر پیر و جواں ریختہ شد
آں روئے جوانان سیه خط بر خاک　　گر آب حیات بود ہم ریختہ شد

---

۶ے
کافر چو بر زرم حمله بر غازی کرد　　در گردن غازی رسن اندازی کرد
ایں ہم ز تعصناست ورنه کافر ہرگز　　با خسرو غازیاں رسن بازی کرد

---

۷ے
آں کیست که سوئے رفتگاں ره جوید؟　　مارا خبر از حال اسیراں گوید
پاسے که ز برگ گل خراشیده شدے　　یارب که میان خار چوں می پوید؟

---

۱ے ۲ے ۳ے ۴ے ۵ے ۶ے ۷ے در "متن" رباعی محذوف است۔

خشخاش[1] کہ آرایش حلواش کنند — کہ در کف و گاہ در دہن جاش کنند
بَرّند برائے ریزہ اے چند سرش — واں کہ سر زیر و پاے بالاش کنند

---
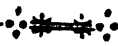
جاناں[2] لبِ تو آبِ جاں می ریزد — وز غیرتِ تو خونِ کساں می ریزد
واں جامہ بر اندام تو از کردہ خوے — چوں قطرۂ آب ست از آں می ریزد

---
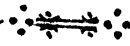
یارب[3] شد و زد در دلِ من آہ بماند — وز دامنِ وصل دست کوتاہ بماند
بر خاکِ رہش دو دیدہ را بنہادم — او رفت و مرا دو دیدہ بر راہ بماند

---
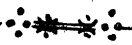
چشمت کہ جفا ہا ز حد افزوں آرد — تا چند ستم بر منِ محزوں آرد ؟
ایں گریۂ من کہ شب روی پیشہ گرفت — ترسم کہ شبے بر تو شبیخوں آرد

---

بستاں چو بسر کشید پیرایۂ ابر — آوردہ بر و شیر فرو دایۂ ابر
گل بس کہ لطیف و نازک آمد در باغ — ترسم کہ گراں شود بہ او سایۂ ابر

---

روئی تو شب اندر قمر آورد آخر — در آبِ رخت ابر در آورد آخر
آں خط کہ بر آتشِ عذارِ تو دمید — دُود از مہ و خورشید بر آورد آخر
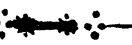
---

عاشق کہ شد افروختہ جان و جگرش — ہست از دلِ خود غمش نہ از سیم و زرش
پروانہ، نہ شمع سوخت تا پا بہ سرش — بل کاتشِ دل گرفت در بال و پرش

---

[1] [2] [3] در "ن" رباعی محذوف است۔

[۱] زحمت دادم دوش به بوسے چندش — تا گہ بگزیدم لب ہمچوں قندش
پرکالہ کہ کردہ ام جدا از لب او — جاں پارہ شدست دمی کنم پیوندش

---

گیسوے تو بہ بستہ ست ہم زنجیرم — لیکن نہ چو من کہ زار و بے تدبیرم
ہم تو بکن ایں فرق کہ از دیدنِ تو — ایشاں ہمہ می زیند و من می میرم

---

مائیم کہ از قبلہ بہ بت خو کردیم — دیباچہٴ نام و ننگ یک سو کردیم
دل را کہ ہمی خزینہٴ معرفت ست — بازیچہٴ کودکانِ بت رو کردیم

---

[۲] روزے کہ نہ در خدمت خویشاں بزیم — با عیش بہ درد دل پریشاں بزیم
عمرم شد و دوستاں اگر باز آیند — گو عمر مباش من پریشاں بزیم

---

[۳] مہ را سرِ ابروے تو دیدن نہ دہم — شب را خمِ گیسوے تو دیدن نہ دہم
آں کس کہ بدید روئیت ار جاں بدہد — جاں بر سر موے تو ز دیدن نہ دہم

---

[۴] من مے نہ خورم کہ حسرت از مے نخورم — ور نیز خورم با دف و بانے نہ خورم
گویند مرا "مے مخور" اے شیشہٴ مے — خونِ تو خورم زیں پس اگر مے نہ خورم

---

صانع احدے کہ ساخت ایں چرخ کہن — نے عقل رسد بہ کنہِ وصفش نہ سخن
او خود ز یک امر "کن" جہاں پیدا کرد — آں کیست کہ در قضاش گوید کہ "مکن"

---

[۱] [۲] [۳] [۴] در "ن" رباعی محذوف است۔

[1]
هستم دهل و زبانگِ من خصمِ جہاں     صد نکتہ بہ پیشِ شہ برانم بہ زباں
خالی کردم خانۂ دل بر دمنست     کامد برمن عروس دولت بہ نہاں

---

[2]
تا شد ز برِ من آں کہ بودے با من     بس غم کہ مرا در آید از پیراہن
چوں ابر گریستیم بہ چندیں قطرات     چہ گریہ کہ قطرہ قطرہ کردم دامن

---

مائیم خرابِ جرعۂ مے خواراں     ما را چہ غم از طعنۂ نیکو کاراں ؟
ایں سر کہ لگد می خورد از خماراں     کے غم خورد از سرزنشِ ہشیاراں ؟

---

[3]
مشکیں خط تو کہ جوے خوں آید ازاو     دل خوش شود آں گہے زبوں آید ازاو
خونم خوردی دگر لبت را بگزم     نے خونِ تو خونِ من برون آید ازاو

---

[4]
جمعے ہمہ گردن بر من گردہ گرد     بودند چو خونِ کشتگاں اندر درد
ہر خار ہمی گرفت دامن کہ مپوے     ہم آبلہ می فتاد در پلے کہ مدو

---

[5]
آں یار کہ شد غارتِ جانم لبِ او     بر بود دلم طرۂ ہمچوں شبِ او
زاں بستہ ہمی شود سخن در دہنش     کز شیرینی نہ می کشاید لبِ او

---

[6]
گرچہ رخِ تو سمن بود ہم تو بگو     در گل چو تو در چمن بود ہم تو بگو
بہ زاں نہ بود سخن کہ گویم لبِ تو     در بہتر از آں سخن بود ہم تو بگو

---

[1] [2] [3] [4] [5] [6] در "ن" رباعی محذوف است۔

گر دل به گناه می شود گو "می شو" — در عقل ز راه می شود گو "می شو"
از دل نرود خیالِ خطِ پسران — گر نامه سیاه می شود گو "می شو"

گر جاں برود بهرِ لقا دیدنِ تو — چه فرق زنا دیدن تا دیدنِ تو
دیده که ترا دید مرا کرد اسیر — هجرانش سزا کرد به نا دیدنِ تو

[۱] اے خلعتِ تو زمانه در پوشیده — بشنو سخنے ز بنده سرپوشیده
با هر دو چو یک تنیم، نیکو نه بود — یک نیمه برهنه و دگر پوشیده

[۲] آزارِ منِ دل شده اے ماه مخواه — گشتی چو ز حالِ دلم آگاه، مخواه
من عشق ترا به جان و دل می خواهم — تو خواه بخواه بنده را خواه مخواه

[۳] رفتی و مرا بماند اے روے چو مه — دستِ طرب از دامنِ وصلت کوته
واں گه نه شود چشمِ من از گریه سفید — بے روے تو لے روے چنیں چشمِ سیه

اے دوست رضا به حکمِ یزدانی ده — ده طاعت حق دادِ مسلمانی ده
چشمت چو زنا کند گرش خواهی پاک — غسلش تو ز گریۂ پشیمانی ده

جاناں منشیں بر گذرِ تیزیِ آه — آتش رسدت ز آتش انگیزیِ آه
تا در سرِ کوے تو نه پنداری سهل — شب گردیِ گریه و سحر خیزیِ آه

[۴] اے ختمِ رسل درِ نبوت بستی — وز معجزه جانِ منکراں را خستی
مردانه مهِ دو هفته کردی به دو نیم — شاهانه مصافِ بدر را بشکستی

[۵] در کوچه نه دانم ز کجا می آیی؟ — کاں روے چو مه به گرد می آرایی
اے گرد چرا به روے او می پایی؟ — خورشید چرا به گرد می اندایی؟

[۶] زلفِ تو که پیوسته به تابش داری — آشوبِ دلِ من خرابش داری
تری خطِ تو هر زماں تازه تراست — گر بیشتر اندر آفتابش داری

---

[۱] [۲] [۳] [۴] [۵] [۶] در "ن" رباعی محذوف است.

اے دل کہ ز سودائے کسے ویرانی[1] — تا چند مرا ز یادِ او می رانی ؟
گفتی کہ "بگیر زلفِ او" می خواہی — تا مار بہ دستِ دیگراں گیرانی

ہستم دہل و شد تنم از لت چوبے[2] — وز خوردنِ چوب می کنم آشوبے
گر از گرہ کوفتہ شوم چہ تواں کرد؟ — کس نیست کہ از گرہ‌اں نہ دارد کوبے

از عز محمدؐ ار نہ داری خبرے[3] — کن از رہ عقل در شہادت نظرے
اللہ و محمدؐ ست پیوستہ بہم — یعنی کہ میان شاں نہ گنجد دگرے

ہر روز بہ غمزہ قصدِ جانم چہ کنی ؟[4] — سرگشتہ و رسوائے جہانم چہ کنی ؟
یک شب اگرت مست بیابم تنہا — دانم چہ کنم اگر نہ دانی چہ کنی ؟

اے غم کہ ہمی بر منِ غم خوار آئی — وقتے چہ شود گر بہ دلِ زار آئی
اے شب کہ سیاہ می کنی روز مرا — یارب کہ بہ روزِ من گرفتار آئی

زیں پیش من و کوئے تو مردم خوار — عشقے و دلے و دردے و بیمارے
گر از تو نیابم بہ ہوس دیدارے — کم زاں کہ درایں ہوس بمیرم بارے

اے باد کہ از کوئے وفا می آئی — آلودہ بہ بوئے آشنا می آئی
زاں گونہ کہ نغز و جاں فزا می آئی — من می دانم کہ از کجا می آئی ؟

ہر چند تو اے دل کہ بہ قرآں بینی — در حقِ محمد ہمہ احساں بینی
در حلقۂ خاتم النبیین بنگر — تا در دلِ او اصبعِ رحماں بینی

---

[1] [2] [3] [4] در "ن" رباعی محذوف است۔